نواب قطب یار جنگ
شکار

۷۸۶
۹۲ ۲

شکار

مصنفہ

نواب قطب یار جنگ مرحوم بی۔ اے علیگ

اوّل تعلقدار سرکار عالی

باہتمام

سراج الدین احمد فرزند مرحوم

رحیم پریس چھتہ بازار
حیدرآباد دکن

سلاطین آل عثمانؒ ایک ماتہ تک اسلامی دنیا کے لئے موجب فخر اور قلمروِ عثمانیہ کے لئے
باعث افتخار رہے ہیں۔
اور تاہم اس شاہی خاندان کا احترام اور محبت اب تک بدستور مسلمانوں کے دلوں میں جاگزین ہے
شاہان سلطنت آصفیہ سے جو عقیدت اور ارادت اسلامی ممالک کو رہی ہے
اور ہے ان کے اظہار کی چنداں ضرورت نہیں۔
انہیں ہر دو عالی قدر خاندانوں کے ثمر اتحاد و یکتائے بحر سلطنت و چشم چراغ
دودمان آصفی و آل عثمان حضرت شاہزادہ **نواب مکرم جاہ بہادر مجیدی پاشاہ**
طال اللہ عمرہ و اقبالہ کے نام نامی اور اسم گرامی سے یہ پہلی نادر کتاب موسوم بہ "شکار"
باجازت شہزادہ "والاشان" نواب ولی عہد بہادر سپہ سالار عساکر آصفیہ دام اقبالہ

معنون کرنیکی عزت حاصل کیجاتی ہے

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اس نونہال دولت آصفی و آل عثمان کو اپنے والدین اور جد امجد کے
سایۂ عاطفت میں سرسبز اور بار آور فرمائے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

فہرست مضامین

۷۸۶
۷۹۲

مختصر حالات زندگی

نواب قطب یار جنگ مرحوم

مولوی قطب الدین احمد صاحب المخاطب بہ قطب یار جنگ
۱۱ ربیع الاول ۱۲۹۱ھ میں تولد ہوئے۔ سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیقؓ
سے ملتا ہے جو زیر طبع ہے۔ ابتدائی تعلیم عربی و فارسی اپنے ماموں
حکیم سرفراز علی صاحب مرحوم سے حاصل کی۔ بارہ سال کی
عمر میں علیگڈہ کالج میں داخل ہوئے جہاں انگریزی تعلیم کی ابتدا
اور انتہا ہوی۔ ۲۱ سال کی عمر میں والد مرحوم الہ آباد یونیورسٹی سے
گرایجویٹ ہوئے۔ کیونکہ اس زمانہ میں علیگڈہ کالج کا تعلق الہ آباد
یونیورسٹی سے تھا۔ زمانہ طالب علمی میں ایک اچھے طالب علم ہونے کے
ساتھ ہی بہترین ایتھلیٹ (Athlete) بھی تھے۔ قدیم
ورزشوں ڈنڈ۔ مگدر۔ کشتی کے شوق کے ساتھ فٹ بال کے اچھے
کھلاڑی تھے۔ چنانچہ کالج ٹیم کے کپتان بھی رہے۔ سواری اچھی
کرتے اور شرطیں دوڑاتے چنانچہ نمایش علیگڈہ میں گھوڑ دوڑیں
جیتے ہوئے انعامات اب بھی موجود ہیں۔ اسی زمانہ سے شکار کا شوق

بھی تھا اور فرماتے تھے کہ "بندوق میرے پاس تھی البتہ جب پرنسپل صاحب یا کسی پروفیسر کی بندوق مل جاتی تو عید کے برابر مسرت ہوتی" کتوں کا شوق بھی اسی زمانہ سے تھا اور کالج ہی میں سر سید رح کی خاص اجازت سے متعدد کتے ہمراہ رہتے تھے۔

ایک اچھے طالب علم اور Athlete ہونے کی وجہ سے کالج کے پرنسپل اور پروفیسر صاحبان والد مرحوم کو عزیز رکھتے تھے۔ اسپورٹ کے شوق کے ساتھ ساتھ تعلیم میں بھی شغف تھا اور خوبی قسمت سے مولانا حالی مرحوم۔ مولانا شبلی مرحوم۔ مولانا خلیل احمد مرحوم و مولانا عباس حسین جیسی متبرک و فاضل ہستیوں سے شرف تلمذ و صحبت رہا۔ چنانچہ فتح قسطنطنیہ پر زمانہ طالب علمی میں والد مرحوم نے جو مسدس لکھا تھا وہ مقابلہ میں سب سے بہتر قرار پایا اور اون کو اول انعام ملا تھا کالج کے پرنسپل مسٹر بک و سر تھیوڈور ماریسن اور مشہور پروفیسر مسٹر آرنلڈ کے اکثر خطوط اب بھی میرے پاس ہیں جن کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان سب حضرات کو والد مرحوم کا خاص خیال تھا۔

نواب محی الدین یار جنگ بہادر اب بھی اکثر فرماتے ہیں کہ کم عمری میں تمہارے والد اور میرے چھوٹے بھائی محمود علی خان صاحب بڑے شریر تھے اور ایک دفعہ یہ دونوں کالج سے بھاگ کر آگرہ پہونچے تھے گرایجویٹ ہونے کے بعد پرنسپل صاحب کالج نے لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر کی خدمت میں ڈپٹی کلکٹری دینے کے لئے والد مرحوم کی سفارش فرمائی تھی کہ جنرل نواب سر افسر الملک کا خط پرنسپل صاحب

کالج کے نام پہونچا کہ فوج کے لئے مجھے دو گرایجویٹ بھیجدیجئے۔ چنانچہ والدمرحوم اور سردار بہادر کرنل عظمت اللہ صاحب مرحوم کا پرنسپل صاحب نے انتخاب فرمایا اور والدمرحوم کا فرسٹ حیدرآباد امپریل لانسرز میں تقرر ہوگیا۔ فوجی ملازمت میں بھی والدمرحوم نمایاں رہے اور ملٹری اسکیچنگ کی تعلیم کے لئے روڈ کی اور رسکلری کی تعلیم کے لئے میرٹھ بھیجے گئے اور ہر دو مقامات سے کامیاب واپس ہوئے۔ اچھے سوار اور نیزہ باز تھے۔ نشانہ انداز بہترین تھے۔ بنگلور اور راولپنڈی میں متعدد انعامات نشانہ اندازی حاصل کئے تھے۔ جنرل سر افسرالملک مرحوم والدمرحوم کو بہت عزیز رکھتے تھے اور اپنے خاص افسروں میں شمار فرماتے۔

فوج میں لفٹننٹ رہنے کے بعد منصرم برگیڈ میجر ہوئے تھے کہ مہاراجہ سرمیین السلطنتہ بہادر مدارالمہام کے ایڈی سی مقرر ہوئے۔ مہاراجہ بہادر دام اقبالہٗ کی والدمرحوم اور میجر شاہ مرزا بیگ صاحب مرحوم پر جو اوسی زمانہ میں ایڈی سی تھے خاص پرورش کی نظر اور خالص عنایات و نوازشات مبذول رہیں۔ تین چار سال ایڈی سی رہنے کے بعد والدمرحوم کی خدمات مسٹر ڈنلاپ آنجہانی معتمد مال کی تحریک پر سررشتہ مال میں منتقل ہوگئیں جہاں خدمت مددگاری معتمد پر تقرر ہوا۔ گو والدمرحوم ایک فوجی افسر تھے اور مال کے کام سے اونکو کبھی واسطہ نہیں پڑا تھا لیکن چند ہی روز کام کرنے کے بعد مسٹر ڈنلاپ کو والدمرحوم کا کام اسقدر پسند آیا اور اعتماد و اعتبار فرماتے تھے کہ اپنے زمانہ معتمدی پر والدمرحوم کو اپنی

مددگاری سے نہ جانے دیا۔ ترقی دینے کا مسٹر ڈنلاپ کو خیال ہوا تو
جمعبندی سے عملی واقفیت حاصل کرنے کے لئے کاماریڈی دوم تعلقداری
بھیجا لیکن پھر چھ ماہ بعد یہ کہکر کہ میرا کام نہیں چلتا پھر مددگاری پر
واپس بلالیا۔ اسی طرح سے چند ماہ کے لئے تعلقداری آبکاری
بلدہ پر بھیجا تھا۔ اور پھر واپس بلالیا۔ الغرض ۱۲ سال والدمرحوم
مددگار معتمد مال رہے اس کے بعد مسٹر ونکفیلڈ نے اسپیشل عہدہ دار
تصفیہ حقوق اجارہ داران مقرر فرمایا اور اس کے دو برس بعد ہی
اول تعلقدار ہوے اور ضلع آصف آباد پر تعیناتی ہوی۔ یہ ضلع
گھیر آباد و صحرائی مشہور تھا لیکن والدمرحوم کو خاص دلچسپی تھی۔ تین
یا چار سال میں ضلع کا کونا کونا چپہ چپہ چھان مارا اور وہ مشہور
رپورٹ اصلاحات ضلع عادل آباد مرتب فرمائی جس کے بعد ہی
سررشتہ ترقیات عامہ کا قیام ہوا۔ جب اصلاحات مجوزہ کے نفاذ کا
وقت آیا تو والدمرحوم کا تبادلہ ضلع عثمان آباد پر ہوگیا۔ اس کا
اون کو بہت ملال ہوا۔ ختم رپورٹ پر والدمرحوم نے یہ الفاظ
تحریر فرمائے ہیں "انہی تمام ضروریات اور اسباب پر غور کرنے
کے بعد محض یہ خیال ادائی حق نمک اور ادائی فریضہ منصبی و فرض
اخلاقی یہ تجاویز ملاحظہ میں گذرانی گئی ہیں ذاتی اغراض کے
ہر قسم کے لوث سے اہل بصیرت انشاء اللہ ان کو مبرا پائیں گے۔
اگرچہ سب یا ان میں سے کچھ بھی منظور ہوگئیں تو محرک زیادہ سے
اس کا مصداق ہوگا۔

برکتیں یاں چھوڑ کر ہم اپنی جائیں گے بہت
ہم نہونگے پر نصیحت ہم سے پائیں گے بہت

اس پر نواب محمد یار جنگ بہادر صوبہ دار نے جو شرح فرمائی ہے وہ یہ ہے "قبل اس کے کہ میں اسکو ختم کردوں مجھے اسقدر کہنا باقی رہا ہے کہ مولوی قطب الدین احمد بی۔ اے اول تعلقدار گذشتہ ۴ سال سے ان وحشت ناک جنگلوں میں دلچسپی سے اپنے فرایض انجام دیرہے ہیں ان کی عمر کا ابتدائی حصہ فوجی خدمات میں بسر ہوا ہے اس لئے صاحب موصوف اوقات کی پوری پابندی۔ پھرتی۔ دلیری و مستعدی علاقہ سیول میں آتے ہوے اپنے ساتھ لائے ہیں۔ ہر ایک مہم پر باوجود مشکلات و موانعات مقامی جس طرح وہ غالب آتے ہیں کسی اور سے ایسی امید نہیں ہوسکتی۔ احکام کی تعمیل میں ایک دن کے اندر دور دراز ناقابل گذر مقامات پر وہ معہ اپنے گھوڑے کے جس طرح پہونچ جایا کرتے ہیں یہ اونہیں کا حصہ ہے۔ سب سے بڑھ کر قابل قدر یہ امر ہے کہ اس ضلع کے عملہ اور عہدہ داروں میں سے کوئی شخص ابتک میرے دیکھنے میں نہیں آیا جو بخوشی اوس ضلع میں رہنا چاہتا ہو بہت تو جاتے ہوئے اقسام کے عذرات کرتے ہیں اور جو جاتے ہیں تو چند ہی روز میں اکتا جاتے ہیں اور ہمیشہ وہاں سے نکلنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ لیکن ہمارے صاحب السیف والقلم مولوی قطب الدین احمد صاحب نے کبھی ایسا خیال ظاہر نہیں کیا بلکہ وہ وہاں کے اصلاحات کے درپے رہے اور ہیں۔ میری رائے میں مناسب ہوگا کہ اونکو ضلع عادل آباد میں اوسوقت تک رہنے دیا جائے جبتک کہ مجوزہ اصلاحات جاری ہو جائیں"۔

کچھہ تو ختم نفاذ اصلاحات تک عادل آباد نہ رہنے کا ملال

اوسپر وفعتاً صحرائی اور [illegible] active زندگی سے متمدنہ زندگی میں
آجانے سے جہاں گھوڑے کی سواری کے بجائے دورہ کے لئے
موٹر کار تھی والد مرحوم کی صحت خراب ہوگئی عثمان آباد کے
قیام میں ۳۲ پاونڈ وزن کم ہوگیا تھا۔ عثمان آباد کے بعد
نمبر تبادلہ ہوا جہاں صحت روز بروز خراب ہوتی گئی۔ اور
ضعف بصارت بڑھنا شروع ہوا۔ اواخر ۳۷ف میں صوبہ داری پر
تقرر کے لئے پیشگاہ جہاں پناہی میں عرض کرنے کے لئے میں
نے ایک روز عرض کیا تو فرمایا "بیٹے ۳۲ سال مالک کی خدمت
ایمانداری سے کی ہے۔ اب آخر وقت دھوکہ دے کر عاقبت
کیوں خراب کروں۔ نظر مجھے آتا نہیں۔ سب سے سینیر تعلقدار
میں ہوں عرض کروں گا تو ضرور صوبہ داری سرفراز ہوگی مگر میں
کام کیا خاک کروں گا۔ صیغہ دار لکھ لائیں گے اور مجھے بلا دیکھے
دستخط کرنا پڑے گا" ۳۸ف میں وظیفہ کی درخواست دیدی
ابھی ختم ملازمت کے لئے ۶ ماہ کی مدت باقی تھی (اور بڑے ورنگل
تبادلہ بھی ہوا تھا) لیکن مسٹر ٹاسکر صاحب بہادر نے خاص
مہربانی و عنایت سے ۶ ماہ کی رخصت بہ یافت سالم ما ہوار اور
اور نصف وظیفہ کی تحریک فرمائی جو منظور ہوی۔ اس کے بعد
پیشگاہ خداوندی سے قطب یار جنگ کے خطاب سے مفتخر و سرفراز
فرمائے گئے۔ جس زمانہ میں طغیانی رود موسیٰ ہوی ہے والد
مرحوم اسپیشل مجسٹریٹ مقرر ہوئے تھے اور بعد ختم کار امدادی
بارگاہ حضرت غفران مکان رح سے سند خوشنودی بھی مرحمت ہوی

اب مختصر طور سے حقیقی اخلاق وعادات بلا کم وکاشت عرض کیے جاتے ہیں۔ کسی کی سوانح عمری لکھنا مشکل کام ہے۔ اس پر ایک بیٹے کا اپنے باپ کے حالات لکھنا اور زیادہ مشکل ہے اور ایک بیٹے کا اپنے عاشق باپ کے حالات قلمبند کرنا مشکل ترین کام ہے لیکن میں نے ان سب امور سے قطع نظر کرکے صرف حقیقت کو پیش نظر رکھ کر قلم اٹھایا ہے۔ مرحوم کے انتقال کو عرصہ نہیں ہوا اب بھی مرحوم کے ملنے اور جاننے والوں ہزاروں بفضلہ موجود ہیں وہ سب حضرات میری تحریر کی صداقت کی شہادت دیں گے۔

والد مرحوم کی سب سے بڑی صفت اونکی صاف باطنی وخلوص تھا۔ کبھی کسی کی طرف سے اون کے دل میں کدورت نہیں رہتی تھی۔ کوئی بات خلاف طبع ہوئی جلد مشتعل ہوجاتے غصہ میں کچھ کہہ جاتے اوس کے بعد اون کا دل اوس شخص کی طرف سے آئینہ کی طرح صاف ہوجاتا خلوص میں ظاہرداری بالکل نہ تھی۔ والد مرحوم اور نواب اسلام احمد خان صاحب سے غیرمعمولی دوستی ومحبت تھی لیکن اس کا اظہار کسی زبان سے نہیں فرمایا۔ طریقہ گفتگو ایسا دلچسپ تھا کہ جوکوئی اونکی صحبت میں بیٹھ جاتا پھر اوس کا دل وہاں سے اٹھنے کو نہ چاہتا۔ کبھی کسی کی طرف سے برا خیال نہیں رکھتے تھے۔ اگر کسی نے اونکو نقصان بھی پہنچایا تو فرماتے کہ میرے نقصان سے اوس شخص کا فایدہ تو ہوا یہ ایک فطرتی چیز ہے کہ انسان اپنے فایدے کے لئے دوسرے کو نقصان

پہونچاتا ہے۔
اپنے زمانہ ملازمت بھر کسی کو نقصان نہیں پہونچایا۔ ڈانٹ ڈپٹ کا ہی ایسا رعب تھا کہ بڑی سے بڑی سزا کا اسقدر خوف نہ ہوتا۔ ماتحتین اکثر قصور کرتے تو اس قدر ڈانٹتے اور ناراض ہوتے کہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ اپنی اختیاری اور انتہائی سزا دیں گے بعد میں فرماتے" کہ تمہاری برطرفی نہایت آسان ہے اور تم اس کے مستحق ہو لیکن وہ جو تم سے وابستہ ہیں معلوم نہیں ادمیں کتنے ضعیف و معذور ہیں۔ کتنے معصوم ہیں جس کی آیندہ زندگی کا انحصار تم پر ہے وہ تو بے قصور ہیں تم کو سزا دے کر اون کو فاقہ و مصیبت میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا۔ آیندہ احتیاط کرو۔ تم نالایق ہو اپنی نالایقی سے اپنے لئے نہیں بلکہ اپنے زیر پرورش لوگوں کے لئے توبہ کرو۔
ہر ایک کے ساتھ والد مرحوم سلوک کرنے سے دریغ نہ فرماتے اور جب کبھی کسی کو احتیاج ہوی اور اون کے امکان میں اوس کا پورا کرنا ہوا انہوں نے پورا فرمایا۔ بیماری۔ آزاری مسرت و خوشی میں ہمیشہ اپنے لواحقین اور ماتحتین کے شریک حال رہے۔ چنانچہ بہ زمانہ تعلقداری اکثر ایسے ماتحت جن کے اہل و عیال اونکے ہمراہ نہ تھے امراض وبائی ہیضہ و طاعون میں مبتلا ہوے تو اون کو اپنے بنگلہ پر لاکر رکھا اور علاج کرایا۔ اسی طرح اکثر ماتحتوں کے بچوں کی شادیاں اپنے گھر پر کردیں۔
مزاج میں صد درجہ خوش طبعی تھی۔ ایک راسخ العقیدہ

مسلمان تھے اوس کے ساتھ ہی اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم اجمعین سے حد درجہ محبت و عقیدت تھی۔ اکثر مرتبہ پانچ چار سو گز سے دوڑتے ہوئے چھوٹے جانوروں کو مارتے۔ اور روتے لگتے میں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ ان جانوروں پر نشانہ لگانے سے میری عاقبت تھوڑی درست ہو گی۔ کاش میں حضرت حسینؓ کے ہمراہ میدان کربلا میں اسی بندوق سے دشمنان حسین پر نشانہ لگاتا۔"

شجاعت و جوانمردی طبیعت ثانی تھی۔ بڑے سے بڑے خطرے کے وقت نہ گھبراتے اکثر شیر مقابلہ سے کھڑے ہو کر لڑے طبیعت میں خود راستی تھی اور راستی پسند کرتے۔ اگر کسی سے کوئی غلطی ہوتی یا کسی چیز کی حاجت ہو تو وہ اگر بلا تمہید اندیشے اصل بات صاف کہدیتا تو خوش ہوتے۔

ہماری والدہ کا ہم لوگوں کی کم سنی میں انتقال ہو گیا تھا اونکے انتقال کے بعد سے والد مرحوم ایک شفیق ترین ان کے فرائض بھی بعض ناگزیر مجبوریوں کے باوجود بھی انجام دیتے تھے۔ تعلیم کے ساتھ تربیت اور بری صحبت سے بچانے کا خاص خیال رکھتے اور اسی وجہ سے ہم سے بے تکلف رہتے۔ ہر کھیل۔ برج شطرنج وغیرہ ساتھ کھلاتے کہ بری صحبت میں بیٹھ کر نہ کھیلنے پائیں۔ حتیٰ کہ بعض مرتبہ مجھ سے دریافت فرماتے کہ بیٹا اگر شراب پینے کو طبیعت چاہے تو مجھ سے کہدینا چھپانا نہیں اکثر احباب نے دریافت فرمایا کہ بیٹے سے یہ سوال و استفسار

کیوں ہو رہا ہے تو فرمایا کہ "رفتار زمانہ کو میں نہیں روک سکتا
بدقسمتی سے سوسائٹی میں یہ وبا پھیل رہی ہے اس سے
میرے بچوں کا بھی متاثر ہونا ممکن ہے مجھ سے چوری سے
پئیں گے تو کم قیمت خراب استعمال کریں گے جس کا نتیجہ خرابی
صحت ہوگا۔ بے انداز پینے لگے ذلت ورسوائی ہوگی اس لئے
مناسب ہے کہ طبیعت چاہے تو مجھ سے صاف صاف کہہ دیں۔
خود تمام عمر منشیات سے احتراز کیا۔ انتقال سے آٹھ برس
قبل مرض ذیابطس تشخیص ہوگیا تھا۔ ہر ڈاکٹر نے افیون کے
استعمال کا مشورہ دیا لیکن ٹالتے رہے۔ جب بصارت سے بالکل
لاچار ہوگئے تو افیون شروع کی جو بعد از وقت تھی۔ حقہ کے
اس شدت سے عادی تھے کہ شاید ہی کسی وقت اونکا حقہ
ٹھنڈا ہوتا ہو۔ مگر دورہ یا شکار و سفر میں جہاں حقہ نہیں مل سکتا
تھا دو دو روز گذار دیتے مگر کبھی سگریٹ یا سگار نہیں چھوتے
تھے۔ بعض احباب سگریٹ یا سگار پیش فرماتے تو ہنس کر
فرماتے I am faithful to my Begum
ایک طرف ہم لوگوں یعنی اولاد
سے بے انتہا محبت تھی تو دوسری طرف والدہ صاحبہ محترمہ کو
بھی بہت چاہتے تھے۔ اپنے خدا اور اس کے بعد خدائے مجازی
بادشاہ ذی جاہ کی محبت عقیدت و بھروسہ اونکا جزو ایمان
تھا۔ اس کا یہ نتیجہ تھا کہ کبھی ہم لوگوں کی ملازمت کے لئے
کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کیا۔ ہم لوگ بار بار

عرض کرتے کہ ہمارے واسطے کچھ کر دیجئے دوست احباب بھی اصرار و تقاضہ کرتے تو فرماتے خدا میرے بادشاہ کو سلامت رکھے آج تک ریاست میں کسی ملازم کی اولاد بھوکی رہی ہے جو میری اولاد رہے گی۔ اعلیحضرت کی سب پر نظر ہے اور سرکار دام اقبالہٗ خود پرورشی کا انتظام فرمائیں گے۔

کھانے کی طرف سے بالکل استغنا تھا۔ صرف رات کو ایک مرتبہ کھانا ضرور کھاتے۔ دن کو وقت پر ملگیا اور سامنے آگیا تو کھالیا ورنہ سارا دن ایک پیالی چاء اور دو بسکٹوں پر جو صبح کو ضرور کھاتے تھے گذار دیتے۔ خود شجیع تھے اس لئے شجیع جانوروں کا بھی شوق تھا۔ اصیل مرغ پالتے تھے مگر لڑایا کبھی نہیں۔ فرماتے تھے کہ یہ ہمارے ملک کی نایاب چیز ہے ان نسلوں کی حفاظت کرنا چاہیئے کہ ملک سے مفقود نہ ہوجائیں۔ کتوں میں بلڈاگ یا بل ٹیریر ہمیشہ آخر وقت تک پاس رہے۔ گھوڑوں میں عرب کو بہت پسند کرتے اور اکثر عرب گھوڑے ہی رکھتے۔ جس چیز کا شوق خود کو یا ہم کو ہوتا تو پہلے اس چیز کی نسبت کافی معلومات حاصل کرتے اور اس کے متعلق کتابیں منگواتے اور پڑھتے۔ چنانچہ مرحوم کے کتاب خانہ میں گھوڑوں۔ مرغوں کتوں اور شکار و بندوق کے متعلق بے شمار کتابیں موجود ہیں ایک طرف ایک سیدھے سادھے جفاکش سپاہی تھے تو دوسری طرف ایک عالم بھی۔ شعر و سخن سے دلچسپی تھی۔ کبھی کبھی خود بھی شعر فرماتے۔ انگریزی بہت اچھی بولتے اور لکھتے تھے۔ حافظہ غیر معمولی

قوی تھا۔ وظیفہ پر سبکدوشی کے بعد آنکھ کا آپریشن ہوا۔
عینک کی مدد سے کچھ پڑھ سکتے تھے۔ سنہ ۳۹ف کے اواخر سے اس
کتاب کا مضمون پھر لکھنا شروع فرمایا۔ لکھتے اور رکھ دیتے
اور فرماتے کہ فضول محنت ہے کون چھپوائے گا۔ میں جاتا اور
عرض کرتا کہ غالباً اب تو کتاب ختم ہو گئی ہوگی تو فرماتے کہ
ہاں تھوڑی لکھی، پھر اس خیال سے کہ بلا فائدہ محنت ہے چھوڑ دی
میرا آخری وقت ہے۔ میں عرض کرتا کہ اب بفضلہ آپ اچھے ہیں
انشاء اللہ آپ خود کتاب چھپوائیں گے تو فرماتے کہ تم بچے ہو
سمجھتے نہیں میں ختم ہو چکا ہوں۔ اسی خیال میں مہینہ دو مہینہ تک
مطلق اس طرف توجہ نہیں فرمائی۔ ایک روز پھر تذکرہ آیا تو
مجھ سے فرمایا کہ تم مجھ سے وعدہ کرو کہ خواہ کچھ ہو تم ضرور اس
کتاب کو چھپواؤ گے تو میں لکھتا ہوں۔ اگر تم سے نہ ہو سکے تو اسکا
وعدہ کرو کہ یہ مسودہ مہاراجہ بہادر۔ نواب معین الدولہ بہادر
نواب سالار جنگ بہادر۔ نواب ولی الدولہ بہادر کی
خدمت میں پیش کرو گے۔ یہ سب امرائے عظام علم و فن
کے شائق اور سب کی خدمت کا فخر مجھے حاصل رہا ہے۔ اور
میرے بڑے حقوق ہیں اس طرح یہ ضرور چھپ جائے گی۔ میں نے
وعدہ کیا تو والد مرحوم نے پھر لکھنا شروع کیا اور کتاب کو
ختم فرمایا۔ دیباچہ لکھنا شروع کیا تو صحت اچھی تھی۔
چنانچہ یہ استدعا خود اس امر کی شاہد ہے کہ "اگر کوئی
غلطی ہو تو مجھے مطلع فرمایا جائے یا دلچسپ بحث اخبار میں چھڑ جائے"

آخر عمر کے چھ ماہ صحت معمولی رہی یا تو افاقۃ الموت تھا یا معلوم نہیں کیا وجہ تھی۔ انتقال سے بیس روز پہلے میں جب آصف آباد جانے کے لئے رخصت ہونے لگا تو فرمایا اور بر ہمی سے فرمایا جاؤ جاؤ جلد جاؤ تمہارا خیال مجھے دوسری طرف متوجہ نہیں ہونے دیتا۔ میں بادل ناخواستہ رخصت ہوا۔ دل پر ایک غیر معمولی بار و ہراسانی تھی۔ یہ نہ معلوم تھا کہ آج مجھکو دنیا میں ٹھوکریں کھانے مصایب جھیلنے بے سہارا و بے خانماں کرنے کے لئے رخصت فرمار ہے ہیں۔ بیسویں دن معمولی بخار آیا رات بھر بخار رہا صبح کو اچھے ہوگئے۔ تین بجے کے قریب میرا منجھلا بھائی وہاج الدین احمد سلمہ میجر ٹاپڈو کے نرسنگ ہوم لے گیا۔ وہاں جاتے ہی بیہوش ہوگئے۔ رات بھر بیہوش رہے صبح ۹ بجے کے قریب مجھے پوچھا کہ سراج کہاں ہے۔ اسکے بعد خاموشش ہوگئے۔ دو بجے دن کو والدہ صاحبہ محترمہ فرماتی ہیں کہ چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوی اور روح پرواز ہوگئی۔

دفن کے بعد ہم سب پریشان تھے کہ کیا کریں اور کہاں جائیں۔ شاد باید زیستن و ناشاد باید زیستن آج بھی زندہ ہیں۔

میری مالی حالت کا اقتضا یہ نہ تھا کہ میں اس کتاب کو چھپواتا لیکن والد مرحوم سے جو وعدہ کیا تھا اس نے ایسا بے چین کیا کہ ہمت کرکے کام شروع کرا دیا۔ روپیہ کی قلت اور بے سروسامانی یہ سب وجوہ ایسے ہیں ۔

کہ کتاب اس شان سے شایع نہیں ہو رہی ہے جیساکہ والدمرحوم کا خیال تھا نہ اس میں فوٹو ہیں۔ اردو میں غالباً پہلی کتاب ہے جو اس فن کے متعلق اس قدر صحیح اور مستند معلومات کا ذخیرہ کہی جا سکتی ہے۔ اگر پبلک نے اس کی قدر فرمائی یا امرائے عظام میں سے کسی کی توجہ عالی اس طرف منعطف ہوی تو انشا اللہ دوسرا اڈیشن اسی طرح شایع ہوگا جیساکہ والدمرحوم کی خواہش تھی اور فوٹو بھی مہیا ہو جائیں گے۔

اس کی کاپیوں کی صحت میں نے خود کی۔ اس کے بعد بعض کاپیاں میرے منجھلے بھائی وہاج الدین احمد سلمہٗ نے دیکھیں۔ برادران عزیز حمید الدین احمد و شرف الدین احمد سلمہم جب کبھی آ گئے تو انہوں نے بھی اپنا وقت اس پر صرف کیا۔ اس پر بھی غلطیاں موجود ہیں۔ ڈاکٹر لطیف سعید صاحب فرماتے تھے کہ دیکھو اس میں اغلاط نامہ لگانے کی نوبت نہ آئے۔ باوجود کمال احتیاط و محنت کے اغلاط نامہ لگانے کی نوبت آئی۔

حضرت عم محترم مولوی مسعود علی صاحب بی۔ اے۔ و حضرت عم محترم مولوی فرید الدین احمد صاحب۔ و برادران محترم مولوی احمد سعید صاحب سیولین و مولوی محمدؐ احسن صاحب کا میں بے حد ممنون احسان ہوں کہ وقتاً فوقتاً میری ہمت افزائی فرماتے رہے اور اللہ کا شکر و احسان ہے کہ آج میں اپنا وعدہ پورا کرنیکے قابل ہوا ہوں جو میں نے اپنے والدمرحوم سے کیا تھا۔

والدمرحوم حضرت والاشان نواب ولیعہد بہادر دام اقبالہ کے

شکار کے شوق کا حال بہت دلچسپی سے سنتے اور فرماتے کہ کاش میں ایک مرتبہ حضرت ولیعہد بہادر و برادر والاشان کے شکار کا انتظام کر سکتا۔ یہ کتاب والد مرحوم کا خیال حضرت والاشان کے اسم گرامی سے معنون کرنے کا تھا چنانچہ فدوی نے بھی اجازت چاہی تو ارشاد مبارک ہوا کہ شہزادہ بلند اقبال نواب مکرم جاہ بہادر کے اسم گرامی سے معنون کی جائے۔ الحمدللہ والد مرحوم کی یہ آرزو بھی پوری ہوی۔

قطعۂ تاریخ وفات بھی کیا بہتر و موزوں جناب عم محترم مولوی مسعود علی صاحب قبلہ نے فرمایا ہے۔

خادم

سراج الدین احمد

قطعہ
خدا رحمت کند این خانمان برہم زن ما را
کہ بے تاب و تواں بگذاشت ہم جان و تن ما را
کہ از پا افگند شیر قضا شیر افگن ما را
کاروان رفت ہمہ بانگ درا می آید

صحت نامہ

حصہ اول

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۶	لیڈرشٹ	لیڈرشپ
۳	۵	قواسے	قوئی
۵	۱۱	جیب	چُپ
۶	۱۵	ولبید	ولید
۱۰	۱۸	او	اور
۱۳	۱۴	غیرت	عزت
۱۵	۱۸	نیت	تیست
۱۷	۲	کندہے	کُندے
۲۱	۳	ٹارگٹ	تارگٹ
۲۴	۱۸	سے	لے
۲۷	۸	۳۲	۲۲
۲۸	۷	کے لیے	کیجئے
۲۹	۱۸	مو	موٹا
۳۰	۱۵	سیمیوں لیکر	سیموئل بیکر
۳۰	۱۶	لیسٹ	لِسٹ
۳۱	۲	چھدنہ	چونا
۴۲	۶	مینرل	منزل
۴۶	۶	دالیل	رائفل
۴۷	۱	رکھا	لکھنا
۸۱	۱۸	دور	اور
۸۲	۷	ہے	حذف فرمایئے
۹۰	۱۶	و	تو
۱۰۴	۴	ڈاک	ڈک
۱۱۲	۸	اگرآپ	گراپ
۱۲۰	۹	علی	الدین
۱۳۱	۱۵	بڑہے	بُڈہے
۱۳۱	۱۸	زدہ	زیادہ
۱۳۶	۱۸	ب	حذف
۱۳۷	۱۴	تینر	نیفر
۱۳۸	۵	جگوں	جگہوں
۱۳۵	۹	ہالینڈ اینڈ	ہالینڈ اینڈ ہالینڈ
۱۳۹	۹	ریخ	ریخ
۱۳۹	۱۸	کم	حذف
۱۴۲	۱۳	کے	کی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۳	۲۱	دوڑسے	دوڑتے سے
۱۵۲	۱۸	مزدری	مزدوری
۱۵۲	۱۸	یاڑ	چاڑ
۱۵۶	۱۲	لاییٔے	لائے
۱۶۱	۱۵	قاقی	قامتی
۱۷۷	۹	بیپ	کیمپ
۲۱۵	۱۷	ی	مین
۲۱۵	۱۸	طر	طرف
۲۱۵	۲۰	۸	بعد
۲۱۵	۲۱	ٹن	ٹوٹی
۲۲۲	۱۵	توازن	توازن
۲۲۹	۷	تنز	تیز
۲۳۴	۹	YONGSYER	YOUNGSTER
۲۶۱	۱۸	ور	اور
۲۶۳	۱۷	کہسکاری	کہسکای
۲۶۴	۷	یکسالا	یکسان
۲۶۵	۱۸	سیترتھی	سترہ سیرتھی
۲۶۹	۲۰	تہا	ہے
۲۷۷	۱۲	قلعہ	قلعہ
۲۸۶	۲۱	اشامپ	اشاپ
۲۹۸	۴	و	وہ

حصہ دوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۲	وہ	.
۳	۹	.	سیاہ قلب
۳	۱۲	اپنی	اپنے
۳	۱۵	اسکی	اوسکے
۴	۱۵	چلانے	چلاّنے
۱۰	۳	جیبٹ	جھٹ
۱۱	۴	ہوتی	ہوتے
۲۸	۱۹	آگئی ہونگی	آگئے ہونگے
۳۱	۱۲	جسم	جسیم
۳۸	۶	بلد	ابلد
۴۵	۱۶	دیکھہ سکا	نہ دیکھہ سکے
۴۶	۱۲	سے	کے
۵۲	۵	دل تہا	دل میں
۵۹	۱۶	ہوگی	ہوگا
۶۰	۴	گل اچھے	گل پیچھے
۶۳	۹	سوسوا	سوسواسو
۹۶	۲	بہی	تہی
۹۶	۲۱	وضع حمل کی پتہ	وضع حمل کا اس سے پتہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۵	۱۲	گھوڑے گے	گھوڑے کے	۲۴۰	۷	نے	آپ
۱۲۸	۱۲	سر کے دول ہیں	سر کے دخول ہیں	۲۴۴	۱۷	گی	کی
۱۴۶	۱۷	کر چکا ہے	کر چکا گیا ہے	۲۴۶	۱۰	فیر	جینز
۱۵۱	۹	صاحب فیر کیا	صاحب نے فیر کیا	۲۵۸	۱۸	بولنے والے	بُو لینے والے
۱۵۴	۱۲	دیکھتا	دیکھتا ہوں	۲۵۹	۹	دو	دور
۱۵۶	۲	بہاری تھی	بہادی تھی	۲۶۷	۶	نصف دائرے	نصف دائرے کی
۱۵۶	۱۵	خانصاحب پیر پڑنے	خانصاحب کے پیر پڑنے	۲۷۵	۱۹ و ۲۱		
۱۵۹	۵	میرے شکاری	میرا شکاری	۳۰۱	۱۱ و ۱۲	بولنے والے	بُو لینے والے
۱۵۹	۷	با آنکہ	با آنکہ	۳۰۸	۱۶	ٹیکڑی	ٹیکری
۱۶۵	۱۴	چہرے طرف	چہرے کی طرف	۳۱۴	۱۹	دیکھ	دیکھ کر
۲۰۱	۲۱	والے کہا	والے نے کہا	۳۱۹	۱۲	بڑا ہوگا	پڑا ہوگا
۲۰۳	۱۳	حضرات غالبا	حضرات نے غالباً	۳۲۷	۱۷	گر	گز
۲۱۱	۱۸	CAUSE& AFFECT	CAUSE& EFFECT	۳۲۷	۱۹	یا	پا
۲۱۳	۱	DEVOLOPM EIUT	DEVELOPME IUT	۳۳۰	۲۰	ارر	دور
۲۱۳	۱۷	کام لانے	کام میں لائے	۳۳۲	۲۰	تنک	تنگ
۲۱۵	۲۰	WISH-Y...	WISH-YOUG	۳۴۰	۱۷	بچوں	پنچوں
		GOOD-LUCH	OOD-LUCK	۳۴۱	۱۹	چہروں	چہروں کا
۲۲۰	۹	کیسی ہو عمدہ	کیسی ہی عمدہ ہو	۳۴۹	۲۰	پنجر	پنجرا
۲۲۳	۳	شیر گے	شیر کے	۳۵۷	۵	بخیر	بجز
۲۲۶	۳	قصہ	قضیہ	۳۵۸	۶	دئم	قایم
۲۲۸	۲۰	روانہ ہوا	روانہ ہو	۳۶۰	۱۸	سای	سنای

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۶۴	۲۱-	کو	حذف کیا جائے
۳۸۸	۱۸	EHAVSI	EXHAUST
۴۱۹	۲	رسکنے	رکھنے
۴۲۲	۱۳	چلتا	لگتا
۴۲۲	۱۸	نکی	کمی
۴۲۳	۱	بیں	بیسن
۴۲۵	۶	طرزیں	حذف
۴۲۵	۱۷	بر	ہر
۴۲۶	۸	بار	کسی بار
۴۲۷	۱۶	موروں	موروں نے
۴۳۴	۵	"تا نصف دس سطر	مکرر لکھا گیا ہے۔
۴۳۷	۹	مجبس	مجتس
۴۳۹	۱	کتا	کتے
۴۴۹	۱۵	براسے	برار کے
۴۵۲	۹	بتن	بس
۴۵۲	۱۶	کم	گپ
۴۵۶	۲	بیہ	بیچے
۴۶۰	۱۶	تعلقدار	تعلقہ
۴۶۴	۱۴	مکڑے	ٹکڑے
۴۶۵	۸	بھدا	بھنڈا
۴۶۹	۲	جوس	جوش

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۷۲	۱۱	نظر	آ نہر
۴۷۴	۱۳	چند سیاسی اور مجا فقط	مکرر لکھا گیا ہے حذف
۴۷۴	۲۰	عمدہ	مجیدہ
۴۷۵	۱	گینڈبے	گینڈے
۴۷۵	۷	ہدیتیا	ہدیتیاً
۴۷۶	۷	سکیے	سکیئے
۴۸۲	۱	ایک	اٹک
۴۸۳	۹	کرلایا	کرلیا
۴۸۳	۷	کا	کو
۴۸۳	۲۰	چینیل	چنچل
۴۸۴	۴	آئینہ	آٹھ
۴۸۵	۱۷	گینڈی	گینڈے
۴۸۵	۱۸	ہورسے	ہووسے
۴۸۵	۲۰	بیل	اونپیر
۴۸۸	۹	کو	حذف
۴۸۹	۸	شتکار	شکار
۴۸۹	۱۲	نہ	یہ
۴۹۳	۵	سمجھتے	کوستے
۴۹۵	۱۸	کووسے	کووسنے

آبان ۱۳۵۳ ف

حمد رب العالمین اور نعت خاتم المرسلین کے بعد

سینہ کوبی میں رہے جبتک کہ دم میں دم رہا
ہم رہے اور قوم کے اقبال کا ماتم رہا

فنون سپہگری تو کجا اونکی قدر دانی اور عزت حتیٰ کہ اون کے فوائد و ضرورت سمجھنے کا مادہ بھی قوم کے دلوں سے مفقود ہو چکا ہے۔ مردانہ ورزشوں مثل ڈنڈ۔ مگدر۔ کشتی اور بنوٹ وغیرہ کا شوق آج سی سوسال قبل ذلت کی نگاہوں سے دیکھا جانا شروع ہو گیا تھا۔ امرا اور چند شریف خاندانوں کے نوجوان سیکھتے تو تھے مگر چھپا کر۔ پبلک پر ظاہر کرنا نہیں پسند کرتے تھے کہ فلاں صاحب کشتی یا بنوٹ کی مشق کرتے ہیں عیش پسندی اور تن آسانی شرافت کی نشانی قرار پائی۔ بجائے قوت و شجاعت کے اختلاج قلب اور نزاکت دولت مندوں کی علامت بلکہ باعث فخر گردانی گئی ایسی صورت قوم کا زوال نہ ہوتا تو کیا ہوتا قعر مذلت و رسوائی۔ غلامی اور گدائی تک پہنچنے کے بعد تقاضائے فطرت یہ تھا کہ رفتار دوسرا پہلو بدلنے اور انگریزی اصطلاح کے موافق ری ایکشن Reaction کا عمل

۲

شروع ہو۔ چنانچہ خدا نے چند ہمدردان قوم پیدا کئے انکا اصول انکی زندگی کا مقصد یہ تھا کہ قوم کو جگائیں جہالت کا غلاف اور غفلت کا پردہ جو آنکھوں پر پڑا ہوا تھا اسکو اٹھائیں۔ تعلیم کے راستے پر لگائیں۔ انھوں نے اپنا کام پورا کیا۔ خلد بریں کا راستہ لیا۔ قوم میں چند ہمدرد اور تعلیم کے حامی پیدا ہوئے مگر انکی ٹولی میں ایک نیا طرہ لیڈری اور پولٹیکس کا ایسا پیدا ہو گیا ہے کہ صرف خدا کی ذات اور اسکے رحم و کرم پر قوم کے بیڑے کا پار ہونا منحصر ہے۔ ترقی تو بہت دور ہے سنبھلنے کا راستہ بھی یہ لیڈرشیٹ۔ اور پولٹیکس مسدود کرتے نظر آتے ہیں۔ ہمکو پہلے اپنے پیروں پر کھڑے ہونا چاہئے نہ کہ سنبھلنے سے قبل اوروں پر حملہ کرنا۔ ہمارے ابنائے ملک ہمارے مقابلے میں صرف سنبھل نہیں چکے بلکہ ترقی کے راستہ پر پڑ چکے ہیں وہ اگر حملے کی سوچیں تو ایک خاص درجہ تک درست ہے گو میں کھلے الفاظ میں کہنے کو تیار ہوں کہ پچتائیں گے۔ مَن حفر بیراً لاخیہ فقد وقع فیہ ہنوز وہ بھی اس درجہ پر نہیں پہنچے ہیں کہ جو چاہیں کر بیٹھیں اور جسکو چاہیں فنا کر دیں۔ اس عمل کے لئے ہر چیز سے اول جسمانی اور دماغی قوت میں حریف پر غالب نہوں تو برابر جانا تو ضروری اور لازمی ہے۔ افسوس اور نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے لیڈروں کا رنگ سابقہ رہنمایان قوم سے بالکل جدا ہے۔ بجائے یکدلی اور یکجہتی پیدا کرنے کے یہ تفریق۔ فرقہ بندی باہمی مخالفت اور زور آزمائی کئے زعم غلط کے بیج بو رہے ہیں۔ سیکڑوں چھوٹ بھئے محض اپنی ذاتی شہرت اور چند روزہ ظاہری عزت کے متمنی ہیں اور بغیر سوچنے اور سمجھنے کے صرف ذاتی اغراض کی بنا پر قوم کو غلط راستے پر لے جا رہے ہیں۔ خیر ان حضرات کا ذکر ہی غیر ضروری ہے۔ ان لکچراروں اور مضمون نویسوں کو بالائے طاق رکھ کر ایک مہاتما گاندھی جی بہ القابہ کا دم ہے کہ جن کو میرے حد علم اور سماعی علم کی حد تک حب قومی کا مجسمہ اور جان نثاری ملک کا دیوتا کہنا بیجا نہ ہو گا جناب ممدوح کی ذات ستودہ صفات اور قومی ترقی کی نسبت انکے خیالات میرے لئے اس تالیف کے محرک ہوئے ہیں ورنہ ایک سپاہی منش شکار دوست انسان کے لئے جو عالم ہے نہ فاضل۔ نہ انشا پرداز ہے۔ نہ ادیب نہ شاعر نہ نثار اس میدان میں قدم رکھنے کی نہ جرات ہو سکتی ہے نہ اسکی ضرورت ہے

۳

مہاتما کی تعلیم و تلقین میں جو یقیناً ملک کی بہی خواہی پر مبنی ہے مجھکو اپنے خیال کے موافق چند ایسے اصول نظر آتے ہیں جو بالفعل ہمارے ملک کے لئے ناموزوں یا قبل از وقت ہیں مہاتما جو کچھ فرمائیں وہ بیشک قابل احترام ہے لیکن بکمال ادب اسقدر اختلاف کرنے کی جرات کرتا ہوں کہ چرخہ کاتنے کا قاعدہ جو ہر شخص کی تعلیم کا ابتدائی اور لازمی حصہ قرار دیا گیا ہے۔ قوم کی ترقی اور حصول پولٹیکل مقاصد کے لئے نہ کافی ہے نہ موزوں۔ میں اچھی طرح سے یہ سمجھا ہوا ہوں کہ تمام ملک سے چرخہ کتوانا کس اصول پر مبنی ہے۔ یعنی پورے ملک میں یکجہتی۔ یکدلی اور اتفاق یا متفق ہو کر ایک طرف رجوع اور منہمک ہونے کا یہ عمل ذریعۂ تعلیم ہے یا طریقہ امتحان ممکن ہے کہ کسی محدود درجہ تک اور چند خاص فرقوں اور خاص ذاتوں کے لئے یہ مفید اور ممکن یا موزوں ہو لیکن تمام ملک اور تمام مختلف اقوام کے لئے یہ ایسا ہی ناموزوں ہے جیسا کہ ایک جوانمرد کی ہمت اور دلیری کا امتحان اس طرح پر کیا جائے کہ اوسکو زنانہ لباس اور چوڑیاں پہنا کر فرمائش کیجائے کہ ناچو۔ یہ صورت تو صرف امتحان تک محدود ہے۔ اگر خدانخواستہ بجائے امتحان کے تعلیم کے غرض سے یہ لباس پہنایا گیا ہے تو اسیقدر کہنا کافی ہے۔

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملاست ✣ کار طفلاں تمام خواہد شد

پہلے قوم کی اخلاقی حالت درست ہونی چاہئے۔ اس کا سرچشمہ تعلیم ہے اس کے بعد جسمانی اور دماغی قوتوں میں ترقی اور نشو و نما لازمی نتیجہ ہے۔ جب تک کسی قوم کے قوائے جسمانی صحیح پیمانے تک نہ پہنچ جائیں اوسوقت تک دماغی قوتیں بھی اعلیٰ معیار ترقی تک پہنچنے کا خیال بھی نہیں پیدا کر سکتی ہیں اسٹرانگ اِن باڈی اینڈ اسٹرانگ اِن مائنڈ

بہت صحیح مقولہ ہے۔ چرخہ کاتنا اور مقاصد کے پورا کرنے میں مُمد و معاون ہو مگر یہ یقین ہے کہ ہمت و شجاعت اور قوی قلوب نہیں پیدا کرتا۔ بلند حوصلگی۔ خودداری۔ حکومت اور حکمرانی کا ولولہ۔ اوسکا شعور و سلیقہ حاصل کرنے کا ذریعہ غالباً ہر معمولی صحیح دماغ والے انسان کے خیال میں تعلیم ہے۔ اور معیار عروج تک پہنچنے کا سلسلہ

یہ ہے تعلیم۔ تہذیب اخلاق صحت جسمانی دماغی قوتوں کا نشو و نما پھر سب کچھ۔ زراعت تجارت حکومت تک۔ انصاف کی نظر سے دیکھیے۔ ان سلسلہ وار لازم و ملزوم مدارج ترقی میں میان چرخے کا کس جگہ دخل یا ضرورت ہے۔ ہمارے ملک کی اخلاقی حالت اظہر من الشمس ہے۔ اوسی کے نتائج بد ہیں کہ جسمانی قویٰ اور توانائی کے لحاظ سے ہم اور اقوام کے مقابلہ میں کم بلکہ حقیر و ذلیل ہیں۔ ہمارے قلوب استقدر کمزور ہیں کہ ادنیٰ تکلیف دہ حادثہ یا خوفناک واقعہ کو صرف دیکھ کر ہم میں سے اکثر افراد بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ میں ایسی متعدد اقوام اور فرقوں کے نام بتا سکتا ہوں جو خون دیکھتے ہی چکر کھا کر گر جاتے ہیں۔ موت کے نام سے لرزتے اور مردے کے پاس جانا تو بڑی ہم ہے اوسکو دیکھنے کی تاب نہیں لاسکتے ہیں اسکا بھی اعتراف کرتا ہوں کہ ہم میں معدودے چند اسپورٹزمن یعنی سپاہیانہ منش یا مردانہ خو افراد بھی موجود ہیں لیکن ۳۰ کروڑ نفوس میں انکا وجود شاذ بلکہ کالعدم ہے۔ بلقین اوّلین یہ ہونی چاہیے کہ بچوں کی پرورش کے وقت جسمانی دماغی اور اخلاقی حالت درست رکھنے پر خاص توجہ کیجاے اور اس امر کی نگرانی کیجاے کہ بچے ڈرپوک بزدل۔ تنگ خیال حریص جھوٹ بولنے کی عادی نہ ہونے پائیں۔ انکو ذرا بڑے ہوتے ہی مردانہ ورزشوں کا شوق دلایا جائے۔ اسطریقہ پر ہم میں ہزاروں نہیں لاکھوں مرد نہیں جوان مرد پیدا ہو سکتے ہیں۔ ایک آزادی کیا چیز ہے یہ سب کچھ حاصل کر سکیں گے۔ ہماری ناقص تعلیم اور قابل اعتراض پرورش اصلاح کی محتاج ہے۔ چرخہ کا تنا ان بلاؤنکو دور کرنے میں کیا اور کتنے عرصہ میں کامیاب ہوگا گمنامی اور کس مپرسی کی حالت سے نکلکر عروج حکمرانی و ملک گیری تک پہنچنے کی حقیقی اور موثق طریقہ پر تاریخی مثالیں بہت سی موجود ہیں اون پر غور کر کے دیکھا جائے تو صرف مردانہ طرز پرورش نے متعدد اقوام کو غلامی کی زنجیروں سے رہا کر کے تحت فرمانروائی پر رونق افروز اور جلوہ گر دکھایا ہے۔ اسپارٹا والے جنکی تعداد بہ مشکل ۹۰ یا ۰۰، ہزار تھی اور جن کے ملک کا رقبہ غالباً ہمارے ایک ضلع سے زاید نہ تھا اسی سپاہیانہ طرز پرورش کیوجہ سے کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ اس قوم نے سو برس تک اون قواعد پر عمل کیا جو سولن نے اونکے لئے مقرر کئے تھے اور مختلف قوانین کی

۵

تفصیل اس کتاب کے لئے غیر ضروری ہے۔ ابتدائی قواعد بچوں کے لئے یہ تھے کوئی بچہ ماں کا دودھ چھوڑنے کے بعد گھر میں کھانا نہیں کھا سکتا تھا۔ سرکاری اسکولوں میں کھانیکا انتظام تھا اور وہ بھی خشک روٹی اور کالے رنگ کے شوربے تک محدود تھا۔ دس برس تک انکو اس غذا پر پالنے اور مردانہ کھیلوں اور ورزشوں کی مشق اس درجہ تک کرائی جاتی تھی کہ ابتدائی فنون سپہگری سے وہ واقف ہوجاتے تھے۔ تیر اندازی اور چھوٹے برچھے کے استعمال میں یہ ایسے مشاق ہوتے تھے کہ بعض موقع پر انہوں نے بڑوں کا مقابلہ اور انعام حاصل کئے ہیں۔ اس درجہ پر پہنچ جانے اور گیارہواں سال شروع ہونے پر انکی سرکاری غذا موقوف کردی جاتی تھی اور انکو حکم دیا جاتا تھا کہ تم شکار مار کر یا باغات میں چوری کرکے یا جو کمزور ہوں وہ مزدوری کرکے پیٹ بھریں مزدوری صرف اراذل کرتے تھے۔ شریف خاندان بچوں کا دار و مدار زندگی شکار یا چوری اور غارتگری باغات پر تھا۔ ایک بچے نے ایک باغ میں سے ایک خرگوش چرایا اور اپنے کرتے کے نیچے چھپالیا۔ مالک کو شبہ ہوا اور وہ اس لڑکے کے پاس آکر کھڑا ہوگیا۔ لڑکا جب سے خرگوش کو دبائے بیٹھا رہا یہاں تک کہ خرگوش نے پنجوں سے بچے کے پیٹ کو نوچ کر لہو لہان کردیا۔ خرگوش کے مالک نے خون دیکھ کر اس بچے سے کہا کہ خرگوش کو چھوڑ دو۔ لڑکے نے جواب دیا کہ اس نے مجھکو زخمی کیا ہے اور میں چوری کی سزا بھی پاؤنگا۔ ایسی حالت میں بغیر کھائے ہوئے چھوڑ دینا نامناسب ہے۔ اس واقعہ سے انکی تعلیم و تربیت کا طریقہ معلوم ہوتا ہے۔ انہی اسپارٹا والوں نے تمام یونان کو فتح کرنے کے علاوہ چند ہی روز میں قرب و جوار کے جزایر اور صوبے بھی فتح کرلئے۔ انکی تاریخ اور ترقی کے واقعات سوتی ہوی قوم کے لئے تازیانۂ بیداری کا کام دیگا۔ دوسری بڑی تاریخی مثال جس کا ذکر انجیل مبارک اور قرآن شریف میں ہے بنی اسرائیل کی ہے۔ حضرت موسیٰ خدا کی طرف سے پیغمبر مقرر ہوئے۔ اور حکم ہوا کہ فرعون کی غلامی سے بنی اسرائیل کو آزاد کراؤ۔ فرعون نے آپ کو پیغمبر تسلیم نہیں کیا اور بنی اسرائیل کو رہا کرنے سے قطعی انکار کردیا۔ آپ نے بنی اسرائیل کے قلوب اور جرأت و ہمت کا اندازہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل کے دلوں پر قبطیوں کا

رعب اسقدر چھایا ہوا ہے کہ وہ کسی طرح فرعون کی فوج کا مقابلہ کرنیکو تیار نہیں ہیں۔ بغیر بغاوت اور جنگ و پیکار کے غلامی سے آزادی ناممکن تھی۔ اس لئے حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ وہ غیر آباد حصہ ملک اور جنگلوں میں بود و باش اختیار کریں۔ اسکی تعمیل کی گئی اور ستر سال تک حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو غیر آباد جنگلوں میں چکر دیتے رہے۔ اوس زمانہ میں اور پھر غیر آباد جنگل میں کھیتی باڑی برائے نام ہی ہوگی۔ پوری قوم کی بسر برد اور گذر اوقات شکار پر موقوف منحصر تھی۔ ستر سال کے طویل عرصہ میں وہ بڈھے جن کے دلوں پر قبطیوں کا رعب کالی گھٹا کیطرح چھایا ہوا تھا تقریباً سب فنا ہو چکے تھے۔ نئی پود جو جنگلوں میں پلی تھی۔ جن کے اخلاق تہذیب و تمدن کی زہریلی ہواؤں سے محفوظ تھے۔ جن کی جسمانی قوت و توانائی آزادی کا تقاضہ کر رہی تھی۔ جن کے دلوں میں حکومت کا ولولہ پیدا ہو چکا تھا۔ اور جو صرف شکار کھیل کر اپنا رزق حاصل کرنا جانتے تھے۔ حضرت موسیٰ کی سرکردگی میں جنگلوں سے واپس آئے۔ اور فوراً قبطیوں سے مقابلہ پر آمادہ ہوگئے۔ دو چار دن گفت و شنید میں گزرے۔ مقابلہ ہوا تو انہوں نے قبطیوں کو پہلی لڑائی میں مار ہٹایا۔ اب تو دل بڑھ گیا۔ لڑتے جھگڑتے باوجود فرعون کی فوج کے تعاقب کے مصر سے رخصت بحر احمر کے پار اور شام پر قابض ہوگئے متعدد اقوام سے مقابلے بھی ہوئے مگر فتح بنی اسرائیل ہی کی طرفدار رہی ایسے ایسے بہت سے واقعات اور تاریخی شہادتیں اس کے ثبوت میں پیش کی جاسکتی ہیں۔ راجہ رامچندر جی صاحب خالد ابن ولید سلطان صلاح الدین عثمان خان۔ امیر تیمور۔ محمد فاتح۔ رانا پرتاپ۔ نپولین۔ نادر شاہ۔ احمد شاہ۔ سیواجی۔ رنجیت سنگھ۔ ٹیپو سلطان اور ایسے ایسے بے شمار نامور اور مشہور جنگجو اور فاتحین۔ لاکھوں جوان مرد قوی دل قوی بازو۔ فنون سپہگری سے واقف برچھے اور تلوار کے دھنی بہادروں کے سردار اور لیڈر تھے۔ بقول و حسب اعتراف ڈاکٹر مونجے ہم جیسے نامرد ان جوان مردوں میں۔ ایک بھی شامل نہ تھا اور نہ کوئی ان میں سے چرخہ کاتتا تھا۔ نہ اونکی فوج ظفر موج کے کسی سپاہی یا سردار کو اس کرتب کی تعلیم دی گئی تھی کہ جس میں بلا ضرورت اپنی بہو بیٹوں کو لٹھ سے پیٹنے کے لئے دشمن کے

سامنے بڑھاتا دور سے تماشا دیکھنا اور ملک گیری کے خیالات کی کھچڑی پکانا مناسب و موزوں خیال کیا جاتا ہے سب سے اول اخلاق درست ہونے کی کوشش ہونی چاہیے اس کے لئے تعلیم سب سے زیادہ زبردست اور موزوں آلہ ہے۔ اس کے بعد یا اس کے ساتھ جسمانی اور دماغی قوتوں کا نشو و نما پیش نظر ہونا چاہیے یہی ان حضرات کا طرز عمل تھا جو قوم کے حقیقی رہنما سچے بہی خواہ تھے مردانہ ورزشوں کے لئے انگریزی لفظ اسپورٹ سے بہتر اور زیادہ جامع لفظ اردو میں نہیں ہے اس لئے اسی کو استعمال کرنے میں سہولت ہے۔ اسپورٹ کی قدر و قیمت جسقدر اہل یورپ خاصکر انگریزوں کے دلوں میں ہے اگر عشر عشیر بھی ہمارے دل میں پیدا ہو جائے تو ہم اپنی کثیر تعداد کیوجہ سے لاکھوں نہیں کروڑوں ایسے افراد پیدا کر سکتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ ہمارے نوجوانوں کی ابتدائی زندگی جو سرچشمہ اور بنیاد ہے آئندہ خیالات اور اخلاق کی اولٹے اور اوندھے طریقہ پر شروع ہوتی ہے بجائے دلیری اور شجاعت کو اونکی رگوں میں کوٹ کوٹ کر بھرنے کے اونکو ہر ادنیٰ ادنیٰ خطرہ سے خائف ہونے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ہوا اور جوجو سے شاید ہی کوئی بچہ ناواقف ہو۔ ذرا اس سے آگے بڑھنے کے بعد آرام کرنے کی نکمے اور کاہل ہونے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ اولٹی عقل کے ماں باپ اس کاہلی اور آرام طلبی کو شان امارت اور ذریعہ عزت و راحت سمجھتے ہیں اس مضمون کو طول دینا غیر ضروری ہے ہر سمجھدار اس کو اچھی طرح سمجھتا ہے جو چند صورتیں اس کے خلاف پیش نظر ہیں اونپر غور کیا جائے تو دونوں طرز عمل اور طریقہ پرورش کا فرق معلوم ہو جائے گا جو بچے ابتدا میں ہوا اور جوجو سے ڈرائے نہیں جاتے جو اندھیرے میں تنہا جاتے سے روکے نہیں جاتے وہ ذرا بڑے ہو کر ہر مردانہ کھیل میں خوشی اور شوق سے شریک ہو جاتے ہیں۔ کرکٹ۔ فٹ بال۔ ہاکی سواری وغیرہ میں دو چار مرتبہ چوٹیں کھا کر اون کے دل سے ڈر نکل جاتا ہے اور انکا دماغ صحیح اور سیدھے راستہ پر چلنے کا عادی ہو جاتا ہے آئندہ چل کر بھی چند خوش قسمت طلبا ہر محکمہ کے بہترین عہدیدار ثابت ہوئے ہیں انہی میں سے چند ایسے افراد بھی ہیں کہ جن پر ہندوستان فخر کرتا ہے۔ اور اسپورٹ کے مخالفین صرف میز پر پنکھے کے نیچے بیٹھکر باتیں بنانیوالے بھی جب

۸

ضرورت لاحق ہوتی ہے اور دلیری اور ہمت کی مثالیں پیش کرنے کا موقعہ آجاتا ہے تو بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ کیا ہندوستانی بہادر نہیں ہوتے۔ہاں ہوتے ہیں مگر کتنے اور کیوں کر آج اہل یورپ کو جو اقوام پر جسمانی اور دماغی تفوق حاصل ہے اور جس سے انکار کرنا آفتاب پر خاک ڈالنا ہے وہ محض اسپورٹ اور فنون سپہگری کے شوق کیوجہہ سے ہے۔ ہمارے ملک میں باوجود اس قدر زیادہ آبادی کے ہزار میں ایک بھی جوان مرد سپاہی منش نظر نہیں آتا اور انگریزی قوم کا یہ حال ہے کہ بچہ بچہ اسپورٹز کا شیدائی حتیٰ کہ عورتیں بھی سینکڑوں اسپورٹ سے واقف اور اکثر میں کامل مشاق ہیں۔ لوہار۔ سنار۔ نجار۔ مزدوری پیشہ۔ منشی حد یہ کہ پادری صاحبان بھی جو خدا کی راہ میں اپنی زندگی وقف کر چکتے ہیں اسپورٹ اور اسپورٹ کے آخری مدارج یعنی نشانہ اندازی اور شکار سے واقف ہیں۔ میں بہ ذات خود چند ایسے پادری صاحبان سے واقف ہوں جو شیر کے شکار کے صرف شوقین ہی نہیں بلکہ سینکڑوں کتابیں پڑھ پڑھکر اسکی نسبتہً بہت کافی معلومات رکھتے تھے ان کے مقابلہ میں ہماری حالت دیکھئیے۔ گورنمنٹ پر الزام دیا جاتا ہے کہ ہتھیار ونکا علم انگریزوں نے غارت کر دیا مگر یہ بتائیے کہ کسی اور مردانہ ورزش کے جاننے والے کتنے موجود ہیں مولوی صاحبان میں سے کتنے ان "لغویات" سے واقف ہیں۔ اسپورٹ اور مردانہ ورزشوں میں زمانہ سابق میں بھی اور اب بھی بہت سے کھیل اور ہتھیاروں کی مشق شامل ہے۔ اس مقابلہ اور توازن کی ضرورت نہیں کہ پرانی ورزشیں اچھی تھیں یا زمانہ حال کی لیکن یہ مسلم ہے کہ انسان کو بہتر اور مکمل انسان بنانے میں دونوں یکساں مفید اور ضروری ہیں۔ پرانے زمانہ کے بہترین اسپورٹ یہ تھے چوگان گھوڑے کی سواری۔ نیزہ بازی۔ بنوٹ۔ کشتی اور اونچی ذیلی ورزشیں جیسے ڈنڈ مگدر وغیرہ تیر اندازی۔ اور آخری درجہ شکار زمانہ حال میں ہر ورزش اور کھیل اسپورٹ میں شریک ہے مگر افضل ترین اسپورٹ وہی قدیم ورزشوں اور مردانہ کھیلوں کی تبدیل شدہ صورتیں ہیں شہسواری میں پولو اور چوگان ایک ہیں نیزہ بازی اور سور کو برچھے سے مارنا بھی ایک ہی قسم کا شکار ہے تیر اندازی اور بندوق سے نشانہ اندازی بھی ملتے جلتے فنون ہیں۔ آخر

کھیل یا ورزش شکار تھا اور اب بھی شکار افضل ترین اسپورٹ بہترین ورزش اور اعلیٰ ترین کھیل
ہے جس لفظ سے اسکو تعبیر کیجئے ہر صورت اور ہر درجہ پر سب سے افضل ہونے کا سہرا اسی کے سر ہے
یہ سب میں زیادہ مشکل سب میں زیادہ معزز سب میں زیادہ شکاری میں عمدہ عادات اور خصائل
حمیدہ کا متقاضی اور خواہان اور انکا پیدا کرنیوالا اسپورٹ ہے۔ لفظ شکار کی اصل شکار یعنی
بادشاہوں کا کام ہے کھیل نہیں اس کو بادشاہوں کے کام میں شریک کیا ہے میں اس امر کو زیادہ تفصیل
کے ساتھ اصل کتاب میں بیان کر چکا ہوں۔ دیباچہ میں اعادہ غیر ضروری ہے۔ اسپورٹ اور عام
اسپورٹ کے بعد شکار کو صفات حمیدہ اور خصائل ستودہ مثلاً صبر استقلال۔ جلد فیصلہ کرنے کی
قوت خطرے کے وقت مستقل رہنے اور بدحواس نہ ہونے کی عادت۔ دلیری ہمت۔ بردباری۔
ہمراہیوں کے ساتھ مہربانی کرنے کی خصلت اور دوسرے کے لئے اپنی جان تک کو معرض خطر میں
ڈالنے کی جرأت پیدا کرنیوالا کھیل سمجھنے تسلیم کرنے اور تجربات کی بنا پر انکو صحیح سمجھنے کے بعد میں
چرخہ کے معاوضہ اور مقابلہ میں قوم کے نوجوانوں کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اس کے فوائد اور حقیقی
ضرورت و شان کی نسبت میں نے کتاب میں کسقدر تفصیل کے ساتھ اپنے خیال کو ظاہر اور دعوے کو
ثابت کیا ہے۔ اس کتاب کے لکھنے سے میری غرض و غایت صرف اسقدر ہے کہ ملک و قوم کے
نوجوانوں میں بہترین ورزش اور شکاری کا شوق مردانگی اور دلیری کا ذوق یا مذاق پیدا ہو
کتاب کو دلچسپ بنانے کی میں نے بہت کوشش کی ہے لیکن حقیقت اور سچائی کی حدود سے متجاوز
ہونے کی کمال احتیاط کے ساتھ پابندی کی گئی ہے معلومات کا بہترین ذخیرہ کم از کم اردو زبان میں
فراہم و مہیا کرنے کی نیت سے میں نے کوئی بات جو علم و آگاہی سے متعلق ہو بغیر پوری تحقیقات کے
درج کتاب نہیں کی ہے واقعات جو استدلال یا ثبوت کے طور پر پیش کئے گئے ہیں۔ وہ سب معتبر
مصنفین کے بیان کئے ہوئے ہیں یا میرے ذاتی تجربہ پر مبنی ہیں۔ متانت پسند حضرات کے لئے صرف
خشک معلومات کا مجموعہ کافی تھا لیکن نوجوانوں کو جب تک دلچسپ واقعات کی چاٹ نہ ہو انکو
کتاب کے پڑھنے میں لطف نہیں آتا۔ اس غرض کے علاوہ چند واقعات اور شکار کے طریقوں کو

پوری طرح بہ تفصیل سمجھانے اور ذہن نشین کرنا بھی مقصود ہے۔ غیر ضروری باتیں تفصیل میں شامل ہو جاتی ہیں لیکن اوس سے بھی یہ فائدہ پہنچتا ہے کہ مختلف مواقع پر مختلف عمل کرنے کی وجہ اور ضرورت معلوم ہو جاتی ہے اور معلومات میں اضافہ ہوتا ہے میری عمر شکار کے شوق میں اور عمر کا بہتر حصہ شکار میں گذرا۔ یہ خبط بچپن سے تھا مگر اس کا ذوق سلیم اور اسکی باضابطہ اسٹڈی اور تعلیم میرے محسن جنرل نواب سر افسر الملک مرحوم و مغفور کا پیدا کیا ہوا بلکہ جناب ممدوح کا عطیہ ہے۔ اونکی صحبت اور ماتحتی سے اس شوق کی تکمیل ہوی۔ صاحب موصوف کے حکم سے میں نے بندوق اور آتشبازحرب کے متعلق متعدد اور مختلف تازہ ترین تصانیف سے مواد فراہم کرنا شروع کیا کرنل صاحب نے قیمتی کتابوں کا ذخیرہ مہیا فرمایا اور ہمیشہ ہر مضمون کو غور و توجہ کے ساتھ سنکر اور دیکھ کر ضروری اور غیر ضروری اندراجات کے انتخاب میں بیش بہا مدد فرمائی شاہی سلح خانہ کی تمام بندوقوں اور ہتھیاروں کے دیکھنے کا مجھکو موقعہ ملا۔ علیٰ ہذ القیاس جب مجھکو شکار نامہ کے لئے مواد فراہم کرنے کا حکم ملا تو تمام شاہی شکاریوں کو تاکید کی گئی کہ وہ شام کے بعد میرے پاس جمع ہو کر میرے استفسارات کے صحیح اور سوچ سمجھکر جوابات لکھوائیں۔ ان دیرینہ تجربہ کار بڈھے شکاریوں کی عمر اسی شغل میں گذری تھی بعض کرنل شکیس پیر اور نائٹ انگیل کے ساتھ شکار میں رہ چکے تھے۔ اس درجہ کے سات آٹھ اور شکارگاہ شاہی کے قدیم ملازمین اور جنگل سے واقف پندرہ بیس اشخاص اس تفتیش اور تحقیقات کے جلسہ میں شریک ہوتے تھے اور ہر پائینٹ پر گھنٹوں ردو قدح اور دلچسپ مباحث کے بعد رائے قایم ہوتی تھی۔ یہ سلسلہ تین سال تک ہر گرمی کے موسم جب سرکار مرحوم حضرت غفران مکان رح کی سواری شکارگاہ میں رونق افروز کیمپ ہوتی۔ جاری رہا۔

یہ معلومات کتاب میں بیش بہا جواہرات کا ذخیرہ ثابت ہویں یہ تمام ذخیرہ او میرا چالیس پینتالیس سال کا تجربہ مع شکاری مصنفین کی تصنیفات سے میں جو کچھ جمع کر سکا اس کتاب میں ہدیہ ناظرین ہے۔ ان مصنفین کا بھی میں ممنون اور زیر بار احسان ہوں جن کی تصنیفات سے مجھکو معتدبہ مدد ملی ہے۔ انکی تصانیف کا ذکر میں نے کسی موقعہ پر اصل کتاب میں کیا ہے اور نوجوان مبتدیوں سے

درخواست کی ہے کہ خوفناک شکار شروع کرنے سے قبل وہ ضرور ان تصانیف کو مطالعہ فرمائیں۔
اس جگہ اوس فہرست کا اعادہ غیر ضروری ہے میری خدمات جنرل صاحب کی ماتحتی یعنی علاقہ فوج سے
محکمہ مال میں منتقل ہونے کے بعد چند سال مجھکو شکار کا موقعہ نہیں ملا۔ تعطیلات میں چند بار میں رخصت
یا اجازت لیکر شکار کو چند روز کے لئے گیا مگر وہ شکار کسی شمار و قطار میں نہیں ہے۔ البتہ مسلسل دو سال کا
دورہ اضلاع کریم نگر۔ ورنگل اور عادل آباد کا اور اوسکے بعد ، سال قیام و دورہ عادل آباد یہ
نو سال میرے دورے اور شکار میں گذرے عادل آباد کے کئی مقامات کی نسبتہ قدیم مصنفین نے یہ
الفاظ لکھے ہیں one of the best hunting grounds
of the یعنی روئے زمین کی بہترین شکارگاہوں میں یہ ایک بھی شامل ہے۔
ایسی شکارگاہوں میں نو سال شکار کا موقعہ ملنا محض خوش قسمتی ہے۔ اسکے علاوہ جلیل القدر اور
عالی مرتبت حکام مثل ہز اکسلنسی دی کمانڈر انچیف اور صاحب عالیشان بہادر ریذیڈنٹ حیدرآباد
کے شکاروں کا انتظام ایسے اہم اور رفیع الشان موقع ہیں کہ یہ ہر شکاری کو نصیب نہیں ہو سکتے یہ
حضرات شاہی مہمان تھے اور میرے لئے حکم تھا کہ میں کیمپ کے انتظام کے علاوہ شکار کھلانے کا اہتمام و بندوبست
بہ ذات خود کروں اول تعلقدار یعنی کلکٹر یا ڈپٹی کمشنر کی حکومت اور اثر معمولاً کیا کم ہوتا ہے مگر اوسکے
ساتھ صدر ناظم صاحب مال نے یہ بھی حکم دیا کہ میں تم کو انتظامات اور اخراجات کی نسبتہ غیر محدود اختیارات
دیتا ہوں I give you carte Blanche فراش خانہ یعنی خیمے
وغیرہ مشعلخانہ روشنی کا سامان مس باورچیخانہ وغیرہ نہایت افراط کے ساتھ ضروریات خورد و نوش لیکر
حیدرآباد سے چند روز قبل میرے پاس بھیجدیا گیا تھا مجھکو اس طرف سے چندے بے فکری و فراغت
تھی پھر بھی ایک معتدبہ رقم شکار کے انتظامات پر خرچ کرنے کا مجھکو اختیار دیا گیا۔ مزید براں مجھکو
تین ماہ قبل از ورود مہمانان عالی مرتبت شکارگاہ میں قیام کی اجازت دی گئی۔ شکار کے لئے اس سے
بہتر کیا موقع ہو سکتے ہیں۔ بفضلہ نتیجہ بھی نہایت تشفی بخش ثابت ہوا۔ سر فریزر نے صرف تین دن میں تیرہ
اور مسٹر جان مارشل نے ایک ہفتہ میں پانچ شیر مارے اول الذکر شکار نے ہند کا ریکارڈ توڑ دیا یعنی آجتک

کسی ایک مقام پر یا ایک شکارگاہ میں تین مسلسل دمتواتر دن میں تیرہ شیر نہیں مارے گئے آخر الذکر
شکار قابل تحسین نہیں ہے لیکن یہ امر قابل بیان ہے کہ لارڈ کچنر نے اسی شکارگاہ میں زیر نگرانی و انتظام
مسٹر منکن جو عمدہ شکاری اور انسپکٹر جنرل پولیس تھے دو ہفتہ میں ایک شیر اور ایک بور بچہ مارا تھا
ان تمام عالیشان مواقع شکار کے علاوہ سالانہ یورپین عہدہ داروں کی پرمٹ یعنی پروانجات
اجازت شکار کا انتظام اور سفارشی احباب کو شکار دلوانے کی ذمہ داری میرے سر تھی۔ اس نو سال کے
ذاتی تجربات اور مشاہدات کا ذخیرہ بھی مع اون سابقہ اندوختوں کے جنکا ذکر قبل ازیں آچکا ہے
اس کتاب کی بنا اور تعمیر کا سامان ہے جو نہایت خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ ہدیہ ناظرین کیجاتی ہے
میری اس ناچیز کتاب کو مطالعہ کر کے اگر ہمارے ملک وقوم کے چند ہونہار نوجوانوں نے بھی بجائے مرغبازی
اور بٹیربازی۔ پتنگ بازی وغیرہ کے اس شریفانہ مردانہ اور دلیرانہ شغل شکار کی طرف توجہ منعطف کی
اور چندہی ہونہاروں میں شکار کا شوق پیدا ہوگیا تو میں سمجھونگا کہ مجھکو میری محنت اور دیدہ ریزی کا
پھل مجھکو مل گیا۔ اور جو دشواری اور تکلیف مجھکو بصارت زائل ہونے کے بعد اس کو ختم کرنے میں پہونچی ہے
وہ مبدل بہ راحت ہوجائے گی۔ ماہرین فن سے میں قدیم طریقہ کی استدعا کرنا نہیں چاہتا یعنی اگر آپ
کوئی سہو و خطا دیکھیں تو اسکو دامن عفو و کرم سے ڈہک لیں۔ بلکہ میں یہ امید رکھتا ہوں کہ اگر اس
کتاب میں کوئی غلطی نظر آئے یا کسی رائے سے اونکو اختلاف ہو تو مہربانی فرماکر اپنی کتاب میں اوسکی
اصلاح فرمائیں اور اختلاف رائے کے وجوہ سے اگر میں مطلع فرمایا جاؤں تو ممنون و مشکور ہونگا۔ یا
اگر انگریزی شکاریوں کی طرح کسی پائنیٹ کے متعلق کوئی معقول بحث چھڑ جائے۔ اور اخباروں میں
اوسکی اشاعت کی جائے تو عمدہ تحقیقات اور صحیح معلومات کا ذریعہ ہوگا آخر میں بربنائے انکہ میں نے
چرخہ کاتنے کے اصول سے مخالفت کی ہے مہاتما گاندہی جی اور اونکے ہم خیال اہل چرخہ سے بہ کمال ادب
معافی کا طالب ہوں۔ میں نے آزادانہ رائے ظاہر کی ہے۔ اسکو ہرگز ہرگز ذاتی مخالفت یا فرقہ داری
مخاصمت پر محمول و مبنی نہ سمجھنا چاہئے۔ اور صاحب ممدوح کو کمال عزت و تکریم کی نظر سے دیکھتا ہوں
نیز اس درجہ تک میں خود سودیشی ہوں کہ میں نے ببر اور شیر کا مقابلہ کرتے وقت سب جھڑپوں میں

دونوں کو برابر ثابت کرنیکے بعد شیر کو صرف اسلئے ترجیح دی ہے کہ وہ ہمارے ملک کا باشندہ ہے اسقدر سوادیشی ہونا جرم میں داخل نہیں ہوسکتا۔

باب نشانہ اندازی
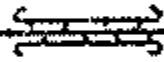
معمولی علم وعقل والے عوام اور فوج کے عموماً انپڑھ سپاہیوں کے لئے نشانہ اندازی کے اصول وقواعد جو چند سیدھی سادھی ہدایتوں پر مشتمل اور پانچ چار عام فہم عمل اور احتیاطوں تک محدود ہیں۔ چند سطروں یا زیادہ سے زیادہ دو چار صفحوں میں بیان کیے جاسکتے ہیں۔ لیکن عمیق نظر ارباب علم وتحقیق اور سائنس کے اصولوں سے واقف حضرات کے لئے زیادہ وسیع میدان کی ضرورت ہے۔ جبتک اشیاء اور سامان متعلقہ کی حقیقت ونوعیت حسن وقبح اور ہر عمل کی وجہہ اور ضرورت نہ معلوم ہو اور اس کے صحیح ہونے کا یقین نہو جائے ارباب علم اور اہل بینش کو تسلی نہیں ہوتی۔ جب تسلی نہیں ہوتی تو جو جو مسئلہ اور قاعدہ بیان کیا جائے اوس پر نہ اعتبار واعتقاد ہوتا ہے نہ اوس پر عمل کرنے کی پابندی اور سختی کے ساتھ پابندی کو جی چاہتا ہے۔ ابتدائی چند قاعدے بیان کرنے کے بعد بندوق۔ بارود۔ چھرّا۔ کارتوس۔ کارڈ ایٹ۔ روشنی۔ اندھیرے۔ ہوا اور دیگر ضروریات نشانہ اندازی کے متعلق معلومات کے ذخیرے کو پیش کرنا چاہیے تھا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔ بغیر یہ معلوم ہونے اور یہ سمجھنے کے ان چیزوں کا نشانہ پر کیا اور کس درجہ تک اور کیونکر اثر پڑتا ہے۔ ارباب تحقیق کو نہ تسلی ہوتی ہے نہ پابندی کو جی چاہتا ہے لیکن مندرجہ بالا معلومات صرف اون شائقین کے لئے لازمی اور ضروری ہیں جو نشانہ اندازی کی بطور جداگانہ فن کے مشق کرتے ہیں اور جو خود نشانہ اندازی کو ذریعہ شہرت وعزت خیال کرکے بڑے بڑے مقابلوں اور میچوں میں شریک اور قیمتی انعامات وکپ حاصل کرتے ہیں۔ صرف نشانہ اندازی میں کامل ہونا اونکا مقصد ہے لیکن جو حضرات نشانہ اندازی سے انعامات حاصل کرنے کے خیال سے آگے بڑھ کر دوسرا مقصد حاصل کرنا ہے یعنی شکار کھیلنا اور خوفناک جانور ہلاک کرنا اونکو سائنٹیفک باریکیوں میں پڑنے کا موقع نہیں ملتا۔

ان باریکیوں اور اصول سائنس سے واقفیت نہایت مفید امر ہے لیکن شکاری کو بجز ابتدائی تیاری کے یعنی فراہمی سامان و انتخاب بندوق وغیرہ کے عین نشانہ لیتے وقت سائینٹیفک اصولوں کو سوچنے۔ یاد رکھنے اور ان پر عمل کرنے کا وقت نہیں ملتا۔ البتہ اگر کوئی شکاری ان اصولوں سے واقف اور اون پر عمل کرنے کا اسقدر مشاق ہو کہ وہ عمل اس کے لئے فطرت ثانی ہو گیا ہو تو بے شک وہ کامیاب ترین اور بہتر ترین شکاری ثابت ہوگا۔ مگر ایسا بہت کم ہوتا ہے اور اس زمانہ میں جبکہ زندگی کی کشاکشیں ہر روز بڑہی جارہی ہیں ہر شخص کو اتنی فرصت نہیں ہو سکتی کہ پہلے وہ تمام اصول سیکھے کتابیں پڑہے اور اتنی مشق کرے کہ پابندی قواعد اوسکی فطرت ثانی ہو جائے اس کے بعد وہ شکار کھیلے۔ یہ اگر ممکن ہے تو فوجی افسروں کے لئے بطور فرض منصبی وہ نشانہ کی مشق برسوں کرتے رہتے ہیں۔ پھر شکار میں ادنکو اس مشق سے بہت مدد ملتی ہے۔ لیکن میں نے ایک دو نہیں سیکڑوں فوجی افسر دیکھے ہیں اور اون سے سابقہ پڑا ہے جو باوجود اس امر کے کہ وہ فوج میں بہتر نشانہ لگانے والے مشہور تھے اور متعدد انعامات اور تمغہ حاصل کر چکے تھے شکار میں بہت ناکامیاب رہے۔ اوس کی وجہ صرف یہ تھی کہ پابندی اصول جس سے وہ واقف اور فوجی مقابلوں میں اوس پر کاربند ہونے کے عادی تھے اونکی فطرت ثانی نہیں ہوی تھی۔ شکار میں وہ ان اصولوں کو سوچتے ہی رہ گئے یا غلط نتیجہ نکالا۔ اور شکار میں گولی مس۔ ایک نہیں دن بھر میں متواتر سات سات فایر خالی۔ اس کی وجہ اوپر بیان ہو چکی ہے۔ مثال سے یہ غلطی بہ آسانی سمجھ میں آجائے گی۔

ایک نشانچی مندرجہ ذیل سائنٹیفک اصولوں سے واقف ہے اور ٹارگٹ شوٹنگ میں ہمیشہ انپر کاربند اور کامیاب رہتا ہے۔

(ا) جب آفتاب کی روشنی بہت تیز ہو تو فورسائٹ کو گہرا سیاہ رنگ دو میں وجوہ اور تفصیل بغرض انتصار ترک کر دیتا ہوں۔

(ب) جب تاریکی ہو تو نشانہ نیچا لو۔

(ج) متحرک ٹارگٹ یا جانور پر جب وہ سو گز پر فی گھنٹہ چار میل کی رفتار سے چل رہا ہو تو

ایک فٹ نشانہ آگے لو اگر آٹھ میل کی رفتار سے چل رہا ہو تو دو فٹ اور علیٰ ہذا القیاس نیز اگر جانور دو سو گز پر ہو تو واک میں دو۔ ترات میں چار اور گیلپ میں آٹھ فٹ۔ تیسرا قاعدہ مخصوص ہے لی زانفیلڈ رائفل اور کارڈائٹ کے لئے ٹارگٹ دشمن کا گھوڑا تصور کر لیا گیا ہے یا کم از کم فوج کا ایک جوان شکاری صاحب ان اُصولوں سے واقف ہیں۔ ان پر عمل کرنے کے عادی یہ شکار کو گئے جنگل کہیں گنجان ہے اور کہیں کھلا میدان ہاتھ میں ۵۰۰ اکسپرس ہے جسکی گولی کی رفتار اور لی انفیلڈ کی گولی کی رفتار میں ۱/۲ تقریباً پونے دو کا فرق ہے بارود سیاہ کرش آینڈ ہاروی کی ٹایگر بریڈ جو کارڈائٹ کے مقابلہ میں نصف وقت میں مشغل ہوتی ہے۔

ایک چیتلوں کا منڈا میدان سے جنگل کی طرف جاتا ہوا نظر آیا بڑے سینگوں کے دو ہیں ایک منڈے کے آگے تیز جا رہا ہے دوسرا منڈ ہے کے اخیر میں آہستہ داہنی طرف رخ کئے ہوئے گیلپ جا رہا ہے روشنی نہایت تیز ہے۔ منڈا پانچ سکنڈ کے اندر جنگل میں گھس جائے گا۔ اب بتائیے شکاری کن کن اصولوں کو سوچیں اور کس پر کاربند ہوں۔ رائفل دوسری۔ بارود مختلف گولی کی رفتار دوسری۔ فورسائٹ کو سیاہ کرنا ناممکن بارود سیاہ دہواں دے گی۔ دوسرا فایر نہایت مشتبہ جانور کی رفتار بہت زیادہ فاصلہ نامعلوم نشانہ بہت چھوٹا اوسکا یعنی شکار کا رخ بالکل ٹیڑہا اور خمدار۔ ان تمام امور پر غور کرنا اور فیصلہ کرنا تو کجا انکا شمار کرنا بھی ناممکن محض ہے۔ اگر شکاری ایک کے دہیان میں پڑ گئے یا سب باتوں کو چھوڑ کر صرف یہ سوچنے لگے کہ اگلے پر فایر کروں یا پچھلے پر تو تمام دن کی محنت تلاش اور صحرا نوردی کے بعد جو کچھ نظر آیا تھا نگاہ سے غائب ہو گیا یا اگر کسی امر کا خیال نہیں کیا اور فایر کر بیٹھے تو معلوم ہوا خالی گیا۔ میں بذات خود اگر دس بیس نشانہ بھی مس کروں تو مجھکو ذلت نہیں معلوم ہوتی مگر بعض شکاری کھسیانے ہو جاتے ہیں اور مبتدی جو گرم و سرد زمانہ نادیدہ اور ستم دیدہ گردش جام نیست کا مصداق ہیں وہ اوسکا ذکر کرتے ہوئے شرماتے ہیں۔ منجملہ اور ناتجربہ کاری کی غلطیوں کے ایک یہ مصیبت مزید برآں ہے۔ جو گولی لگانے کی دقتوں سے اور اس امر سے واقف ہیں کہ گولی کے صحیح نشانہ پر پہنچنے کے لئے کن کن اور کتنی شرائط کا پورا ہونا لازمی ہے وہ یہ بھی خوب سمجھ سکتے ہیں کہ گولی کا خالی جانا کس کمی یا کس شرط کے

پورا ہونے کی وجہ پر مبنی تھا بعض اوقات بلکہ اکثر بار یہ بھی ہوتا ہے کہ باوجود سنبھلکر اور سوچکر لگانے کے متواتر اور پیہم نشانے خالی جاتے ہیں اور شکاری کی سمجھ میں نہیں آتا کہ اسکا باعث کیا ہے۔ لیکن دل کو تسلی دینے کے لئے یہ خیال کافی ہے آج یا اس وقت نگاہ کام نہیں کر رہی ہے۔ ہاتھوں کے اعصاب پر کوئی غیر معمولی اثر ہے۔ واقعات مندرجہ بالا ذہن نشین ہونے کے بعد میں نشانہ اندازی کے فوجی اور سائنٹفک اصول درج کرنا غیر ضروری طول اور فضول خامہ فرسائی تصور کرتا ہوں۔ معمولی طریقہ نشانہ اندازی بیان کرنیکے بعد گولی لگانے کے بھی چند شکاریوں کے قاعدے مختصراً لکھنے پر اکتفا اور اس باب کو ختم کر دوں گا ابتدائی نشانہ چھرے کا ہے اور اوسکے معمولی قاعدے یہ ہیں بندوق میں بندوق سے میرا مقصد چھرے کی بندوق ہے جس میں خار نہیں ہوتے ان میں سے گولی بھی فایر کیجا سکتی ہے لیکن خار کی روک نہ ہوتے کیوجہ گولی زیادہ دور نہیں جاتی جس بندوق میں خار ہوتے ہیں۔ اوس کو رائفل کہتے ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ رائفل کے ذکر میں بیان کی جائے گی۔ اندر سے صاف اور چکنی نال کی بندوق جو زیادہ تر چھرے چلانے کے لئے موزوں ہے بندوق کے نام سے اور خار دار بندوق کو میں رائفل سے موسوم کرتا ہوں اور آئندہ دونوں اقسام کے لئے یہی دو الفاظ جدا جدا استعمال کئے جائیں گے۔ بندوق میں نشانہ لینے کے لئے۔ بالعموم ایک اور کبھی کبھی دو پرزے ہوتے ہیں۔ انکو دیدبان اور مکھی کہتے ہیں۔ دیدبان وہ ہے جو بندوق کی نالی کے پچھلے حصہ میں۔ پچھلا حصہ وہ ہے جو انسان کی آنکھ سے قریب تر ہو۔ چھوٹا سا مستطیل پرزہ تقریباً نصف انچ کا آٹھواں حصہ چوڑا نال کے اوپر جڑا ہوا ہوتا ہے۔ اس کے بیچوں بیچ میں انگریزی حرف وی کے مانند اس شکل کا سا ایک گڑھا یا نشان بنا ہوتا ہے اسکی گہرائی اور اس کے پہلوؤں کا فرق یعنی بیچ کی نوک کا زاویہ بہت مختلف ڈگری کا ہوتا ہے مثلاً V یا V مکھی اوس پرزہ کو کہتے ہیں جو نال کے سامنے اور نشانہ لینے والے کی آنکھ سے بعید ترین حصہ قائم ہوتا ہے اسکی شکلیں کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ گول۔ مثلث لمبا خط یا اولٹی وی جیسے ۸۔ بیان میں آسانی اور سمجھانے کی غرض سے میں صرف اولی ۸ کو پیش نظر رکھتا ہوں۔ اس سے بہتر لفظ آٹھ کا ہندسہ یعنی یہ ہے ۸ نشانہ لینے کے لئے بندوق کو بائیں ہاتھ پر اوسکا وزن اس طرح سنبھالنا چاہئے کہ دونوں طرف وزن برابر رہے

پھر اس قدر مضبوط پکڑنا چاہیئے کہ معمولی زور یا جھٹکہ سے ہل نہ سکے۔ اور ہاتھ سے چھوٹ نہ جائے۔ بعدہٗ داہنے ہاتھ کی کفِ دست کو پورا پھیلا کر کندہ کے گول اور باریک حصہ کے گرد لپیٹ دینا چاہیے نتیجہ اور ہتھیلی کندہ کے گرد اس طرح لپٹی جائے کہ انگوٹھا کندہ کے اوپر اور کلمہ کی انگلی ٹیگر گارڈ (وہ گول حلقہ جو لبلبی کو بیرونی اشیاء کے مس سے محفوظ رکھنے کے لئے نصف دائرے کی شکل میں کندے کے اگلے حصہ پر نیچے کی طرف لگا ہوا ہوتا ہے) کے اندر لبلبی سے متصل ہو جائے۔ بندوق کو اس طرح پکڑ لینے کے بعد اوسکو شانہ تک بلند کر کے بندوق کے کندے کو داہنے بازو اور سینہ کے جوڑ میں جو گڑھا پڑتا ہے اوس میں جما لینا چاہیئے اوس وقت نشانہ انداز کی ہیئت اور اس عمل کی صورت پوزیشن جامع لفظ ہے ایسی ہو کہ اوسمیں کسی قسم کی تکلیف کی وجہ سے اعصاب جسم پر کوئی بار محسوس نہ معلوم ہو کہ آسانی کے ساتھ نشانہ لینے والے نے یہ صورت اختیار کر لی ہے۔ بندوق کا اپنی جگہ پر بالکل سیدھا قائم ہونا ضروری ہے یعنی نال کا منھ شانے کی بلندی سے نہ نیچا ہو نہ اونچا نہ داہنی طرف جھکا ہوا رخ ہو نہ بائیں جانب۔ مکھی نال کے وسط میں نظر آئے۔ داہنے یا بائیں کسی طرف زیادہ نہ ہو یہ بھی ضروری احتیاط ہے۔ اس کے بعد اپنی گردن کو داہنی جانب جھکا کر اپنے گلے کو بندوق کے چوڑے حصے پر ٹیک دینا چاہیے پھر بائیں آنکھ بند کر کے داہنی آنکھ سے دیدبان کے بیچ میں سے مکھی کو دیکھنا چاہیئے۔ جب نگاہ وی (V) کے بیچ سے اولٹی وی کی نوک (Λ) پر جم جائے تو اسکو نشانہ پر جمانا سب میں اہم اور لازمی عمل ہے۔ تھوڑا ہست نال کو اونچا یا نیچا داہنی یا بائیں جانب کرنے سے نشانہ نظر آ جائیگا۔ یہ خیال رکھنا ضروری ہے۔ کہ نشانہ وی کے بیچ اور (Λ) کے اوپر سے نظر آئے۔ دوسرے الفاظ میں اس طرح سمجھنا چاہیئے کہ نگاہ دیدبان مکھی اور نشانہ ان تینوں کو ایک لائن میں دیکھے نشانہ مکھی کے اوپر ٹھہرا ہوا نظر آنا مناسب اور باریک نشانہ ہے۔ نشانہ کی صورت یہ ہوگی۔

⊙ . . . V . . . . . . Λ . . . . ○ آنکھ کے حلقہ سے نکل کر نظر کا تیر نقطوں کی شکل میں ظاہر کیا گیا ہے۔ یہ تیر نظر دیدبان پر سے گذرا تو اوسکی جگہ ایک نقطے نے اور جب مکھی پر گذرا تو دوسرے نقطے نے بتائی ہے۔ جب تیر آگے بڑھا تو نشان پر پہنچا اور وہ نشانہ کے وسط سے کسیقدر

بچا ہے۔نشانہ کی اس صورت کو باریک نشانہ کہتے ہیں۔موٹے نشانہ کی یہ صورت ہے۔

⊙ ۔۔۔ V ۔۔۔ ۸ ۔۔۔ ● پھر غور کیا جائے یہ موٹا نشانہ ہے XX باریک نشانہ

جب اٹھ ۸ کی نوک وی V کے زاویہ سے متصل ہو تو وہ باریک نشانہ جب آٹھ ۸ کی بالائی نوک وی V کے پیرون کی لائن کے برابر ہو تو نشانہ موٹا ہے جب نظر نشانہ پر خواہ باریک خواہ موٹے طریقہ پر جم گئی تو سانس کو روک لینا۔ بندوق کو اسی پوزیشن میں قایم کر لینا اس درجہ تک کہ بال برابر بھی جنبش نہ ہو لازمی اور کندے کو شانہ سے پیوست کر لینا ضروری ہے۔جب یہ صورت پیدا اور بندوق قائم ہو جائے۔تو داہنے ہاتھ کی کلمہ کی اونگلی کو لب لبی کے گرد لپیٹ کر آہستہ آہستہ دبانا چاہیئے۔ جھٹکا دینا ہرگز جائز نہیں ہے۔اس سے نشانہ بگڑتا ہے۔گولی ترچھی ہو جاتی ہے۔بعض مبتدی جھٹکا دیکر گولی زمین پر مار دیتے ہیں۔آہستہ آہستہ کھینچنا بہترین طریقہ ہے۔جب لب لبی کی کمانی پر کافی زور پڑتا ہے تو وہ خود بخود گھوڑے کو گرا دیتی ہے۔نشانہ ذرا بھی نہیں ہلتا۔چھرے یا گولی ٹھیک نشانہ پر پڑتی ہے افسوس ہے کہ نشانہ اندازی کی کوئی ایسی کتاب جسمیں مبتدیوں کے لئے ابتدائی ہدایات بہ تفصیل دی ہوئی ہوں اس وقت میرے سامنے نہیں ہے جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ میرے حافظے یا تجربہ پر مبنی ہے۔ممکن ہے کہ بعض احتیاطیں یا ہدایتیں میرے ذہن سے نکل گئی ہوں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ طول طویل راگ معلوم ہوتا ہے لیکن میں یقین دلاتا ہوں کہ معمولی استادگئی طور پہ اور بندوق ہاتھ میں لیکر یہ سب قاعدے دو منٹ میں ذہن نشین کر دیگا۔جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا بعض بندوقوں میں صرف مکھی یا فورسائٹ ہوتی ہے۔کیونکہ دیدبان کا وجود صرف رائفلوں کیلئے لازمی ہے چھرے کا نشانہ چونکہ بہت سہل ہے اور چھرے معمولی ٹولو بور سے فائر کئے جائیں تو تیس گز پر سوا گز کے قطر کے دائرے پر پھیل جاتے ہیں۔اس لئے نشانہ لینے میں زیادہ باریکی کی ضرورت نہیں ہوتی صرف پہیل فورسائٹ اور نشانہ کو ایک لائن میں لانا کافی ہوتا ہے مگر اس ایک یعنی صرف فورسائٹ والی بندوقوں سے نشانہ لینے میں مبتدی اسکا خیال رکھیں کہ اونکی نظر نال کی پشت کو چھوتی ہوئی گذرے۔ یعنی اگر دیدبان موجود ہوتا تو اونکی نگاہ اوس میں سے گذرتی۔

اگر بندوقچی اس احتیاط پر عمل نہ کریں تو ممکن بلکہ گمان غالب ہے کہ نشانہ غلط پڑے کندے پر گلے کا ضرورت سے زیادہ یا ضرورت سے کم یعنی اونچا یا نیچا لگنا بندوقیوں کے لئے نہایت آسان اور سہل الوقوع غلطی ہے اگر نگاہ سیدھی لائن میں نہ رکھی جائے چھروں کو نشانہ پر سیدھا جانے کی وجہ ہے۔ چھرے اوس لائن پر چلنے کے لئے مجبور ہیں جو نشانہ انداز تجویز اور قائم کرے۔ یہ نقشہ ذیل سے اچھی طرح سمجھ میں آئے گا۔
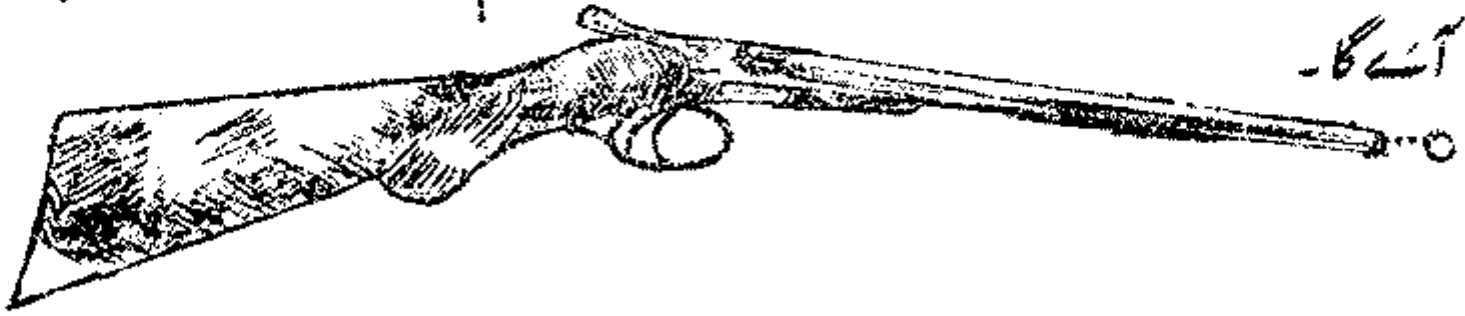
جس میں نظر نال کی پشت پر سے نہ گذرنے کی وجہ سے گو سیدھی لائن بناتی ہے مگر نشانہ سے نیچی ہے۔

دوسرا نقشہ صحیح

نشانہ کا ہے دیدبان گو موجود نہیں ہے مگر نظر۔ نال کی پشت پر سے گذری اور ٹھیک نشانہ پر پہنچی ہے۔ چھرے کے نشانہ کے لئے نشانہ کی حد تک زیادہ ہدایتوں کی ضرورت نہیں ہے تھوڑی سی مشق کے بعد خود بخود انداز آجاتا ہے عام مشاق شکاری چھرے کا نشانہ ہی نہیں لیتے صرف ہاتھ کے انداز اور آنکھ کی تھوڑی سی مدد سے اسنایپ مارتے ہیں جو بہت تیز اڑنے والا چھوٹا سا پرندہ ہے۔ البتہ گولی کا نشانہ مشکل ہے اس کے لئے زیادہ احتیاط زیادہ مشق اور سب میں زیادہ یہ امر کہ علم کی ضرورت ہے علم بھی اسقدر کہ اس کے متعلق بیسوں کتابیں لکھی جا چکی اور لکھی جا رہی ہیں۔ یہ بجائے خود ایک فن قرار دیا گیا ہے اس کا لٹریچر ہی جداگانہ علم کی حیثیت رکھتا ہے۔ زمانہ حال کی نئی قسم کی بندوق اور بارودن کی ایجادیں نئی نئی قسم کی گولیوں کا اختراع کلیتاً سائنس پر منحصر اور مبنی ہے اس لئے ان سے نشانہ اندازی کے اصول جاننے اور سمجھنے کے لئے کم از کم ابتدائی سائنٹیفک قواعد و مسائل کا جاننا لازمی ہے آج سے صرف چالیس سال قبل تک اس علم و عمل کی ضرورت فوجی نشانہ اندازی

اور لانگ رینج شوٹنگ یعنی بڑے فاصلوں سے نشانہ اندازی کی مشق تک محدود تھی وہ عہدہ داران فوج جو سمجھدار اور علمی قابلیت کے لحاظ سے اپنے ہم عصروں میں تیز ہوتے تھے وہی نشانہ انداز بھی اچھے ہوتے تھے کم علم سپاہی اور معمولی قابلیت کے افسروں کو کبھی ان کے مقابلہ میں کامیابی نہیں ہوئی میں بذات خود کم از کم پچاس ساٹھ رائفل میٹنگس میں شریک ہوا ہوں متعدد بار بڑی بڑی شرطوں میں باہر بھیجا گیا ہوں ہندوستان اور انگلستان کے کئی چیمپین نشانہ اندازوں سے ملاقات و گفتگو کا موقع آیا ہے مجھکو غور کرنے سے اس امر کا احساس ہوا کہ کبھی اور کہیں مجھکو کوئی معمولی سپاہی یا معمولی قابلیت کا افسر ایسا نظر نہیں آیا جو تعلیم یافتہ علم دوست عہدے داروں کا نشانہ اندازی میں مقابلہ کرے جتنے بڑے بڑے انعامات یا قیمتی کپ مشکل نشانوں کے لئے مقرر ہوتے تھے وہ سب وہی عہدہ دار حاصل کرتے تھے جو علم و لیاقت میں درجۂ امتیاز رکھتے تھے۔ اس کی وجہ وہی تھی جو پہلے بیان کی گئی۔ یعنی علم اور سائنٹفک اصولوں کا علم اب معاملہ فوج تک محدود نہیں رہا۔ شکار کا شوق دن بدن ترقی کر رہا ہے ذی علم اور اقبالمند قوم کا خاصہ ہے کہ جس شوق کو اپنے ملک و قوم کے لئے مفید پائے اوسکی ترقی و تکمیل کے لئے سہولتیں بہم پہنچائے۔ چنانچہ شکاریوں کے لئے مختلف ممالک میں مختلف جانوروں کا شکار کرنے کے لئے ولایت کے کارخانوں نے سینکڑوں مختلف اقسام و مدارج کی بندوقیں ایجاد و رائج کر دیں۔ علیٰ ہذا القیاس طرح طرح کی نئی باروديں اور گولیاں بھی ولایت کے بازار میں بکثرت موجود ہیں۔ ہر نو ایجاد بندوق ہر نئی بارود ہر جدید گولی جداگانہ اصول اور سائنٹیفک اصول پر بنائی گئی ہے۔ نیز مختلف اغراض کو پورا کرنے کے لئے اس تمام سامان میں مختلف اقسام مدارج رکھے گئے ہیں۔ جبتک اپنی ضروریات ہی کی حد تک سہی کوئی شخص ان اصولوں سے واقف نہ ہو اوسوقت تک نہ وہ موزوں بندوق انتخاب کر سکتا ہے نہ نشانہ اندازی میں کمال پیدا کر سکتا ہے اور نہ اچھا شکاری ہو سکتا ہے۔ وہ زمانہ بدل گیا وہ وقت نکل گیا کہ "خلیل خاں فاختہ مارتے تھے"۔ فوج اور شکار کی نشانہ اندازی میں بڑا فرق ہے اس میں شک نہیں کہ جس شخص نے فوج میں نشانہ لگانے کی باضابطہ تعلیم پائی ہو اوسکو شکار میں کافی مدد ملتی ہے لیکن واقعہ اور حقیقت

یہ ہے کہ دونوں نشانہ اندازیاں جداگانہ حیثیت رکھتی ہیں۔ بڑا فرق اور پہلا فرق متحرک اور ساکن ٹارگٹ کا ہے یعنی ہرف یادہ چیز جس پر نشانہ لگانا مقصود ہو خواہ وہ جاندار ہو یا بے جان۔ فوج کی نشانہ اندازی کا امتحان دونوں نشانوں پر ہوتا ہے مگر زیادہ تر ساکن ٹارگٹ پر۔ متحرک ٹارگٹ ہو تو فاصلہ معلوم اور شکاری کی مشکلات اور خطرات کا گمان بھی نہیں ہوتا بخلاف اسکے شکاری کو کہ اگر کھڑا ہوا ساکن جانور نظر آگیا تو عید ہوگئی۔ دوسرا بین فرق رائفل کا ہے۔ فوجی رائفل مقررہ ہے اور وہ مقررہ فاصلہ تک گولی پھینکتی ہے شکاری رائفلیں مختلف اور بلا مبالغہ ہزاروں قسم کی ہیں اور ہر شکار کے لئے جداگانہ بور جداگانہ قوت جداگانہ اثر رکھنے والی رائفل کی ضرورت ہے مختلف بور مختلف ساخت۔ مختلف ایکشن اور مختلف وزن کی متعدد رائفلوں سے نشانہ لگانا اور بات ہے اور ایک مقررہ وضع مقررہ بور یکساں وزن ایک ہی وزن کی رائفل سے گولی لگانا دوسری بات ہے تیسرا فرق وقت کا ہے ارباب فوج بجز حالت جنگ اور دشمن کے حقیقی مقابلہ کے خوب سوچ سمجھکر ہوا کا رخ آفتاب کی شعاعوں کی قوت۔ روشنی کے اثرات۔ کارتوسوں کی عمر زمین کی ساخت۔ بیک گراونڈ پر غور کرنے کے بعد بلا خوف و خطر معلوم فاصلہ کی ٹارگٹ پر فایر کرتے ہیں۔ انکے مقابلہ میں شکاری کہ مندرجہ بالا تمام ضروریات و مسایل پر ایک لمحہ بھی غور کا موقعہ ملنے کے بغیر خوفناک درندوں کے مقابلہ میں اپنے جان کے خطرے کے ساتھہ ایک یا دو سکنڈ کے اندر اور بعض مرتبہ سکنڈ کے کسی حصہ کے اندر فایر کرنے پر مجبور ہوتا ہے چوتھا فرق فاصلہ کا ہے۔ فوج کے نشانہ اندازوں کے لئے حالت جنگ میں بھی افسر دشمن یا جو ٹارگٹ ہو اوسکا فاصلہ بتانے اور آلات کے ذریعہ سے فاصلہ معلوم و مقرر کرتے ہیں شکاری کو لمحہ بھر فاصلہ پر سرسری نظر ڈالنے کا بھی موقعہ بہت کم ملتا ہے اور بلا انتظار کے فایر کرنا ہوتا ہے جب دونوں نشانہ اندازی کے طریقوں میں اس قدر اور اہم فرق ہے تو شکار کی کتاب میں اون سائنٹیفک اصولوں کو بہ تفصیل لکھنا اور طول دینا لاحاصل محض غیر ضروری محنت ہے البتہ بہت ضروری اور بکار آمد چند امور بہت مختصر طور پر درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) ٹارگٹ شوٹنگ میں پوری ٹارگٹ فایر کرنے والیکا نشانہ ہے بلز آئی یعنی بیچ کے

سیاہ حصہ پر گولی پڑے تو پانچ نمبر ملتے ہیں۔ اوس سے باہر کے دائرہ کو انرو کہتے ہیں۔ اس پر گولی پڑنے کے چار اس کے بعد تین اور سب سے باہر کے دائیرے پر گولی پڑنے کے ۲ نمبر ملتے ہیں۔ کوشش ہر شخص یہی کرتا ہے کہ بلز آئی مارے لیکن۔ انر۔ میگ اور ٹیجی پڑ جائے تو ایک گونہ کامیابی تو ضرور ہے ۴ یا ۳ یا ۲ نمبر تو ل ہی جاتے ہیں۔ بخلاف اسکے شکار کا نشانہ اگر بالکل صحیح بلز آئی یعنی دل یا دماغ پر گولی نہ پڑی تو بیکار دلا حاصل اور بعض صورتوں میں خوفناک ہے علاوہ بریں ٹارگٹ شوٹینگ میں ٹارگٹ کی سطح پر نشانہ لگانا ہوتا ہے۔ یہ سطح بالکل سیدہی اور صاف نگاہ کے سامنے ہوتی ہے شکار میں جانور کا جسم نشانہ کے لئے سطح ہو مگر جانور کو ہلاک کرنے کے لئے کافی نہیں ہے دل یا دماغ پر پہنچنے کے لئے جانور کے کھڑے ہونے کی ہیئت اور گولی کا رخ کہ جسم پر لگنے کے بعد گولی کدہر جائے گی۔ دیکھنا اور اُس کا اندازہ کرنا نہایت ضروری ہے۔ صرف بالائی یا ظاہری سطح پر گولی ماردینا کسی طرح کافی نہیں ہے۔ اسوقت تک کہ گولی کے دل یا دماغ پر پہنچنے کا یقین نہ ہو۔ اکثر یہ ہوتا ہے کہ جانور ٹیڑہا چلتا ہوا یا ٹیڑہا کہڑا ہوا نظر آتا ہے۔ اس وقت اگر صرف ظاہری سطح یعنی دل کی جگہ پر نشانہ لیکر فایر کیا جائے۔ تو جانور ٹیڑہا کہڑا تھا اس لئے گولی دل کے رخ پر نہیں جائے گی۔ امید ہے کہ ناظرین اس کو سمجھ گئے ہونگے۔ فایر کرتے وقت یہ اندازہ کرلینا چاہئے کہ گولی اپنے رخ پر جاکر دل پر سے گذر گی یا نہیں۔ ٹارگٹ شوٹنگ میں اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ دماغ پر فایر کرنے میں خواہ کان کے نیچے کے حصہ پر نشانہ لیا جائے۔ یا کنپٹی پر یا پیشانی پر یا گردن اور سر کی ہڈی کے جوڑ پر (یہ پیچھے کی طرف اور بلندی سے نشانہ لیا جاتا ہے) ہمیشہ یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ گولی کا رخ دماغ کی طرف ہے یا نہیں اس غرض کے پورا کرنے کے لئے شکاری کو جانوروں کے دل و دماغ کی جگہ کا معلوم ہونا ضروری ہے۔ بہت تھوڑی سی محنت محنت ہی نہیں توجہ اور دریافت سے یہ معلوم ہو جاتا ہے۔

(۲) فاصلہ کے لئے بندوق کے دیدبان کو اٹھانے کی عادت نہ کرنی چاہئے۔ فوجی رائفلوں میں ہر سو گز کے لئے دیدبان میں نشان بنا ہوتا ہے۔ جتنے سو گز پر نشانہ لگانا منظور ہوتا ہے

اوتنے ہی سو گز کے نشان پر دیدبان کی پتی کو جس میں وی بنی ہوتی ہے اوٹھا دیتے ہیں شکاری
رائفلوں میں اس قسم کا دیدبان نہیں ہوتا۔ اس میں صرف جدا جدا دو پتیاں آگے پیچھے لگی
ہوتی ہیں۔ اور دونوں پتیوں میں دی V بنی ہوتی ہے یہی وی مستقل پتی پر ہوتی ہے
یعنی اسکو سو گز سے فایر کرنے کے لئے کھڑا نہیں کرنا پڑتا۔ دو سو اور تین سو گز فاصلے کے لیئے ان
پتیوں کو (Sight leaf) اٹھانا پڑتا ہے۔ شکاری رائفلیں اب ایسی ایجاد ہو گئی ہیں
کہ اونکی گولی سیدھی تین سو گز تک جاتی ہے۔ اس لئے تین سو گز تک سائٹ بدلنی نہیں پڑتی۔
شکار پر شاید ہی کسی شخص کو تین سو گز کے فاصلہ سے فایر کرنے کا اتفاق ہوتا ہے۔ شاید ہرن پر
کیونکہ وہ میدان میں رہنے والا جانور ہے ورنہ اور شکار پر ۲۰ گز سے لیکر ڈیڑہ سو گز تک فایر کا
انتہائی فاصلہ ہے۔ کیونکہ کھلے میدان میں اور شکار ملنا ممکن نہیں۔ گنجان جنگل میں اگر تیس
چالیس گز تک نظر کو میدان مل جائے تو غنیمت ہے جب تین سو گز فلیٹ ٹریجکڑی کی رائفلیں
میسر آسکتی ہیں تو لیف اٹھانے کی ضرورت ہی نہیں باقی رہی۔ لیکن اگر کسی شکاری کے پاس
نئی رائفل نہ ہو اور اوسکو قدیم طریقہ کی پتی دار رائفل سے شکار کرنا ہو تو بہتر یہی ہے کہ وہ لیف
اٹھانے کی ضرورت کو مفقود اور ایک ہی سائٹ سے فایر کرنے کی مشق بہم پہنچائے۔ عمدہ
رائفلوں کی ٹریجکڑی بہت کم ہوتی ہے۔ باریک اور موٹے نشانہ لینے سے لیف اٹھانے کا بدلہ
ہو سکتا ہے۔ یہ اس طرح بہ آسانی ممکن ہے۔ سو گز کے لئے یہ صورت X دو سو گز کے لیے یہ XX
اور تین سو گز کے لئے یہ XX اوپر وی V ہے نیچے ۸ ہے۔ وی V تو قائم ہے۔ آٹھہ ۸ کی نوک
جسقدر نیچی ہوگی گولی اوسیقدر قریب تک کام دے گی اور آٹھہ کی نوک وی V کے ہاتھوں کے
بیچ میں جسقدر بلند ہوگی اوسیقدر گولی دور تک کام دے گی اس کا اصول یہ ہے کہ گولی کو
دور تک پھینکنے کے لئے نال کے منھ کو اونچا کرنا پڑتا ہے۔ اور اس عمل کے لئے مکھی (فور سائٹ)
کو اونچا کرنا ہوتا ہے۔ اگر نال کا منھ اونچا نہ کیا جائے تو زمین کی کشش گولی کو جلد نیچے کھینچ لیتی ہے
اوس زمین کی فطرتی کشش کا معاوضہ یہ ہے کہ نال کا منھ اونچا کر دیا جاتا ہے۔ گولی زور میں

اونچی جاتی اور پھر زمین کی کشش سے نیچے آتی ہے۔ اس اوپر جانے اور نیچے آنے میں گولی کی رفتار بلکہ اوس کا نقش گذر ایک بڑے دائرے کا سا ہوتا ہے جس کی صورت یہ ہے۔

اسکو اصطلاحاً ٹریجکٹری کہتے ہیں۔ اب اس سے زیادہ بیان کرنا پیچیدہ مسائل میں اوجھنا ہے جن رائفلوں کی گولی میں بہت زور ہوتا ہے وہ تین سوڈھائی سو گز تک گولی کو سیدھا پھینکتی ہیں اور اوس کو فلیٹ ٹریجکٹری کہتے ہیں۔ قدیم بڑے بور کی رائفلوں میں اونکی گولی وزنی ہونے کی وجہ سے ٹریجکٹری زیادہ ہوتی تھی۔ جسامت اور وزن زیادہ ہونے کی وجہ سے زمین کی کشش گولی کو جلد نیچے کھینچ لیتی تھی پس سو دوسو اور تین سو گز کے لئے دیدبان لگائے جاتے تھے اور انہی کو نیچے اوٹھانے کے مشق کا میں نے ذکر کیا ہے۔

(۳) شکار میں اور بالخصوص ہانکے کے شکاروں میں متحرک اور بعض وقت تیز رفتار سے بھاگتے ہوئے جانور پر نشانہ لینا ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں اصل نشانے یعنی جانور کے دل یا دماغ سے آگے نشانہ لینا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ گولی کے فایر ہونے اور وہاں تک پہنچنے میں جو وقت صرف ہوتا ہے اوس میں جانور گولی کے لائن میں آجاتا ہے۔ یہ معلوم کرنا کہ جانور کس فاصلہ پر ہے کس رفتار سے جارہا ہے۔ اور کس زاویہ کا رخ لے کر جا رہا ہے فوج کے مقررہ قاعدے کے مواقف۔ فی سو گز کے فاصلہ پر واک میں ایک فٹ۔ ٹراٹ میں دو فٹ اور گیلپ میں ۳ فٹ ہے۔ اگر جانور دو سو گز کے فاصلے پر ہے تو واک میں دو فٹ۔ ٹراٹ میں چار فٹ اور گیلپ میں چھ فٹ آگے نشانہ لینا چاہئے۔ لیکن یہ ٹیبل یا نقشہ شکار میں کام نہیں دیتا اس وقت فاصلہ۔ رفتار اور فٹوں کا حساب لگانا مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ صرف مشق کرنے سے اندازہ ہو جاتا ہے اور وہی اندازہ لفظ "بے" یا "ڈھب" سے تعبیر کرتا ہوں۔ شکاری کی سمجھ اور قابو میں آجاتے ہیں۔ مشق کی ترکیب آسان اور کم خرچ ذیل میں درج کرنے کے بعد اس باب کو ختم کر دیتا

مناسب ہے۔

چھرے کے لئے

اپنے سامنے کسی لمبی دیوار پر ایک سیاہ لمبی اور سیدھی موٹی لکیر کھینچو۔ اس سیاہ خط کے ایک سرے بندوق سے نشانہ لیکر ہاتھ کو دوسرے سرے کی طرف بڑھاؤ۔ اور بیچ میں ہاتھ کو روک کر دیکھو نشانہ درست کرکے پھر ہاتھ آگے بڑھاؤ۔ اور پھر ہاتھ کو روک کر نشانے کو جانچو۔

اسیطرح سیاہ خط کے آخیر تک ہاتھ کو نشانہ لئے ہوئے لے جاؤ۔ اور تھوڑی تھوڑی دور پر ہاتھ کو روک روک کر نشانہ درست کرتے رہو۔ دس بیس مرتبہ روزانہ یہ عمل کرنا چاہیے۔ پانچ چھ روز کی مشق میں آسانی کے ساتھ خط کے شروع سے آخیر تک ہاتھ سیدھا نشانہ پر چلنے کا عادی ہوجائیگا اس کے بعد اوس دیوار کے سیاہ خط پر دو دو فٹ کے فاصلے سے ایک سے نو دس تک ہندسے لکھ دو یا مٹی کے کھلونے رکھ دو۔ پھر شروع سے نشانہ لیکر اور یہ ارادہ کرکے کہ میں نمبر چار یا پانچ گرانا چاہتا ہوں ایک نمبر زیادہ پر فائر کرو۔ مثلاً۔ نمبر پانچ پر فایر کرنیکا ارادہ ہے تو نمبر ۶ پر فایر کرکے ہاتھ اور بندوں کو روک کر دیکھئے کہ ہاتھ ٹھیک ایک فٹ آگے رکا ہے۔ یا زیادہ یا کم اگر کم فاصلہ پر رکا تو دوسری بار زیادہ اور اگر زیادہ فاصلہ پر رکا ہے۔ تو آئندہ کم فاصلہ پر ہاتھ کو روکنے کی مشق کیجائے۔ مندرجہ بالا دونوں مشقوں سے چلتے ہوئے جانور پر ہاتھ اور بندوق کو اوسکے ساتھ ساتھ لے جانے اور حسب ضرورت جانور سے آگے فایر کرنے کی مشق ہوجائے گی۔ دیوار پر نشانہ لینے اور ہاتھ کو بڑھانے میں ہاتھ کی رفتار کو رفتہ رفتہ بڑھانا چاہیے۔ پہلے دن بہت آہستہ پھر ذرا تیز وقس علیٰ ہذا۔ بغیر کارتوسوں کے خرچ کے آٹھ دس روز میں ہاتھ اتنا صاف ہوجاتا ہے کہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک جما ہوا نشانہ دو بلکہ ایک سکنڈ میں پوری لائن پر سے گذر جاتا ہے۔ اسکے بعد دس بارہ کارتوس جانوروں پر چلاکر آزمالینا کافی ہوجاتا ہے اس مشق کے بعد دیوار پر جو سیاہ خط سیدھا بنایا گیا تھا۔ اوس کو ٹیڑھا بیڑھا اور اس میں متعدد خم اور موڑ

بنا دینے چاہئیں۔ اس طرح پر۔

حسب طریقہ مندرجہ بالا اس پر بھی اکثر مشق کرتے رہنا چاہئے اس کی مشق بہت مفید ثابت ہوگی۔ اول اول تھوڑی دقت معلوم ہوتی ہے لیکن ایک مرتبہ ہاتھ اور نگاہ جم جانے کے بعد اس قسم کے نشانہ میں بہت لطف آتا ہے۔ میں اب تک ضعف بصارت سے قبل جب فرصت ہوتی اور موقعہ ملجاتا کسی مکان کے متعدد کھمون اور نوکوں کو جانور کی پرواز کی لائن فرض کرکے خالی بندوق سے ہاتھ کو جلد جلد اوس لائن پر نشانہ لے کر دوڑاتا یا چلاتا تھا محض اس مشق کی بنا پر باآنکہ مجھکو سالہا سال چھرے کی بندوق چلانیکا اتفاق نہ ہوتا تھا۔ میں نے اوڑتے ہوے جانور پر بہت کم مس کئے ہوں گے سُشناپ پر جو بہت تیز اور شیڑھا اوڑنے والا چھوٹا پرندہ ہے عمدہ شکاریوں کی کامیابی کا اوسط ۲۰ فیصدی کے قریب ہے مگر میرے ایک دوست نے جن کو میں نے صرف پندرہ دن اس کی مشق کرائی تھی کلے پیجن شوٹنگ کی میچ میں ۸۰ فیصدی صحیح نشانہ لگایا۔ کلے پیجن مٹی کے کبوتر ہیں۔ حقیقت میں یہ کبوتر کی شکل کے نہیں۔ بلکہ معمولی مٹی کی چوڑی نشتریاں ہوتی ہیں۔ ان کا قطر ۳ سے چار انچ تک ہوتا ہے۔ ایک کمانی دار مشین کے ذریعہ سے یہ نشتریاں اوپر اُڑائی جاتی ہیں۔ بعض مشین ایک کبوتر اڑاتی ہے بعض دو۔ ایک داہنی جانب اور ایک بائیں جانب۔ نشتری یا پیجن بہت تیز اوڑ کر ساٹھ ستر فٹ تک بلند اوڑتا ہے۔ پھر گرجاتا ہے۔ اوسکے نیچے کی جانب جھکنے سے قبل مشق کرنے والے اوس پر چھرے کا فایر کرتے ہیں۔ اگر چھرے پڑ گئے تو پیجن پاش پاش ہوجاتا ہے۔ ورنہ مس۔ صاحب استطاعت یا کلب یہ مشین خرید کر مشق اور میچیں کرتے ہیں۔ ہر شخص اس قدر کارتوس پھونکنے کا بار نہیں اٹھا سکتا دوسری سہل چھرے یا گولی سے متحرک چیز پر نشانہ اندازی کی ابتدائی مشق کی یہ ترکیب ہے کہ کسی بلند دیوار سے دو تین فٹ آگے کسی درخت یا قلابہ یا کسی کیل وغیرہ میں سات آٹھ فٹ لمبی رسی میں ایک گول گیند یا بوتل لٹکا کر اس بوتل کو جھولانا چاہئے۔ ایک مرتبہ اونچا اٹھا کر چھوڑنے سے

بوتل دیر تک جھولتی رہے گی۔ اس حالت میں اوس پر فایر کرنے سے اس امر کا اندازہ ہو جائے گا
کہ گولی کہاں پڑی کیونکہ دیوار پر گولی کا نشان خالی جانے کی صورت میں ضرور پڑیگا جس دایرے پہ
کہ بوتل جھول رہی ہے۔ اوس کی رفتار کے فرضی خط پر سیاہ حقیقی خط قائم کرکے اوسپر خالی بندوق کو
چلانا چاہئے۔ پانچ چار یا دس بیس خالی مشق کے بعد کارتوس سے کام لیا جائے۔ اور آگے پیچھے گولی
پڑے تو اوس کے نقص کو دوسرے فایر میں درست کرلینا چاہئے۔ اس مشق میں بھی زیادہ کارتوسوں کی
ضرورت نہ ہوگی۔ ایک خاتون نے اس طریقہ پر ایک مہینے تک مشق کی۔ اور دو ہزار ۲۲ بور کے کارتوس
خرچ کئے اس میں اس قدر کامیابی ہوئی کہ وہ دس پندرہ گز جہاں سے چنبیلی کا پھول بالونگ نظر آسکتی
ہے۔ ۲۲ بور سے بہ آسانی اڑا دیتی تھیں اس کمال کے نشانہ میں یہ نقص تھا کہ یہ ۲۲ بور رائفل تک
محدود تھا۔ اس لئے میری ذاتی تجربہ کی بنا پر یہ رائے ہے۔ کہ اگر دیوار مضبوط ہو یا قابل قدر نہ ہو گر جائے تو
پروا نہیں۔ اور اگر جیب میں گنجایش ہو تو ہمیشہ اپنے اور شکار کھیلنے کی بندوق سے مشق کرنی چاہئے۔
اس اصول کی پابندی سے یہ بڑا فایدہ ہے کہ ہاتھ اپنی شکار کی بندوق کی گرفت کا ایسا عادی
ہو جاتا ہے کہ بندوق ہاتھ کی چھڑی معلوم ہوتی ہے اور اسکا استعمال سکنڈ نیچر یا فطرت ثانی ہو جاتا ہے
جب تک ضرورت ہو۔ اور جسقدر جی چاہے اس سے فایر کرنے پر بھی طبیعت یا آنکھ اور شانہ پر
گراں نہیں گذرتا۔ یورپین جس قدر اسپورٹ کی قدر کرتے ہیں اور اوسکے جیسے شیدائی اور فریفتہ
ہیں وہ ہمارے خیال سے باہر ہے ہم سمجھ نہیں سکتے کہ کسی کھیل یا کسی اسپورٹ میں کسی کا ممتاز ہونا
کس قدر عزت اور قدر کا ذریعہ ہے۔ معمولی کرکٹ اور ٹینس کے معمولی کپ جیتنے والوں سے
وائسرائے ہاتھ ملاکر مبارکباد دیتے ہیں۔ اس عزت افزائی قدردانی نیز اس قاعدے کے سلسلہ میں
جو اپنی بندوق سے مشق کے متعلق میں نے اوپر بیان کیا۔ میں ایک دلچسپ واقعہ
بیان کرتا ہوں۔ راولپنڈی کی انٹر رجمنٹل رائفل میٹنگ میں جس سال میں نے چیمپین شپ انعام
حاصل کیا اوس وقت مجھے متعدد فوجی افسر آکر ملے مبارکباد دی اور اس قسم کے سوالات شروع کردیے
چونکہ یہ سب سوالات نشانہ اندازی کے متعلق اور چند باریک مسائل پر مشتمل ہیں۔ اس لئے میرا کچھ

جو جو یاد آجائیں. نقل کر دیتا ہوں. اس سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ نشانہ انداز کو کن امور کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔

(۱) کیا آپ نے ہر فاصلہ پر روشنی کا الاونس یکساں رکھا یا بدل دیا۔
(۲) آپ ہوا کا الاونس سائٹ پر ہاتھ سے بناتے ہیں یا ورنیر سے۔
(۳) رائفل آپ نے ۲۰۰ سے ہزار تک ایک ہی رکھی یا بدل دی۔
(۴) چار سو اور آٹھ سو پر کیا آپ کو وقت معلوم ہوتی ہے یا نہیں۔
(۵) کارتوس اپنے سب ایک سال کے بنے ہوئے فایر کئے لئے یا علٰحدہ علٰحدہ۔
(۶) آپ فور سائٹ بلیٹ سے سیاہ کرتے ہیں یا کافور کے دھوئیں سے۔
(۷) سائٹنگ شاٹ اپنے ہر فاصلہ سے دو لئے یا تین۔

ان سوالوں کا سلسلہ بہت طویل ہے جبتک جوابات مع وجوہ پیش نہ کئے جائیں ان کا بیان کرنا فضول ہے جوابات لکھنے کے لئے ایک کتاب بھی کافی نہوگی اس لئے میں اصل مقصد کے متعلق بیان پر اکتفا کرتا ہوں ان عہدے داروں میں جنھوں نے بنظر عزت افزائی مبارک دی سکرٹری انسپکٹر جنرل اور ان کے ساتھ کوئی دوسرے دو افسر تھے جنرل صاحب نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا تم ہمیشہ یہی رائفل استعمال کرتے ہو میں نے جواب دیا کہ جی ہاں۔ اس پر جنرل صاحب نے ان افسروں سے مخاطب ہوکر کہا کہ کیوں میں نے کل فایرنگ سے قبل رینج پر کہا تھا کہ انکی رائفل ان کے ہاتھ میں بہت جمی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

He handles his rifle like a toy.

اس اخیر مقابلہ میں صرف چار شخص سیکڑوں نشانہ اندازوں کے مقابلہ میں کامیاب ہونیکے بعد ۹۰۰ گز کی رینج پر سات گولیاں فایر کر رہے تھے اور اسی پر تمین شپ کا آخری فیصلہ تھا میرے تین حریفوں میں ہر شخص اس فن کا ماہر اور کامل مشاق تھا۔ جنرل صاحب جنھوں نے ہم سب پر غور کر کے ہر شخص کی نسبتہ رائے قایم کی علاوہ اس امر کے کہ وہ افواج ہند کے

شعبہ نشانہ اندازی کے سب میں بڑے عہدہ دار تھے۔ خود بھی زمانہ جوانی میں کئی سال کئی بار چمپین شپ کا انعام حاصل کر چکے تھے۔ ان کی تجربہ کار نگاہ نے فوراً اس امر کو معلوم کر لیا کہ میری رائفل میرے ہاتھ پر جمی ہوئی ہے۔ میں ہر مبتدی شکاری کو مشورہ دوں گا کہ وہ اپنی رائفل کو اپنے ہاتھ اپنے شانے۔ اپنی آنکھ اور اپنی گرفت سے تیز گردن جھکانے نظر کو جمانے سے اس قدر عادی بلکہ بے تکلف آشنا کر لے کہ فایر کرتے وقت ان اعضا پر کسی قسم کا بار یا طبیعت کو رائفل کا بوجھ ناگوار نہ گذرے رائفل کے کندے کی طرف گردن کو جھکانا۔ رخسار کو کندے پر لگانا اور بائیں آنکھ بند کر کے نظر کو قاعدے کے موافق نشانہ پر جمانا یہ سب فعال ہر ممکنہ آسانی اور بے تکلفی کے ساتھ عمل میں آنے چاہئیں۔ شکار میں قادر انداز ہونے کا راز کامیابی کا اصل اصول یہی دونوں مشقیں ہیں۔ مولوی ابوسعید مرزا صاحب مولوی احمد اللہ صاحب اور مولوی غلام محمود صاحب قریشی نے یہ لطف دیکھا ہے اندھیرا ہو جانے کے بعد گاؤں کے قریب گاڑی والے نے کہا باگھ۔ غالباً یہ آواز ختم ہونے پائی تھی کہ دن سے ایک آواز اور اس کے ساتھ ہی ایک جانور کے گرنے کی آواز آئی۔ یہ شیر تو نہ تھا بڑا زبردست تڑس تھا۔ مگر دس بیس منٹ تک اس پر بحث رہی کہ کس نے مارا۔ ان حضرات سے پوچھئے کس نے مارا۔ مقصد یہ ہے کہ صرف رائفل ہاتھ۔ شانہ۔ نظر۔ داہنے ہاتھ کے کلمہ کی انگلی ان سب اعضا کا وقت واحد میں متحرک ہو کر آواز کے ساتھ شکاری کی دِل یا ورز"۔ قوت ارادی کا تابع ہونا اور متحدہ طور پر عمل کرنے کا نتیجہ اس قسم کے نشانے اور اونچی کامیابی کے اسباب اور ذریعے ہیں رائفل کے کارتوس بھی ہمیشہ ایک ہی دوکان کے بنے ہوئے اور ایک وقت کے بھرے ہوئے ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ وقت گذرنے سے بارود کی قوت اور منتقل ہونے کے وقت پر اثر پڑتا ہے۔ بالخصوص سفید بارودوں اور کارڈائٹ پر شکاری کو ایک ہی طریقہ پر یعنی یا باریک یا موٹ نشانہ لینے کا عادی ہونا ضروری ہے اگر کارتوسوں میں مختلف قوتوں کی بارود ہو تو اکثر نشانے اپنے ارادے کے مقام سے بعض اونچے پڑیں گے بعض نیچے اور اکثر مس ہونگے۔

ف۔ رائفل کو فایر کرنے سے قبل صاف کر لینا مناسب ہے اور فایر کرنے کے بعد اچھی طرح

صاف کرنا اور تیل یا ویسلین یا بازار کے بیسوں مرکبوں میں سے کسی کا استعمال ضروری ہے ۔ میں اپنی تمام رائفلوں اور بندوقوں پر فوجی مرکب تیل استعمال کرتا ہوں ۔ سیاہ ۔ سفید باروودوں اور کارڈائٹ فایر کرنے اور بعض بندوقوں کے سالہا سال تک بیکار پڑے رہنے کے بعد بھی کسی نال کے اندرونی حصہ میں کبھی کوئی نقص نہیں پیدا ہوا ۔ زیادہ مفید احتیاط یہ ہے کہ چھٹے مہینے ہر بندوق سے دو ایک کارتوس فایر کر دیے جائیں اور حسب قاعدہ صاف کرکے اور تیل سے تر کرکے رکھ دی جائیں بعض شکاری اپنی بندوقوں میں بانات سے منڈھے ہوئے گز رکھتے ہیں ۔ میں بھی دو چار بندوقوں میں گز رکھتا ہوں ۔ مگر سنا ہے کہ یہ مضر ہے ۔ مجھکو کوئی مضرت محسوس نہیں ہوی ۔ کتابی ہدایتوں کی حد تک جو کچھ لکھا گیا وہ میرے خیال میں کافی ہے عملی اور میدانی تو اعد کا لکھنا غیر ضروری محنت ہے ۔ کوئی شکاری ہاتھ میں بندوق دیگر مختلف پوز بشنز اور جنگل میں مختلف صورتوں کا اختیار کرنا آسانی سے سمجھا سکتا ہے اس کے بعد میرے خیال کے موافق سب سے بہتر استاد اپنی سمجھ اور تجربہ اور علم ہے اگر انسان کو مختلف مقامات پر متعدد رائفلوں سے مختلف اوقات میں شکار کھیلنے کا موقع ملے اور وہ تمام امور پر غور کرتا رہے تو وہ خود سب اوستادوں کا استاد ہو جاتا ہے ۔ موقع کا میسر آنا اور اون سے فایدہ اٹھانے کا مادہ ہونا ضروری ہے ۔ صرف باتیں سننے اور باتیں بنانے سے فن حاصل نہیں ہوتا ۔ نوجوان اس مرض سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کریں ۔ دو ایک بندوقیں لے کر اور چند جانور مار کر وہ جرنل نائٹ انگیل ۔ سیمون لیکر جرنل شیکسپیر ۔ فارسیٹھ ۔ سلیوس ۔ لیڈ گرڈ نبار بریڈر ۔ ڈاکٹر بلنیڈن ۔ لیٹ ۔ مشٹر انیس ۔ مسٹر جارڈین اور کترین کی کتابوں کا پڑھنا غیر ضروری خیال نہ فرمائیں ۔

ضروریات انتخاب بندوق متفرق

جس طرح سفر تعمیر اور دیگر ضروری کاموں میں تیاری لازمی ہے اسی طرح شکار کے لیئے بھی چند چیزوں کا انتظام اور فراہمی لابدی ہے ظاہر ہے کہ جب تک سامان کے انتخاب میں

وقت اور روپیہ صرف نہ کیا جائے۔ اور غور و فکر کے ساتھ ہر چیز کی موزونیت اور عمدگی نہ جانچ لیجائے۔ کامیابی مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ عمارت میں اگرچہ نیا اینٹ یا چوبینہ خراب اور ادنیٰ قسم کا استعمال کیا جائے تو مکان کا ناقص اور کمزور ہونا لازمی نتیجہ ہے علیٰ ہذالقیاس شکار میں بھی سامان کے انتخاب سے متعلق کافی توجہ وقت اور اپنی استطاعت کے موافق روپیہ صرف کرنے پر کامیابی اور عدم کامیابی کا انحصار ہے۔ سامان شکار میں سب سے زیادہ اہم اور قابل توجہ چیز بندوق ہے۔ بندوق اگر اچھی قسم کی نہو اور شکاری کے لئے موزون نیز اوس شکار کے لئے جس کو ہلاک کرنا منظور ہے کافی قوت دار اور مناسب نہو تو ناکامی مسلم نتیجہ ہے ان امور پر کافی توجہ اور عمدہ موزوں و مناسب بندوق حاصل کرنے کے بغیر شکار کا ارادہ ہرگز ہرگز نہ کرنا چاہیے عمدہ نیز شکاری و شکار کے مناسب بندوق موجود نہو تو علاوہ ناکامی کے بہت سے خطرات اور نقصانات کا اندیشہ ہے اس وقت میری عمر پچاس سال سے متجاوز ہے میں شکار کا ایام طفولیت سے دلدادہ ہوں اور ناظرین کو یقین دلاتا ہوں کہ ایک دو نہیں سینکڑوں ناگوار اور افسوسناک واقعات کا جو صرف بندوق کی خرابی کی وجہ سے پیش آئے۔ مجھے علم و تجربہ ہے ان قصوں کے یہاں لکھنے کی گنجایش نہیں۔ لیکن نوجوانوں کو اس دوستانہ مشورے پر کاربند ہونا چاہیئے کہ کسی حال میں ناقص اور غیر موزوں بندوق سے شکار نہ کھیلیں۔ نصیحت گوش کن لغ مختلف قسم کے شکار کے لئے جس قسم اور جس بور کی بندوق مناسب ہے اوس کی نسبتہ چند ہدایتیں درج کرنے سے قبل شکاری کے لئے بندوق کی موزونی اور مناسبت مختصراً بیان کی جاتی ہے سب سے پہلے بندوق کا شکاری کے لئے موزوں ہونا لازمی ہے۔ موزوں میں اون معنوں میں استعمال کر رہا ہوں جو اون ان عام جملوں کے مفہوم سے مترشح ہوتے ہیں۔ فلاں بندوق میرے ہاتھ پر نہیں جمتی۔ اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ فلاں بندوق سے فایر کرنے میں آسانی نہیں ہوتی۔ مناسبت یا موزونیت کہیں تو بجائے انگریزی میں اس خیال کو ظاہر کرنیکے لئے نیچرل ایز Natural ease کے دو لفظ بہت مناسب ہیں۔ شکاری کے لئے

بندوق کا موزوں ہونا مندرجہ ذیل شرائط تناسب پر منحصر ہے۔

(۱) فایر کرنے والے کی گردن کی بلندی کے موافق تناسب کے ساتھ بندوق کے کندے میں خم ہونا چاہیئے

(۲) " " ہاتھوں کی درازی " " " کا طول "

(۳) " " سینہ کی فراخی " " " کاسٹ آف "

(۴) " " جسمانی قوت " " " کا وزن "

(۵) " کے سینہ او شانہ کے درمیان جس قدر گوشت ہو کم یا زیادہ اوس کے تناسب سے بندوق کے ہیل پلیٹ کا خم ہونا چاہیئے۔

اس تناسب کے معلوم کرنے کے لئے ٹرائی گن نہایت بکار آمد چیز ہے بندوقیں فروخت کرنے والے بڑے بڑے دوکاندار ٹرائی گن ضرور رکھتے ہیں اور شکار دوست اصحاب بندوق خریدنے سے قبل اس ٹرائی گن سے امتحان کر کے وزن کندے کے طول وخم وغیرہ کے لحاظ سے بندوق اپنی جسمانی ساخت کا تناسب معلوم کر لیتے ہیں۔ یہ ٹرائی گن ایسی ساخت کی ہوتی ہے کہ اوس کا ہر حصہ اسکر و اور کمانیوں کی وجہ سے گھٹ بڑھ سکتا ہے نیز ہر طرف جھک سکتا ہے خریدار اس کو فایر کرنے کی صورت اختیار کرنے اور معمولی طریقہ پر شانہ سے لگا کر معلوم کر سکتا ہے اس کی ضروریات کس بندوق سے پوری ہونگی۔ یعنی کندہ کس قدر لمبا ہو خم کس قدر ہو وغیرہ۔
ان امور کی جانچ مندرجہ ذیل طریقہ پر ہوتی ہے دس یا بارہ گز کے فاصلہ پر ایک تختہ یا ٹارگٹ کھڑی کی جاتی ہے۔ (ٹارگٹ اور تختہ نہ ہو تو دیوار بھی یہ کام دے سکتی ہے) ٹارگٹ پر فایر کرنے والے کی آنکھوں کی بلندی کے برابر ایک سیاہ دائرہ (۳) انچ قطر کا بنایا جاتا ہے اس دائرہ کی طرف خریدار کو بغیر کسی تکلیف کی پوزیشن اختیار کرنے کے نیز بغیر ایک آنکھ بند کرنے کے بندوق کو شانہ تک اُٹھا کر ایسی پوزیشن اختیار کرنی چاہیئے کہ گویا بالکل فایر کرنے کے لئے تیار ہے یہ صورت اختیار کرنے کے بعد بندوق کو بغیر جنبش کے قایم رکھنا چاہیئے۔ پھر حسب معمول ایک آنکھ بند کر کے اور گردن جھکانے اور رخسار کو کندے پر جمانے کے بعد یہ دیکھنا چاہیئے

کہ نشانہ قاعدہ کے موافق صحیح ہے یا نہیں۔ اگر صحیح نہیں ہے تو اوس کے اونچے نیچے داہنے بائیں ہونے کے نقائص ٹرائی گن کی صورت کو بدلنے سے درست کر دیئے جا سکتے ہیں۔ کندے کو لمبا یا کوتاہ کرنے۔ سیدھا یا زیادہ خمدار کرنے نیز کاسٹ آف یعنی پہلوؤں کے طرف کندے کے ڈھال کا رخ بدلنے سے صحیح نشانہ قائم کرلیا جاتا ہے۔ پھر ٹرائی گن کی اس درستی کے بعد جو ہیئت قایم ہوئی ہے اوس کے موافق خریدار کے لیئے بندوق مہیا کیجاتی ہے۔ مختصراً الفاظ میں موزون بندوق وہ ہے جو نشانہ کی طرف صرف اٹھانے سے خود بخود صحیح نشانہ پر آجائے۔ آپ جس بندوق سے یہ عمل نہ کرسکیں دوسرے الفاظ میں جو بندوق صرف ہاتھ سے بغیر آنکھ کی مدد کے تقریباً صحیح نشانہ نہ لے سکے۔ وہ آپ کے لیئے موزوں نہیں ہے۔ غیر موزوں بندوق سے آپ جلد نشانہ لینے میں کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔ وزن کے لحاظ سے موزوں بندوق وہ ہے جس کو فایر کرنے والا بغیر مشق کے وقت واحد میں تیس مرتبہ کندھے پر لائے اور اتارے اور غیر معمولی تکان محسوس نہ ہو۔ موزوں بندوق کا انتخاب مشکل نہیں ہے پانچ چھ بندوق کو مندرجہ بالا طریقہ پر جانچنے کے بعد ایک آدھ موزوں نکل آتی ہے ذی استطاعت اصحاب اپنے اعضا کی ساخت کے موافق ٹرائی گن سے معلوم کرنے کے بعد فرمایشی بندوق تیار کرائیں۔ تو بہت زیادہ مناسب ہوگا۔ بندوق کی موزونیت کا تعین کرنے کے بعد دوسرا اہم سوال بندوق کی عمدگی اور قابل اعتبار ہونے کا ہے سینکڑوں قسم کی بندوقیں اس وقت لمبی چوڑی تعریفوں کے ساتھ ہر دوکاندار کے پاس موجود نظر آتی ہیں۔ اور پرائس لسٹ میں ان بندوقوں کی نسبتہ ہزاروں سرٹیفکٹ بھی شامل ہوتے ہیں۔ مگر اصل واقعہ یہ ہے کہ تمام ہند میں عمدہ بندوق بنانے والوں میں سے ایک کی بھی دوکان موجود نہیں ہے یوروپین اور ہندی سوداگر دونوں انگلینڈ، امریکہ۔ جرمن وغیرہ کے کارخانہائے بندوق سازی سے بندوقیں منگاتے اور فروخت کرتے ہیں۔ جن بندوقوں پر بندوق بنانے والے کارخانوں کے نام کندہ ہوتے ہیں وہ البتہ اچھی قسم کی ہوتی ہیں۔ بشرطیکہ کارخانہ مشہور کاریگر کا ہو مگر جن پر صرف فروخت کرنے والی دوکان کا نام درج ہوتا ہے وہ بالعموم ادنی کارخانہ کی بنی ہوئی ہوتی ہیں۔ یہ کارخانے ارزاں مال

بنا کر ہند کے دوکان داروں کا نام اونکی فرمائیش کی تعمیل میں کندہ کر دیتے ہیں۔ ممکن ہے کہ کبھی کبھی بڑے مشہور اور نیک نام کارخانے بھی گھٹیا اور کم قیمت مال ہندی دوکانوں کے نام سے بنانے پر رضامند ہوجاتے ہوں۔ کوئی نامور کارخانہ اپنے نام سے ادنیٰ قسم کا مال نہیں بیچتا کیونکہ ایسا کرنے سے اوس کی نام آوری اور شہرت میں فرق آتا ہے اور ان کے نام کو دھبہ لگنے کا اندیشہ ہے خلاصہ یہ کہ وہ بندوقیں جن پر کارخانوں کے نام کندہ ہونے کی بجائے دوکان کے نام کندہ ہوں یقیناً کم قیمت اور ادنیٰ قسم کی ہیں۔ مثال سے یہ امر اچھی طرح سمجھ میں آجائے گا۔ اور بندوق خریدتے وقت اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ مثال یہ ہے کہ انگلستان کا مشہور کارخانہ (فرضی نام ہیں) جولی برادرس کا ہے اسکی بندوقوں یا سامان کی بہت شہرت ہے دوسرا کارخانہ اِسمتہ کا ہے جس کو کوئی جانتا بھی نہیں سامان فروخت دونوں کا ہوتا ہے مگر جولی بردرس گھٹیا سامان بناکر اپنی شہرت اور نیک نامی کو بٹہ لگاتے یا کسی ادنیٰ قسم کے مال پر اپنا نام کندہ کرکے بدنام ہونے پر ہرگز رضامند نہ ہوں گے۔ بخلاف اِسمتہ کے وہ فوراً بخیال نفع جو دوکاندار چاہے اوس کا نام بلکہ اپنا نام بھی لکھنے سے دریغ نہ کریں گے) جولی برادرس ممکن ہے کہ ادنیٰ مال تیار کردیں مگر اپنا نام اس ادنیٰ مال پر کندہ نہ کریں گے۔ ہند کے دوکان دار یا تو چھوٹے غیر معروف کارخانوں سے بندوقیں بنواکر اپنا نام کندہ کرا لیتے ہیں۔ یا بڑے کارخانوں سے ادنیٰ مال بنواکر اوس کو اپنے نام سے فروخت کرتے ہیں۔ ہر صورت میں بندوقیں کارخانہ کے نام سے معرا ہوں وہ ادنیٰ قسم کی ہیں۔ اس سے واقف ہونے کے لئے معتند کتابیں متعلق بہ فن مذکور پڑھنے اور سینکڑوں بندوقوں کو دیکھنے کی ضرورت ہے اس تجسس و محنت برداشت کرنے کا ہر شخص کو موقعہ نہیں مل سکتا۔ اس لئے بندوق کے انتخاب کا آسان طریقہ یہ ہے کہ بڑے بڑے مشہور کارخانوں کے اعتبار پر حسب استطاعت اعلیٰ سے اعلیٰ کارخانہ کی بندوق خریدی جائے۔ کارخانہ کی نیک نامی کی شہرت جس قدر زیادہ ہو اسیقدر اوس کے بنائے ہوئے ہتھیار پر اعتبار کرنا چاہئے۔ اِن اصول پر حضرات کو اعتراض ہوگا

لیکن اوس کو میں خود تسلیم کرتا ہوں۔ مجبوراً یہ اصول قائم کیا گیا ہے ہر شخص کے لیے ماہر فن ہونا آسان امر نہیں ہے۔ دوسرے یہ بھی مسلم امر ہے کہ یورپ بالخصوص انگلستان کی تجارت کا اصول نہیں ہے کہ تھوڑے سے نفع کے لیے خراب مال تیار اور فروخت کرکے کارخانہ کے نام کو دھبہ لگالیا جائے۔ بہتر کارخانہ ہمیشہ بہتر سامان تجارت تیار کرتا ہے۔ انگلستان کے کارخانوں میں سب سے زیادہ مشہور نیک نام اور قابل اعتبار کارخانہ پرڈی کا ہے آج سے ۳۰۔۴۰ سال قبل کی تصنیفات (متعلق بہ فن بندوق سازی) میں پرڈی۔ کنگ آف گن میکرز کے نام سے ذکر کیا گیا ہے گذشتہ بیس پچیس سال سے اس کارخانہ کی بندوقیں کم نظر آرہی ہیں۔ غالباً کارخانہ بہت کم بندوقیں تیار کررہا ہے یا زیادہ قیمت کی وجہ سے بکری کم ہے مگر پھر بھی جب پرڈی کی بندوق سامنے آجاتی ہے تو اس فن کے جاننے والوں کو اس کے دیکھنے اور سرکرنے میں لطف آتا ہے۔ ۲۲-۱۹۲۱ء میں پرنس آف ویلز بغرض سیاحت ہندوستان۔ رونق افروز ہوئے تھے۔ سامان شکار میں جو بندوقیں بھی ساتھ تھیں۔ ان میں سے ۴۰۰ بور کی دو رائفل پرڈی کے کارخانہ کی تھیں۔ عمدہ شکاریوں اور بندوق کے ماہرین فن کی نگاہ میں پرڈی کے بعد مسرز ہالینڈ اینڈ ہالینڈ کی شہرت اور اعتبار کا درجہ ہے بلکہ بلحاظ ہر دل عزیز ہونے کے نیز اس اعتبار سے ہالینڈ کے کارخانہ کی بنی ہوئی بندوقوں کو تقریباً تمام دنیا کے فرمانروا اور تاجدار و ہاتھ میں رہنے کا فخر حاصل ہے مسرز ہالینڈ کو پرڈی پر ترجیح ہے۔ ہالینڈ کی متعدد بندوقیں اور رائفلیں استعمال کرنے کا مجھکو موقع ملا مگر میں کبھی کسی بندوق میں کوئی نقص یا کمی محسوس نہ کرسکا پرڈی کی بندوقیں بالعموم نظر بھی نہیں آتیں۔ اور مجھکو اون کے استعمال کا موقع بہت کم ملا مگر میں قدیم مصنفین کی رائے کی صرف اس قیاس کی بنا پر تائید کرسکتا ہوں کہ غالباً پرڈی کی بندوقوں پر نقش ونگار اور گلکاری یا سونے کا کام وغیرہ زیادہ ہوتا ہوگا۔ ورنہ ہالینڈ کی بندوقوں میں جب کوئی امر تکمیل طلب باقی نہیں ہوتا تو پرڈی کس چیز میں ہالینڈ سے بڑھ سکتا ہے۔ فن بندوق سازی خود ایک مستقل جداگانہ علم ہے اس کی نسبت بہت سی کتابیں

موجود ہیں۔

اس مختصر کتاب میں فن کے متعلق زیادہ تفصیل کی ضرورت بھی نہیں ہے مندرجہ بالا اصول کو بہ مجبوری تسلیم کرنے کے بعد اس قدر کافی ہے اس جگہ پر چند منتخب و مسلم کارخانوں کی فہرست درج کردی جائے۔ اس فہرست کی ترتیب کو ان کارخانوں کی شہرت نیک نامی اور قابلیت اعتباً کا پیمانہ تصور کرنا چاہئے۔ یعنی جس کا نام اوپر درج ہے وہ نیچے کے نمبر والوں سے بہتر سمجھا جائیں ہر ایک کا نام سلسلہ وار حسب حیثیت مسلمہ تحریر میں لایا گیا ہے۔

(۱) پرڈی

(۲) ہالینڈ اینڈ ہالینڈ

(۳) ڈبلیو ڈبلیو گرینر

(۴) وسلی رچرڈ

(۵) کاگول اینڈ ہیرسین

(۶) الکنڈ انڈر رہنیری

(۷) جفریز

(۸) وبلی اینڈ اسکاٹ

(۹) رگبی

(۱۰) ٹالی

(۱۱) جیمس لنکاسٹر

(۱۲) جیمس

(۱۳) ماسر

(۱۴) سیویج

(۱۵) راس

نوٹ:۔ نمبر ۱۲ تک سب کا شمار فرسٹ کلاس میکرز میں ہے سیکنڈ کلاس میکرز ۱۳ سے ۲۱ تک ہیں۔ بقیہ میکرز قابل اعتبار و بھروسہ بندوقیں بناتے ہیں اور ۲۴۔۲۵ ہندوستان کے بہترین سوداگر اسلحہ ہیں۔

(۱۶) مین لکر

(۱۷) بی اے ایس کمپنی

(۱۸) بون ہل

(۱۹) پلوی

(۲۰) ایف بیلی

(۲۱) امریکہ کی ونچسٹر کمپنی

(۲۲) کانٹی نینٹل یعنی یورپ کے دوسرے ممالک کے کارخانے۔

(۲۳) آرمی اینڈ نیوی اسٹور بمبئی

(۲۴) مسرز منٹن اینڈ کو کلکتہ

(۲۵) میسرز آر۔ بی۔ راڈ اینڈ کو کلکتہ۔

بندوق کے انتخاب میں جہاں تک اوسکی ساخت یا (میکر) کارخانہ کا تعلق ہے اوس کے واسطے فہرست مندرجہ بالا سے کافی مدد مل سکتی ہے اس کے بعد دوسرا مسئلہ بور کا ہے یعنی بندوق کس بور کی ہونی چاہئے۔ یہ بھی نہایت پیچیدہ اور مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ مناسب یہ ہے کہ چند مشہور مصنفین کی رائے اور ذاتی تجربہ سے جو نتیجہ اخذ کیا گیا ہے وہ مختصراً درج کر دیا جائے۔ جن حضرات کو اصولی یا سائنٹیفک تحقیقات کا شوق اور موقعہ ہو وہ بہت کچھ اس فن کی مخصوص کتابوں سے حاصل فرما سکتے ہیں۔ ذاتی تجربہ اور چند مسلم استاد مصنفین (مثل سرپین گیلوے۔ جرنل اینڈرسن مسٹر گرینر) کی رائے کے موافق بہ اغراض شکار اسمال گیم اوسط قوی و قد و قامت اشخاص کے لئے ۱۲ نمبر کی بندوق نہایت موزوں ہے البتہ نحیف الجثہ شکاریوں۔ بچوں اور لیڈیز کے لئے ۱۶ نمبر اور بیس نمبر کی بندوق زیادہ مناسب ہو گی۔

نوٹ۔ یہ نمبر چھرے کی بندوقوں کے لئے مخصوص ہیں (چھرے کی بندوقوں کی نال کے اندر خار یا گرو نہیں ہوتے) گو اس نمبر کی رائفلیں بھی قدیم زمانہ کی بنی ہوئی گاہ گاہ نظر

آجاتی ہیں مگر اب ان نمبروں کی رائفل کوئی کارخانہ نہیں بناتا اور نہ شکاری ان نمبروں کی رائفلیں خریدتے اور نہ استعمال کرتے ہیں۔ اس موقعہ پر نمبروں کے تعین کا اصول بیان کرنا ناموزوں نہ ہوگا۔ یہ نمبر ۴ سے ۲۸ تک یہ سلسلہ مندرجہ ذیل مقرر ہیں۔ ۴ - ۸ - ۱۰ - ۱۲ - ۱۶ - ۲۰ - ۲۴ - ۲۸ - ان کے علاوہ اور نمبر کبھی رائج نہیں ہوا اگر کوئی کارخانہ بنائے تو اونکی ایجاد ہے۔ ان نمبروں کے تعین کا طریقہ ایک پاونڈ سیس کی گولیاں بنانے پر منحصر ہے اگر ایک پاونڈ سیس کی ایک مدور گولی بنائی جائے تو جس بندوق کی نال میں یہ گولی فٹ ہو (نہ پھنسے نہ ڈھیلی ہو) اس بندوق کو ایک بور کی بندوق کہنا چاہیے۔ نہ کوئی ایک پاونڈ وزن کی گولی چلانا ہے نہ ایک نمبر کی بندوق بنتی ہے۔ صرف اصول سمجھ میں آنے کے لیئے یہ لفظ لکھے گئے ہیں اب اگر ایسی ایک پاونڈ سیسہ کی چارہم وزن اور مدور گولیاں ڈہالی جائیں تو جس بندوق کی نال میں یہ گولیاں فٹ ہوں وہ چار نمبر کی بندوق ہے اس نمبر کی بندوقیں بنتی ہیں بالعموم مگر کشتی وغیرہ میں بڑی بڑی ندیوں یا ساحل سمندر کے قریب مرغابیوں کے غولوں پر فایر کرنے کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔ معمولی قوی الجثہ شکاریوں کے لئے بھی انکا وزن اور ریکایل سخت تکلیف دہ اور گران ہوگا۔ بقیہ بوروں کی بندوقیں بھی اسی اصول پر بنائی جاتی ہیں۔ اون کی گولی کے وزن کے لحاظ سے ان کے بور کا تعین ہوتا ہے سب سے بڑا رائج الوقت بور ۴ اور سب سے چھوٹا ۲۸ ہے نمبر چار بندوق میں پاونڈ بھر کی چار مدور گولیاں فٹ ہوتی ہیں۔ اور نمبر ۲۸ میں اسی وزن کی اٹھائیس گولیاں چار۔ آٹھ۔ ۱۰ نمبر کی بندوقیں اسمال گیم کے لئے غیر ضروری ہیں۔ بالعموم ۱۲ - ۱۶ - ۲۰ بور کی بندوقیں اسمال گیم کے لئے مستعمل ہیں رائفل یعنی گولی چلانے کے لئے مخصوص بندوقوں کی نال کا قطر انچ سے ناپا جاتا ہے ایک انچ کو ہزار حصوں پر تقسیم کرکے اوس سے گولی یا نال کے قطر کو ناپتے ہیں۔ رائفل کی گولی گول نہیں ہوتی بلکہ خاروں میں چکر کھانے کی غرض سے لمبی ہوتی ہے۔ گولی کا طول اور وزن بارود کی اس مقدار کے لحاظ سے رکھا جاتا ہے جو بندوق کے کارتوس میں بار کیجائے۔ اس نئے رائفلوں کا

بور معلوم کرنیکے لئے گولی کے وزن کا خیال نہیں کیا جاتا صرف قطر کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ کسور اعشاریہ کے لحاظ سے اعشاریہ ہی کے ہندسوں میں بور کا قطر بیان کیا جاتا ہے۔ از روے قاعدہ کسور اعشاریہ ایک انچ جب ہزار حصوں پر تقسیم کیا جائے تو اسی طرح لکھا جائے گا۔ ۱۰۰۰ ان ہزار حصوں میں سے جس قدر حصوں کی برابر گولی کا قطر ہو وہی رائفل کا بور ہے مثلاً ٥٠٠ = $\frac{500}{1000}$ کے اور $\frac{500}{1000} = \frac{1}{2}$ کے اس لئے ٥٠٠ اکسپرس کی گولی کا قطر نصف انچ ہے۔ ۲۵۰۔ رائفل کی گولی کا قطر $\frac{1}{4}$ انچ ہے علیٰ ہذا القیاس تمام رائفلوں کے نمبر تعین کرنے میں اون کی گولیوں کے قطر بیان کردے جاتے ہیں۔ یعنی انچ کے ہزار حصوں میں سے گولی کا قطر جس قدر حصوں کے برابر ہو وہی رائفل کا نمبر یا بور سمجھنا چاہئے۔ ہزار کا $\frac{1}{4}$ حصہ ۲۵۰ ہے۔ ۲۵۰ نمبر رائفل کی گولی کا قطر انچ کا $\frac{1}{4}$ ہوگا۔ اس زمانہ میں بالعموم رائفلیں ۲۲ سے ۵۷۷ تک بنائی جاتی ہیں حال میں ۶۰۰ نمبر کی رائفلیں بعض کارخانوں نے بنانی اور فروخت کرنی شروع کی ہیں مگر میرے دیکھنے میں نہیں آئی۔ رائفلوں کے عام بور یہ ہیں۔ ۔۲۲۰ ۔۲۵۰ ۔۲۵۶ ۔۲۸۰ ۔۳۰۰ ۔۳۵۵ ۔۳۰۳ ۔۴۰۵ ۔۳۱۸ ۔۳۲۰ ۔۳۳۳ ۔۳۳۰ ۔۳۷۵ ۔۴۰۰ ۔۴۰۱ ۔۴۵۰ ۔۴۷۵ ۔۴۶۵ ۔۴۷۰ ۔۵۰۰ ۔۵۷۷۔ ان میں سے ۲۲ سب میں چھوٹا اور ۵۷۷ سب میں بڑا بور ہے۔ ان کے علاوہ بھی مختلف کارخانے والے فیشن یا فروغ تجارت کی غرض سے نئے نئے بور کی رائفلیں بنا کر نہایت مبالغہ کے ساتھ ان کی تعریف و توصیف کے اشتہار دیتے رہتے ہیں۔ اس زمانہ کے اشتہار دینے والوں نے فیشن بلکہ تجارت سے فائدہ اوٹھانیکا ڈھنگ یہ اختیار کیا ہے کہ چھوٹے بور کی رائفل سے بڑا شکار مثل شیر گینڈے ارنا بھینسا اور ہاتھی وغیرہ مارنے میں بمقابلہ بڑے بور کے زیادہ آسانی ظاہر کرتے ہیں اور دعوے یہ کرتے ہیں کہ ان کی ایجاد کردہ چھوٹے بور کی رائفل وہی یا اس سے بہتر کام دیتی ہیں جو زمانہ سابق میں ۔۴۵۰ ۔۵۰۰ یا ۔۵۷۷ سے لیا جاتا تھا۔ کارڈائٹ کی ایجاد اور عام سائینس کی ترقی نے بے شک فن بندوق سازی کو بھی نمایاں طور پر رونق دیدی ہے

مگر یہ دعویٰ کہ چھوٹے بور کو بڑے بور پر ہر طرح تفوق و ترجیح حاصل ہوگی بڑے درجہ تک بندوق سازوں
اور بندوق فروشوں کی اغراض اور مبالغہ پر مبنی ہے یہ مسلم ہے کہ چھوٹے بور کی رائفل کی گولی میں
ٹریجکٹری کم ہوتی ہے یعنی گولی دور تک سیدھی جاتی ہے اور اس سبب سے زیادہ فاصلہ کے لئے
اوس کا دیدبان نہیں اٹھانا پڑتا - یہ بھی مان لیا گیا ہے کہ چھوٹی گولی میں گھسنے کی قوت زیادہ
(Penetration) ہے مگر یہ بھی مسلم ہے اور اس کے خلاف ثابت کرنا ممکن نہیں کہ
بڑے بور کی گولی کے مقابلہ میں چھوٹے بور کا شاک یا صدمہ پہنچانے کی قوت بہت کم ہوتی ہے
ہر بگ گیم کا شکار کرنیوالا اچھی طرح جانتا اور سمجھتا ہے کہ ٹریجکٹری کم ہونا یا پنیٹریشن زیادہ ہونا
بہ مقابلہ شاک زیادہ ہونے کے کوئی وقعت نہیں رکھتا - بگ گیم کو حاصل اور مغلوب کرنے کے لئے
سب میں زیادہ بکار آمد وصف اوس کا شاک یعنی صدمہ پہنچانے کی صفت ہے نشانہ لینے میں
آسانی حاصل ہوئی لیکن اگر جانور بے کار نہ ہو تو سب محنت اور وقت ضائع ہونے کے علاوہ بعض اوقات
خوفناک خطرات کا پیش آنا لازمی ہے - درندوں کے شکار میں اس کی بہت سی مثالیں پیش کیجائیں گی
انتخاب رائفل کے ضمن میں صرف اس قدر بیان کرنا کافی ہے کہ بڑے بور کی رائفل کو چھوٹے بور کی
رائفل پر ترجیح ہے الا اس صورت میں کہ صرف چرندوں اور چھوٹے پرندوں کا شکار منظور ہو اور
ایسے مقامات پر شکار کرنیکا ارادہ ہو کہ جہاں کسی خوفناک چرند یا درندسے دوچار ہونیکا امکان
ہی نہو - اس آخر الذکر صورت میں تو بے شک بڑی رائفل کا بوجھ اٹھانا غیر ضروری ہے مگر جہاں
مختلف اقسام کا بگ گیم ملنے کا امکان ہو وہاں کے لئے صرف چھوٹی بور کی رائفل ناکافی بلکہ
اندیشہ ناک ہے - تیس سال کے تجربہ بندوقوں کے استعمال اور بہت سی جانوں کا خون سر پر
لینے کے بعد یہ امر نہایت وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ کوئی چھوٹے بور کی بندوق ۲۲ء سے
لیکر ۳۵۵ء تک خواہ اوس میں کارڈائٹ بھرا ہو یا اوس سے بھی کوئی بہتر چیز بڑے بور کی بندوق
یعنی ۵۰۰ء اور ۵۷۷ء کا مقابلہ بہ لحاظ عام طور پر بہ کار آمد ہونے اور بہ لحاظ خطرے کے وقت
کام آنے کے نہیں کر سکتی - البتہ شرط یہ ہے کہ دونوں بندوقیں ایک ہی وضع اور ایک ہی کارخانہ کی

بنی ہوئی ہوں۔ ایک اور زیادہ اہم یاد رکھنے کے قابل امر جو سالہا سال تک مختلف بوروں کی بندوق سے شکار کھیلنے پر مبنی ہے اس بحث کی نسبت بیان کرنا لازمی ہے وہ یہ کہ چھوٹے بور کی بندوق سے شکار کرنے کی صورت میں ۲۰ سے ۳۰ فیصدی تک جانور زخمی ہو کر نکل جاتے ہیں بخلاف اس کے بڑے بور کی بندوق سے شکار کرنے میں زخمیوں کے گم ہونے کا اوسط دس فیصدی سے زیادہ نہیں پڑتا خلاصہ یہ ہے کہ عام طور پر ہر قسم کا شکار کھیلنے کے لئے اسمال گیم کے واسطے ۱۲ نمبر کی اور بگ گیم کے واسطے ۵۰۰۔ اکسپرس سب میں زیادہ مناسب و موزوں بندوقیں ہیں۔ بور^۱۔ کارخانہ^۲۔ جسمانی^۳ موزونیت کے متعلق رائے قایم کرنے کے بعد چوتھا سوال قیمت کا ہے یہ ہر شخص کی استطاعت اور شوق پر منحصر ہے۔ صرف یہ یاد رکھنا چاہئے کہ گراں بحکمت ارزاں بہ علت اگر کسی قدر محنت اور تلاش کیجائے تو عمدہ عمدہ بندوقیں سکنڈ ہینڈ ہونے کی وجہ سے ارزاں قیمت پر مل سکتی ہیں۔ سکنڈ ہینڈ سے مراد پرانی اور بیکار نہیں ہے بلکہ وہ اشیاء جو پہلی بار دوکان سے خریدی جاچکی ہوں اور دوبارہ فروخت ہو رہی ہوں خواہ وہ استعمال بھی ہوئی ہوں سکنڈ ہینڈ میں شامل ہیں۔ چنانچہ یورپ کے امرا اور شوقین صرف فیشن بدلجانے کی بنا پر تقریباً نئی اور صرف چند بار کی مستعملہ بندوقوں کو سوداگروں کے ذریعہ سے یا اشتہار دیکر بہت کم قیمت پر فروخت کر ڈالتے ہیں۔ ان چار ضروری مسایل (یعنی^۱ بندوق کی موزونیت شکاری کی جسمانی ساخت کا لحاظ بندوق^۲ کی ساخت کارخانہ یا میکر کے لحاظ سے بندوق^۳ کے بور۔ بندوق^۴ کی قیمت کی نسبتہ معلومات حاصل ہونے کے بعد ضروری اور ابتدائی مراحل طے ہو جاتے ہیں۔ مختلف اقسام کی بندوقوں کی خوبیاں یا نقایص کی نسبتہ بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے نیز نہایت وسیع معلومات کا ذخیرہ انگریزی کتابوں سے دستیاب ہو سکتا ہے لیکن ان طول اور سنٹیفک مضامین کو جو فن بندوق سازی سے مخصوص ہیں اس مختصر کتاب میں جگہ دینا ناموزوں ہے۔ انتخاب بندوق کے متعلق تین اور ضروری مسایل کا تصفیہ باقی ہے۔

(۱) بندوق چوک بور ہو یا سلنڈر بور۔

(۲) ہمیرگن ہو یا ہمیرلس

(۳) بریچ کا ایکشن کیا ہو۔ ان کی نسبتہ ممکنہ اختصار کے ساتھ میں اپنی وہ رائے بیان کرتا ہوں جو تجربہ پر مبنی ہے اور جس کی تائید اکثر یوربین مصنفین اور شکاریوں نے کی ہے۔

(۱) جن نالوں کے سوراخ یا بور کا قطر ایک سرے سے دوسرے تک (بریچ سے منزل تک) یکساں ہوتا ہے اونکو سلنڈر بور کہتے ہیں۔ بخلاف اس کے جن نالوں کا قطر بریچ سے قریب زیادہ اور منزل کے قریب مقابلتاً خفیف درجہ تک کم ہوتا ہے اونکو چوک بور کہتے ہیں۔ سلنڈر بور سے چھرے زیادہ پھیلتے ہیں۔ چوک بور سے چھرے سمٹ کر نکلتے اور بمقابلہ سلنڈر کے کم پھیلتے ہیں مگر خفیف سا توڑ زیادہ کرتے ہیں۔ اس امر کی نسبتہ کہ ان دونوں قسم کے بور میں سے کسکو ترجیح حاصل ہے شکار دوست مصنفین نے طول وطویل مباحث کئے ہیں۔ ہر فریق اپنی رائے کی تائید میں سائنس کے اصول پیش کرتا ہے مگر عملی طریقہ اور ان نتائج کا خلاصہ جو تجربہ اور مشاہدے سے حاصل ہوں یہ ہیں۔ سلنڈر بور ۴۰ گز پر تیس انچ قطر کے دائرہ کی شکل میں چھروں کو پھینکتی ہے معمولی ۹۵ کاغذ کے تختوں میں سوراخ کر دیتے ہیں۔ چوک بور ۴۰ گز پر چھروں کو ۲۶ انچ قطر کے دائرہ کی شکل میں پھینکتی ہے ۱۰۰ معمولی کاغذ کے تختوں میں سوراخ کر دیتے ہیں۔ فیصلہ طلب امر یہ ہے کہ چھروں کا تیس انچ والا دائرہ شکار کے لئے زیادہ مفید ہے یا ۲۲ انچ کا۔ اسی طرح ۹۰ کاغذوں میں سوراخ کرنا بہتر ہے یا ۱۰۰ کاغذوں میں یہ تجربہ کیا گیا اور ثابت ہے کہ پرند جس کا شکار کیا جاتا ہے ۱۰۰ تختوں میں سوراخ کرنیوالی بندوق کے صدمہ سے بھی اسی طرح مرتا ہے جس طرح ۹۰ میں سوراخ کرنیوالی سے یعنی چوک بور کا خفیف سا زیادہ توڑ شکار پر وہی اثر رکھتا ہے جو سلنڈر بور کا توڑ۔ جانور دونوں سے یکساں متاثر ہوتے ہیں۔ البتہ چھروں کی چادر کے دائرہ کا قطر کم ہونے سے دائرہ کے ہر طرف چار انچ چھوٹ جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس حصہ میں جو پرند ہوگا وہ فایر سے بچ جائے گا۔ ایسی صورت میں چوک کو سلنڈر پر ترجیح نہیں دی جاسکتی سلنڈر بور کو چوک پر اس امکان کی بنا پر کہ اس سے زیادہ پرند مارے جاسکتے ہیں تفوق و ترجیح حاصل ہے علاوہ بریں چوک بور کا بڑا نقص یہ ہے کہ اوس سے سوائے پیٹنٹ گولیوں کے

معمولی گولی نہیں چلائی جا سکتی۔ بخلاف اس کے سلنڈر بور سے شکاری کبھی کبھی گولی کی بندوق کا کام لیتے اور بگ گیم پر بھی اگر موقع مل جائے تو ۱۲ بور کی گولی جھونک دیتے ہیں۔ (شیر کے شکار کے قصوں میں اس کا ذکر ہے)

(۲) ہمبر گن وہ ہے جس کے گھوڑے باہر نظر آتے اور ہاتھ سے چڑھ جاتے ہیں۔
ہیمرلس گن وہ ہے جس میں گھوڑے نہیں ہوتے۔ اندر کی کمانی کے دباؤ سے بریچ کھولتے وقت خود بخود فایر کرنے والا پن پیچھے ہٹ جاتا ہے اور ٹریگر دبانے سے کارتوس کی کیپ کو توڑ دیتا ہے ہیمرلس میں گھوڑے نہ ہوتے ہیں۔ نہ نظر آتے ہیں نہ ہاتھ سے چڑھانے پڑتے ہیں۔ حقیقت میں آرام کی چیز ہے مگر اوس کے پرزے پیچیدہ ہوتے ہیں۔ اگر اتفاق سے خراب ہو جائے تو ہر جگہ اوس کے بنانے والے کاریگر نہیں مل سکتے۔ کلکتہ۔ بمبئی وغیرہ کے کارخانوں کو بھیجنی پڑتی ہے صرف اسی ایک تجربہ کی بنا پر میں ہر شکاری کو مشورہ دونگا کہ گھوڑے دار یعنی ہمبر گن رکھیے ہیمرلس کی دو قسمیں ہیں ایک ایجکٹر جو کارتوس کو بریچ کھولتے وقت خود باہر نکال کر پھینک دیتی ہے۔ دوسری نان ایجکٹر یعنی اس کے کارتوس ہاتھ سے نکالنے پڑتے ہیں ایجکٹر کے پرزے اور بھی زیادہ پیچیدہ ہوتے ہیں۔ اس لئے اوس کا خریدنا جنگل میں جانے اور شکار کھیلنے والوں کے لئے محض دردسری ہے۔ یہ بندوقیں یورپ اور اہل یورپ کے لئے موزوں ہیں جہاں ہر جگہ ان کو درست کرنے والے دستیاب ہو سکتے ہیں۔

(۳) ایکشن یعنی بریچ کھولنے کا طریقہ۔ ایکشن کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ انڈر لیور ایکشن اسکا لیور ٹریگر گارڈ کے گرد اور اس سے متصل ہوتا ہے۔ لیور کو داہنی طرف ہٹانے سے بریچ کھل جاتا ہے۔ ٹاپ لیور ایکشن۔ اس کا لیور اوپر کے طرف دونوں گھوڑوں کے درمیان میں ہوتا ہے سائڈ لیور ایکشن۔ اس کا لیور کندے کے پہلو پر ہوتا ہے ہنری مارٹینی ایکشن اس کا لیور انڈر لیور ایکشن کی طرح نیچے کے طرف مگر ٹریگر گارڈ کے پیچھے ہوتا ہے نیچے کی طرف دبانے سے بریچ کھلتی ہے۔ بولٹ ایکشن اسکا لیور کندے کے اوپر اور داہنی جانب ایک

چھوٹے لٹو کی شکل میں ہوتا ہے۔ اس کو اوپر کیطرف ہاتھ کی ہتیلی سے اوٹھانے اور بولٹ کے پلٹ جانے کے بعد پیچھے کی طرف بولٹ کھینچنے سے بریچ کھل جاتی ہے۔ ہنری مارٹینی اور بولٹ ایکشن یہ دونوں ایک ضربی بندوقوں کے لئے مخصوص ہیں۔ لیکن انڈر لیور۔ ٹاپ لیور اور سایڈ لیور ایکشن دو ضربی اور یکضربی دونوں بندوقوں میں مستعمل ہیں۔ ایکشن کی مضبوطی اور قابل اعتبار ہونا (یعنی فایر کے وقت بریچ کے کھل جانے کا اندیشہ نہ ہونا) بڑے درجہ تک اون پرزوں پر منحصر ہے جو نال اور کندے کو باہم مضبوط رکھنے کے لئے بندوق میں لگائے گئے ہوں۔ یہ بہت قسموں کے ہوتے ہیں۔ ان کی تفصیل فن بندوق سازی سے متعلق ہے اوس کے بیان کی یہاں ضرورت نہیں۔ انتخاب کے وقت یہ دیکھ لینا چاہئے کہ ان پرزوں کی گرفت اچھی ہو۔ پارلاک یا انسن ڈیلی کا ڈول ہیڈ یہ دونوں پرزے صرف دو ضربی بریچ میں لگائے جاسکتے ہیں۔ اور سب میں زیادہ قابل اعتبار سمجھے جاتے ہیں۔ چونکہ مجھکو کبھی یہ اتفاق کہ فایر کے وقت بریچ کھل جائے دیکھنے اور سننے کا موقع نہیں ہوا اس لئے میں مضبوطی کے لحاظ سے اسکا تجسس و تحقیق غیر ضروری خیال کرتا ہوں۔ البتہ اس امر کی جانچ کرلینا کافی ہے کہ ایکشن ہلتا نہ ہو اور اسیقدر گھسا ہوا بھی نہو کہ دیکھنے سے فرسودگی کے آثار نمایاں ہوں۔ ایسا ہتھیار ہر حالت میں اندیشہ ناک ہے احتیاط مندرجہ بالا کو ملحوظ خاطر رکھنے کے بعد جو ایکشن خوبصورت معلوم ہو اوسی ایکشن کی بندوق کا انتخاب مناسب ہے۔ میری ذاتی رائے یہ بھی ہے کہ دو ضربی کے لئے ٹاپ لیور اور ایک ضربی کے لئے بولٹ ایکشن بہتر اور آرام دہ ہیں صاف کرنے میں آسانی کے لحاظ سے انڈر لیور کو ٹاپ لیور پر ترجیح ہے انتخاب کے ضمن میں ایک واقعہ یہ بھی قابل بیان ہے کہ بندوق پر عمدہ نقش و نگار بندوق کے قیمتی ہونے اور عمدگی کی علامت ہے وجہ یہ ہے کہ فولاد اور نہایت سخت فولاد بندوق کی نال بنانے میں استعمال کیا جاتا ہے اسی قدر سخت فولاد پر نقش و نگار کرنے کے لئے کس قدر قیمتی آلات کی ضرورت ہوتی ہوگی۔ بغیر اس یقین کے

کہ بندوق کی اچھی اور کافی قیمت وصول ہوگی کوئی کارخانہ گلکاری کی محنت اور مصارف برداشت نہیں کرتا بندوق اگر اپنی دیگر صفات کے لحاظ سے عمدہ اور قابل اطمینان ہو تو محض نقش ونگار کیوجہ سے گراں قیمت پر فروخت نہیں ہوسکتی اسی لئے صرف اعلیٰ درجہ کے ہتھیار جن سے بڑی بڑی قیمتیں وصول ہونے کا یقین ہو نقش ونگار سے مرصع اور مزین کئے جاتے ہیں۔ ایک صاحب نے ٹوائی گن سے معلوم کرکے مسرز ویسٹلی رچارڈ وا لنڈن کو لکھا کہ اونکی ضروریات کے موافق فرمایشی بندوق تیار کرنے کا تخمینہ بھیجیں۔ اس تخمینہ میں ۵۰ پاونڈ سادی اور ۶۰ پاونڈ نقش ونگار والی بندوق کے چارج کئے گئے۔ نقش ونگار کے علاوہ بندوق کے انتخاب میں فولاد کی نوعیت پر بھی نظر ڈالنی چاہئے۔ جن صاحبین کو فولاد کی نسبتہ کافی معلومات یا شناخت کا ملکہ ہو وہ کارخانہ کے اعتبار پر اس کام کو محول کردیں ولایت سے جو بندوقیں بنکر آتی ہیں اون کا فولاد مضبوطی اور پرشیر برداشت کرنے کے لحاظ سے بالعموم دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک سادہ یعنی بغیر نشانات یا بغیر جوہر کا دوسرا ڈیمس کس دیا تکس اسٹیل اوس فولاد کو کہتے ہیں جس میں مختلف صورتوں کے نشانات نظر آتے ہیں اس کو ہماری اصطلاح میں جوہر دار فولاد کہتے ہیں۔ بہترین جوہر دار فولاد پہلے زمانہ میں دمشق سے تیار ہوکر یورپ کو بکثرت جاتا تھا۔ اسی وجہ سے آج تک اوس کا نام دمشقی فولاد ہے حالانکہ اوس کی ساخت اور تیاری یورپ ہی میں ہوتی ہے۔ دوسرے قسم کے فولاد نشانات سے معرا ہوتے ہیں۔ ان کی ساخت کے مختلف طریقے ہیں۔ جن کا ذکر یہاں غیر ضروری ہے۔

عمدہ قسم کے چند سادے فولاد یہ ہیں۔

فلوئیڈ اسٹیل۔ وہ فولاد جو پگھلا کر بنایا جاتا ہے۔

پریسڈ " ۔ وہ فولاد جو کوٹکر بنایا جاتا ہے۔

وہیٹ مارک اسٹیل۔ وہ فولاد جس پر گیہوں کے خوشہ کا نشان ہوتا ہے۔

جوہردار اسٹیل بے شک بہت خوبصورت معلوم ہوتا ہے مگر اس خوبی کے علاوہ اس میں کوئی اور صفت ایسی نہیں ہوتی کہ اس کو سادے پر ترجیح دی جائے۔ پریشر یا بارود کا زور سنبھالنے کا مادہ بھی دونوں میں مساوی ہے مگر ڈمس کس اکثر لچک دار اور نرم ہوتا ہے ایک چشم دید واقعہ اس کی نرمی کے ثبوت میں درج ذیل کیا جاتا ہے میرے عزیز ترین دوست نواب اسلام احمد خان صاحب کے تایا نواب اسد اللہ خاں صاحب مرحوم کے پاس جوہر دار فولاد کی ایک دونالی سنٹرل لوڈر والیل تھی گولی لوڈ کئے جانے کے بعد ہنوز فایر کا موقع نہ آیا تھا کہ اتفاقاً یہ بندوق نواب صاحب مرحوم یا کسی بچے کے ہاتھ سے گر گئی اور گرنے کا اثر یہ ہوا کہ وسط نال میں تقریباً نصف انچ قطر کا گڑھا پڑ گیا یہ گڑھا نال کے قطر کا تقریباً ⅓ یا ¼ حصہ کے برابر گہرا تھا۔ کسی طرح امید نہیں کی جا سکتی تھی کہ گولی کے راستہ میں اس قدر رکاوٹ پیدا ہو جانے کے بعد گولی نال میں سے نکالی جا سکے۔ اگر بندوق لوڈ نہ ہوتی تو گولی نال کو گرم کر کے پگھلائی جا سکتی تھی مگر بارود کی وجہ سے یہ آسان کام نہ تھا۔ ناچار بندوق کو ایک درخت سے باندھ کر دور سے بذریعہ ڈوری کے ٹریگر کھینچ لیا گیا۔ بندوق فایر ہو گئی۔ درخت سے کھول کر دیکھا تو بندوق کی نال بالکل سیدھی ہو گئی تھی۔ کسی قسم کی کوئی مضرت نال کو نہیں پہنچی۔ یہ فولاد کے نرم ہونے کا بڑا ثبوت ہے میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ سادے فولاد کی نال کا کیا حال ہوتا۔ چونکہ سادی اور جوہردار فولاد کی مضبوطی اور پریشر برداشت کرنے کی صفت کے لحاظ سے نہایت کم فرق ہوتا ہے اس لئے انتخاب بندوق میں خریدار کو اپنی پسند کے موافق عمل کرنا چاہئے۔ رہا یہ امر کہ بندوق عمدہ فولاد کی ہونی چاہئے عمدہ کارخانے کے اعتبار پر چھوڑ دینا مناسب ہے۔ انتخاب بندوق کے متعلق ایک اور نہایت مفید اصول درج کیا جاتا ہے اور اس پر توجہ کرنے سے ذاتی حفاظت کے علاوہ ہتھیار پر کافی بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ بندوق کے اوصاف کے ساتھ برٹش گورنمنٹ کے حسن انتظام اور بیدار مغزی کی تعریف و توصیف میں قصیدہ لکھنا غیر موزوں ہے۔

لیکن اس سلسلہ میں اس قدر رکھنا لازمی ہے کہ روئے زمین کی کسی سلطنت میں انسان کی جان کی حفاظت کا ایسا انتظام نہیں ہے جیسا انگلستان میں تمام انتظامات و خوبیاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں بندوق سازی اور بندوق فروشی کے متعلق جانچ پڑتال اور آزمایش کے لئے جو قاعدے اور قانون جاری ہیں وہ کسی ملک حتیٰ کہ امریکہ اور جرمنی میں بھی باآنکہ وہ نہایت مہذب سائینس داں ممالک سمجھے جاتے ہیں۔ موجود نہیں پائے جاتے اس کی تفصیل یہ ہے کہ انگلستان میں کوئی بندوق پبلک میں فروخت نہیں کی جا سکتی جبتک گورنمنٹ کے کارخانہ میں اس کی پایداری اور خطرہ سے محفوظ ہونے کی آزمائش نہ ہوئے۔ یہ کارخانہ اسی کام کے لئے مخصوص ہے۔ آزمایش کا طریقہ یہ ہے کہ ہر بندوق جو فروخت کے لئے تیار کیجائے۔ اوس کا آزمایش کی غرض سے کارخانہ مذکور کو پہنچنا لازمی ہے۔ ہر بندوق کی نال کی نسبتہ بندوق ساز کے لئے ظاہر کرنا بھی لازمی ہے کہ کسقدر بارود فایر کرنے کی غرض سے یہ نال موزوں بنائی گئی ہے۔ کارخانہ کے عہدہ دار خود اس فن کے ماہر ہیں اور صرف دیکھ کر معلوم کر سکتے ہیں کہ کسقدر بارود بالعموم کس نال سے فایر کی جائے گی۔ فرض کیجئے کہ بندوق ساز نے چار ڈرام بارود کا پریشر برداشت کرنے کی قوت کا اظہار کیا اور عہدہ داران کارخانہ نے اسکو تسلیم کرلیا۔ آپ حسب قواعد آزمایش اس نال میں دہ گنا یعنی ۴۰ ڈرام بارود بھر کر یہ بندوق ایک لوہے کی میز میں جڑ دی جائے گی۔ یہ میز لوہے کی دیواروں کے کمرے میں رکھی ہوئی ہے اس بندوق کی لبلبی میں زنجیر باندھ کر اور کمرے کا دروازہ بند کرکے بندوق فایر کردی جائے گی دہ گونہ بارود فایر کرنے کے بعد اگر نال سلامت رہی اور اس میں کوئی نقص نہیں پیدا ہوا تو وہ آزمایش میں پوری اوتری اوس پر گورمنٹ پروف مارک (یعنی امتحان میں پاس ہونیکا نشان کندہ کر دیا جاتا ہے۔ ہر بندوق پر جو انگلستان کی بنی ہوئی ہو۔ یہ نشان جس کی شکل یہ ہے کندہ کیا ہوا ہوتا ہے) اگر بندوق کی نال دہ گونہ بارود کے پریشر کو برداشت نہ کر سکی تو یا نال پھٹ جاتی ہے یا ٹیڑھی ہو جاتی ہے یا کوئی اور نقص پیدا ہو جاتا ہے یہ ناقص نالیں بندوق ساز کو

بغیر پروف مارک کندہ کرنے کے واپس کر دی جاتی ہیں۔ پہلا پروف (امتحان) قانوناً لازمی ہے اس کے علاوہ بندوق ساز کی خواہش پر اس کارخانہ میں اور صفات کا بھی امتحان کیا جاتا ہے مثلاً صحیح نشانہ رائفلوں کا سائٹنگ وغیرہ مگر یہ امتحانات لازمی نہیں ہیں۔ ہر امتحان کی فیس ایک گنی ہے عمومی بندوقوں کو جن کی قیمت زیادہ نہ ہو صرف ایک لازمی امتحان پاس کرنا ہوتا ہے لیکن اعلیٰ درجہ کی بندوقوں کو بندوق ساز نرخ بالا کن کرارزانی ہنوز کے اصول پر کئی کئی مرتبہ امتحان میں شریک اور مختلف پروف مارکس اون پر کندہ کراتے ہیں۔ محض فروغ تجارت اور قدر قیمت بڑھانے کی غرض سے امریکہ کے تجار بھی اب انگلستان کو پروف اور پروف مارک حاصل کرنے کے لئے اپنی بندوقیں بھیجنے لگے ہیں۔ بہرصورت پروف مارک حفاظت کا تمغہ ہے۔ اس نشان کو خریدتے وقت نال کی پشت پر بریچ کے پاس دیکھ لینا چاہئے۔ بریچ کے قریب ہی اوس حصہ پر جو کندے کے اگلے اور کا دوم حصہ سے ڈھکا ہوا رہتا ہے۔ نائٹرو پروف اون نالوں پر کندہ ہوتا ہے۔ جن سے سپید بارود چلانا ممکن ہے۔ اور جن کا اس کی نسبت امتحان ہو چکا ہے۔ اسی جگہ کے قریب چوک بور نالوں یا نال پر لفظ چوک لکھا ہوتا ہے۔ بعض دو ضربی بندوقوں میں ایک نال سلنڈر اور ایک چوک بور ہوتی ہے۔

سامان اور ضروریات شکار میں بندوق کو بہ لحاظ اہمیت سب پر تفوق حاصل ہے اوس کے بعد کارتوسوں کا نمبر ہے اس کی نسبت بھی نہایت مختصر طور پر چند ضروری باتیں درج کی جاتی ہیں۔ اگر تجربہ ہو تو چھرے کے کارتوس سیاہ بارودوں سے خود تیار کرنا بازار سے خریدنے کے مقابلہ میں زیادہ مناسب ہے بازار والے نفع کمانے کی غرض سے ارزاں قسم کا سامان استعمال کرتے ہیں۔ دوسرے بارود اور چھرے کا وزن ہمیشہ ایک مقررہ مقدار کے موافق ہوتا ہے شخصی مقامی اور موسمی ضروریات کا نہ وہ لحاظ کر سکتے ہیں۔ اور نہ جب تک خاص طور پر کثیر المقدار کارتوسوں کی فرمائش نہ کی جائے۔ یہ ضرورتیں اون کو معلوم ہو سکتی ہیں۔ تیسرا اور زیادہ اہم

یہ ہے کہ یہ معلوم کرنا کارتوس کسقدر مدت کے بھرے ہوئے ہیں۔ ناممکن ہے۔ محض اعتبار پر خریدنے پڑتے ہیں۔ نئے بھرے ہوئے اور کئی سال کے پرانے کارتوسوں کی قوت یکسانی اور پیٹرن میں بین فرق ہوتا ہے۔

نوٹ:۔ یکسانی سے مراد نشانہ کی یکسانی ہے۔ یعنی اگر ایک کارتوس فرض کرلیا جائے ۲۰۰ پاونڈ کی قوت کے ساتھہ چالیس گز پر چھرے پھینکتا ہے تو دوسرے کارتوس سے بھی یہی اور اسی درجہ تک اثر کی امید ہونی چاہیئے۔ پرانے کارتوسوں کی یکسانی اس وجہ سے کہ مختلف موسموں میں اور مختلف حالتوں میں رہنے کے اثرات بھی مختلف ہونے ہیں قایم نہیں رہتی۔

پیٹرن جب بارود کے مشتعل ہونے کے بعد چھرے بندوق کی نال سے نکلتے ہیں۔ تو اس طرح پھیلنے چاہیں کہ اون کی چادر کے درمیان میں خلو نہ باقی رہے یہ نہونا چاہیئے کہ کچھ ایک طرف کچھ دوسری طرف پھیل جائیں ذیل کے دو نمونوں سے یہ اچھی طرح سمجھہ میں آ جائیگا
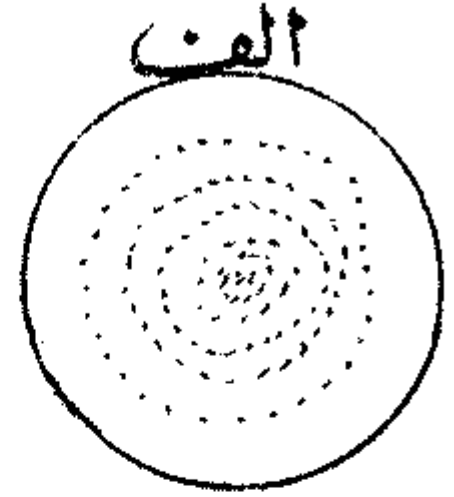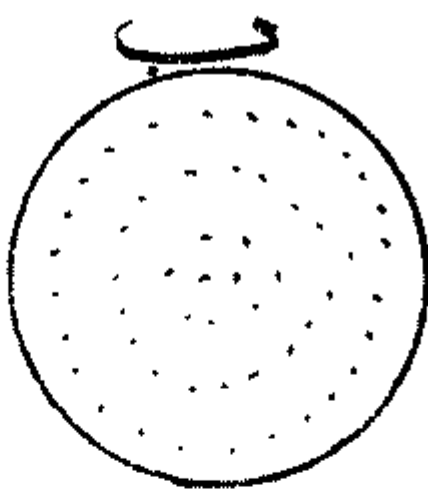
الف۔ عمدہ پیٹرن ہے اس سے شکار بچ نہیں سکتا۔ **ب** = برا اور ناقص پیٹرن ہے۔ اگر وہ پرند جس پر نشانہ لیا گیا ہے اوس مقام پر ہو جہاں چھرے نہیں نظر آرہے ہیں۔ یا تو اوس کے گرد وپیش چھرے گریں گے مگر وہ خود خراب پیٹرن کیوجہ سے محفوظ رہیگا۔ بندوق کا پیٹرن یعنی اوس سے فایر کئے ہوئے چھروں کا پھیلاؤ منحصر ہے کارتوس کی عمدگی پر کارتوس کی عمدگی منحصر ہے اچھی بارود پر عمدہ ویڈ پر اور اوس طریقہ پر جو کارتوس بھرتے وقت کام میں

لایا گیا ہو۔ پرانے کارتوسوں کے پیٹرن بالعموم نئے اور اپنے ہاتھ سے بھرے ہوئے کارتوسوں کے پیٹرن کا مقابلہ نہیں کرتے ۔ چھرے کم از کم تیس انچ قطر کے دائرہ میں پھیلنے چاہیں۔ اپنے ہاتھ سے کارتوس بھرنے کے لئے چند ضروری امور کا معلوم ہونا لازمی ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) بارود کونسی استعمال کی جائے۔

(۲) کس قسم کے ویڈ یا ڈیفر کام میں لائے جائیں۔

(۳) چھرے کون سے بہتر ہوتے ہیں۔

(۴) پریشر کسقدر ہو اور اوس کے معلوم کرنے کا صحیح طریقہ کیا ہے۔

(۱) بارود بہت سی قسموں کی ہوتی ہے لیکن اس موقعہ پر سیاہ اور سپید یا اسموک لس یعنی وہ بارود جس سے دھواں نہیں پیدا ہوتا اور کارڈائٹ کا ذکر کافی ہے بعض شکاری سیاہ بارود کو سپید پر ترجیح دیتے ہیں۔ اون کی بڑی دلیل یہ ہے کہ سیاہ بارود سالہا سال تک رکھی رہنے اور بے احتیاطی کے ساتھ پڑی رہنے کے بعد بھی خراب نہیں ہوتی ۔ اس کے ثبوت میں قدیم بارود خانوں کے واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔ اکثر قدیم قلعوں میں زمانہ سابق یعنی سو دو سو سال کے بارود خانہ موجود تھے ۔ اون کی بارود حالانکہ زمین پر ڈھیر کی صورت میں پڑی ہوئی نمی سے باہم پیوست ہو کر سخت پتھر کی طرح جم گئی تھی پھر بھی آگ یا چوروں کی کدالی کی ضرب سے مشتعل ہو گئی اور متعدد جانیں تلف ہوئیں حقیقت میں سیاہ بارود کا بڑا وصف ہے گر فریق ثانی یعنی سپید بارود کے جانبدار شکاریوں کا یہ جواب ہے کہ شکار دوست صاحبوں کو عرصہ دراز تک کارتوس جمع کرکے رکھنے کی کیا ضرورت ہے ۔

سپید بارود کے حامی سیاہ بارود پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اوس کے دہوئیں کی وجہ سے دوسرا فایر کرنا نا ممکن ہو جاتا ہے اس کا کوئی جواب نہیں ہے ۔

مختصر یہ ہے کہ یہ بحث بہت طول وطویل ہے یورپین مصنفین نے فن بارود سازی کے سائنٹیفک پہلو کو مد نظر رکھ کر اس پر سینکڑوں صفحے رنگے ہیں۔ گر شکاری کو ان جھگڑوں

اور مباحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ شکار میں سہولت کے لحاظ سے اور تجربہ کی بنا پر یہ وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اسمال گیم کے لئے سپید بارود قابل ترجیح ہے کارڈائٹ یہ نہ بازار میں ملتی ہے نہ چھرے کی بندوقوں کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ اور نہ ہاتھ سے بھری جا سکتی ہے ایک یورپین مصنف شکاری کا مقولہ ہے کہ خودکشی کا سہل طریقہ کارڈائٹ کے کارتوس بھرنا ہے۔"

سپید بارودیں کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی قوت یا نقائص اور خوبیوں کی تفصیل غیر ضروری ہے صرف اس قدر بیان کرنا کافی ہے کہ ان میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ البتہ خریدتے وقت اس امر کی جانچ کرلینی چاہئیے کہ بارود کے ڈبے بہت دن کے رکھے ہوئے اور پرانے نہوں۔ چھوٹے دوکانداروں کا مال کم بکتا ہے اس لئے اون کے پاس تازہ مال ملنا مشکل ہے۔

اپنے سامنے اگر کارتوس لوڈ کرانے منظور ہوں تو سیاہ و سپید دونوں قسم کی باروددوں اور چھروں کے اوزان معلوم ہونے کی غرض سے دو نقشے پیش کئے جاتے ہیں۔ ان سے معلوم ہوسکے گا کہ بارہ بول اور بیس نمبر کی بندوقوں میں کسقدر بارود اور کسقدر چھروں کا وزن مناسب ہے۔ کارتوس لوڈ کرنے میں یہ امر پیش نظر رکھنا چاہئیے کہ جن بندوقوں پر کارڈائٹ یا نائیٹرو پروف نہ کندہ ہو یا جن کی نسبت یہ معلوم ہو جائے کہ نائیٹرو پروف نہیں ہیں۔ اون میں سپید بارود نہ چلانی چاہئیے۔ سپید بارود۔ شورے اور گندھک کے تیزاب سے بنائی جاتی ہے اور اس کی قوت سیاہ بارود کے مقابلہ میں زیادہ ہوتی ہے اس لئے اوس کی ایجاد کے بعد سے یہ مستلزم گردانا گیا ہے کہ فروخت ہونے سے قبل جانچ اس امر کے متعلق کرلیجائے کہ وہ نائیٹرو کمپانڈ باروددوں کے پریشر کو برداشت کرسکتی ہیں یا نہیں۔ اگر معمولی فولاد یا پرانی بندوقوں سے جن کی نالوں کا خصوصیت کے ساتھ اس تیزابی بارود کے لئے امتحان نہ کیا گیا ہو یا سپید بارود یا کارڈائٹ فایر کیجائے۔ تو نال کے پھٹ جانے کا قوی اندیشہ ہے

لوڈ کرنے میں اس کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ وہ بندوق جس سے کارتوس فایر کئے جائیں گے زیادہ وزن کی ہے یا ہلکی چھوٹی نال کی ہے یا لمبی نال کی۔ اوسط وزن چھرے کی دو نالی بندوق کا ۶½ پاونڈ ہے اس سے کم وزن کی ہلکی اور زیادہ وزن کی بھاری بندوق سمجھی جائے گی۔ اوسطاً اسی طرح طول نال کا ۳۰ انچ ہے۔ ۲۶ اور ۲۸ انچ کی نال چھوٹی نالوں میں اور ۳۲ و ۳۴ و ۳۶ انچ طول کی نال لمبی نالوں میں شمار کی جائے گی۔ لوڈ کرنے میں اس امر کا بطور ایک ہدایت کے لحاظ رکھنا چاہئے کہ وزنی اور لمبی نالوں میں زیادہ بارود اور ہلکی اور چھوٹی نالوں میں کم بارود بار کرنا مناسب طریقہ ہے۔ زیادہ وزن کی بندوق کی نال کی دبازت اور اس کا وزن بارود کے زیادہ پریشر کو برداشت کر سکتا ہے۔ ہلکی بندوق کی نال کا باریک ہونا ضروری اور اس پر زیادہ بار ڈالنا نامناسب ہے۔ نیز یہ مقابلتاً لمبی اور وزنی نال کے فایر کے وقت بارود کے زور سے چھوٹی اور ہلکی نال کے اوپر اوٹھ جانے کا زیادہ امکان واحتمال ہے۔

سیاہ بارودوں میں مسرز کرٹس اینڈ ہاروی کی FFF یا نمبر ۶ سنائپ برینڈ چھرے کی بندوقوں کے لئے تجربہ سے بہترین ثابت ہوئی ہیں۔

سیاہ بارود لوڈ کرنے کا تختہ یہ ہے۔

نقشہ نمبر ۱	چھرے کا وزن	بارود کا وزن	کارتوس کا وزن	نمبر
اس نقشہ میں جو اوزان درج کئے گئے ہیں بالعموم متوسط الجثہ	اونس	ڈرام	انچ	
شکاریوں کے لئے موزوں ہیں۔ قوی حضرات کے لئے یا	۱ ¾	۳ ½	۲ ⅝	۱۰
ایسے شکاری جو اپنی مشاقی یا عمدہ بندوق کے بھروسہ پر	۱ ½	۳ ¾	۳	۱۲
زیادہ بارود فایر کرنا چاہیں وہ خفیف کم وبیشی کر سکتے ہیں	۱ ¼	۳ ¼	۲ ¾	۱۲

مثلاً بجائے ۳ ڈرام بارود کے ۳ ۱/۴ یا حد ۳ ۱/۲ تک لوڈ کرنا خوفناک نہیں ہے مگر اس سے زیادہ لوڈ کرنا غلطی ہے اگر یہ منظور ہو کہ چھرے دور تک توڑ کریں تو کارتوس میں تار یا کاغذ کے شاٹ کنسیٹر استعمال کرنے چاہیں یا چمڑے کی تھیلی بنا کر اوس کے چاروں طرف چار چاک (چاک گریباں کے ہشکل) بنا کر چھروں سے پر کرکے کارتوس میں رکھہ دینی چاہئے۔ اسکی وجہ سے دور تک چھرے بند ہے ہوئے جائیں گے اور توڑ زیادہ کریں گے۔

بخلاف اس کے اگر یہ منظور ہو کہ چھرے بہت قریب فاصلہ پر اور نال سے نکلکر جلد پھیل جائیں تو چھروں کے بیچ میں سپید کاغذ کے ایک یا دو ویڈ لگا دینے چاہئیں۔

۱ ۱/۸	۳	۲ ۱/۲	۱۲
۷/۸	۲ ۳/۴	۲ ۱/۲	۱۶
۳/۴	۲ ۱/۴	۲ ۱/۲	۲۰
۱/۲	۳/۴	۲	۱۰/۴ ،،
۷/۱۶	۱ (ایک)	۲ ۱/۲	۱۰/۴ ،،

بارود کے بعد ویڈنگ یا ویڈ کی عمدگی اور ویڈ کا صحیح طریقہ پر استعمال کارتوس کے لوڈ کرنے پر اچھا یا برا اثر پیدا کر سکتا ہے۔

ویڈ اوس ٹکیا کو کہتے ہیں جو بارود اور چھروں کے اوپر قدیم مزل لوڈر کی ڈاٹ کی جگہ استعمال کی جاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر بارود پر ڈاٹ خراب قسم کی یا خراب طریقہ پر لگائی جائے تو نہ بندوق کا توڑ اچھا رہیگا۔ نشانہ اسیطرح بریچ لوڈر کے کارتوس میں ویڈ عمدہ اور مناسب دباؤ کے ساتھ لگانا ضروری ہے۔

ویڈ تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک نمدے کے بنے ہوئے چربی سے آلودہ اور دبازت ۳/۸ انچ۔ دوسرے وارنش کے سیاہ ویڈ پتلے مقوے کے بنے ہوئے اور اون پر دونوں جانب وارنش لگی ہوئی تیسرے معمولی مقوے کے مگر وارنش ویڈ سے دبازت میں دو چند قاعدہ یہ ہے کہ مقررہ مقدار میں بارود ڈالنے کے بعد ایک وارنش ویڈ اوس پر ایک فلٹ ویڈ پھر اس پر ایک

وارنش ویڈ لگایا جاتا ہے۔ وارنش ویڈ بارود کو نمی سے محفوظ رکھتا ہے نمدے کا ویڈ بارود کے مشتعل ہونے سے گیس پیدا ہوتی ہے اوس کو روکتا ہے۔ گیس کو اکسپینڈ (پھیلنے) ہونے کے بعد وقت واحد میں نکلنا چاہئے اگر گیس ڈاٹ خراب ہونے کی وجہ سے تھوڑی ادہر ادہر سے نکل جائے تو چھروں کے لئے یکساں چادر بنا لیکر نال کے باہر نکلنا دور تک جانا اور توڑ کرنا ناممکن ہے نمدے کا ویڈ نال میں مضبوط بیٹھتا ہے چربی کی وجہ سے نال کو چکنا کرکے میل بھی ساتھ میں لیجاتا ہے اور گیس کو ہر طرف سے روکے رہنے کی بنا پر زور اور ہمواری کے ساتھ پھینکنے کا کام دیتا ہے۔

یہ تینوں ویڈ بارود پر لگانے کے بعد لکڑی کے بنے ہوئے دستہ سے جو قطر میں بندوق کی نال کے بور کے برابر ہو اچھی طرح دبانا چاہئے لیکن نہ اس قدر کہ کارتوس ٹیڑھا ہو جائے۔ کارتوس کے خالی کیس میسرز ایلی (Eley) لندن کے بنے ہوئے سب میں بہتر ثابت ہوئے ہیں۔ علاوہ اور خوبیوں کے ان میں بڑی صفت یہ ہے کہ ایک مرتبہ فایر ہونے کے بعد ان کی کیپ نکالی اور بدلی جا سکتی ہے جو صاحب چاہیں وہ ان فایر شدہ کارتوسوں پر نئی کیپ لگا کر اون کو دوبارہ کام میں لا سکتے ہیں بخلاف چند اور کارخانوں کے کہ کارتوس تو وہ بھی اچھا بناتے ہیں۔ مگر اونکی ٹوپی نہیں بدلی جا سکتی۔ صرف ایک ہی بار کام دیتے ہیں۔ جب کیس میں بارود اور ویڈ ڈالکر

نوٹ:- چونکہ ہر سفید بارود یا نایٹرو کمپاونڈ کی قوت مختلف ہوتی ہے اس لئے اس بارود کے صحیح اوزان جو ہمیشہ بہ کار آمد ہوں اور اون پر عمل کیا جا سکے نہیں لکھے جا سکتے۔ میرے خیال میں کسی نایٹرو کمپاونڈ سے کارتوسوں کو خود لوڈ کرنا نامناسب یا کم از کم غیر ضروری ہے پھر بھی کوئی صاحب جرات فرمائیں تو اونکی مرضی۔

میں پیر دانا تو نہیں ہوں مگر پیر تجربہ کار ضرور ہوں۔ پند پیر تجربہ کار انشاء اللہ مفید ثابت ہوگی۔

بارود کو دبائیں تو اوس کا خیال رکھنا چاہئے کہ کارتوس کے نیچے کوئی نرم چیز مثل قالین شطرنجی یا موٹے تو ال رکھہ لیں۔ سخت چیز پر رکھہ کر دبانے سے توپی پر اثر پڑنے اور فایر ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ کارتوس لوڈ کرنے کا سامان جو اکثر دوکانوں میں ملتا ہے اوس میں ایک لکڑی کی ٹکیا بھی شامل ہوتی ہے۔ اس ٹکیا میں ایک جانب ایک حلقہ ٹھیک کارتوس کے پیتل والے سرے کے برابر کندہ کیا ہوا ہوتا ہے کارتوس اس حلقہ میں بیٹھ جاتا ہے اور اس حلقہ کے بیچ میں توپی کی جگہ سوراخ ہوتا ہے تاکہ توپی کو دبانے سے ٹھیس نہ لگے۔

ویڈ لگانے اور دبانے کے بعد کارتوس کے کیس میں چھرے مقدار مقررہ کے موافق ڈالکر اون پر کاغذ کا ویڈ لگایا جائے۔ اس کا سپید ہونا لازمی ہے۔ بعض پر چھروں کے نمبر چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور بعض سادے۔ سادے ویڈوں پر چھرے کا نمبر قلم سے لکھدینا چاہئے۔ کاغذ کے ویڈ کے بعد کارتوس ٹرن اور میں رکھہ کر یہ مشین پھرائی جاتی ہے۔ اس سے کارتوس کا بیرونی کنارہ یعنی سپید ویڈ سے متصل حصہ مشین کے چکر کھانے کے سبب سے مڑکر گول ہو جاتا ہے۔ مشین کو اوس وقت تک گردش دینا اور کارتوس کو مشین میں دبانا چاہئے کہ ہلانے سے کارتوس کے اندر چھروں کے ہلنے کی آواز نہ آئے۔ اس قدر زیادہ بھی نہ دبانا چاہئے کہ چھرے کیس کی سطح سے اوپر اوٹھے ہوئے نظر آنے لگیں۔ کیس کا آخری حصہ اچھی طرح مڑنا اور گول ہو جانا چاہئے کیونکہ یہ مڑا ہوا حصہ فایر ہونے کے بعد گیس کو اکسپنڈ ہونے میں مدد دیتا ہے۔ مشین سے مڑے ہوئے کاغذ کو سیدھا ہونے میں دیر لگتی ہے (فرض کر لیجئے $\frac{1}{100}$ سکنڈ کی) اس عرصہ تک رکنے کیوجہ سے گیس زیادہ پھیل کر زیادہ توڑ کرتی ہے۔ جن کو کارتوس بھرنے کی مشق ہوتی ہے اور جو تجربہ کی بنا پر اس امر سے واقف ہوتے ہیں۔ کہ کارتوس میں پریشر یعنی دباؤ چھروں اور بارود پر کس انداز کا ہونا چاہئے۔ وہ ٹرن اور (وہ مشین جس سے کارتوس کا منھ موڑا جاتا ہے) سے مناسب درجہ تک اور بہ آسانی یہ کام لے سکتے ہیں۔ نو آموز مبتدیوں کو اول اول یہ معلوم کرنے میں دقت ہوتی ہے کہ ٹرن اور کے ہنڈل کو کسوقت کسقدر قوت سے دبانا چاہئے۔ تجربہ سے بارہا اس بیان کی تائید ہو چکی ہے۔

کسی مشاق تجربہ کار یا واقف فن کے ہاتھ کے لوڈ کئے ہوئے اور بندیوں یا ناواقف ملازمین کے ہاتھ سے بھرے ہوئے کارتوسوں کے اثر اور نشانہ میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔ ایک ہی دن کے شکار میں دونوں کا فرق بہ آسانی معلوم ہو جائے گا۔

اگر شکاری کو فرصت نہ ہو یا موقع نہ ملے اور کوئی واقف کار ملازم بھی نہ مل سکے تو ہندی دوکانوں سے خریدنا ہی مناسب ہو گا۔ اپنے ہاتھ سے کارتوس بھرنے کو ترجیح اس شرط اور اس صورت میں حاصل ہے کہ شکاری خود اس کے نکات سے واقف ہو۔ کارتوس میں چھرے پرند کی نوعیت و جسامت کے لحاظ سے بھرے جاتے ہیں۔ اسمال گیم کے حالات اور طریقوں کے ساتھ اس کی شرح کر دی گئی ہے کہ کس پرند پر کون سے نمبر کا چھرہ کارگر ہو گا۔

چھرے ایک سے بارہ نمبر ایک سب سے بڑا چھرہ ہے اور ۱۲ سب سے چھوٹا۔ ایک نمبر کے چھروں سے جو چھرے بڑے ہوں ان کا شمار بک شاٹ (بٹانون یا اگر آپ) میں ہے ان کے بھی کئی نمبر ہوتے ہیں۔ یہ سب صرف بڑے بڑے پرندوں اور ہرن پر چلائے جاتے ہیں۔ چونکہ ہرن بگ گیم میں شامل ہے اور کوئی شکاری بجز بندیوں یا اناڑیوں کے انکو بٹانوں سے نہیں مارتا اس لئے چھرے کی بندوق کے ذکر میں اس کا شمول نازیبا ہے۔

چھروں کی مختلف قسمیں ہیں۔ دیسی بنے ہوئے چھرے بریچ لوڈر بندوقوں کے لئے ناموزوں اور تقریباً بیکار ہیں۔ سیس کی نرمی اور سختی کے سائنٹیفک اصول سے ناواقفیت کی بنا پر دیسی چھروں کے سیس میں غیر موزوں دھاتوں کی آمیزش ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ان کی ناہموار سطح ولایتی بندوقوں کی نالوں کی آب و تاب کو نقصان پہنچاتی ہے یا کم از کم نالوں کو صاف کرنے میں زیادہ محنت صرف کرنی بلکہ دقت ہوتی ہے۔ ولایت کے بنے ہوئے چھرے مناسب آمیزش کے ساتھ سائنٹیفک اصول پر بنائے جاتے ہیں۔ نہایت صاف اور مدور ہوتے ہیں۔ بندوق کی نال کی اندرونی سطح پر انکی رگڑ بہت کم پڑتی ہے۔ سیس میل نہیں چھوڑتا۔ نال کی چمک دمک پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور صاف کرنے میں دقت نہیں ہوتی۔

ولایتی چھروں میں چلڈشاٹ Chilled Shot کو سب پر ترجیح حاصل ہے۔

ف۔ اسمال گیم کے لئے ہاتھ سے کارتوس بھرنے کا طریقہ صرف اس غرض سے بیان کیا گیا ہے کہ سب ضروری باتیں معلوم ہونے کے بعد ہر مبتدی تھوڑے سے تجربہ کے بعد اپنی مرضی اور ضروریات کے موافق اپنے کارتوس اپنے ہاتھ سے لوڈ کرنا پسند کریگا۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا بازار کے بھرے ہوئے کارتوس عام پیمانہ کے موافق بلالحاظ ذاتی مقامی اور موسمی لحاظ کے لوڈ کئے جاتے ہیں۔ مگر یہ بتادینا بھی لازمی ہے کہ اگر مشق اور تجربہ یا اپنی ضروریات کا احساس نہو تو بازار ہی کے کارتوس استعمال کرنا مناسب ہے خریدنے میں یہ خیال رکھنا چاہئے کہ سوداگر اس کام کے کرنے والے اور قابل اعتبار ہوں۔ ہند کی چند معتبر دوکانوں کے نام ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ یہ دوکانیں بہتر طریقہ پر کارتوس لوڈ کرتی ہیں۔ اور اگر ان سے فرمائش کی جائے تو حسب ہدایت عمل کرتی ہیں مشہور اور معتبر دوکانوں کے نام یہ ہیں۔

مسرز مینٹن اینڈ کو	کلکتہ
مسرز روڈہا اینڈ کو	کلکتہ
مسرز لائن اینڈ لائن	کلکتہ
ارمی اینڈ نیوی اسٹورز	بمبئی
مسرز غلامی حسین علی بھائی	بمبئی
مسرز محمد علی نور بھائی	بمبئی
مسرز اوک اینڈ کو	مدراس
مسرز الہی بخش اینڈ کو	میرٹھ

مندرجہ بالا دوکان سے میں نے کارتوس منگائے اور فایر کئے ہیں۔ ان کے علاوہ اور دوکان دار بھی ہیں۔ مگر میں اون سے واقف نہیں ہوں۔

ف۔ بگ گیم کے لئے رایفلوں کے کارتوس ہاتھ سے لوڈ کرنا غیر ضروری بلکہ نامناسب ہے

کارڈائٹ کے تو ہاتھہ سے بھرنا ہی نہیں چاہیں۔ سیاہ اور سپید بارود کے کارتوس بھی ولایت کے بھرے ہوئے خریدنا ضروری ہے الا اس صورت میں کہ شکاری کا تجربہ اور اوس کا علم کافی اور کامل بھروسہ کے درجہ تک ہو۔

ہر بندوق (رائفل) رائج الوقت کے کارتوس ولایت سے لوڈ کئے ہوئے آتے ہیں۔ سیاہ بارود یا سپید یا کارڈائٹ جو کچھ رائفل سے فایر ہوتی ہو اوس کے بنے بنائے کارتوس مل سکتے ہیں۔ خریدنے میں پرانے یا کئی سال کے لوڈ کئے ہوئے کارتوسوں سے احتراز لازم ہے پرانے کارتوسوں کی شناخت یہی ہے کہ اونکی ٹوپی کی چمک اور پیتل کا رنگ ایک ہی سال میں مدہم پڑجاتا ہے سیس کی گولی جو کارتوس سے باہر نکلی ہوی نظر آتی ہے سیاہ پڑجاتی ہے۔ یہ شناخت اوسی وقت کام میں آسکتی ہے جب شکاری خود کارتوسوں کو جاکر یا منگاکر دیکھہ سکے۔

شکار کے سامان میں اہم ترین چیز بندوق اور کارتوس ہیں۔ ان کی نسبت حتی المقدور مگر بکار آمد معلومات پیش کی جاچکی ہیں۔ اب دیگر ضروری اشیا کی فہرست ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے۔ مگر یہ صرف مبتدی نوجوانوں کے لئے بطور ایک مشورہ کے کام دیگی۔ تجربہ کار شکاریوں اور ایسے حضرات کو جنھوں نے شکار کی غرض سے مختلف موسموں میں سفر کئے ہیں۔ ذاتی اور مقامی حالات کے لحاظ سے ضروریات کا احساس بدرجہ اولیٰ ہوچکا ہوگا۔ دوسرے شخص کے مشورہ کو ذاتی تجربہ پر ترجیح نہیں ہوسکتی۔ البتہ ناتجربہ کار۔ نوآموز نوجوانوں کو جن کو شکاری سفروں کا موقعہ نہیں ملا ہے۔ قبل روانگی اگر اس فہرست کو جس کے ساتھہ مختلف اور نہایت مختصر نوٹس بھی شریک ہیں۔ بغور دیکھہ لیں تو ان میں سے اکثر اشیا مفید اور آرام دہ ثابت ہوں گی۔ اگر سب چیزوں کی ضرورت محسوس نہ ہو تو چند کا انتخاب اور بقیہ غیر ضروری کو ترک کردینا اختیاری امر ہے۔

میں نے اس فہرست کے مرتب کرنے میں زیادہ تر اپنے ذاتی تجربہ سے کام لیا ہے۔

لیکن اس کا اعتراف لازمی تصور کرتا ہوں کہ چند یورپین شکاریوں سے بھی میں نے مدد لی ہے یورپین طرز شرت ہم دیسی بھائیوں سے کیقدر مختلف ہے یہی وجہ ہے کہ ہر شخص کی ذاتی ضروریات اور سب میں بڑی ضرورت یعنی استطاعت کا لحاظ نہیں رکھا جاسکا فہرست میں صرف لازمی اور ضروری اشیاء کے علاوہ آرام و آسائش کا سامان بھی شامل ہے۔ اس میں ہر شخص اپنی ضروریات و استطاعت کے موافق کم و بیشی کرسکتا ہے۔

اندراج فہرست سے قبل یہ بیان کرنا مناسب ہے کہ ایسے شکار کے سفر کے لئے آبادی سے قریب ہو اور جہاں جاکر جلد آنا منظور یا ممکن ہو اس سامان سے بہت کم کی ضرورت لاحق ہوگی الا اس صورت میں کہ آرام و آسائش کی غرض سے صرف کثیر برداشت کرنے کی استطاعت ہو فہرست یہ ہے۔

نمبر	نام سامان	تفصیل
۱	ہتھیار	بندوق ۱۲ نمبر کی۔ رائفل اکسپریس ۵۰۰ رائفل چھوٹے بور کی پرندوں کے لئے۔ ماسر۔ سیویج یں لیکر وغیرہ میں سے کوئی بھی ساتھ رکھی جائے تو مناسب ہے ورنہ ۵۰۰ سب کام دے گی۔ ویسٹلی رچرڈ کی ۴۰/۳۲ ہرن کے لئے مسلمہ اور موزوں بندوق ہے۔ اگر کلکٹنگ کا شوق ہو تو ۴۱۰ نمبر کی بندوق۔ ذبح کرنے کا چھرا۔ برچھا متوسط طول چھوٹے پھل والا یا تین دھار کا۔ ریوالور کلاں جو ۴۵۰ نمبر سے کم نہو۔ کھال نکالنے کے نوکدار خمدار چھرے تار کی کیلین ۲ انچ لمبی۔ کھال کو پھیلانے کے لئے

		چھرے کا نمبر ۹ انچ سے کم نہ ہونا چاہئے۔ جتنا بڑا ہو مناسب ہے خطرے کے وقت بیکار ثابت ہوگا۔ چھوٹے ریوالور جو جیبوں میں رکھے جا سکتے ہوں شکار کے لئے بیکار ہیں۔ کارتوس ہر بندوق کے کافی مقدار میں ساتھ رکھنے چاہییں جس قدر اور جس قسم کے شکار کا ارادہ اور امید ہو اوسکے موافق کارتوسوں کی تعداد ساتھ ہونا لازمی ہے۔
۲	آلات آہنی	فولاد کا تار ۔ لوہے کے کھڑے ۔ ہتوڑی ایک پاونڈ کی ۔ کلہاڑی ۵ تولہ ۔ دو عدد ۔ ایک ۔ دو پھاوڑہ ۔ کدال ۔ ایک ۔ ایک کلہاڑی خیموں کے لئے میخوں کی لکڑی اور جھوپڑے باندھنے میں درختوں کی شاخیں کاٹنے کے لئے ضروری ہے پھاوڑے اور کدال زمین ہموار و صاف کرنے کے لئے اور بارش ہو جائے۔ تو خیموں کے گرد نالیاں بنانے کے واسطے ضروری ہیں۔
۳	خیمہ وغیرہ	ڈبل فلائی کابل ٹنٹ یا بل ٹنٹ ۔ نوکروں کے لئے راوٹیاں ۔ ہاتھ ٹنٹ ۴ ۔ ۴ ۔ ۲ ان خیموں میں سے نصف ایک مقام پر قایم کرکے بقیہ نصف دوسرے کیمپ یا منزل پر روانہ کردئے جائیں تاکہ جب شکاری تبدیل مقام کرکے دوسری منزل پر پہنچے تو ہر چیز مہیا ملے اور تکلیف نہ ہو۔ شکاری کے رہنے اور سونے کے لئے ایک خیمہ کافی ہے مگر سامان وغیرہ کے لئے اگر دوسرا بھی ساتھ ہو تو بہت آرام ملتا ہے۔

۴	لباس	خاکی ہیٹ - خاکی یا سبز قمیص - نکر خاکی - جودھ پور بریچز - پاتابہ خاکی بڑے ۱۰ ۴ ۲ ۲ ۲جوڑ بوٹ - خاکی کالر - خاکی رومال - خاکی پٹیاں - ۲جوڑ ۲ ۲ ایک جوڑ یہ لباس شکار کے لئے مخصوص ہے۔ خانگی لباس ضروریات و مصالح پر منحصر ہے۔ خاکی کپڑوں میں یہ خوبی ہے کہ سنلائٹ سوپ سے دھو کر اون کو خانگی ملازم جنگل میں صاف کرسکتا ہے۔ دھوبی کی ضرورت نہیں۔
۵	ظروف	کھانے کے برتن - چاء کاسٹ - انکی نوعیت اپنی اپنی پسند اور مصلحت پر منحصر ہے اور انکی تعداد ہمراہیوں کی تعداد پر۔ پکانے کے برتن حسب ضرورت۔ ون میں پانی گرم کرنے کی کیتلی اور ایک بڑا دیگچہ۔ واٹر باٹل بڑی اور عمدہ منہ سے منڈھی ہوی۔ تھرماس بڑے۔ فلٹر۔ ۲ ۲ ۱ شیر کی چربی گوشت سے پگھلا کر نکالنے کے لئے ضروری ہے۔ دیگچہ غسل کا پانی گرم کرنے کے لئے معمولاً روزانہ کام آسکتا ہے۔ چاء کا پانی گرم کرنے کے لئے ایلومنیم کی کیتلی بہت کارآمد ہے شکاری کو بعض وقت نہایت جلد چاء۔ کافی۔ اوولٹین کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔
۶	ادویہ	کونین پلز - ایگو مکسچر - فرامنٹ - فروٹ سالٹ - ٹانیٹ پلز - ۲۰۰ ۴ بوتل ایک شیشی ایک بوتل ایک شیشی ٹنکچر امونیڈ کونین - ٹنکچر آیوڈین - کلوروڈین - اسینشیل آئیل کالرا مکسچر ۴ اونس ۴ اونس ایک شیشی ۲۰ خوراک کاربالک ایسڈ - پرمینگنٹ آف پوٹاس - پٹیاں - جرمیا ئڈل سوپ ۱ اونس ۲ اونس

اسپرٹ اموتیا آر د ٹیک - ریڈ مکسچر - بورک ایسڈ - میڈیکیٹڈ گاز وغیرہ انٹی وینیم اور ہاپوڈرمک سرنج کا سانپ کے علاج کے لیے ساتھ رہنا ضروری ہے - انٹی وینیم مدت مقررہ کے بعد خراب ہو جاتا ہے لیکن احتیاطاً ساتھ رہنا ضروری ہے - گولڈ کلورائڈ کا ایک ٹیوب بھی پڑا رہے تو اچھا ہے -

یہ وہ عام دوائیں ہیں جن کی ملیریا کے جنگلوں میں ضرورت واقع ہوتی ہے مجھکو صرف دکن اور شمالی ہند کی ترائی کا تجربہ ہے - اور حصص ملک میں ممکن ہے کہ کسی اور قسم کی ادویہ کی ضرورت لاحق ہو - شیر اگر کسی ہانکہ والے یا ملازم کو زخمی کردے یا اگر کوئی اور صدمہ پہنچ جائے تو زخموں کو دھونا اور باندھنا بھی شکاری کا فریضہ ہے اس لئے اس کا سامان ساتھ رکھنا لازمی ہے - شکار کے لئے جو حصہ تجویز کیا گیا ہو - وہاں کی ضروریات اور آب و ہوا معلوم کرنیکے بعد کسی ڈاکٹر کے مشورے سے دوائیں خریدی جائیں تو زیادہ مناسب ہے - ادویہ کی مقدار ہمراہیوں کی تعداد اور مدت سفر پر منحصر ہونی چاہئے -

۷ اجناس

اسکی نسبت قبل روانگی بہ تحقیق معلوم کر لینا چاہئے کہ جس ضلع میں شکار کا قصد ہے وہاں اور بالخصوص اون مقامات پر جہاں کیمپ ہونگے کیا کیا اور کس مقدار میں میسر ہوتا ہے اس معلومات کے بعد ہمراہیونکی تعداد اور ایام سفر کی مدت کے لحاظ سے جنس کا انتظام کرنا مناسب ہے - خورد و نوش کا سامان جو ٹین کے ڈبوں میں آتا ہے وہ گرمیوں میں جلد خراب ہو جاتا ہے اور بعض اطباء ٹین کے ڈبوں میں ناقص اور زہریلے اثرات پیدا ہونے کا احتمال ظاہر کرتے ہیں مگر خشک چیزوں کے رکھنے کا مضایقہ نہیں - خشک میوہ

بسکٹ کے ڈبے، بسکٹ چٹنیاں۔ آچار بہت آرام دیتے ہیں۔ اس ضمن میں
یہ بھی بیان کردینا مناسب ہے کہ اکثر جنگلی مقامات پر صاف پانی نہیں ملتا
بالخصوص گرمیوں میں۔ فلٹر تو فہرست میں درج کیا جاچکا ہے لیکن اگر
استطاعت ہو تو سوڈا اور لیمونیڈ وغیرہ ساتھ رکھنا یا اس کا انتظام کرنا
نہایت مناسب ہے۔ مجھکو چند شکاریوں کے ہم سفر رہنے کا اتفاق ہوا اونکے
ساتھ اسقدر کافی ذخیرہ تھا کہ انہوں نے دو ماہ کے سفر میں کبھی جنگلوں کا پانی
نہیں پیا۔ بیشک باوجود سخت محنت اور دھوپ برداشت کرنے کے اور
باوجود تازہ وارد یوروپین ہونے کے یہ نہایت تندرست رہے احتیاط کا تو
یہ اقتضا ہے کہ شکار کو روانگی سے قبل ایسے امراض کا مانع ٹیکہ لگوالینا چاہئے
جو پانی سے پیدا ہوتے ہیں water bourne
مثلاً ہیضہ وغیرہ بلی ولکسن Bili Kaccin diarr
نو ایجاد ٹیکہ ہے جو گولیوں کی شکل میں کھایا جاتا ہے اور محافظ ہیضہ نہایت مفید
بتایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر سے مشورہ لیکر استعمال کرنا مناسب ہوگا۔

۸	بستر فرنیچر وغیرہ	یہ سب ضروریات اور مصالح ذاتی پر منحصر ہے مگر پلنگ پر مچھروں سے محفوظ رہنے کے لئے جالی کا پردہ ضرور ہو۔ پلنگ کی چادریں سپید ہونا ضروری ہیں۔ اسکی نسبت درندوں کے شکار کے ضمن میں بہ تفصیل عرض کیا جائیگا۔ آرام کرسیاں بھی تھک کر پڑ جانے کے لئے ضروری ہیں۔ غسل کی ضروریات بھی فراموش نہ کرنا چاہئے۔
۹	متفرق	دوربین۔ کارتوسوں کی بلٹ۔ ہاورسیک۔ قندیل۔ لیمپ۔ جھولے باندھنے (۱ ۲ ۲ ۲ ۲) کے لئے خاکی رنگی ہوی رسیاں۔ جھوٹے شیرمان۔ سایٹ کو سیاہ یا سفید

کرنے کے لئے پنٹ باکس۔ قلم۔ دوات۔ پنسل۔ قلم تراش۔ خط کے کاغذ
لفافہ۔ سادہ کاغذ۔ ٹکٹ۔ ناپنے کا ٹیپ۔ تار منی آرڈر کے فارم۔ خوردہ
دوانیاں۔ چوانیاں۔ مضبوط یا بو۔ زین۔ ہفتہ واری کنجی کا ٹائم پیس۔
گھڑی ہفتہ واری۔ پیچز یعنی دیا سلائی۔ پھٹکری کھالوں کے لئے ۲۵ تار
شورہ ۲ تار۔ نمک دو من۔ نوکروں کی بندوقیں مع سامان۔ سوئی۔ تاگہ
شاید اس فہرست کی نسبت ضرورت سے زیادہ طول ہونے کا احتمال ہو مگر
میں نے اس کو سالہا سال کے تجربہ کی بنا پر مرتب کیا ہے۔ لق و دق جنگل آبادی سے
دور مقامات پر جہاں ہفتوں بلکہ مہینوں قیام و سفر کی ضرورت لاحق ہوی۔
وہاں اس سامان میں سے جو چیز ساتھ نہ ہوی میں نے اوسکی عدم موجودگی کی
تکلیف کو محسوس کیا ہے۔ مثلاً صرف پھٹکری و نمک کی کمی کی وجہ سے بہت سی
کھالیں خراب ہوگئیں۔ سفر میں اور بالخصوص ایسے سفر میں کہ جب دن کا
بڑا حصہ جسمانی محنت۔ خیموں یا درختوں کے سایہ میں گذرتا ہو اور جہاں
رات کو بھی گئی گھنٹے دماغی کام کرنا پڑے وہاں اگر کامل آرام نصیب نہ ہو تو
نہ شکار کثرت کے ساتھ دل بھر کر ملتا ہے کیونکہ انتظام میں دقتیں پیدا
ہوتی اور وقت ضائع ہوتا ہے۔ ہر سامان مہیا ہو تو کسی کام میں نہ غیر ضروری
دیر ہوتی ہے نہ اولجھن اور محنت کی تکان کا احساس ہوتا ہے۔ بغیر کافی
سامان آسایش کے شکار کا لطف بھی نہیں آتا۔ بلکہ چند روز میں جی
اور طبیعت اولجھکر دل اوچاٹ اور گھر کی سوجھتی ہے۔

سامان کم ہونے یا نہ ہونے کی چند مثالیں جو ذاتی تجربہ یا مشاہدے پر مبنی ہیں۔ درج
کی جاتی ہیں۔ بڑے شکار کے ذکر میں ضمناً بہت سی مفید باتیں اس کے متعلق معلوم ہوسکے گی۔
(۱) ایک نوجوان یورپین افسر ضلع عادل آباد میں شکار کو تشریف لائے۔ مختلف کتابوں

شکاریوں سے ادنہوں نے فراہمی سامان میں مدد لی تھی کافی ذخیرہ اون کے ساتھ تھا۔ مگر اتفاق سے وہ پچاوڑے بھول گئے تھے۔ پہلی منزل پر خیمے نصب ہوئے۔ رات کو غیر معمولی اور اوکالی بارش ہوی۔

وہاں رات کو مینہ برسنے میں کون ساجاتا اور پچاوڑے لاکر خیموں کے گرد نالی کھودتا جب سامان کا بڑا حصہ خراب ہوگیا۔ تو ناچارادن کو اپنا شکار ایک ہفتہ کے لئے ملتوی کرناپڑا۔ چاندہ جو مقام شکار سے ۵۰ میل تھا یہ سامان خرید اگیا۔

(۲) ایک مرتبہ ایک جنگلی مقام پر مجھکو ایک ہفتہ قیام کا اتفاق ہوا سب مکمل۔ سامان ساتھ تھا لیکن نمک کی کافی مقدار نہ تھی۔ ایک روز خوش قسمتی سے نو بڑے جانور شکار ہوئے۔ ان کی کھالوں پر فی کھال ۲ سیر نمک ملنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسٹور میں کل چار سیر نمک تھا۔ کوئی آبادی بھی قریب نہ تھی سوار کو شام کے بعد نمک لانے کے لئے بھیجا وہ دوسرے دن بارہ بجے آیا اور صرف ۵ سیر نمک لایا۔ گرمیوں کا زمانہ اور مقیاس الحرارت (تھرمامیٹر) تقریباً ۱۱۴ ڈگری پر تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کئی کھالوں میں بو آگئی اور خراب ہوگئیں۔ ۹ جانور مارنے کی خوشی خاک میں مل گئی۔

(۳) اسی طرح دیگچہ ساتھ نہ ہونے کی وجہ سے کئی شیروں کی چربی نہ نکل سکی۔

(۴) دو ایک مقامات پر چھوٹے یابو ساتھ نہ تھے اور گھوڑے گنجان جھاڑوں میں جہاں درختوں کی شاخیں زمین کی طرف جھکی ہوئی ہوتی ہیں۔ کام نہیں دیتے۔ انہی گھوڑوں کے بھروسہ پر یابو ساتھ نہیں رکھے گئے تھے۔

پانچ چار میل تو پیدل جانا بھی ممکن ہے گرمئی کی گرمی میں اس سے زیادہ پیدل چلنا سخت دشوار ہے۔ ناچار شیروں کے مقامات پر جانے کا قصد اوس وقت تک ملتوی کرناپڑا۔ جب تک یابو عاریتاً ۶۰ میل سے نہ منگائے گئے۔ مختصر یہ ہے کہ یوں تو ہر چیز وقت۔ موقعہ۔ مقامی حالت اور اور استطاعت پر منحصر ہے لیکن شکار کا حقیقی لطف اور فائدہ اوٹھانے اور شکار کی کافی تلاش

وجستجو کے لئے مکمل سامان ہو تو بہتر ہے ورنہ جو بن پڑے غنیمت ہے۔ سامان شکار کے ساتھ ہمراہیوں کی تعداد و قابلیت کے متعلق بھی کچھ ضروری مشورہ دینا مناسب ہے ہمراہیوں کی نسبت بعض یورپین مصنفین شکاریوں نیز ہمارے ہموطن شایقین شکار کی یہ رائے ہے کہ شکار میں ساتھ رہنے والوں کی تعداد کم ہونی چاہیئے۔

اگر اس کے یہ معنی ہیں کہ عین وقت شکار پر شکاری کے ساتھ دو ایک آدمیوں سے زیادہ نہوں تو غالباً صرف چند خاص موقعوں اور خاص شکاروں کے لئے یہ رائے صحیح تسلیم کیجا سکتی ہے ورنہ بالعموم ہر مقام اور ہر شکار سفر میں اس عمل کرنے کی نسبت ذاتی تجربہ کی بنا پر میں اس رائے سے اتفاق نہیں کرسکتا۔ اگر اس رائے سے یہ مقصد ہے کہ کیمپ فالورز اور خدمت گار وغیرہ اور دو چار شریف ساتھ نہ ہوں۔ تو وثوق کے ساتھ اور بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ یہ رائے نہایت غلط ہے یورپین طرز معاشرت اور ہمارے ملک کیساتھ تعلقات نہ ہونے کے لحاظ سے یورپین مصنفین نے ہمراہیوں کو کم تعداد میں ساتھ رکھنے کی رائے دی ہے مگر ابنائے وطن کے طرز معاشرت اور ہماری ضروریات پر غور نیز اون تعلقات پر نظر کرنے کے بعد جو ہم کو رعایا کے ساتھ ہیں شکار کے کیمپ میں ہر ضرورت کے لئے آدمی موجود ہونا مقاصد شکار کے لئے مفید ثابت ہوگا۔ اس کے ثبوت میں امرا رؤسا۔ والیان ملک اور بادشاہوں کے شکار کیمپ کے حالات اور اسی قبیل کے شکاروں کے کامیابیوں کی تفاصیل جو اخباروں میں چھپتی اور کتابوں کی صورت میں شائع ہوتی ہیں پیش کیجا سکتی ہیں۔ صرف دو تین دن کے شکار میں پانچ چھ شیر۔ گینڈے۔ ارنے وغیرہ کا ہلاک کرنا بالکل معمولی بلکہ ضروری بیگ (مقدار شکار) ہے جو روسا اور حکام کو میسر ہوجاتا ہے۔

اس ضمن میں یہ بیان کرنا مناسب ہے کہ لفظ شکار مخفف ہے شہ کار کا ایران کی عظیم الشان سلطنت کا جو زمانہ سابق میں لاکھوں مربع میل پر مشتمل تھی یہ دستور تھا کہ رعایا کے جان و مال کو جنگلی درندوں اور خوفناک چرندوں کے حملوں سے محفوظ رکھنا حکام اور بادشاہان وقت کا فریضہ سمجھا جاتا تھا۔ ایران پر کیا منحصر ہے ہر ایک ملک کی نسبت تو اریخ قدیمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تہذیب تمدن کے

ابتدائی زمانہ میں جب ایک شخص سردار قوم یا بادشاہ تسلیم کرلیا جاتا تھا تو ہر تکلیف کے موقعہ پر رعایا بادشاہ کے پاس حاضر ہو کر منجملہ اور ضروریات کے نقصانات کی شکایت بھی پیش کرتی تھی جو وحشی جانوروں سے اون کو پہنچتے تھے۔ بھیڑیے۔ شیر۔ جنگلی بھینسے۔ گینڈے وغیرہ جب ان کی آمد و رفت کے راستہ میں مزاحم اور اذیت رساں ہوجاتے تو رعایا بادشاہ کے دربار میں فریاد کرتی۔ بادشاہ اپنے فرزندوں یا اراکین سلطنت میں سے کسی کو انتخاب کرکے رعایا کی تکالیف کو رفع کرنے کے لئے روانہ کرتے تھے اور اس کو مہم کہتے تھے۔

اکثر اوقات اکثر بادشاہ خود ان بلاؤں کو دور کرنے کا ارادہ کرتے اور اوس سفر کو شکار یعنی شکار سے منسوب کرتے تھے۔ روم اور یونان کی قدیم تاریخوں میں دیوتاؤں کی حکومت کے زمانہ کے قصوں کے ساتھہ بہت سے اس قسم کے واقعات درج ہیں ہندوستان کی کہانیوں میں بھی۔ اس شکار کا پتہ چلتا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ ہمارا شکار گو اس کے مقاصد وہ نہوں جو زمانہ سابق میں تھے۔ مگر پھر بھی شکار کی نقل ہے۔ دیباچہ میں بھی شکار کی اہمیت اور اوس کے اغراض و فوائد کی نسبت خامہ فرسائی کی گئی ہے۔

شکار کیمپ میں بیکار آمد آدمیوں کی تعداد زیادہ ہونے کا لازمی نتیجہ کامیابی اور جلد کامیابی ہے۔ صرف شرط یہ ہے کہ سمجھدار اور مستعد ہوں۔ کاہل۔ بیکار۔ نشے باز وں اور جھوٹ بولنے والے ایک شخص کو شکار کیمپ میں ساتھہ نہ لے جانا چاہئے ورنہ جمال ہم نشیں در من اثر کرد۔ اچھے آدمیوں پر ان کا اثر نہایت مضر ثابت ہوگا۔ شکار میں کاہلی اور جھوٹ کا اثر چوبیس گھنٹوں اور کبھی کبھی پانچ چار گھنٹوں میں بدیہی طور پر معلوم ہوجاتا ہے اور بعض اوقات اندیشناک اور افسوسناک نتائج پیدا کرتا ہے۔ آئندہ اس کی چند مثالیں پیش کیجائیں گی۔

ف۔ مجھکو متعدد بار شاہی کیمپ دیکھنے نیز کئی معزز جلیل القدر مہمانان شاہی کے شکار اور شکار کیمپوں کا خود انتظام کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ جس قدر تجربہ کار یا کم از کم سمجھدار اشخاص میرے

انتظام میں شامل رہے اوسی قدر ان معزز مہمانان شاہی کے شکار میں جلد کامیابی ہوی مثلاً
سر اسٹورٹ فریزر کے شکار کے واقعات نہایت مختصر طور پر پیش کئے جاتے ہیں۔

ڈسمبر ۱۹۱۷ء میں یہ طے ہوا کہ صاحب عالیشان بہادر دی ریزیڈنٹ سر اسٹورٹ فریزر
آئندہ موسم شکار میں ضلع عادل آباد تشریف لائیں گے اور شاہی مہمان ہوں گے۔ بتوسط مسٹر ویکفیلڈ
صدر ناظم محکمہ مال مجھکو حکم پہنچا کہ علاوہ سربراہی اور کیمپ کے تم کو شکار کا اہتمام بھی کرنا ہوگا مسٹر
ویکفیلڈ نے براہ مہربانی مجھکو یہ بھی لکھا کہ شکار کی نسبت تم کو ہدایت دینے کی ضرورت نہیں تم خود
تجربہ کار شکاری ہو جس طرح مناسب سمجھو انتظام کرو لیکن یہ خیال رکھنا کہ رعایا پر ظلم نہ ہو اور سرکاری
خزانہ پر حتی الامکان اخراجات کا بار کم ہو۔ کیمپ کے لئے فراش خانہ عامرہ سے لیجیے۔ روشنی کا
سامان نیز مس مع سامان خورد ونوش جس تاریخ پر تم پسند کرو روانہ کر دیا جائے گا۔ برف۔ میوہ۔
ترکاری۔ مچھلی کا انتظام بمبئی سے اور روزانہ گوشت دودھ۔ دہی۔ گھی۔ مسکہ وغیرہ کا انتظام اپنے
حسب صوابدید کرلو۔ یہ حکم اور خط پہنچنے کے بعد ابتدائی جنوری ۱۸ء میں عادل آباد سے چند روز کیلئے
حیدرآباد آیا۔ اور مجھکو بتقریب وار فیٹ ریزیڈنسی جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں مسٹر ویکفیلڈ نے
سر اسٹوارٹ فریزر اور مس وایولٹ فریزر سے مجھکو چند مہربانی کے الفاظ کے ساتھ یہ کہکر ملایا کہ
یہ آئندہ موسم میں گورنمنٹ کیطرف سے آپ کے میزبان ہوں گے اور بحیثیت میرے دوست کے
آپ کے شکار کا انتظام کرینگے۔ مس فریزر نے چند اور باتیں کرنے کے بعد مجھسے پوچھا کتنے شیر
دلائیں گے۔ میں نے جواب دیا کہ جس قدر چاہیں۔ مس فریزر نے کہا کہ مجھکو درجنوں کے حساب سے
شیر مارنے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ میں کوڑیوں کے حساب سے مہیا کروں گا۔

انگریزی الفاظ کے سننے سے ناظرین کو ان جملوں کے لطف کا صحیح اندازہ ہو سکے گا۔
اس لئے اصل الفاظ نقل کئے جاتے ہیں۔

Miss Fraser - I want by dozens
I - I will give you by scores.

جواب تو مذاقیہ تھا۔ مگر میں نے دل میں مصمم ارادہ کر لیا کہ حقیقتاً درجنوں نہیں بیسیوں شیروں کا انتظام کرنا چاہئے۔ اور انشا اللہ کرونگا۔ اس ملاقات سے ایک خاص سہولت یہ حاصل ہوگئی کہ صاحب عالیشان بہادر نے وقت کا انحصار میری رائے پر کر دیا اور یہ فرمایا کہ تم اپنا انتظام کر کے جو تاریخ مقرر کر دو گے میں اسی وقت آجاؤں گا۔ اور دو ہفتہ شکار کھیلوں گا۔ یہ بھی فرمایا کہ خوبصورت شاندار کیمپوں اور عیش و آرام کے نمائشی سامان کی ضرورت نہیں۔ معمولی ضروری اشیاء کا انتظام کافی ہے۔

میں ۱۹۱۸ء سے قبل ڈیڑھ سال تک بحیثیت عہدہ دار تصفیہ حقوق اجارہ داران ضلع عادل آباد کا دورہ کر چکا تھا اور شکار کے شوق سے وہاں کے پرانے تجربہ کار شکاریوں اور شکار دوست شرفا سے واقف ہو چکا تھا۔ اس کے علاوہ شیر اور دیگر جانوروں کے مقامات سکونت وغیرہ کے متعلق بھی میں نے کافی مواد کچھ خود جنگل اور پہاڑوں میں پھر کر اور بہت کچھ تحقیقات کی بنا پر فراہم کر لیا تھا یہ بھی بڑی سہولت میسر ہوگئی کہ صدر ناظم صاحب مال نے شکار کا انتظام پوری طرح میری مرضی پر چھوڑ دیا۔ اس شکار اور انتظام کی اگر مفصل کیفیت جیز تحریر میں لائی جائے تو غالباً ایک ضخیم کتاب مرتب ہو جائے۔ اس موقعہ پر صرف اپنی رائے کی تائید میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ سامان کی فراوانی اور ہمرائیوں کی تعداد زیادہ ہونے کی بنا پر کسقدر سہولت ہوئی مہمانوں کو کسقدر آرام پہنچا۔ کسقدر جلد اور کتنے شیر مارے گئے۔ سامان کی تفصیل یہ ہے اور اس کے اندراج کا یہ مقصد نہیں ہے کہ ہر شکاری اپنے ساتھ یہ سامان رکھے متوسط الحال اصحاب اس قدر تزک و احتشام کا انتظام کریں بسر فریز رشاہی مہمان اور خود بہت بڑے جلیل القدر عہدہ دار تھے۔ جو کچھ انتظام ہوا وہ فرمانروائے دکن اور صاحب عالیشان بہادر کے حسب حیثیت تھا۔ بیان کرنے کا اصلی منشا یہ ہے کہ جس قدر عمدہ اور کافی سامان ہوگا اوسی قدر کامیابی ہوگی۔
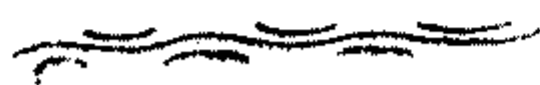
سامان جو فراش خانہ عامرہ سے وصول ہوا

(۱) بڑے عالیشان خیمے (۶) ۔ چھوٹے خیمے (۸) ۔ راوٹیان (۱۶) ۔ باتھ ٹنٹ (۶) ۔ مع پورے عمدہ فرنیچر۔

(۲) روشنی کا مکمل سامان ۔ قندیلیں ۔ لیمپ ہر خیمہ کے لئے جدا جدا تیل وغیرہ۔

(۳) کھانے کے برتنوں کے سٹ ۔ چاء کے متعدد سٹ ۔ کافی کے سٹ وغیرہ۔

(۴) خور و نوش کے سامان کا کافی ذخیرہ۔

(۵) پکانے کے برتنوں کے دو سٹ اس سامان کے ساتھ ملازمین بھی کافی تعداد میں تھے۔ باورچی (۲) ۔ میٹ (۳) ۔ خانساماں (۴) ۔ مشعلچی (۲) ۔ خلاصی (۶) ۔

(۶) سوڈا لیمونیڈ وغیرہ کا کافی ذخیرہ ۔ جمعدار (۱) ۔ سامان اور برتنوں کی نگرانی اور پیک کرنے والے (چار نفر) ۔ اس سامان کی طرف سے فراغت ہونے کی بنا پر مجھکو شکار کے انتظام کا کافی اور عمدہ و قرینہ سے سربراہی کے متعلق صرف مندرجہ ذیل انتظام کرنا پڑا۔

(۱) برف ۔ میوہ ۔ مچھلی ۔ ترکاری ۔ روزانہ بمبئی سے آتی تھی ۔ کیمپ تک جو آٹھ میل سے (۲۰) میل تک کے فاصلہ پر قائم ہوے ۔ عمدہ اور تیز چلنے والے بیلوں کی (۱۲) جوڑیاں متعین تھیں ریل آتے ہی کل سامان کیمپ کو روانہ کر دیا جاتا تھا ۔ اس کام پر ایک زمیندار صاحب مع چار چپراسیوں کے مقرر اور ریلوے اسٹیشن پر مقیم تھے ۔

(۲) دوسرے تعلقات سے (تعلقہ راجورہ کی رعایا سے جہاں شیر جمع کئے گئے تھے ۔ اور جہاں شکار کرانا مقصود تھا ۔ کوئی چیز نہیں لی گئی) ۶۰ بکرے اور (۳۰۰) مرغیاں خریدی گئیں ۔ اور دو مہینے قبل سے ان کو دانا دیکر ان کی حیثیت بدل دی گئی ۔ جنگل کے چرے ہوئے بکرے اور گاؤں کی مرغیاں نہایت لاغر ہوتی ہیں ۔ یوروپین شکاری اپنی کتابوں میں بڑی حقارت کے ساتھ ان کا ذکر کرتے ہیں ۔

(۳) دودھ۔ دہی۔ مسکہ اور گھی کے لئے مہمانوں کے آنے سے تین روز قبل چار عمدہ بھینس اور دو گائیں عاریتاً منگائی گئیں۔

(۴) گارے کے لئے (۱۰۰) بھینسے عیر تعلقات سے خریدے گئے اور مہتمم جانوران کے تفویض کردیئے گئے کہ اون کے دانہ چارے کا انتظام رکھیں۔ اور جس مقام پر ضرورت ہو وہاں میری اجازت سے ان بھینسوں کو روانہ کرتے رہیں۔

(۵) جھولوں کے لئے ۵۰ عدد رسیاں بٹوائی گئیں۔

(۶) جھولے اور سیڑھیاں خاص نمونہ کی بنوائی گئیں۔ مس فریزر کے لئے خاص طور سے آرام اور اطمینان کی سیڑھی تیار کی گئی۔

اہم ترین قابل الذکر امر جس کو اس مضمون سے خاص تعلق ہے وہ یہ ہے کہ علاوہ پیشہ ور شکاریوں کے مندرجہ ذیل مقامی ۸ شرفا شکار کے لئے جمع کئے گئے یہ حضرات میرے خانگی اور ذاتی مہمان تھے میرے ہی ساتھ رہتے سہتے تھے۔

سرکاری عہدہ دار اور ملازمین ان کے علاوہ مدد دینے والے صاحبوں کے نام یہ ہیں۔

مولوی مذمل شاہ صاحب وکیل۔ یہ صرف باتوں سے معلومات حاصل کرنے اور مشورے دینے کے ذمہ دار تھے۔

مولوی مقبل شاہ صاحب زمیندار۔ شیروں کے جو حلقے مقرر کئے گئے تھے یہ اون کی نسبت اس امر کی نگرانی کرتے تھے۔ کہ جب کوئی شیر ایک حلقہ سے دوسرے حلقہ میں چلا جائے یا کسی حلقہ کا شیر گم ہو جائے تو جنگل میں جاکر نقش پا سے اوس کا پتہ لگائیں۔ اور مہتمم کی رپورٹ کی تصدیق کریں۔

محمد شاہ صاحب وکیل و زمیندار۔ یہ حلقہ ٹھوٹھرہ کے مہتمم تھے۔ اپنے ہر حلقہ کے ہر شیر کو روزانہ پانی ڈلوانا اور ہر تیسرے دن ایک بھینس کھلانا اور روزانہ مجھکو رپورٹ دینا ان کا ذمہ تھا۔

پسلتن جی گستہ دار آبکاری۔ یہ دیہاتی شکاریوں کو فراہم کرنے والے تھے۔ بھتہ بھی روزانہ یہی تقسیم کرتے تھے۔

رام چندر راؤ صاحب ریسپانڈیہ۔ گائے بھینسوں کے دودھ دہی کی نگرانی ان کے ذمہ تھی
بھاؤ راؤ صاحب زمیندار۔ بیلوں کی جوڑیوں کی نگرانی اور وقت مقررہ پر مقام مقررہ پر
بھیجنے اور پہنچانیکے ذمہ دار تھے۔
سید ہاشم خاں صاحب۔ مرغیوں بکریوں کے دانہ چارے کے ذمہ دار تھے۔ حلقہ سونڈ ہو کی
رپورٹوں کی جانچ بھی ان کے ذمہ تھی۔
مستان۔ یہ بھی ایک حلقہ کے مہتمم تھے۔
بھیم جی نائب تنتجی۔ سیڑھیاں گھڑ دنچیاں فلٹر وغیرہ کل لکڑی کا کام ان کے زیر اہتمام ہوا۔
نارائن پٹیل چچولی۔ یہ حلقہ سونڈ ہو کے مہتمم تھے۔
مولوی عبدالرب صاحب امین جنگلات۔ یہ رخصت لے کر آئے تھے اور حلقہ چاندور کے
مہتمم تھے۔
غلام یسین خان صاحب۔ یہ ہر حلقہ کے شیروں کو دیکھکر یا نیچے کے نشانوں سے گنتی کرنے پر
متعین تھے۔ ان کا کئی شیروں سے مقابلہ ہو گیا مگر کسی نے نقصان نہیں پہنچایا۔
محمد اسحاق۔ یہ اخراجات اور بھتوں وغیرہ کا حساب لکھتے تھے مگر اکثر شیروں کے حلقوں میں
جانچ کے لئے بھیجے جاتے تھے۔
محمد افضل خاں اجارہ دار۔ الف الدین۔ جھوپے باندھنے اور ہانکہ کا انتظام ان کے سپرد تھا۔
محمد صاحب اجارہ دار۔ دیہات کی گائیوں کو خاص رخ پر ہانکتے ہوئے چلانے اور خاص
مقامات پر چرانے کا کام ان کے سپرد تھا۔
محمد اسحاق پٹیل۔ یہ امین صاحب جنگلات کے ساتھ حلقہ چاندور میں پانی ڈلوانے اور بھینسے
بند ہوانے کے ذمہ دار تھے۔

ان ۱۷ اصحاب کے علاوہ اور چند حضرات بھی دو چار روز کے لئے آتے کچھ شیروں کے پتے
بتلاتے۔ دو ایک دن رہتے اور چلے جاتے اس لئے اون کے نام یاد نہیں آتے دیہاتی شکاریوں کی تعدا

۳۶ تھی۔ یہ ہر حلقہ پر تقسیم کر دیے گئے تھے۔ شیروں کو پانی دینا اور ایام مقررہ پر کھلگے باندھنا اور ہر شیر کی نقل و حرکت کی اطلاع مہتمم حلقہ کو دینا ان کی ڈیوٹی تھی۔

ان کو علاوہ تنخواہ کے ۴ آنہ روزانہ بھتہ بھی دیا جاتا تھا۔

کیمپوں کی زمین کی صفائی۔ پانی کا انتظام۔ راستوں کی درستی سمر ہاؤس گھوڑوں کے تھان۔ اور ملازمین کے لیے گھاس اور پتوں کے مکانات کی تیاری۔ ہانکہ والوں کو جمع کرنا اون کے اخراجات تقسیم کرنا نیز اور مختلف اور متعدد کاموں پر سرکاری عہدہ دار اور چپراسی متعین تھے۔

میں ان سب کاموں کو بچشم خود دیکھ کر اور ضروری ہدایتیں دیتا رہتا تھا مگر اہم ترین کام شیروں کی فراہمی اون کو اونچی جگہ پر قایم رکھنا اون کے راستے معلوم کرنا اور اس کے لحاظ سے شکاریوں کے بیٹھنے کے لیے جھولوں کے واسطے درخت منتخب کرنا تھا انہی آخرالذکر کاموں میں مدد دینے کے لیے سمجھدار اور دلیر ساتھیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

انتظامات کی تفصیل کے لیے ایک جداگانہ کتاب درکار ہے۔ اس کا مختصر بیان اور خامہ فرسائی کا مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ صرف آدمیوں کی کافی تعداد ہونے کی وجہ سے یہ انتظام ممکن ہوا۔ میں نے دس میل لمبے اور دس میل چوڑے رقبہ میں حقیقتاً (۱۴) شیر جمع کر دیے تھے۔ اور اور اون کو اون کی آرامگاہوں میں مقیم کر دیا تھا۔ سوائے حلقہ ہائے مقررہ کے شیروں کو کہیں پانی نہیں مل سکتا تھا مجبوراً وہ مصنوعی پنگھٹوں پر آکر پانی پیتے تھے۔ وہیں آس پاس اون کو بھینسا مل جاتا تھا۔ کھاتے اور پڑ جاتے دور جانے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ اس رقبہ کے جنگل میں دو ماہ کے لیے لکڑی اور گھاس کاٹنا ممنوع قرار دیا گیا تھا۔ رات کے وقت دس میل تک چار پانچ پارٹیاں ندی کے کنارے خالی بندوقیں سر کرتی تھیں۔ تاکہ شیر ندی پر پانی پینے نہ آسکیں۔

حلقہ کے گرد و پیش پانچ چھ میل تک جہاں جہاں پانی تھے وہاں چونہ سے درختوں پر آدمی کی تصویر بنا دی گئی تھی۔ اس کا موقع نہ ملا تو تمام درختوں کے تنے سفید کر دیے گئے۔ اکثر پانیوں کے پاس گندک سلگائی گئی یا بارود جلوا دی گئی ایک آدھ جگہ درختوں پر آدمی بٹھا دیے گئے۔

غرض جو کچھ ہوا وہ کافی آدمی موجود ہونے کی وجہ سے ہوا۔ ورنہ ایسا انتظام ممکن نہیں انتظام کی کامیابی کا اندازہ اس نتیجہ سے ہو سکتا ہے کہ صاحب عالیشان بہادر نے تین دن میں تیرہ[13] شیر ہلاک کئے۔ چوتھے روز اتفاق سے اون کو حیدرآباد فوراً واپس جانے کی ضرورت واقع ہوئی۔ اور جناب ممدوح نہایت افسوس کے ساتھ کمال مہربانی اور محبت آمیز الفاظ میں شکریہ ادا فرما کر واپس تشریف لے گئے۔ اگر سر فریزر پور ے دو ہفتہ قیام فرماتے تو کیمپ بدلنے میں جو دن صرف ہوتا ہے اوس کو محسوب نہ کر کے غالباً بلکہ یقیناً روزانہ تین چار شیر شکار کرتے۔ کیونکہ ہر حلقہ میں ایسا ہی انتظام موجود تھا۔

ف۔ صاحب ممدوح نے اپنی کتاب میں اس انتظام کی نسبت یہ الفاظ درج فرمائے ہیں۔

اس کامیاب کیمپ کے علاوہ مجھکو اور کیمپوں کے انتظام کرنیکا بھی اتفاق ہوا ہے۔ ذاتی محنت دیکھ بھال۔ شیروں کی تلاش۔ جھولوں کے مقام کا انتخاب۔ اسٹاپس وکوزنگ کے درخت مقرر کرنا۔ ہانکے والوں کو تعلیم دینا۔ کھالگوں کو بند ہوا نا۔ گارے کو خود دیکھنا۔ حتی الوسیع یہ سب کام میں نے خود کئے اور کبھی محنت شاقہ سے جی نہیں چرایا مگر جب سمجھدار اور محنتی ہمراہیوں کی کمی ہوئی کسی کسی قسم کی نگرانی میں نقص کا مجھکو احساس ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ بگ گیم کے شکار میں اس قدر مختلف اور متعدد انتظامات پر نگرانی اور اس قدر باریکی کے ساتھ ہر انتظام کی جانچ پڑتال کرنی پڑتی ہے کہ تنہا ایک شخص کیسا ہی منتظم کیوں نہ ہو تمام خدمات کو انجام نہیں دے سکتا کافی ہمراہی نہ ہوں تو مجبوراً ضروری کاموں کو یکے بعد دیگرے ترتیب وار انجام دینا پڑتا ہے حالانکہ شکار بالخصوص شیر کے شکار میں متعدد انتظامات وقت واحد میں کرنے لازمی ہیں۔ دیر ہو جانے تو کامیابی کا یقین نہیں ہو سکتا۔

ہمراہیوں میں اگر کوئی شخص مقامی اور اوس جنگل سے واقف موجود ہو۔ جہاں آپ شکار کھیل رہے ہیں تو بڑی مدد ملتی ہے۔ میرا مقصد گاؤں کے دھیڑ۔ کولی۔ گونڈ اور بنجارے شکاریوں سے نہیں ہے بلکہ شکار دوست شرفا سے۔ میرا تجربہ ہے کہ بمقابلہ جنگلی شکاریوں کے یہ حضرات بہت زیادہ

۔۵۔

سمجھنے اور صحیح واقعات معہ وجوہ معلوم کر سکتے ہیں۔ ان معلومات سے تلاش یا تدبیریں بڑی مدد ملتی ہے۔ شریف ہمراہیوں کا بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان کو جنگل میں تھوڑی بہت سوسائٹی مل جاتی ہے رات کو اگر لکھنے پڑھنے کا موقعہ نہ ملے تو ان سے شکار ہی کے متعلق باتیں کرنے میں وقت گزر جاتا ہے۔

میں شکار میں تنہا بھی رہا ہوں مگر وہ لطف نہیں آیا جو دو چار بھلے مانس ساتھ رہنے کی حالت میں آتا تھا شاید یہ لطف عادت اور عادت بد کا نتیجہ ہو اور اس لئے میں مشورہ کے طور پر یہ نہیں کہہ سکتا کہ شکار کیمپ میں مصاحب بھی ساتھ ہوں اگر ساتھ ہوں تو سب دوست اور چھوٹے ہونے چاہیں کہ ہر وقت ہر جگہ کام کر سکیں نہیں سرکار عجلا میں رات کو کیسے جاؤں۔ کہنے والے ہرگز ہرگز ساتھ نہ ہونے چاہیں۔ سپاہی منش اور کسی قدر شکار کے شوقین یا شکار اور جنگل کے جاننے والوں سے کیمپ میں بہت کام نکلتے ہیں۔ لیکن صرف ہاں میں ہاں ملانے والے اور بغیر کسی علم و تجربہ کے خواہ مخواہ بے سر و پا رائیں قائم کرنے والے کیمپ کے ملازمین اور شکاریوں وغیرہ پر برا اثر پیدا کرتے ہیں۔ ان کو کسی حیلہ سے بغیر اظہار ناراضگی و تنفر ٹال دینا چاہیئے۔

اب شکار کے شریک اور ہم پایہ شکاریوں کی نسبت میری قطعی رائے یہ ہے کہ کبھی دو شکاری ایک کیمپ میں شریک نہ ہوں۔ ہمارے ملک اور قوم کے اخلاق حمیدہ اور ہمارا طرز معاشرت اس امر کی اجازت نہیں دیتا کہ دو مساوی درجہ کے شکاری جن کے حقوق بھی مساوی ہوں ایک جگہ اور ایسی جگہ جہاں ہر کام میں دقت اور تکلیف کا مقابلہ کرنا لازمی ہے۔ ہنسی خوشی یکدلی اور یکجہتی سے بسر کر سکیں اپنی اپنی ڈھپلی اور اپنا اپنا راگ ہی مناسب ہے۔ خدا نے اتفاق باہمی کی صفات و برکات یورپینوں کے لئے مخصوص کی ہیں۔

میں نے شاذ و نادر ہی تنہا شکار کیا ہے۔ دوست۔ احباب ہم درجہ اور ہم مرتبہ عہدے دار مجھ سے درجہ میں بہت زیادہ رتبہ کے حکام ان سب کے ساتھ میں شکار میں رہا ہوں۔ مگر دو ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ ہم پایہ اور شریک شکار اصحاب کا ساتھ ہو گیا۔

۷۶

ہمپایہ اور شریک شکار کی شرح یہ ہے کہ ایسے شکاری جو اپنے کو اپنے ہمرائیوں کے مقابلہ کے شکار کے علم سے برابر کے درجہ تک واقف ۔ برابر نشانہ انداز مساوی درجہ کا تجربہ کار اور مساوی درجہ کا حقدار سمجھتے ہوں ۔ ان میں سے ہر شخص اپنی رائے کو ترجیح دیتا اور ۔ وقت ۔ مقام ۔ طریقہ جھونے کی جگہ ۔ اشاپ کے درختوں کے انتخاب اور اسی قسم کے بیسیوں ضروری امور کے متعلق مخالف خیال ظاہر کرتا تھا ۔ نتیجہ جو فطرتاً ظہور پذیر ہونا چاہیے ۔ وہ ہوا ۔ یعنی ناکامی مزید براں دو ایک صاحب آپس میں ایک دوسرے سے رنجیدہ بھی ہو گئے ۔

اگر بڑے حکام اور فرمانروا والیان ریاست کے ساتھ شکار کھیلنے کا اتفاق ہو تو بغیر اون کی مرضی اور خواہش کے خود کسی انتظام میں رائے نہ دینا چاہیے ۔ الا اوس وقت کہ جب قطعی طور پر ناکامی ہو چکی ہو اور ناکامی کے وجوہ کی تحقیقات ہو رہی ہو ۔ ہر شکار میں ناکامی کے بعد کونسل و تحقیقات ہوتی ہے ۔

(مجبوراً یہ اخلاقی طریقہ اختیار کرنا پڑتا ہے) اگر ایسی پارٹی کے ساتھ شکار کا اتفاق ہو جس میں درجہ ۔ علم ۔ عزت وغیرہ کے لحاظ سے سب مساوی ہوں تو جس شخص کو زیادہ تجربہ اور اس فن سے زیادہ واقفیت یا دلچسپی ہو اوس کی رائے پر ہر انتظام کے فیصلہ کو منحصر کر دینا مناسب ہے ۔ اگر کوئی صریحی غلطی واقع ہو تو اوس کے بیان کر دینے میں کوئی ہرج نہیں مگر نہایت نرمی کے ساتھ چند سطر قبل میرے قلم سے یہ الفاظ نکلے ہیں کہ اتفاق باہمی کی صفات و برکات خدا نے یورپینوں کے لئے مخصوص کئے ہیں ۔ اوسی کے سلسلہ میں اس کا ذکر کرنا بھی مناسب ہے ۔ کہ ہمارے ہموطن ہندی بھائیوں کے سر میں منجملہ اور بدبختیوں کے ہمہ دانی کا خبط بھی نقصان دہ بلکہ تکلیف دہ درجہ تک موجود ہے ۔ یورپین بالعموم اس عیب سے بھی مبرا ہیں قومی تعصب اقوام یورپ کا مسلمہ حصہ ہے اور یہ قومی حیثیت کا مسلہ ہے کہ وہ کسی قوم کی خوبی یا کسی فن میں غیر اقوام کی برتری کو تسلیم نہیں کرتے لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یورپین بالعموم اور انگریز بخصوصیت کے ساتھ انفرادی حیثیت سے مغرور تو ضرور ہوتے ہیں ۔ مگر ہر چیز کو جانتے اور ہر فن سے واقف ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے ۔ ہمارے ہم وطن

۷۷

بھائیوں کی یہ حالت ہے کہ اگر انہوں نے کسی پرند کا صرف پر دیکھا ہو تو اس امر کا دعوی کرتے ہیں اور دل میں یقین رکھتے ہیں کہ علم الطیور کا جاننے والا آج دنیا میں ان سے بہتر نہیں ہے۔ ان چیزوں کا ذکر شکار کی کتاب میں موزوں نہیں معلوم ہوتا مگر جیسا کہ میں نے دیباچہ میں لکھا اور ثابت کیا ہے میں شکار کو اخلاق حمیدہ کی تعلیم کا منجملہ اور ذرایع کے ایک زبردست آلہ اور معلم تسلیم کرتا ہوں صرف فرق یہ ہے کہ کتابوں کے پڑھنے یا اوستاد سے سیکھنے کے عوض میں شکار خود بخود تجربہ کے ذریعہ سے اخلاق کی تعلیم دیتا ہے۔ یہاں میں سامان شکار کے ضمن میں ہمارے بھائیوں کا ذکر کر رہا ہوں۔ اور اس کے سلسلہ میں نوجوانوں سے صرف بحیثیت مشورہ یہ التماس ہے کہ شکار اور شکار کیمپوں میں خود رائی اور ہمہ دانی کے خیال سے احتراز کریں۔ میں اس موقعہ پر بطور مثال کے دلچسپی کے غرض سے چند بالکل صحیح قصے بیان کرتا ہوں۔ اور اپنے ہم قوم ہم ملک نوجوانوں سے امید ہے کہ وہ حسن و قبح پر غور فرما کر ان سے فایدہ اوٹھائیں گے۔

ایک صاحب فرض کر لیجئے مولوی صاحب نے تمام عمر میں صرف دو گھوڑے نیلام سے خریدے تھے۔ یہ گھوڑے رسالہ سے بیکار اور ضعیف ہو کر ہراج کئے گئے تھے۔ صاحب موصوف ان کو گاڑی میں لگاتے اور دفتر وغیرہ جاتے تھے۔ بڈھے گھوڑے اور اون پر کھینچنے کی محنت۔ چند ہی روز میں ایک بیمار ہو کر اور دوسرا چلتے چلتے گر کر مالک پر سے قربان ہو گیا۔

ایک اور صاحب فرض کر لیجئے کپتان صاحب ان کے مکان کے پاس رہتے تھے۔ یہ فوج میں ملازم اور شاید کسی ذمہ دار عہدے پر تھے۔ کئی مرتبہ کپتان صاحب گھوڑے خریدنے کے لئے بمبئی بھیجے گئے اور ہر مرتبہ ڈیڑھ سو یا دو سو گھوڑے خرید کر لائے ہر سفر میں یہ دو تین گھوڑے اپنے لئے بھی لاتے تھے۔ اس کے علاوہ گھوڑے کے حسن و قبح بیماریوں علاج اور نگرانی کے مضامین کی دس بیس کتابیں بھی انہوں نے پڑھی تھیں اور دو تین کتابوں کا اردو میں ترجمہ بھی کیا تھا۔

جب مولوی صاحب کا گھوڑا گر کر مر گیا تو انہوں نے کپتان صاحب سے کہا کہ آپ کے

رسالہ کے گھوڑے کب نکالے جائیں گے۔ مجھکو گھوڑے کی ضرورت ہے رسالہ کے نکلے ہوئے جانور سدھے سدھے ہوں میں ملجلتے ہیں اور خوب کام دیتے ہیں۔ کپتان صاحب نے کہا کہ مولانا بڈھے بیکار گھوڑے کیا اور کبتک کام دیں گے۔ مناسب ہے کہ آپ ایک نیا گھوڑا اپنی گاڑی کے لئے موزوں دیکھکر خرید لیں۔ بیشک قیمت چار سو پانچ سو ہوگی مگر قابل اعتبار گھوڑا ملجائے گا یہ تو نہو گا کہ چلتے چلتے گھوڑا اگر کر مر گیا۔ آپ مکان تک پا پیادہ تشریف لائے اور آپ کے ملازم گاڑی کو کھینچ کر گھر لائے۔ مولانا اس مشورہ پر راضی ہو گئے اور یہ قرار داد ہوئی کہ کاروان اسپاں کو دونوں ساتھ چلیں اور کپتان صاحب کے مشورے سے مولانا گھوڑا خرید فرمائیں۔ یہ بتا دینا ضرور ہے کہ مولانا کے پاس ایک مضبوط بڑی اور وزنی بروہام تھی۔ دونوں صاحب کاروان پہنچے اور معلوم ہوا شمالی ہند سے چند افغان کابلی گھوڑے اور گڑیانی والے وزیری اور کنڈی بریڈ گھوڑوں کی کھیپ لائے ہیں اس کے علاوہ چند کاٹھیاواڑ ویلرز اور ایرانی گھوڑے بھی اصطبلوں میں موجود ہیں کپتان صاحب تو خوش ہوئے کہ کئی نسلوں کے گھوڑوں میں سے انتخاب کا اچھا موقعہ ہے مگر مولانا نے نہایت افسردگی کے ساتھ فرمایا کہ دیکھئے کہ میری پسند کا گھوڑا مل جائے تو بات ہے۔

گھوڑوں کا معائنہ شروع ہوا۔ مولانا نہ نسل دیکھتے تھے نہ ہاتھ پیر نہ قد نہ جسامت صرف اوپر نیچے بال بھونری کی تلاش میں مصروف تھے۔ بروہام وہ بھی وزنی قسم کی اوس کے لئے کئی مرتبہ کپتان صاحب نے کہا کہ ویلر یا کابلی یا کم از کم ایرانی خرید فرمائیں مگر مولانا یہی فرماتے رہے کہ جی ہاں میں سمجھتا ہوں۔ آخر کار ایک کاٹھیاوار یابو ۱۲½ کی ناپ کا مولانا کو پسند آیا۔ کپتان صاحب نے کہا بھی کہ یہ چھوٹا اور اکہری پسلی کا نیز بدمزاج جانور ہے۔ اول تو گاڑی کے کام ہی کا نہیں پھر اتنی بڑی وزنی گاڑی میں کیا کام دیگا مولانا نے ایک نہ سنی اور جواب دیا کہ دیکھئے تو ہیں مصالحہ دیگر اس کو کیا سے کیا کر دیتا ہوں۔ خیر یابو آ گیا۔ سات مہینے وہ گھسیٹے میں پھرا گیا ہڈی اور چمڑہ باقی رہ گیا بدمزاج ہونا تو کاٹھیاوار کا لازمی خاصہ ہے۔ پھیر یوا اسنے غلطی یہ کی کہ

اس کو مارا بھی خوب۔ لات مارنا۔ کاٹنا۔ اڑنا سب سیکھ گیا نہ سیکھا تو گاڑی میں چلنا۔ آخرکار (سہ) روپیہ میں فروخت کر دیا گیا۔ لطف اور اس قصہ کی تحریر کی ضرورت یہ ہے کہ مولانا فرماتے تھے کہ صاحب غلطی ہوگئی۔ میں نے کپتان صاحب سے ناحق مشورہ لیا میں اپنی پسند سے لیتا تو ممکن تھا کہ جانور خراب نکل جائے۔

یہ مثال ہے ہمارے ہموطنوں کے دعوائے ہمہ دانی کی ایک دوسری مثال ایک صاحب کو اصیل مرغ کا شوق تھا۔ لڑاتے تو نہ تھے مگر عمدہ عمدہ اصیل جمع کئے تھے۔ بچے نکلواتے تو اوسوقت احباب کو تحفتاً بھیج دیتے۔ چند کتابیں مرغوں کی پڑھ لی تھیں بچے نکلواتے۔ جوڑ۔ توڑ Breeding کے اصول آزماتے علاج وداغرض سب چیزوں سے واقف تھے۔ اور اون کا یہ خبط تقریباً تیس سال سے جاری تھا ایک صاحب اون سے ملنے آئے مرغوں کے جال جو قرینہ سے ایک قطار میں رکھے ہوئے تھے۔ دیکھ کر قریب سے دیکھنے کی خواہش ظاہر فرمائی صاحب خانہ نے نوکروں کو آواز دی اور حکم دیا کہ مرغ لاؤ۔ ایک ایک مرغ آنا شروع ہوا اور صاحب خانہ نے اپنے خبط کی دھن میں ہر مرغ کا شجرہ اور اوس کی خوبیاں بیان کرنی شروع کیں کہیں کہیں انگریزی کتابوں کا حوالہ بھی دیتے عبارت بھی سناتے اور اپنے مرغ کے پائنٹس سے مقابلہ کرتے اور کبھی یہ فرماتے کہ فلاں اصول کے موافق میں نے بچے لئے ہیں میں نے فلاں فلاں ہدایتوں کا خاص طور پر خیال رکھا ہے۔ الغرض اس میں ایک آدھ گھنٹہ صرف کرنے کے بعد انہوں نے مہمان صاحب کے طرف داد طلب نگاہ ڈالی اس امید پر کہ یہ میری محنت کی کچھ تو تعریف کریں گے۔ مگر وائے شوئ قسمت کہ انہوں نے مرغوں یا اون کی محنت کے متعلق ایک لفظ بھی دل افزائی یا تعریف کا زبان سے نہ نکالا آخر میں یہ فرمایا کہ صاحب اب اور پھر یہاں مرغ کہاں نصیب ہیں۔ اسپر صاحب خانہ نے دریافت کیا کہ کیا آپ کو بھی شوق ہے کیا آپ کے پاس بھی مرغ ہیں کیا آپ بھی مرغوں کو پہچانتے اور اون کے متعلق جانتے ہیں مہمان صاحب نے جواب دیا کہ ہاں شوق تو مجھکو بھی بہت رہا ہے مگر میں نے کبھی پالے نہیں ایک میرے عزیز کو بہت شوق تھا اون کے پاس میں ایک مرتبہ لکھنو گیا تھا وہاں اچھے اچھے مرغ دیکھے تھے۔

اب ویسے نظر نہیں آتے ناظرین ہمہ دانی کے دعوے کا خود اندازہ فرمالیں۔ علم و تجربہ کا یہ حال کہ شوق رہا ہے مگر پائے نہیں۔ دیکھیے بھی ایک دوست کے پاس تھے وہ بھی سفر میں اور ایک مرتبہ پھر لکھنو کے مرغ کے بہ مشکل ملتے بھی نہیں ہوتے وہ بہتر اور حیدرآباد کے مرغ جن کے متعلق انسائیکلوپیڈیا آف پولٹری کے مصنفین نے یہ رائے دی ہے کہ دنیا میں ان سے بہتر مرغ نہیں ہوتا حقیر اور کچھ نہیں۔

تیسری مثال۔ ایک صاحب پنجاب سے تشریف لائے۔ میں دورہ پر تھا ادن کو وہیں ٹہرالیا ایک دن وہ اپنے شکار کے قصے بیان کر رہے تھے غالباً دنیا میں ان سے زیادہ شجاعت اور دلیری کے کام کسی نے نہ کئے ہوں۔ میں بھی اوس وقت موجود تھا۔ میں نے کوئی اعتراض نہیں کیا خاموش سنتا رہا اتفاق سے دو تین روز بعد ایسے مقام پر قیام ہوا کہ اوس کے قریب شیر کا جنگل تھا مجھکو سرکاری کام تھا خود نہیں جاسکتا تھا ان صاحب سے میں نے کہا کہ میر صاحب میرے یابو پر صبح کو چلے جائے اور ذرا جنگل کا رنگ اور موقع تو دیکھیے کہ شیر ہے یا نہیں۔ اکثر تالوں کی ریت میں پنجوں کے نشان ہوں گے اون سے معلوم فرمالیجیے کہ کتنے شیر ہیں۔ بڑے یا چھوٹے۔ جوان یا بڈھے یہ سنکر میر صاحب بہت بگڑے اور فرمایا کہ کیا مجھے علم غیب ہے کہ سب معلوم کرلوں۔ میں نے کہا کہ آپ اوس روز شیر افگنی کے بہت سے قصے بیان فرمارہے تھے۔ کیا اتنا بھی تجربہ نہیں ہے۔ یہ تو نہایت معمولی اور نوآموز شکاری معلوم کر سکتے ہیں۔ میر صاحب اور زیادہ برہم ہوئے۔ اور فرمایا کہ میں خود یہ کام نہیں کرتا تھا جرنل صاحب کی نوکر کرتے تھے جرنل صاحب کے نوکروں پر میر صاحب کو اور لوگوں نے بنانا شروع کیا دق ہو کر میر صاحب نے فرمایا کہ میں جانتا سب ہوں بڑے بڑے شکار کیئے ہیں مگر یہ محنت کون اٹھائے اور کون جان کو معرض خطر میں ڈالے۔ اس پر وہ اور زیادہ بنائے گئے۔ آخر میں طوعاً و کرہاً میر صاحب جانے پر راضی ہوگئے ہیں نے کہا کہ ایک بندوق ساتھ لے جائے اور میرا گاڑی ہانکنے والا شکاری ہے اوس کو ساتھ رکھیئے میر صاحب یابو پر سوار ہوئے۔ بندوق شکاری کو دی اور جنگل کا رخ کیا کہ بہت تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ اون کو ایک چکارہ نظر آیا۔ آپ گھوڑے سے اوتر کر اوس پر فائر کرنے کو

تیار ہو گئے۔ شکاری نے کہا کہ صاحب آپ شیر کا پتہ لگانے جا رہے ہیں۔ چکارے پر فایر کیا تو شیر بھڑک جائیں گے۔ شکار پھر کیجئے گا۔ ذرا نالے وغیرہ دیکھہ لیجئے۔ شکاری نے اصولی بات کہی تھی۔ مگر میر صاحب نے ایک نہ سنی چکارے پر فایر کے لئے تیار ہو گئے۔ جب بندوق میں کارتوس لوڈ کرنے کا ارادہ کیا تو بندوق بولٹ ایکشن تھی (یہ کسی طرح سمجھہ میں نہ آیا کہ بریچ کیونکر کھولیں)۔ فوراً واپس آ گئے اور مجھسے فرمایا کہ واہ مجھکو شیر کے منھہ میں بھیجا اور بندوق ایسی بگڑی ہوی دی کہ وہ کھلتی بھی نہیں۔ معلوم ہوا کہ وہ کسی جرنل کی سربراہی کے لئے منجانب ریاست کشمیر متعین کئے گئے تھے اس قصہ سے ہمراہیوں کی قابلیت اور ہمارے نوجوانوں کی ہمہ دانی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ہمراہی اگر ہوں تو اس فن سے کسیقدر واقف یا کم از کم تجربہ کار۔ دلیر اور محنت سے جی نہ چرانے والے ہوں ورنہ نہ ہونا زیادہ مناسب ہے شکاری کو خود حتی الوسع محنت برداشت کرنی چاہئے۔ بریں ہم سب میں زیادہ لازمی صفت ہمراہیوں اور ملازمیں کی یہ ہے کہ وہ کسی واقعہ کے بیان میں مبالغہ نہ کریں۔ اگر ان میں سے کوئی شخص جس کے ذمہ شکار کی تلاش اور سراغ رسانی کا کام ہو یا وہ گارے باندھنے اور گارے کی خبر لانے پر متعین ہو غلط باتیں بیان یا خلاف واقعہ کوئی امر باور کرانے کی کوشش کرے تو یا شکار نہیں ملیگا۔ یا آپ کسی خطرہ اور مشکل میں گرفتار ہو جائیں گے۔ ایک صاحب نے محض اپنی واقفیت کے اظہار کی غرض سے مجھکو یہ مبالغہ آمیز اطلاع دی کہ اس پہاڑ پر سانبھروں کے منڈے رہتے ہیں اور اون میں بڑے بڑے سینگوں کے سانبھر ہیں۔ نہایت دقت اور تکلیف برداشت کرنے کے بعد دو گھنٹے میں میں پہاڑ پر چڑھا ہر چند تلاش کی اور جس جس رخ پر انہوں نے بتایا اودھر جا کر دیکھا کہیں سانبھر کی کوئی علامت نظر نہ آئی۔ (بگم گیم میں ان سب کا بہ تفصیل اندراج کیا گیا ہے۔ پتھروں میں ٹھوکریں دور جھاڑیوں میں نوک خار صحرا کے زخم کھاتے ہوئے شام کو کیمپ پہنچے۔ یہ سب بیان کرنیوالے صاحب کا مبالغہ تھا۔ ایک مرتبہ ایک ساتھہ کے شکاری نے یہ گپ اوڑا دی کہ فلاں مقام پر نیل۔ چیتل۔ جنگلی بکری وغیرہ دن کو پانی پینے آتے ہیں۔ میرے منجھلے بچے دہاج سلمہ نے دن کو

وہاں جاکر شکار کھیلنے کی اجازت چاہی۔ اس بچہ کی عمر اوس وقت تیرہ سال کی تھی میں نے دو صاحبوں اور اوس شکاری کو ساتھ کر دیا۔ جب یہ پارٹی وہاں پہنچی تو پانی کے قریب ایک گھنی جھاڑی میں تین شیر سو رہے تھے۔ وہاں سے یہ سب لوگ دور جاکر ٹہرے اور مجھکو اطلاع بھیجی کہ یہاں شیر ہیں جلد آئیے میں پہنچا تو شیر غالباً گڑبڑ سے اوٹھکر جاچکے تھے مگر میں نے اوتر کر اوس مقام کو دیکھا حقیقتاً وہ شیروں کے رہنے کے قابل اور اون کی مخصوص آرام گاہ تھی۔ چرندوں کا وہاں گزر ناممکن اور کسی کے پیر کا نشان بھی نہ تھا۔ اگر تجربہ کار دو شخص ساتھ نہ ہوتے تو وہاج سلمہ اوس تہ خانے میں اوتر ہی جاتا ہے اور معلوم نہیں کیا انجام ہوتا۔

مندرجہ بالا واقعات نوجوانوں کو توجہ دلانے کے لئے کافی ہیں۔

اب کسی قدر مطول بیان کا خلاصہ یا نتیجہ چند سطروں میں پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) چھرے کی بندوق متوسط قد و قامت اصحاب کے لئے کس نوعیت کی ہونی مناسب ہے۔

ہیمرڈ یا ہیمرلس	گھوڑے دار یا بلا گھوڑے کی حسب پسند۔
سلنڈر بور	نالوں کے سوراخ کی ساخت یکساں سیدہی۔
ٹولوبور	بارہ نمبر کی
ڈبل بیرل	دو ضربی
ٹاپ لیور ایکشن	اوپر کی طرف سے کھلنے والی۔
ڈے مس کیس اسٹیل	دمشقی یا جوہر دار فولاد۔
نائٹرو پروف	سپید بارود چلانے کے قابل۔
وہیٹ ۶½ پاونڈ	وزن ۶½ پاونڈ
لنگھتہ آف بیرلز ۳۲ یا ۳۰ انچ	نالوں کا طول ۳۰ یا ۳۲ انچ
پسٹل گرپ	کندے کی شکل پستول نما۔ یہ خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔

میکر فرسٹ کلاس — بنانیوالا اول درجہ

رائفل یا گولی کس نوعیت کی ہونی چاہیئے۔

ڈبل بیرل — اگر ایک نالی چھوٹی بور کی چرندوں مثل ہرن وغیرہ کے خریدنے منظور ہو تو بولٹ ایکشن مناسب ہے ۲۵۰ سے ۳۵۵ تک کسی بور کی۔

ٹاپ لیور گو میں انڈر لیور پسند کرتا ہوں۔

۵۰۰ ، اکسپرس ۔ ۴۰ ۔ ۴۴ ۔ ۳۳ ، ۔

لنگتھ آف بیرل ساخت پر منحصر ہے۔

نائٹرو پروف

پسٹل گرپ

میکر فرسٹ کلاس — میکر اون میں سے جن کا نام فہرست میں درج ہے ۔

سیاہ بارود کے کارتوس بشرط تجربہ خود بنانا بہتر ہے۔ سپید بارود کے کارتوس قابل اعتبار سوداگروں سے خریدے جائیں۔ سامان فہرست مندرجہ میں سے جس قدر ممکن ہو ساتھ رکھا جائے ۔ ہمراہی۔ دلیر۔ تجربہ کار محنتی سچ بولنے والے ہوں ۔ ورنہ نہ ہو۔ یہ معلومات محض مبتدی نوجوانوں کی آگاہی کے لئے مشورتاً عرض کئے گئے ہیں۔ ان پر عمل کرنا لازمی نہیں سمجھا جاسکتا نہ یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ اس سے بہتر مشورہ ناممکن ہے ۔ اسی مختصر کتاب کے مضامین جس کا ماخذ ذاتی تجربہ۔ حافظہ ذاتی شوق یا چند کتب کا مطالعہ ہو کسی طرح مکمل اور ادق مسائل کا فیصلہ کن نہیں سمجھے جاسکتے۔ زبان انگریزی نے اشاعت علوم وفنون میں جو حیرت انگیز وسعت پیدا کر دی ہے ۔ اوس کے بیان کی ضرورت نہیں جن امور کی نسبت یہاں دو چار لفظ یا ایک دو سطریں لکھی گئی ہیں اون کے متعلق انگریزی میں دو دو چار چار کتابیں موجود ہیں ۔ اگر سطحی معلومات سے تجاوز کر کے دقیق اور حقیقی علم کا شوق ہو تو کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے ضمیمہ میں ان کتب کی فہرست

درج کی جائے گی۔

یہ فلسفیانہ اصول یاد رکھنا چاہیئے کہ

یعنی علم قوت ہے۔ علم دولت ہے۔ صرف ذاتی تجربہ کسی علم یا فن کے حصول کے لئے کافی نہیں ہو سکتا کتابیں سینکڑوں افراد کے تجربہ کے نتائج کا ذخیرہ ہوتی ہیں۔ ان کو پڑھنے کے بعد ذاتی تجربہ نہایت جلد اور نہایت صحیح نتائج پیدا کرنے پر قادر کر دیتا ہے فقط

باب اول

دیباچہ میں یہ بہ تفصیل بیان کیا جا چکا ہے کہ جس طرح اسپورٹ کے معنی میں تمام مردانہ ورزشیں اور کھیل شامل ہیں اوسی طرح لفظ شکار میں بھی وہ کل طریقے اور ذرائع شریک ہیں جو جانوروں کو پکڑنے یا مارنے کے لئے کام میں لائے جاتے ہوں۔ شکار کے عام اور مختلف رائج الوقت طریقے یہ ہیں۔

(۱) چیتے سے ہرن کو اور کتوں سے جانوروں کا شکار کرنا۔

(۲) مچھلی پکڑنا خواہ کانٹے اور چھڑی سے خواہ جال سے۔

(۳) باز اور بہری وغیرہ کو تعلیم دیکر پرندوں کا شکار کرنا۔

(۴) جال لگا کر پرندوں کو پکڑنا یا مختلف ترکیبوں سے ہرنوں نیز ہاتھیوں اور درندوں کو گرفتار کرنا۔

(۵) گھوڑوں پر سوار ہو کر نیزے سے سور وغیرہ مارنا۔

(۶) کسی آلہ جارحہ یا بندوق سے جانوروں کو ہلاک کرنا۔

اب اسی آخر الذکر حصہ کے متعلق دیگر آلات مثلاً تیر و۔ برچھہ و تلوار کے استعمال کو ترک کر کے صرف بندوق سے شکار کرنے کے متعلق چند مفید بکار آمد معلومات مختصر طریقہ پر مبتدی نوجوانوں کی آگاہی اعانت و ہدایت کے لئے اس باب کے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

بندوق کے شکار کو یورپین مصنفین اور بڑے بڑے اہل الرائے اور قابل استناد ماہرین فن نے دو حصوں پر تقسیم کیا ہے اور حقیقتاً اس تقسیم کے علاوہ بہ لحاظ نوعیت شکار و بندوق اس سے زیادہ صحیح کوئی اور قاعدہ یا اصول کافی غور و فکر کے بعد بھی سمجھ میں نہیں آتا متذکرہ بالا یورپین مصنفین کے طریقہ پر بندوق کا شکار دو حصوں میں منقسم ہے۔

(۱) اسمال گیم یعنی چھوٹا شکار۔

(۲) بگ گیم۔ بڑا یا بڑے جانوروں کا شکار پہلا حصہ یعنی اسمال گیم بمقابلہ دوسرے حصہ یعنی بگ گیم کے سہل بھی ہے اور شکار کرنے والے کے لئے اپنی نوعیت کی حد تک خطرناک بھی نہیں ہے نوعیت کی حد سے میرا مقصد یہ ہے کہ جو جانور اسمال گیم میں شامل ہیں وہ بذات خود شکاری کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ یہ اور بات ہے کہ کوئی شخص بے پروائی کے ساتھ بندوق لے کر چلے یا بغیر سوچے سمجھے کسی شخص کے طرف فائر کر دے۔ یا پانی کے جانوروں کی تلاش میں اپنی ناسمجھی سے کسی کنجال میں پھنس کر غرق ہو جائے۔

اسمال گیم سے مراد ہے ہر قسم کے چھوٹے بڑے پرند اور خرگوش وغیرہ۔ سنائپ۔ بٹیر۔ تلیر تیتر۔ کبوتر۔ ہریل۔ مور۔ جنگلی مرغی۔ مرغابیاں۔ قاز اور دیگر پانی میں رہنے والے پرند و تغدار انڈین بسٹارڈ وغیرہ شامل ہیں۔

یہ پرند بالعموم چھرے کی بندوق سے شکار کئے جاتے ہیں۔ اور ان کی جسامت کے لحاظ سے چھوٹے یا بڑے چھرے کام میں لائے جاتے ہیں۔ بندوق کے انتخاب و موزونیت کی نسبت ضروریات شکار و انتخاب بندوق کے ذیل میں بہ تفصیل ہدایات درج ہیں اس موقع پر ہر پرند کے متعلق چند ضروری امور بیان کرنا کافی ہے۔ میں نے اس مختصر کتاب میں صرف انہی پرندوں اور

جانوروں کا ذکر کیا ہے۔ جو ہمارے ملک میں بالعموم پائے جاتے یا شکار کئے جاتے ہیں۔ ممالک غیر میں ان کے علاوہ بہت سے پرند وچرند موجود اور اون کا شکار فیشن میں داخل ہے لیکن ہمارے نوجوانوں کے لئے اون کی نسبت معلومات کا فراہم کرنا غیر ضروری ہے اون پرندوں میں جن کا شکار چھرے کی بندوق سے کیا جاتا ہے۔ بالعموم سب شائقین اسپورٹ اور بالخصوص یوروپین سنائپ یعنی چہے کے شکار کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ اول تو سنائپ کے مارنے کے لئے کافی مشق و مہارت کی ضرورت ہے۔ دوسرے اوس کی تلاش کے لئے بھی تھوڑی سی واقفیت و محنت لازمی ہے اور تیسرے سنائپ کا گوشت بھی مزے کا ہوتا ہے۔

سنائپ اکثر و بیشتر تالابوں کے کنارے ہری گھانس یا دہان کی کھیتی میں رہتا ہے خشک مقامات پر کبھی نہیں ٹھیرتا۔ ہری گھانس میں بھی کہیں تھوڑا پانی ٹہیرا ہوا ہو تو اس میں کھڑا ہو یا چھوٹے چھوٹے کیڑے چنتا رہتا ہے یا نرم پتیاں۔

مختلف ملکوں میں اس کے آنے یا بکثرت ملنے کے مختلف موسم مقرر ہیں مگر ہمارے دکن میں سنائپ کے ملنے کا بہترین موسم ابتدائی جاڑے ہیں۔ بعض مقامات پر ابتدائی برسات یا وسط برسات میں بھی سنائپ ملتے ہیں مگر جاڑوں کے مقابلہ میں کم۔

ان کے شکار کے لئے چھ نمبر کے چھرے بہت کافی ہیں۔ نشانے کے متعلق مشق کی ضرورت ہے۔ ہدایات نشانہ اندازی میں مفید اصول درج ہیں۔ اون پر عمل کرنے سے جلد عبور ممکن ہے۔ اگر دھوپ تیز ہو تو سنائپ سست چھپا ہوا بیٹھا رہتا ہے۔ ابر کے دن بہت خوش ہوتا اور تیز اوڑتا ہے۔ اس کی پرواز سیدھی نہیں ہوتی بلکہ جلد جلد نیچے سے اوپر اور اوپر سے نیچے آتا جاتا ہے اور یکایک اپنا رخ بدل دیتا ہے۔ اسی وجہ سے اس پر صحیح نشانہ لینا شکاری کے لئے بڑی صفت سمجھی جاتی ہے جنکو بڑے شکار کا موقع نہیں ملا وہ اپنے سنائپ شوٹنگ ہی کا ذکر کر کے خوش ہو لیتے ہیں اور حقیقتاً چھرے کے شکار میں سنائپ کا شکار پر لطف بھی ہے اور دقت طلب بھی۔ دیگر پرندوں کے شکار کے مقابلہ میں سنائپ کے لئے دہان کے پانی بھرے ہوئے کھیتوں یا تالابوں کے کنارے کیچڑ میں چلنے کی

تکلیف اٹھانا بھی قابل قدر ہے۔

اول تو سنائپ بیٹھا ہوا بہت کم نظر آتا ہے۔ اگر نظر بھی آجائے تو بغیر اوڑائے فایر کرنا مبتدیانہ حرکت سمجھی جاتی ہے۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ نوجوانوں کو شروع سے اس امر کا خیال رکھنا چاہئے کہ پرندوں پر اس حالت میں کہ وہ بیٹھے ہوئے ہوں۔ فایر کرنا عیب میں داخل ہے اور شکاری اس کو unsportsman like یعنی ایسا فعل جو شکاری کے شان کے خلاف ہو تصور کرتے ہیں۔ اگر دو تین احباب ملکر سنائپ کا شکار کھیلیں تو زیادہ لطف آتا ہے۔ سنائپ زیادہ مارے جاتے ہیں اور اون کی تلاش میں آسانی ہوتی ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ دو تین شکاری ایک صف میں چلتے ہیں اور ان کے پیچھے دو تین گز کے فاصلہ سے مگر داہنے بائیں دس دس بارہ بارہ گز کے فاصلے پر چند ملازمین زمین پر لکڑیاں مارتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں سنائپ آواز سے بھڑک کر کیچڑ یا گھانس میں سے آواز کرکے اڑتے ہیں۔ ان کی پرواز کی نسبت قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔ فایر کا طریقہ بھی ہدایات نشانہ اندازی میں مفصل طور پر درج ہے۔ اس موقعہ پر صرف دو امور کا خاص طور پر ذکر ضروری ہے۔

(الف) سنائپ کو ہانکنا یا زمین سے اوڑانا۔ (ب) زخمی سنائپ کو زمین سے چننا۔

(الف) سنائپ گھانس یا کیچڑ میں دبک کر بیٹھنے کا بالخصوص خطرے کے وقت عادی ہوتا ہے۔ ہانکنے والے پاس سے بھی گذر جائیں تو دبکا ہوا بیٹھا رہتا ہے۔ اس لئے ہانکنے والے آدمیوں کو تاکید کرنی چاہئے کہ وہ صرف سیدھے نہ چلیں بلکہ داہنے بائیں مڑ کر بل کھاتے ہوئے چلیں اس طریقہ پر تاکہ سنائپ کو دبکنے اور چھپنے کا موقع نہ ملے (ب) جب سنائپ شکاری کی بندوق سے زخمی ہوکر گھانس میں گریں تو اون کے گرنے کے مقام کو نگاہ میں رکھنا چاہئے۔ فوراً جھپٹ کر اٹھانے کی کوشش کرنا خوفناک ہے جب شکاریوں کی لاین سنائپ کے گرنے کے مقام سے آگے بڑھ جائے۔ اس وقت سنائپ کو گھانس میں تلاش کر لینا چاہئے جلد جھپٹنے میں جبکہ شکاری پیچھے ہوں۔ یہ اندیشہ ہے کوئی سنائپ زمین سے اوٹھے۔ کوئی صاحب بے خیالی سے اوسپر فایر کریں اور سامنے دوڑنے والے کو نقصان پہنچے۔

سنائپ کے شکار کے لئے دن کے دس بجے صبح سے شام کے پانچ تک مناسب وقت ہے۔ پانچ کے بعد جاڑوں کے موسم میں پانی یا کیچڑ میں چلنا صحت کے لئے مضر ہے اور پھر مکان پہنچ کر پانی نہانے اور کپڑے بدلنے کا مناسب وقت باقی نہیں رہتا۔

سنائپ کے شکار کے لئے بارہ بور کی کم وزن بندوق زیادہ موزوں ہے یا اگر شکاری اپنی ضروریات کے لحاظ سے ۱۶ بور کو ترجیح دیتا ہو تو یہ اس سے بھی بہتر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ سنائپ تیز اور جلد جلد پرواز کا رخ بدلتا ہوا اوڑتا ہے۔ جبقدر بندوق ہلکی ہوگی اسی قدر آسانی کے ساتھ بندوق اور ہاتھ بھی پھر سکے گا۔ اکثر دو سنائپ وقت واحد میں اٹھتے اور دو مختلف جوانب میں پرواز کرتے ہیں۔ اچھے اور اور مشاق شکاری دو نالی بندوق سے ایک کو ایک جانب اور دوسرے کو دوسرے جانب گرا دیتے ہیں اس قدر جلد ہاتھ کا رخ بدلنے اور نشانہ لینے کے لئے بندوق ہلکی ہو تو مناسب ہے۔

بٹیر

چھرے کے شکاروں میں بٹیر کا شکار بھی پر لطف شکار ہے۔ بٹیر شروع برسات میں آنے شروع ہوتے ہیں۔ کھیتوں اور میدانوں میں ایک دو نہیں درجنوں اور بعض جگہ سینکڑوں ہوتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی گھانس کی کونپلیں اور کنکروں کے ریزے چنتے رہتے ہیں۔ ان کی چرائی کا وقت صبح ہے۔ دہوپ تیز ہوتے ہی جھاڑیوں میں پناہ گزین ہو جاتے ہیں۔ وہاں بھی مرغ کی طرح زمین کھود کر کیڑے کھاتے ہیں۔ دہوپ کی تیزی کم ہونے پر پھر گھانس میں آتے اور غروب سے کچھ قبل تک وہاں چگتے رہتے ہیں۔ ان کے شکار کا طریقہ یہ ہے کہ شکاری اپنے ہمراہیوں کی صف سے تقریباً یا پانچ چھ گز آگے چلتا ہے۔ شکاری کے داہنے بائیں دو سے چار تک ملازم یا شکار کھلانیوالے چھڑی لیکر آواز کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔ ان کا فاصلہ شکاری سے داہنے بائیں ۵ ۳ گز کے قریب ہونا چاہیئے۔ اگر زیادہ فصل ہو تو بٹیر زمین سے اوٹھتے ہی بندوق کی مار کے باہر ہو جاتے ہیں۔ ان آدمیوں کی آواز سنکر بٹیر زمین سے اٹھتا ہے اور بالعموم سیدھا سامنے کی طرف اوڑتا ہے۔ سنائپ کی طرح نہ اوپر نہ نیچے

جاتا ہے نہ رخ بدلتا ہے۔ اسی لئے اس کا نشانہ کچھ مشکل نہیں ہے۔ بعض وقت کئی کئی بٹیر قریب قریب ملکر اوڑتے ہیں اور اون کی کثرت کے لحاظ سے ایک فایر میں متعدد مارے جا سکتے ہیں۔ بخلاف ستا ئپ کے کہ وہ نہ کبھی دو یکجا ملکر اوڑتے ہیں۔ اور نہ پرواز کا ایک راستہ اختیار کرتے ہیں۔

بٹیر کے لئے بھی بالعموم چھ نمبر کا چھرہ کافی ہے۔ اگر بٹیر بہ لحاظ غذا اور موسم کے تیز اور تیار نہو تو آٹھ نمبر کے چھرے سے بھی گر جاتے ہیں۔ شروع برسات سے آخر جاڑوں تک ان کی کثرت ہوتی ہے۔ گرمیوں میں خشک میدانوں کو چھوڑ کر گھانس اور جھاڑی کے مقامات پر چلے جاتے ہیں۔ ان کے شکار کرنے کا مناسب وقت صبح اور شام ہے۔

بٹیر کئی قسم کے ہوتے ہیں مگر گوشت سب کا لذیذ ہوتا ہے۔

تیتر

تیتر اور بٹیر میں بہت کم فرق ہے تیتر بڑا اور زیادہ قوت دار پرند ہے۔ اس لئے اس کے لئے چار نمبر کا چھرہ استعمال کرنا چاہئے۔ معمولی تیتر جن کو پالتے اور لڑاتے ہیں۔ بہت ملکر نہیں رہتے جوڑا کھیتوں کی مینڈھ کی جھاڑیوں میں رہتے اور وہیں انڈے دیتے ہیں۔ صبح کو شکار کے لئے نکلو تو مینڈھوں کے قریب اپنے بچوں کو لئے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور بڑی شان سے گردن اوٹھا کر دیکھتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے ساتھہ ہونے کی وجہ سے میں نے ایسے جوڑوں میں سے کسی پر کبھی فایر نہیں کیا اور میرا خیال ہے کہ ہر شکاری کو اس کا لحاظ رکھنا لازم ہے۔ ورنہ اون کے قرب وجوار کے جنگلوں سے یہ تیتر مفقود ہو جائیں گے۔

کبھی بغیر بچوں کے اوڑتے ہوئے ملجائیں و مار لینے میں مضائقہ نہیں۔ یہ معمولی تیتر بلند ہو کر کم اوڑتے ہیں۔ اول تو دور تک دوڑتے چلے جاتے ہیں۔ پھر زمین سے تقریباً سات آٹھہ فٹ کم و بیش ساٹھہ ستر گز اوڑتے اور پھر زمین پر اوتر جاتے ہیں۔

ان کو شکار کرنے کے لئے صبح موزوں تریں وقت ہے۔ دھوپ تیز ہونے کے بعد یہ جھاڑیوں میں

جا بیٹھتے ہیں۔ میدان میں نہیں دکھائی دیتے۔ لیکن اگر دو ایک آدمی جھاڑیوں کو ہانکتے ہوئے چلیں تو باہر نکل آتے ہیں اور فایر کرنیکا موقعہ ملجاتا ہے۔ جہاں کھیتوں کی باڑھ پر چھوٹے چھوٹے درخت اور ان درختوں کی جڑ کے قریب جھاڑی یا گھانس ہوتی ہے۔ اسی میں تیتر رہتے ہیں اور انڈے بچے دیتے ہیں۔ جھاڑی کی دوسری جانب سے اگر کوئی ہانکتا ہوا چلے تو شکار کیطرف جس کو خاموش چلنا چاہیئے نکل آتے ہیں۔ فایر کرتے وقت اس کا خیال رکھنا چاہیئے کہ ہانکنے والے ہمراہیوں پر چھرے گرنے کا امکان نہ ہو۔

معمولی تیتروں کے علاوہ کالے تیتر اور بھٹ تیتر بھی ہندوستان کے اکثر حصوں میں ملتے ہیں کالے تیتر پنجاب اور راجپوتانہ میں زیادہ ہوتے ہیں۔ سندھ میں بھی کہیں کہیں نظر آجاتے ہیں۔ ان کو شکار کرنے کے طریقے اور ان کے عادات و خوراک وغیرہ میں معمولی تیتر سے ذرا سا بھی فرق نہیں ہے۔ البتہ بھٹ تیتر کو بہ لحاظ اغراض شکار و عادات بود و باش وغیرہ تقریباً بالکل مختلف النوع پرندہ تصور کرنا چاہیئے۔ انگریزی میں اس کو سینڈ گراوز کہتے ہیں۔ اس کے متعلق مندرجہ ذیل معلومات شکاریوں کے لئے بکار آمد ثابت ہوں گی۔

بھٹ تیتر بہت ایکساتھ ملکر رہتے اور موسم اور ضروریات غذا کے لحاظ سے مختلف مقامات کو سفر کرتے رہتے ہیں۔ ان کی مستقل سکونت کا مقام ریتلے ممالک مثل راجپوتانہ۔ سندھ وغیرہ ہیں شمالی ہند اور دکن میں بھی دروسے فصول کے بعد بھٹ تیتروں کے غول بکثرت نظر آتے ہیں۔ یہ بلند ریتلے ٹیلوں پر جہاں جھاڑی کم ہو رات کو بسیرا کرتے ہیں اور علی الصباح طلوع آفتاب کے ساتھ ہی کٹے ہوئے کھیتوں یا پہاڑیوں کے دامن پر جہاں چھوٹی چھوٹی خشک گھانس ہو۔ اور اناج کے دانے دیمک وغیرہ مل سکے چلے جاتے ہیں۔ جن مقامات پر یہ چرنے کے لئے اوترتے ہیں۔ اگر شکاری وہاں اول وقت پہنچ جائے تو زمین پر اوترتے وقت ان کو شکار کرنے کا اچھا موقع ملتا ہے۔ یہ اکثر ۳۰ یا ۴۰ گز بلند ہو کر تیز اوڑتے ہیں اور پرواز میں بولتے ہوئے جاتے ہیں۔ آواز بھی بلند ہوتی ہے اور بلندی پر اوڑنے کی وجہ سے اور بھی دور سے سنائی دیتی ہے۔ اگر بھری ہوی

بندوق شکاری پاس رکھکر کوئی اور کام کرتا رہے تو ان کی آواز اتنی دور سے آتی ہے کہ ان کے قریب پہنچنے تک اپنا کام چھوڑ کر اور بندوق اوٹھاکر دوڑتے ہوئے غول پر فایر کرسکتا ہے۔ میں صبح کے وقت مکان کی چھت پر بیٹھ کر خط وغیرہ لکھتا تھا۔ مکان کے چاروں طرف دور دور تک میدان تھا۔ بھٹ تیتروں کے غول کبھی سر پر سے کبھی داہنے بائیں سے اوڑتے ہوئے جاتے تھے ان کی آواز کی وجہ سے مجھکو اتنا وقت ملجاتا تھا کہ میں قلم رکھکر اور بندوق اوٹھاکر تیار ہوجاتا تھا اور ہر غول میں سے ایک دو گرالیتا تھا۔ سرخ یا ریتلی زمین سے ان کا رنگ بہت ملتا ہے۔ زمین پر بیٹھنے اور پھیل جانے کے بعد چالیس گز سے یہ بمشکل نظر آتے ہیں۔ ان کو مارنے کی ترکیب یہ ہے کہ جب بھٹ تیتر زمین پر پھیلے ہوئے نظر آئیں تو آہستہ آہستہ ان کے گرد ساٹھ یہ ستر گز کے فاصلہ سے چکر لگانا اور رفتہ رفتہ اپنے دائرہ کو تنگ کرتے رہنا چاہئے۔ دو تین چکروں میں تیس گز کے فاصلہ پر پہنچکر یہ سمٹکر ایک جگہ ہوجائیں تو اون کی طرف سیدھا بڑھنا مناسب ہے۔ بعض تو شوق بیٹھے ہوئے غول پر فایر کردیتے ہیں۔ مگر اسپورٹ مین کے نقطہ نظر سے یہ مستحسن طریقہ ہے کہ ان کو اوڑاکر فایر کریں۔ چار نمبر کے چھرے بھٹ تیتروں کے لئے کافی ہیں۔ لیکن دو نمبر کا استعمال اس لئے مناسب ہے کہ نمبر ۴ سے خفیف سے زخمی ہوکر یہ دور تک نہ اوڑ سکیں اور ضائع نہ ہوں۔

بھٹ تیتر بہ لحاظ قد و قامت یا وزن کے کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ آدھ پاؤ سے لیکر ڈیڑھ پاؤ تک وزن کے بھٹ تیتر میں نے خود شکار کئے ہیں۔ مگر بعض شکاریوں نے مجھ سے بیان کیا کہ اونھوں نے سندھ میں تین پاؤ وزن کے بھٹ تیتر دیکھے اور مارے ہیں۔ چھوٹے بڑے تیتروں کی عادات میں کوئی فرق نہیں ہوتا البتہ رنگ میں خفیف سا تفاوت ہوتا ہے۔

بھٹ تیتر گھنے جنگل یا نم مقامات پر نہ کبھی اترتے ہیں نہ رہتے ہیں۔

بھٹ تیتر کا گوشت نہایت لذیذ اور بہتر قسم کا ہوتا ہے۔ اون پرندوں میں جو کھانے کیلئے شکار کئے جاتے ہیں۔ اس کا نمبر دوسرا یا تیسرا ہے۔ فصل کٹنے کے بعد جو اناج کے دانے کھیتوں میں رہ جاتے ہیں۔ اون کو کھاکر بھٹ تیتر خوب تیار ہوتے ہیں۔ اور وہی وقت ان کو شکار کرنیکے لئے

موزوں ہے۔

تلیر

یہ بہت چھوٹا جانور میناؤں کی قسم میں سے ہے۔ اور اس کا گوشت بھی لذیذ ہوتا ہے۔

تلیروں کے غول بعض اوقات ہزاروں کی تعداد تک شروع گرمیوں میں آنے شروع ہوتے ہیں۔ صبح نیز شام کو کھیتوں میں چرتے ہوئے ملتے ہیں۔ جب آواز یا کسی جاندار سے ڈر کر اوڑتے یا اوڑائے جاتے ہیں تو ان پر ۸ یا دش نمبر کے چھروں سے فایر کرنا مناسب ہے۔ چونکہ یہ بہت ملکر اوڑتے ہیں۔ اور ان کے غول بھی بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ اس لئے ایک ایک فایر میں دش بارہ بلکہ کبھی کبھی اس سے بھی زیادہ گر جاتے ہیں۔ ایک بڑے غول میں سے میں نے ایک مرتبہ فایر میں (۲۲) تلیر مارے ہیں۔ مگر بعض شکاریوں کا خیال ہے کہ اس سے بہت زیادہ تعداد میں گرائے جاسکتے ہیں۔

چونکہ تلیر کی غذا زیادہ تر کیڑے اور ٹڈیوں پر مشتمل ہے۔

اس لئے کھیتی کے لئے اسکی آمد مفید سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ ممالک محروسہ سرکار عالی میں ایک سال ٹڈیاں بکثرت آگئی تھیں۔ اور کاشت کار ان کی کثرت کی وجہ سے سخت نقصان کا اندیشہ ظاہر کر رہے تھے۔ ٹڈیوں کی کثرت کو کم کرنے کے لئے ڈنلاپ صاحب آنجہانی اوس وقت کے حندمال نے ایک سرکلر (گشتی) جاری کیا کہ دو سال تک کوئی شخص تلیر کا شکار نہ کرے۔ کیونکہ تلیر ٹڈیوں کو بکثرت کھاتا ہے۔ تلیر دوپہر کو درختوں کی شاخوں کے سایہ میں آرام لیتے ہیں۔ اگر وہاں سے اوڑائے جائیں تو باوجود فایر اور چند ہمراہیوں کی کمی کے پھر دوسرے درخت پر جا بیٹھتے ہیں۔ ان کی آواز سے اون کے موجود ہونیکا پتہ مل جاتا ہے۔ اور شکاری وہاں پہنچ جاتے ہیں۔

کبوتر

اس کی نوعیت شکل وصورت اور عادات سے تقریباً ہر شخص واقف ہے۔ مگر مبتدیوں کی

آگاہی کے لئے چند ضروری معلومات درج ذیل ہیں۔

عام طور سے یہ پرند تقریباً ہر مقام پر ملتا ہے۔ ہند کے شمالی صوبوں میں ان کی بڑی بڑی ٹکڑیاں میدانوں میں اڑتے اور کھیتوں میں چرتے نظر آتے ہیں۔ ان کے علاوہ مسجدوں، مندروں، گنبدوں، پرانی اور شکستہ عمارتوں نیز بڑی باؤلیوں میں ہر مقام پر دو ایک جوڑے سکونت پذیر پائے جاتے ہیں۔ یہ متفرق جوڑے اکثر آبادی کے اندر یا آبادی میں رہتے ہیں اور حقیقتاً ایک حد تک ان کو پلے ہوئے کبوتر سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ یہ انسان سے بالکل نہیں ڈرتے اور ان کا مارنا داخل بے رحمی ہے۔ اون کبوتروں کے مقابلہ میں جو جنگلوں میں رہتے ہیں یہ شہری کبوتر اچھی اور بکثرت غذا ملنے کی وجہ سے بڑے اور خوش رنگ بھی ہوتے ہیں اور گوشت بھی زیادہ چربی دار ہوتا ہے۔ مگر جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ان نیم مانوس غریبوں کو مارنا ظلم ہے۔

کبوتر تیز پرواز جانوروں میں ہے۔ جب یہ جھنڈ باندھ کر کھیتوں پر چکر لگاتے ہیں البتہ اوس وقت آہستہ اوڑتے ہیں لیکن جب ٹکڑی بڑی ہو یا ان کا مقصد کسی جگہ جانا یا خوف سے بھاگنا ہو تو بہت تیز اوڑتے ہیں۔ کبوتر جب تنہا کسی طرف آ جا رہا ہو اوس وقت اوس پر نشانہ لگانا عمدہ مشق سمجھی جاتی ہے۔ کبوتر کی اسی تیز پرواز کی بنا پر مٹی کی تھالیوں یا پیالوں کو جو مشین کے ذریعہ سے اوپر کی طرف پھینکتے جاتے ہیں۔ اور صنبیر شکاری نشانہ لگانے کی مشق کرتے ہیں۔ کلے پیجن کہتے ہیں۔ ہدایات نشانہ اندازی میں اس کی تفصیل درج ہے۔

کبوتر صرف اناج کھاتا ہے۔ کیڑے وغیرہ نہیں کھاتا۔ اس لئے اس کا گوشت صحت آور سمجھا جاتا ہے۔ اور لذیذ بھی ہوتا ہے۔ کبوتروں کے لئے چار نمبر کا چھرہ کافی ہے۔

اس معمولی کبوتر کے علاوہ ایک اور پرند جو اس سے قد و قامت میں تقریباً دوچند ہوتا ہے اور رنگ کے لحاظ سے مور کے مقابلہ میں بھی خوبصورت تصور کیا جاتا ہے۔ پہاڑی کبوتر کے نام سے موسوم ہے۔ جسم اور چہرے کی ساخت تو بالکل کبوتر کی سی ہوتی ہے۔ مگر جسامت تقریباً دوچند اور کوئی شبہ نہیں کہ مور سے زیادہ خوشرنگ ہوتا ہے شمالی ہند کے بعض اضلاع بالخصوص ترائی میں یہ پہاڑی کبوتر

زیادہ نظر آتے ہیں۔ ممالک متوسط اور دندصیاچل سے متصل مقامات پر بھی ملتے ہیں۔ مگر دکن میں کمیاب ہیں۔ سالہاسال کے دوروں میں مجھکو صرف دو نظر آئے اور افسوس ہے کہ دونوں مرتبہ میں نے اون کی جان لی۔ زیادہ افسوس یہ ہے کہ عدیم الفرصتی کیوجہ اون کی کھال اور پر بھی اسٹف نہ کرسکا۔ گوشت بہ مقابلہ معمولی کبوتر کے زیادہ چربی دار تھا۔

معمولی کبوتروں کی ٹکڑیاں جن کا ذکر اوپر کیا گیا موسم گرما میں علی الصباح اور جاڑوں میں نو بجے کے بعد کھیتوں میں چرنے کے لئے اترتی ہیں۔ شام کو مغرب سے کچھ قبل اپنے بسیرے کے درختوں پر جا بیٹھتی ہیں۔ اگر یہ درخت ان کے بیٹھنے کی جگہ معلوم ہوجائے تو وہاں ان کے آنیسے قبل پہنچ جانا مناسب ہے۔ جسوقت پرند بسیرے کے لئے اپنے نشیمن میں جاکر بیٹھ چکے ہوں۔ اوس وقت اون پر فایر کرکے رات بھر کے لئے سیر گرداں کرنا بے رحمی ہے۔

ہریل

انگریزی میں اس کو گرین پیجن کہتے ہیں اور حقیقتاً شکل و صورت میں یہ کبوتر سے بہت مشابہ ہے۔ رنگ سبز ہوتا ہے اور درختوں کے پتوں سے اس قدر ملتا جلتا ہے کہ قریب سے بھی پتوں اور پرند میں تمیز کرنا مشکل ہے۔ کبوتر سے جسمانی ساخت میں صرف ایک بین فرق ہے۔ یعنی پنجے کا کبوتر کے پیر کی انگلیاں ہریل کی برابر نہ لمبی ہوتی ہے نہ خمدار۔ ناخون بھی ہریل کے بڑے اور زیادہ خمیدہ ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اگر ہریل درخت پر بیٹھے ہوئے مارے جائیں تو کبھی کبھی مرکر درخت کی ٹہنیوں میں لٹکتے رہ جاتے ہیں۔ بخلاف کبوتر کے کہ یہ سیدھا نیچے گر پڑتا ہے۔

غذا۔ عادات اور رہنے سہنے کے طریقوں میں ہریل اور کبوتر مختلف النوع۔ پرندے ہیں ہریل موسمی جانور ہے۔ یعنی ضروریات موسم و غذا کے لحاظ سے مقام بدلتا رہتا ہے۔ کبوتر مستقل طور پر ایک ہی مقام میدان و جنگل میں قیام پذیر رہتا ہے۔ کبوتر اناج کھاتے ہیں اور کھیتوں میں چرتے ہیں۔ ہریل صرف درختوں کے پھل کھاتا ہے۔ زمین پر کبھی نہیں اوترتا۔ میں نے بھی مدت العمر ہریل کو کبھی زمین پر

بیٹھے ہوئے نہیں دیکھا۔

ہریل ہند کے تمام حصوں میں کہیں کم اور کہیں زیادہ پایا جاتا ہے۔ اور چونکہ صرف پھل مثل گولر پیپل کی پیلیاں۔ گوندنی۔ گل مہوہ وغیرہ اور سب میں زیادہ برگد کے پھل پر اسکی غذا کا انحصار ہے۔ اس لئے جس مقام پر یہ درخت زیادہ ہوتے ہیں وہیں ہریل بھی بکثرت رہتے ہیں۔ ممالک محروسہ میں بہ مقابلہ مرہٹواڑی کے جہاں جنگل جھاڑی کم ہے تلنگانہ میں چونکہ یہاں جنگل اور درختوں کی کثرت ہے۔ ہریل اکثر و بیشتر پائے جاتے ہیں۔ جب درختوں میں پھل آنا شروع ہوتا ہے تو ہریل چھوٹی بڑی ٹکڑیوں میں ان درختوں پر آکر بیٹھتے ہیں اور ان کی آواز سے جو ہلکی آواز کی باریک سیٹی سے مشابہ ہوتی ہے۔ شکاری ان کا پتہ لگا کر ان کو شکار کرتے ہیں۔ بیٹھے ہوئے ہریل اول تو پتوں میں نظر نہیں آتے دوسرے بیٹھے پرند کو مارنا بھی شکاری کے لئے معیوب ہے۔ اس لئے ان کو اوڑا کر مارنا بہتر طریقہ ہے۔ اس میں یہ فائدہ بھی ہے کہ بیٹھے ہوئے دو سے زیادہ ایک فایر میں مارنا مشکل ہے۔ بخلاف اوڑتے ہوئے کہ ایک بڑی ٹکڑی میں سے پانچ چھ کا گر جانا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ درخت کے ایک جانب تقریباً بیس گز کے فاصلہ سے کھڑے ہو کر دوسرے شخص سے ہریلوں کو اڑانا چاہئے۔ اس سے فائدہ یہ ہے کہ اگر شکاری خاموش رہے۔ زیادہ جنبش و حرکت نہ کرے اور اس کے کپڑے سفید نہوں تو ہریل ہانکنے والے کے جانب خلاف یعنی شکاری کے طرف سے اوڑتے ہیں اور بیس گز فاصلہ پر کھڑے ہونے کا یہ مقصد ہے کہ شکاری داہنے بائیں بھی فایر کرسکتا ہے۔ اس کے علاوہ ہریل کے شکار کے لئے یہ طریقہ بھی آسان ہے کہ کسی ایسے درخت کے قریب جس میں پھل آئے ہوں اور جہاں ہریلوں کا آنا لازمی ہے شکاری کسی جھاڑی وغیرہ کی آڑ یا سایہ میں دیر تک انتظار کرے۔ اور گرد و پیش کے اشجار پر سے اور لوگ ہریلوں کو اڑائیں۔ ہریل غذا اور عادت کی وجہ سے غول کے غول اوڑکر پھل دار درخت پر آتے ہیں کنوٹ سلقلقہ عادل آباد کے ایک گاؤں موسوم دیواڑہ میں میں ایک خوب باروار برگد کے درخت کے نیچے میز بچھا کر کام کرتا رہا۔ بندوق لوڈ کرکے پاس رکھ لی اور ایک چپراسی کو حکم دیا کہ وہ جب دور سے غول آتا دیکھے تو مجھے کہدے۔ تین چار آدمیوں کو گرد و پیش کے

درختوں پر بھیج دیا کہ ہریل اوڑاؤ۔ جب یہ میرے درخت کے طرف آئے تو چپراسی آہستہ سے کہدیتا کہ ہریل آرہے ہیں۔ میں اوس کے ہاتھ سے بندوق لیکر فایر کرتا اور پھر کام شروع کردیتا۔ صبح نو بجے سے تین بجے تک میں نے اسی طرح تقریباً پچاس کارتوس چلائے اور ۳۷ ہریل شکار کئے چونکہ یہ مسلم ہے کہ ہریل زمین پر شاذو نادر ہی بلکہ کبھی نہیں اوترتا اس لئے عام طور پر یہ بھی مشہور ہے کہ ہریل کو زمین پر نہیں گرنے دینا چاہئے۔ بلکہ ہاتھ میں لے لینا چاہئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ زمین پر گرنے سے اوس کے گوشت کی لطافت جاتی رہتی ہے۔ لیکن یہ تماشہ گری اوسیوقت ممکن ہے جبکہ کوئی پرند بیٹھا ہوا مارا جائے۔ شکاری اس طرز عمل ہی کو معیوب سمجھتے ہیں۔ بیٹھے ہوئے پرند پر فایر کرنا ہی کمزوری میں داخل ہے۔

مور

یہ خوبصورت پرند ملک ہند کے ہر حصہ میں کہیں کم اور کہیں بکثرت پایا جاتا ہے۔ ہر شخص اس کی شکل سے واقف اور اس کے حسن کو تسلیم کرتا ہے۔ مذہبی کتابوں میں اس کا ذکر ہے۔ ہند چین و مصر وغیرہ میں اسکی پرستش ہوتی تھی۔ اب بھی ہندوستان کے اکثر حصوں میں متبرک سمجھا جاتا ہے۔ بعض مقامات پر گاؤں والے اس کو مارنے نہیں دیتے۔ ہریانہ میں جو دہلی سے جانب جنوب واقع ہے اور جس میں روہتک اور حصار کے اضلاع شامل ہیں۔ کئی یورپین اور ہندی شکاری مور مارنے کی وجہ سے وہاں کے باشندوں کے ہاتھوں زخمی ہو چکے ہیں۔ اور سنا ہے کہ کشت و خون تک نوبت پہنچی۔ مختصر یہ ہیکہ ابتک چند مور کو پوجنے والے اور بکثرت اوسکو متبرک سمجھنے والے ملک میں موجود ہیں۔ مذہبی عقاید کے علاوہ اپنے حسن و خوبی کے لحاظ سے بھی مور ضرور رحم اور حفاظت کا مستحق ہے۔ بالخصوص وہ مور جو دیہات باغوں اور گاؤں سے قریب کے درختوں پر رہتے ہوں۔ یہ نیم مانوس ہوجاتے ہیں اور بعض اوقات آباد گھروں کی دیواروں پر بیٹھے نظر آتے ہیں۔ ان کا مارنا ایسا ہی ہے جیسے جنگلی کبوتروں کے ایسے جوڑ کو مارنا جس نے ہمارے مکان کے کسی حصہ میں آشیانہ بنالیا ہو۔ جوان مرد دشمن کو بھی ایک مرتبہ پناہ

دینے کے بعد اخیر تک اوس کی حفاظت کرتے ہیں۔ پھر یہ غریب بے زبان جانور جب ہمارے اعتبار اور بھروسہ پر ہمارے گھروں میں آجائیں تو ان کو مار کھانا سخت بے رحمی ہے گلستاں کی حکایت اور اس کا آخر مصرع "چو دیدم عاقبت خود گرگ بودی" یاد رکھنا چاہیے۔

علاوہ آبادیوں کے قرب و جوار اور باغوں کے مور جنگلوں اور ندیوں کے غیر آباد کناروں پر بھی جہاں گنجان درخت ہوں۔ اکثر مقامات پر پائے جاتے ہیں۔ یہ زیادہ وحشی اور چوکنے ہوتے ہیں چونکہ انسان کو دیکھنے کے عادی نہیں ہوتے اس لئے دور سے دیکھ کر بھاگ جاتے ہیں۔ مور بھی تیتر بٹیر۔ مرغ کی قسم کا جانور ہے۔ انہی کی طرح دور تک زمین پر دوڑنے کے بعد پرواز کرتا ہے۔ زیادہ بلند بھی نہیں ہوتا۔

تیتر اور مرغ کے مانند مور کے پیروں میں بھی سخت اور نوکدار خار ہوتے ہیں۔ جس طرح مرغ زمین کھود کر کیڑے وغیرہ کھاتا ہے۔ اوسی طرح مور بھی زمین میں اپنا رزق تلاش کرتا ہے۔ البتہ زمین پر اوترنے کا موقعہ نہ ملے تو درختوں کی کونپلوں سے پیٹ بھر لیتا ہے۔ پیپل۔ گولر۔ بیر وغیرہ کے پھل بھی شوق سے کھاتا ہے۔ مرغ اور تیتر کی طرح یہ آواز بھی کرتا ہے۔ مگر مور کی آواز اپنے ہم نوع ہم جنسوں سے مختلف ہوتی ہے۔ جب بجلی چمکتی ہے یا گرج کی آواز سنتا ہے۔ تو بڑے زور سے چلاتا ہے۔ خوف کے وقت بھی جب کسی درندے یا انسان کو دیکھتا ہے تو ایک خاص آواز سے شور مچاتا ہے۔ شکاری اس آواز کو پہچانتے اور اس سے درندوں کے سراغ کا کام لیتے ہیں۔

مور کو اوس کے قد و قامت اور زمین پر دور تک بھاگنے کی عادت کی وجہ سے مارنا مشکل نہیں ہے۔ یہ بالعموم اول نمبر کے چھروں سے گر جاتا ہے۔ کبھی کبھی چھوٹے بور کی رائفل سے بھی مور کو مارتے ہیں وحشی مور انسان کو دیکھ کر تیز رفتاری کے ساتھ جھاڑیوں میں چھپتا پھرتا ہے۔ اگر دو ایک آدمی اطراف و جانب سے اس کا پیچھا کریں تو ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہوئے چھروں سے بہ آسانی شکار ہو جاتا ہے۔ شیر وغیرہ کے ہانکے میں بھی یہ شیر سے آگے زمین پر دوڑتا ہوا یا ہانکہ کے قریب آگیا ہو تو اوڑتا ہوا نظر آتا ہے مگر شیر کے انتظار میں اس پر فایر کرنا تو در کنار کوئی اس کو

دیکھا بھی نہیں۔

مور کے متعلق مشہور ہے کہ یہ شیر کے دانتوں سے گوشت کے ٹکڑے چن چنکر کھاتا اور گویا شیر کی خلال کا کام کرتا ہے۔ مجھکو باوجود سالہا سال جنگل کی زندگی بسر کرنے اور شیروں کو مختلف اوقات مختلف حالتوں میں دیکھنے کے کبھی یہ منظر نظر نہیں آیا۔ اور نہ یورپین شکاریوں نے اپنی تصنیفات میں اس خیال کی تائید کی ہے۔ پھر بھی میں نے یہ قصہ متعدد قابل اعتبار اور تجربہ کار شکاریوں سے بطور چشم دید واقعہ کے سنا ہے۔ میں ان کے بیان اور مشاہدہ کا یقین کرتا ہوں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خانگی مرغیاں جو بلی کو دیکھتی ہیں تو گردن اٹھاکر آہستہ آہستہ اوس کی طرف بڑھتی ہیں اور اگر بلی بھاگ نہ جائے تو قریب پہنچ کر دیر تک بلی کے قریب کھڑی رہتی ہیں۔ اگر گھر میں بلی پلی ہوئی اور مرغیوں پر حملہ نہ کرتی ہو۔ مرغیاں اس سے مانوس اور بے تکلف ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح ممکن ہے کہ مور صاحب بھی جو مرغی کے بھائی بند ہیں۔ اور غالباً ناسمجھی میں اپنے اعزہ سے کم نہوں۔ شیر کے پاس پہنچکر اوس کے دانت صاف کرنے کی خدمت ادا کر دیتے ہوں۔

مختصر یہ ہے کہ یہ امر ناممکن نہیں ہے۔ مور شیر کے مسکن کے قریب اکثر دیکھے گئے ہیں۔ اور ان دونوں وحشیوں کا باہمی اتحاد بعید از قیاس نہیں ہو سکتا۔

مور کی نسبت یہ معاملہ عجیب ہے کہ بقیہ یوروپ کا خیال تو معلوم نہیں مگر انگلستان کے رہنے والے اس کو نہایت منحوس جانور سمجھتے ہیں۔ اس کو کبھی نہیں پالتے اور ڈرائنگ روم میں اس کی کھال یا دم کو لٹکانا بدقسمتی پیدا کرنے والی حرکت سمجھتے ہیں۔ ہندوستان میں مور کے پروں کے مورچھل بنا کر درگاہوں اور معبدوں پر رکھے جاتے ہیں۔ شکاری بڑی دم کے موروں کو مار کر اسٹف کرلیتے اور کمروں میں لٹکاتے ہیں۔ بچے مور کے پروں سے کھیلتے ہیں اور عورتیں کان کے سوراخوں میں اس کے پروں کی ڈنڈیاں زخم نہ پڑنے کی غرض سے پہنتی ہیں مگر منحوس کوئی نہیں سمجھتا۔ ہر ملکے و ہر رسمے۔

مور کا گوشت خستہ مرغ کے مقابلہ میں کسی قدر سخت البتہ تین چار مہینے کے چوزوں کا گوشت

نہایت لذیذ ہوتا ہے۔ اصیل مرغ کے چوزے جب وہ پانچ چھ مہینے کے ہوں one of the best table bird یعنی ان پرندوں میں جو کھائے جاتے ہیں۔ لذت میں بہتر مسلم طور سے مانے جاتے ہیں مگر میں مور کے چوزوں کو جو تین چار ماہ کے ہوں بہترین سمجھتا ہوں۔

مورنی آبادی کے قریب رہنے والی بالعموم باغوں میں کسی گھنی جھاڑی کے اندر زمین پر انڈے دیتی اور سیتی ہے۔ مگر گنجان جنگلوں میں رہنے والی مورنیاں جہاں انسان کا گزر کم یا بالکل نہ ہوتا ہو کسی بڑے درخت کے جوف میں انڈے دیتی ہیں۔ ایسے جنگلوں میں چھوٹے درندے مثل لومڑی اور کوے وغیرہ (گیدڑ) ان کے انڈے اگر زمین پر ہو تو تلاش کر کے کھا جاتے ہیں۔ اسی لئے یہ درخت کا انتخاب کرنے پر مجبور ہوتی ہیں۔ ان کے بچوں کا بھی یہی حشر ہوتا ہے۔ ابتدا میں مورنی کے ساتھ آٹھ آٹھ دس دس نظر آتے ہیں۔ پھر دو ایک مہینے بعد دو تین رہ جاتے ہیں۔ ان جنگلی پرندوں کو بیماری سے کم نقصان پہنچتا ہے۔ بیمار کم ہوتے ہیں۔ مگر جنگلی درندے اکثروں کو تلف کر دیتے ہیں۔

اگر مور کو صرف غذا کی غرض سے مارنا مقصود ہو تو بڑے پرندوں کے مقابلہ میں چوزے اور کم عمر جانوروں کو شکار کرنا زیادہ موزوں و مناسب ہے۔ بڑی دم کے مور عموماً زیادہ عمر کے ہوتے ہیں اور ان کا گوشت بھی سخت ہوتا ہے۔

مور سانپ بڑے شوق سے کھاتا ہے اور چونکہ سانپ کو چونچیں مار مار کر اور زمین پر پٹک پٹک کر سلم نگل جاتا ہے۔ اس لئے سانپ کے زہر کی مضرت کے خیال سے مور کے گوشت سے بعض حضرات پرہیز کرتے ہیں۔ مگر یہ خیال ہی خیال ہے ہر موسم میں مور کھایا بفضلہ کوئی مضر اثر محسوس نہیں ہوا۔

نر مور کا ناچ مشہور اور خوش نما منظر ہے۔ سنا ہے کہ مگر ہنوز یہ امر تحقیقات طلب ہے کہ مور دیگر تمام پرندوں کی طرح اپنی مادہ سے نہیں ملتا بلکہ ناچنے کے بعد اس کی آنکھوں یا جسم سے چند قطرے ٹپکتے ہیں مورنی ان کو کھا لیتی ہے اور یہی انڈوں کا باعث و ذریعہ ہے۔ بلا وجہ فطرت کا یہ خلاف رواج طریقہ اختیار کرنا خلاف قیاس ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مور کی دم اس کے تمام جسم سے زیادہ لمبی اور خوبصورت ہوتی ہے۔ بعض شکاریوں نے دس فٹ دم کے مور مارے ہیں۔ تعلقہ آصف آباد کی ترائی پٹی میں مجھکو ایک بہت بڑی دم کا مور مارنے کا اتفاق ہوا مگر اوس کی دم کا طول آٹھ فٹ سے دو ایک انچ زیادہ تھا۔

مور میں دو تین سیر گوشت نکلتا ہے۔ مگر لطیف اور عمدہ گوشت اوسی وقت ہوتا ہے جب نصف آثار سے وزن زیادہ نہ ہوا ہو۔

دیہاتی شکاری مور کو مارنے کے لئے پرلطف طریقہ کام میں لاتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ پتوں یا گھانس کی ہلکی اور چھوٹی ٹٹی تقریباً دو فٹ لمبی دو فٹ چوڑی بنا کر اوس پر سبز کپڑا اور اوس پر شیر کی نصف تصویر یا صرف اوس کا سر بنا دیتے ہیں۔ جہاں مور پانی پینے یا چرنے آتے ہیں۔ وہاں اس ٹٹی کی آڑ میں بیٹھ کر موروں کا انتظار کرتے ہیں۔ شیر کی تصویر دیکھ کر بعینہ جس طرح مرغیاں بلی کو دیکھکر آواز کرتی ہوی اوسکی طرف بڑہتی ہیں۔ اسی طرح مور شیر کی تصویر کی طرف بڑہتے اور اس قدر قریب آجاتے ہیں کہ گاؤں کی توڑے دار یا چقماق کی پرانی بندوق سے شکار ہو جاتے ہیں۔

جنگلی مُرغی

یہ ہماری معمولی مرغی ہی کی قسم ہے۔ مگر جثہ میں بہت چھوٹی ہوتی ہے۔ خانگی انجائی (ٹبنی) مرغیوں کے پانچ چھ مہینے والے چوزوں سے بڑی نہیں ہوتی جنگلی مرغیاں کئی رنگ کی ہوتی ہیں۔ زیادہ تر سیاہ اور کہیں کہیں نیلی دار سبز بھی نظر آتی ہیں۔ مرغ نہایت خوشرنگ اور کئی خوشنما رنگوں کا مجموعہ ہوتا ہے حسن و خوشرنگی میں مور کے بعد اسی کا نمبر ہے۔ ممکن ہے کہ اپنے اپنے مذاق کے موافق بعض مرغ کی مختلف الالوانی کو ترجیح دیں۔ اکثر شکاریوں کے ڈرائنگ روم میں اسٹف کئے ہوئے مرغ میز پر رونق افروز نظر آتے ہیں۔

یہ غول کے غول کبھی جھاڑیوں میں نالوں اور تالابوں کے قرب وجوار میں رہتی ہیں۔

پانی سے ان کو کوئی تعلق نہیں۔ لیکن چونکہ پانی کے قریب نمی اور نمی کے وجہ سے درخت اور دیمک زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے حصول غذا کی غرض سے یہ وہیں سکونت پذیر ہو جاتی ہیں۔ شام اور صبح کو جھاڑی سے باہر نکلکر اپنے بچوں کے ساتھ ٹہلتی اور دھوپ تیز ہوتے ہی پھر جھاڑی میں گھس جاتی ہیں۔ رات کو بالعموم درختوں پر بسیرا لیتی ہیں۔ مگر انڈے دینے اور سینے کے وقت زمین ہی پر رہتی ہیں۔ جھاڑیوں کی جڑوں میں چھوٹا سا گڑھا کھود کر انڈے دیتی ہیں۔ انسان کو دیکھکر تیزی کے ساتھ جھاڑی میں چھپ جانے کی کوشش کرتی ہیں۔ اگر اوس حالت میں ان پر فایر کیا جائے تو تھوڑی دور اوڑتی بھی ہیں۔ مگر دس بیس گز سے زیادہ نہیں۔

مثل خانگی مرغیوں کے ان کے نروں کے پیر پر بھی خار ہوتے ہیں۔ مگر پلے ہوئے مرغوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ سخت اور باریک۔ سائنٹیفک تحقیقات کے بغیر محض مشاہدہ اور تجربہ کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جنگلی مرغیاں بہ لحاظ رنگ اور خارون کے کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ نینی تال۔ الموڑہ پیلی بہیت۔ گورکھپور کی ترائی دکن کے اضلاع عادل آباد۔ کریم نگر۔ ورنگل میں میں نے مختلف رنگ کی مرغیاں دیکھی اور ماری ہیں۔ مرغ کے خاروں کی تعداد میں بھی فرق ہوتا ہے۔ میں نے خود ایک دو اور تین خاروں کے مرغ مارے ہیں۔ یہ یاد نہیں کہ خاروں کی تعداد کس رنگ کے ساتھ کتنی تھی۔ صرف اس قدر یاد ہے کہ وہ مرغ جس کے تین خار تھے ان سب میں بڑا تھا۔ ممکن ہے کہ یہ زیادہ عمر کا اثر ہو۔

جنگلی مرغی کا گوشت عمدہ ہوتا ہے۔ مگر سخت اور دیر میں گلتا ہے۔ اوس میں کسی قسم کی بو وغیرہ بھی نہیں ہوتی۔

چار نمبر کے چھرے اس کے شکار کے لئے کافی ہیں لیکن اگر دور سے فایر کرنا پڑے تو دو نمبر کے چھرے زیادہ موزوں ہوں گے۔

جنگلی مرغ بھی خانگی کیطرح علی الصباح اذاں دیتا نیز دن میں کئی مرتبہ اور شام کو بھی آواز کرتا ہے۔ اس کی آواز سے جھاڑی میں اس کا پتہ ملجاتا ہے مگر قریب پہنچنے میں دقت ہوتی ہے

اگر دو ایک آدمی مختلف جانب سے گھیریں تو شکاری کو فایر کا موقعہ ملجاتا ہے۔ اس کی آواز مرغ کی آواز کے مشابہ مگر باریک ہوتی ہے۔ پیشہ ور پرند بیچنے والے ان کو جال سے پکڑتے ہیں۔ ان میں اس قدر وحشت ہوتی ہے کہ اگر آنکھیں پلکوں کو سیکر بند نہ کی جائیں تو پھڑک پھڑک کر مر جائیں۔ یہ آنکھیں سلی ہوی۔ مرغیاں آنکھیں کھولکر مرغی خانہ میں یا ٹوکرے وغیرہ میں بند کردی جائیں تو بھی پانچ چھ دن سے زیادہ زندہ نہیں رہتی۔ جب یہ زیادہ تعداد میں ملجائیں اور کئی دن تک ایک ایک دو دو دکھانا منظور ہو تو ان کی آنکھیں بند رکھنا مناسب ہے۔ صبح شام ہاتھہ سے ان کو دانہ نگلا دیا جائے اور دو چار قطرے پانی ٹپکا دیا جائے۔ تو پندرہ بیس دن تک زندہ رہتے میں نے خود دیکھا ہے۔

عام خیال یہ ہے کہ یہ رات کو روشنی کی برداشت نہیں کرسکتیں۔ اور روشنی دیکھہ کر صرف وحشت سے مرجاتی ہیں۔ اسی خیال کی بنا پر بعض حضرات نے ان کو اندہیرے میں احتیاط سے رکھا مگر ان کو زندہ رکھنے میں کامیابی نہیں ہوئی بخلاف اس کے ایک صاحب کے باغ میں میں نے بہت سی جنگلی مرغیاں پلی ہوی دیکھیں مگر ان کے پالنے کا طریقہ یہ اختیار کیا گیا کہ تقریباً بیس گز طول اور بیس گز عرض کے قطعہ کو انہوں نے تار کے جال گھیر کر اوس میں جھاڑی کی قسم کے سایہ دار درخت لگادئے تھے ان کے سایہ میں یہ بیٹھی رہتی تہیں۔ غالباً جب کوئی سامنے نہو باہر نکلکر چرتی ہوں گی۔ باغ کے مالک کا بیان تھا کہ یہ تقریباً چھ مہینے سے وہاں ہیں۔ مگر انڈے نہیں دئیے۔

مرغابیاں

بلاشک وشبہ اور بلا مبالغہ مرغابیاں سینکڑوں قسم کی ہوتی ہیں۔ انگریزی میں ان کے بہت سے نام اور صرف مرغابیوں کے شکار کے متعلق مختلف جداگانہ کتابیں موجود ہیں۔ مگر ہم کو ان تفصیلی تحقیقات میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ نہ اس مختصر کتاب میں دقیق مسائل اور پیچیدہ مباحث کو بیان کرنے کی گنجایش ہے۔ اپنے ملک کے شکار کی اغراض تک چند ضروری معلومات کا اندراج

کافی ہے۔

مرغابی کے لفظ میں وہ تمام اقسام شامل سمجھنی چاہئیں جو بط یا قاز کی ہم شکل ہوں۔ پانی میں رہتی ہوں۔ چونچ چوڑی ہو اور پیر کی انگلیاں باریک کھال یا جھلی سے جڑی ہوی ایک دوسرے سے متصل ہوں۔ جن پرندوں کی ساخت اس وضع کی ہو اوس کو انگریزی میں ڈک کہتے ہیں۔ ڈک کی بہت قسمیں ہیں۔ جن کی تفصیل یہاں غیر ضروری ہے شرائط مندرجہ بالا اور لفظ ڈاک کے اطلاق سے پن مرغی یا پن ڈبی مستثنیٰ ہے۔ اس کی چونچ مرغی کے مانند پتلی اور نوکدار ہوتی ہے مگر انگلیاں متصل نہیں ہوتیں بلکہ جدا جدا اور نیم کے پتوں سے مشابہ ہوتی ہیں۔ یہ جھیلوں تالابوں اور نالوں میں جہاں پانی بھرا ہوا ہو مستقل طور سے رہتی اور وہیں انڈے بچے دیتی ہیں۔ بخلاف مرغابیوں کے کہ وہ مثل بھٹ تیتر وغیرہ کے موسمی پرند ہیں۔ اور ایک خاص موسم میں دوسرے ممالک سے ہمارے تالابوں وغیرہ میں مسافرانہ وارد ہوتی ہیں۔

پن مرغی شکاری کو بہت دق کرتی ہے۔ چھوٹا جانور ہے تقریباً آدہ پاؤ یا تین چھٹانک وزن کا رنگ سیاہ۔ سر چھوٹا۔ گردن پتلی پھر تیرنے کا طریقہ یہ ہے کہ صرف سر پانی سے باہر ہوتا ہے سینہ اور تمام جسم پانی کے اندر اور ہر وقت پانی کی سطح پر حرکت کرتی ہے۔ اسپر فائر کیا جاتا ہے۔ تو یہ فوراً غوطہ لگاکر پانی کے اندر ہو جاتی ہے۔ سابقہ مقام سے تھوڑی دور ہٹ کر دوسری طرف سر نکالتی ہے۔ اس طرح شکاریوں کے کئی کئی فایر اس پر خالی جاتے ہیں۔ بڑی دقت یہ ہے کہ اگر اوڑانے کی کوشش کیجائے تو اوس میں بھی کامیابی نہیں ہوتی۔ کیونکہ اوڑنے کے مقابلہ میں پن مرغی یا پن ڈبی غوطہ لگاجانیکو بہت زیادہ ترجیح دیتی ہے زخمی ہو کر بھی یہ غوطہ لگاکر غائب ہو جاتی ہے اور اس کی تلاش میں بھی مثل مرغابیوں کے شکار کے خوفناک دقتوں کا اکثر مبتدیوں کو سامنا کرنا پڑتا ہے۔ آدمی جو تلاش کے لئے پانی میں جاتے ہیں۔ وہ تالاب کی گھانس اور کنجال میں پھنس جاتے ہیں۔ اور پانی کے پرندوں کے شکار میں جان تلف ہونے کے واقعات بکثرت پیش آچکے ہیں۔ مرغابیوں کے شکار کی ضمن میں اسکی نسبت بہ تفصیل ہدایت درج کی جائیں گی۔

چونکہ بن مرغیاں بہت کم اور بہ مشکل اوڑتی ہیں۔ اور ان پر بیٹھے رہنے کی حالت میں فایر کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے ان کا مارنا شکار کی مد سے نکال دینے کے قابل ہے۔ اس موقعہ پر صرف مرغابیوں کی اقسام کے ضمن میں ذکر کردیا گیا ہے۔

مرغابی موسمی پرندہ ہے گو بعض بڑے بڑے تالابوں اور جھیلوں میں مستقل رہنے والے غول بھی پائے جاتے ہیں۔ مرغابی اور اس کے ہم نوع جانوروں کے آنے کا اصلی موسم موسم سرما ہے گو برسات کے اخیر میں بھی بعض تالابوں میں متفرق ٹکڑیاں مگر تعداد میں بہت کم کبھی کبھی نظر آجاتی ہیں۔ مرغابیاں سرد مقامات پر بالعموم کوہ ہمالیہ کے دامنوں پر جو کابل کے کوہ سیاہ سے برما کے آخر حصہ تک پھیلے ہوئے ہیں۔ رہتی ہیں۔ کوہ ہمالیہ خدا کی عظمت وشان کا بہت بڑا بین نمونہ ہے۔ اس کا طول تقریباً دو ہزار میل اور عرض تقریباً چودہ سو میل ہے۔ اس کے دامن پر بڑے بڑے شہر نہیں۔ اضلاع اور صوبہ آباد ہیں۔ آفریدیوں کی جولانگاہ ریاست ہائے کشمیر۔ نیپال۔ بھوٹان اور نینی تال۔ الموڑہ۔ شملہ اور ڈیرہ دون جیسے وسیع اضلاع انہی دامنوں پر واقع ہیں۔ سات آٹھ ہزار کی بلندی پر اسنولائن یعنی دوامی برف شروع ہوجاتی ہے۔ وہاں نہ آبادی ہے نہ درخت پہاڑوں کی گھاٹیاں اور تمام میدان برف سے ڈہکا ہوا ہے۔ اسی برف کے نکلنے اور پانی کے ذخیرہ سے پنجاب کے پانچوں ندیاں۔ انڈس۔ راوی۔ چناب۔ جہلم۔ ستلج اور ہندوستان کی۔ گنگا۔ جمنا۔ گھاگرا۔ رام گنگا اور برہم پترا جیسے ندیاں تمام سال زور وشور کے ساتھ بہتی رہتی ہیں۔ اس عظیم الشان پہاڑ کی صرف وسعت سے خالق اکبر کی عظمت اور اوس کی غیر محدود قدرت ظاہر ہوتی ہے۔ اس موقعہ پر اس کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ ناظرین کتاب اس امر کا اندازہ کرسکیں کہ ایسے وسیع رقبہ میں کتنے کڑور بلکہ اربوں پرندے مسکن گزیں ہوں گے۔ جب سردی کا موسم شروع ہوتا ہے۔ تو برف سے ڈھکے ہوئے رقبہ میں وسعت ہونی شروع ہوجاتی ہے۔ اور جن مقامات پر پانی بھرا ہوا تھا۔ وہ منجمد ہوکر برف کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔

یہ مقامات آبی جانوروں کے مسکن ہیں۔ مگر بر فنا ضروریات غذا اور سردی کی شدت ان کو ترک وطن کی مجبور کردیتی ہے۔ ناچار یہ پرند لاکھوں نہیں۔ کروڑوں کی تعداد میں تمام ہند کے اضلاع کے تالابوں میں

پھیل جاتے ہیں۔ شمالی ہند کے تالابوں اور جھیلوں میں میں نے بچشم خود ان کی اس قدر کثرت دیکھی ہے کہ فایر کرنے کے بعد جب یہ تالاب سے اٹھتے ہیں تو بلا مبالغہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابر آ گیا۔ چونکہ شمالی حصے کوہ ہمالیہ سے قریب ہیں اس لئے وہاں بمقابلہ جنوبی حصوں کے مرغابیاں کم آتی ہیں۔ پھر بھی ایک ایک بڑے تالاب میں ہزاروں سے کم نہیں ہوتیں۔ شمالی ہند میں پیشہ ور شکاری ان کو جال سے پکڑ کر بازار میں فروخت کرتے ہیں۔ اور ہر شہر میں دو تین سو مرغابیاں روزانہ بازار میں خریدی جا سکتی ہیں۔

ان کے سالانہ ترک وطن کا زمانہ کوہ ہمالیہ کی برف باری پر منحصر ہے اگر برف جلد گرنا شروع ہو گئی تو مرغابیاں آخر بارش ہی میں آنا شروع ہو جاتی ہیں۔ اگر برف باری دیر میں ہوی تو ابتدائی سرما میں ان کا آنا لازمی ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا مرغابیوں کی بہت قسمیں ہیں۔ وزن اور رنگ میں بھی بہت تفاوت ہوتا ہے۔ آدھ پاؤ سے لیکر (۲) سیر تک وزن کی مرغابی دیکھنے میں آئی ہے۔ تین سیر سے زیادہ وزن کا صرف قاز اور نکٹا ہوتا ہے۔ یہ دونوں آخر الذکر پرند مرغابیوں سے عادات اور طرز بود و باش میں مختلف ہوتے ہیں۔ قاز کے تفصیلی حالات آگے چلکر درج کئے جائیں گے اس موقع پر صرف مرغابیوں کا ذکر مقصود ہے۔

مرغابیاں جس تالاب یا جھیل میں اوترتی ہیں وہاں سے جب تک ان کو کوئی خوف نہ ہو یا فایر نہ کیا جائے نہیں اوڑتیں۔ آدمیوں کی آمد و رفت یا شکاریوں کے فایر سے ڈر کر دوسرے تالاب کو چلی جاتی ہیں۔ اگر تالاب بڑا ہو تو بہت دیر تک اور متواتر فایر کے بعد بھی تالاب کے مختلف اور شکاری سے دور تر حصوں پر اوڑتی ہیں۔ زیادہ وسیع رقبہ پانی بھرا ہوا ہو تو فایر کرنے والے سے دور تالاب یا جھیل کے دوسرے حصہ پر اوتر جاتی ہیں۔

مرغابیوں کی قد و قامت کے لحاظ سے چھوٹے یا بڑے چھرے استعمال کرنے چاہیں۔ لہذا مناسب یہ ہے کہ چھوٹے بڑے ہر دو قسم کے چھروں سے بھرے ہوئے (جدا جدا) کارتوس ساتھ رکھے جائیں۔ ممکن ہے اور اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایک ہی تالاب میں مختلف اقسام جسامت کی مرغابیاں بیٹھی ہوئی ملتی ہیں۔

بڑی مرغابیوں پر نمبر ۱ کے چھرے متوسط پر نمبر ۴ اور نمبر ۳ اسی طرح چھوٹی پر نمبر ۶ اور نمبر ۴ فایر کرنا مناسب ہے۔ پہلے فایر کے بعد جو مجبوراً سطح تالاب کے کنارے یا گھانس میں بیٹھی ہوئی مرغابیوں پر اون کو اڑانے کی غرض سے کیا جاتا ہے۔ چھوٹی یا بڑی ٹکڑیاں بنا کر مرغابیاں اوڑنا اور تالاب پر چکر لگانا شروع کر دیتی ہیں۔ ان چکروں میں کئی مرتبہ شکاری کے اوپر یا داہنے بائیں اس قدر کم فاصلے سے گزرتی ہیں کہ اون پر کئی کئی فایر ہو سکتے ہیں۔ متواتر آتشباری کے بعد یہ بلند ہو جاتی ہیں یا کسی دوسرے تالاب کا رخ کرتی ہیں۔ اگر کئی شکاری تالاب کے مختلف سمتوں میں پھیل جائیں تو متعدد فایر کرنے کا عمدہ موقعہ ملتا ہے۔ شکاریوں کی تعداد تالاب کی وسعت اور ہیت پر منحصر ہے۔ متذکرہ بالا طریقہ کا شکار چھوٹے تالابوں تک محدود ہے۔ جن کی وسعت چار یا پنچ سو گز سے زیادہ نہ ہو۔ بڑے تالابوں یا جھیلوں میں جن کا رقبہ میلوں میں پھیلا ہوا ہو یہ طریقہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ وہاں شکاریوں کو کشتی کی ضرورت ہوتی ہے۔ بغیر کشتی یا کسی ایسے مرکب آبی کے جس پر بیٹھکر تالاب کے مختلف اطراف تک جانا ممکن ہو شکار نہیں ملتا۔ بعض دلیر شکاری معمولی پانی کے گھڑوں کو اولٹا کر کے چار لکڑیوں سے باندھ دیتے ہیں اور اوس کے بیچ میں بیٹھ کر ادھر اُدھر پھرتے اور شکار کھیلتے ہیں۔ تیرنا جاننے والوں کے لئے یہ طریقہ اندیشناک نہ ہو مگر نہ جاننے والوں کو اس سے احتراز بھی مناسب ہے۔ تالاب کے شکار کے لئے کینوس کی تہہ ہونیوالی یا ہلکی فولادی کشتیاں مناسب قیمت میں مل سکتی ہیں۔ بغیر قابل اعتبار کشتیوں کے پانی میں ڈوبنے کا خطرہ اٹھانا اور وہ بھی پرندوں کے لئے کار دانشمندان نیست۔

مرغابیاں جب زخمی ہو کر پانی میں گرتی ہیں تو اون کو اوٹھانا یا زخمی اور تیرتی ہوئی مرغابیوں کا پکڑنا نہایت درجہ احتیاط کا محتاج ہے ایک دو نہیں سینکڑوں افسوس ناک واقعات انسانوں کی جان تلف ہونے کے ہر سال پیش آتے ہیں۔ بالعموم غلطی یہ کی جاتی ہے کہ زخمی مرغابیوں کو پکڑنے کے لئے ہمراہیوں میں سے کوئی شخص بالعموم ایک نوجوان لڑکا جو تیرنا جانتا ہو یا نہیں۔ یا جانتا بھی ہے تو کافی درجہ تک قوی اور محنت کو برداشت کرنے کی قابلیت نہیں رکھتا ہے۔ پانی میں بھیجدیا جاتا ہے مرغابیاں آدمی کو دیکھکر جان بچانے کے لئے آگے بڑھتی رہتی ہیں اور پکڑنے والے صاحب شوق میں دور پیچھے

ڈوبان پانی میں پہنچ جاتے ہیں۔ تیرنا آتا ہے تو غنیمت ہے۔ واپس ہوجاتے ہیں ورنہ وہیں ہاتھ پیر ڈھیلے ہوکر اور دوچار غوطے کھاکر غرق ہوجاتے ہیں۔ کنارے والے اگر کوئی امداد دے سکتے ہیں تو ضرور سخت کوشش کرتے ہیں۔ مگر کبھی کبھی اس میں مختلف وجوہ اور گھبرانے کی بنا پر بہت دیر ہوجاتی ہے۔ یہ ہمارے بھائی ہندیوں اور وہ بھی بالخصوص کم عمر ناتجربہ کار شکاریوں کا ذکر ہے۔

ایسے واقعات اکثر و بیشتر ایسے تالابوں میں پیش آتے ہیں۔ جہاں کنجال یا بیل کی قسم کی گھانس یا سنگھاڑے کی بیل تالاب میں پھیلی ہوی ہو۔ گنجان کنجال میں تیرنے والے بھی پھنس جاتے اور تھک کر تہہ آب ہوجاتے ہیں۔ ایسے افسوسناک واقعات سے نہایت سختی اور پابندی کے ساتھ بچنا چاہئے۔ زخمی مرغابیوں کے لئے جو شخص بھیجا جائے وہ تیراک۔ قوی اور سمجھدار ہونا چاہیے یا زیادہ مناسب یہ ہے کہ باریک مگر مضبوط سوت کی ڈوری کا ایک سرا پانی میں جانے والے کے ہاتھ میں دیدیا جائے۔ اور دوسرا کنارے پر کوئی شخص پکڑے رہے۔ مثل مشہور ہے۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کافی ہے۔

اگر کنجال میں کوئی پھنس جائے یا ڈوبان پانی میں پہنچ جائے تو یہ ڈوری اس کی جان بچانے کو کافی ہے۔

ان احتیاطوں کی بجائے زیادہ مناسب طریقہ یہ ہے کہ ایک یا دو عمدہ اسپنیل (پانی میں سے شکار کو لانے والے) کتے ساتھ رکھے جائیں چونکہ پشتہا پشت سے یہ کتے یہی کام کرتے آئے ہیں اس لئے ان کو پانی میں سے زخمی مرغابی کو پکڑلانا سکھانے میں کچھ زیادہ محنت کی ضرورت نہیں صرف جو چیز پھینکی جائے اوسکو اٹھاکر مالک کے پاس لے آنیکی مشق دوچار دن کرائی جائے تو پانی کی سطح پر مرغابی کو گرتے دیکھ کر فوراً پانی میں کود جاتے اور زخمی کو بہ آسانی پکڑ کر لے آتے ہیں۔ کنجال میں کتا بھی پھنس جاتا ہے مگر بہ آسانی نکل بھی آتا ہے۔ اگر نہ نکل سکے تو بمقابلہ انسان کے کتے کی جان عزیز نہیں ہوسکتی۔ میں نے دو ایک یورپین شکاریوں کو نہایت ارزاں اور معمولی قسم کے اسپنیل کتوں سے یہ کام لیتے دیکھا ہے اور میں نے خود یہ کام بل ٹیریر سے لیا ہے۔

مرغابیوں کے شکار کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے۔ میں اوپر بیان کرچکا ہوں

کہ تالاب سے یہ صرف اوس وقت اوڑتی ہیں۔جب انسان یا خایر وغیرہ سے بھڑک جائیں ورنہ ہفتوں بلکہ مہینوں یہ ایک ہی تالاب میں مقیم رہتی ہیں۔جب مرغابیاں کسی تالاب پر سطح آب سے اوپر ہوا میں چکر کررہی ہوں اوس وقت اگر ممکن ہو تو تالاب کے کنارے کی گھانس یا اگر درخت ہوں تو اون کی آڑ میں بیٹھ کر فایر کرنا مفید ہے۔ ایسی حالت میں کہ صاف میدان میں کھڑے ہو کر فایر کیے جائیں۔مرغابیاں پاس سے نہیں گزرتیں یا بلند ہو جاتی ہیں۔

مرغابی کے متعلق یہ امر بھی قابل اندراج ہے کہ بند اور کھڑے ہوئے پانی کو بہ مقابلہ رواں پانی کے مرغابیاں بہت زیادہ پسند کرتی ہیں چنانچہ بہتی ہوئی ندیوں میں مرغابیاں کم نظر آتی اور ہمیشہ تالاب اور جھیلوں میں بہ کثرت پائی جاتی ہیں۔

مرغابی کا گوشت نہایت لذید اور چکنا ہوتا ہے۔اس میں ایک خاص قسم کی بو ہوتی ہے۔ بعض اس کو خوش بو خیال کرتے ہیں اور میں بھی ایسا ہی سمجھتا ہوں۔ان کا گوشت اگر اچھی طرح گلایا جائے اور آب و نمک اپنے مذاق کے موافق ہو تو تیتر اور رہریل کے گوشت سے کم درجہ کا لذیذ نہیں ہوتا لیکن اپنی اپنی پسند کا معاملہ ہے۔

مرغابیوں کے پر بالخصوص سینہ اور پیٹ کے نیچے نہایت نرم ہوتے ہیں یہ تکیوں میں بھرے جاسکتے ہیں اور اس طرح علاوہ گوشت کے پروں کا حصہ بھی بکارآمد ثابت ہوسکتا ہے۔

الف۔ یورپ میں بھی مرغابیاں اور بطیں بالخصوص فرانس اسپین اور اٹلی کے سواحل پر بکثرت ہوتی ہیں۔وہاں علاوہ گوشت بیچنے کے ان کے پروں کی تجارت سے بھی معتدبہ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ان کے نرم پروں کے تکیے اور بستر خوش حال بلکہ متوسط الحال فرقہ کے فیشن میں داخل ہیں۔

یورپ کے سواحل پر مرغابیوں کا شکار پیشہ ور شکاری کشتیوں میں بیٹھ کر پنٹ گن سے کرتے ہیں یہ بندوقیں بڑے بور کی ہوتی ہیں۔ان کے کارتوس میں بہت سی بارود اور کئی اونس چھرے بھرے جاتے ہیں۔کشتی کے کناروں پر کسی لوہے کے کنڈے سے یہ بندوقیں باندھ دی جاتی ہیں۔تاکہ فایر کرنیوالے

دہکانہ دیں۔ ایک ایک فائر میں سو سو دو دو سو مرغابیاں ملجاتی ہیں۔ مگر چونکہ یہ صرف پیشہ ور شکاریوں کا طریقہ ہے جو محض بامید تفنع اور پیٹ پالنے کے لئے یہ عمل کرتے ہیں۔ اس لئے جنٹلمین شکاری ہنٹ گن کے شکار کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔

باوجود اس تہذیب اور مردانہ خیال کے یورپ کے معززین یا جلیل القدر حکام ہند کے تالابوں میں سے ایک ایک دن میں ہزار ہزار بلکہ اس سے بھی زیادہ مرغابیاں مارتے ہیں نہ اتنی مرغابیاں صاحب لوگوں کے کھانے کے کام میں آتی ہیں۔ نہ ان کے پر کام میں لائے جاتے ہیں۔ محض نشانہ اندازی کی مشق یا نام آوری اور شہرت کا شوق اس بے رحمی کا محرک ہوتا ہے۔ ایک غریب کے دو شعر یاد آگئے۔

ہم جو کچھ بولیں تو کھلائیں سسٹری
آپ خاموش رہیں تو وہ تغافل ٹھہرے
داخل ناز و ادا آپ کے سب جور و جفا
اور تقاضائے جنوں ہے مری ہر سعی وفا

قاز

جیسا کہ مرغابی کے ضمن میں بیان کیا گیا قاز کو شکل وصورت اور جسم کی ساخت کے لحاظ سے بعینہ مرغابی تصور کرنا چاہئے۔ ظاہری فرق صرف اس قدر ہے کہ قاز مرغابی سے وزن اور جسامت میں بہت زیادہ ہوتا ہے۔ بعض نر قاز جو چنے کی فصل کے بعد مارے گئے اون کا وزن گیارہ پاونڈ تک پایا گیا مگر اتنا بڑا قاز کم ملتا ہے معمولی وزن چھ سے آٹھ پاونڈ تک ہے۔ ناظرین نے پلے ہوئے قاز بہت دیکھے ہوں گے۔ جنگلی قاز بھی جن کے شکار کا ذکر ہے شکل وصورت میں بعینہ پلے ہوئے قاز کے مانند ہوتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ جنگلی قاز ہمیشہ خاکستری یا ہلکے سیاہ رنگ کا ہوتا ہے۔ بخلاف پلے ہوئے قازوں کے کہ وہ سفید۔ خاکستری۔ ابلق اور سرخی مائل پرندوں کے بھی ہوتے ہیں۔

قاز کو مختلف الالوان بنانا غالباً دیگر جانوروں کے مانند حضرت انسان کی محنت توجہ اور غذا کا اثر ہے۔ بہرحال جنگلی قاز ہمیشہ ایک ہی رنگ کے دیکھنے میں آئے ہیں۔ دوسرا فرق جنگلی اور پلے ہوئے قازوں کے درمیان جسامت کا ہے۔ جنگلی جانور مثل چیتل۔ سانبر۔ ہرن۔ نیل۔ شیر وغیرہ جب پالے جاتے ہیں تو بہ مقابلہ اپنے آزاد جنگل میں پھرنے والے بھائیوں کے نہایت لاغر کمزور اور چھوٹے معلوم ہوتے ہیں۔ بعینہ یہی فرق جنگلی اور پلے ہوئے قازوں میں ہے۔ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ جنگلی قاز (۱۱) پاؤنڈ تک وزن کا دیکھا گیا ہے۔ غالباً پلا ہوا قاز اس قدر وزن دار شاذونادر ہوگا۔

مثل مرغابی کے قاز بھی کوہستان ہمالیہ کے دروں اور گھاٹیوں کا رہنے والا ہے۔ انگریزی میں اس کو چینی قاز کہتے ہیں (Chinese geese) اور اکثر مصنفین کا خیال ہے کہ قاز چین کے پہاڑوں پر رہتے اور برف باری کی وجہ سے موسم سرما میں ترک وطن کر کے ہندوستان آتے ہیں۔ مستقل مقام سکونت چین ہو یا تبت مگر یہ مسلم ہے کہ قاز صرف موسم سرما میں ہمارے مہمان ہوتے ہیں لیکن جس طرح مرغابیاں شمال سے جنوب تک پھیل جاتی ہیں۔ اوسی طرح قاز نہیں پھیلتے۔ قازوں کی آمد صرف شمالی ہند تک محدود ہے۔ بندھاچل پہاڑوں کو ان کی ٹکڑیاں عبور نہیں کرتیں۔ بھوپال اور ممالک متوسط سے جانب جنوب جنگلی قاز دیکھنے میں نہیں آئے۔ تیس سال دکن کے مختلف حصوں میں شکار کرنے کے دوران میں کبھی قاز نظر نہیں آیا گو اس کے ہم نوع پرندے یعنی سرخاب اور بطخے نیز دوسرے آبی پرندوں کا کبھی گوداوری۔ کرشنا۔ پین گنگا۔ وغیرہ کے کناروں پر ملجانا غیر معمولی بات نہیں ہے۔

قاز کی یہ عادت کہ وہ کھیتوں میں اوتر کر زراعت کو بالخصوص چنے اور گیہوں کی فصل کو کھاتا ہے عجیب ہے اور دیگر آبی پرندوں کی عادت سے بالکل جدا۔ کاشتکاروں کو صبح کے وقت قازوں سے اپنے چنے اور گیہوں کے کھیتوں کو بچانے اور ان کو اوڑانے کا خاص طور پر خیال رکھنا پڑتا ہے۔ قاز مغرب کے وقت سے تقریباً صبح تک بڑے بڑے تالابوں کے کنارے تھوڑے تھوڑے پانی میں جہاں بیلین وغیرہ ہوں بیٹھا رہتا ہے۔ صبح ہونے سے کچھ قبل یا تو اوسی تالاب میں چرنا شروع کر دیتا ہے یا قرب و جوار کے کھیتوں بالخصوص چنے کو تاراج کرنے کے لئے وہاں پہنچ جاتا ہے۔ یہ چوکنا اور ہوشیار بھی بدرجہ غایت ہوتا ہے۔

اور اس کو مارنے کے لئے شکاری کو اندھیرے میں تالاب پر پہنچ جانا ضروری ہے۔ دن کے وقت جب تک کوئی غیر معمولی آسرا نہ مل جائے۔ قازوں تک بندوق کی مار کے اندر پہنچنا مشکل ہے۔ ذرا سے شبہ پر قاز فوراً تالاب سے اوپٹہ جاتے ہیں۔ اور پھر دن بھر وہاں نہیں آتے۔ جب کھیتوں میں چر رہے ہوں۔ اوسوقت بھی انسان کو دور سے دیکھکر اوڑ جاتے ہیں۔ وہاں بھی آسرے کی ضرورت ہے۔

علاوہ تالابوں کے یہ بہتی ہوی ندیوں میں بھی اوترتے اور کناروں کی ریت پر یا اگر ندی میں چھوٹے چھوٹے جزیرے ہوں تو وہاں رات کو آرام لیتے ہیں۔ ندیوں میں مارنے کی سہل ترکیب کشتی ہے کشتی بغیر کسی آواز کے آہستہ بہاؤ پر بیٹھے ہوئے قازوں کے اس قدر قریب پہنچ جانا ممکن ہوتا ہے کہ نمبر (۱) یا اگر آپ (بٹانے یا بک شاٹ) کے فایر ان پر موثر طریقے سے کیئے جاتے ہیں قاز بڑا اور قوت دار جانور ہے۔ ایک نمبر سے چھوٹے چھرے اس پر بہت کم اثر کرتے ہیں۔ ایک فایر عموماً بیٹھے ہوئے قازوں پر اور دوسرا اوڑتے ہوئے پر آسانی سے ممکن ہے۔ کیونکہ اپنی جسامت کیوجہ سے قاز کو زمین سے بلند ہونے میں بہ مقابلہ اور چھوٹے اور تیز پرواز پرندوں کے زیادہ دیر لگتی ہے۔ بجز خوف کی حالت کے قاز کبھی تیز اوڑتا ہوا نہیں دیکھا گیا۔ البتہ بلند خوب ہو جاتا ہے۔ جاڑوں کے زمانہ میں ان کی قطاریں ہمیشہ خوش نما طریقہ پر مثلث کے دو ضلعوں یا نصف دائرے یا لائن کی صورت میں اوڑتی ہوی نظر آتی ہیں۔ صبح کو جب قاز تالاب چھوڑ کر کھیتوں کو جاتے ہیں۔ تو زیادہ بلند نہیں ہوتے اس وقت اگر کسی شخص کو جو بندوق لوڈ کئے ہوئے تیار مور استہ میں مل جائیں تو دو فایر ممکن ہیں۔ تالابوں میں بیٹھنے والے قازوں کو اون کی ہوشیاری کیوجہ سے مارنا مشکل کام ہے اور بجز اس کے کہ اندھیرے میں تالاب پہنچکر شکاری نہایت خاموشی کے ساتھ پانی میں اوتر جائے اور صبر کے ساتھ روشنی کا انتظار کرے کوئی اور ریکار آمد طریقہ نہیں ہے۔ بڑے تالابوں میں بھی جہاں کشتیوں میں بیٹھ کر شکار کرتے ہیں۔ قاز بندوق کی مار کے اندر نہیں آنے دیتا اور دور ہی سے کشتی کو دیکھکر جانب خلاف اوڑ جاتا ہے۔ مرغابیوں کی طرح قاز چکر نہیں لگاتے فوراً اسید ہے۔ دوسرے تالاب کا رخ کرکے چل دیتے ہیں۔ الا اس صورت میں کہ کہیں دور سے اوڑتے ہوئے آئے اور تھک گئے ہوں۔ خوب پیٹ بھر کر چنے وغیرہ کھانیکے بعد ہی قاز سست ہو جاتے ہیں۔ بالخصوص اخیر موسم سرما میں جبکہ وہ خوب تیار اور

چربی سے بھرے ہوئے ہوں ہمارے ممالک سے اون کے چل چلاؤ کا وقت آگیا ہو وجہ یہ ہے کہ روزانہ تیس چالیس حد پچاس میل سے زیادہ اوڑنا بوجہ جسامت قاز کے لیئے محنت شاقہ ہے۔ اس قدر فاصلہ تک پرواز کے بعد قاز جب پانی پر اوتر جاتا ہے۔ تو اوس کو دوبارہ پرواز کے لئے اوٹھنا بہت گراں گزرتا ہے اپنے وطن کو واپسی کے وقت قازوں کے قافلے روزانہ (۳۰) (۴۰) میل جانب شمال سفر کرتے ہیں۔ کبھی کبھی ایک ایک تالاب میں دو دو چار چار روز آرام بھی لیتے ہیں۔ مندرجہ ذیل طریقہ پر بھی قاز کا شکار کھیلنے میں آسانی ہوتی ہے۔ گو یہ طریقہ سخت تکلیف دہ اور صحت کے لئے مضر ہے۔ و ہو ہذا۔

تالاب کے اون حصوں میں جہاں قازرات کو بسیرا لیتے ہیں۔ پتوں یا گھانس کی ٹٹیاں کھڑی کردی جاتی ہیں۔ پہلے پہل تو چندروزان سے قاز کسی قدر وحشت کرتے ہیں۔ پھر چند روز بعد جب اون کو معلوم ہو جاتا ہے کہ "ایں آستین است خالی زدست" تو بے تکلف ان ٹٹیوں کے پاس آنا شروع کردیتے ہیں۔ اس طرح قازوں کو دہوکے میں ڈال کر شکاری اپنی ضروریات کی مناسبت سے کسی دن قبل از مغرب ان ٹٹیوں کے آسرے میں جا بیٹھتے ہیں اور جب قازوں کی ٹکڑیاں آنی شروع ہوتی ہیں تو دو چار قازیں گرا لیتے ہیں۔ جو حضرات بیٹھے ہوئے پرندوں کو مارنا جائز رکھتے ہیں وہ ٹکڑیوں کے اوتر کر بیٹھ جانے کے بعد فایر کرتے ہیں۔ طریقہ مندرجہ بالا پر قازوں کو مارنے میں مجھکو بھی بزمانہ ابتدائی شکار شوق کامیابی ہوی ہے۔ ابتدا میں مجھکو گولی سے شکار کھیلنے کی مشق نہ تھی گولی چلانے کی مشق کے بعد میں نے لکھنو اور میرٹھ میں $\frac{32}{32}$ بور رائفل سے کئی قازیں کھیت میں چرتی ہوئی تقریباً ڈیڑہ سو گز کے فاصلہ سے شکار کیں۔ گولی سے شکار کرنے میں فائدہ یہ ہوا کہ ڈیڑھ سو گز تک قازوں نے آنے دیا۔ مگر نقصان یہ ہوا کہ ایک فایر میں صرف ایک ہی قاز ماری جاسکی۔ بخلاف اس کے چھروں سے اکثر ایک ہی فایر میں دو دو اور کبھی کبھی تین بھی مارے تھے۔ قازوں کو حالت پرواز سے بالخصوص شام کے وقت پانی پر شکاری کے قریب اوتارنے کے لئے بعض شکاری کسی جھاڑی یا گھانس کی آڑ میں بیٹھ کر قاز کی آواز کی نقل کرتے ہیں۔ اس کی نقل کچھ مشکل نہیں ہے۔ قاز آواز سن کر قریب آجاتے اور انسان کی حسن تدبیر یا مکاری کا شکار ہو جاتے ہیں۔

بعض شکاری بجائے حلق سے قاز کی آواز نقل کرکے ولایت کی بنی ہوئی سیٹیاں استعمال کرتے ہیں مگر واقعہ یہ ہے کہ انسان کا حلق اس وقت ہر مصنوعی آلہ سے جو جانداروں کی آواز کی نقل کے لئے ایجاد کیا گیا ہو بہتر ثابت ہوا ہے۔

قاز کا گوشت نہایت لذیذ خستہ اور چربی دار ہوتا ہے اور بعض شکاری اس کی توصیف میں اس قدر مبالغہ کرتے ہیں کہ ان کا خیال اور بیان ہے کہ اگر سال میں ایک مرتبہ قاز کا گوشت کھالیا جائے تو شکاری پورے سال بیمار نہیں ہوتا۔ یہ نہیں معلوم کہ یہ کوئی ٹوٹکا ہے۔ یا گوشت کی عمدگی کی شاعرانہ مدح۔ اس کے گوشت اور چربی میں ایک خاص قسم کی بو ہوتی ہے جو اور پرندوں کے گوشت میں نہیں پائی جاتی بعض نازک مزاج اصحاب اوس کو بساہند اور بو کہتے ہیں۔ مگر اکثر شکاری بیحد پسند کرتے ہیں۔ اور ان کی قدردانی اس درجہ تک بڑھی ہوی ہے کہ وہ علاوہ موسم شکار کے گرمیوں اور برسات میں بھی قاز کی چربی کی خوشبو کا لطف اوٹھانیکے خواہشمند رہتے اور اوس کا انتظام کرتے ہیں۔ میں بھی انہی آخرالذکر حضرات کا ہم خیال ہوں بے شک قاز کے گوشت میں میرے خیال کے موافق لطیف بو ہوتی ہے۔ بغیر موسم میں اس کا لطف اٹھانے کی یہ ترکیب ہے کہ جب قاز شکار کیا جائے تو اوس کا پیٹ صاف اور پر۔ پیر اور سر علٰحدہ کرلینے کے بعد بقیہ گوشت کو پانی سے نہ دہونا چاہئے بلکہ کپڑے سے اس قدر صاف کرنا چاہیئے کہ خون اور آلائش وغیرہ سے پاک ہو جائے۔

پر بھی اس طرح نوچنے چاہئیں کہ کھال باقی رہے۔ اس کے بعد ایک بڑے دیگچے میں گوشت کو چار پانچ سیر گھی کے ساتھ ہلکی آنچ پر جوش دینا چاہیئے جب تمام چربی جو تہہ بہ تہہ جمی ہوی ہوتی ہے۔ پگھل کر گھی میں شامل ہو جائے اوس وقت گوشت کو نکال کر جس طریقہ سے کھانا منظور ہو کام میں لائیں مگر اس گھی کو کسی صاف برتن یا بوتلوں میں محفوظ رکھنا چاہیئے غیر موسم اوقات میں یعنی قاز کے ملنے کا وقت گزر جانے کے بعد جب قاز کے گوشت کی بو کا لطف اٹھانا منظور ہو تو مرغ یا بط کے گوشت کو اس گھی میں سے حسب ضرورت لیکر پکائیں۔ اوس بو کی وجہ سے جو گھی میں جذب ہو گئی تھی قاز کے گوشت کا لطف حاصل ہوگا۔

ایک صاحب نے اس ترکیب کی نسبت یہ رائے ظاہر فرمائی کہ گھی دو ایک مہینے کے بعد خراب ہوجاتا ہے۔ دوسرے صاحب نے اس کا یہ جواب دیا کہ قلعی دار یا چینی یا کانچ کے برتن میں گھی بند کرکے رکھا جائے اور گھی بذات خود خالص اور آمیزش سے پاک ہو تو ایک سال تک خراب نہ ہوگا۔ چونکہ میں فن طباخی سے بے بہرہ محض ہوں اس لئے کوئی رائے عرض نہیں کرسکتا۔

قاز شمالی ممالک ہند سے آخر فروری میں اپنے وطن کو واپس ہونا شروع ہوجاتے ہیں اور آخر مارچ تک کہیں کہیں صرف ایک ایک یا دو دو نظر آتے ہیں۔ غالباً یہ متفرق قاز کسی بیماری کی وجہ یا زخمی ہوکر پروں وغیرہ کے کمزور ہوجانے کی بنا پر وطن جانے والے قافلوں کا ساتھ نہیں دے سکتے اور چند ہی روز میں شکاریوں کے تصرف میں آجاتے ہیں۔

جہلا میں قاز کی نسبت یہ قصہ مشہور ہے کہ اوس ملک کے بادشاہ کے لئے جس کے ملک میں قاز رہتے اور انڈے بچے دیتے ہیں۔ عارضی طور پر ترک وطن کرتے وقت یعنی جب ہندوستان کو روانہ ہوتے ہیں تو قاز اپنے انڈے بادشاہ کے لئے بطور خراج چھوڑ آتے ہیں۔ خراج کا قیاس تو جاہلانہ اور اطاعت مندانہ ایشیائی قلوب کی بادشاہ پرستی کے فطرتی خیالات کا نتیجہ ہے۔ مگر انڈے چھوڑ آنے کا واقعہ صحیح ہونا ممکن ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قاز سال میں دو تین مرتبہ انڈے دیتے ہیں۔ ہندوستان آنے سے قبل جو انڈے ہوتے ہوں گے۔ اون کا قازوں کی سکونت کے مقامات پر ملنا لازمی ہے۔ قاز شدید سردی اور برف باری کی وجہ سے بھاگتے ہیں۔ اس لئے سردی اور برف کیوجہ سے یہ انڈے گندے بھی نہ ہوتے ہوں گے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعض جنگلی اور پہاڑی لوگ ان انڈوں کو تلاش اور جمع کرکے کام میں لاتے ہوں۔ اس کے ضمن میں یہ امر بھی قابل بیان ہے کہ ساڑھے تین یا چار مہینے کے عرصہ میں یعنی اوس زمانہ جلاوطنی جبکہ قاز ہندوستان میں رہتے ہیں۔ کبھی کہیں انڈے نہیں دیتے۔ بڈھے بڈھے شکاریوں کو بھی ہندوستان میں کبھی قاز کے انڈے بچے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ قازوں کی نسبت مندرجہ بالا واقعات سے زیادہ معلومات مبتدیوں کے لئے غیر ضروری اور غیر دلچسپ ہوں گی اس لئے اس بیان کو میں اس حسرت بھرے شعر پر ختم کرتا ہوں۔

چھوڑ بیٹھے جبکہ ہم جام و سبو پھر ہم کو کیا
آسماں سے بادہ گلفام گو برسا کرے ؎

نہ دکن میں قاز آتے ہیں نہ بڑھاپے میں یہ دم خم باقی ہے کہ قازوں کے شکار کے لئے شمالی ہند کا سفر اختیار کیا جا سکے۔

سرخاب

یہ بڑی بط سے کسی قدر بڑا اور قاز سے چھوٹا پرند ہے۔ صورت شکل اور ساخت کلیتاً بط کی ہوتی ہے مگر بط سے کسی قدر زیادہ چوڑا اور قد میں قاز سے چھوٹا ہوتا ہے۔ اس کا رنگ سنہرا ہوتا ہے اور اپنی دلکشی کیوجہ سے سرخاب کا پر ہندی کا مشہور محاورہ ہو گیا ہے۔ یہ بطوں اور قازوں کی طرح غول کے غول غیر ممالک سے نہیں آتے بلکہ زیادہ تر صرف دو دو یعنی ایک ایک جوڑا بڑی بڑی ندیوں اور تالابوں کے کنارے پر مسکن گزیں رہتے ہیں۔ چونکہ یہ تقریباً ہر موسم میں نظر آجاتے ہیں۔ اس لئے یہ قیاس کرنا ممکن ہے کہ یہ اسی ملک کے مستقل باشندے ہوں۔ مگر اس خیال کے خلاف یہ واقعہ ہے کہ موسم سرما میں زیادہ اور بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اگر باہر سے نہیں آتے تو جاڑوں میں جو اور پرندوں کے آنے کا وقت ہے۔ کثرت کیوں ہو جاتی ہے دونوں واقعات پر باہم ملا کر غور کرنے کا یہ نتیجہ ہے کہ سرخاب تھوڑے بہت ہر سال قازوں اور بطوں کے ساتھ باہر سے آتے ہیں۔ مگر واپس نہیں جاتے۔ جاڑوں کے موسم میں میں نے جمنا کے کنارے میلوں تک ان کے متفرق جوڑے بڑی تعداد میں پھیلے ہوئے دیکھے ہیں۔

بخلاف اس کے گرمیوں میں بجز دو چار جوڑوں کے زیادہ نظر نہیں آئے اور یہ بھی اس قدر ہوشیار اور چوکنے ہو گئے تھے کہ نہ کشتی کو پاس آنے دیتے تھے نہ انسان کو یہ مشاہدہ اور تجربہ بھی میرے خیال متذکرہ بالا یعنی سرخابوں کا باہر سے موسم سرما میں آنا اور پھر واپس نہ جانے کی تائید کرتا ہے۔ جاڑوں میں جو سرخاب نظر آئے وہ تازہ وارد تھے اون کو بندوق کی مضرت رسانی اور انسان کی بے رحمی کا تجربہ نہ تھا۔ چند روز کے بعد تلخ تجربوں نے انسان کے ساتھ اپنا طرز عمل بدل دینے پر اون کو مجبور کر دیا

سرخاب جوڑے جوڑے اور ہر جوڑا الگ رہتا ہے۔ جوڑے میں سے جب ایک مار لیا جائے تو دوسرا دیر تک جوڑے کی لاش کے گرد چکر لگاتا رہتا ہے۔ اور ہمارے ہم قوم شکاریوں کا بیان ہے کہ۔ سرخاب کا جوڑا مثل سارس کے پھر نہیں ملتا اور جوڑے میں سے جو جانبر ہو جاتا ہے وہ تمام عمر رانڈیا رنڈوا رہکر زندگی بسر کرتا ہے۔ یہ واقعہ غلط ہو یا صحیح مگر اوس کو سننے کے بعد رحم دل شکاری سرخاب کو مارنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ یورپین شکاری بہت رحم دل ہوتے ہیں۔ مگر غالباً اون کے کان تک یہ قصہ نہیں پہنچا میں نے اکثر کو سرخاب مارتے دیکھا ہے۔

سرخاب کے شکار کے لئے دو یا ایک نمبر کا چھرہ فایر کرنا مناسب ہے۔ اگر کسی طرح یہ قریب پہنچنے دیں یا اوڑتے ہوئے قریب سے گزریں تو چار نمبر کے چھروں سے بھی گر جاتے ہیں۔ سرخاب کے شکار کے لئے کسی خاص ترکیب یا ہدایت کی ضرورت نہیں۔ قاز کے مانند ان کے پاس تک بھی پہنچنا مشکل ہوتا ہے۔ جو دقتیں قاز کے شکار میں پیش آتی ہیں۔ اونہی کا سرخاب کے شکار میں بھی سامنا ہوتا ہے۔ اور جو داؤں پیچ قاز کے شکار میں کرنے پڑتے ہیں۔ وہی سرقاب کے لئے بھی کام میں لائے جانے چاہئیں۔

سرخاب کا گوشت مرغابی کے گوشت سے زیادہ خستہ اور اوس میں ریشہ بھی بمقابلہ مرغابی کے کم ہوتا ہے۔

دیگر آبی پرندے

متذکرہ بالا تین چار آبی پرندوں کے علاوہ اور کثیر التعداد پرندے پانی کے کنارے آتے اور رہتے ہیں۔ مختلف صوبوں میں اون کے مختلف نام ہیں۔ اور اون میں سے کوئی بھی کثرت یا گوشت کی عمدگی کے لحاظ سے اس کا مستحق نہیں ہے کہ اوس کے متعلق جداگانہ بہ تفصیل خامہ فرسائی کی جائے۔ ان کی نسبت صرف اس قدر کافی ہے کہ ان کے قد و قامت کے لحاظ سے ان پر چھوٹے بڑے چھرے چلانے چاہئیں۔ ان میں سے سارس سب میں بڑا جانور ہے۔ جب یہ گردن اٹھا کر کھڑا ہوتا ہے تو

اس کی بلندی قد آدم سے کم نہیں ہوتی بجائے چھروں کے اس پر گراپ (بٹانے یا بک شاٹ) فایر کرنا زیادہ مناسب ہے۔ یا بہتر طریقہ یہ ہے کہ یہ چھوٹے بور کی رائفل سے شکار کیا جائے۔

تالابوں اور جھیلوں کے کنارے کبھی کبھی پانی کے اندر یہ کھڑا رہتا ہے۔ اور دور سے شکاری کو دیکھ کر اس قدر شور مچاتا ہے کہ اور پرند ہوشیار ہو جاتے ہیں۔ اس کی اسی عادت کی وجہ سے شکاری اس سے بہت خفا رہتے ہیں۔

گاہ گاہ موقعہ ملجائے تو اس کو مار بھی دیتے ہیں۔ اس کا گوشت لذیذ نہیں ہوتا۔ اور اوس کے گوشت کے ریشوں کو گلانے میں بڑا وقت صرف ہوتا ہے۔ مثل سرخاب کے ایک مارے جانے کے بعد دوبارہ جوڑا نہ ملنے کا خیال اس کے ساتھ بھی منسوب ہے۔ اس لئے اکثر شکاری اس کو نہیں مارتے۔

سارس کے بعد کلنگ۔ پچھے۔ بگلوں۔ کالیان۔ بڑے اور اسی قسم کے اور پرندوں کے نام اس فہرست میں شامل ہیں مگر سب تقریباً ایک ہی وضع عادات اور ساخت کے ہوتے ہیں۔ اور سب انگریزی لفظ کرین crane میں شامل ہیں۔

سنائپ تیتر اور مرغابیوں کو شکار کرنے کی مشق حاصل ہوجانے کے بعد پھر کسی پرند کی نسبت کسی خاص طریقہ کو اختیار کرنے یا خصوصیت کے ساتھ کسی پرند پر نشانہ صاف کرنے کی ضرورت نہیں۔

اسمال گیم کے شکاری کا نشانہ چند روز میں تھوڑی اور باقاعدہ مشق کے بعد نہایت عمدہ اور قابل تحسین ہونا ممکن ہے مگر اصول سے واقفیت تکمیل فن میں بہت بڑی مدد دیتی ہے۔ اصول معلوم کرنے کے لئے اس کے متعلق متعدد کتابوں سے جو خاص فن نشانہ اندازی کے متعلق موجود ہیں۔ پڑھنی چاہئیں ہدایات نشانہ اندازی بھی مختصر اور مفید رسالہ ہے۔

لقذاریا تگدر

اس کو انگریزی میں بسٹرڈ کہتے ہیں۔ یہ قد میں سوائے سارس اور کلنگ کے سب سے بڑا ہوتا ہے۔ مگر وزن اور چوڑائی میں بجز شتر مرغ کے سب سے زیادہ صورت و شکل میں مرغ اور تیتر سے زیادہ مشا

ہوتا ہے مگر یہ نہیں معلوم کہ زمین کھود کر کیڑے وغیرہ چنتا ہے یا نہیں۔ پنجاب۔ سندھ کاٹھیاوار۔ راجپوتانہ میں بہ کثرت اور اضلاع مرہٹواڑی میں کہیں کہیں اور کم نظر آتا ہے۔ ان کے غول نہیں ہوتے بلکہ متفرق جوڑے علیحدہ علیحدہ بلند ٹیکریوں پر چرتے رہتے ہیں۔ یہ ہوشیار اور چوکنے ہوتے ہیں۔ دور سے دیکھ کر اوڑ جاتے ہیں۔ پھر بھی شکاری جھاڑیوں درختوں کھیت کی اور لیوں (مٹی کے مثلث نما ڈھیر جو بطور حدود قایم کئے جاتے ہیں) کی آڑ پکڑ کر چھرے چھروں یا ایک شاٹ سے ان کا شکار کرتے ہیں۔ میرے خیال میں ان کو چھوٹے بور کی رائفل سے مارنا زیادہ آسان ہوگا۔ تعداد بلند نہیں اوڑتے مور اور تیتر کی طرح نیچے ہی اوڑتے مگر دور تک پرواز کرتے ہیں۔ ایک جگہ سے اوٹھ کر تقریباً نصف میل تک چلے جاتے ہیں۔

یہ کس ملک کے اصلی باشندے ہیں اور کہاں انڈے بچے دیتے ہیں مجھکو معلوم نہیں اضلاع مرہٹواڑی میں جب جوار کی فصل دو دو بالشت اونچی ہو جاے اوس وقت آتے اور شروع برسات میں بھی دکھائی دیتے ہیں۔ یہ مسلم ہے کہ یہ اس ملک میں مستقل طور پر نہیں رہتا۔

اس کے گوشت کی بعض شایقین تعریف کرتے ہیں۔ مگر میں نے نہ کبھی مارا نہ کھایا۔ ایک شکاری صاحب کا بیان ہے کہ اس کی کلیجی اس قدر گرم ہوتی ہے کہ اوس کے کھانے سے سخت نقصان پہنچتا ہے بالخصوص اون کو جو امراض مثانہ میں مبتلا ہو چکے ہوں۔

خرگوش

خرگوش سے ہر شخص واقف ہے یہ تمام ہند میں ہر جگہ بہ کثرت پایا جاتا ہے۔ بالعموم جھاڑی میں رہتا ہے۔ مگر کبھی کبھی باغوں اور کھیتوں کی مینڈوں میں بھی گھر بنا لیتا ہے۔ دن کو بہت کم اور رات کو شام ہوتے ہی ہری گھانس کی تلاش میں نکلتا ہے۔ گھانس نہ ہو تو جڑیں پنجوں سے کھود کر کھاتا ہے۔ اگر دو چار آدمیوں سے جھاڑی میں ہانکہ کرایا جاے تو خرگوش نکلکر تیز بھاگتے ہیں۔ شکاری کو نشانے کی مشق کا عمدہ موقع ہے۔ بجز نشانے کے جو اس کی تیز رفتاری اور جھاڑیوں کی آڑ پکڑنے کی عادت کی وجہ سے مشکل ہوتا ہے

جلد جلد فائر کرنے کی مشق کا محتاج ہے۔ اس کے شکار کرنے میں کوئی لطف نہیں ہے۔ البتہ کتوں سے شکار کیا جائے، تو گھوڑے کی سواری سے عمدہ ورزش ہوتی ہے۔ نیز کتوں اور خرگوش کی رقابت رفتار اور فریقین کی چالاکیوں کا مشاہدہ جوش دلانے والا منظر ہوتا ہے۔ اور یہی شکار کا اصلی لطف ہے۔ ہمارے ملک کے اسمائی گیم میں صرف خرگوش ہی ایسا چوپایہ ہے کہ جو اس مد میں شامل اور جو بالعموم چھرے سے شکار ہوتا ہو۔ یہ ہر موسم میں بچے دیتا ہے۔ اور اس کا گوشت نہایت نرم اور پھیکا ہوتا ہے بعض شکاری اس کو کھاتے ہی نہیں۔ اس کو مارنے کا طریقہ یہ بھی ہے کہ رات کے وقت روشنی لے کر چلتے خود کسی ٹٹی وغیرہ کی آڑ میں رہتے اور کنجیوں یا کرکرے سے آواز کرتے ہیں۔ روشنی پر یہ چھپٹکر آتا اور مار کھا جاتا ہے۔ چنانچہ موٹروں کی الکٹرک روشنی کے سامنے بالکل چکا چوند سڑک پر کھڑا ہو جاتا ہے۔

میرے ایک نوجوان دوست نواب جمال علی خاں صاحب نے خرگوش ہی کا شکار کھیلنے کے لئے علاوہ اپنی موٹر میں معمولی بجلی کی قندیلوں کے سرچ لائٹ بھی لگائی ہے اور بہت سے خرگوش مارے ہیں۔

خرگوش کے ذکر کے بعد با تفصیل اون کے متعلق کچھ چھرے کی بندوق کے شکار میں اور پرندوں کو شامل کرنا غیر ضروری ہے۔ مگر دو چار پرند اور حشرات الارض ایسے ہیں کہ بعض اوقات بہ لحاظ ضرورت اون کو مارنا پڑتا ہے۔ مثلاً کوا۔ چیل۔ گھونس۔ بلی۔ سانپ۔ بس کھپرا یا گُھیرا۔ نیولا یا منگوشش مرناگن۔ بجو وغیرہ۔

ان کو مارنے کے لئے نہ کسی خاص مشق کی ضرورت ہے نہ کسی خاص ترکیب کی صرف اس قدر احتیاط لازمی ہے کہ چھرے گھر کے برتنوں اور فرنیچر کو نقصان نہ پہنچائیں۔ سانپ اگر مکان کے اندر فرنیچر سے آراستہ کمروں میں نظر آئے تو اوسپر چھروں سے فایر کرنا نامناسب ہے۔ اگر موقع ہو اور یہ اندیشہ نہو کر یہ غایب ہو جائے گا تو سانپ کو وہاں سے نکال کر برآمدے یا مکان کے باہر فایر کرنا چاہیئے۔ اگر سانپ کے نکل جانے کا اندیشہ ہو تو مجبوراً کارتوس سے چھرے نکال کر نال میں پانی بھر دینا چاہیئے۔ پانی بھرنیکے بعد نال کے منہہ سے صرف ایک یا حد دو انگل اندر کاغذ کی ڈاٹ لگا کر جلدی سے فایر کرنا مناسب ہے۔

تاکہ پانی نکل نہ جائے۔ پانی سے بارود پر بوجہ بند ے اور روارنش کی وڈ کے کوئی اثر نہیں ہوتا۔ پانی صرف کاغذ کی ڈاٹ اور منزل کے قریب لگانا اس لئے ضروری بتایا گیا ہے کہ کپڑے کی ڈاٹ یا ڈاٹ نالی کے وسط میں لگانے سے بندوق کے پھٹ جانیکا اندیشہ ہے۔

پانی سے سانپ مرجاتا یا کم ازکم اوس کی کھال کے ٹکڑے اوڑ کر بیکار ہوجاتا ہے۔ اور فرنیچر کی گو وارنش اوڑجاتی ہے۔ مگر ٹوٹتا نہیں۔ ڈاٹ کے متعلق جو ہدایت کی گئی ہے۔ اوس کی نہایت سختی کے ساتھ پابندی کرنی چاہئے۔ نم کپڑا اگر نالی میں کارتوس کے قریب رکھدیا جائے۔ تو کپڑے کو بیچ سے منزل تک پہنچنے میں بوجہ نمی کے اس قدر وقت صرف ہوتا ہے کہ گیس (جو بارود کے مشتعل ہونے سے پیدا ہو کر پھیلتی ہے۔ اور جس کی رفتار کی قوت سے چھرے یا گولی دور ہوجاتے ہیں) رک کر نال کو توڑ دیتی ہے۔

بندوق صاف کرنے کے بیان میں بھی اس کا ذکر کسی قدر زیادہ تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے۔

پرندوں کے شکار اور ایذا دہندہ چھوٹے جانوروں کو مارنے کے علاوہ یورپ کے شائقین اور سائنٹیفک تحقیقات کرنیوالے حضرات نے بندوق سے ایک اور کام بھی لینا شروع کیا ہے۔ انگریزی میں اس کو کلکٹنگ collecting یعنی جمع کرنا کہتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے مختلف الانواع خوش رنگ پرندوں کو اس طرح مارتے ہیں کہ اون کے پر خراب نہ ہوں۔ پھر نہایت احتیاط کے ساتھ ان کی اندرونی آلایش صاف کرکے ان کی کھال کو معہ پروں کے دواون کے ذریعہ محفوظ کرلیتے ہیں۔ یا کبھی روئی وغیرہ بھر کر مسلم پرند ایک اسٹینڈ پر کھڑا کردیتے ہیں۔ شائقین زیب وزینت ان پروں یا پرندوں کو اپنے مکان کی آرایش کے لئے کام میں لاتے ہیں۔ اور محققین ان پرندوں کو اون کی نوعیت اور جنس ساخت رنگ اور عادات وغیرہ کے لحاظ سے ہر ایک کا جداگانہ گروپ یا کلاس قائم کرنے کے بعد عجائب خانوں کی میزوں اور دیواروں پر لگاکر علم الطیور میں قابل قدر معلومات کا اضافہ فرماتے ہیں۔

اس موقعہ پر اس کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ ان پرندوں کے مارنے اور اس طریقہ پر مارنیکے لئے کہ

خراب نہ ہوں۔ بہت چھوٹے بور کی بندوق اور بہت چھوٹے چھرے استعمال کئے جاتے ہیں۔ عام طور ۹ یا ۱۰ نمبر کے چھرے جن کو ہندوستانی شکاری گرد کہتے ہیں۔ کارتوس میں لوڈ کرنے چاہئیں۔ بندوق ۳۰-۳۲-۳۸-بور کی ہو تو مناسب ہے۔ یہ چھرے کی بندوق کے قدیم بور ہیں لیکن حال میں یعنی گزشتہ ۲۰ سال کے اندر یورپ کی روز افزوں کی تجارتی ترقی اور فیشن نے خاص طور پر کئی مختلف بور و نیز کلکٹرز گن رائفل کے بوروں کے پیمانہ کی ایجاد کی ہیں۔ یہ بکثرت بازار میں فروخت ہوتی ہیں۔

اس خاص مقصد کے لئے ایجاد شدہ بندوقوں میں ۴۱۰ بور بندوق بہت کار آمد ہے اس سے بچے اور لیڈیز اگر کارتوس میں ۶ نمبر کے چھرے لوڈ کئے جائیں تو فاختہ کویل وغیرہ بھی (۲۰) گز کے فاصلہ سے مار سکتی ہے۔

انتخاب بندوق کے ضمن میں مزید تفصیل درج کی جائے گی۔

۲۲ رکی رائیفل خود کلکٹرز گن کا کام دے سکتی ہے۔ مگر اس کے لئے نشانہ اچھا ہونا چاہئے۔ کلکٹروں کے لئے نشانہ میں آسانی پیدا کرنے کی غرض سے ۲۲ کی رائیفل کے کارتوس میں دس نمبر کے چند دانے بھر دیئے جاتے ہیں۔ یہ ۲۲ ر بور لانگ شاٹ کارتوس کے نام سے موسوم ہیں۔

چھوٹے چھوٹے پرندوں کو صرف ان کے پروں کی خوشنمائی کے لئے مارنا حسنات ہو یا سیئیات مگر رحم دلوں کی طبیعت پر ضرور گراں گزرتا ہے۔

کلکٹنگ کے لئے جو پرند مارے جائیں۔ اون کے شکار میں یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ پرند کی جسمانی حالت کے لحاظ سے چھرے بڑے نہ ہوں۔ ورنہ پر خراب ہو جائیں گے۔ اور اصلی مقصد فوت ہو جائے گا۔

جب اسٹف کر کے رکھنے کی غرض سے پرند مارنے کا ارادہ ہو تو شکار سے قبل ضروری دوائیں جو کھال کو محفوظ رکھنے کے لئے مخصوص ہیں مہیا کر لینی چاہئیں۔ ورنہ یہ شکار محض جان لینا اور گناہ بے لذت ہے۔ اسمال گیم کے متعلق مضمون مندرجہ بالا اگرچہ مختصر ہے۔ لیکن اوس میں

وہ تمام ضروری معلومات درج کر دی گئی ہیں جو مبتدیوں کے لئے مفید اور بکار آمد ہو سکتی ہیں ہمارے ملک کے شکار (اسمال گیم) کی حد تک غالباً یہ معلومات کافی بھی ہوں۔ بگ گیم کے متعلق انشا اللہ زیادہ تفصیل سے کام لیا جائے گا۔ امید ہے کہ اوس سے نوجوان اور نوآموز شکاریوں کو کافی معلومات بہم پہنچ سکیں گے۔ اس وقت تک جو کچھ لکھا گیا ہے۔ وہ صرف میرا ذاتی تجربہ ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ چند پرندوں کی نسبت میں اپنی محدود معلومات کی وجہ سے بہت کم لکھ سکا ہوں اگر کوئی صاحب پرندوں کی نسبت زیادہ مفصل واقعات اور حالات معلوم کرنا پسند فرماویں تو انگریزی زبان میں تقریباً ہر پرند کے متعلق جداگانہ مکمل کتابیں موجود ہیں۔ ان کا مطالعہ وسیع معلومات کا ذریعہ ہو گا۔
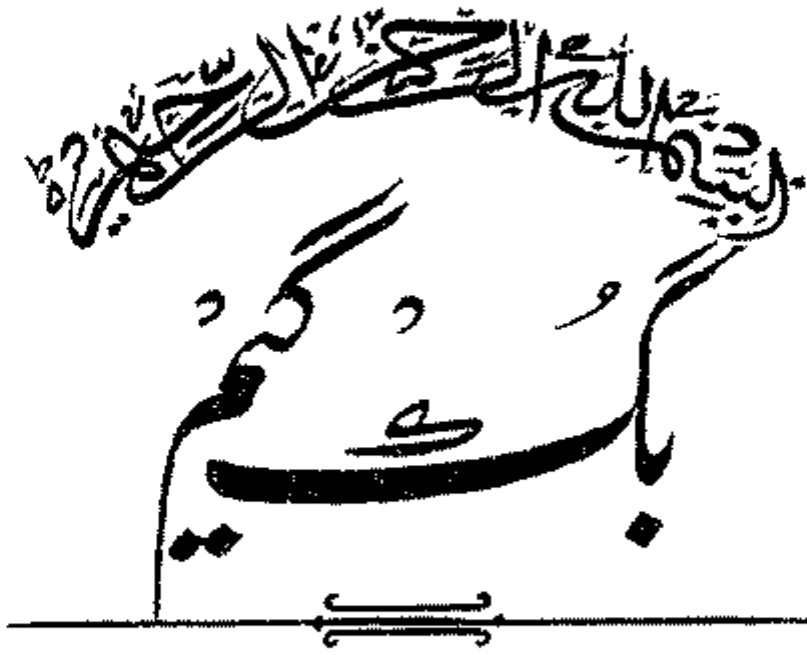
بگ گیم میں ہرن سے لیکر ہاتھی تک تمام چرندے اور جنگلی کتوں سے لیکر شیر تک تمام درندے شامل ہیں۔ بگ گیم یا بڑے جانوروں کا شکار اس زمانہ میں اس قدر وسیع مضمون ہے کہ دنیا کے ہر ملک، اور ہر ملک کے ایسے ہر صوبہ کے متعلق جہاں کوئی جانور شکار کے قابل موجود ہو ایک دو نہیں۔ دس دس کتابیں انگریزی میں موجود ہیں۔ افریقہ اور ہندوستان کے شکار گاہوں پر بلا مبالغہ سینکڑوں شکاریوں نے ضخیم کتابیں لکھی ہیں۔ ان کتابوں کی قیمت بھی زیادہ ہے اور اشاعت بھی اس کثرت کے ساتھ کہ ایک ایک کتاب کئی کئی بار طبع ہونے کے بعد بھی مانگ باقی ہے۔ یورپ بالعموم علوم وفنون کی جو قدر کرتا ہے وہ کسی زمانہ میں کسی قوم کو نصیب نہیں ہوی۔ پھر اوس کے ساتھ اشاعت اور خریداری حیرت ناک درجہ تک روز بروز ترقی کر رہی ہے۔ صرف انگلستان میں کم ازکم دس ہزار مصنف ایسے موجود ہیں جن کی بسر و بود عزت وخوشنمائی کے ساتھ محض تصنیف وتالیف پر منحصر ہے۔ عام علوم وفنون کی قدردانی ہمارے دایرے یعنی شکار کے ذکر سے باہر اور بالاتر مضمون ہے خصوصیت اسپورٹ اور شکار کے متعلق تصانیف کی یہ کثرت اور اوس کے ساتھ اون کی یہ قدردانی ہے کہ کوئی مہینا ایسا نہیں کہ جس میں ایک دو نئی کتابیں سفر اور شکار کے مضمون پر شایع نہ ہوتی ہوں۔ اسپورٹ کی جس قدر قدر اور عزت انگلستان میں کی جاتی ہے۔

وہ ہمارے ہموطن بھائیوں کے خیال سے باہر ہے۔ انگلستان کے رہنے والے حقیقتاً اسپورٹ کے دلدادہ ہیں۔ ساتھ ہی اس کے اشاعت علوم کے عاشق پھر خدا نے اون کی قوم کو یہ بڑی نعمت عطا فرمائی ہے کہ اون کا بچہ بچہ تو نہ وہ فارتو صاحب کا بچہ ہو یا کسی تاجر کا یا کسی پیشہ ور ماں باپ کا سپاہی پیدا ہوتا ہے۔ یا کم از کم سپاہی بنایا جاتا ہے۔

لوہار۔ سنار۔ بڑھئی۔ حجام۔ دھوبی۔ مزدوران سب کی اولاد لازمی طور سے قومی والنٹیرز میں شریک اور ہتیاروں کے استعمال سے واقف ہوتی ہے۔ انگلستان بلکہ تمام یورپ میں بڑا شکار نہیں ہے۔ اگر ہے بھی تو نہایت ادنی قسم کا مگر ہر انگریز ہوش سنبھال کر جوں ہی اوس کو بندوق فایر کرنے کی تعلیم پانے کا موقعہ ملا۔ آفریقہ اور ہندوستان کے جنگلوں اور بگ گیم کے خواب دیکھتا ہے۔ میں نے ابتک با آنکھ انگریزوں سے ملنے کے زیادہ مواقع پیش آئے ہیں۔ کوئی انگریز ایسا نہیں دیکھا کہ جو بندوق لگانا نہ جانتا ہو حد یہ ہے کہ جناب پادری صاحب بالقابہ بھی جو ہمارے جناب مولوی صاحب قبلہ کے ہم پیشہ ہیں۔ شیر کا شکار کرتے اور خود ہلاک ہوجاتے ہیں۔ حال ہی شیر کے زخموں سے ایک پادری صاحب کی موت کا واقعہ ٹائمز میں شایع ہوا تھا۔

اس شوق کے علاوہ تقریباً ہر انگریز اپنے شکار و سفر کی یادداشت باضابطہ طور پر مرتب رکھتا ہے۔

جس وقت اوس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں بھی لکھنا جانتا ہوں اور میری تحریر اس قابل ہوگئی ہے کہ پبلک میں پیش کیجا سکے اوس وقت وہ اپنی معلومات اور تجربہ کے موافق چھوٹی موٹی کتاب لکھہ کر چھپوا دیتا ہے۔ بڑی مدد ایسے اشخاص کو کتابوں سے ملتی ہے۔ جو ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔

اس بیان کا مقصد یہ ہے کہ بگ گیم کا مضمون اس قدر وسیع اور اس درجہ تک فرسودہ اور پیش پا افتادہ ہے کہ اوس پر کچھہ لکھنا اگر اور مصنفین سے مدد نہ لیجائے تو بے کار اور غیر ضروری ہے۔ اس لئے کہ ہر جانور کے متعلق نہایت کافی معلومات اور جداگانہ کتابیں موجود ہیں۔ لیکن اگر

صرف ذاتی تجربہ کی بنا پر خامہ فرسائی منظور ہو تو نہایت مشکل اور اختلاف آرا کی وجہ سے خوف ناک ہے باوجود اس وقت کے میں نے ارادہ کیا ہے کہ مختصر طور پر اپنے تجربوں کا خلاصہ اور جہاں مجھکو ذاتی تجربہ کا اتفاق نہ ہوا ہو وہاں انگریزی مصنفین سے مدد لیکر ہر ایسے جانور کے متعلق جو ہندوستان میں موجود اور شکار کئے جانے کے قابل جانوروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ صرف ضروری اور شکار کی ضروریات کی حد تک مختصر طور پر کچھ لکھوں۔ نیز جانوروں کے عادات وخصائل اور مختلف طریقے جو اس وقت اوس کو شکار کرنے کے لئے رائج ہیں تحریر میں لاؤں۔

بڑی ہمت دلانے اور ڈھارس بندھانے والی چیز اس ارادے کی یہ ہے کہ اردو میں اس قسم کی معلومات کا بہت کم ذخیرہ ہے۔ اگر ہے بھی تو محض کسی وہر گیشو یورپین کے خیالات کا ترجمہ جس میں میرے اصلی مقصد کے خلاف صرف قصے کہانیاں یا چند ذاتی کارگزاریوں کا ذکر اور کالے آدمیوں کی نااہلی بزدلی۔ جھوٹ اور بددیانتی کی مثالیں پیش کی گئی ہوں۔ میرا حقیقی مقصد وہ ہے جو میں دیباچہ میں عرض کر چکا ہوں۔ اس کتاب سے انگریزی نہ جاننے والے نوجوانوں شرفا اور امرا کی معلومات میں اگر میں ذرہ برابر بھی اضافہ کرنے میں کامیاب ہوا تو میری تمنا پوری۔ میری سعی مشکور۔ میری محنت شہارت اور میری دیدہ ریزی کا صلہ مجھکو حاصل ہو گیا۔ بگ گیم میں جو جانور شامل ہیں اور جو ہمارے ملک میں دستیاب ہوتے ہیں اونکی فہرست ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ اسی فہرست کی ترکیب کے موافق ہر جانور کے شکار کے طریقے اور اوس کے عادات وخصائل کے متعلق چند متفرق اور صحیح واقعات مختصر طور پر پیش کئے جائیں گے۔ فہرست کے میں نے دو حصے کر دئے ہیں۔ (**الف اور ب**)۔

(**الف**) میں ہمارے ملک کے جانوروں کے نام۔ اور (ب) میں ممالک غیر کے جانوروں کے نام درج ہیں۔

الف۔ ہرن۔ چکارہ۔ جنگلی بکری جنگلی مینڈھی۔ ہاگ ڈیر۔ ماوس ڈیر۔ نیل۔ چیتل۔ بارہ سنگھہ سانبھر۔ پاڑھا۔ ترس۔ بھیڑیا۔ جنگلی کتے۔ بور بچہ یا تیندوا۔ چیتا۔ ریچھ۔ شیر۔ جنگلی بھینسا۔ ارنا بھینسہ گینڈا۔ ہاتھی۔ سور۔

ب۔ آفریقہ کے بے شمار ہرن کی قسم کے چرندے۔ گوریلا۔ مختلف اقسام کے بارہ سنگھے اور سانبھر شیر ببر۔ زراف۔ شتر مرغ۔ سپید ریچھ۔ امریکہ کے درندے مثل جاگرا اور پوما۔ سانبھر کے قسم کے جانور مثل موس وغیرہ۔ اس فہرست کی نسبت یہ امر خیال کرنے کے قابل ہے کہ الف میں کے بہت سے جانور دیگر ممالک میں پائے جاتے ہیں۔ جیسے گینڈا۔ بھینسا۔ ہاتھی۔ سُور وغیرہ۔ مگر فہرست۔

ب کا ایک جانور بھی حتیٰ کہ آفریقہ کے ہرن۔ بارہ سنگھے۔ سانبھر وغیرہ کی قسم کا جانور فہرست الف یعنی ہندوستان میں نہیں پائے جاتے۔ اس کتاب میں ہندوستان کے قابل شکار جانوروں کا ذکر زیادہ تفصیل کے ساتھ کیا جائیگا۔ یہ امر محض تذکرتاً بیان کیا جاتا ہے کہ اس حصہ کی نسبت یورپین مصنفین کی تصنیفات سے کم مدد لی گئی ہے لیکن اکثر مواقع پر اون کی بیش بہا اور قابل قدر آرا کا نتیجہ درج کتاب کیا گیا ہے خصوصیت کے ساتھ دو موقعوں پر ان عالمانہ سائینٹفک محققین کی رائے نقل کی گئی ہے اول جس جانور کو میں نے خود نہیں مارا۔ یا نہیں دیکھا۔ اوس کی نسبت جو کچھ لکھا گیا ہے وہ معتبر یورپین مصنفین کی رائے کا خلاصہ ہے۔ دوسرے ایسے موقعوں پر بھی میں نے یورپین مصنفین کے تجربہ اور اون کی آرا کا اندراج کیا ہے۔

جہاں دو بڑے شکاریوں اور محققین کی آرا میں اختلاف ہو۔

میرا خیال ہے کہ اردو میں علم الحیوانات کے متعلق کوئی کتاب نہیں ہے یا کم از کم میری نظر سے نہیں گزری۔ فارسی میں گھوڑوں کے متعلق فرسنامے ہیں۔ جانوروں کے حالات بھی ایک قلمی کتاب کسی دوست کے پاس سے لیکر میں نے دیکھی ہے۔ مگر میں متعصب کنسرویٹو خیال کے حضرات سے بہ کمال ادب معافی مانگنے کے بعد یہ عرض کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ ان فرسناموں اور اس متذکرہ بالا کتاب سے جو معلومات کا ذخیرہ دستیاب ہو سکتا ہے۔ وہ یورپین مصنفین کے عالمانہ محققانہ اور پر مغز خزانہ کے مقابلہ میں نہایت بے بضاعت اور ادنیٰ قسم کا سرمایہ ہے۔ حیوانات کی کتاب محض عجیب المخلوقات جانوروں کے حالات پر مشتمل تھی۔ بجز بے سروپا مضامین کے اوس میں بہ مشکل ایک بات بھی قابل اعتبار یا کسی قسم کی تحقیقات کا نتیجہ یا بکار آمد معلومات سے متعلق نہ تھی۔ البتہ یہ امر

قابل اطمینان ہے کہ مصنف نے ہر واقعہ یا ہر بیان کی نسبت گوینداور شنیده ام کے الفاظ ضرور استعمال کئے تھے۔ خود تحقیقات نہیں فرمائی تو جھوٹ بھی نہیں بولے۔ فرسنامے کی نسبت زمانہ حال کی تحقیقات اور تصنیفات کے ساتھ مقابلہ کرنے کی غرض سے صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ ہند میں ہزاروں کتب فروش ہیں۔ بمبئی کے صرف ایک کتب فروش کی فہرست کتب سے اس وقت کم از کم ساٹھ کتابیں گھوڑوں کے حالات اون کی نسلیں اون کی بیماریوں کے متعلق انتخاب اور خریدی جا سکتی ہیں۔ زوال دولت وحکومت کا حقیقی باعث ہی زوال علم ہے۔ اس مسئلہ کو مصلحین قوم کی رائے پر منحصر کرنا چاہیے۔ میرا مقصد اس وقت اس داستان الم کا ذکر کرنے سے یہ ہے کہ میں ان قابل شکار جانوروں کو یورپین مصنفین کی تقلید میں سائنٹیفک اصول پر مختلف اقسام مختلف النوع اور مختلف مدارج پر تقسیم کرنا اور ہر ایک کا مابہ الامتیاز فرق بتانا چاہتا ہوں۔ افسوس ہے کہ اردو میں ان مضامین کو ادا کرنے کے لیے الفاظ نہیں ملتے۔ لفظ گھڑ لینا ممکن ہے مگر یا تو اون کے سمجھانے کے لئے شکار کی کتاب کا لغت بنایا جائے۔ یا المعنے فی بطن الشاعر کا مصداق بنوں۔

ناچار انگریزی الفاظ استعمال کرکے حتی الوسع اس طریقہ پر بیان کرنے کی کوشش کی جائیگی کہ اصل مقصد سمجھ میں آجائے۔

اس قسم کے چرندوں کو جیسے ہرن۔ چکارہ۔ جنگلی بکری۔ وغیرہ۔ نیز ان کے ہمجنس آفریقہ میں پائے جانے والے جانوروں کو انٹیلوپ کہتے ہیں۔ antelope

علیٰ ہذا القیاس چیتل۔ بارہ سنگھے اور سانبھر وغیرہ کو ڈیر کہتے ہیں۔ انٹیلوپ کے نر کے لئے لفظ بک اور ڈیر کے نر کے لئے لفظ اسٹیگ استعمال کیا جاتا ہے۔ ڈیر اور انٹیلوپ کے مابہ الامتیاز پائنٹس اور خصوصیات یہ ہیں۔

(۱) انٹیلوپ کے صرف دو سینگ ہوتے ہیں۔ بہ استثنائے جنگلی بکری جس کے چار سینگ اور چونگھا مشہور ہے۔ ڈیر کے سینگوں میں متعدد شاخیں نکلتی ہیں۔

(۲) انٹیلوپ کے سینگوں کی وضع قطع مختلف ممالک کی آب و ہوا انٹیلوپ کے گرد و پیش کے

حالات اور غذا وغیرہ بہت کم اثر پیدا کر سکتی ہے۔ مختلف ممالک میں ان کے سینگوں کا طول کم یا زیادہ ہو جاتا ہے۔ مگر ساخت اور وضع میں فرق نہیں آتا۔ بخلاف اس کے ڈیر کے سینگ اختلاف ملک آب و ہوا غذا۔ طرز معاشرت سے متاثر ہو کر ایک دوسرے سے اس قدر مختلف ہو جاتے ہیں۔ کہ سائنٹفک تحقیقات کرنے والوں کے لئے تحقیق و تدقیق کا وسیع میدان کھلا نظر آتا ہے۔

(۳) انٹیلوپ کے سینگ سالانہ نہیں گرتے بلکہ اکثر و بیشتر عمر بھر بڑھتے رہتے ہیں۔ ڈیر ہر سال اپنے سینگ گرا کر نیا تاج زیب سر کرتے ہیں۔ ان سینگوں کا وقت مقررہ پر گرنا ازسر نو نکلنا۔ نشو و نما پانا گرنے کے اوقات میں اختلاف شاخوں کی تعداد میں تفاوت یہ سب امور سائنس داں محققین و مصنفین کے لئے غور اور تجربہ کے نہایت دلچسپ مواقع پیدا کر دیتے ہیں۔

(۴) موسم پیدائش کے خصوصیات جوش جوانی کی مخصوص آوازیں ماداون کی متوجہ کرنے اور اون کو جمع کرنے کے طریقے صرف ڈیر کے لئے مختص ہیں۔

انٹیلوپ ان سے تقریباً بے بہرہ ہیں۔

(۵) انٹیلوپ بہ مقابلہ ڈیر بہت زیادہ چالاک ہوشیار اور تیز رفتار ہوتے ہیں۔ جان کی حفاظت کرنے کا مادہ فطرت نے ہر جاندار کو عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ تیز رفتاری اور عیاری انٹیلوپ کے لئے جان کی حفاظت کے دو زبردست اور مخصوص آلات ہیں۔ اسی بنا پر سماعت بصارت اور قوت شامہ ان تین حواس میں سے ایک کا بھی انٹیلوپ میں کامل اور اوس درجہ تک نمو نہیں ہوتا جیسا کہ ڈیر میں جو عیاری اور تیز رفتاری میں انٹیلوپ سے کم ہیں۔

(۶) شکار دوست اصحاب کو کس کے شکار میں زیادہ لطف آتا ہے۔ یہ مختلف فیہ مسلہ ہے۔ اس کا فیصلہ ذاتی شوق محنت اور شخصی ذوق۔ مناظر فطرت پر منحصر ہے۔ جو حضرات میدان کو جنگل پر ترجیح دیتے ہیں۔ یا جو درندوں سے دوچار ہونے کے خطرات کے لطف کو تکلیف خیال کرتے ہیں۔ اون کے لئے ڈیر کا شکار موزوں نہیں ہے۔ انٹیلوپ اور اوس میں سے بھی دو یعنی ہرن اور چکارے اون کے لئے کافی ہیں۔

نوٹ۔ قابل شکار چرندوں میں ہندوستان کا سب سے زیادہ کثیر التعداد جانور ہرن ہے۔ اسی لئے اوس کا نام فہرست میں سب سے اول لکھا گیا اور اب اوسی کے شکار سے ہند کے بگ گیم کا آغاز کیا جاتا ہے۔

ہرن

اس کی شکل وصورت اور قد وقامت سے غالباً ہند میں کوئی شخص خواہ وہ۔ شکاری ہو یا غیر شکاری ناواقف نہ ہوگا۔ تمام ملک کے ہر حصہ میں ہرن موجود ہیں۔ بالعموم یہ میدان میں رہنے والا جانور ہے جھاڑی جنگل سے بہت گھبراتا ہے۔ مگر پھر بھی جنگلوں کے بیچ میں پانچ چار میل لمبا چوڑا میدان ملجائے تو ہرن وہاں ضرور موجود ہوں گے۔ چاندا اور ضلع عادل آباد جنگل ہی جنگل ہیں۔ مگر وہاں بھی چھوٹے چھوٹے میدانوں میں میں نے ہرنوں کی ٹکڑیاں دیکھی ہیں۔

غیر کوہستانی یا بڑے بڑے میدان والے حصوں میں ان کی کثرت تکلیف دہ اور زراعت کے لئے سخت نقصان کا باعث ہے۔ پنجاب۔ سندھ۔ راجپوتانہ۔ ممالک متحدہ۔ روہلکھنڈ۔ بنگال کا مغربی حصہ اور ممالک متوسط۔ دکن بمبئی و مدراس پریسڈنسی بہ استثنائے مالابار الغرض تمام حصوں میں جہاں جس قدر میدان زیادہ اور جنگل کم ہے۔ اوسی قدر ہرنوں کی کثرت ہے ممالک محروسہ سرکار عالی کے حصہ مرہٹواڑی اور بالخصوص اضلاع ناندیڑ۔ پربھنی۔ عثمان آباد اور بیڑ میں ان کی کثرت کا یہ حال ہے کہ رعایا نے ڈایرکٹر جنرل صاحب مال مسٹر ڈنلاپ آنجہانی کو اپنی زراعت کی حفاظت کے لئے ہرنوں کی ہلاکت کا خاص طور پر انتظام کرنے کی نسبت درخواستیں دی تھیں۔ اور بہت دن تک یہ مسلہ زیر غور رہا پھر معلوم نہیں کیونکر یہ مثل داخل دفتر ہوگئی۔

ہرنی کے سینگ نہیں ہوتے۔ برات عاشقاں برشاخ آہو نر کے سینگ دکن میں (۲۴) انچ تک اور پنجاب کے طرف (۳۲) انچ تک لمبے ہوتے ہیں۔ یہ سینگ بل کھائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اندر ہڈی اور اوپر سخت خول ہوتا ہے جو چند روز خشک ہونے کے بعد ہڈی سے جدا ہوسکتا ہے۔ سینگوں کی ہیئت میں

عجیب عجیب فرق نظر آتے ہیں۔ بعض میں خم بہت کم اور ایک دوسرے سے متصل سیدھے اوپر کے طرف اولٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ (نیچے کا زاویہ صرف (۲۵) ڈگری کا اور دونوں نوکوں کا فصل صرف (۱۱) انچہ بخلاف اس کے بعض کا زاویہ (۵۴) ڈگری اور بالائی نوکون کا فصل (۲۲) انچ دیکھا گیا ہے۔ اسی طرح بعض سینگ بہت موٹے ہوتے ہیں۔ بعض باریک میں نے سب میں زیادہ باریک سینگ مسٹر برٹن سکندرآباد کے بہترین کارخانہ خیاطی کے مالک کے پاس دیکھے ہیں۔ ان کا قطر جڑ کے پاس نصف انچ سے کچھ ہی زیادہ اور طول (۲۴) انچ ہے۔ یہ زیادہ پھیلے ہوئے بھی نہیں ہیں۔

عجیب ترین سینگ عالیجناب نواب معین الدولہ بہادر کے پاس اور جناب ممدوح ہی کے مارے ہوئے ہرن کے ہیں۔ ان میں ایک ٹوٹا ہوا ہے۔ اور دوسرے کی بعینہ یہ وضع ہے۔ جیسے سانپ کنڈلی مار کر بیٹھتا ہے۔ اس سینگ نے دو مرتبہ حلقہ بنا کر تیسرے حلقہ میں سر اوٹھایا ہے۔ اور وہ بھی بالکل بیچ میں گویا سانپ نے اپنے جسم کی دو کنڈلیاں بنائی ہیں۔

ہرن کے سینگ آخر عمر تک بڑھتے رہتے ہیں۔ اسی لئے بڑھے بدرنگ ہرنوں کے سینگ بڑے ہوتے ہیں۔ ہرن گو دو برس تک بڑھتا ہے مگر تقریباً دس مہینے کے عرصہ میں بالغ ہو جاتا ہے۔ دو برس کے بعد نر کا رنگ سیاہ ہونا شروع ہو جاتا ہے بعض نروں کے رنگ نہایت گہرے سیاہ اور چمک دار ہوتے ہیں۔ بڑھاپے میں رنگ کی چمک زائل ہو جاتی ہے جو شکاری بڑے بڑے سینگوں کی تلاش اور جمع کرنا چاہتے ہوں وہ رنگ یا کم از کم چمک دار رنگ کا لحاظ نہ کریں۔ عین جوانی میں چمک خوب ہوتی ہے۔ مگر سینگ بڑھے بدرنگ نر کے زیادہ لمبے ہوتے ہیں۔ دوربین اگر ساتھ ہو تو سینگوں کے طول اور رنگ کی چمک اور سیاہی کا زیادہ صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔ بعض شکاری عمدہ چمڑے کو لمبے سینگ پر ترجیح دیتے ہیں۔ ہر صورت میں بغیر دوربین کے اصلی مقصد پوری طرح حاصل نہیں ہو سکتا۔ البتہ گوشت کے شکاریوں یا زدہ تعداد دکھانے اور بتانیوالے شائقین کے لئے دوربین کا بار اوٹھانا غیر ضروری ہے۔

میرا منجھلا بچہ علیگڑھ کالج کے ایام تعطیل میں ایک ایسے مقام پر میرے پاس آکر ٹھہرا جہاں ہرن بہ کثرت ہیں۔ میرے پاس چند معمولی باونڈس بھی تھے بچہ صبح کو مع کتوں کے موٹر میں جاتا اور

تو دس بجے تک ہرنوں کا شکار کھیل کر واپس آ جاتا۔ دریافت کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ روزانہ پانچ چھ سات کالے گاڑی پر لدے ہوئے آتے ہیں۔ اس پر میں نے بہت ناراضگی ظاہر کی اور جن الفاظ میں اپنے بچے کو نصیحت کی تھی۔ وہ اپنے ہم ملک اور ہم قوم نوجوانوں کی ہدایت کے لئے اس موقع پر درج کرتا ہوں۔

ہر روز عمدہ سینگوں یا عمدہ سیاہ رنگ کے کالے چھ سات ملنا ناممکن ہے۔ پھر اس بے رحمی سے کیا حاصل کر جو کالا سامنے آیا وہ مار دیا گیا۔ تم صرف اون قصابوں کی خدمت انجام دیتے ہو جو بقر عید میں اجرت پر جانور ذبح کرتے پھرتے ہیں۔ اگر گوشت تم بیچتے تب بھی حصول زر کا عذر پیش کر سکتے تھے۔ جب یہ نہیں ہے اور صرف احباب کو گوشت یا مسلم ہرن تحفتاً بھیجے جاتے ہیں تو ایسی حالت میں ان کی جان لینا فعل عبث اور میرے خیال میں گناہ ہے۔

اس سلسلہ میں تذکرتاً یہ بیان کرنا مفید ہوگا کہ وہاج سلمہٗ ہمیشہ ویٹلی رچارڈ کی ۔۲۳۲ رائفل استعمال کرتے ہیں اور سات ہرنوں میں سے صرف دو یا تین کالوں پر کتے چھوڑنے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ بقیہ سب ڈراپ ڈیڈ یعنی گولی لگتے ہی گر جاتے ہیں۔ بندوق کی یکسوئی کا یہ عمدہ ثبوت ہے۔

ف۔ قانوناً مادہ کو مارنا ممنوع ہے اور بالعموم شکاری بھی مادہ کے مارنے کو معیوب خیال کرتے ہیں میں بھی مادہ کبھی نہیں مارتا۔ مگر صرف بہ اتباع قانون ورنہ میں اس اصول کا سخت مخالف ہوں۔ اور اوس کے وجوہ یہ ہیں۔

زیادہ سیاہ یا بڑے سینگوں کے نر جن کو بالعموم کالا کہتے ہیں۔ اوس غول کے سردار یا مالک ہوتے ہیں جس کے ساتھ وہ چرتے ہوئے نظر آئیں۔ لازمی طور سے اور فطرتاً یہ سب ہرنوں سے جثہ میں زیادہ قوی ہوتے ہیں۔ بڑی تعداد میں مادہ ہرن ان ہی سے حاملہ ہوتی ہیں۔ جب یہ قوی اور بہتر حصہ فنا کر دیا جائے تو یہ مجبوری ان کی جگہ مقابلتاً کم زور اور نحیف الجثہ افراد کو تناسل و توالد فطرتی خدمات انجام دینی پڑتی ہیں کم زور باپ کا بچہ بھی بالعموم کمزور ہوگا۔ الولد سر لابیہ اور معمولی اصول (بچہ کشی) بھی ہر جانور میں

یہی ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا۔ اور یہ ہے کہ بجائے بڑے بڑے شاندار قوی الجثہ جانوروں کے کم زور و نحیف الجثہ چرند جنگل میں نظر آئیں گے۔ بڑے زبردست نروں کو بہ کثرت اور چن چن کر مارنا نسل کو خراب اور کم زور کرنا ہے۔

جرمن جنگ عظیم کے زمانہ میں جب کثیر التعداد فوج کی فریقین کو ضرورت لاحق ہوئی تو بدرجہ مجبوری گورنمنٹ انگریزی نے اٹھارہ اور انیس سال کے نوجوانوں کو میدان میں حاضر ہونے اور لڑنے کا حکم دیا یہ ناتجربہ کار جوشیلے قوم کے فدائی تھے۔ فوجی تعلیم بھی چند ہی روز پائی تھی۔ ایک موقعہ پر قومی اور جوانی کے جوش میں ان نوآموزوں کی رجمنٹ دشمن کی رجمنٹ پر جو مشین گن سے مسلح تھی جا پڑی۔ ان نوجوانوں کی رجمنٹ نے سخت نقصان اٹھایا۔ کثیر التعداد جانیں تلف اور بہت سے لڑکے زخمی ہوگئے۔ جب اموات کثیر کی خبر شایع ہوئی تو ولایت کے کئی اخباروں میں متعدد مضامین نکلے۔ جن کا خلاصہ یہ تھا کہ قوم کے بہترین جوان توانا و تندرست افراد اور ہونہار بچے اگر اس طرح فنا ہو جائیں گے تو ہماری آیندہ نسلوں کا کیا حشر ہوگا۔ بجز اس کے بڈھے معذور اور ازکار رفتہ مردوں کی اولاد ملک میں پھیلے اور قوم کی کمزوری اور تباہی کا باعث ہو اور کیا نتیجہ پیدا ہو سکتا ہے۔

بعض یورپین مصنفین بھی میرے ہم خیال ہیں اور ایک صاحب نے جو آج سے پچاس سال قبل جوان اور ہندوستان کے مشہور شکاریوں میں تھے۔ اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ اون اضلاع میں سے گزرتے ہوئے جن میں ۳۵ یا چالیس سال قبل شکار کھیلا تھا میں نے ریل کے دروازہ باآنکہ گرمی زیادہ تھی اس خیال سے کھول دئے کہ میں گرد و پیش کی آبادی زراعت اور قابل شکار جانوروں کا اوس وقت سے مقابلہ کرسکوں جب یہاں ریل نہ تھی اور میں گھوڑے یا ہاتھی پر ان جنگلوں سے گزرتا تھا۔ صاحب موصوف اس کی نسبت نہایت دلچسپ واقعات لکھنے کے بعد شکار کے متعلق لکھتے ہیں کہ پرند تو بالعموم اوسی قد و قامت کے نظر آئے۔ جیسے پہلے تھے مگر ہرن مجھکو خاص طور پر بہ مقابلہ سابق چھوٹے معلوم ہوتے ہیں۔ غالباً یہ مانر مارنے کے قواعد کا اثر ہو جو گورنمنٹ کی طرف سے کسی غیر شکاری عہدہ دار کی تجویز کے موافق نافذ کئے گئے ہیں۔

ف ۔ رائفل اینڈ رونس ان انڈین فارسٹ ایک نہایت دلچسپ کتاب حال ہی میں شایع ہوئی ہے

اس کے مصنف ایک نہایت تجربہ کار شکاری ہیں۔ تیرہ سال انہوں نے ہند میں شکار کھیلا ہے۔ طرزِ تحریر کمال دلفریب ور دلکش ہے۔ جانوروں کے حالات بیان کرنے کا انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ ہر جانور کے سوانح عمری خود اوسی کے زبان سے گویا اپنی رام کہانی یا آپ بیتی کے طور پر درج کتاب کئے ہیں شیر کے حالات میں ان کے چند صفحوں کا ترجمہ پیش کیا جائے گا۔ اس جگہ پر ہرن کی آپ بیتی کہانی کی چند سطریں میری رائے کی تائید میں نقل کیجاتی ہیں۔ مرتے وقت کا لا وصیت کرتا ہے یا اپنی سرگذشت کے آخر میں التجا کرتا ہے صاحب مجھکو شکار کرنے میں دہوکا نہ دیجئے جب میں پیاس سے مجبور ہوکر پانی پینے جاؤں تو وہاں چھپ کر نہ بیٹھے۔

مردانہ وار میری ہوشیاری کا مقابلہ اپنی تدبیر سے فرمائیے جب میرا سر آپ کے کمروں کی آرائش میں شریک ہوجائے تو اوس لطف کو یاد فرمایئے۔ جو آپ کو خوشنما اور خوش فضا میدانوں کے نظاروں سے صرف میری تلاش اور میری سبک رفتاری کے طفیل میں میسر ہوچکا ہے۔ اون ایام گذشتہ کی یاد اب بھی آپ کے دل کو کم از کم چند گھنٹوں کے لئے افکار سے پناہ دے سکتی ہے۔

میری اخیر استدعا یہ ہے کہ میرے ہم جنسوں کو چھانٹ چھانٹ کر ہلاک نہ کیجئے۔ اگر کھانے کے لئے گوشت کی ضرورت ہو تو ایک آدہ مار لیجئے۔ ہماری قوم میں یہ صنف نازک اس کثرت سے موجود ہے کہ دو ایک کی ہلاکت سے نقصان نہیں۔ اگر آپ میرے مانند نروں کو ہلاک کریں گے تو پھر آئندہ مجھ جیسے شاندار جانور نہ پیدا ہوں گے نہ میسر۔

اس استدعا کے اخیر الفاظ سے میری رائے کی تائید بہت موثر طریقہ پر ہوتی ہے۔ میں اس موقعہ پر یہ اور اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہر کام میں ہم کو اور ہمارے نوجوانوں کو اپنی آیندہ نسلوں کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ ہم نے اگر خود غرضی سے نروں کی نسل خراب کردی تو ہماری اولاد کو یہ شعر پڑھنا پڑے گا۔

حریفاں بادہ ہا خوردند و رفتند
تہی خمخانہ ہا کردند و رفتند

دوسری وجہ جو صرف کالوں کو مارنے کے خلاف میرے ذہن میں ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک ہرنی

سال میں ایک مرتبہ زیادہ سے زیادہ دو مرتبہ ایک یا دو بچے دیتی ہے بخلاف اس کے غالباً نر ہرن کم از کم تیس چالیس ماداؤں کو حاملہ کرنے کا کام دیتا ہو۔ اس صورت میں اگر ایک مادہ ہلاک ہوئی تو زیادہ سے زیادہ پانچ جانوں کا نقصان ہوا۔ اگر ایک نر مارا گیا تو کم از کم چالیس جانور عالم وجود میں آنے سے محروم رہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ مادہ کا گوشت بہ مقابلہ کالے کے زیادہ لذیذ اور نرم ہوتا ہے بالخصوص حاملہ ہونیکے قبل اوس وقت جب کہ نر ہرنی کا پیچھا کرتا اور اوس کو دوڑاتا ہے۔

چمڑے کا سیاہ ہونا اور اوس کو خوبصورت سمجھنا فرضی اور رواج پرستی پر مبنی ہے۔ ورنہ بالعموم کوئی شخص صندلی رنگ پر کالے رنگ کو ترجیح نہ دیگا۔ شکاریوں نے یہ فرض کر لیا ہے کہ وہ کالے کی کھال کو خوبصورت کہتے ہیں۔

کالے کے سینگ بیشک شکار کی شاندار یادگار اور آرائش وزیب و زینت کے لئے برآمدے یا کسی کمرے میں لگانے کے قابل چیز ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو سو بلکہ دو سو کالوں میں سے ایک کو بھی عروج حاصل ہونے کی عزت نصیب نہیں ہوتی۔ واقعہ یہ ہے کہ سو دو سو کالوں میں سے شاید ہی بہ مشکل ایک یا دو کے سینگ اس قابل ہوتے ہیں کہ وہ برآمدے کے زینت افزا ہوں ورنہ اب تو ۱۸ - ۱۹ - حد ۲۰ - ۲۱ - انچ سے زیادہ لمبے سینگوں کے ہرن شاذ و نادر ہی ملتے ہیں۔ پھر کون سو دو سو ہرن مارتا ہے۔ کس کو فرصت ہے کہ ہرن پر اس قدر وقت محنت اور روپیہ صرف کرے۔ اگر یہ سب چیزیں خداوند تعالیٰ عطا فرمائے تو اس سے بدرجہا بہتر جانوروں کا شکار کیوں نہ کھیلے۔ ہمارا ملک ملک ہند ہے۔ نہ کہ یورپ۔ خدا نے یہاں ہر قسم کا بڑے سے بڑا شکار پیدا کیا ہے۔

یورپینوں کے خیال میں یہ بڑی چیز ہے۔ اور اونہوں نے اپنی وقتوں اور ضرورتوں کے لحاظ سے ہرن کو بگ گیم میں شریک کر دیا ہے۔ ورنہ حقیقت حال یہ ہے کہ بارہ تیرہ برس کے بچے بھی کسی نہ کسی طرح گھیر کر نہایت معمولی بندوقوں سے سال میں دو چار ہرن خواہ مادہ ہوں یا نر مار لیتے ہیں۔ میں نے بھی بہ زمانہ طالب علمی جبکہ گولی کی بندوق ہاتھ میں بھی نہ لی تھی صرف چھرے کی مزل لوڈر سے بک شاٹ بھر کر

علیگڑھ کے میدانوں میں بہت ہرن مارے اور یہی وجہ ہوی کہ باوجود اور شکاروں کا جنون کے درجہ تک
خبط اور سودا ہونے کے کبھی خاص طور پر ہرنوں کا شکار کا ارادہ نہیں کیا۔ کبھی سفر میں کبھی دورے میں
احباب یا ہمراہیوں کے اصرار پر شکار کو گیا اور چند مار کرلے آیا۔ ایک مرتبہ چند بچے مجھکو ہنگولی ضلع پربھنی
لے گئے۔ وہاں ہرن بکثرت ہیں۔ چار پانچ روز کے شکار میں تقریباً (۴۰) کالے شکار ہوئے۔ ان میں
(۲) جوڑ سینگ (۲۳) انچ سے کچھ اوپر تھے۔ اور ایک ۲۴½ عمدہ سینگوں کے اوسط زیادہ ہونے کی وجہ میری
زیادہ قوت والی دوربین اور اوس کے استعمال میں کثرت اور زیادتی تھی۔ میں کئی کئی منٹ تک کالے کو دیکھتا
اور جب گمان غالب ہوجاتا کہ سینگ عمدہ ہے تو فایر کرتا۔ اس انتخاب پر بھی رکھنے کے قابل تین سینگ میسر ہوئے
ہمارے ملک بالخصوص مرہٹواڑی میں ہرنوں کی کثرت کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ باوجود اس بے پروائی کے
جو ہرنوں کے شکار کی طرف سے میری طبیعت میں ہے۔ میرا ریکارڈ بہ لحاظ تعداد کے انہی کا بڑھا ہوا یعنی ایک ان میں
میں نے کوئی جانور اتنی تعداد میں نہیں مارا جتنے کہ ہرن۔ زیادہ سے زیادہ ایک دن میں میں نے (۱۲) کالے
مارے ہیں۔ بگ گیم میں سے کبھی کوئی جانور اس تعداد میں نصیب نہیں ہوا۔
صرف نر مارنے کے وجوہ جو کچھ ہوں، قانون اس پر مجبور کرتا ہے اور اتباع قانون ہر شریف کا لازمی
طرز عمل ہے اور ہونا چاہئے۔

ف۔ ہرن ان چرندوں میں سے ہے۔ جن کو انگریزی میں Gregarious
کہتے ہیں۔ یعنی ایسے جانور جو بہت بہت ملکر ساتھ رہتے ہوں۔ جہاں جہاں ہرن موجود ہیں۔ وہاں کبھی چھوٹے
چھوٹے کبھی بڑے غول یا منڈے سب ایک جگہ چرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ گرمیوں کے زمانہ میں جب گھانس
اور اناج کے کھیت کٹ جاتے ہیں تو بالعموم ببول کے ایسے درختوں کے سایہ میں جو میدان میں چیدہ
طور پر واقع ہوں۔ ایک آدھ کالا تنہا بیٹھا ہوا بھی نظر آجاتا ہے۔ یہ تنہا کالا عموماً بڑا اور بڑے سینگوں والا
ہوتا ہے۔ اس کی تنہائی کی وجہ اس کی کمزوری اور ضعف پیری ہے۔ غالباً یہ کسی منڈے کا سردار تھا۔
جوانی بھر اس نے اپنے رعب اور حکومت کو قایم رکھا کسی نوجوان کی ہمت نہ تھی کہ وہ اس کی بیویوں کی
طرف نگاہ اوٹھا سکے لیکن جب ضعف پیری شروع ہوا تو اوسی منڈے کے کسی پٹھے کو جو جوانی کے نشہ میں

۱۳۷

چور تھا اس کے مقابلہ کا خیال پیدا ہوا بھر گیا تھا تمام نوخیز اور ہونہار کالے جو پہلے ہی اس بڈھے سے جلے ہوئے تھے۔ اس کے خلاف سازش پر آمادہ اور برسرپیکار ہوگئے۔ ایک دو ہوں تو یہ بھگت بھی لے مگر یہاں تو درجنوں اس کے اولاد میں سے موجود تھے۔ روزانہ دو چار سے کشتی ہوتی ہے دو ایک کو یہ بھگا دیتا تو ایک آدھ سے تھک کر بھاگنے پر مجبور ہوتا تین چار دن میں یہاں تک نوبت پہنچی کہ یہ بڈھا کئی جوانوں سے دبنے لگا۔ یہ معلوم ہوتے ہی ان فاتحین نے ملکر اس کو اس قدر مارا اور اس کا اس قدر پیچھا کیا کہ یہ اپنے پانچ چھ سال سے ساتھ رہنے والی بیویوں اور بیٹوں کو حسرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوا۔ ہمیشہ کو منڈے سے جدا ہو گیا۔ ملک خدا تنگ نیست۔ اور خدا نے اس کا چارہ بھی ہر جگہ پیدا کیا ہے۔ کسی چراگاہ یا کھیت میں پیٹ بھر لیتا اور پڑ رہتا۔ اب یہ دم خم بھی باقی نہیں کہ کسی دوسرے منڈے میں جا کر اوس کے سردار سے لڑے اور فتح پا کر حرم پر قابض ہو جائے۔ چارہ کی کمی نہیں اوس پر تجرد خوب موٹا ہو جاتا ہے۔ ادھر تجربہ کار ہو جاتا ہے اور اب اوس کو دشمن کے آنے کی خبر دینے والی بیویاں بھی باقی نہیں رہیں۔ اس لئے اپنی خود حفاظت کرنے پر مجبور اور نہایت چوکنا ہو جاتا ہے۔ دور سے دیکھکر مخالف جانب اس قدر تیزی سے بھاگتا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ اگر دو ایک شکاریوں سے واسطہ پڑ چکا ہے۔ اور دو ایک غیر موثر فایروں کا تجربہ ہو جاتا ہے تو بندوق کو بھی پہچاننے لگتا ہے۔ فایر کرنے کی پوزیشن بھی جان جاتا ہے۔ اور شکاریوں کی وضع قطع تیز رفتار سے بھی واقف ہو جاتا ہے۔ ایسے کالوں کا مارنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ چنانچہ ہنگولی تعلقہ پر بھنی میں ڈاک بنگلہ سے جانب جنوب تین چار میل کے فاصلہ پر ایک بلند ٹیکری ہے۔ اس ٹیکری کے چاروں طرف گھانس کا رمنہ بھی تھا اور زراعت بھی اکثر وہاں ہرنوں کے منڈے نظر آتے تھے۔ اور اکثر جنٹلمین شکاری یا دورہ کناں عہدہ دار اوسی طرف شکار کو جایا کرتے۔

ان منڈوں کے علاوہ ایک تنہا کالا بھی ان سب منڈوں سے علحدہ کبھی چرتا ہوا نظر آتا کبھی کہیں تنہا بیٹھا ہوا۔ چنانچہ دو ایک عہدہ داروں نے اس پر بندوقیں چلائیں مگر سب نشانے خالی گئے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ یہ اس قدر ہوشیار ہو گیا کہ اس کی چالاکی کی شہرت ہو گئی۔ جو صاحب ڈاک بنگلہ میں وارد ہوتے اور شکار کی نسبت ملازمین سے دریافت کرتے تو ڈاک بنگلہ کے آدمی اس کالے کا ضرور ذکر کرتے۔

اور یہ بھی کہدیتے کہ صاحب وہ مار پر نہیں آنے دیگا۔ چند بچوں کے ہمراہ مجھکو بھی ہنگولی جانے اور اس ڈاک بنگلہ میں ٹہیرنے کا اتفاق ہوا۔ مجھ سے بھی نوکروں نے اوس کالے کا انہی الفاظ میں ذکر کیا۔ میں تو خاموش رہا مگر میرے بھتیجے سعید احمد اور رشید احمد سلمہا اور میرے بچے سراج سلمہ نے محض بچپن کی ضد میں یہ ارادہ کیا کہ اس کالے کو ضرور مارنا چاہئے۔ سعید سلمہ نے دوسرے دن صبح کو وہاں جانے کا قصد کیا۔ مگر میں نے رائے دی کہ پہلے اور جگہوں پر شکار کھیل لو۔ جب چند کالے مار لو تو اس کا تعاقب کرنا۔ چنانچہ دو تین دن بچوں نے خوب محنت کی اور بہت سے عمدہ چمڑے اور سینگ جمع کرلئے۔ اوس کے بعد سب نے یاد دلایا کہ چچا جان وہ ٹیکری والا کالا رہ گیا۔ اوسے ضرور مارئیے۔ میں بھی راضی ہوگیا۔ اور شام کے چار بجے اوس ٹیکری کی طرف روانہ ہوئے۔ رشید کے پاس ٹو نو بور رائفل تھی۔ سراج کے پاس ۳۰۲ سعید کے پاس ۵۰۰ اور میری عزیز ۵۰۰ اکسپرس ہالینڈ اینڈ کی میرے ہاتھ میں تھی۔ میرا چھوٹا بچہ وہاج سلمہ صرف آٹھ سال کا تھا وہ اپنی ۲۲ لیکر ہم لوگوں کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ جب ہم ٹیکری سے تقریباً ۵۰۰ سو گز کے فاصلہ پر پہنچے تو ڈاک بنگلہ کے ملازم یا کسی مقامی شکاری نے بتایا کہ وہ کالا فلاں جھاڑ کے پاس چر رہا ہے۔ مجھکو تو صاف نظر نہیں آیا۔ مگر ماشاءاللہ بچوں نے دیکھ لیا اور رشید نے کہا کہ چچا جان وہ ہماری طرف دیکھ رہا ہے۔ میں نے دوربین اوٹھا کر دیکھا تو حقیقتاً رشید کا بیان بالکل صحیح پایا۔ نہایت توجہ اور غور کے ساتھ ہم کو دیکھ رہا تھا۔ میں وہیں رک گیا اور بچوں سے کہا کہ اب تم اپنی رائے بیان کرو کہ کیونکر اور کس قدر فاصلہ تک اس کے پاس پہنچنا چاہئے۔ بچوں نے مختلف طریقہ بتائے۔ یہ ڈیر اسٹاکنگ کے مضمون پر ایک دو کتابیں پڑھ چکے تھے تھوڑی سی بحث ہوئی۔ آخر کار میں نے یہ تجویز کی کہ اس قدر چالاک اور چوکنے ہرن کے مقابلہ میں اسٹاکنگ (یعنی چھپ کر پہنچنا) کوشش فضول اور وقت ضائع کرنا ہے۔ مناسب طریقہ یہ ہوگا کہ ہم چاروں (وہاج سلمہ کسی شمار ہی میں نہ تھے) ایک لائن میں سو سو گز کے فصل سے اس کی طرف بڑھیں۔ بندوقوں کو چھپانے کی کوشش کریں مگر کوئی اور حرکت یعنی جھکنا۔ آڑ ڈھونڈھنا۔ بیٹھنا یا لیٹنا یا رکنا ہرگز نہ کریں۔ سیدھے اسکی طرف اس طرح چلیں جس طرح راستہ چلنے والے چلتے ہیں۔ نہ تیز نہ آہستہ ہوشیاری اور مستعدی سے قدم اٹھاتے ہوئے۔ اگر کسی کی بندوق کی مار کے اندر کالا آجائے تو فایر کرے۔ بچوں کے لئے میری رائے

بمنزلہ حکم کے تھی۔ سب تیار ہو گئے۔ اتفاق سے ہوا بھی موافق مل گئی۔ یعنی مخالف اس کا مطلب یہ ہے کہ ہرن کی طرف سے ہماری طرف آرہی تھی۔ ہرن بلکہ تمام چرندوں کے شکار کے لئے اس کا خیال رکھنا لازمی ہے۔ ورنہ انسان بارود یا بندوق کے تیل کی بو سے جانور بھاگ جاتے ہیں۔

الغرض ہم چار سو گز تک پھیل کر اشارے کے ساتھہ اوس کی طرف بڑھے۔ میں داہنے جانب تھا۔ میرے بعد سعید اون کے بعد رشید اور سب کے بائیں جانب سراج۔ ترتیب مندرجہ بالا کے موافق ہم آگے بڑھے۔ ہزار گز کے قریب پہنچنے تک تو کالا کھڑا رہا مگر جب ہم اور زیادہ بڑھے تو اوس نے جانب شمال یعنی ہمارے بائیں طرف چلنا شروع کیا۔

تھوڑا ہی اور چلے ہوں گے کہ وہ ٹراٹ اور پھر گیلپ ہو گیا۔ جب وہ سراج کے مقابل پہنچا تو اون سے تقریباً چھہ سو گز کے فاصلہ پر ہو گا۔ اون کے پاس ۳۰۳۔ تھی اوس کی رینج کے بھروسہ پر وہ لیٹ گئے کہ کچھہ نہیں تو بھاگتے ہی پر قسمت آزمالیں۔ اون کے لیٹتے ہی فایر ہونے سے قبل کالا پلٹ گیا۔ اور بجائے بائیں جانب دوڑنے کے اوس نے رشید اور سعید کے بیچ میں گزرنے کا ارادہ کیا۔ سعید بھی اس طرف بڑھے۔ اور ان کو دیکھہ کر کالے نے داہنی جانب یعنی میری طرف سے نکل جانے کی ٹھان لی۔ اب وہ مجھ سے تقریباً تین سو گز پر تھا۔ اوس کا مصمم ارادہ یہ تھا کہ وہ میرے اور رشید و سعید کے درمیان سے نہایت تیز دوڑ کر گزر جائے یہ دونوں بھائی اوس کے پہلے ارادہ کے لحاظ سے ایک دوسرے کے قریب آ گئے تھے۔ کالے نے پوری قوت کے ساتھہ دوڑنا شروع کیا۔ اور بجائے بلند خوشنما چھلانگوں کے لمبی لمبی جستیں کرتا ہوا میرے اور رشید کے درمیان سے نکل گیا۔ اس مقام سے گزرتے وقت اوس کا فاصلہ مجھہ سے (۲۰۰) گز کے قریب تھا۔ مگر میں بچوں کی طرف اور پھر وہ بھی اس تیز رفتار کالے پر فایر نہ کر سکا۔ جب وہ خطرناک مقام سے گزر گیا۔ تو گو فاصلہ کم زیادہ ہو گیا تھا۔ مگر میں نے دو فایر کئے۔ فایر کی آواز کے ساتھہ ہی اوس نے اپنے داہنے جانب کا رخ کیا۔ رشید بھی اوس کا آگا روکنے کو دوڑے اور سراج کے پاس پہنچ گئے۔ ان سے وہ تقریباً دو سو گز سے گزرا اور ان دونوں بھائیوں نے اوس پر پانچ گولیاں جھونک دیں خدا معلوم کوئی لگی بھی یا نہیں۔ ہرن سیدھا شمال کی طرف دوڑتا ہوا نکل گیا۔ ہم سب ایک جگہ جمع ہوئے۔ اور اب خیال آیا کہ

وہاج کہاں ہے۔ ایک تو اوس عیار کا نکل جانے کا افسوس۔ دوسرے چھوٹے بچے کا خیال کہ خدا معلوم کس طرف ہے۔ ہم جلد جلد پھر پھیل گئے اور سیٹیاں بجانی شروع کیں۔ چند بار زور سے آواز بھی دی۔ مگر وہاج نے کہیں سے جواب نہ دیا۔ تھوڑی دور اسی پریشانی میں چلنے بلکہ دوڑنے کے بعد دور سے میاں وہاج معہ ڈاک بنگلہ کے چپراسی اور اپنے خاص ملازم جبار کے جوان کا ہم عمر تھا۔ ایک کھیت کے کنارے کھڑے نظر آئے۔ جب کچھ قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ ہم کو جلد آنے کا اشارہ کر رہے ہیں۔

میں تو دیر میں پہنچا اون کے بھائی جلد پہنچ کر وہاں ٹھیر گئے۔ اور میرا انتظار کرتے رہے۔ جب میں بالکل قریب پہنچ گیا تو سعید نے کہا کہ جلد آیئے۔ ہرن گر گیا۔ مجھکو تعجب اور خوشی ہوی۔ ان کے پاس پہنچ کر دیکھا تو حقیقت میں ہرن وہاں سے (۱۰۰) گز پر بیٹھا ہوا بار بار سر ہلا رہا تھا۔ میں نے (۵۰۰) اکسپرس کو پھر لوڈ کر لیا۔ اور تنہا اوس کی طرف بڑھا۔ جب اوس سے بیس گز پہنچا تو وہ بیٹھا ہوا تھا۔ دیکھتے ہی کھڑا ہو گیا۔ مگر بھاگ نہیں سکا۔ اوس کے حلق کے پاس گولی لگی تھی۔ اور گردن سے سینہ تک کی سپیدی خون بہنے کی وجہ سے سرخ ہو گئی تھی۔ پیروں کا سپید حصہ بھی سرخ تھا۔ یہ خونی منظر گو تکلیف دہ منظر تھا مگر میاں وہاج کی خاطر سے میں نے فایر نہیں کیا۔ اور اون کو بلا کر کہا کہ لو اب تم (۲۲۰) بور سے پیشانی پر نشانہ لو۔ اور اوسکو گرا دو۔ اس کی تکلیف ختم ہو جائے۔ وہاج سلمہ نے فایر کیا مگر گولی اوس کے منھہ پر تھوتنی کے پاس پڑی۔ اس گولی کی تکلیف یا آواز سے وہ ایسا بھاگا کہ ماشاءاللہ مضبوط بچوں میں سے کوئی اوس کو پکڑ نہ سکا میں نے جب یہ سب اوس کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ تو ڈاک بنگلہ کا رخ کیا۔ مغرب قریب تھی اور مجھکو ان بچوں کی طرف سے اطمینان تھا کہ کالا ملے یا نہ ملے۔ یہ خیریت سے مستقر پر پہنچ جائیں گے۔ راستہ میں مجھکو ایک تنہا کالا کھیت میں کھڑا ہوا نظر آیا۔ میں نے (۲۰۰) گز کی سایٹ اٹھا کر اوس پر فایر کیا۔ وہ گرا اور گر کر پھر اٹھہ گیا۔ اور آہستہ آہستہ چلکر پھر کھڑا ہو گیا۔ میں اپنی جگہ سے آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھا۔ جب یہ مجھہ سے تقریباً چالیس گز رہ گیا تو میں نے دیکھا کہ دو کولے۔ (گیدڑ) اندازاً اوس سے دس پندرہ فٹ کے فاصلہ پر کھڑے اوس کو دیکھہ رہے ہیں۔ بہ کثرت خون بہنے کی وجہ سے یہ کولے یو پر آئے تھے۔ میں دو چار ہی قدم بڑھا ہوں گا کہ کالا گر گیا۔ بلا مط سے میں نے چھرا نکالا۔ ذبح کرنے کے لئے

قریب گیا تو اوس کے سینگ غیر معمولی طور پر لمبے معلوم ہوئے۔ خیر ذبح کر کے یہ سوچ رہا تھا کہ اوس کو ڈاک بنگلہ تک کیونکر پہنچاؤں کہ اتنے میں بچے آتے ہوئے نظر آئے وہ بھی اپنا کالا لا رہے تھے۔ بنگلہ پر پہنچ کر جیب ٹیپ سے سینگ ناپے تو حضرت کے ۲۲½ اور میرے کالے کے ۲۴½ انچ لمبے تھے۔ حسن اتفاق اور میری خوش قسمتی کہ ایسا ہوشیار اور عیار میرے بچوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور مجھکو بغیر کسی محنت کے ایسے بڑے سینگ میسر ہوگئے۔ غالباً دکن کے یہ سب سے بڑے سینگ ہیں۔

دوسرے روز ہم سب عمدہ سینگوں اور عمدہ چمڑوں کا ایک گٹھا لیکر معہ چار بغیر صاف شدہ کالوں کے ہنگولی ریلوے اسٹیشن پر پہنچے۔ معلوم یہ ہوا کہ یورپین افسروں کی ایک پارٹی جو نو شکاریوں پر مشتمل تھی۔ حیدرآباد جا رہی ہے۔ بڑے دن کی تعطیل میں یہ لوگ ہنگولی آئے تھے اور ہنگولی کے جانب شمال پانچ چھ کوس پر خیمہ زن تھے۔ یہ حضرات۔ چھ روز اوس حصہ میں شکار کھیلے اور نو شکاریوں نے (۳۵) کالے مارے۔ مقابلہ کی ضرورت نہیں مگر تذکرتاً بیان کیا جاتا ہے۔ کہ میرے (۳) بچوں نے بہ شمول میرے چار دن میں (۴۳) کالے شکار کئے۔

ف۔ کالے ہرنوں اور بالخصوص تنہا رہنے والوں کی عیاری کے بہت سے واقعات سے گزر کر قصے کہانیاں مشہور ہیں۔ جمعرات کو کالے پر بندوق چلانے۔ کالے کے زخمی ہونے اور شکاری کا تعاقب میں جانے۔ باغ میں پہنچنے اور ایک پیر مرد کا اپنے یا اپنے بچے کے زخم دہوتے ہوئے دیکھے جانے کی کہانیاں ہر شخص نے سنی ہونگیں میرا خیال ہے کہ جب تعاقب کرتے کرتے تھک کر مایوس ہوتے ہوں گے تو جاہل شکاریوں کے دماغ میں یہ مناظر چکر کھاتے ہوں گے اور وہ ان کو سچے واقعہ کے طور پر دوست احباب سے بیان کرتے ہوں گے۔ اصلیت جو کچھ ہو کالے کی ہوشیاری اور چالاکی کے متعلق کوئی واقعہ مندرجہ بالا واقعہ سے زیادہ عجیب چالیس سال کے شکار میں میں نے مشاہدہ نہیں کیا۔ اس لئے میں ہرن کی عیاری کی نسبت اب کوئی واقعہ نہ بیان کرونگا۔

ف۔ ہرنوں کا مندہ دس بارہ جانوروں پر مشتمل ہو تو بالعموم اون میں ایک ہی کالا سب کا سردار ہوتا ہے۔ لیکن اگر مندا بڑا ہو تو اوس میں متعدد کالے نظر آتے ہیں۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ ان سب کالوں پر ایک بڑے کالے کا دباؤ اور رعب ہوتا ہے۔ یا نہیں۔ مشاہدہ یہ ہے کہ ہر کالا ایک جدا ہرنی کے پیچھے دوڑتا

رہتا ہے۔ اگر ایک مادہ کا دو کالے تعاقب کرتے ہیں تو ان میں جنگ لازمی ہے۔ چند منٹ کی ٹکروں کے بعد ایک بھاگ جاتا ہے۔ اور فاتح پھر حسب عادت کسی ہرنی یا خصوصیت کے ساتھ اوس ہرنی کو دوڑانا شروع کر دیتا ہے۔ جو حاملہ ہونے کو تیار ہو۔

ہرنیوں کے گرم ہونے کے دو موسم ہیں۔ مارچ اور ستمبر۔ مگر سال میں دو بار سب ہرنیاں گرم نہیں ہوتیں۔ یہ ہرنی کی عمر پر منحصر ہے۔ جوان ہرنیوں کے بچے دودھ کی فراوانی کی بنا پر جلد بڑے ہو جاتے ہیں اور فطرت بچوں کی پرورش کا کام لینے کے بعد پھر اون کو دوسرے جھول کے لئے تیار کر دیتی ہے۔ بہ خلاف بڈھی ہرنیوں کے کہ دودھ کم ہونے کی وجہ سے اون کے بچے مقابلتاً بہ دیر اپنی حفاظت کے قابل ہوتے ہیں۔ اس لئے اون کی مائیں دیر تک اون کی حفاظت میں منہمک رہتی ہیں۔ ممکن ہے کہ خود ہرنیوں کی ذاتی کمزوری دوبارہ تحریک کی مانع ہوتی ہو۔

بکری کی طرح ہرنی بھی تین ماہ کے قریب میں بچہ جنتی اکثر ایک اور گاہ گاہ دو بچے دیتی ہے۔ بڈھی ہرنیوں کے ایک ہی بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اس کو بطور اصول یاد رکھنا چاہئے۔ کہ جو جانور کئی کئی بچے دیتے ہیں۔ اون کے بچوں کی تعداد ماں کی عمر کے ساتھ کم ہوتی جاتی ہے زیادہ عمر کی کتیا اخیر میں ایک ہی بچہ دیتی ہے اور یہی اخیر جھول کے علامت ہے۔

بعض مقامات پر ہرنوں کے منڈے بہت بڑی تعداد میں نظر آتے ہیں۔ گوالیار (جھانسی) رہتک پربھنی اور عثمان آباد میں میں نے پانچ سو ہرنوں کے خود دیکھے ہیں۔ جی۔ آئی۔ پی کی ٹرین جب ریاست گوالیار میں سے اور حیدرآباد گوداوری ویلی ریلوے کی گاڑی جب ممالک محروسہ سرکار عالی میں سے گزرتی ہے تو ٹرین کے دونوں جانب کبھی کبھی سو سو دو دو سو کے منڈے اور بارہا پندرہ پندرہ بیس بیس کے غول نظر آتے ہیں۔ مجھکو دونوں دہلی درباروں کے موقعہ پر اسپشل ٹرین میں دہلی سے آنے کا موقعہ ملا۔ انچارج ٹرین بھی میں ہی تھا انجن ڈرائیوروں کی تحریک پر جب اچھا منڈا نظر آتا تو ٹرین روک لی جاتی تھی ان منڈوں میں سے اگر رینج کے اندر ہوتے تو دو ایک کالے مار کر ٹرین میں لا دیتے تھے۔ اس طرح دہلی سے نظام آباد تک کئی درجن ہرنوں کا شکار ہو گیا۔

بارسی لائیٹ میں سفر کرتے ہوئے، جو دارجی سے لاتور جاتی ہے اور جو اپنی مستقل مزاجی اور آہستہ خرامی میں ضرب المثل ہے۔ ٹرین کے دونوں جانب بہ کثرت ہرنوں کے منڈے نظر آتے ہیں۔ وہاں بھی گارڈ اور دے انسپکٹر وغیرہ یہ ہی عمل کرتے ہیں۔ ہرن جھاڑی اور جنگل میں غالباً درندوں کے خوف سے رہنا پسند نہیں کرتے۔ کوے۔ بھیڑیے۔ چیتے۔ تیندوے۔ کبھی کبھی شیر اور جنگلی کتے سب اس غریب کے دشمن ہیں۔ ان میں سے تیندوے بھیڑیے اور چیتے خصوصیت کے ساتھ ہرن کے قدرداں ہیں۔ شکار تو سب جانور چھپکر کرتے ہیں۔ مگر بھیڑیے (گرگ) ہرن کے شکار میں قریب قریب انسان کے مثل کئی کئی تدابیر عمل میں لاتے ہیں۔ یعنی چھپنا۔ گھیرنا اور دوڑاکر تھکانا۔

ضلع پربھنی کے ایک موضع موسوم بہ کولسہ کے میدان میں میں نے بچشم خود بھیڑیوں کو ہرن کو شکار کرتے اور کھاتے دیکھا ہے۔ شکار کی تفصیل تو پھر لکھونگا۔ ہرن کے مارے جانے کا واقعہ یہ ہے کہ صبح کو سات بجے کے قریب میں دو ایک ہمراہیوں کے ساتھ اس میدان میں پہنچا۔ دور سے دوربین لگا کر دیکھا تو تقریباً دس بارہ بڑے بڑے منڈے اس میدان میں چر رہے تھے یا یہ کھانے میں بہت مصروف تھے۔ یا پہلے سے چیکے ہوئے نہ تھے ہمارے پانسو گز کے اندر پہنچنے تک انہوں نے ہماری مطلق پروا نہ کی۔ اپنے پانسو گز پہنچ کر ہم خود ایک نالہ کے کنارے کی آڑ میں کھڑے ہو گئے اور مشورہ کرنے لگے کہ کون کون کس طرف سے ہرنوں پر بڑھے۔ یہ میدان تقریباً (۳۰۰) گز طویل اور (۲۰۰) گز عرض اور بمقابلہ گرد و پیش کی زمینات کے کسیقدر بلندی پر واقع تھا۔ اس کے جانب مشرق ایک بڑا نالہ بہتا تھا۔ اسی کے کنارے ہم کھڑے باتیں کر رہے تھے۔ ہنوز مشورہ ختم نہ ہوا تھا کہ چند ہرن نہایت تیز اور بدحواس ہمارے اس قدر پاس سے گزرے کہ ہم سب کو حیرت ہوگئی۔ آڑ سے نکل کر دیکھا تو پورے میدان کے ہرنوں کا یہی حال تھا۔ بے تحاشہ اور بے ٹھکے پریشان و سراسیمہ بغیر کسی ترتیب کے میدان کے چاروں طرف پانچ پانچ چھ چھ کی ٹکڑیوں میں نر مادہ بچے سب آگے پیچھے اپنی پوری قوت سے بھاگ رہے تھے۔ دوربین ساتھ تھیں۔ سب نے دوربینوں کے فوکس درست کر کے دیکھنا شروع کیا۔ گرمی کا موسم تھا۔ میدان کی گھانس بھی خشک ہو چکی تھی۔ ہرنوں کے اس بے سروپا طریقہ پر دوڑنے کچھ گرد بھی اوڑ رہی تھی۔ دو ایک منٹ تک سوائے اوس منظر کے جو اوپر بیان

کیا گیا۔ کوئی چیز نظر نہ آئی۔ اس کے بعد ہم سب نے ایک سرے سے دوسرے سرے تک میدان کو غور کے ساتھ دیکھنا شروع کیا۔ کوئی چیز نظر نہ آئی۔ نہ یہ سمجھ میں آیا کہ ہرنوں پر کیا مصیبت آئی جو اس طرح یکایک بھاگ پڑے۔ جب سب ہرن نظر سے غائب ہوگئے تو ہم سے تقریباً آٹھ سو گز فاصلہ پر تین جانور سر جھکا کر کچھ کھاتے ہوئے نظر آئے۔ کچھ بڑھ کر بہ غور دیکھا تو معلوم ہوا کہ تین بھیڑیے کسی چیز کو نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں۔ میں بندوق لیکر اون کی طرف دوڑا مگر وہ میرے قریب پہنچنے سے قبل ہی منھ میں بڑے بڑے گوشت کے ٹکڑے دبا کر دور بھاگ گئے۔

اوس مقام پر جہاں بھیڑیے پہلے نظر آئے تھے۔ جا کر دیکھا تو ہرن کے سینگ جبڑا (اوس پر سے کھال ندارد) دم کا کچھ حصہ خون اور آنتوں کی غلاظت کے نشانات زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ اس مقام سے تیس گز کے فاصلہ پر ایک گڑھا تقریباً ایک یا ۱½ فٹ گہرا اور تین فٹ لمبا پنجوں سے کھودا ہوا اور مٹی سے کسی قدر بھرا ہوا نظر آیا۔ ہم سب وہاں جمع ہو کر بھیڑیوں کے شکار اور اون کی چالاکی کا ذکر کر رہے تھے کہ اس اثناء میں تین چار پاردی اپنے جال اور کتے لیئے ہوئے آئے۔ میں نے اون کو بلا کر دریافت کیا کہ وہ کیا کر رہے تھے۔ اول تو اونہوں نے ٹالنے کی باتیں کیں۔ پھر میرے تسلی دینے اور اس اقرار پر کہ اون سے کوئی باز پرس نہ کی جائے گی۔ اس امر کا اعتراف کیا کہ اونہوں نے ہرن پکڑنے کے لئے جال لگائے تھے۔ بھیڑیوں نے شکار خراب کر دیا سب ہرن بھگا دیئے۔ اور دو ہرنوں کو پکڑ کر کھا گئے۔ ایک ہرن یا اوس کے نشانات تو ہم نے بھی دیکھے تھے۔ مگر پاردیوں نے دوسری جگہ بھی دکھائی جہاں دو بھیڑیوں نے مل کر ہرن کھایا تھا۔ یہ مادہ تھی۔ پھر پاردیوں نے دو اور گڑھے دکھائے۔ جہاں بھیڑیے مٹی میں چھپکر بیٹھے تھے۔ جب اون کے ساتھیوں نے ہرنوں کو گھیرا تو تین کمینگاہوں سے تین بھیڑیے جھپٹے۔ ایک ناکام رہا دو نے ہرن پکڑے۔ ایک نے کمینگاہ سے تیس گز دوسرے نے تقریباً پچاس گز کے فاصلے پر۔

اس کے بعد پاردیوں سے میں نے کرید کرید کر بھیڑیوں کے شکار اور ہرنوں کو جس طرح وہ مارتے ہیں اوس کے پورے واقعات دریافت کئے پھر چوتھے روز پاردیوں کی مدد سے میں نے اس میدان سے چار میل جانب شمال دوسرے میدان میں ایک ہرن کے ہلاک ہونیکا حیرت انگیز واقعہ بہ چشم خود دیکھا۔

کولسہ میری خوشدامن شمس النسا بیگم صاحبہ کی جاگیر تھا۔ پوسے گاؤں سے میں کولسے میں آکر ٹھیر گیا۔ ان پاردیوں کو اپنا مہمان رکھا اور اونھوں نے تین دن کی محنت اور تلاش سے مجھکو یہ منظر دکھایا۔ منظر کی جگہ تماشہ زیادہ مناسب لفظ ہوگا مگر کسی کے مارے جانے کے حال کو تماشا کہنا ذرا برا معلوم ہوتا ہے فارسی اور اردو کے شعرائے اس بے رحمی اور بیدردی کو اوربی واجب التعظیم فرقہ سے منسوب کیا ہے۔ کسی کی جان گئی الخ۔

بھیڑیے ہرن کو کس کس طریقہ پر شکار کرتے ہیں۔ بھیڑیے کے حالات میں بیان کرنا زیادہ موزوں ہوگا۔ اس جگہ یہ لکھنا مقصود ہے کہ حضرت انسان ہرن کو کیوں کر شکار کرتے ہیں۔

ہرن دن بھر ادھر ادھر چرتے ہیں۔ مگر شام ہوتے ہی کسی بلند مقام پر جس کے پاس جھاڑی ہو ایک جا جمع ہو جاتے ہیں۔ بچے لیکر ہرنیاں اور نر ہرن بیٹھ جاتے ہیں۔ اور دو ایک بڈہی ہرنیاں پہرے پر مسلسل کھڑی رہتی ہیں۔ جب ذرا سا بھی شبہ ہوتا ہے تو ایک خاص آواز سے سب منڈے کو ہوشیار کر دیتی ہیں۔ اور دو چار سکنڈ میں پورا منڈہ بھاگنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ چاندنی کے زمانہ میں میں نے ہرنوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگتے دیکھا ہے۔ موٹر کی برقی قندیلوں کی روشنی سے دور تک سڑک نظر آتی ہے ضلع عثمان آباد میں بارہا یہ اتفاق ہوا کہ ہرن موٹر سے نہایت قریب سڑک کو پار کرتے ہوئے نظر آئے۔ مولوی محبوب علی صاحب سابق مہتمم گھوڑ گیری نے شولاپور سے آتے ہوئے رات کے وقت جب میں بھی اون کے ساتھ تھا۔ ایک ہرنی کو موٹر سے ٹکر دی۔ ہرنی گری مگر پھر فوراً اوٹھکر بھاگ گئی۔ اس پر میں نے کہا کہ بھائی یہ جانور ۵۰۰ ر اکسپرس کی گولی کھا کر بھاگ جاتا ہے تو موٹر کے بمپر کی ٹکر اس پر کیا اثر کریگی۔ محبوب علی صاحب موٹر اور موٹر رانی کے بڑے ماہر اور اکسپرٹ ہیں۔ ان کی محبت میں ہرنوں کے متعلق دو تجربے ہوئے۔ ایک تو ہرن کی پوری رفتار کا دوسرے اس عادت کی نسبت کہ ہرن جب کسی جانب رخ بدلکر جانے کا قصد کر لیتا ہے تو اس کا رخ بدلنا ناممکن ہے۔ بارہا یہ اتفاق ہوا کہ جب ہم سڑک پر موٹر میں جارہے تھے تو ہم کو ہمارے بائیں جانب ہرن نظر آئے۔ موٹر کو دیکھتے ہی وہ بھاگے اور ارادہ یہ کیا کہ سڑک پار ہوکر ہمارے داہنی جانب آجائیں۔ محبوب علی صاحب نے اون کا رخ دیکھکر معلوم کر لیا کہ یہ سڑک پر سے

گزرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے بھی موٹر تیز کی۔ ہرن نے بھی ارادہ کر لیا کہ وہ موٹر کے سامنے سے نکل کر داہنے جانب جائیگا۔ بائیں جانب بھی بڑا میدان تھا۔ اور وہاں بہت سے ہرن چر رہے تھے مگر اس ہرن نے داہنی جانب جانے کا عزم بالجزم کر لیا تھا۔ اپنا رخ اس قدر بدل دیا تھا کہ موٹر سے صرف پانچ گز کے فاصلہ پر دوڑ رہا تھا۔ موٹر کی رفتار بھی محبوب علی صاحب بڑھاتے جاتے تھے میں میلومیٹر کی سوئی دیکھ رہا تھا۔ چالیس میل فی گھنٹہ تک ہرن موٹر سے آگے ہی رہا مگر جب میلومیٹر کی سوئی سینتالیس پر آئی تو ہرن موٹر کے محاذی آگیا تھا۔ اتفاق سے سڑک میں ایک بڑا نشیب سامنے آگیا یہ نشیب ایک چھوٹا نالہ پار کرنے کے بعد فوراً ختم اور پھر چڑھائی شروع ہو جاتی تھی۔ اس رفتار سے اس گڑھے کا پار کرنا اندیشناک تھا۔ میں نے زور سے روکیئے روکیئے کہکر موٹر کی رفتار کم کرائی۔ رفتار کم ہوتے ہی ہرن آگے بڑھ گیا اور ایک ہی چھلانگ میں سڑک پار کر کے داہنے جانب کے جنگل میں پہنچ گیا۔ اس دوڑ میں بے انتہا لطف آیا پھر اس واقعہ کے بعد متعدد بار ہرنوں کے ساتھ اوسی سڑک پر موٹر دوڑ ہوئی اور ہمیشہ ہرن اپنی ضد پورا کرتے میں کامیاب ہوئے ہمارے ہارنے کی بڑی وجہ سڑک کے نشیب و فراز تھے۔ کبھی دوڑ ہائی میل سے زیادہ لمبی دوڑ نہیں ہوی اور نہ کبھی کوئی ہرن (۴۵) میل فی گھنٹہ کی رفتار سے بڑھا۔

ہرنوں کی اس ضد اور دوڑ کی اس قدر شہرت ہوی کہ اکثر عہدہ داروں نے اس کے دیکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا اور فرمایش کی تعمیل کی گئی۔ بارہا آزمایش کے بعد مجھکو یقین ہے کہ ہرن کی انتہائی دوڑ (۴۵) میل فی گھنٹہ سے زائد نہیں۔ اور ۳ میل سے زیادہ ہرن اس رفتار کو قائم نہیں رکھہ سکتا۔ زخمی ہرن بھی کتوں کے تعاقب کے وقت دو دو میل تین تین میل دوڑتے ہیں مگر اون کی رفتار اس قدر تیز نہیں ہوتی۔ وجہ یہ ہے کہ اگر کتے اس قدر تیز دوڑ سکیں تو سو دو سو گز کے اندر زخمی کو پکڑ لیتے ہیں۔ صرف کم رفتار کتوں کو اتنی دور اور دیر تک تعاقب کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ میرا ایک گرے ہاونڈ ایک میل تک (۳۵) میل کی رفتار سے دوڑتا ہے۔ زخمیوں کو اگر دور سے نہ چھوڑا جائے۔ تو میں سو گز کے اندر پکڑ لیتا ہے۔

ہرنوں کے چرنے کے صبح اور شام مخصوص اوقات ہیں۔ مگر دن میں جب موقع مل جائے کھیتوں میں گھس کر خوب پیٹ بھر لیتے ہیں۔ صبح کو نو بجے کے بعد گھانس یا درختوں کے سایہ میں یا اگر خوش قسمتی سے جوار

یا ارہر (تور) کا کوئی کھیت مل جائے تو اوس میں ہرن بیٹھ جاتے ہیں۔ چار بجے پھر میدان میں چرنا۔
شروع کرتے ہیں۔ اور اندھیرے سے قبل ہی بلند ٹیکریوں پر جن کے قرب وجوار میں جھاڑی نہ ہو مسکن گزین
ہو جاتے ہیں۔

ہرن کو شکار کرنے کے کئی طریقہ ہیں۔ یہ ترتیب وار درج ذیل ہیں۔

(۱) پہلا طریقہ جو نوجوانوں کے لئے بہ لحاظ ورزش اور محنت کے نہایت موزوں ہے وہ ڈیر اسٹاکنگ
ہے۔ یعنی ہرنوں کو دور سے دیکھکر اوس کی طرف اس طرح بڑھنا کہ یا وہ دیکھ نہ سکے۔ اگر دیکھے تو پہچانے نہیں۔
اور چوکنا ہو کر بھاگ نہ جائے۔ اس طریقہ کا یہ حصہ کہ ہرن پہچانے نہیں اور وہ انسان کو انسان نہ سمجھے۔ افریقہ کے
مسطح ریتیلے میدانوں کے لئے مخصوص ہے۔ ہند میں رائج نہیں۔ یہاں صرف اس قدر کوشش کرنی چاہیئے کہ
ہرن دیکھے نہیں اور دیکھ لے تو شکار کرنے والے کو انسان نہ تصور کرے۔ ڈیر اسٹاکنگ کے لئے ٹیلوں درختوں
گڑھوں جھاڑیوں اور پتھروں وغیرہ کی آڑ میں اس طرح جھک کر بلکہ لیٹ کر بڑھنا چاہئے کہ ہرن دیکھ نہ سکیں
یہ علاوہ مشقت کے غور اور سمجھ کا کام ہے۔ بارہا ایک جگہ پہنچنے کے بعد آیندہ آسرا نہ ملنے کیوجہ سے واپس آنا
اور پھر دوسری آڑ کو تلاش کرنا پڑتا ہے۔ اس میں بہت وقت ضایع ہوتا ہے۔ ورزش عمدہ ہے۔ لیکن اگر
یہ غور ملحوظ خاطر نہ ہو تو ہمارے ملک میں ہرن اس قدر نایاب چیز نہیں ہے کہ اس کے لئے اس قدر کوشش
کیجائے۔ جن حضرات کو فرصت اور سخت ورزش کی ضرورت ہو وہ ضرور یہ عمل کریں۔

اسٹاکنگ میں اہم ترین احتیاط یہ ہے کہ ہرن کو شکاری کی بو نہ پہنچ سکے۔ انسان میں ایک خاص قسم کی
بو ہوتی ہے۔ جس کو جانور بہ درجہ اولے اور نہایت آسانی کے ساتھ محسوس اور معلوم کر لیتے ہیں۔ علاوہ اس
معمولی بو کے شکاریوں کے پسینہ یا خوش بودار صابون یا اگر کوئی صاحب شوقین فیشن جنٹلمین ہوئے تو سر کے
تیل رومال کے لیونڈر یا عطر کی بو بھی مزید بر اں ہے۔ ان میں سے حتی الوسع جو چیزیں ترک کی جاسکتی ہیں
اون سے شکار میں احتراز مناسب ہے۔ بالعموم تمام جانوروں کی قوت شامہ اور بالخصوص ہرن کی قوت
بہت تیز ہوتی ہے یہ احتیاط کرنا کہ جانور کو ہماری بو نہ پہنچے ہر قسم کے جانور کے شکار میں ضروری اور ہرن کے
شکار میں نہایت لازمی ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہمیشہ ہرنوں کی طرف ہوا کے خلاف جانب سے بڑھنا چاہیئے

ہرنوں کی طرف سے ہو آپ کے منہہ پر آنی چاہیئے نہ کہ آپ کی طرف سے ہوا ہرنوں پر۔ جبرنل دتبار کا تجربہ ہے کہ (۵۰۰) گز سے ہرن صرف بو لیکر ہوشیار ہوجاتے ہیں اور ہمالیہ کا آئیکس (خمدار سینگوں کا جنگلی بکرا) (۱۰۰۰) گز سے۔ بذات خود میں محض تجربہ کرنے کی غرض سے ایک ایسے مندے پر جو ہوا کے رخ پر تھا یعنی جن پر میری ہوا جاتی تھی۔ بڑھا۔ تقریباً ایک میل سے میں نے ایک نالہ کی سطح کی آڑ پکڑ کر ہرنوں کی طرف چلنا شروع کیا ۳ سو گز سے کچھ کم فاصلہ کے اندر پہنچکر میں نے سر نکالکر دیکھا تو ہرن کھڑے ہو چکے تھے۔ اور اوس رخ پر دیکھ رہے تھے۔ جدہر سے میں آرہا تھا۔ میں نے فوراً پھر سر نیچا کر لیا۔

بیس پچیس گز آگے بڑھکر پھر دیکھنے کی غرض سے سر نکالا تو پورا مندا آہستہ آہستہ چل رہا تھا اور مجھ سے دور ہوتا جاتا تھا۔ پھر تقریباً پچاس گز چلکر میں نے دیکھا تو اکثر مادائیں بیٹھہ گئی تھیں اور مندے کے دوسرے ممبر بغیر کسی وحشت کے چر رہے تھے۔ گو یا اب ان کے دل میں کوئی خطرہ نہ تھا۔ اس وقت میرے اور ہرنوں کے درمیان میں صرف ۲۰۰ گز کا فصل تھا۔ غالباً کچھ ہوا کا رخ بدل گیا ہو یا یہ ہرن انسان کی بو کے عادی ہوگئے ہوں بہر صورت یہ مطمئن معلوم ہوتے تھے۔

ایک ہی تجربہ میں دو متضاد واقعات کا پیش آنا یعنی ہرنوں کا (۳۰۰) گز کے فاصلہ سے ہوشیار ہوجانا اور دو سو گز کے فاصلہ پر اطمینان سے بیٹھے رہنا یا چرنا نہایت بیکار اور بے نتیجہ محنت ثابت ہوئی۔ میں اسقدر ثابت قدم نہیں ہوں کہ پھر کوشش کرتا۔ اور جانوروں کے شکار میں بغیر کوشش کے جو تجربہ حاصل ہوئے۔ اون کا ذکر اونہی جانوروں کے حالات کے ساتھہ ہدیہ ناظرین کئے جائیں گے۔

(۲) دوسرا طریقہ ہرن کے شکار کا گھیرنا ہے۔ اس کا اصول یہ ہے کہ کسی ایسے مقام پر جسکی نسبت ہرنوں کے رہ گذر ہونے کا گمان غالب ہو ایک شخص پتھروں یا کسی جھاڑی یا گڑہے کی آڑ میں چھپکر بیٹھ جاتا ہے۔ ایک شخص ہرنوں کو آہستہ آہستہ گھیرتا ہوا چھپے ہوئے شخص کی طرف لے جاتا ہے۔ جب شکاری کی مار پر ہرن آجاتے ہیں تو وہ فایر کرتا ہے۔ اس میں ہانکنے والے کو سمجھ اور زیادہ تر تحمل سے کام لینا چاہیئے۔ اگر دق آکر ذرا بھی جلدی یا بے محل حرکت کی تو ہرن بدگمان ہوکر ادہر ادہر تیز دوڑ پڑتے ہیں۔ چھپنے والے کو بھی یہ دیکھہ لینا چاہیئے کہ ہرن اسقدر فاصلہ پر آگئے یا نہیں۔ جہاں سے کامیابی کا یقین ہو اسکے لئے بھی

ذرا صبر اور استقلال کی ضرورت ہے۔ یورپین شکاری مندرجہ بالا دونوں طریقوں کو جائز ہی نہیں بلکہ شکار کا ہنر سمجھتے ہیں۔

(۳) تیسرا طریقہ ہرن کے شکار کا یہ ہے کہ بیل گاڑی پر بیٹھکر ہرنوں کے منڈ کی جانب گاڑی آہستہ آہستہ بڑھائی جائے۔ چونکہ ہرن گاڑیوں کو میدان میں آتے جاتے دیکھنے کی عادی ہوتی رہیں۔ اس لئے گاڑی سے زیادہ وحشت نہیں کرتے اور شکاری کو بندوق کی زد کے اندر پہنچنے کا موقع ملجاتا ہے مگر اس میں خاص دقت یہ ہے کہ اکثر (۹۰) فیصدی کے قریب گاڑیوں کے بیل بندوق کی آواز سے ڈرتے ہیں۔ پہلے فایر کے بعد پھر بڑی مشکل سے ٹھیرتے اور خاموش کھڑے ہوتے ہیں۔ بیلوں کے ہلنے اور اون کے سانس لینے کی جنبش سے نشانہ بگڑ جاتا ہے۔ یا تو گاڑی کے بیلوں کو تعلیم دینی چاہیئے کہ وہ بالکل استقلال کے ساتھ کھڑے رہیں یا شکاری کو گاڑی پر سے فایر کرنے کی مشق بہم پہنچانی چاہیئے۔ اگر بیل اور شکاری دونوں یکساں ثابت ہوں یعنی نہ بیل تعلیم پاسکیں۔ نہ شکاری مشق کرسکیں تو مناسب طریقہ یہ ہے کہ چلتی گاڑی میں پیچھے کی طرف آہستگی کے ساتھ زمین پر اوتر کر فوراً لیٹ جائیں یا اگر کسی جھاڑی وغیرہ کی آڑ مل جائے تو اوس کے پیچھے چھپکر بہ آسانی خوب سنبھال کر فایر کریں۔ گاڑی کو شکاری کے اوتر جانے کے بعد بھی بدستور اسی رخ پر چلتے رہنا چاہیئے۔ جس رخ پر وہ چل رہی تھی۔

یورپین معلوم نہیں کیوں اس طریقہ کو مذموم سمجھتے ہیں۔ شاید گاڑی میں بیٹھنا صاحب لوگ کے لئے خلاف شان ہو یا اون کو اچھے بیل اور آرام کی گاڑی ملنے کا موقع نہ ملا ہو۔ بیشک ہرن کے شکار کے لئے عمدہ تعلیم یافتہ بیل اور خاص شکار کی گاڑی جس میں پرال کے اوپر موٹے گدے بچھے ہوئے ہوں موجود ہونا ضروری ہے ہمراہیان شکار کے ذکر میں میں نے لکھا ہے کہ یورپین ہمارے ملک اور رعایا سے تعلقات نہ رکھنے کی وجہ سے ہمراہیوں کا کم ہونا مناسب سمجھتے ہیں۔ اس موقعہ پر میں اپنے الفاظ کی تائید میں عرض کرتا ہوں کہ صاحب لوگ اگر پٹیل پٹواری یا کسی عہدیدار سے بیلوں کی شکاری جوڑی اور گاڑی کی خواہش کریں تو ہر موضع میں ایک آدہ شکار سیکھی ہوی جوڑی اور شکاری گاڑی مل سکتی ہے معمولی گاڑی پر خوب پرال ڈالکر اوس پر گدا میسر نہ ہو تو دو کمبل ڈالدیا ذرا بھی

دقت کی بات نہیں ہے ۔صرف تعلقات نہ ہونے کی بنا پر نہ وہ مانگتے ہیں نہ یہ دیتے ہیں ۔

بیلوں کی تعلیم کے متعلق میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں خود ایک دو مرتبہ ناکام ہوا ۔ناچار بنڈی (گاڑی) کے پیچھے سے پیدل کر فایر کرنا پڑا ۔

یورپین جو چاہیں سمجھیں اور اون کے وجوہ جو کچھ ہوں ۔مگر میں اس طریقہ کو مذموم نہیں خیال کرتا چھپکر مارنا جائز ہے تو چھپنے سے زیادہ اور کیا بڑا دہوکا ہوسکتا ہے ۔درندوں کو مچان پر بیٹھ کر اور پوری طرح چھپکر مارنا جائز ہی نہیں فخر ہے ۔کیوں ۔انگلستان میں تیتروں اور قبیر تقس کا شکار ہانکہ کرا کر ہوتا ہے ۔سب شکاری شوٹنگ باکسز میں چھپکر بیٹھتے ہیں یہ کیوں مذموم نہیں ہے ۔

(۴) چوتھا طریقہ ہرن مارنے کا یہ ہے کہ گولی لگانے کی باضابطہ مشق کی جائے ۔نشانہ کے متعلق ہوا ۔روشنی اور بیک گراونڈ کی ضروریات اور اصولوں سے شکاری اچھی طرح واقف ہو ۔بندوق بھی عمدہ ہو جب ہرن نظر آئیں اون کی طرف بڑہنا شروع کرے ۔دو تین سو گز کے اندر ہرن کیسے بھی بھڑکے ہوئے ہوں آنے دیتے ہیں ۔کیونکہ اتنی دور سے مارنے والے نشانہ انداز اضلاع اور بالخصوص دیہات میں کم ہوتے ہیں اون کے پاس عمدہ رائفلیں بھی نہیں ہیں ۔جب اس فاصلہ پر جو باضابطہ تعلیم پائے ہوئے شخص کے لئے نہایت معمولی رینج ہے پہنچ جائیں تو اطمینان کے ساتھ فایر کریں ۔اگر ۴۰-۳۲ یا کسی اور چھوٹے بور کی رائفل سے فایر کئے جائیں تو چونکہ ان کی آواز کم ہوتی ہے ۔ہرن جلد نہیں بھاگتے ۔کئی سکنڈ اون کو یہ معلوم کرنے میں گزر جاتے ہیں کہ کدہر سے آواز آرہی ہے پھر گرے ہوئے ہرن کو دیکھنے میں چند سکنڈ صرف ہوجاتے ہیں ۔یہ وقفہ نشانچی اور باضابطہ طور پر مشق کئے ہوئے شکاری کے لئے بہت کافی ہے ۔مسلسل کئی فایر ہو سکتے ہیں ۔ایک ہی منڈے میں سے تین تین اور ایک مرتبہ چار کالے گرائے گئے ہیں ۔

میں اس طریقہ کو سب میں مردانہ اور صحیح طریقہ خیال کرتا ہوں ۔شکاری کے فن اور محنت کا مقابلہ ہرن کی سمجھ اور تیز رفتاری کے ساتھ صحیح طور پر مردانہ وار اسی طریقہ سے ہوتا ہے ۔

ہرنوں کے شکار کا ایک نہایت مردانہ اور پر لطف طریقہ یہ بھی ہے کہ ہرن دھوپ تیز ہونے کی صورت میں دن کے دس بجے کے بعد سایہ دار کھیتوں یعنی جوار یا تور (ارہر) کے ایسے کھیتوں میں جہاں درخت

بڑے ہو گئے ہوں۔ جا بیٹھتے ہیں۔ یہاں تپش سے ان کو کسی قدر پناہ مل جاتی ہے۔ کھیت کھا کھا کر فربہ بھی خوب ہو جاتے ہیں اور پیٹ بھرے ہونے کی وجہ سے سست بھی ہوتے ہیں۔ دس گیارہ بجے ان کھیتوں میں گھسنا چاہیے۔ تین چار آدمی صف بنا کر چلیں تو ہرن اوٹھ کر بھاگتے ہیں اور چونکہ ٹراٹ چلنے میں درخت حایل ہوتے ہیں۔ اس لئے کودتے ہوئے اور بلند چھلانگیں بھر کر دوڑتے ہیں۔ اوس وقت بالخصوص جب ہرن زمین سے معلق ہوں ان کے مارنے میں بڑا لطف آتا ہے۔ البتہ بندوق اپنے ہاتھ پر جمی ہو۔ اور نشانہ صاف ہونا چاہئے۔ ورنہ کامیابی مشکل ہے۔

راجہ شیوراج بہادر آنجہانی کے جاگیری مواضع تورنی وغیرہ شمس النسا بیگم صاحبہ مرحومہ کی جاگیر موضع جولہ کے درمیان میں مجھکو کئی دن اس طرح شکار کا موقعہ ملا۔ کئی نشانہ مس ہوئے۔ مگر پھر بھی بہت سے ہرن ہاتھ آگئے۔ سب میں بڑا لطف یہ تھا کہ نصف گھنٹے کے اندر یہ شکار ختم ہو جاتا تھا۔ بعض شکاری کھیت کے باہر کھڑے ہو کر اندر سے ہانکہ کا انتظام کرتے ہیں۔ مگر یہ خوفناک طریقہ ہے۔ کبھی کبھی ہانکے والے سامنے آجاتے ہیں۔ میرے کلاس۔ فیلو حامد علی خاں فرخ آبادی جو علیگڑھ کالج میں ستائیس کے نام سے مشہور تھے۔ بدایون میں تحصیلدار ہو کر گئے۔ اسی طرح شکار کھیل رہے تھے۔ ایک طرف وہ دوسری جانب اون کے کوئی عزیز تھے۔ ہرنوں کے نکلنے پر دونوں نے فایر کئے اون غریب عزیز کی گولی حامد علی خاں کی پیشانی پر پڑی۔ آواز تک نہ نکلی زمین پر گرے اور روح فنا ہو گئی۔ افسوس انا للہ و انا الیہ راجعون۔

بھاگتے ہوئے ہرنوں کو چند لمحوں کے لئے ٹھیرانے کا کامیاب طریقہ یہ ہے کہ زور سے سیٹی بجائی جائے۔ موٹر میں جاتے آتے اگر سڑک کے قریب ہرن نظر آئیں اور بھاگیں تو موٹر کے ہارن سے مختلف آوازیں پیدا کرنے پر ہرن رک کر دو ایک سکنڈ آواز کی جانب دیکھتے ہیں۔ اسی آواز کی نسبت یہ شعر ہے۔

آہو ز تو آموخت بہ ہنگام رمیدن
رم کردن و برگشتن و استادن و دیدن

منظر تو بیشک دل غریب ہوتا ہے۔ مگر شکاری اس کو اپنے شوق پر ترجیح نہیں دیتے۔ عاشق مزاج شاعروں کے

خیالات کی سچی تصویر کو انگلی کے خفیف اشارے کے ساتھ صفحۂ مرغزار سے محو کر دیتے ہیں۔ دوڑو ذبح کرو کی آوازیں بلند ہوتی ہیں۔ ایک شخص چھری لئے ہوئے ہرن کے پاس پہنچتا ہے۔ مگر ہرن کی شان اوس کے نوکدار سینگ، سیاہ بڑی آنکھیں، زبردست گردن اوس پر کمر کی چمکتی ہوی سیاہی پیٹ کی شفاف سپیدی عزرائیل کے اس اسسٹنٹ پر ایسا رعب طاری کر دیتی ہیں کہ یہ اوس کو تنہا پکڑ کر ذبح کرنے کی جرأت نہیں کرتا۔ بلند آواز سے چلاتا ہے کہ جلد آؤ ابھی جان باقی ہے۔ سینگ نہیں پکڑنے دیتا۔ اس آواز پر دوسرے صاحب موٹر سے کود کر مقتل پر پہنچتے ہیں۔ دو انسان یکجا ہونے سے ہمت بڑھ جاتی ہے ایک شخص سینگ پکڑ لیتا ہے۔ دوسرا نیم جان جسم کو پیر سے دبا کر ایک ہاتھ سے حلق کی کھال کھینچتا اور دوسرا ہاتھ سے سبزہ زاروں کے بادشاہ کو ذبح کر کے اوس کی روح کو جنت کی خاک بنا دیتا ہے معلوم نہیں یہ معتبر حدیث ہے۔ یا ہمارے علما کا مقولہ ہے۔ اگر یہ دو صاحب تجربہ کار قصاب نہ ہوں تو پیر پکڑنے کے لئے تیسرے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس مرحلہ کے طے ہونے کے بعد یہ جسد بے جان یا بدست و گرے دست بہ دست دگرے موٹر کے قریب لایا جاتا ہے۔ شکاری صاحب اب بڑے انداز کے ساتھ موٹر سے اوتر کر اپنی کارگری کی یادگار کو سب سے پہلے دیکھتے ہیں۔ گولی دل پر لگی ہے۔ ایک آدھ ہمراہی کہتا ہے کہ کیا پتہ کی پڑی ہے اب کیا ہے۔ شکاری صاحب کے دل کا حال نہ پوچھئے۔ باغ باغ ہو جاتا ہے۔ فوراً جیب سے فیتہ نکال کر سینگ ناپے جاتے ہیں۔ سینگ صرف (۲۱) انچ ہیں اور ساتھی تو یہ کہتے ہیں کہ بڑے سینگ ہیں مگر شاہ جی صاحب پرانے شکاری ہیں سر ہلا کر فرمایا ہاں اچھے ہیں۔ اب خیالات کی تبدیلی پر غور فرمائیے کہ شکاری اپنی موٹر کو اس غریب کی لاش کا وزن سنبھالنے کے لئے ناموزوں سمجھتے ہیں۔ گدیوں کے خاکی غلاف کو اوس کے خون کے دھبوں سے بچانے کے لئے یہ حکم دیا جاتا ہے کہ اس کو موٹر میں نہ لادو کسی گاؤں والے کو مزدوری دیکر سمجھا دو کہ ہرن کو صاحب کے بنگلہ پر پہنچا دے۔ غرض سب موٹر میں بیٹھ کر گھر واپس آجاتے ہیں۔ یہاں ایک کافی تیار ملتی ہے منہ ہاتھ دھو کر اوس کا لطف اٹھاتے ہیں۔ ہاں قصاب کو حاضر رکھنے کا حکم دیدیا جاتا ہے۔ دیکھو ہرن آتا ہوگا۔ قصائی کو بلا لو۔ ہرن بہت دیر کو آیا کھال نکالی گئی زمین پر بچھا دی گئی۔ گوشت تقسیم ہو گیا۔ سینگ چونکہ بہت بڑے نہ تھے۔ اس لئے کھال اور جبڑے کے

علیحدہ کر دیے گئے صرف پیشانی کی ہڈی مثلث کی شکل میں معہ دونوں سینگوں کے کسی اصطبل میں خشک ہونے کے لئے لٹکا دی گئی۔ شکاری صاحب نے گوشت کی ایک بوٹی بھی نہیں کھائی۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارے حسن پرست شاعروں پر یہ ظلم کیوں روا رکھا گیا۔ اس سلسلہ میں ایک امر بہت تعجب انگیز ہے اپنی کم بضاعتی علم کی وجہ سے اس کا کوئی حل میری سمجھ میں نہیں آتا۔ فارسی کے ادیبان نقاد یا سخنوران سخن سنج غالباً اس کا جواب دے سکیں۔ جذبات عشق اور محبت کے مرکز کو ڈھونڈے لفظ معشوق سے تعبیر کرکے فارسی اور اردو کے شعرا مذکر و مونث کا مطلق خیال نہیں رکھتے۔ بلکہ زیادہ تر مذکر معشوقوں کے صفات حسن مردانہ کی تعریف صریح اور کھلے الفاظ میں کیجاتی ہے۔ مثلاً

حافظ بتے دارم کہ گرد گل ز سنبل سایباں دارد

بہار عارضش خطے بخون عاشقاں دارد

ع اوس شوخ کی ایک خال سیہ زیر ذقن ہے ❊ کیا چوکڑی بھولا ہوا سبزے میں ہرن ہے

اس کے بعد معشوق نامعقول کو غزال رعنا سے تشبیہ دے کر اوس کے رم اوس کے خرام اوس کی سیاہ چشمی پر اکثر طبع آزمائی کی جاتی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آج تک کوئی شعر ایسا نہیں گزرا جس میں نر ہرن کے سینگوں اوس کے رنگ اوس کی شان اور اوس کے خرام مستانہ کی تعریف کی گئی ہو۔ یا تو کسی شاعر نے یہ منظر دیکھا ہی نہیں یا علم عروض کا یہ کوئی قاعدہ ہو کہ اصل مرکز عشق کو جس طرح مناسب سمجھیں بدنام کریں۔ لیکن جس جانور کو اوس سے تشبیہ دیں اوس کی مردانہ خوبیوں کا ذکر ہی نہ کیا جائے۔

ف۔ ہرن کے شکار کے مختلف طریقے بیان کئے جا چکے ہیں۔ اوسی کے ضمن میں یہ بات بھی قابل بیان ہے کہ بار بار اور متعدد تجربوں سے مجھکو اس امر کا یقین ہے کہ ہرن صرف تین تک شمار کر سکتا ہے۔ یعنی اگر چار آدمیوں کو ہرن آتا یا اوسکے گرد چکر لگاتا دیکھے اور ان چار میں سے ایک شخص کسی درخت کی آڑ یا گڑھے وغیرہ میں چھپ جائے تو ہرن اس کی عدم موجودگی کا احساس نہیں کر سکتا۔ بقیہ تین کی طرف بہ اطمینان دیکھتا رہتا ہے۔

بخلاف اس کے اگر صرف تین شخص اوس کی نگاہ کے سامنے ہوں۔ اور اون میں سے ایک

غایب ہو جائے تو ہرن فوراً چوکنا ہو جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ تیسرے کا غایب ہونا اوس کے خلاف کسی سازش کا پیش خیمہ ہے۔ بڑے بڑے مسطح میدانوں میں جہاں کوئی چیز آڑ کا کام دینے والی نہ ہو۔ وہاں یہی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ چار شخص بالکل ملکر ہرن کے گرد غیر قابل شبہ فاصلہ سے چکر کھانا شروع کرتے ہیں۔ جس مقام پر کوئی گڑھا وغیرہ مل جاتا ہے۔ وہاں اصل شکاری بندوق لے کر بقیہ تین کی آڑ میں چلتا ہوا تیزی کے ساتھ اوس میں لیٹ جاتا ہے۔ بقیہ ممبران پارٹی بغیر رکے ہوئے اپنی سابقہ رفتار سے آگے بڑھتے رہتے ہیں۔ اور دوسرے ہرنوں کو شکاری کے رخ پر ہانکتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ہرنوں کو چوتھے شخص کی عدم موجودگی سے بدظنی نہیں پیدا ہوتی۔ سنا ہے کہ کوا چھہ تک گن سکتا ہے۔

ہرن کے شکار کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ایک چھوٹے بیل کو اشارہ پر چلنے کی تعلیم دیکر اوس کی آڑ میں ہرن کی طرف بڑھتے ہیں۔ مگر یہ چھرے سے شکار کرنے والوں کا طریقہ ہے۔ جن کے پاس رائفل ہے اور ۲۰۰ گز سے اچھا نشانہ لگا سکتے ہوں۔ اون کو اس محنت اور بیل پالنے اور تعلیم دینے کی ضرورت نہیں۔ مولوی عبدالسلام صاحب مرحوم دہلی کے مشہور محدث مولانا نظیر حسین صاحب مرحوم کے پوتے اس بیل کے شکار کے بڑے شوقین تھے۔ دن میں دو دو تین تین ہرن لاتے تھے۔ مگر چھرے یا ایک شاٹ ہی چلاتے تھے۔ اون کا بیل آہستہ آہستہ چرتا ہوا ہرن کی طرف بڑھتا تھا۔

ف۔ ہرن کو فطرت نے کئی نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ حسن تیز رفتاری۔ قوت شامہ مگر ان سب سے بڑھی ہوئی قوت اوس کی قوت برداشت اور سخت جانی ہے ذاتی تجربہ کی بنا پر میں یہ سمجھتا تھا کہ ہند کے اون تمام جانوروں میں جو شکار کئے جاتے ہیں۔ ہرن سب سے زیادہ مضبوط اور سخت جان جانور ہے۔ گر چند ایسے احباب سے جو اور ممالک میں شکار کھیلے ہیں۔ نیز یورپین مصنفین کے بیان سے یہ معلوم ہوا کہ ہرن تمام روئے زمین کے قابل شکار جانوروں میں سب سے زیادہ مضبوط اور زخموں کو برداشت کرنیکی قوت میں قوی ترین جانور ہے۔ جو حضرات اس کا شکار کر چکے ہیں یا جنہوں نے بہ کثرت اس کے شکار دیکھے ہیں وہ تو اوس کی سخت جانی کے حالات سے بخوبی واقف ہوں گے۔ لیکن جن کو مواقع پیش نہیں آئے اون کی معلومات اور دلچسپی کے لئے چند واقعات ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک لیڈی نے جو فن بندوق اور شکار سے واقف نہ تھیں۔ اپنے چند اعزہ سے یہ خیال ظاہر فرمایا کہ انہوں نے کبھی میرا نشانہ خالی جاتے نہیں دیکھا۔ ظاہر ہے کہ یہ امر ناممکن محض ہے۔ سب نے اس کا تخالف کیا اور وہ لیڈی اپنے بیان پر اصرار کرتی رہیں۔ آخر کار بہن بھائیوں میں دو دو اشرفیوں کی شرط اور یہ قرارداد تھی کہ اس کی آزمایش کی جائے۔ ملازمت فوج کے زمانہ میں میں اچھا نشانہ انداز تھا۔ اور کئی مرتبہ چمپین شپ کے انعامات مختلف رائفل میٹنگس میں جھکو مل چکے تھے۔ یہ حضرات اس سے واقف تھے۔ اس لئے انہوں نے یہ بھی شرط کی کہ آزمایش ٹارگٹ پر نہیں بلکہ شکار پر ہونی چاہئے۔ فریقین نے غالباً معلومات نہ ہونے کی وجہ سے فاصلہ مقرر نہیں کیا مجھکو اس شرط کی خبر نہ تھی۔

اوس وقت ہم سب گاڑیوں میں سفر کر رہے تھے۔ ایک قیمتی کتے کا بچہ گاڑی کے نیچے آ گیا تھا میں گاڑی روک کر اس کو دیکھ رہا تھا کہ یکایک بہ تجویز فرمائش ہوئی کہ سامنے جو کالا ہرن کھڑا ہے اس کو مار دیں میں نے کئی عذر کئے۔ کہ بندوق بکس میں بند ہے۔ میں کتے کے پیٹ پر پٹی باندھنا چاہتا ہوں۔ ہرن بہت دور ہے۔ مگر کوئی عذر قبول نہ ہوا مجبوراً میں نے اپنی عزیز بندوق ۵۰۰ ایکسپرس کو جو ہمیشہ میرے ساتھ رہتی ہے۔ بکس سے نکال کر جوڑا اور کارتوس بریچ میں رکھکر ہرن کی طرف بڑھا میرے بڑھتے ہی سب نے چلانا شروع کیا کہ بڑھئے نہیں یہیں سے ماریئے۔ مجھکو شرط کا حال معلوم نہ تھا۔ میں نے جواب دیا کہ کیوں بڑھنے میں کیا خطرہ ہے۔ کسی نے وجہ نہ بتائی مگر یہ کہنا شروع کیا کہ جلد ماریئے میں سمجھا تو کچھ نہیں لیکن ناچار چونکہ راضی ہو گیا فاصلہ ۲۵۰ گز کے قریب تھا بیٹھ گیا۔ میرے بیٹھتے ہی کالا سمجھ گیا۔ اور لمبی ٹراٹ پڑ کر ہماری گاڑیوں کے سامنے سے گزرنے کا ارادہ کیا۔ میں نے اوس پر گولی چلائی مگر وہ بعینہ جس طرح دوڑ رہا تھا۔ اوسی رفتار اور شان سے دوڑتا رہا۔ شرط کرنے والوں نے غل مچایا کہ آہا ہا خالی گئی میں اس بدتہذیبی سے حیران ہو کر ادہر اودہر دیکھنے لگا کہ کسی کا نشانہ خالی جانے پر یہ آہا ہا کیسی۔ بلکہ اون بیگم صاحبہ کی طرف دیکھا جو شرط جیتنے والوں کی فریق مخالف تھیں۔ اونہوں نے کہا کہ واہ واہ وہ گر گیا۔ میں نے پھر ہرن کی طرف دیکھا تو وہ گر چکا تھا اب آہا ہا والے چپ ہو گئے۔ اور بیگم صاحبہ کے ملازمین نے دوڑ کر ذبح کیا۔ گاڑی کے پاس لائے تو

معلوم ہوا کہ ٹھیک دل پر گولی لگی ہے۔ خیال فرمائیے کہ دل پر گولی پڑنے کے بعد یہ کالا (۴۷) گز کس شان سے دوڑا۔

ایک ہرن پر ۵۰۰ ڈبل ایکسپریس صرف سو گز کے فاصلہ سے فایر کی گئی۔ نشانہ دل کا لیا تھا۔ مگر باریک سایٹ کی وجہ سے گولی نیچی پڑی۔

گھٹنوں کے جوڑ سے چار اونگل اوپر دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے پھر بھی صرف کہنیوں کے ٹھونٹھ اور سینہ کے بل یہ کالا سو گز دوڑنے کے بعد پکڑا گیا۔ ایک کالے پر ۵۰۰ ڈبل ایکسپریس سے (۶) فایر کئے گئے اس عرصہ میں نہایت متانت کے ساتھ وہ سو گز کے قریب چلا۔ اور ایک کھیت میں گھس گیا۔ اتفاق سے جمعرات کا دن تھا۔ اور ایک روہیلے صاحب میرے ساتھ تھے۔ جب میں نے کھیت میں جانے کا ارادہ کیا تو خان صاحب نے براہ ہمدردی جھپٹ کر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ سرکار یہ جند (جن) ہے تم اس کے پیچھے مت جاؤ تم چھ فیر کیا سب خالی۔ خان صاحب کی خاطر سے میں ہنس کر کھڑا ہو گیا۔ خان صاحب کھیت میں گئے اور دیکھا کہ کالا کھڑا ہے۔ مگر سست معلوم ہوتا ہے۔ بیس گز سے اوس پر خان صاحب نے فائر کیا۔ اور کالا گر گیا۔ ذبح کر کے خان صاحب باہر لالئے۔ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ایکسپریس کی چھ گولیاں اوس کے پیٹ اور پٹھے پر لگی تھیں۔ دل پر بے شک کوئی نہ تھی۔ اس کی وجہ مجھکو معلوم ہے۔ شیر کے شکار کے ضمن میں اس کی تفصیل درج کی جائے گی۔ مگر غور کرنے کا مقام ہے کہ ایک کالا ایکسپریس اور ۵۰۰ ردہ کی چھ گولیاں کھانے کے بعد اتنی دیر زندہ رہے اس کے بعد اسی بندوق سے متعدد شیر صرف ایک ایک گولی میں شکار ہوئے۔ مندرجہ بالا چند واقعات میرے ذاتی تجربہ کے ہیں۔ اب ایک قصہ جرنل انڈرسن کی کتاب سے نقل کرتا ہوں۔ میں صبح کو کیمپ سے شکار کے لئے روانہ ہوا۔ تقریباً دو میل جانے کے بعد مجھکو ایک کالا نظر آیا۔ میں نے اوس پر فایر کیا اور وہ گر گیا۔ میرے کیمپ میں کئی مسلمان تھے۔ مسلمان بغیر حلال کئے ہوئے جانور کو نہیں کھاتے میں نے ایک قلی سے کہا کہ ہرن خانساماں کو پہنچا دو اور بولو حلال کر کے کھائے۔ افسوس ہے کہ میں نے یہ نہیں دیکھا کہ گولی کہاں لگی تھی۔ بغیر ہرن کے پاس جانے کے میں اپنے شکار کی دھن میں آگے بڑھ گیا۔ جب دوپہر کے بعد میں کیمپ کو واپس آیا تو خانساماں سے دریافت کیا کہ

تم نے ہرن کھایا۔ خانساماں نے گھبرا کر کہا کہ صاحب ہرن بھاگ گئی۔ واقعات یہ ہیں کہ قلی ہرن کو گردن پر لاد کر لایا اور خانساماں کو پکارا کہ صاحب نے ہرن بھیجا ہے۔ اور حلال کر کے کھاؤ حکم دیا ہے۔ خانساماں باورچی خانہ کی راوٹی سے چھری لے کر آیا ہرن کو ذبح کرنا چاہا تو معلوم ہوا کہ چھری کند ہے ہرن کو وہیں پڑا ہوا چھوڑ کر خانساماں چھری تیز کرنے گیا۔ واپس آکر دیکھا تو ہرن بھاگ رہا تھا۔ اور ایسا بھاگا کہ کسی کے ہاتھ نہ آیا۔

خانساماں کا بیان ہے کہ گولی گردن میں لگی تھی۔ غالباً ہڈی نہ ٹوٹی ہو ورنہ اتنی دیر بے ہوش رہنے کے بعد بھاگ جانا ممکن نہیں۔ جنرل صاحب کے بیان کی تصدیق مجھکو ذاتی تجربہ سے ہوئی۔ اوس کے واقعات یہ ہیں ایک مقام پر چند احباب سے یہ طے ہوا کہ وہ صبح ۸ بجے میرے کیمپ کو تشریف لائیں وہاں سے سب احباب شکار کو چلیں گے۔ اتفاقاً یہ حضرات وقت مقررہ پر نہ آسکے دس کے قریب آئے۔ شکار کو چلنے کا تقاضہ کیا تو میں نے کہا کہ اب دھوپ ہو گئی۔ ہم دو کو معاف کرو۔ (دوسرے صاحب مولوی محبوب علی مہتمم کروڑگیری تھے) تم سب بچے ملکر شکار کو جاؤ۔ دو بجے کھانے کے وقت آجانا ہم انتظار کریں گے دیر نہ لگانا۔ اجازت ملتے ہی بچے دو مختلف جوانب میں روانہ ہو گئے۔ ایک بجے کے قریب ایک پارٹی آئی اور دو دو کالے لائی۔ تھوڑی دیر کے بعد دوسری پارٹی آئی۔ گاڑی سے انہوں نے بھی دو ہرن اتارے۔ ایک ذبح کیا ہوا۔ دوسرا ہاتھ پیر رسی سے بندھے ہوئے آتے ہی خلیل الزماں سلمہ بیرسٹرایٹ لا نے آدمی کو آواز دی کہ چھری لاؤ۔ میں نے دریافت کیا کہ کیوں تو جواب دیا کہ ہم چھری ساتھ لے جانا بھول گئے تھے۔ ایک کالا کھیت والے کی درانتی سے ذبح کر لیا۔ دوسرا بغیر ذبح کئے اوٹھا لائے ہیں۔ میں نے پوچھا کتنی دور سے اس کو اس طرح لائے ہو تو معلوم ہوا کہ تقریباً ڈہائی میل سے۔ میں نے کہا کہ مر گیا ہوگا ابتک کیونکر زندہ رہ سکتا ہے۔ ہاتھ پیر کھول لو۔ ہاتھ پیر کھولے گئے کوئی شخص پکڑے ہوئے نہ تھا سب گرد کھڑے دیکھ رہے تھے۔ دس بارہ سکنڈ گزرنے کے بعد ہرن اوٹھا اور اوس نے سیدھا جنگل کا راستہ لیا۔ اتفاق سے شکاری کتے ساتھ تھے۔ جلدی سے کسی نے دو کتے کھول دئیے۔ ان مشاق ہاونڈز نے تقریباً آدھے میل کے بعد اس کالے کو پکڑا۔ گولی دماغ سے (۳) انچ پیچھے لگی تھی اور گردن کی ہڈی نہیں ٹوٹی تھی۔

واقعات مندرجہ بالا کے علاوہ سینکڑوں مثالیں ہرن کی سخت جانی کی پیش کی جاسکتی ہیں لیکن اب زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔

ف ۔ ہرن اگر زخمی ہو تو اوس کو حاصل کرنے کی ہر ممکنہ کوشش عمل میں لانی چاہئے۔ زخمی کو چھوڑ دینا سخت بے رحمی ہے۔ ہرن ہاتھ پیر ٹوٹنے یا پیٹ یا پیٹھ پر زخم کھانے کے بعد بھی میلوں بھاگتے ہیں۔ مگر جب وہ ایک دفعہ کسی جگہ بیٹھ جاتے ہیں تو درد اور ورم کی وجہ سے پھر نہیں اٹھ سکتا پیٹ کو گولی لگی ہو تو اکثر رات ہی کو مر جاتا ہے۔ یا رات کو کوّے اور لومڑیاں نوچ کر کھا جاتی ہیں یا صبح کو چیلیں اور گدھ کھا جاتے ہیں۔ کہیں اور زخم لگا ہو تو بڑی تکلیف سے مرتا ہے۔ گدھ اور کتے اوس کو بہت دق کرتے ہیں۔

گاؤں والے جو کھیتوں میں کام کرتے ہوتے ہیں۔ زخمی ہرن کا پتہ بتانے اور اس کی نشاندہی میں ہمیشہ سخت بخل کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شکاری کے چلے جانے کے بعد یہ خود اوس زخمی کو بہ آسانی پکڑ لیتے اور کھا جاتے ہیں۔ زخم ٹھنڈا ہو جانے کے بعد ہرن کی وہ تیزی باقی نہیں رہتی جو شروع میں زخم کھانے کے بعد ظاہر ہوتی ہے۔ اسی واسطے جب کوئی ہرن ایسا زخمی ہو کہ فوراً نہ گرے تو اوس کا تعاقب سخت غلطی اور ہرن کو انتہائی کوشش کر کے بھاگ جانے پر مجبور کرتا ہے۔ جس ہرن کے پیٹ میں گولی لگتی ہے وہ سکڑ کر پیٹھ ٹیڑھی کر دیتا ہے۔ شکاری اس صورت کو جھٹکا ہو جانا کہتے ہیں۔ ایسے زخمی کے بیٹھ جانے کا انتظار کرنا لازمی ہے۔ بیٹھنے کے بعد بھی بیس منٹ تک انتظار کرنا نہایت مفید بلکہ کامیابی کا یقینی طریقہ ثابت ہوگا۔

ہرن کے متعلق اب زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ صرف اوس کے عادات وخصائل کے متعلق چند مفید اور دلچسپ معلومات ہدیۂ ناظرین کر کے اوس کا ذکر ختم کیا جاتا ہے۔

پوری طرح نشو نما پائے ہوئے ہرن کا قد شانہ کے اوپر (جس جگہ گھوڑے ناپے جاتے ہیں) ۳۲ انچ مگر بہت کم ۳۶ انچ ہوتا ہے۔ نتھنوں سے دم کی جڑ تک جسم کا اوسط طول تقریباً چار فٹ اس کے علاوہ دم عموماً ۸ انچ لمبی ہوتی ہے۔ اچھے کالے کا اوسط وزن ایک من پانچ سیر یعنی (۹۰) پاونڈ مانا گیا ہے۔ مگر میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ وزن موسم اور مقامی حالت پر منحصر ہے۔ مختلف اضلاع اور مختلف

موسموں میں میں نے ستر پاونڈ سے ایک سو پانچ پاونڈ وزن کے ہرن مارے ہیں۔

کالے کے سینگ پنجاب اور شمالی ہند میں انتہائی درجہ (۳۳) انچ اور دکن میں ساڑھے ۲۴ انچ ہوتے ہیں۔ یہ سب سے بڑے سینگوں کا طول ہے۔ اوسط طول معمولی کالے کے سینگوں کا اگر ۲۷ انچ قرار دیا جائے تو نسبتاً یعنی جسامت قد اور وزن کا لحاظ کرتے ہوئے روئے زمین کا کوئی جانور سینگوں میں کالے ہرن کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ سانبھر کے سینگوں کا ریکارڈ (۵۲) انچ۔ بارہ سنگھے کے سینگ (۳۵) انچ آفریقہ کے ہم جنس جانوروں کے متعلق ریکارڈ اس سے بھی زیادہ ہیں مگر یہ خیال کرنے کے بعد کہ ان جانوروں کی قد اور وزن وجسامت کسقدر زیادہ ہوتی ہے۔ ہرن کے سینگ سب سے زیادہ لمبے ہوتے ہیں۔

علیٰ ہذا القیاس ہرن روئے زمین کے ہر چوپائے سے زیادہ تیز دوڑنے والا اور زیادہ دم دار جانور ہے۔ ہرن اپنی عادات کا پابند ہوتا ہے۔ صبح سے دس تک چرنے کے بعد ببول بن کے سایہ یا کھیتوں میں بیٹھ جاتا ہے۔ پھر چار سے شام تک اس کو پیٹ بھرنے کا فکر رہتا ہے۔

ہرنیاں ہر موسم میں بچے دیتی ہیں لیکن ان کا خاص وقت مارچ یعنی ابتدائے موسم بہار ہے۔ نر اس وقت سر او نچا کر کے سینگوں کو پھیلائے اور آنکھوں کے نیچے والے شگافوں کو کھول کر اِدھر اُدھر اندھے دیوانوں کی طرح پھرتا ہے۔ ان شگافوں سے بدبودار پانی بکثرت بہتا ہے۔ اگر چند بڈھی تجربہ کار ہرنیاں اس کی حفاظت نہ کریں اور ہر خطرے کے موقعہ پر اس کو ہوشیار نہ کریں تو یہ سرشار بادہ عجز و رعونت نہایت آسانی سے شکار ہو جاتا ہے۔

موسم بارش سے چند روز قبل ہرنیاں ایک یا دو بچے دیتی ہیں۔ تھوڑے دن ان کو جھاڑی یا گھاس میں چھپائے رکھتی ہیں مگر پانچ چھ روز بعد یہ بچے ان کے ساتھ پھرنے لگتے ہیں۔ دو ہفتہ بعد ماں اپنے قدیم غول میں آملتی ہے۔

بعض اوقات ایسے جھنڈ بھی دیکھنے میں آئے ہیں۔ جو صرف جوان نروں پر مشتمل تھے۔ کوئی مادہ ان کے ساتھ نہ تھی یہ سب وہ کالے تھے جن کو زبردست نروں نے اپنی بیویوں سے علیحدہ کر دینا ضروری خیال کر کے مار مار کر بھگا دیا ہو۔ کبھی کبھی کوئی بڈھا کالا بھی جس کو کسی قوی رقیب نے

مسند سے نکال دیا ہو۔ ان نوجوانوں میں آملتا ہے۔ مگر بدمزاجی یا اپنی بدقسمتی کے غم میں علیحدہ بیٹھا ہوا
حسرت کے ساتھ نوجوانوں کی زور آزمائیوں کے لطف دیکھ کر سعدی کے یہ اشعار پڑھتا رہتا ہے۔

مرا در سنگاہ جوانی برفت — بہ لہو و لعب زندگانی برفت
ز دیدار انیان نہ دارم شکیب — کہ سرمایہ داران حسن اند و زیب
مرا ہم چنیں چہرہ گلفام بود — بلور نیم از خوبی اندام بود
مرا ہم چنیں جعد شبرنگ بود — قبا در بر از نازکی تنگ بود
دریناں بحسرت چرا ننگرم — کہ عمر تلف کردہ یاد آورم
برفت از من ان روزہائے عزیز — بہ پایاں رسد ناگہ ایں روز نیز

ف۔ ہرن سینگوں کے طول میں مناسبتاً ہر جانور سے افضل تسلیم کیا جا چکا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اوس کی تیز رفتاری کے متعلق بھی تمام یورپین مصنفین اور ہند میں شکار کھیلنے والے حضرات اس فیصلہ میں متفق الرائے ہیں کہ ہرن سے تیز دوڑنے والا یا اوس سے زیادہ دور تک دوڑ کا دم رکھنے والا کوئی جانور نہ ہند میں نہ افریقہ۔ امریکہ۔ آسٹریلیا وغیرہ میں موجود پایا جاتا ہے۔

درندوں میں چیتے۔ بھیڑیئے۔ جنگلی کتے۔ اس کو دہوکہ سے کہیں چھپکر یا باری باری سے اس کے پیچھے دوڑ کر اوس کو تھکا لینے کے بعد پکڑ لیتے ہیں۔ مگر صاف دوڑ میں کوئی ہرن کا مقابلہ نہیں کر سکتا چیتے سے ہرن کا شکار کیا جاتا ہے۔ مگر جنہوں نے یہ شکار دیکھے ہیں اونہوں نے اگر غور کیا ہوگا تو ضرور اس امر کا احساس ہوا ہوگا کہ چیتے کے شکار میں کامیابی ہرن کی غفلت اور اصول رفتار پر منحصر ہے جو حضرات گھوڑدوڑ اور شرطوں یا شرطی گھوڑے پالنے اور دوڑانے کے شایق اور اس فن کے اصولوں سے واقف ہیں۔ وہ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ فلائینگ اسٹارٹ" کیا معنی رکھتا ہے اردو میں اس خیال کو ظاہر کرنا مشکل ہے۔ مگر میں اوس کو اس طرح بیان کرنے اور سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں۔

پانچ چار تیز دوڑنے والے انسان یا گھوڑے جو تیز رفتاری میں تقریباً برابر کے ہم پلہ رقیب ہوں ایک لاین پر شرط دوڑنے کی غرض سے کھڑے کر دیے جائیں۔ اور ان میں سے ایک کو دس بیس قدم پیچھے ہٹا کر

یہ حکم دیا جائے کہ وہ انسان یا گھوڑا جو پیچھے کھڑا کیا گیا ہے۔ جب دوڑتا ہوا ان کے برابر آجائے تو یہ روانہ ہوجائیں، یا اسٹارٹ ہوں۔ اس صورت سے دوڑنے میں اگر گھوڑے یا انسان برابر کے دوڑنے والے اور برابر کے دم رکھنے والے ہوں۔ تو یقیناً پیچھے سے دوڑ کر آنے والا جیتے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پیچھے سے دوڑ کر آنے والے کے اعصاب پوری قوت اور پوری حرکت بہ مقابلہ ان کے جو اوس کے انتظار میں کھڑے تھے پہلے ہی حاصل کر چکے تھے۔ دوسرے الفاظ میں اون کا اعصابی انجن اسٹارٹ ہو کر پورے زور میں آچکا تھا جو گھوڑے اوس کے آنے کے انتظار میں تھے۔ اون کے اعصابی انجن کو پوری قوت حاصل کرنے کے لئے دو ایک سکنڈ کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ اس عرصہ میں بڑا فرق پڑ جاتا ہے۔ میں بھی بچپن اور جوانی میں بڑا ایتھلیٹ تھا۔ سالہاسال تک **علیگڑھ کالج اور ممالک مغربی و شمالی کا چمپین** رہا ہوں۔ ساتھ ہی اس کے خود گھوڑے دوڑانے کا خبط بھی عمر بھر سوار رہا ہے۔ دونوں شوق کے تجربہ سے فلائنگ اسٹارٹ کے فواید کو سمجھتا ہوں۔ flying start

چیتے کو بڑا اوس کے حق میں مفید موقعہ advantage فلائنگ اسٹارٹ کا ملتا ہے۔ ہرن غافل کھڑا ہوتا ہے۔ چیتا پورے زور سے روانہ ہو چکا ہوتا ہے اور ہرن کو اوس کے دیکھنے اور سمجھنے میں کچھ وقت صرف کرنا پڑتا ہے۔ جب یہ سمجھ لیتا ہے کہ دشمن آرہا ہے۔ اس وقت وہ دوڑنا شروع کرتا ہے۔ اور قبل اس کے کہ اوس کا انجن اعصابی پوری قوت حاصل کرے۔ چیتا اوس کو جا لیتا ہے۔ اگر ہرن پہلے سے یا کم از کم **چیتے کی ابتدائی دوڑ سے چوکنا اور ہوشیار ہو جائے تو چیتے کا** ہرن کو پکڑ لینا ناممکن محض ہے۔ جن اصحاب نے اس پر غور نہ فرمایا ہو وہ اب آزما کر دیکھ لیں۔ دوسرا صریح ثبوت یہ ہے کہ چیتا دو سو تین سو حد پانسو گز تک دوڑتا ہے۔ اوس کے بعد کھسیانا ہو کر واپس ہو جاتا ہے۔ تیسرا امر قابل غور یہ ہے کہ جب چیتے کا شکار برچھیوں سے کیا جاتا ہے تو ۱-۲ کی ناپ کے کنٹری بر ڈیا عرب گھوڑوں پر آسانی کے ساتھ چیتا شکار ہو جاتا ہے۔ بخلاف ہرن کے کہ آج بڑے سے بڑے گھوڑے پر خواہ انگلش ہو یا ویلر یا اعلیٰ قسم کا عرب کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ ہرن کو نیزے چھو بھی سکتا ہے۔

پرانے قصوں میں ہرنوں کو برچھے سے شکار کرنے کے واقعات سننے میں آتے ہیں۔ لیکن یا تو وہ محض مبالغہ اور غیر قابل یقین کہانیاں ہیں یا ہرنوں کو گھیرنے یا ہنکانے کا کوئی خاص طریقہ اختیار کرنے کے بعد امرا اور بادشاہوں کو خوش کرنے کے لئے یہ نیزہ بازی کا عمل کیا جاتا ہوگا۔

کوئی کتا اس وقت ایسا موجود نہیں ہے کہ جو مسلم ہرن یعنی بغیر زخم کھائے ہوئے کالے کو کھلے میدان میں پکڑ سکے البتہ برسات کے موسم اور کالی زمین میں جب کہ وہ بارش کی نمی سے نرم اور لیس دار ہو جاتی ہے ہرنوں کے پیر دھنس جاتے ہیں۔ کیچڑ کے لندے اون کے کھروں میں لپیٹ کر اون کی دوڑ میں معتدبہ کمی کا باعث ہوتے ہیں۔ اوس وقت اچھے تیز کتے ہرنوں کو پکڑ سکتے ہیں۔ گانوں والے اپنے کتوں کے پیروں اور پنجوں پر ارنڈی کا تیل لگا دیتے ہیں۔ اس سے کتوں کے پنجوں پر کیچڑ جمع نہیں ہوتی۔ ہرن دوڑنے کے علاوہ کودتا بھی بہت ہے۔ میں نے خود اس کا باقاعدہ امتحان اور پیمایش نہیں کی مگر مسٹر برینڈر نے لکھا ہے کہ کسیقدر بارش کے ہلکے چھینٹوں کے بعد انہوں نے کتوں کو ہرن پر چھوڑا اور بعد میں ہرن کے پیروں کے نشانات کے درمیانی فصل کو ناپا۔ نشانات قدم کے درمیان (۱۹) سے (۲۲) فٹ تک فاصلہ تھا۔ جس جانور کا قدم دوڑ کے وقت اتنا بڑا ہو اوس کی جست کا قیاس آپ خود فرما لیجئے۔ صاحب موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ اونہوں نے ایک ایسی چوڑی سڑک کو جس پر تین گاڑیاں پہلو بہ پہلو چل سکتی تھیں۔ اور جس کے دونوں جانب گز بھر سے کچھ اونچی باڑھ لگی ہوئی تھی۔ ہرن کو ایک جست میں پار کرتے بچشم خود دیکھا ہے۔

ہرن قوت شامہ کے لحاظ سے بھی نہایت ذکی الحس ہوتا ہے۔ اس کی نسبت میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔ اوس کی خصائل میں سے یہ امر بھی قابل بیان ہے کہ ہر ہرن ہر میدان میں ایک خاص مقررہ مقام پر ضروریات سے فارغ ہوتا ہے۔ اس جگہ کو ہرن کا اکھر کہتے ہیں۔ آج تک کسی کو باوجود مختلف کوششوں کے اس کی وجہ نہیں معلوم ہوئی۔ متعدد قیاسات اس عادت کے متعلق قایم کئے گئے ہیں۔ مگر کسی کا ثبوت بہم نہیں پہنچ سکا۔ اس لئے اون کا اندراج محض وقت ضایع کرنا ہے۔

دوسرا قابل ذکر امر ہرنوں کا پانی پینا ہے۔ بعض مصنفین کی رائے ہے کہ بعض مقامات پر اور بعض

موسموں میں ہرن پانی پیتا ہی نہیں۔ موسم کے متعلق تو میں بھی متفق ہوں کہ جاڑوں میں ہرن کے لئے گھاس اور پتوں پر کی شبنم ہفتوں تک کافی ہوتی ہے اور وہ کسی تالاب یا خطرہ کے مقام پر پانی پینے کے لئے جانیکی زحمت گوارا نہیں کرتے مگر مجھکو کوئی ایسا مقام دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا جہاں ہرن پانی پیتے ہی نہ ہوں مسٹر بلینڈ کا مقولہ ہے کہ مشرقی اوڑیسہ میں میٹھا پانی بجز باولیوں کے کہیں پایا ہی نہیں جاتا۔ اور وہاں ہرن بغیر پانی کے گذارہ کرتے ہیں۔ ایک دوسرے صاحب لکھتے ہیں کہ اونہوں نے باولیوں کے قریب ہرنوں کو پانی پیتے دیکھا ہے۔ موسم گرما میں گھوڑندی کے کنارے جو ضلع پربھنی کے شمالی حصہ میں واقع ہے میں نے بچشم خود دوپہر کے وقت ہرنوں کے منڈوں کو پانی پر بے تاب ہوکر گرتے دیکھا ہے۔ ممکن نہیں کہ ایسی تپش میں ہرن دو چار دن بھی پیاسے زندہ رہ سکیں۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ پانی کی کمیابی یا جان کے خوف سے بعض سرد مقامات یا سرد موسم میں ہرن کئی کئی دن پانی نہ پیتے ہوں۔

یہ بھی میرا ذاتی تجربہ ہے کہ بعض مقامات پر جہاں تالاب وغیرہ ہوں۔ گرمی کے موسم میں ہرن وقت مقررہ پر پانی پینے آتے ہیں۔

ہرن کے بچے آسانی سے پل جاتے ہیں۔ مگر ان کو نہ مالک کی شناخت ہوتی ہے نہ کسی سے کسی قسم کا انس۔ جس برتن میں ان کو دودھ یا دانہ دیا جاتا ہے۔ اوس کو پہچانتے ہیں۔ جو شخص اوس برتن کو اٹھا کر چلے اوس کے پیچھے ہو لیتے ہیں۔ نر بڑا ہو کر بچوں اور عورتوں کو سینگوں سے مارتا ہے۔ بعض بڑے آدمیوں پر بھی حملہ کرتا ہے۔ اس لئے اوس کے سینگوں پر لکڑی کے رنگے ہوئے، یا پیتل کے گول لٹو بٹھا دیتے ہیں تاکہ نوکوں سے کسیکو زخمی نہ کر سکیں۔

پلے ہوئے نر کے متعلق بہت سے قصے مشہور ہیں۔ میں اون کو نہ بیان کے قابل سمجھتا ہوں نہ قابل اعتبار۔

چکارہ

ہند کے بگ گیم میں ہرن کے بعد ہم نے چکارے کا درجہ قائم کیا ہے۔ چونکہ ہرن اکثر مقامات:

بکثرت ملتے ہیں۔ اور جیسا کہ میں نے ہرن کے ذکر میں بیان کیا کہ بچے اور اناڑی بھی چھروں اور بک شاٹ سے ہرن کو مارتے رہتے ہیں۔ اس لئے شکاری کی محنت کا لحاظ کر کے میری نگاہ میں ہرن کا شکار زیادہ وقیع اور بگ گیم میں شریک کرنیکا مستحق نہیں ہے۔

چکارہ گو قد و قامت وزن اور رنگ میں ہرن سے بہت کمتر ہے۔ مگر اپنی (مقابلتاً) کمیابی کی وجہ سے اور نیز اس خیال سے کہ وہ میدانوں میں اور ہر جگہ نہیں ملتا میری رائے میں بگ گیم کا ممبر ہونیکی زیادہ قابلیت رکھتا ہے۔ انگریزی میں چکارے کو انڈین گیزل (غزال) کہتے ہیں۔ یہ ہرن سے بہت مشابہ مگر قد و قامت میں چھوٹا ہوتا ہے۔ بڑے فرق یہ ہیں کہ چکارہ کا نر کالا نہیں ہوتا۔ اور سینگ نر مادہ دونوں کے ہوتے ہیں۔ چکارہ کا قد شانوں کے پاس (۲۶) انچ مگر پٹھے کے قریب کسیقدر زیادہ بلند ہوتا ہے۔ نر کے وزن کا اوسط تقریباً (۵۰) پاونڈ سے مگر مادہ (۲۰) سے (۲۵) پاونڈ تک وزنی ہوتی ہے۔ رنگ دونوں کا صندلی تقریباً گھوڑے کے سرنگ سے ملتا ہوا ہوتا ہے۔ سینہ۔ پیٹ۔ گردن کے نیچے کا حصہ۔ گھٹنے۔ ٹخنے سپید ہوتے ہیں گھٹنوں اور ٹخنوں پر سیاہ دھبے ہوتے ہیں۔ دم بھی سیاہ ہوتی ہے۔ اس امر کی نسبت کہ چکارے سب ایک ہی قسم کے ہوتے ہیں یا دو تین مختلف اقسام کے فوراً تین مصنفین کی رایوں میں اختلاف ہے۔ مسٹر لیڈکر اور برینڈل کا خیال ہے کہ چکارے دو قسم کے ہوتے ہیں اور انھوں نے دونوں کی علیحدہ علیحدہ فرق بتاتے ہیں۔ مسٹر ڈنبار برینڈر اس کے خلاف ہیں آخر الذکر صاحب بہ لحاظ اپنی وسیع معلومات کے نہایت واجب التعظیم مصنف ہیں۔ مگر سینگوں رنگ وغیرہ کے متعلق سائنٹفک مباحث و تحقیقات کے میدان سے ہٹکر میں اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر اون کی رائے سے اتفاق نہیں کر سکتا میں نے مختلف اضلاع میں بچشم خود دو مختلف قسم کے چکارے دیکھے اور شکار کئے ہیں۔

ف ۔ میدانوں میں اس کا نہ پایا جانا مسلم ہے۔ اور یہ بھی مان لیا گیا ہے کہ یہ گنجان جنگلوں میں نہیں رہتا۔ اکثر و بیشتر اسی جھاڑی میں رہتا ہے جو گنجان اور چھدری کے درمیان میں ہو۔ جن اضلاع میں لمبے چوڑے دور تک پھیلے ہوئے اور جنگل سے ڈھکے ہوئے پہاڑ موجود نہیں ہیں وہاں اس کے قیام کی جگہ ندیوں کے کنارے چھوٹے چھوٹے درختوں کا سایہ ہے۔ مگر عمیق نالے جو بلند میدانوں سے

پانی لیکر آنے کی وجہ ندیوں کے کنارے بن جاتے ہیں۔ اس کا عزیز ترین مسکن ہے۔ پہاڑی ممالک میں چکارہ کبھی کبھی پہاڑ کی پشت پر چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں میں اور اکثر و بیشتر دامان کوہ کے نیچے کھیتوں سے قریب چرتا ہوا نظر آتا ہے۔ چکارہ ہر وقت جلدی جلدی دم ہلاتا رہتا ہے۔ اور بہ مشکل ایک دو سکنڈ ایک مقام پر کھڑا ہوتا ہے۔ انسان کو دیکھتے ہی نہایت تیزی کے ساتھ جھاڑی میں گھس جاتا ہے۔ اور نظر سے غائب ہوتے ہی اپنا رخ بدل دیتا ہے۔ جب اس کا تعاقب کرنے کا اتفاق ہو تو جس مقام پر یہ نظر سے غائب ہوا تھا۔ پہنچنے کے بعد کبھی یہ امید نہ کرنی چاہئے کہ یہ سیدھا سامنے جاتا ہوا نظر آئیگا۔ ہمیشہ اوس مقام کے داہنے بائیں دیکھنا چاہئے۔ کھڑے ہوئے چکارہ پر نشانہ لینے کا بہت کم موقع ملتا ہے۔

چکاروں کے بڑے بڑے منڈے کبھی دیکھنے میں نہیں آئے۔ تین چار حد پانچ چھ ایک جگہ نظر آتے ہیں۔ پہاڑی اضلاع کے چکارے میدانی مقامات کے چکاروں سے زیادہ لمبے ہوتے ہیں اور اون کی دم بھی بڑی اور مقابلتاً زیادہ بالوں سے بھری ہوئی ہوتی ہے۔ پہاڑی مقامات کے چکاروں کا رنگ بھی کسیقدر زیادہ گہرا اور چمکدار ہوتا ہے۔ نر چکارے کے سینگ ہرن کی طرح خمدار ہوتے ہیں۔ ان کا انتہائی طول (۱۵) انچ ہے مگر یہ ترائی اور شمالی ہند کا ریکارڈ ہے۔ ممالک متوسط اور ملک کے جنوبی حصہ میں (۱۲) انچ لمبے سینگ بھی ہزاروں میں ایک کو میسر ہوتے ہیں۔ مادہ کے سینگ بہت باریک اور سیدھے ہوتے ہیں۔ طول میں عموماً چار پانچ انچہ سے زیادہ نہیں ہوتے۔ سات آٹھ انچ لمبے مادہ کے سینگ غیر معمولی ہیں۔ میں نے مادہ چکارے کے سینگ اسقدر باریک دیکھے ہیں کہ میرے ایک دوست اوس میں ہند دب لگا کر اوس سے قلم کا کام لیتے تھے۔

ہرن کے مقابلہ میں چکارہ جلد بیدار ہوتا ہے۔ علی الصباح آفتاب کی روشنی پوری طرح پھیلنے سے قبل چکارہ جھاڑی کے باہر نکلکر چرنا شروع کر دیتا ہے۔ ہرن تقریباً اس کے آدھ گھنٹے بعد کھڑا ہو کر انگڑائیاں لیتا ہوا اپنی چراگاہ کا قصد کرتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس ہرن سر مغرب اپنی آرام گاہ کو پہنچ جاتا ہے چکارہ اچھا اندھیرا ہونے کے بعد بسیرا کرتا ہے۔ اس کی نسبت ایک دلچسپ واقعہ آگے چلکر بیان کیا جائیگا۔

حواس خمسہ میں سے چکارے کی کوئی قوت خاص طور پر تیز نہیں ہوتی۔ بصارت۔ سماعت۔ قوت شامّہ سب یکساں ہوتی ہیں۔ ان کی تیز رفتاری ان کی جان کی محافظ ہے۔ ہرن کے بعد دوڑ اور دم میں چکارے ہی کا درجہ ہے۔ یہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ چکارے بالعموم جھاڑیوں کے قریب نظر آتے ہیں۔ ان پر کتے چھوڑنے کا موقع نہیں ملتا۔ ایک نالے کی کھوری سے نکلکر ایک چکارہ میدان کی طرف بھاگتا نظر آیا۔ کنگ۔ ایک گرے ہاؤنڈ شیریں اور فرہاد ٹیرئیر کے ہاؤنڈ کی ایک جوڑی یہ تینوں میرے ساتھ تھے۔ ان تینوں کو میں نے اس چکارے پر چھوڑ دیا۔ میں خود گھوڑے پر تھا۔ لطف دیکھنے کی غرض سے میں نے گھوڑا بھی ان کے پیچھے ڈالا۔ تقریباً دو میل تک یہ کتوں کو چکر دے دیکر دق کرتا رہا۔ پھر اس نے سیدھا دوڑنا شروع کیا۔ معلوم نہیں کیوں گرے۔ ہاؤنڈ یورپ زاد ہے۔ گرمی کی زیادہ برداشت نہیں کرسکتا۔ وہ پیچھے رہ گیا۔ شیریں اور فرہاد نے رفتہ رفتہ بڑھنا شروع کیا اور تقریباً ڈھائی میل کی دوڑ کے بعد شیریں نے اس چکارے کو پکڑ لیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہرن سے چکارے کی دوڑ کم ہے علیٰ ہذا القیاس دم خم بھی۔

چکارہ گھانس زراعت جھاڑیوں کے پتے اور بیر وغیرہ کھاتا ہے۔ بیر کا خاص طور پر شوقین ہوتا ہے کھیتوں کے کنارے اکثر بیر ہی کھاتا ہوا شکار ہوا ہے۔ مگر کبھی بیہڑ میں جہاں ہزاروں بڑے بڑے بیر کے درخت ہوتے ہیں۔ نظر نہیں آیا۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں بڑے بڑے جانور بنڈا چیتل لنگور۔ ریچھ وغیرہ تقریباً ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ اور ان کی تلاش میں وہاں تیندوے صاحب بھی پہنچ جاتے ہیں۔ چکارے کے بچے جننے کا کوئی خاص وقت نہیں ہے۔ مگر میں نے شروع بارش سے کچھ قبل اکثر ان کے بچے کھیتوں میں پڑے دیکھے ہیں۔ مادہ ہمیشہ اپنے بچوں کو بیچ میدان میں ڈالکر خود قریب کی جھاڑی میں چھپی رہتی ہے۔ حفاظت کا یہ عجیب طریقہ ہے۔ غور کرنے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ دن کے وقت چھوٹے درندے مثلاً گیدڑ۔ لومڑیاں تڑس وغیرہ میدان میں آنے کی جرأت نہیں کرتے بالعموم جھاڑیوں کے آسرے میں رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ نیز تڑس کو یہ خیال گذر سکتا ہے کہ بجائے سایہ دار جھاڑی کے بیچ میدان میں بچہ پڑا ہوگا۔ یہ میرا قیاس ہے۔ ممکن ہے کوئی شکار دوست بھائی

کوئی بہتر اصول معلوم کر سکیں۔ بچہ تین چار روز اسی حالت میں رہتا ہے پھر آہستہ آہستہ ماں کے ساتھ
چلنا سیکھ کر دس دن کے اندر خوب دوڑنے لگتا ہے۔ چکاروں کی نسبت بعض مصنفین کی رائے ہے کہ وہ
پانی نہیں پیتے بعض اس کے خلاف ہیں۔ میں نے چکاروں کو پانی پیتے دیکھا ہے لیکن یہ نہیں کہہ سکتا
کہ اگر پانی نہ ہو تو چکارے کیا کرتے۔ صبر یا پانی کی تلاش یا میرے تجربہ سے یہ ثابت ہے کہ چکارے ایسے
مقامات پر نظر نہیں آئے جہاں پانی کا میسر ہونا امکان سے باہر ہو۔

ف: ۔ ہرن اور نیل کے مانند چکارہ بھی ایک ہی مقررہ جگہ پر مینگنیاں کرتا ہے۔ چکارے تنہا
اکثر نیل کے ڈھیر میں گولیاں ملاتے رہتے ہیں۔ اپنا خزانہ جدا مقام پر قائم نہیں کرتے۔

ف: ۔ چکارے میں تحقیقات کا مادہ بھی زیادہ ہوتا ہے۔ کوئی نئی چیز دیکھے اور اوس کی سمجھ میں
نہ آئے کہ یہ کیا ہے تو شوق بربنائے تجسس اوس چیز کی طرف بڑھتا ہے۔ ایک مرتبہ میرا چمڑے سے منڈھا ہوا
تکیہ جو گاڑی میں پس پشت لگانے کے کام میں آتا تھا۔ گاڑی سے گر گیا۔ ایک چکارے کی جو تقریباً دو سو گز کے
فاصلہ پر کھڑا ہماری طرف دیکھ رہا تھا اوس پر نظر پڑ گئی۔ ہم آگے بڑھ گئے۔ ہم میں سے کسی کو تکیہ گرنے کا
علم نہ تھا تھوڑی دور جا کر خیال آیا کہ تکیہ نہیں ہے۔ پیچھے مڑ کر نظر دوڑائی تو چکارہ گردن اوٹھائے ہوئے
نہایت غور کے ساتھ تکیہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ میرے خیال میں اس وقت چکارہ تکیہ سے چالیس قدم کے
فاصلہ پر آ گیا تھا۔ گویا تقریباً ڈیڑھ سو گز تک صرف بغرض تجسس و تحقیقات چکارے نے چہل قدمی کی
زحمت گوارا فرمائی۔ قارسنیہ نے اپنی کتاب میں چکارے کے کئی واقعات درج کئے ہیں۔ مگر اون کے
اعادہ کی ضرورت نہیں۔ مثال کے لئے میرا چشم دید واقعہ کافی ہے۔

روایت ہے کہ چکارے کے جسم پر مکھیاں اور گوچڑیاں بہت ہوتی ہیں۔ اور اسی وجہ سے وہ
ہر وقت دم ہلاتا رہتا ہے۔ استدلال کی بنا پر صحیح معلوم ہوتی ہے۔ مگر مشاہدہ و تجربہ اس کے خلاف ہے۔
علم الحیوانات کے ماہر مصنف ڈنبار برینڈر بھی میرے تجربہ کی تائید کرتے ہیں۔ مگر یہ لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ
شمالی ہند یا ترائی میں ایسا ہوتا ہو۔ حالانکہ متوسط اور دکن میں کسی چکارے پر مکھیاں یا گوچڑیاں نہیں
دیکھی گئیں۔ لیڈیکر اور بلینفورڈ کے بیان کے موافق چکارہ مندرجہ ذیل مقامات پر دستیاب ہوتا ہے۔

خلیج فارس کے مشرقی سواحل سے ممالک مغربی وشمالی ہند کی پہاڑیوں اور سنٹرل انڈیا کے چھوٹے چھوٹے پہاڑوں کے دامن تک اس کے علاوہ جہاں چھدری جھاڑی ہو۔ سندھ۔ راجپوتانہ پنجاب ممالک متحدہ بمبئی پریسڈنسی ممالک متوسط۔ ممالک محروسہ سرکار عالی۔ شمالی میسور اور مدراس میں صرف کرشنا کے جانب جنوب ان دونوں مصنفین کی رائے ہے کہ ممالک متوسط میں چکارہ کا وجود صرف دو اضلاع سیونی۔ چاندہ تک محدود ہے مسٹر برینڈر لکھتے ہیں کہ ممالک متوسط کے تمام اضلاع میں انہوں نے چکارے دیکھے ہیں۔ یہ امر قابل بیان ہے کہ بہ لحاظ شمار و اعداد چکارے کو ہرن سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ اگر ہرن کی تعداد کسی مخصوص رقبہ میں ایک لاکھ فرض کرلیجائے تو چکارے وہاں بہ مشکل سو دو سو شمار کئے جاسکیں گے

چکارے کے لئے ماسر۔ مین لکر۔ سیویج اور ان سب سے زیادہ وسٹلی رچارڈ کی ۴۰۔ ۳۲ رائفل نہایت موزوں بندوق ہے۔ میں اکثر ۵۰۰. اکسپرس ساتھ رکھتا ہوں اور چھوٹا بڑا سب شکار اسی سے کھیل لیتا ہوں۔ میری غلطی کے دو دلچسپ واقعات بیان کرنے کے بعد چکارے کا ذکر ختم کیا جاتا ہے۔ ایک روز سہ پہر کے بعد ہم چند احباب گاڑیوں پر بیٹھکر شکار کو نکلے۔ ایک ایک بنڈی پر دو دو آدمی بیٹھے اور ایک ہی جنگل میں مختلف جوانب پر روانہ ہوئے۔ اتفاق سے مجھکو اوس روز کوئی شکار نظر نہ آیا مجبوراً اندھیرا شروع ہونے پر کیمپ کا رخ کیا۔ راستہ میں آتے جاتے وقت ہمراہیوں کے جا ادھر اودھر شکار کھیل رہے تھے۔ کئی فایروں کی آواز آئی۔ اس سے قیاس یہ ہوا کہ ان لوگوں کو شکار ملا۔ واپسی میں میرے ہمراہی صاحب نے فرمایا کہ کیا صاحب آج خالی ہاتھ جانا پڑیگا۔ یہ تو بڑا غضب ہوگا کہ سب بچے شکار لائیں اور ہم خالی ہاتھ جائیں۔ میں نے جواب دیا کہ مجبوری ہے اب تو اندھیرا ہوگیا۔ بندوق کی سایٹ بھی نظر نہیں آتی۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ جھاڑی میں کوئی چھوٹا جانور دوڑتا ہوا نظر آیا میری ۵۰۰. اکسپرس لوڈ تھی میں نے اوس جانور پر فایر کرنے کا ارادہ کیا مگر چلتی ہوئی گاڑی سے اندھیرے میں فایر کرنا مشکل ہے۔ بنڈی والے سے میں نے بلند آواز سے کہا کہ روک۔ اس آواز پر اوس جانور نے جست کی مجھکو یقین ہوچکا تھا کہ اب وہ جھاڑی میں نظر نہ آئے گا۔ بحالت مایوسی اوسکی طرف بندوق اٹھاکر میں نے عین بحالت جست فایر کردیا۔ اندھیرا اتنا ہوچکا تھا کہ بندوق کی نال سے بارود کا شعلہ نکلتا ہوا

روشن نظر آیا۔ نشانہ خالی جانے کا تقریباً یقین تھا مگر آواز "تہڈ" کے مانند ہوئی۔ شکاری اصحاب اس آواز کو جانتے ہیں۔ صرف آواز کے شبہ پر میں نے ہنڈی والے سے کہا کہ دیکھ کیا تھا۔ گرا تو نہیں اوس نے اوتر کر تھوڑی دور ادہر اودہر دیکھکر کہا کہ نکل گیا۔ میں نے پوچھا کیا پیر کے نشان نظر آتے ہیں۔ دیکھ کیا جانور تھا۔ اوس نے نفی میں جواب دیا اور گاڑی کے پاس آگیا۔ اس عرصہ میں مشعلچی قندیل روشن کرکے گاڑی کے سامنے ہولیا ۳۰ - ۴۰ قدم چل کر گاڑی اوس مقام پر پہنچی جہاں وہ جانور نظر آیا تھا۔ قندیل گیس لائٹ تھی میں نے زمین کی طرف جھک کر نشان پا دیکھنے کا قصد کیا۔ ایک پتے پر مجھکو خون کے کئی قطرے چمکتے ہوئے نظر آئے۔ میں گاڑی سے نیچے کودا اور قندیل والے کو بلاکر دیکھا تو اور کئی قطرے نظر آئے۔ آگے بڑھکر دیکھا تو کہیں کوئی نشانہ پیر کا نظر آیا نہ خون کا جس جگہ خون تھا اوس سے پانچ قدم پیچھے چکارے کے کھروں کے نشان موجود تھے۔ چکارے ہونے کا تو علم یقین کے ساتھ ہوگیا مگر چکارہ ہوا کیا یہ سمجھ میں نہ آیا۔ ہمراہی صاحب گاڑی والا۔ ساتھ کے دو آدمی قندیل والا۔ میں سبنے تقریباً دس منٹ تک گرد و پیش کی جھاڑی کو ڈھونڈہ مارا۔ چکارہ نہ ملا نہ اس کے پیر کا نشان نظر آیا۔ ناچار ہم سب گاڑی کے پاس آگئے۔ گاڑی والا گاڑی کے جوئے پر چڑھا اور یہ کہتا ہوا نیچے کودا کہ چکارہ جھاڑ پر ہے۔ ہم سب متحیر ہوکر دیکھنے لگے۔ گاڑی والا خون سے چند فٹ داہنے ہاتھ کو گیا اور ایک ککروندے کی جھاڑی پر زمین سے سات فٹ (۵) انچ بلند (یہ سب ٹھیک ناپے گئے) چکارہ اوندہا پڑا ہوا تھا۔ جلدی سے نیچے کھینچ کر اوتارا گیا۔ گردن پر تکبیر کہکر چھری پھیری گئی حلال ہوا یا نہیں۔ اس بحث میں کون پڑتا۔ غور کرنے سے یہ قیاس قائم کیا گیا جب چکارہ زور سے اوچھلا ہے اوس وقت اوس کے جسم کے پچھلے حصہ پر گولی پڑی ہے۔ کچھ اوس کا زور کچھ گولی کا ککروندی کی جھاڑی میں جا پڑا اگر یہ قیاس صحیح ہے تو چکارہ نو فٹ سامنے کی طرف سیدھا اور (۷) فٹ پانچ انچ بلند اوڑا۔ دوسرا امر یہ بھی ممکن ہے کہ چکارہ گولی کھانے کے بعد زمین پر اوترا ہو اور پھر اندھیرے میں جست کرکے جھاڑے کے اوپر جا پڑا ہو۔ اس چکارے کے پیٹ میں پیچھے کی دم کے نیچے سے گولی گھسی تھی۔ چونکہ کوئی ہڈی راہ میں گولی کو روکنے والی نہ تھی۔ اس سے [illegible] گردن تک

پہنچکر گردن کے سپید حصہ میں سے باہر نکلی تھی۔ کلیجی وغیرہ پیٹ کے سب اندرونی حصے جل کر ایسے کہ وہ کھانے کے قابل نہیں رہے تھے۔

بڑی رائفلوں سے چھوٹے جانور پر فایر کرنے کا ایک اور واقعہ قابل اندراج ہے۔ صبح کو گاڑی پر شکار کے لئے نکلے جنگل گنجان اور مختلف درندوں کا مسکن تھا ہاتھ میں حسب معمول ۱۰۰۰ کیس پیر تھی اور احتیاطاً 577 ۰/ ۲۰ جو نہایت زبردست بندوق ہے۔ اور زمین سے شیر کے شکار میں بارہا قابل اعتماد ثابت ہو چکی ہے۔ بنڈی پر شطر بجی کی تہوں میں رکھی ہوئی تھی۔ میں نے ایک بڑا زبردست نیل مارا پھر ایک آدھ اور جانور شکار ہوا۔ الغرض بنڈی میں جگہ نہ ہونے کے خیال سے میں نے یہ بڑی بندوق ایک صاحب کے ہاتھ میں دیدی کہ ہاتھ میں رکھ دینے یا کندہ وغیرہ ٹوٹنے سے محفوظ رہے گی۔ جب میں کیمپ کے قریب پہنچا تو ان صاحب نے مجھ سے خواہش ظاہر کی کہ وہ تھوڑی دور جاکر آنا اور اس ۵۷۷ ۲۰/ سے فایر کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے اجازت دیدی اور کیمپ پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر بعد یہ صاحب تشریف اور اپنے ساتھ ایک تخیر ذبح شدہ چکارہ لائے۔ مجھکو اس کا علم نہیں ہوا۔ سہ پہر کو میں نے خیمے کی رسیوں پر ایک کھال لٹکی ہوئی دیکھی۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ فلاں صاحب کے مارے ہوئے چکارے کی کھال ہے۔ اوس کو زمین پر بچھایا تو اس کھال کے وسط میں بہت بڑا سوراخ تھا ناپ کر دیکھا تو دم سے گردن کی طرف (۱۴) انچ اور کمر کی دھاری سے پسلیوں کے جانب (۱۲) انچ چوڑا تھا۔ اون صاحب کو بلا کر پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نشانہ دل پر لیا تھا۔ مگر گولی پسلیوں کی ہڈی میں خود گر گیا اور دیکھا تو چکارہ زمین پر پڑا تھا اور اوس کے پیٹ کے اندر کے سب اعضاء دل کلیجہ آنتیں باہر نکل آئی تھیں۔ اس گولی میں تیل تھا اور یہ اوسکی کرامت تھی۔ اس کھال کے خشک ہو جانے پر بھی اتنا بڑا سوراخ باقی تھا کہ انسان بہ آسانی اس کو گردن میں پہن سکتا ہے۔

چھوٹے جانوروں پر بڑی رائفل استعمال کرنے کی نسبت اصول نشانہ اندازی میں کسیقدر بہ تفصیل اس کے نقصانات اور فوائد پر بحث کی گئی ہے۔

جنگلی بکری

یہ شکل و صورت اور قد و ضخامت میں چیکارے سے بہت مشابہ ہوتی ہے لیکن اس کے عادات
نیز چند اور چیزیں چیکارے سے بالکل مختلف ہیں۔ مادہ کے سینگ نہیں ہوتے۔ نر کے چار سینگ ہوتے ہیں
اس لئے بعض مقامات پر اس کو چوسنگھا کہتے ہیں۔ جنگلی بکری ہرن یا چیکارہ کی طرح ایک جگہ ٹکر
نہیں رہتی بلکہ اکثر جنگلوں کے اون حصوں میں جہاں خشک گھانس کا چھوٹا میدان ہو ایک ایک
دو دو نظر آتی ہیں۔ یورپین شکاری مصنفین نے باوجود ان میں سے بعض کی کامل مدت ملازمت یعنی
(۳۰) سال ہند اور ممالک متوسط کی شکارگاہوں میں شکار کھیلتے گذری جنگلی بکری کی نسبت اپنی
تصنیفات میں بہت کم حالات درج کئے ہیں۔ زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ اس کی نسبت چند غلط
اور متضاد رائیں قایم کی ہیں۔ مسٹر دنبار برینڈر ناظم جنگلات سی۔ پی لکھتے ہیں کہ "میں وسیع مدت ملازمت
میں اس جانور کے متعلق نہایت ناکافی اور مختصر معلومات جمع کر سکا"۔ بیشک اس طویل عرصہ میں جنگلی بکری
کے صرف (۲۷) سر وہ جمع کر سکے۔ اس کی چند خاص وجہیں ہیں اول تو جنگلی بکری بہ مقابلہ ہرن چیکارے
نیل وغیرہ کے بہت کم کمیاب ہے یعنی مشہور شکارگاہوں میں سے چند اور بہت کم حصوں میں جنگلی بکری
پیدا ہوتی ہے دوسرے بالعموم یہ ایسے مقامات پر ہوتی ہے۔ جہاں بڑے شکار یعنی سانبھر چیتل وغیرہ کا
موجود ہونا بہت زیادہ قرین قیاس بلکہ یقین کے درجہ تک پہنچا ہے۔ جب انسان ایسے مقامات پر
پھر رہا ہو جہاں بہتر شکار ملنے کی امید ہو تو قطعاً نہ اس کی طرف توجہ کی جاتی نہ اس کی تلاش۔ تیسرے
یہ گھانس میں اپنی کوتاہ قامتی کی وجہ سے تقریباً پوری چھپ جاتی ہے۔ صرف سر اور کان باہر رہتے ہیں
فطرت نے اس کو رنگ ایسا عطا فرمایا ہے کہ جب تک وہ کانوں کو جنبش نہ دے گرد و پیش کی گھانس میں
تنہا آنکھ سے یعنی بغیر دوربین کے نظر نہیں آتا جس غریب کو قضا گھیرتی ہے وہ کان ہلاتی ہوئی شکاری کو
نظر آجاتی ہے جنگلی بکری۔ ہرن اور چیکارے دونوں سے زیادہ چوڑی ہوتی ہے۔ جلد پر بال بھی
کسیقدر بڑے نرم اور حقیقت سے زیادہ سیاہی مائل ہوتے ہیں۔ سینہ اور پیٹ سپید ہوتا ہے۔ کان

متقابلتاً بہت بڑے اور صورت میں سانبھر کے کانوں سے مشابہ ہوتے ہیں۔ نر اور مادہ ساتھ نہیں رہتے
الا بصورت خاص ابتدائے مارچ میں نر سیٹی کے مانند آواز سے مادائوں کو بلاتا ہے۔ چند روز یہ
ساتھ رہکر پھر جدا ہو جاتے ہیں۔ نر نہایت درجہ تنہائی پسند اور قانع ہوتا ہے بکریاں سبز گھانس یا
خشک گھانس کی جڑوں سے جو سبز کونپلیں نکل آتی ہیں۔ اون کی تلاش میں پہاڑیوں کے ڈھال
یا جنگل سے متصل چراگاہوں میں اتر آتی ہیں۔ مگر نر یہ تکلیف گوارا نہیں کرتا۔ ہمیشہ پہاڑوں کے
بالائی حصوں میں کسی گھانس کے بستر پر لوٹتا رہتا ہے۔ پہاڑوں کے نیچے نیچے اکثر شکاری گاڑیوں میں
یا پیادہ پھرتے ہیں۔ یہ اون کو دیکھتا رہتا ہے مگر (اسی) (۸۰) توے گز کے فاصلہ پر انسان کے
پہنچ جانے تک ادھکر بھاگتا نہیں۔ بھاگتا بھی ہے تو پھر گھانس میں تھوڑی دور دوڑ کر رک جاتا اور
مڑ مڑ کر دیکھتا ہے۔

رفتار۔ اس کی رفتار کے متعلق مسٹر فارسیتھ اور مسٹر لنڈن نے لکھا ہے کہ جھومتی ہوئی ہوتی ہے۔ اور
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جھٹکے کھا کھا کر چل رہی ہے۔ یہ بیان غلط اور اس امر پر مبنی ہے کہ جنگلی بکری کو
چونکہ گھنی گھانس میں چلنا پڑتا ہے اس لئے وہ دونوں اگلے پیر اٹھا کر نصف کودتی ہوی اچھلتی
یا دوڑتی ہے کئی بار اسی طرز رفتار کی وجہ سے مجھکو بھی یہ خیال گزرا کہ یہ بکری لنگڑی ہے۔ شاید
کسی نے اس پر گولی چلا کر لنگڑا کر دیا ہو۔ بعد کو جب متعدد بار ان سے جنگل میں ملاقات کا موقعہ ملا
تو معلوم ہوا کہ گھانس میں چلنا بہ نسبت جست کرنے کے دشوار ہے۔ بالخصوص اسقدر چھوٹے جانور
کے لئے اس واسطے یہ پھدکنے پر مجبور ہیں۔ جنگلی بکری نہ کبھی میدان میں رہتی ہے نہ چرنے آتی ہے
گھنی جھاڑی میں یا پہاڑ کے دامن پر اگر کہیں پانی ہو تو اوس کے قریب خشک گھانس کے قطعات
میں مستقلانہ سکونت پذیر ہوتی ہے۔ جہاں گھنی جھاڑی اور اوس کے درمیان میں گھانس کے
چھوٹے چھوٹے میدان نہ ہوں وہاں جنگلی بکری کی تلاش میں وقت نہ ضایع کرنا چاہئے جنگلی بکری
بخلاف ہرن اور چیکارے کے روزانہ پانی پیتی ہے۔ بالعموم دوپہر کا وقت پانی پینے کے لئے پسند
کرتی ہے۔ مگر گرمیوں کے موسم میں جب اکثر گرد و پیش کے نالوں یا تالابوں کا پانی خشک ہو جاتا ہے تو

شام کے قریب تالاب میں پانی پیتے ہوئے میں نے بچشم خود دیکھا ہے تعلقہ آصف آباد میں آصف آباد سے جانب شمال و مغرب ایک موضع موسوم بہ آڑہ ہے۔ یہاں ایک ندی میواڑ پٹی سے آتی اور تیرانی پٹی کے قریب جاکر ترانی ندی سے ملتی ہے یہ میواڑ کی ندی گرمیوں میں بھی تھوڑی بہتی رہتی ہے۔ اور اڑہ کے قریب گھنے جنگل سے گذرتی ہے جو پہاڑ کے پائیں میں بالکل پہاڑ سے متصل ہے۔ اسی گھنے جنگل میں چند مخصوص مقامات پر جنگلی بکریاں پہاڑ سے اتر کر دوپہر کے وقت بالالتزام پانی پینے آتی ہیں۔ میں صرف بکری ہی کی غرض سے دس بارہ بار ان مقامات پر درختوں کی آڑ میں دوپہر کو جاکر بیٹھا۔ صبح گیارہ کے بعد سے دو ڈھائی بجے تک یہاں ٹھیرتا تھا کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ ایک دو بکریاں شکار نہ ہوئی ہوں۔ بکری کو بڑی رائفل سے مارنا غیر ضروری ہے۔ ۲۲-۳۲ یا سیون ایم ایم وغیرہ بکری کے لئے بہت کافی ہیں۔ بڑی رائفل سے اس کے عمدہ گوشت کا ایک حصہ جل کر بدبو دار اور بیکار ہو جاتا ہے۔ باوجود بارہا کامیابی اور متعدد بکریاں مندرجہ بالا مقام پر شکار کرنے کے خاص آڑے کے پانی پر مجھکو کبھی نر چوسنگھا مارنے کا موقعہ نہیں ملا۔ یا تو نر وہاں پانی پینے آتے ہی نہیں یا مجھکو اون پر فایر کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اس امر کا میں نے اوس وقت بھی احساس کیا کئی مقامی شکاریوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ باآنکہ وہ وہیں کے باشندے اور سالہا سال سے وہاں شکار کرتے ہیں۔ مگر کسی کو جنگلی بکری کا نر مارنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اور مقامات پر میں نے کئی چوسنگھے شکار کئے مگر خاص اس مقام پر نر کا نہ ملنا عجیب بات ہے غالباً نر کسی اور ایسے مقام پر پانی پیتے ہوں جہاں انسان کا گذرنا ممکن یا دشوار ہے۔

جنگلی بکری کا گوشت جنگل کے تمام جانوروں میں سب سے زیادہ خوش ذایقہ مانا جاتا ہے میں بھی اس رائے سے متفق ہوں۔

پوری طرح نشو و نما پائے ہوئے جوان نر کے قد کا اوسط ۲۶ انچ اور وزن ۵۵ پاؤنڈ ہے۔ میں نے آڑہ کے جنگل میں پہاڑ کے دامن پر ایک جنگلی بکرا مارا اوس کا وزن ۶۱ پاونڈ تھا۔ مادہ کا قد دو انچ کے قریب اور وزن پانچ سے (۱۰) پاونڈ تک بہ مقابلہ نر کے کم ہوتا ہے۔

نر کے اصلی یا معمولی سینگ ۴½ انچ اور آنکھوں کے اوپر جو سینگ ہوتے ہیں وہ ۱½ انچ کے قریب ہوتے ہیں۔ یہ اوسط طول ہے ریکارڈ اس سے زیادہ ہے۔ چاندور میں قلعہ انگ گڑھ تعلقہ راجورہ کے قریب دن کے بارہ بجے دو جنگلی بکریاں گھانس میں بھاگتی ہوئی نظر آئیں۔ میں نے ان دونوں کو مار لیا۔ ذبح کے بعد جب گاڑی کے قریب یہ دونوں لائی گئیں تو معلوم ہوا کہ ایک نر ہے اس کے سینگ ۵½ اور ۱½ انچ کے تھے۔ یہ مارچ کا مہینا تھا اور یہاں کا جنگل تقریباً کلیتاً غیر آباد ہے ورنہ جوڑا نظر آنا شاذ و نادر واقعہ ہے۔

بعض مصنفین کا بیان ہے کہ سوائے ہند کے کسی اور ملک میں جنگلی بکری نہیں پیدا ہوتی یا کم از کم اس وقت موجود نہیں ہے۔ بلنیفورڈ اور فارستہ کے بیان کے موافق جنگلی بکری کے پیدا اور موجود ہونے کے مقامات یہ ہیں۔

کوہ ہمالیہ کے پائین میں پنجاب سے نیپال تک۔ سندھ۔ راجپوتانہ کے وہ مقامات جہاں جنگل ہیں۔ بمبئی پریسیڈنسی ممالک متوسط اور مدراس کے شمالی حصہ میں اس کے علاوہ چھتیس گڈھ چھوٹا ناگپور۔ بنگال اڑیسہ میسور نیلگری میں بھی جنگلی بکری کا وجود تو ہے مگر کم۔ ممالک متحدہ یعنی گنگا اور جمنا کے دوآبہ میں۔ بنگال کے مشرق ملابار اور لنکا سے یہ جانور مفقود ہو چکا ہے یا کبھی پیدا ہی نہ ہوا تھا مسٹر ڈنبار برینڈر کا بیان ہے کہ جنگلی بکری دو سے تین تک بچے دیتی ہے۔ اور اکثر ان کے بچے جاڑوں کے موسم میں نظر آتے ہیں۔ ابتدائے بہار (مارچ) میں ان کے جوڑے ملتے اور اکتوبر میں بچے پیدا ہوتے ہیں۔ اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جنگلی بکری چھ ماہ میں جنتی ہے۔

اس قدر چھوٹا جانور اور جنے میں اس قدر دیر بعید از قیاس ہے۔ یا تو مسٹر برینڈر کو سہو ہوا یا کوئی اور غلطی واقع ہوئی۔ شروع برسات میں میں نے جنگلی بکریوں کے بچے دیکھے اور گاؤں والوں سے لیکر پالے ہیں۔ بکریوں کے گابھن ہونیکا زمانہ مسلمہ طور پر (مارچ) ہے۔ شروع اپریل سے آخر جون تک تین ماہ ہوتے ہیں۔ پلی ہوئی بکریاں بھی تین ماہ میں بچہ دیتی ہیں اس کے قریب قریب جنگلی بکری بھی جنتی ہوگی۔ میرے بچہ سید معین الدین سلمہٗ نے جنگلی بکریوں کے بچوں کا ایک جوڑا آخر جون میں ایک

لباڑہ کا شکاری سے خرید کر پالا تھا یہ اس قدر مانوس ہو گئے تھے کہ معین سلمہ کی نانی کے پاس سے ہلتے نہ تھے۔ اس لئے میں نے اون کا نام مسند نشین اور بزم آرا رکھا تھا۔ یہ بڑی بیگم صاحبہ مرحومہ کو جو اپنے ہاتھ سے ان کو روٹی وغیرہ کھلاتی تھیں۔ خوب پہچانتے تھے۔ اون کے بلانے پر فوراً آجاتے اور خانہ باغ میں اون کے پیچھے پھرتے تھے۔ میوہ۔ پھل۔ روٹی۔ خشکہ۔ پلاؤ یہ سب چیزیں بڑے شوق سے کھاتے تھے اور رات کو بغیر روشنی یا بغیر آدمی کے کبھی نہیں سوتے تھے۔ بیگم صاحبہ مرحومہ فرماتی تھیں کہ اس جوڑے نے کبھی اون کی مسند یا کمرے میں بچھی ہوی چاندنی کو خراب نہیں کیا۔ نر مقام مقررہ پر اور مادہ باغ میں ضروریات سے فارغ ہونے کی عادی تھے۔ انسان کی صحبت اور توجہ کا جانوروں پر عجیب اثر ہوتا ہے افسوس کہ ان کے بچے نہیں ہوئے۔ ایک سال بعد نر کے چار و سینگ نکل آئے اور اوس نے صراحی رکھنے کی میز سے تجاوز کر کے مکان کے ہر فرنیچر کو ٹکریں لگانی شروع کر دیں۔ ناچار باندھنا پڑا۔ چند روز میں بیمار ہو کر فوت ہو گیا۔

ف۔ مادہ کے چار تھن ہوتے ہیں۔ اسی لئے دو دو تین تین بچوں کو پرورش کر لیتی ہے۔ بور بچے بھیڑیے۔ تیندوے۔ جنگلی کتے اور کبھی کبھی کوٹے بکریوں اور اون کے بچوں کو اکثر کھا جاتے ہیں۔ میں نے بچشم خود شیر کو جنگلی بکری کھاتے دیکھا ہے۔ اوس کے شکار میں میں نے بھی حصہ لگایا یعنی بکرے کا سر اٹھا لایا۔

بکری کی دوڑ زیادہ نہیں ہوتی۔ بنجارے کتے جن کی رفتار باد رفتار سے کم ہوتی ہے۔ پندرہ بیس منٹ کی محنت میں اس کو پکڑ لیتے ہیں۔ جھاڑی میں چھپتی پھرتی ہے۔ اور جب کتے گھیر لیتے ہیں تو بکرے کی طرح مگر موٹی آواز سے چلاتی ہے۔ میں اس آواز کو "ہم عان" سے مشابہ سمجھتا ہوں مگر یورپین صاحبین نے "بہا ہان" لکھا ہے یہ یا تلفظ کا فرق ہے یا سماعت کا۔ جب کسی چیز سے ڈر کر بکری بھاگتی ہے تو بچوں کو بلانے کے لئے مسلسل بہین بہین چلاتی رہتی ہے۔

جنگلی بکری جنگل میں عموماً گھاس آونلے۔ بیر۔ گل مہوہ اور جھاڑیوں کے پھولوں کی کلیاں بڑے شوق سے کھاتی ہے۔ غالباً اس کے گوشت کے عمدگی کی بنا اس کی عمدہ غذا ہے۔

فارستیہ اور مسٹر بلنڈر نے لکھا ہے کہ یہ بڑی ہوشیار ہوتی ہے۔ مگر مسٹر ڈنبار برینڈر کی رائے ہے کہ یہ بھولا جانور ہے میں نے بہ کثرت جنگلی بکریوں کا شکار کیا ہے۔ کیونکہ تمام شکار کے قابل جانوروں میں صرف جنگلی بکری کا گوشت کھاتا اور اس کو سب میں زیادہ پسند کرتا ہوں۔ لیکن مجھکو کوئی ایسا واقعہ اس کی عیاری یا چالاکی کا یاد نہیں۔ جان بچانے کو انسان سے شیر اور جنگلی بھینسا بھی بھاگتا ہے۔ صرف ان بزرگ کو دیکھ کر بھاگنا عیاری کا ثبوت نہیں ہوسکتا۔ میں تجربہ کی بنا پر مسٹر برینڈر کے متفق الرائے ہوں۔ جنگلی بکری چالاک جانور نہیں ہے۔

جنگلی بکری کو جنگل کے اندر یعنی میدان سے متصلہ حصہ کو چھوڑ کر گھانس کے چھوٹے چھوٹے قطعات میں بالخصوص پہاڑیوں کے پائین میں جہاں پانی ہو یا نالوں کا نرم اور سرد ریت ہو تلاش کرنا چاہیئے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ شکاریوں کی تمناؤں کا مرکز یعنی شیر بھی اکثر دوپہر کو ایسے ہی مقامات پر آرام کرتا ہے۔ ہمیشہ بڑی رائفل ساتھ رکھنی چاہئیے۔ مجھکو اس کا تجربہ ہوچکا ہے۔ شیر کے واقعات میں بدیہ ناظرین کروں گا۔

چونکہ جنگلی بکری کے کان بڑے ہوتے ہیں۔ اس لیے اوس کی قوت سامعہ بہت تیز اور قوت شامہ بھی خاصی ہوتی ہے۔ جب اس کی تلاش میں جانا ہو تو ہوا کا خیال رکھنا چاہیئے۔

ضلع عادل آباد نیز ضلع چاندہ میں جنگلی بکری جس قدر کمیاب خیال کیجاتی ہے اوس سے بدرجہ زیادہ تعداد میں موجود ہے۔ اس کے نظر نہ آنے کی بڑی وجہ اس کا چھوٹا قد گھانس اور ہمیشہ گھانس میں رہنے کی عادت ہے۔ جب گھانس جل جاتی ہے تو ہر ایسے مقام پر جو اس کی سکونت کے لیے موزوں ہو دو چار نظر آجاتی ہیں۔

معلوم نہیں شیر اس قدر چھوٹے جانور کو کیونکر پکڑتا ہوگا۔ جھاڑیوں اور گھانس میں دوڑ کر پکڑنا بہت مشکل ہے غالباً اس کے پانی پینے کے مقام پر چھپکر بیٹھ عندالموقع وہاں سے جست کرکے پکڑ لیتا ہوگا صبح چھ بجے شیرنی نے جنگلی بکری کو پکڑا۔ پکڑتے وقت میں نے نہیں دیکھا مگر لیجاتے ہوئے دیکھنے کا واقعہ عرض کیا جاتا ہے۔

ابتدائے موسم برسات میں پہاڑوں کے دامنوں پر صناع قدرت زرین کمر فرش میلوں تک
نہایت نرم اور ہموار سبزے کا سطح قالین زمردین بچھا کر اشرف المخلوقات کے طبقہ اعلیٰ یعنی صوفیہ کرام
کے سامنے خالق اکبر کے جاہ و جلال اوس کے انتظام اوس کی قوت اور اس کے جبروت کا منظر پیش
کرتا ہے۔ شکاری کے لئے بھی ان مناظر کا مشاہدہ اوس کی آنکھوں کے لئے جو ایک ایک پتے اور گھاس کے
ہر تنکے پر تجسس اور پوری توجہ کے ساتھ نظر ڈالنے سے تھک گئی تھیں ٹھنڈک اور اوس کے دماغ
کے لئے سیر و راحت کا سامان مہیا کرتا ہے جو شکار دوست حضرات اس لطف کی چاشنی سے واقف ہیں۔
وہ بغیر کسی خاص مقصد یعنی بغیر کسی خاص جانور کی تلاش یا شکار کا ارادہ کرنے کے
صرف صحرا نوردی اور فطرتی مناظر کا لطف اٹھانے کے لئے علی الصباح
پہاڑوں پر گشت لگاتے ہیں۔ چنانچہ میں بھی ایک روز ایک پہاڑ پر جو کیمپ سے دو تین میل کے فاصلہ
تھا۔ صبح چھ بجے کے قریب پہنچا روشنی ہو چکی تھی مگر دھوپ نہیں نکلی تھی۔ اسی زمردین قالین پر مجھکو
نہایت عجیب اور نہایت پر لطف سین دیکھنے کا موقعہ ملا۔ ایک زبردست شیرنی ایک جنگلی بکرے کو
اوس کے شانوں کے بیچ میں گردن کی جڑ اور کمر کی ہڈی کے پاس سے پکڑ کر اس طرح معلق لٹکائے ہوئے
لیجا رہی تھی کہ بکرے کے پچھلے پیر تک سبزہ سے نہ چھوتے تھے۔ اس شیرنی کے تین بچے جو قد میں شیر یہ
کتے کے برابر اور جسامت میں چوڑے چکلے بلڈاگ سے بھی زیادہ تھے۔ میاؤں میاؤں کی آوازیں
کرتے اپنی ماں سے پانچ چھ فٹ کے فاصلہ پر اس کے داہنے بائیں دوڑ رہے تھے۔ شیرنی کی رفتار
کچھ تیز نہ تھی۔

مگر بچوں کو دوڑنا پڑتا تھا۔ اس شیرنی کو میں نے تقریباً ۸۰ گز کے فاصلہ سے دیکھا پہاڑ کے
ایک زبان نما ٹکڑے کو یہ پار کر رہی تھی۔ اس زبان نما قطعہ کے دونوں جانب گنجان جنگل جھاڑی سے
بھری ہوی چھوٹی گھاٹیاں یا کھوریاں تھیں۔ ایک کھوری سے نکل کر یہ شیرنی دوسری کھوری کو جا رہی
تھی۔ جب میری نگاہ اس پر پڑی اس وقت وہ سبزہ زار کے وسط میں تھی۔ اس سبز قطعہ کا عرض تقریباً
ڈیڑھ سو گز ہوگا۔ میں نے پچھتر گز تک شیرنی کو شاہانہ شان کے ساتھ چلتے دیکھا۔ گاڑی تو میں نے

اوس کی طرف تیز تیز ہنکوائی۔ مگر بچوں کے خیال سے فایر کرنیکا ارادہ نہیں کیا۔ ایک منٹ کے اندر شیرنی کھوری میں اوتر کر نگاہ سے غایب ہوگئی۔ گاڑی سے اوتر کر میں نے کھوری کو جہانکا وہ اس قدر تاریک تھی کہ کچھہ نظر نہ آیا ہم تھوڑی دور پہاڑ پر اور آگے بڑہے اور آدہ گھنٹہ کے قریب پھر اسی راستہ سے واپس آئے۔ جس جگہ پر شیرنی کھوری میں اتری تھی۔ جب اوس کے قریب پہنچے تو پہلے غرغر کی پھر شیر کی دھمکی دینے کی پاؤں کے مثل آواز آئی۔ میں نے ہوا میں دو فایر کئے اور دو چار آوازیں دیکر گاڑی والا میں اور گانوں کا ایک دہوبی شکاری اوس کھوری میں گھسے کنارہ سے دس بارہ گز اندر پہاڑ کے ڈھال پر جنگلی بکرے کا سر پڑا تھا اور کسی عضو حتیٰ کہ کھر اور دم کا بھی پتہ نہ تھا۔ غالباً ماں بچوں نے ملکر سب کھالیا۔ یہ آواز یقیناً شیرنی کی تھی۔ شاید کوئی لومڑی یا کولا سامنے آگیا ہوگا۔

جنگلی بکری کے شکار کا بہترین طریقہ صبح یا مغرب سے کچھہ قبل پہاڑ یا جھاڑی کے اون قطعات میں تلاش کرنا ہے۔ جہاں گھانس کے میدان ہوں

دوسرا طریقہ اوس مقام کے راستہ پر دوپہر کو (١٢) بجے سے ڈھائی بجے تک انتظار کرنا ہے جہاں پانی ہو۔ جنگلی بکری دن میں ایک مرتبہ ضرور پانی پیتی ہے۔ چونکہ مخصوص طور پر صرف بکری کے شکار کے لیئے ہمارے ہم وطن بھائی بادیہ پیمائی کی تکلیف گوارا نہیں فرماتے بلکہ اس غریب کا شکار بڑے جانوروں کی تلاش میں صرف سامنے آجانے پر منحصر ہے۔

اس لیئے جنگلی بکریوں کی تعداد میں مدت مدید سے کوئی کمی واقع نہیں ہوی۔ فارسیتھ نے ٤٠ سال قبل جو کچھہ اس کی کثرت یا اس کے وجود کی نسبت لکھا تھا۔ وہ آج تک اس کی سکونت کے مقامات اور اس کی تعداد کے متعلق لفظاً لفظاً صحیح تسلیم کیا جاتا ہے۔ بخلاف اور جانوروں کے کہ اون کے متعلق عام تعداد اور مقامات سکونت میں زمانہ کی تبدیلیوں نے نہایت عجیب وغریب فرق پیدا کردیا ہے۔ جہاں بارہ سنگوں کے مندرے فارسیتھ کے زمانہ میں بڑے بڑے گلوں کی شکل میں نظر آتے تھے۔ وہاں اب بارہ سنگے کا نام ونشان بھی نہیں پایا جاتا۔

ہم وطنوں سے مجھکو اس شکایت کا بھی حق حاصل ہے کہ وہ ان بن باسی جانوروں کا

شکار تو کرتے ہیں مگر ان کی حقیقت عادات وخصائل اور خصوصیات کو نظر غور و توجہ سے ملاحظہ نہیں فرماتے۔ اگر بہت تھوڑا سا وقت ان امور پر غور کرنے میں صرف کیا جائے تو ہمارے اپنے ملک کے جانوروں کی نسبت ہم کو معلومات کا کافی ذخیرہ نہایت آسانی کے ساتھ پہنچ سکتا ہے اس وقت یہ حالت ہے کہ جس شکاری اور پیشہ ور شکاری سے دریافت کرو کہ فلاں جانور کی خصوصیات کیا کیا ہیں تو نہایت کم اور ایسے متضاد واقعات سننے میں آتے ہیں کہ اون کا معلوم ہونا نہ ہونا دونوں یکساں ہیں۔ قصے ایسے بیان کیے جاتے ہیں کہ وہ عقلاً یا اصولاً غلط ہوتے ہیں محض مضحکہ انگیز یا کسی شکاری یا اپنے نشانہ۔ دلیری محنت اور عقل کی تعریف سے مملو۔ اس قسم کے قصوں سے اعتبار اور وثوق کے ساتھ کسی اصولی نتیجہ پر پہنچنا ناممکن ہے۔ چنانچہ اسی جنگلی بکری کے متعلق مضمون لکھنے میں مجھکو سخت دقت واقع ہوئی۔ میرا ذاتی تجربہ حافظے اور شکار ڈائری نے جہاں تک کام دیا اوس کو میں قلم برداشتہ لکھتا چلا گیا لیکن جنگلی بکری کے انگریزی نام کے متعلق مجھکو ایک یورپین کی مصنفہ کتاب دیکھنے کی ضرورت لاحق ہوئی۔

اس لائق مصنف نے بغیر صحیح اردو نام درج کتاب کرنے کے ہند بالخصوص ممالک متوسط کے تمام قابل شکار جانوروں کی نسبت اپنے ذاتی تجربہ تحقیقات و شکار کی بنا پر اور کچھ دیگر شکاری مصنفین سے مدد لیکر نہایت قابلیت کے ساتھ مضامین مرتب کیے ہیں لیکن ایسے چھوٹے جانوروں کی نسبت جیسے ہرن۔ چیکارہ۔ جنگلی بکری وغیرہ تفصیل سے احتراز اور چند ضروری معلومات پر اکتفا کیا ہے۔ مجھکو یہ مضمون پڑھ کر سخت تعجب ہوا جو کچھ اس مصنف نے بارکنگ ڈیر کے متعلق لکھا ہے وہ جنگلی بکری کی خصوصیات سے بالکل مختلف ہے۔ مجھکو اس کا کسی طرح یقین نہ آیا کہ ایسا مشہور مسلم مصنف جو اس محنت اور تحقیقات کے ساتھ کتاب لکھے وہ ایسی فاش غلطی اور غلط بیانی کا مرتکب ہو۔ چنانچہ میں نے اور سات آٹھ مصنفین کی کتابیں اٹھا کر ان خصوصیات کی تفاصیل کو تلاش کرنا شروع کیا۔ تین دن اس میں صرف ہوئے۔ اور الحمد للہ کہ پتہ مل گیا۔ اس تحقیقات کا نتیجہ یہ ہے کہ مسٹر اسٹے اسٹے ڈنبار برینڈر نے صرف اردو نام میں غلطی کی ہے جنگلی بکری اور جانور ہے اور بارکنگ ڈیر جنگلی مینڈھی کو کہتے ہیں۔

جنگلی بکری اور جنگلی مینڈھی میں کئی ممیزہ فرق ہیں۔ جن کی تفصیل آگے چل کر درج کیجائے گی اس واقعہ کو اس موقع پر لکھنے کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی کہ اس تحقیقات کے سلسلہ میں میں نے کئی ہم وطن شکاری دوست احباب سے دونوں کے فرق کے متعلق دریافت کیا۔ افسوس ہے کہ کسی صاحب نے تشفی بخش جواب نہ دیا۔ یہی وجہ تھی کہ ہم وطن بھائیوں کی طرف سے مجھکو شکایت پیدا ہوئی۔ آیندہ ہمارے نوجوان اگر اپنی سیر و سیاحت میں تھوڑا سا وقت [illegible] پر صرف فرمائیں گے تو میری شکایت دور اور میرے قلب کو تسکین ہو جائے گی۔

جنگلی مینڈھی

اس کو انگریزی میں بارکنگ ڈیر کہتے ہیں۔ یہ جنگلی بکری اور چکارے سے مشابہ مگر دونوں سے قد میں کچھ کم اور جسامت یعنی موٹے پن میں خفیف درجہ تک زیادہ ہوتی ہے دور سے جنگلی بکری کا شبہ ہوتا ہے۔ مگر قریب سے دیکھنے اور مارنے کے بعد بغور دیکھنے سے کئی نمایاں فرق نظر آتے ہیں

اس کا رنگ سیاہی مایل سرخ یا کمید گھوڑے کے رنگ سے ملتا ہوا ہوتا ہے۔ کمر کی سیلی یعنی سر سے دم تک زیادہ سیاہی مایل ہوتی ہے بڑے نروں کی کمر پر باریک سیاہ خط معلوم ہوتا ہے۔ پیٹ دم اور رانوں کا اندرونی گردن کا ٹھڈی اور حلق کا نیچے والا حصہ یہ سب سپید ہوتے ہیں۔ سر سے ناک تک ایک خاص قسم کا ابھرا ہوا پسلی نما حصہ ہوتا ہے۔ جس پر ہرن کے رنگ کے کسیقدر غیر ہموار بال ہوتے ہیں۔ اسی لئے انگریزی میں اس کو

بھی کہتے ہیں۔

مادہ کا رنگ کسیقدر بہ مقابلہ نر کے ہلکا ہوتا ہے۔ سینگ نہیں ہوتے اور نر مادہ دونوں کے چہروں پر کھر سے کچھ اوپر سپید داغ ہوتا ہے۔ نر کے سینگ تقریباً [illegible] انچ لمبے ہوتے ہیں مگر ان کی خصوصیت سینگ کے نیچے کا حصہ ہے جو گول مینار کی شکل کا نہایت سخت کھال سے منڈھا ہوا [illegible] سرخ بال [illegible] ہوتے ہیں [illegible] بالائی حصہ اصل سینگ

متصل دوسرا سینگ نکلتا ہے اس کا طول بھی ۳ یا ۴ انچ ہوتا ہے۔ دونوں سینگوں کا طول (۷) انچ
حد سات انچ سے تجاوز نہیں کرتا۔ نوک کے پاس دونوں سینگوں میں تقریباً ۳½ انچ کا فرق
ہوتا ہے۔

نر جنگلی بکری کے سینگ دو آنکھوں پر اور دوسر پر ہوتے ہیں۔ جنگلی مینڈھے کے سینگ جڑ میں
متصل یعنی ایک جڑ سے دو شاخیں نکلی ہوئی ہوتی ہیں۔

نر کے قد کا اوسط ۲۴ انچ اور وزن کا اوسط (۴۸) پاونڈ ہے۔

مادہ صرف ۲۱ انچ اونچی اور تقریباً (۱۵) پاونڈ وزن میں کم ہوتی ہے۔

دوسرا بین فرق جنگلی مینڈھی کا دانت ہیں۔ بکری کے دانت معمولی بکریوں کے سے ہوتے ہیں
مینڈھی کا ایک دانت جس کو انگریزی میں ٹسک کہتے ہیں (سور اور ہاتھی کے مانند) ہونٹوں سے
سامنے کی طرف باہر نکلا ہوا ہوتا ہے اس کا طول عموماً ایک یا ۱½ انچ ہوتا ہے۔ مگر جو مینڈھا میں نے
شکار کیا اوس کے دانت کا طول صرف ½ انچ تھا یہ دانت جڑ میں اور دانتوں کی طرح مضبوط بیٹھا ہوا
نہیں ہوتا بلکہ ہلتا ہوا یا ادہر اُدہر گردش کرنے کی قوت رکھنے والا ہوتا ہے۔ مسٹر فارسیتھ اور مسٹر ڈنبا
بر بینڈر کی رائے ہے کہ اس دانت کو ادہر اُدہر پھیرنا مینڈھے کے اختیار میں ہوتا ہے جب کسی مادہ یا
ماداؤں پر قابض ہونے کی غرض سے مینڈھوں میں جنگ ہوتی ہے تو فریقین یا "رقیبین" ان دانتوں سے
کام لیکر مخالف کو گہرے زخم پہنچاتے ہیں۔ ایک صاحب نے مینڈھے پر کتے چھوڑے تھوڑی دیر
جنگلی مینڈھا بھاگتا رہا اور جب کتوں نے آلیا تو مقابلہ کو تیار ہو کر ایک کتے کی گردن پر اتنا گہرا زخم
پہنچایا کہ اگر دل کے پاس یہ زخم ہوتا تو کتا جانبر نہ ہو سکتا تھا۔

جنگلی مینڈھی تقریباً تمام ہند کے پہاڑی ممالک اور گھنے جنگلوں میں دستیاب ہوتی ہے
ہمالیہ کے دامنوں پر چھ ہزار بلکہ آٹھ ہزار گز کی بلندی تک کی پہاڑیوں پر اس کا وجود مسلم ہے
بعض مصنفین نے لنکا (سیلون) برما جزیرہ نما سے ملایا۔ جزائر جاوا سماترا بورنیو وغیرہ میں بھی
اس کا وجود ہونا بیان کیا۔ یہ کسی میدان میں نہیں رہتی پہاڑوں کے دامنوں یا پشت کوہ پر بھی

گھنے جنگلوں کے بیچ میں اگر میدان واقع ہو تو اوس قطعہ سے بھی متنفر ہوتی ہے بالعموم گنجان جھاڑیوں سے بھری ہوی گھاٹیاں اس کا حقیقی مسکن ہے۔ ضلع کھنڈوا اور تعلقہ کنوٹ علاقہ سرکار عالی میں اس کے موجود نہ ہونے کی نسبت مسٹر برینڈر نے تعجب ظاہر کیا ہے کیونکہ ان دونوں مقامات پر گنجان جھاڑی اور گھنا جنگل نیز پہاڑ بہ کثرت ہیں۔ یا کم از کم اوس وقت موجود تھے۔ ضلع کھنڈوا میں مجھکو شکار کھیلنے کا موقعہ نہیں ملا۔ مگر کنوٹ میں لاہور کے قریب شیخ فرید کے پہاڑوں میں جنگلی مینڈہی میں نے خود شکار کی ہے۔ پھر اوس کے تیسرے دن جب میں ایک کیمپ سے دوسرے کیمپ کو جا رہا تھا۔ راستہ میں مجھکو نر مینڈہا ملا اور مارا گیا۔ اس کا چہرہ نہایت بدنما ہوتا ہے۔

مسٹر برینڈر کی رائے ہے کہ اگر زیادہ کاری زخم نہ ہو تو جنگلی مینڈہا آدمی پر حملہ کرنے سے نہیں چوکتا۔ جس مینڈہے کو میں نے مارا وہ غالباً جوان نہ تھا اس کے سینگ بھی ۲½ انچ لمبے تھے اس نے حملہ کا ارادہ تک نہیں کیا جنگلی مینڈہا مقام سکونت سے بہت مانوس ہوتا ہے۔ جب اپنی ضروریات کے موافق وہ کسی خاص مقام کا جو بالعموم گنجان درختوں سے مملو پہاڑ کی گھاٹی ہوتی ہے انتخاب کر لیتا ہے۔ تو مدت العمر اوسی گھاٹی میں بسر کر دیتا ہے۔ اپنے چارے کی تلاش میں یہ پانچ چار میل تک چکر لگاتا ہے مگر صرف گھاٹیوں کے ہی اندر اور درختوں کے آسرے میں میدان سے ان کو وحشت بلکہ نفرت ہوتی ہے۔ اس کی غذا گھانس جنگلی درختوں کے پھول یا اون کی کلیاں مختلف جنگلی پھل۔ مختلف درختوں کے پتوں اور کونپلوں تک محدود ہے۔ اسی بنا پر یہ چرندوں میں نہایت خوشخوراک خیال کیجاتی ہے اور گوشت بھی اس کا جنگلی بکری سے لذت اور خستگی میں کم نہیں ہوتا۔

ف جنگلی مینڈہی کی چال خصوصیت کے ساتھ خوشنما ہوتی ہے۔ یہ اگلے ہاتھوں کو اونچا اٹھا کر پھر آہستگی کے ساتھ زمین پر ٹیکتی ہے۔ یہ انداز خرام گھوڑوں کی اسپنش ٹراٹ سے بہت مشابہ ہے۔ جنگلی مینڈہی بہت تیز نہیں دوڑتی مگر جھاڑیوں میں چکر دے کر چھپ جانے میں بڑی ہوشیار ہوتی ہے۔ دوڑ میں معمولی باونڈ اس کو جلد پکڑ لیتے ہیں لیکن بو لینے والے کتے دو ایک ضرور ساتھ ہونے چاہیں ورنہ چکر دیکر غایب ہو جاتی ہے۔ اس کی دوڑ یہ خلاف چیکارے اور ہرن کے بدنما

بھدی ہوتی ہے۔

جنگلی مینڈھی بھی مثل جنگلی بکری کے غول اور ہنڈوں کی صورت میں نہیں رہتی بلکہ اکثر تنہا کبھی کبھی جوڑا اور شاذ تین چار ایک جگہ نظر آتی ہیں۔ یہ تین چار بھی ایک ہی خاندان کے ممبر یعنی ایک ماں کے بچے ہوتے ہیں۔

مینڈھی وسط یا آخر سرما میں گابھن ہوتی ہیں۔ اوس زمانہ میں۔ نر کی آنکھوں کے قریب جو سیلی نما حصہ ہوتا ہے اوس سے بدبو دار پانی بکثرت بہتا ہے۔ اور اوس وقت نر کا گوشت بھی غیر قابل برداشت درجہ تک تلخ اور بساہند سے زیادہ ناگوار بو کا ہوتا ہے۔

گرمیوں کی ابتدا میں ایک یا دو بچے پیدا ہوتے ہیں۔ ان بچوں کے جسم پر چیتل کے مانند دھبے ہوتے ہیں جو چار پانچ ماہ کے بعد غایب ہو جاتے ہیں۔ جنگلی درندے ان کو بہ کثرت پکڑتے اور کھاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اون جنگلوں میں جو اور شکار سے بھرا ہوا نظر آیا ہے۔ جنگلی مینڈھی بہت کم نظر آتی ہے اس کمیابی کی وجہ یہ بھی ہے کہ جنگلی مینڈھی کا مقصد زندگی عزم بالجزم یہ ہے کہ وہ انسان کی نگاہ سے بچی رہے۔ ایک ہی گھاٹی میں بسر کر دے اور قبل ازانکہ وہ کسی درندے کا شکار ہو اپنا ایک آدھ بچہ اپنی یادگار چھوڑ جائے۔ مسٹر فارسیتھ اور مسٹر بلنڈن کو غالباً جنگلی مینڈھی کی چھپنے اور انسان کی نظر بچانے سے جنگلی بکری کا شبہ ہوا اور دونوں مصنفین نے بجائے مینڈھی کے بکری پر چالاک اور عیار ہونے کا الزام عائد کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ بکری ان الزامات سے بری اور مینڈھی ان کی مجرم ہے۔

ف ۔ مینڈھی پانی پینے میں بھی وقت کی پابندی کرتی ہے۔ روزانہ اور ہم جنسوں سے ایک گھنٹہ قبل یہ سیر ہو کر پانی پی لیتی ہے۔

جنگلی مینڈھی کی خصوصیات میں اوس کی غیر معمولی لمبی زبان بھی ہے۔ اس زبان درازی سے یہ دل آزاری کا کام نہیں لیتی۔ صرف اپنا منہہ اس سے صاف کرتی رہتی ہے۔ مینڈھی کی آواز بھی اوس کے جسم کے لحاظ سے زیادہ بلند اور کرخت ہوتی ہے۔ ذرا سے شبہ پر یہ کتے کی طرح بھونکنے لگتی ہے

اسی لئے انگریزی میں (بارکنگ ڈیر) کا نام پایا۔ شکاری کی آمد کا بگل بجانے والی یا پہلی اطلاع دینے والی جنگلی مینڈھی ہے۔ خود تو آڑ میں رہتی ہے۔ مگر شکاری کا ساتھ دور تک دیتی ہے اور دوسروں کو مسلسل ہوشیار کرتی رہتی ہے۔ اس سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے۔ بعض شکاری دق ہو کر فایر کر دیتے ہیں۔ فایر کی آواز سنتے ہی مینڈھی بھی اپنی رفتار کے ساتھ آواز بدل دیتی ہے۔ حقیقت میں یہ وہی سابقہ آواز ہوتی ہے۔ مگر تیز دوڑنے کی وجہ سے آواز میں لرزہ پیدا ہو کر اوس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہو جاتے ہیں اور سننے کو کون کون کن کن کا مزہ آتا ہے۔ نر جب مادہ کو اپنے موسم پر بلاتا ہے تو بھی سابقہ معمولی آواز کرتا ہے۔ مگر زیادہ زور سے اور کسیقدر زیادہ لمبے سروں میں۔ مسٹر بلینڈر کا بیان ہے کہ مینڈھی پالے جانے کی صورت میں پالنے والے سے بہت محبت کرتی ہے۔ مثل بہت سے جنگلی جانوروں کے گرم پانی پینے کی شائق ہوتی ہے اور عجیب ترین امر یہ ہے کہ گوشت کھاتی ہے مسٹر بلینڈر کا بیان کا گوشت کھانے کے متعلق صرف اون کے پایہ اعتبار اور اون کی تحقیقات کی وقعت کی بنا پر میں تسلیم کرتا ہوں مگر گرم پانی کے شوقین ہونے کا واقعہ میں نے بچشم خود اس طرح دیکھا ہے۔

کہ میں نے چیتل کے دو بچے پالے تھے۔ اون کو محض تفریحاً میں صبح کے وقت چار کی پیالی میں تھوڑی تھوڑی چار دیتا تھا۔ یہ پیالی کو پہچاننے لگے اور چار کے اس قدر شوقین ہو گئے تھے کہ ایک روز ملازم باورچیخانہ سے چار کے سٹ کو دہو کر کشتی میں لا رہا تھا۔ یہ دونوں بچے چودہ پندرہ انچ اونچے ہو چکے تھے۔ اس کشتی پر دوڑے کشتی گرا دی اور سب پیالیاں ٹوٹ گئیں۔ آیندہ احتیاط کے لئے ان کو عادت ڈالی گئی کہ کسی معمولی دیگچی میں وہ بھی باورچیخانہ میں یہ چار پیا کریں۔ پانچ چار روز میں یہ عادی ہو گئے اور یہ حرکت شروع کی کہ چار کے وقت سے قبل باورچیخانہ میں گھس کر اکثر چار کا گرم پانی پی جاتے تھے۔ ان چیتل کے بچوں کی نسبت یہ واقعہ بیان کرنا ناظرین کے لئے نہایت دلچسپ ہوگا کہ یہ بچے جنگل کو دیکھ کر بید کی طرح لرزتے تھے۔ بغیر آدمی کی قربت کے کہیں نہیں ٹھیرتے اور اوس کمرے میں سوتے تھے جہاں لیمپ لازمی طور سے رات بھر جلتا رہے۔ میرے مکان سے تقریباً دو سو گز پر گھنا جنگل تھا۔ میں کئی مرتبہ گاڑی پر بٹھا کر ان بچوں کو جنگل کے کنارے تک لے گیا۔

صرف پانچ چار گز جھاڑی کے اندر جاکران کو زمین پر اتار دیا۔ یہ بہت پریشان ہوئے کانپنے لگے اور میرے پیروں کے پاس سے (۱) انچ بھی جنبش نہ کی میں جھاڑی کے باہر آیا تو میرے پیروں سے ملے ہوئے یہ بھی باہر آگئے باہر آکرانہوں نے ادہر اودہر نظر دوڑائی۔ سامنے مکان نظر آیا غالباً مکان کی دیواروں کو یہ پہچانتے تھے۔ میرے پاس سے یہ بچے اپنی پوری قوت کے ساتھ دوڑے اور مکان کے صحن میں آکر کھڑے ہوگئے۔ جب میں مکان پہنچا تو یہ سراسیمہ اور ڈرے ہوئے وسط صحن میں کھڑے ہوئے تھے۔ مجھکو دیکھا تو حواس بجا ہوئے اور فوراً میری ٹانگوں سے جسم کو دو چار سکنڈ ملنے کے بعد یہ اپنے کمرے میں اپنے بستر پر جاکر بیٹھ گئے۔ پاس جاکر میں نے ان کے سینوں پر ہاتھ رکھ کر دیکھا تو اوس وقت تک ان کے دل بہت جلد جلد حرکت کر رہے تھے۔ کیا خدا کی شان ہے انسان کی صحبت نصیب نہ ہوی ہو تو وہ ان اشیا سے یہ کسی قدر ڈرتے اور ہر کام برعکس ہوتا۔

جنگلی بکری اور مینڈھی میں جو مابہ الامتیاز خصوصیات ہیں وہ ان دونوں کے حالات پڑھنے سے بخوبی سمجھ میں آجاتی ہیں مگر آسانی کی غرض سے میں ترتیب وار اور مقابلہ کرکے ہر اختلاف کو فہرست کی شکل میں پیش کرتا ہوں۔

جنگلی بکری	جنگلی مینڈھی
سینگ۔ چار ہوتے ہیں دو سامنے اور دو کچھ فصل سے اونکے اوپر	اس کے بھی چار سینگ ہوتے ہیں مگر ایک ہی جڑ سے دو نکلتے ہیں
قد۔ اوسط (۲۶) انچ	اوسطاً (۲۴) انچ
دانت۔ معمولی بکریوں کے مانند	دو دانت ہاتھی یا سور کیطرح ½ انچ باہر نکلے ہوئے ہوتے ہیں
مقام سکونت۔ گھانس کا میدان مگر جنگل جھاڑی سے محصور	گنجان جھاڑی سے بھری ہوئی گھاٹی
مزاج۔ بھولا	نہایت عیار
آواز۔ سیٹی کی آواز سے مشابہ	کتے کی بلند مگر کسیقدر باریک آواز کے مانند ہوتی ہے
نروں کی جنگ۔ سینگوں سے لڑتے ہیں	سامنے نکلے ہوئے دانتوں سے حریف کو زخمی کرتے ہیں۔

جنگلی بکری اور جنگلی مینڈہی کے علاوہ اور چند چھوٹے چھوٹے اسی جنس کے چرند شمالی ہند کے اخیر حصے یعنی ترائی میں یا کوہ ہمالیہ کے دامنوں پر خال خال نظر آتے ہیں۔ یہ جانور ہمارے ملک میں پیدا نہیں ہوتے اور اگر کہیں اتفاقاً نظر آجائیں تو اوس کا شمار شاذ و نادر میں ہے۔ ان کی نسبت دیگر مصنفین کی کتابوں سے مواد فراہم کر کے کچھہ لکھنا ہمارے ملک کے شکار کی حد تک بیکار محنت اور ناظرین کے لئے غیر دلچسپ ہوگا پھر بھی ان چند کے نام اور اون کی خصوصیات نہایت مختصر الفاظ میں درج کی جاتی ہیں۔

اول ہاگ ڈیر۔ یہ بہت چھوٹا تقریباً (۱۵) (۱۶) انچ کے قد کا جانور بکریوں اور مینڈہیوں کا ہم جنس ہے۔ مینڈہی کے مانند اس کے بھی سور کے سے دانت نکلے ہوئے ہوتے ہیں مگر ان کا طول ایک انچ سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ رنگ سرخ بلکہ گہرا سیاہی مایل ہوتا ہے یہ سانبھروں کے ساتھہ (برما کے جنگلوں میں) چرتا ہوا نظر آتا ہے۔ پانی کے قریب گھانس میں رہتا ہے۔

دوسرے ماوس ڈیر۔ یہ ہاگ ڈیر سے بھی چھوٹا ہوتا ہے۔ مگر اس کے سور کے دانتوں سے مشابہ دانت نہیں ہوتے۔ یہ سمجھنا چاہیے کہ ہاگ ڈیر مینڈہی کا۔ اور ماوس ڈیر بکری کا مختصر نمونہ ہے اس کو ماوس ڈیر۔ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ زمین پر پڑے ہوئے خشک درختوں کے جوف میں رہتا ہے۔ مسٹر بسٹ کا بیان ہے کہ یہ ضلع چاندہ کے جنوب میں ہوتا ہے۔ اور جنگلی اقوام اس کو جال سے پکڑتی ہیں یہ ضلع چاندہ کے جنوب میں ضلع عادل آباد ہے میں وہاں مدت تک رہا ہوں جنگل میں بھی بے حد پھرا ہوں۔ ایسے ایسے تاریک اور گنجان جنگلوں میں گھسا ہوں کہ مجھ سے قبل وہاں کوئی نہیں گیا تھا۔ مگر میں نے کبھی ماوس ڈیر نہیں دیکھا۔ اوٹنور کو میواڑپٹی کی طرف سے جانے کے لئے جنگل سے ڈھکے ہوئے پہاڑوں اور تاریک گھاٹیوں سے گزرنا ہوتا ہے۔ میں نے ایک روز میواڑ میں قیام کیا ایک گونڈ میرے پاس اوس روز ایک جنگلی بکری کا بچہ لایا جو تقریباً بارہ انچ قد کا تھا مگر نہایت چست و چالاک رسی سے ہاتھہ پیر بندہے ہوئے تھے بار بار بندوں کو کاٹنے اور زور کر کے توڑنے کی کوشش کرتا تھا مجھکو یہ خیال گذرا کہ یہ شاید دیوانہ ہوگیا ہے۔ ورنہ جنگلی بکری کے بچے یہ حرکات نہیں کرتے۔ اوس گونڈ کو میں نے کچھہ دیکر بچہ

لینے سے انکار کر دیا۔

غالباً یہ ماؤس ڈیر ہو اور لاعلمی کی بنا پر میں اس کو جنگلی بکری سمجھا ہوں۔ بہر صورت یہ عادل آباد میں کسی جگہ نظر نہیں آیا نہ کسی نے اس کا ذکر کیا اسی لئے اس کا اردو نام تک معلوم نہیں۔

اسی جنس کے چند اور چھوٹے چھوٹے جانور برما سیام۔ اور کوہ ہمالیہ کے مشرقی دامنوں پر برھنا کے قریب ملتے ہیں، ہمارے ملک سے ان کو تعلق نہیں۔

چیتل

انگریزی نام۔ اسپاٹڈ ڈیر

میرا ذاتی خیال ہے کہ بگ گیم کی ابتدا چیتل سے ہونی چاہئے۔ یعنی اس سے نیچے درجہ کے چرندوں کو اسمال گیم میں شریک کر دینا چاہئے لیکن چونکہ جس نے اس تقسیم جانوران قابل شکار کی حد تک یوروپین مصنفین کی تقلید کی ہے۔ اس لئے ہرن جنگلی بکری اور جنگلی مینڈھی کا ذکر چیتل سے پہلے کیا ہے ورنہ جو جانور چھرے کی بندوق اور بک شاٹ سے مارا جا سکے اوس کو بگ گیم میں شامل کرنا لفظ بگ یعنی کلاں کو ذلیل کرنا ہے۔ میں اوپر عرض کر چکا ہوں کہ بک شاٹ سے بچے بھی ہرن مار لیتے ہیں مگر شاذاً چیتل نا تجربہ کار بک شاٹ چلانے والوں کے قابو میں نہیں آسکتا۔ اول تو اس کے ملنے کے مقامات بچوں کی رسائی سے باہر ہیں۔ دوسرے اس کے قد و قامت اور بیٹھے ہوئے جسم پر چھروں یا شانوں کی بوچھار صرف معمولی ژالہ باری سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی یہ اور بات ہے کہ کہیں چھپ چھپا کر پانی کے کنارے کوئی شخص چیتل کو چھروں یا گراپ سے مارے شیر کو بھی تڑوڑ کی جڑ کی گولی بنا کر اور جنگلی بھینسوں اور گینڈوں کو زہر میں بجھے ہوئے تیروں سے جنگلی اقوام ہلاک کر دیتی ہیں مگر یہ شکار اور اسپورٹ یعنی مردانہ طرز عمل نہیں ہے۔

ف چیتل تقریباً ہند کے تمام پہاڑی یا جنگل جھاڑی سے ملو قطعات میں بکثرت پایا جاتا ہے ایسے اضلاع میں جہاں جنگل نہ ہو صرف کھلے میدان ہوں نظر نہیں آتا۔ حالانکہ محروسہ سرکار عالی کے

سمت تلنگانہ کے تقریباً ہر ضلع میں جہاں جہاں جنگل ہیں چیتلوں کے مندوں کا وجود لازمی ہے۔ یہ خلاف مرہٹواڑی کے کہ وہاں اس کا وجود شاذ اور وہ بھی صرف جنگل کے قطعات تک محدود ہے۔

چیتل کی سکونت کے لئے دو چیزوں کا موجود ہونا لازمی ہے ایک پانی کی قربت دوسرے کھلا ہوا جنگل کھلے ہوئے جنگل سے یہ مراد ہے کہ کہیں کہیں بڑے بڑے درخت ہوں اور ان کے نیچے (انڈر گروتھ) جھاڑی اور گھانس ہو گنجان جنگلوں میں چیتل نہیں رہتے علیٰ ہذا القیاس ریتیلے کشادہ میدانوں سے بھی احتراز کرتے ہیں۔ راجپوتانہ۔ سندھ اور بعض پنجاب کے حصوں میں یہ مطلق نظر نہیں آتے۔

ممالک محروسہ سرکار عالی کے مندرجہ ذیل حصوں میں چیتل کہیں کم اور کہیں زیادہ تعداد میں موجود ہیں۔

ضلع عادل آباد کے تعلقات نرمل عادل آباد۔ راجورہ۔ سرپور۔ آصف آباد۔ اوٹنور لکشٹی پیٹھ اور چینور میں۔

ضلع کریم نگر کے تعلقات مہادیو پور جگتیال۔

ضلع ورنگل اور ضلع نظام آباد کے تقریباً کل تعلقات میں ضلع گلبرگہ کے صرف تعلقہ چنچولی میں۔

تعلقات۔ پاکھال۔ پالونچہ۔ کھم۔ راجورہ۔ آصف آباد اور اوٹنور نیز ملوگ اور مہادیو پور چیتلوں کے مخصوص مقامات ہیں۔

چیتل اپنے رنگ کے لحاظ سے خوبصورت اور چرندوں میں سب سے زیادہ خوبصورت جانور ہے۔ سانبھر اور بارہ سنگے سے یہ قد و قامت میں بے شک کم ہوتا ہے۔ مگر نر چیتل کا دکھاوا اور شان اوس کی خوبصورت گردن کا خم اور اٹھاؤ سانبھر اور بارہ سنگے سے کسی طرح گھٹا ہوا نہیں ہوتا جن حضرات نے نر چیتل کو صرف بھاگتے ہوئے دیکھا ہے اور اوس کو اپنی رانیوں کے ساتھ ٹہلتے اور اٹھکھیلیاں کرتے نہیں دیکھا وہ اوس کی شان اور شاہانہ انداز خرام کا انداز نہیں کرسکتے یہ دلفریب خوشنما مردوں کے دل میں جواں مردی کا خیال پیدا کرنے والا منظر زبان قلم سے حیز تحریر میں نہیں آسکتا۔ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ خوش قسمتی سے مجھکو بارہا نر چیتل کو اپنی پوری آزادی اور سرور بلکہ جوانی کے غرور کے عالم میں

دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ حقیقتاً باری تعالیٰ کی صفت کا یہ اعلیٰ نمونہ ہے۔ اس وقت کے علاوہ جب
چیتل کو کسی خطرہ کا شبہ ہوجاتا ہے۔ اوس وقت بھی اوس کا سنبھل کر سمٹکر اور جسم کو تولکر اپنی قوت کو
طرفۃ العین میں استعمال کرنے کے لئے تیار ہوجانا گردن کو پوری بلندی تک اٹھانا اوس کے سینگوں کا
کسی قدر پیچھے کی طرف جھکنا اور کاٹھیاواڑ گھوڑے کی طرح کنوتیاں بار بار بدلنا کمال مسرت انگیز اور
جنگل کے مشاہدات عجیبہ میں سے بہترین تماشہ ہوتا ہے۔ خطرہ کا یقین ہوجانے کے بعد اس کی
ہیئت بگڑ جاتی ہے۔ گردن کو چیتل اس قدر اٹھاکر بھاگتا ہے کہ اوس کے سینگ پٹھوں سے نیچے ہوجاتے
ہیں چونکہ اکثر گھانس سے بھرے ہوئے قطعات میں چرتا ہے اس لئے پیر اونچے اٹھاکر ڈالنے کا عادی
ہوتا ہے۔ تیز اور لمبی دوڑ کے لئے چھوٹی چھوٹی جستیں بھرتا ہے۔ اسی جست کی حالت میں جو شکاری اس کو
گولی سے گراتے ہیں اون کے دل کا حال نہ پوچھئے۔

گردن اٹھانے اور سینگوں کے پس پشت آنے میں مصلحت یہ ہے کہ گنجان جھاڑی میں جہاں
مناسب سمجھتا ہے تھوتنی کو اندر داخل کرکے نہایت آسانی کے ساتھ گھس جاتا ہے بجائے اس کے کہ
سینگ کوئی رکاوٹ پیدا کریں شاخوں کے ہٹانے میں مدد دیتے ہیں اوس وقت چیتل کا سر تیر کے سوفار کا
کام دیتا ہے۔ سینگوں کے حسن کے علاوہ (میں ان کی تعریف بس کچھ لکھنا نہیں چاہتا جن کو شکار کے
ساتھ حسن کو سراہنے کا چسکہ ہے وہ خود اپنے دل میں اس کی تصویر یا تصور کو چند لمحوں کے لئے جگہ دیں تو
لطف آجائیگا) چیتل کی جلد کا رنگ اوس کی چمک اوس کی مصفا ہمواری اوس کی نرمی اور سب سے
بڑھکر اوس پر ترتیب وار سپید گل بھی نہایت دلکش و درجہ تک خوش نما ہوتے ہیں یہ سپید گل ایک لائن میں
ہوتے ہیں اور محققین سائنس کا خیال ہے کہ یہ ایک زمانہ میں سپید دھاریاں تھیں جیسے گلہری کے جسم پر
ہوتی ہیں۔ رفتہ رفتہ لائن ٹوٹ کر سپید داغ رہ گئے۔ غالباً یہ قیاس صحیح ہو مگر اس پر ایک لیڈی نے
یہ اعتراض کیا کہ امتداد زمانہ سے گلہری کی سپید لائن ٹوٹ کر دھبے کیوں نہ رہ گئی اب تک اوس کے
جسم کی سپیدی کیوں لائن کی صورت میں باقی ہے۔ غالباً گلہری نوایجاد جانور ہے۔

اصلیت جو کچھ ہو مگر اوس وقت تو یہ گل بڑی بہار دکھاتے ہیں۔

نر چیتل کے قد کا اوسط ۳۶ انچ اور وزن کا اوسط (۱۹۰) پاونڈ ہے مگر (۳۸) انچ قد اور (۲۱۲) پاونڈ وزن کا چیتل بھی بعض شکاریوں کے ہاتھ آیا ہے۔

چیتل کا رنگ گہرا صندلی ہوتا ہے۔ نر کے سر سے دم تک سیاہ سیلی ہوتی ہے۔ اس سیلی کے دونوں جانب تین تین۔ چار چار انچ تک سیاہی مائل بال ہوتے ہیں۔ ان کی سیاہی اور چمک جوانی میں زیادہ ہوتی ہے۔ بڑھاپے میں سیاہی اور چمک دونوں زائل ہوجاتی ہیں۔ ان کے رنگ پر موسم کی تبدیلیوں کا اثر نہیں ہوتا۔

سندربن، سیلون اور جنوبی ہند کا چیتل چھوٹا ہوتا ہے۔ اوس کے سینگوں کا طول اور پھیلاؤ دونوں ممالک متوسط اور ترائی کے چیتلوں سے کم ہوتے ہیں۔ بھوپال کے جنگلوں میں اور تقریباً کوہ بندھیاچل کے جنوبی دامنوں پر بھی بہت بڑے اور بڑے سینگ والے چیتل دستیاب ہوتے ہیں۔ پرنس حمید اللہ خاں صاحب ولیعہد بھوپال نے اپنے جنگلوں میں ریکارڈ یعنی سب سے بڑا چیتل شکار کیا تھا اس کے سینگ   انچ تھے۔ مسٹر رولینڈ وارڈ مشہور دباغ انگلستان کی کتاب موسوم بہ ریکارڈز آف بگ گیم میں اس کا اندراج ہے۔ ترائی کے چیتلوں کے سینگ سپید مگر ممالک متوسط کے چیتلوں کے سینگوں کے مقابلہ میں نرم ہوتے ہیں۔ آخر الذکر رنگ میں زیادہ سرخ ہوتے ہیں۔ مسٹر لیڈیکر کے بیان کے موافق چیتل کے سینگوں کا ریکارڈ ½ ۳۸ انچ ہے۔ میجر اسٹاکلی نے سب سے بڑا سینگ ۳۹ انچ لمبا دیکھا ہے۔ مسٹر برینڈر کی رائے ہے کہ ممالک متوسط میں جس شکاری کو (۳۶) انچ سینگوں والا چیتل مل جائے وہ خوش قسمت ہے۔ غالباً ممالک متحدہ کے بعض اضلاع میں چیتلوں کے سینگ بہ مقابلہ دیگر حصص ہند کے عموماً زیادہ لمبے ہوتے ہیں۔ بخلاف اس کے ساگر اور بارہ سنگے کے سینگ انہی اضلاع میں زیادہ طویل نہیں ہوتے۔

چیتل کے سینگ ہر سال گر جاتے اور پھر از سر نو نکلتے ہیں۔ سینگوں کے گرانے کا زمانہ عموماً سردی کا اخیر یا گرمیوں کے آغاز کا وقت ہے مگر اس میں مقامی حالات کی وجہ سے کچھ فرق بھی پڑجاتا ہے۔ اپریل اور مئی میں بہت کم چیتل بغیر سینگوں کے منڈے نظر آتے ہیں۔ بعض پیدائشی منڈے

عام وقت سینگ گرانے کا اگست یعنی وسط بارش قرار دیا ہے۔ لیکن میں اس سے متفق نہیں ہوں میرے تجربہ سے قبل آغاز بارش ان جانوروں کے نئے سینگ نکل آتے ہیں۔ ابتدا میں نئے سینگوں پر باریک چمڑے کا غلاف چڑھا ہوا ہوتا ہے۔ انگریزی میں اس کو ولوٹ کہتے ہیں۔ جوں جوں سینگ بڑھتا جاتا ہے۔ ویسے ہی یہ چمڑا اوپر کی طرف کھنچنے کی وجہ سے باریک ہوتا جاتا ہے۔ جب سینگ کا طول اٹھارہ انچ کے قریب ہوجاتا ہے تو چمڑے میں زیادہ کھنچنے اور سینگوں کا ساتھ دینے کی قوت باقی نہیں رہتی باریک ہوکر پھٹ جاتا ہے۔ یہ پوست ایک ہفتہ تک جگہ جگہ سے پھٹا ہوا سینگوں پر چپٹا رہتا ہے۔ جانور سینگوں کو درختوں سے رگڑ رگڑ کر اس کھرنڈ کو دور کر دیتے ہیں۔ ولوٹ کے زمانہ میں سینگ کچا اور کمزور ہوتا ہے۔ دو ایک ہفتہ میں چمڑے کے غلاف کے پھٹ جانے کے بعد سینگ غالباً ہوا اور دھوپ کے اثر سے سخت ہونے شروع ہوجاتے ہیں۔ ولوٹ کے زمانہ کے سینگ اس قدر نرم ہوتے ہیں کہ اگر کوئی شکاری جانور کو مار کر سینگ رکھے تو دو مہینے کے اندر خاک ہوجاتے ہیں اسی لئے اٹھارہ انچ سے کم سینگ والے کو مارنا قانوناً منع ہے۔

میرا یہ تجربہ کہ قبل آغاز بارش نئے سینگ نکل آتے ہیں۔ قانون قدرت سے بھی مطابقت رکھتا ہے۔ کیونکہ جب سینگ گرتے ہیں تو اوس کی جڑ سے خون نکلتا ہے۔ اور دس بارہ روز تک ان جانوروں کا سر زخمی معلوم ہوتا ہے۔ سینگ کی جڑ سے سینگ گر جانے سے سر کے بالائی حصہ سے رطوبت بہتی رہتی ہے۔ برسات کی مکھیوں اور مچھروں سے حفاظت کے لئے فطرت اس پر غلاف پہنا دیتی ہے۔ اور یہی غلاف نئے سینگوں کے اٹھارہ انچ بڑھنے تک اندرونی حصہ کی حفاظت کرتا ہے۔

اخیر مئی اور جون کی ابتدا میں مجھکو متعدد بار ان جانوروں کو جنگل میں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اکثر دں کے سر برہنہ اور زخمی نظر آئے۔

چیتل کے متعلق بعض مصنفین کی یہ رائے ہے کہ اوس کے سینگ گرانے کا وقت مقرر نہیں ہے بلکہ اوس کا سینگ گرانا اوس کے زمانہ پیدائش پر منحصر ہے۔ جب وہ پورا نشوونما پاچکتا ہے۔ یعنی تقریباً

دو سال کا ہو جاتا ہے تو سابقہ اور اولین تاج کو اوتار دیتا ہے۔ اور پھر سال بہ سال اوسی زمانہ میں زیب و آرایش سر دستار کا عادی اور پابند رہتا ہے۔ بات تو قرین قیاس ہے مگر اس کے ثابت کرنیکے لئے تجربہ کی ضرورت ہے۔

د۔ یہ مسلم اور متفق علیہ امر ہے کہ چیتل اخیر اپریل اور شروع مئی میں بہار پر آتا ہے۔ نر چیتل تاجداً جنگل کے لئے اپنے رقیقوں سے لڑنے اور اون پر فتح پاکر اپنی رانیاں حاصل کرنیکا یہی زمانہ ہے۔ عمدہ ہتیاروں کی ضرورت ایسے ہی واقعات میں لاحق ہوتی ہے۔ یہ وقت یعنی ؏ "طبع ان کی تھی مئے عشق کی متوالی" پانچ ہفتوں سے زیادہ قائم نہیں رہتا پھر "نہ رہی چیز وہ مضمون سمجھانے والی" کا زمانہ آجاتا ہے۔ ہتیاروں کی ضرورت بھی باقی نہیں رہتی۔ زندہ رہے تو آیندہ سال دیکھا جائیگا۔ چمن میں پھر بہار آئے گی اوس وقت خدا اپنے سامان پیدا کر دیگا اتو ان ہتیاروں کو جو سر پر بار گراں ہیں کہیں جنگل میں پھینک دو۔ نواب حامد یار جنگ بہادر ناظم جنگلات اور اون کے مددگار مولوی ایجاد علی صاحب ان کو جنگل سے اٹھواکر فروخت کردیں گے سرکاری خزانہ میں اچھی رقم جمع ہو جائے گی۔ بڑے بڑے سینگ آرایش اور ہیٹ لٹکانے کے اسٹینڈ بنانے کا کام میں آتے ہیں چھوٹے سینگوں سے چھریوں کے دستے چھڑیوں اور ہنٹروں کی موٹھہ اور اسی قسم کی اور چیزیں بنائی جاتی ہیں۔

د۔ میرے عینی مشاہدات اور تجربوں کی بنا پر میرا یہ خیال کہ اخیر مئی اور ابتدائے جون میں چیتلیں بلکہ ان کے ہم جنسوں کے بھی سینگ گرتے ہیں۔ بہت زیادہ قرین قیاس اور مندرجہ بالا صحیح واقعات سے مطابقت رکھتا ہے۔

د۔ چیتل ایک جگہ ملکر رہنے کی عادی ہوتے ہیں۔ میں نے پچاس ساٹھہ سے زیادہ کا مندہ نہیں دیکھا مگر مسٹر بسٹ کا بیان ہے کہ انہوں نے سو تک ایک مندہ میں شمار کئے ہیں۔ نر چیتل بجز وقت مقررہ کے یوں بھی لڑتے ہیں۔ مگر اس جنگ میں وہ محویت اور جوش نہیں ہوتا۔ جو جوش بہار کے ساتھ مختص ہے میں نے بچشم خود کسی چیتل کو لڑائی میں شہید ہوتے نہیں دیکھا مگر مسٹر برینڈ نے لکھا ہے کہ ایک چیتل نے اپنے رقیب کو سینگوں سے زخم پہنچا کر ہلاک کر دیا مندے کی حفاظت اور پہرے کا کام ایک یا دو بڈھی

تجربہ کار ماداؤں کے ذمہ ہوتا ہے۔ اس مقابلہ میں نر تجربہ کار نہایت غیر مردانہ اور بزدلی کے جرم کا مرتکب پایا جاتا ہے۔ خطرے کے شبہ پر یہ بڑھی مادہ گردن اٹھا کر دیکھتی اور ایک خاص ہلکی آواز سے منڈے کو مطلع کر دیتی ہے۔ مگر پرانا نر اگر اس کو خطرے کا شبہ ہو تو اطلاع دینے کے بغیر نہایت تیزی سے سر اٹھا کر اور سینگوں کو پیچھے کی طرف جھکا کر فرار ہو جاتا ہے۔ یہ بڑھی سبھوں کی دادی اور نانی ہے اپنے کنبے کو لیکر کسی پناہ کے مقام کی طرف بھاگتی ہے۔

یہ منظر میں نے متعدد بار اس لئے دیکھا ہے کہ میں بڑے سینگ والے چیتلوں کی تلاش میں تنہا ندی کے کنارے جھاڑیوں میں گھستا تھا فطرتاً اور بالعموم وہ رخ اختیار کرنا پڑتا تھا جہاں سے جانے میں شیر کے نشیمن کے قریب سے گزرنا نہ پڑے اسی محفوظ اور زیادہ مصیون جانب پر تجربہ کار اور بڈھے چیتل بیٹھتے ہیں۔ جس طرف زیادہ اندیشہ ہو اس کا پہرہ مادہ کے ذمہ ہوتا ہے۔ اکثر مجھکو پہلے انہی نر صاحب کے دیکھنے کا اتفاق ہوتا تھا موقع مل گیا تو کامیابی ہو جاتی تھی۔ ورنہ بغیر اطلاع دینے یہ فوراً بھاگ جاتے تھے ماداؤں اور بچوں پر جو کچھ گذرے ان کو ہمدردی نہیں۔ نوجوان اور ایسے چیتل جن کو حضرت انسان اور ان کے رفیق وفادار کتے کے دیکھنے اور برق بار بندوق کی آواز سننے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اس خود غرضانہ فرار کے الزام سے بری ہیں۔ یہ اگر ان کو شبہ ہو تو خطرے کے مقام کی طرف پانچ سات قدم بڑی شان سے بڑھ کر بغور دیکھتے اور اپنے ساتھیوں کو اطلاع دیدیتے ہیں اور جب سب تیار ہو جاتے ہیں تو راہ فرار اختیار کرتے ہیں۔

زیادہ شوقین اور نوآموز بچوں کو جنہوں نے بہت سے بڑے بڑے چیتل نہیں مارے اور جن کیلئے یہ بھی نوجوان غنیمت ہیں۔ اس آٹھ دس سکنڈ کے وقفہ میں فایر کا عمدہ موقعہ مل جاتا ہے۔ فایر کرنے میں ہمیشہ جو کچھ وقت پیش آتی ہے وہ گھانس کی بلندی اور جھاڑیوں کی گنجائی ہے۔ یا اسٹنڈنگ پوزیشن سے اسٹیڈی فایر کی اچھی مشق ہونی چاہیے۔ یا بیلوں کی گاڑی پر جانا مناسب ہے

مادہ تقریباً چھ مہینے میں بچے دیتی ہے۔ کبھی ایک بالعموم دو۔ اور شاذ تین بچے پیدا ہوتے ہیں چند روز ان کو ماں کسی گھنی جھاڑی میں چھپائے رکھتی ہے۔ دو سے تین ہفتہ کے اندر یہ ماں کے پیچھے پیچھے

کودتے اچھلتے پھرنا شروع کردیتے ہیں صبح اور شام سے کچھ قبل جب چیتل چرنے کے لئے باہر گھانس کے میدان یا زراعت کے قریب پیٹ بھرنے آتے ہیں تو ان بچوں کا منظر جنگل کی تنہائی اور خاموشی جو سنجیدگی اور افسردگی کا سماں پیدا کردیتی ہے۔ اوس کو شکاری کے دل سے محو کردیتا ہے۔ ان خوبصورت بچوں کا کودنا تھوڑی دور دوڑ کر پھریاں کے گرد چکر لگانا کبھی کبھی تھن سے منہہ لگا کر سر سے دو ایک مرتبہ ٹھیلنا پھریاں کا منہہ چومنا اور اوس کا محبت بھری آنکھوں سے دیکھہ کر ان کو چاٹنا زندگی کے بہت پر لطف مناظر کو یاد دلاتا ہے۔ اس منظر کو دیکھنے کے بعد الحمد اللہ کہ میں نے کبھی چیتل تو چیتل شیرنی پر بھی فایر نہیں کیا شیر کے ذکر میں اس تجربہ اور مشاہدے کی تفصیل بیان کی جائے گی۔

چیتل بہت چوکنا اور ہوشیار جانور نہیں ہے۔ غیر اذیت دہ اور غیر مضرت رساں انسانوں سے زیادہ وحشت نہیں کرتا البتہ بتقاضائے فطرت شکاریوں سے احتراز کرتا ہے۔ بعض مقامات پر اس قدر نڈر ہوجاتا ہے کہ جنگل سے متصل کھیتوں میں دن کو آکر سو جاتا ہے۔ یہ فصول جوار۔ چنے اور گیہوں کو پہاڑی اضلاع میں سخت نقصان پہنچاتا ہے۔ ضلع عادل آباد میں اکثر مقامات پر کاشتکاران کے ظلم سے نالاں ہیں۔ جس کھیت پر یہ رات کو آنا شروع کردیتے ہیں وہاں سے ان کو نکالنا اور باز رکھنا مشکل ہے۔ اس واسطے زراعت پیشہ چاندنی راتوں میں مجھکو اپنے کھیتوں پر دعوت دیکر لیجاتے تھے جھوٹ بھی بولدیتے تھے کہ سرکار وہاں بڑے بڑے سینگوں والے بھی آتے ہیں۔ چیتل مارے تو اکثر گئے مگر ان کھیتوں میں کبھی کوئی بڑا سینگ والا نہیں ملا۔

چیتل کے سینگوں پر ہر سینگ میں دو بڑی شاخیں جملہ تین نوکیں ہوتی ہیں۔ مگر بعض میں چھوٹی چھوٹی کئی شاخیں نکل آتی ہیں۔ میرے ریکارڈ چیتل کے سینگوں پر جو ۳۲ انچ سے کچھ بڑے ہیں ایک پر تین اور دوسرے پر دو چھوٹی شاخیں ہیں۔ گویا دونوں سینگوں کی نوکیں بہ شمول خورد و کلاں گیارہ ہیں۔ سب سے عجیب قسم کے سینگوں کا چیتل میرے بڑے فرزند سراج نے مارا ہے اور انگریزی محاورہ فریک آف نیچر غالباً اسکی وجہ ہے۔

نر چیتل اگر زخمی ہو کر گر جائے تو اپنے سینگوں سے حتی المقدور اپنی حفاظت کرتا اور ذبح کرنے کیلئے

جو شخص پکڑنا چاہتا ہے۔ یا اگر کتے پاس آجاتے ہیں تو اون پر حملہ کرتا ہے۔ کوئی جانور اس کی زد پر آجائے تو اس کی ٹکر اور سینگوں کی نوکوں کا مہلک ثابت ہونا ممکن ہے۔

سرپور میں اون پہاڑوں کے نیچے جواوٹ کے قریب شیروں کا مشہور مسکن ہے۔ میں ایک شیرنی کی تلاش میں پھر رہا تھا یہ چیتلوں کے جوش جوانی کا موسم تھا جب صبح کے نو بج گئے تو میں شیر ملنے سے مایوس ہو کر ایک پتھر پر بیٹھ گیا اور نیچی گردن کر کے کچھ سوچنے لگا۔ غالباً پانچ چار منٹ بعد جو نگاہ اوٹھا کر دیکھا تو ایک بہت بڑا چیتل پندرہ گز کے فاصلہ پر کھڑا ہوا مجھکو غور سے گھور رہا تھا اگلے دونوں پیر ہلا چکا تھا اور گردن میں خم پڑ چکا تھا۔ حملہ کرنے سے قبل جسم کو تولنے کی غرض سے یہ صورت اختیار کرنا لازمی ہے۔ غالباً دوسرے سکنڈ میں یہ مجھ پر حملہ کر دیتا۔ شیر کے جنگل میں میں بھی غافل طریقہ پر نہیں بیٹھا تھا (لوڈ کی ہوئی سیفٹی کیچ کھلا ہوا ایک ہاتھ کندے پر دوسرا نال کو صحیح گرفت کی جگہ پکڑے ہوئے تھا۔ البتہ رائفل کی ٹھیل زمین پر تھی سنبھل کر بندوق کو کندھے پر لانیکی دیر تھی) دیکھتے ہی میں کندھے پر لایا میری بندوق میرے ہاتھ پر جمی ہوئی یعنی میرے لئے موزوں بندوق ہے (انتخاب بندوق میں اس موزونیت کی تفصیل درج ہے۔ نوجوان شکاری ضرور ضرور اس کو بغور پڑھیں) آن واحد میں ہاتھ اٹھاتے ہی چیتل نشانہ پر آگیا خدا کو بہتری اور میرا بچانا مقصود تھا ورنہ فایر کرنے میں کوئی امر مانع یا کوئی تیاری باقی نہ تھی چیتل کا اس طرح کھڑا ہونا نہایت بھلا معلوم ہوا۔ میں نے یہ سوچا کہ اب تو یہ میرے قابو میں ہے۔ جب یہ حملہ کریگا۔ اوسی وقت اس کو گرا دونگا۔ اس خیال میں بمشکل دو سکنڈ گزرے ہوں گے کہ میرے داہنے جانب تقریباً بیس فٹ کے فاصلہ سے کسی چیز کے جنبش کرنے کی آواز آئی۔ نہ میں اوس کو دیکھ سکا۔ نہ معلوم کر سکا کہ وہ کیا ہے مگر میرا خیال ضرور اوس کی طرف متوجہ ہوا اور آنکھ نشانہ سے ہٹی یا جھپکی۔ اس حقیقتاً طرفۃ العین کے بعد جو چیتل پر نگاہ پڑی تو وہ اوس جگہ پر نہ تھا۔ بلکہ اپنی سابقہ کھڑے ہونے کی جگہ سے تقریباً دس ۱۰ بارہ ۱۲ فٹ جا چکا تھا اور حالت یہ تھی کہ پوری قوت سے چاروں ہاتھ پھیلا کر جست کی حالت میں معلق تھا۔ دوڑتے ہوئے جانور پر نشانہ لگانے میں بڑا ہی لطف آتا ہے مجھکو اس کی

مشق بھی ہے۔مگر معلوم نہیں کیوں میں نے فایر نہیں کیا بلکہ اوس جنبش کی آواز کی طرف دیکھا جس نے میرے خیال کو ہٹایا تھا۔ ایک پتھر پر جو شاید ایک فٹ بلند اور جھاڑی سے دو فٹ کے قریب باہر نکلا ہوا تھا۔ ایک بڑا جوان شیر دونوں اگلے ہاتھ رکھے بھاگتے ہوئے چیتل کی طرف دیکھ رہا ہے۔ اس کے پچھلے پیر پتھر کے نیچے جھاڑی میں چھپے ہوئے تھے مگر ہاتھ گردن۔ سر صاف نظر آرہے تھے۔ مجھ سے اور شیر سے بہ مشکل سات آٹھ گز کا فاصلہ ہوگا اور یہ میرے داہنے شانہ سے کچھ پیچھے تھا۔ بغیر جسم کو پھیرنے کے میں اس کی طرف بندوق کا رخ نہیں پھیر سکتا تھا۔ ناچار جس حالت میں تھا اوسی طرح بغیر جنبش کے خاموش بیٹھا رہا۔ یا ڈاکٹر حامد علی صاحب فرمائیں گے کہ مجھ میں جنبش کی قوت باقی نہ رہی۔ تین چار سکنڈ شیر نے اوسی ہیت میں انتظار کیا پھر دونوں ہاتھ پتھر کے اوپر سے جھاڑی کے اندر کھینچ لیے۔ اس واقعہ کا بقیہ حصہ اور آگے چلکر کیا ہوا اوس کا حال شیر کے شکار میں عرض کیا جائے گا۔ نتیجہ یہ ہے کہ مستی کے زمانہ میں نر چیتل آدمی پر حملہ کرنے میں دریغ نہیں کرتا۔ شیر اس کی تاک میں تھا اور اپنی کمینگاہ سے ہٹ کر اس پتھر پر سے جست کرنے کے لئے آیا تھا جھاڑی میں خشک پتوں کے پیر سے دبنے کی آواز نے جب شیر پتھر کی طرف دبکتا ہوا آرہا تھا۔ چیتل کو ہوشیار کردیا۔ چیتل کے کانوں نے یاوری کی یا اوس کی ناک نے میں نہیں معلوم کرسکتا ایہ بارت سامعہ۔ اور شامہ چیتل کی تینوں قوتیں یکساں ہوتی ہیں۔ خاص طور پر کسی قوت کے غیر معمولی ہوا اور زیادہ قوی ہونے کی ضرورت بہ لحاظ مقامات سکونت چیتل کو لاحق نہیں ہوتی۔

نر چیتل نے مسٹر ڈنبار برینڈر کے گھوڑے پر جب کہ وہ برچھے سے اوس کو شکار کرنے کے لئے گھیر رہے تھے۔ نہایت خوفناک طریقہ پر حملہ کیا۔ صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ اگر میں برچھے سے چیتل کی گردن پر کاری زخم پہنچانے میں کامیاب نہ ہوتا تو گھوڑے کی ہلاکت لازمی نتیجہ تھا۔ صاحب موصوف نے اسی سلسلہ میں ایک اور قصہ بھی بیان کیا ہے۔ اور چیتلوں کے ذکر میں اوس کا نقل کرنا نہایت دلچسپ ہوگا۔

بعض مواقع پر انسان کا موجود ہونا ان جنگل کے چرندوں کے دلوں میں درندوں کے خوف کی طرف سے جو امن و حفاظت کا وثوق و اعتبار پیدا کرتا ہے۔ اوس کا اندازہ ایک نوجوان چیتل کے طرز عمل سے بخوبی ہو سکیگا۔ میں ایک روز صبح کو بارہ سنگھوں کی تلاش میں نکلا۔ گھانس کے میدان سے متصل سال کا جنگل تھا۔ اوس میں چند قدم چلا ہونگا کہ تھوڑی دور سے کسی جانور کی نہایت دردناک آواز جو جانور جان نکلتے وقت نکالتے ہیں۔ میرے کان پر پڑی میں اوس طرف دو ایک قدم بڑھا ہونگا کہ ایک نوجوان چیتل نہایت خوف زدہ اور پریشان جست مار کر میری طرف آیا اور پوری طرح میری ٹانگوں کے بیچ میں کھڑا ہو گیا۔ یہ بید کی طرح لرز رہا تھا۔ میں نے ادہر ادہر دیکھا اوس رخ پر جدہر سے چیتل جست کرکے آیا تھا۔ ایک بڑی شیرنی ۲۰ گز کے فاصلہ پر جاتی ہوی نظر آئی یہ میری طرف دیکھہ رہی تھی اس کے جسم کا بایاں حصہ میری طرف تھا۔ میں نے بغیر کسی انتظار کے اپنی ماسر رائفل سے جو میرے ہاتھہ میں تھی۔ اس پر فائر کر دیا۔ گولی کھا کر اوس نے دو تین جست کئے اور بھاگی لیکن تھوڑی دور جا کر پھر پلٹی اور مجھہ پر حملہ کر دیا۔ شیر کے حملے کو روکنے کے لیے ماسر بہت کم زور ہتھیار ہے۔ میں جانتا تھا کہ ایسے کمزور ہتھیار سے میں شیر کے حملہ کا مقابلہ نہ کر سکونگا ناچار میں پیچھے کی طرف تیز بھاگا اور سال کے دو تین درختوں کا چکر دیکر اپنے ملازم کے پاس پہنچ گیا جس کے ہاتھہ میں لوڈ کی ہوی ۷ء۵ رائفل تھی۔ اس تمام عرصہ میں چیتل مجھ سے بالکل متصل رہا۔ بھاگتے وقت بھی بالکل قریب قریب دوڑ رہا تھا۔ ملازم کے ہاتھہ سے بندوق میں نے چھین لی اور چشم زدن میں پلٹ کر بندوق کندھے پر لایا اور خیال کیا کہ اب حملہ آور دشمن کا مقابلہ کرونگا مگر وہاں کوئی چیز نظر نہ آئی۔ شیرنی راستہ میں گر کر مر چکی تھی۔ میں نے چند منٹ تامل کیا۔ چیتل میرے پاس کھڑا رہا۔ جب میں شیرنی کی طرف بڑہا تو چیتل بھی میرے ساتھہ ساتھہ آیا مگر شیرنی کی لاش کو دیکھکر واپس چلا گیا۔ اور جنگل کی راہ لی۔ دہیں ہم کو بارہ سنگہ کا ایک بچہ اوسی قد و قامت کا جتنا کہ چیتل تھا مرا ہوا ملا اس کی گردن پر زخم تھا۔ جب اور جہاں شیرنی نے بارہ سنگے کو پکڑا ہے۔ وہیں یہ دونوں دوست ایک جا تھے۔

جن شکار دوست حضرات کو صحرا نوردی کا زیادہ موقع نہیں ملا اون کو یہ قصہ عجیب یا شاید غلط معلوم ہو مگر میں نے خود ایک سانبھر کو گاڑی کے پاس آتے دیکھا ہے۔ شیر یا سانبھر کا کوئی اور دشمن مجھکو نظر نہیں آیا مگر خود بخود روز روشن میں جنگلی جانور کو اس قدر نزدیک آجانے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ میں نے ایک نہایت معتبر شخص سے جنگلی کتوں سے شیر کے پناہ لینے کا واقعہ سنا ہے۔ جنگلی کتوں کے ذکر میں بیان کرونگا۔

چیتل بخلاف سانبھر کے دن کو بھی دیر تک جنگل یا میدان میں چرتے رہتے ہیں دیگر جنگلی جانوروں سے یہ وحشت نہیں کرتے بعض شکاریوں کو بارہ سنگہ۔ نیل۔ لنگور اور سور کے ساتھ بھی نظر آئے ہیں۔ لنگوروں کے ساتھ ان کو خاص تعلق ہوتا ہے۔ اور ان کے منہ سے میں لنگوروں کے بے تکلف چرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آپس میں قدیم دوست ہیں۔

بعض مصنفین کا بیان ہے کہ چیتل گاؤں کی مویشی کے ساتھ چرتے ہیں مگر مجھکو کبھی دیکھنے کا موقع نہیں نصیب ہوا۔

گھاس جھاڑیوں کی کونپلیں جنگلی پھل خصوصیت کے ساتھ بیر اور کاشتکاروں کے کھیت۔ گلہوہ۔ چیتل کی غذا ہے۔

چیتل کے شکار کا بہترین طریقہ صبح کو ایسے وقت نکلنا ہے کہ روشنی جنگل میں پہنچنے کے بعد ہو گاڑی پر گھوڑے پر یا پیدل تینوں صورتیں یکساں ہیں۔ گھاس کے کھلے میدانوں میں جو پانی اور جھاڑی سے متصل ہوں ان کی تلاش کرنی چاہئے۔ سردی کے موسم میں صبح نو بجے کے بعد سے سہ پہر کے تین بجے تک چیتل اکثر بیر بن میں بیٹھتے ہیں۔ بیروں کا وہ موسم ہوتا ہے۔ اور یہ بیر کے عاشق ہیں۔ گرمیوں میں مہوے کے درخت پھولوں سے لدے ہوئے ہوتے ہیں۔ گاؤں والے آٹھ نو بجے گلہوہ جمع کرنے کے لئے جاتے ہیں۔ انکے پہنچنے سے قبل چیتل درختوں کے نیچے چرتے رہتے ہیں۔ یہ خوبصورت مگر بدبودار پھول ہونے کی صورت میں بھی اگر زیادہ کھا لیا جائے تو نشہ پیدا کرتا ہے۔ آئندہ چل کر چند مراحل طے کرنے کے بعد یہ شراب بن جاتا ہے۔ خدا ہر شخص کو اس کی خوفناک مضرتوں سے محفوظ رہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

شکاریوں کو جیسا کہ میں نے دیباچہ میں عرض کیا ہے۔ نہایت پابندی اور التزام کے ساتھ
اس سے دور رہنا چاہئے۔

چیتل ریچھ وغیرہ جب گلہوہ پیٹ بھر کر کھا لیتے ہیں تو دن کو خوب سوتے ہیں اور یہ مقابلہ
اپنے متقی بھائیوں کے زیادہ آسانی سے شکار ہو جاتے ہیں۔ پھول کھانے والوں پر یہ مصیبت نازل ہوتی
ہے۔ تو شراب پینے والوں کو کیا سزا ملتی ہوگی۔ دنیا میں سخت ترین سزا سزائے موت ہے۔ وہ تو پھول
کھانے والوں پر ختم ہوگئی۔ اون سے بڑھ کر گناہگاروں کے لئے لازمی سزا عذاب آخرت ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

باوجودیکہ چیتل اور جانوروں حتی کہ پلے ہوئے جانوروں سے بھی بے تکلف ملتا ہے مگر فطرت نے
اوس کو اون متعدی بیماریوں سے محفوظ رہنے کی خاص قوت اور مادہ عطا فرمایا ہے۔ اور جانور مثل
سانبھر جنگلی بھینسوں وغیرہ کے مبتلا ہو کر ہزاروں کی تعداد میں فنا ہو جاتے ہیں۔

چیتل کی نسبت معلومات کا کافی ذخیرہ پیش کیا جا چکا ہے۔ اک صرف اوس احتیاط اور
ہوشیاری کا ایک چشم دید واقعہ جس پرخوف کے مقامات سے گذرنے یا خوفناک مقام پر جانے کے لئے
چیتل عمل پیرا ہوتے ہیں۔ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ تعلقہ راجورہ۔ ضلع عادل آباد میں تبوروائی ایک مشہور
شکارگاہ ہے۔ لاڈ کچنر۔ سر فریزر۔ جنرل مارشل وغیرہ عالی مرتبت حکام کو شکار کھلانے کا انتظام ایسے ہی
مقامات پر کیا جاتا ہے۔ تبوروائی سے دو میل کے فاصلہ پر جانب جنوب موضع بیڑدی۔ پہاڑ اور جنگل کے
پائین میں واقع ہے۔ یہاں ایک تالاب بھی ہے۔ اور جنگل بھی چیتلوں کے لئے بہت موزوں قسم کا ہے۔
یہ تالاب برسات میں ۴۰۰ گز کے قریب لمبا اور ۲۰۰ گز کے قریب چوڑا ہوتا ہے۔ مگر گرمیوں میں پھیلے ہوئے
پانی کا بڑا حصہ خشک ہو کر صرف گہرے حصہ میں ۴۰ چالیس گز تک پانی رہ جاتا ہے۔ گردو پیش کی زمین
جو تہ آب تھی گرمیوں میں خشک اور اوس پر گھاس نکل آتی ہے۔ دورہ کرتا ہوا میں تبوروائی پہنچا۔
وہاں دیہاتی شکاریوں سے معلوم ہوا کہ بیڑدی کے جنگل میں بڑے بڑے سینگوں والے چیتل ہیں صبح کو
کئی مرتبہ میں اس جنگل کو گیا۔ بہت چیتل نظر آئے مگر مارنے کے قابل کوئی نہ تھا۔ چوتھے روز تبوروائی سے

کیمپ ادھا۔ اگلے کیمپ کا راستہ بڑری کے جنگل سے گذرتا تھا اس جنگل سے میں گھوڑے پر گذر رہا تھا تقریباً ۲۰۰ گز کے فاصلہ ایک بہت بڑے سینگوں کا چیتل کھڑا ہوا نظر آیا گلے سے دوربین نکالکر دیکھا تو اوس کے سینگ غیر معمولی طور پر بڑے نظر آئے۔ جس آدمی کے پاس میری بندوق تھی وہ پیچھے رہ گیا تھا (یہ بہت بڑی مگر ایسی غلطی ہے کہ سفر اگر محض بغرض شکار نہ ہو تو اکثر واقع ہوتی ہے) میں نے آدمی کے انتظار میں گھوڑا روکا مگر وہ فوراً قریب کی جھاڑی میں گھس گیا جب میں کیمپ کو پہنچا (یہاں سے بڑری پانچ میل تھی) تو مجھ سے وہاں کے پٹیل نے ذکر کیا کہ بیرڑی کے جنگل میں ایک بہت بڑا چیتل ہے۔ اور بیرڑی کے تالاب میں پانی پینے آتا ہے۔

اتفاق سے چاندنی راتیں تھیں اور چاند کی تاریخ بھی بارہویں تھی۔ گو میں نے کبھی پانی پر بیٹھ کر شکار نہیں کیا مگر اوس روز شب ماہ غیر معمولی بڑے چیتل کی لالچ اور اس خیال نے کہ تالاب پر بہت جانور آتے ہیں۔ ان کو دیکھنا چاہیئے مجھکو رات کے وقت تالاب کے کنارے بیٹھنے پر آمادہ کر دیا۔ اسیوقت میں نے دو آدمیوں کو روانہ کیا کہ تالاب کے کنارے مچان باندھنے کا انتظام کریں میں رات کو مچان پر سوؤنگا۔ محمد افضل خاں اجارہ دار نے یہ کام اپنے ذمہ لیا۔ اور ایسا عمدہ وسیع مچان تیار کیا کہ میں معدود شکاری ملازمین کے اوس پر بہ آسانی بیٹھ نہیں سو سکتا تھا۔ شام سے کچھ قبل میں بھنڈارے سے (یہ دوسرا موضع ہے جہاں تمبور وائی سے اوٹھکر کیمپ ہوا) بیرڑی پہنچکر مچان پر بیٹھ گیا۔

یہ مچان پانی سے ۵۰ گز کے فاصلہ پر تھا۔ پانی اور جنگل کے درمیان میں کھلا میدان اور وہ حصہ تھا جہاں برسات میں پانی بھرا رہتا ہے۔ مچان کا درخت اس خشک مگر گھانس سے بھرے ہوئے دائرے کے جانب شرق واقع تھا۔ اس مچان سے کھلے ہوئے میدان کا پورا دایرہ اوس کے وسط میں پانی نظر آتا تھا۔ بالکل میرے سامنے جانب غرب ایک ایسے ہی درخت پر محمد افضل خاں بیٹھے۔ سب ہمراہیوں کو حکم دیا گیا کہ وہ گانوں کو چلے جائیں۔ گانوں تالاب سے قریب تھا۔ صبح کو آئیں یا اگر ہم کو ضرورت ہوگی تو ہم آدمی بھیجکر بلالیں گے۔

مغرب کے قبل تک مور جنگلی مرغیاں۔ بھٹ تیتر وغیرہ تالاب پر پانی پیتے رہے مگر ذرا اندھیرا ہوتے ہی یہاں کا سماں اس قدر خاموش اور سنسان ہوگیا کہ ولپر اداسی اور افسردگی چھائی جنگل کے درختوں کا حلقہ بجائے سبز کے سیاہ نظر آنے لگا۔ ہر چیز کا رنگ بدل گیا۔ پانی درختوں کے سایہ میں صاف نہیں نظر آتا تھا۔ مگر چاند کی شعاعوں نے اوس چھوٹے سے حصہ کو ایسا منور کردیا کہ بعینہٖ آئینہ کا فرش معلوم ہوتا تھا۔ میں سنبزی کی تصویر کھینچنے پر قادر نہیں ہوں۔ پھر کسی موقع پر اس کی کوشش کرونگا۔ مختصر یہ ہے کہ سات بجے کے بعد سے رات کے دس تک چھوٹے سے لے کر بڑے تک ہر قسم کے درندے تالاب پر پانی پینے آئے لومڑیاں کوے وغیرہ تو ادھر ادھر دیکھتے ہوئے آتے تھے۔ مگر ہرس اور بورکیچ بالکل بے تکلف اور بغیر کسی خوف کے آئے۔ دس بارہ منٹ تک پانی پیتے رہے اور پھر دوسری طرف چلے گئے۔ تالاب کے شمال میں گانوں واقع ہے۔ اوس جانب سے کوئی جانور نہیں آیا۔ زیادہ درندے مشرق یعنی میرے درخت کے سمت سے آئے اور مغرب کو چلے گئے۔ چند مغرب سے آئے مگر مشرق کو نہیں گئے۔ پھر جدہر سے آئے تھے اوسی طرف واپس ہوگئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تالاب کے جانب شرق دن کے وقت ٹھیرنے کے مقامات ہیں۔ اور جانب غرب رات کو ٹہلنے کے۔ تالاب کے جنوب میں صرف جھاڑی ہے۔ بڑے درخت بہت کم ہیں۔ اس طرف کوئی درندہ نہیں آیا میں یہ بیان کرنا بھول گیا کہ مغرب کے بعد سب سے پہلا آنے والا ایک بوڑھا شیر تھا۔ یہ میرے درخت کے نیچے آکر کھڑا ہوا۔ سردار خاں میرے ملازم نے اس کو دیکھکر میرے جسم کو چھوا اور میرے دیکھنے پر ہاتھ سے اشارہ کیا کہ شیر نیچے کھڑا ہے میں اس کا ذکر شیر کے بیان میں کرونگا۔ الغرض میری غلطی سے شیر بغیر پانی پینے کے واپس چلا گیا اور پھر رات بھر نہیں آیا۔

رات کے دس بجے بعد کے دو کے نیل آئے پھر گیارہ کے بعد وہ تماشہ پاسیوں شروع ہوا۔ جس کے دیکھنے کا مجھکو وہم و گمان بھی نہ تھا۔ شکار اور سیر و سفر ٹراویل اینڈ اسپورٹ Travel & Sport کی اکثر کتابوں میں آفریقہ کے جنگلی جانوروں کے ایک جگہ جمع ہوکر دوسرے ملک کو جہاں پانی اور چارہ میسر ہونے کی توقع ہو سفر کرنے کے قصے پڑھے ہیں۔

اس کو انگریزی میں امیگریشن کہتے ہیں اس کے علاوہ گرمیوں کے زمانہ میں ندی کے کنارے مختلف جانوروں کے جمع ہونے کی تصویریں دیکھی ہیں۔ مگر کبھی دل میں یہ خیال بھی نہ گزرا تھا کہ ہندوستان کے کسی مقام پر ایسا اجتماع ممکن ہے یا اگر ممکن ہے تو اوس کے دیکھنے کا موقع مجھکو نصیب ہوگا۔ جملہ معترضہ کے طور پر یہاں یہ بیان کرنا مناسب نہ ہوگا کہ تمام روئے زمین کی شکار گاہوں میں مسلم طریقہ آفریقہ اور ہند کے بعض مقامات کیا بہ لحاظ کثرت اور کیا بہ لحاظ نوعیت مختلف قابل شکار جانوروں کے بہترین اور وسیع ترین مسکن مانے جاتے ہیں۔ دنیا کی دو بڑی شکار گاہوں میں ایک ہند ہے۔ اور ہند کے بہترین مقامات میں ایک ترائی دوسرا ممالک متوسط بہ لحاظ جغرافیہ ممالک متوسط میں ضلع عادل آباد بھی شامل سمجھا جاتا ہے۔ اور ضلع عادل آباد کا شمالی تعلقہ موسوم بہ راجورہ مانک گڑھ نیز جنگاؤں روئے زمین کی بہترین شکار گاہوں میں سے ایک one of the best hunting grounds of the world شمار کیا جاتا ہے۔ تعلقہ راجورہ کے بہترین مقامات شکار یہ ہیں۔ چاندور۔ سیرنچ کا اندھار بن۔ سونڈ ہو۔ نمبورواڈی۔ پیچولی۔ بھینڈارہ۔ بیرڈی کا تالاب نمبورواڈی سے ۲ میل اور بھینڈارے سے پانچ میل ہے مگر مجھکو مطلق یہ خیال نہ تھا کہ میں اوس مقام پر ہوں جسکو ہر مصنف شکاری نے بہترین مقامات شکار میں شامل کیا ہے۔

گیارہ بجے رات کے میں نے جو نظارہ دیکھا اور جو آوازیں سنی ہیں۔ اون کا بیان کرنا میرے قلم کی قدرت سے باہر ہے۔ نیل۔ روہی۔ چیتل اور سانبھر کے منڈے کے منڈے کبھی ایک ایک دو دو نہایت خاموشی اور آہستگی سے آتے اور تقریباً پندرہ سے بیس منٹ تک پانی پر ٹھیر کر چلے جاتے تھے۔ ان میں سے چیتل کے ایک منڈے کا طرز عمل ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں بیان کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ لیکن یہ یقین ہے کہ حقیقی منظر کا فوٹو صرف مشاہدہ سے تعلق رکھتا ہے۔ بغیر آنکھوں سے دیکھے اوس کا نہ پورا لطف حاصل ہو سکتا نہ مختلف صورتیں سمجھ میں آسکتی ہیں۔

تالاب کے جنوب کی جانب جس طرف جھاڑی تھی تمام جانور ایک گھاٹی نما راستہ سے آتے

جاتے تھے۔ ہر جانور نہایت آہستہ اور ہر طرف دیکھتا ہوا نظر آتا تھا۔ اگر چیتلوں کا بڑا جھنڈ اسی طریقہ پر
پانی پینے آیا اوسی کے بیان پر اکتفا کرنا مناسب ہے۔ البتہ چیتلوں کی آمد سے قبل کا بھی ایک واقعہ
اگرچہ اوس کو چیتل سے تعلق نہیں مگر چونکہ اوسی سلسلہ میں اوس کا وقوع ہوا ہے بیان کرنا ضروری ہے
بڑے بارہ سنگے کی آواز خاص طور پر وحشتناک اور ڈراونی ہوتی ہے۔ جن کو جنگل اور عالم تنہائی میں
اس کے سننے کا پہلی بار اتفاق ہوا اون پر حقیقت میں وحشت طاری ہو جاتی ہے۔ شیر کی آواز کی
کم از کم نقل ہر شخص نے سنی ہے۔ اوس کے سننے سے خوف معلوم ہوتا ہوگا مگر بارہ سنگے کی آواز سننے سے
عجیب قسم کی وحشت اور قلب میں غیر قابل بیان کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ کوئی نہایت
قوی ہیکل دیو جس میں ہر ذی روح سے زیادہ قوت ہے۔ اور جو دنیا کے تمام ایذا دہندوں سے زیادہ
درشت مزاج ہے۔ آمادہ پیکار ہو ایک لمحہ میں ہم پر حملہ کیا چاہتا ہے۔ قلبی حالت کی یہ صحیح تصویر نہیں ہے
اس سے بھی زیادہ عجیب حالت ہوتی ہے۔ ایک یورپین مصنف نے لکھا ہے کہ جنگل کے رہنے والے
تجربہ کار شکاری جنہوں نے ہزاروں مرتبہ اس کی آواز سنی ہے۔ جب رات کو آپس میں باتیں کرتے ہوئے
یہ آواز سنتے ہیں تو تھوڑی دیر کے لئے لازمی طور سے خاموش اور باتیں بند ہو جاتی ہیں۔

رات کو بارہ بجے کے بعد یہ آواز سنائی دی۔ غالباً یہ آواز دو سو گز کے فاصلہ پر تھی۔ مگر معلوم
یہ ہوا کہ دس بارہ گز سے آ رہی ہے۔ میں دو تین بار پہلے بھی یہ آواز سن چکا تھا۔ اور پہچانتا تھا کہ یہ
بارہ سنگے کی آواز ہے۔ مگر میں اعتراف کرتا ہوں کہ تھوڑی دیر کے لئے میں تقریباً بدحواس ہو گیا۔ شام کو
جس وقت شیر میرے درخت کے نیچے مجھ سے صرف نو فٹ پر کھڑا تھا اوس وقت میرے ہاتھ میں ۵۰۰
اکسپرس تھی۔ مجھکو خیال بھی نہیں آیا کہ میں بڑی بندوق جو میرے داہنی جانب رکھی تھی کام میں لاؤں مگر
بارہ سنگے کی آواز سنتے ہی میں نے ۵۰۰ کو رکھ کر ۲۰ بور ہاتھ میں اوٹھالی اور سیفٹی کیچ کھول دیئے
میں نہیں بتا سکتا کیوں اور کس ارادے سے بارہ سنگے نے پانچ پانچ منٹ کے وقفہ سے تین آوازیں کیں
پھر نہیں معلوم کسی اور جانب چلا گیا یا خاموش ہو گیا۔ مگر تمام جنگل اور بالخصوص اس تمام روشنی کے اثر پر
سناٹا چھا گیا کوئی جانور اوس تالاب پر نظر نہ آتا تھا اور دائرے کے گرد جو درختوں کی سیاہ لائن تھی

وہ بہت تاریک معلوم ہونے لگی اور اس قسم کی کیفیت کا احساس ہوا کہ گویا تمام جنگل کی جان نکل گئی۔ حقیقتاً اوس وقت کسی جاندار کی آواز نہیں آرہی تھی۔ دس منٹ سے زیادہ یہی عالم رہا۔ بار بار یہ دل چاہتا تھا کہ کوئی آواز سنائی دے، یا کوئی جانور نظر آجائے تاکہ یہ جادو کا سا اثر اور خاموشی بلکہ بیخودی دور ہوجائے۔ اللہ اللہ کر کے ساڑھے بارہ بجے ایک نر چیتل کی آواز آئی پھر دوسری پھر تیسری۔ دل پر سے کچھ افسردگی اور وحشت کم ہوئی۔ پانچ منٹ بعد جنگل پھر گونج اوٹھا۔ یہ نر چیتل نہایت شان کے ساتھ سامنے آیا آہستہ آہستہ ہر طرف دیکھتا ہوا پانی پر پہنچا۔ وہاں تقریباً دس منٹ تک پانی میں منہ ڈالے کھڑا رہا معلوم نہیں مسلسل پانی پی رہا تھا یا کھیل رہا تھا۔ پھر نہایت متانت کے ساتھ جدہر سے آیا تھا اوسی طرف سے واپس ہوگیا۔ دوربین سے میں ہر جانور کو دیکھتا تھا۔ کیونکہ میں صرف اوس چیتل کے لئے مچان پر بیٹھا تھا جس کو میں نے دن کے وقت دیکھا تھا اور جس کی پٹیل نے تعریف کی تھی اس کو بھی خاص طور سے دیکھتا رہا مگر جس کی تلاش میں مجنون تھا یہ وہ لیلیٰ نہ تھی۔

اس کے پانچ چھ منٹ بعد میں نے اوسی گھاٹی نما راستہ کی طرف دوربین اوٹھا کر دیکھا ایک بڑی مادہ (جو غالباً ان جانوروں کے دستور کے موافق بڑھی بھی ضرور ہوگی) تالاب کی طرف پشت کئے ہوئے کھڑی نظر آئی گو ماہ ہلالی کی تیرہویں تاریخ اور ماہ تابان ایک بجے کے قریب بدر کامل کے ورود تک پہنچ کر اس جنگل کے محصور دایرے پر پوری روشنی ڈال رہا تھا دوربین بھی نہایت قوت دار تھی لیکن پھر بھی میں یہ نہ معلوم کرسکا کہ یہ مادہ کس چیز کی طرف پلٹ پلٹ کر دیکھ رہی تھی میرا قیاس ہے کہ داہنے بائیں کہیں کہیں جو پتھر پھیلے ہوئے تھے اون کو یہ نگاہ غور سے جانچ رہی تھی کہ ان کے پیچھے کوئی درندہ تو نہیں چھپا ہوا ہے۔ تین چار منٹ تک یہ خاموش کھڑی رہی پھر تالاب کی طرف پلٹ کر چار پانچ قدم چلی۔ یہاں بھی دو منٹ ٹھیر کر پھر پہلے مقام پر واپس گئی اور ایک دھیمی آواز کی۔ اس آواز کے ساتھ ہی چند چیتلوں کے سر جھاڑی میں سے باہر نکلے۔ لیکن کوئی آگے نہیں بڑھا صرف سر نکالے جھاڑی میں چھپے ہوئے کھڑے رہے۔ ان کو دیکھ کر یہ مادہ دوبارہ تالاب کی طرف آئی اور تقریباً دس گز تک اس طریقہ پر چلی کہ اوس کا ہر قدم، ہر جنبش اور اس کا تمام جسم

ولایت کے اوس مہذب چور کی تصویر بن گیا جو سینما میں منھ پر نقاب ڈالے ہوئے نظر آتا ہے۔ کبھی داہنے دیکھتی تھی کبھی بائیں کبھی سامنے پانی کی طرف گردن اٹھا کر دیر تک گھورتی کبھی بے حس و حرکت خاموش کھڑی ہو جاتی تھی۔ پہلے مقام سے تقریباً دس گز پہنچکر اس نے پھر آواز کی اور فوراً دوس چیتل مگر سب مادہ جھاڑی سے نکل کر اوس جگہ پر آ گئے جہاں انکی رہنما یا محافظ پہلے کھڑی ہوئی تھی اور جہاں اوس نے پہلے مرتبہ آواز سے اشارہ کیا تھا یہ چیتل بھی چوکنے اور ہوشیار معلوم ہوتے تھے مگر ان کی وہ حالت نہ تھی جو آگے چلنے والی کی قصہ مختصر پھر وہ بڑی مادہ تقریباً بیس پچیس گز اوسی طرح تاکتی جھانکتی دیکھتی بھالتی آگے بڑھی پھر وہی آواز کا اشارہ کیا اور پھر پیچھے کے چیتل آگے بڑھ کر رہنما کی پچھلی جگہ پر آ گئے۔

رہنما مادہ کے تالاب کی طرف بڑھنے کا سلسلہ پانی پر پہنچنے تک جاری رہا البتہ بڑھنے میں یہ فرق معلوم ہوا کہ پہلی مرتبہ دس گز چلکر ٹھیری تھی۔ دوسری مرتبہ بیس گز۔ تیسری مرتبہ تیس گز پھر سیدھی پانی پر۔ پانی سے متصل شاید کچھ دور تک پانی کے اندر بھی گھانس تھی۔ جب یہ اس گھانس تک پہنچ گئی تو اس نے بجائے ایک کے دو آوازیں کیں۔ مندا اوس وقت تقریباً چالیس گز اس کے پیچھے تھا اور اوس وقت تک صرف ایک ایک کی لاین (سنگل فایل) کا سلسلہ جھاڑی تک نظر آتا تھا۔ دو آوازوں کے اشارے پر یہ لاین آگے بڑھی۔ یہ سب مادائیں تھیں ان کے پیچھے جھاڑی میں سے تقریباً پچیس چیتل غول کی صورت میں پھیلے ہوئے نکلے لاین کی صورت باقی نہ تھی مگر سب سمٹ کر ایک جگہ ہو گئے تھے اور ایک دوسرے کو ٹھیلتے ہوئے چلتے تھے۔ اس غول میں چند نر تھے مگر سب چھوٹے کوئی بڑا اسینگ والا نہ تھا۔ کچھ چھوٹے قد کے چیتل بھی تھے غالباً یہ بڑے بڑے بچے ہوں کوئی چھوٹا بچہ ساتھ نہ تھا۔ آخر میں پھر دو بڈھی مادائیں تھیں۔ پانی کے قریب پہنچ کر اگلی لاین ٹوٹ گئی کچھ مادائیں داہنی جانب ہو گئیں کچھ بائیں جانب اور غول کے چیتل بیچ میں آ گئے۔ ان سب نے کم از کم پندرہ منٹ تک پانی پیا۔ پانی پیتے میں بھی بڈھی رہنما سر اوٹھا کر کبھی کبھی چاروں طرف دیکھ لیتی تھی۔ میں نے ان کو شمار کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر چیتلوں کی مسلسل جنبش کی وجہ سے

کامیابی نہیں ہوی۔ میرا اندازہ ہے کہ یہ ستر کے قریب ہوں گے پندرہ منٹ کے بعد ان میں سے کئی نے ادہر ادہر ٹہلنا شروع کر دیا اور بڑہی نے گھاٹی کا رخ کیا۔ واپس جاتے وقت یہہ شروع سے اخیر تک کہیں نہیں ٹھیری نہ کہیں آواز کی۔ گھاٹی نمار استہ جھاڑی کے قریب پہنچ کر اس نے چند سکنڈ سکون کیا پھر آگے بڑھ گئی۔ پورا مندا بے پروائی کے ساتہہ جس رفتار سے آیا تھا اوس سے بہت زیادہ تیز چل کر جھاڑی میں غایب ہو گیا۔

اس مندے کے علاوہ اور بھی چھوٹے چھوٹے مندے شمار میں دس سے بیس پچیس تک اوسی طرح پانی پر آئے۔ بعض مرتبہ سانبھر بھی پانی پینے میں آ کر شریک ہو گئے مگر چیتل ان سے خایف نہیں ہوئے۔

تین بجے کے بعد چیتل نہیں آئے۔ صرف سانبھر ایک ایک کبھی کبھی تین چار ملکر آتے پانی پیکر واپس چلے جاتے تھے۔ نہ وہ چیتل آیا جس کی تلاش میں میں نے یہ محنت اوٹھائی نہ وہ بارہ سنگھا جس کی آواز نے دل پر خونی کا اثر پیدا کیا تھا۔ صبح تک میں مسلسل بندوق ہاتہہ میں لئے بیٹھا رہا۔ آفتاب نکلنے پر بغیر فایر کرنے کے مایوس کیمپ کو واپس آیا۔

میرا خیال تھا کہ خوب نیند آئے گی۔ مگر غالباً کام کی وجہ سے تین بجے سہ پہر تک نہ سو سکا تین بجے تقریباً ایک گھنٹے تک سونے کے بعد اوٹھا اور پھر چیتل سانبھر اور گذشتہ شب کا منظر یاد آیا۔ آج چاند کی چودہویں تاریخ تھی۔ مچان تیار ہی تھا۔ چاء وغیرہ سے فارغ ہو کر چھہ سے قبل بیڑی پہنچ گیا تالاب کے کنارے جا کر جانوروں کے پیروں کے نشان وغیرہ دیکھے پھر مچان پر بیٹھ گیا۔ پوری رات اوسی طرح گذری لیکن آج شیر نظر نہیں آیا۔ سانبھر نے آواز دی مگر بہت فاصلہ سے چیتلوں کا مندا آیا۔ اور سب جانور آئے مگر نہ وہ چیتل نہ وہ سانبھر۔ تیسری شب بھی پندرہویں تھی۔ میرے مقام بھنڈارہ کے قیام کا بھی اخیر دن تھا۔ بڑے چیتل کے شوق نے پھر مچان پر جا بٹھایا۔ شام کے بعد کئی بور بچے آئے ایک چھوٹا شیر بھی پانی میں خوب لوٹا اور دس کے بعد سے میں نے دوربین کو ہاتھ سے نہیں رکھا صرف اس امید پر کہ آج تیسرا دن ہے چیتل ضرور پانی پر آئے گا۔ میرا خیال

صحیح ثابت ہوا۔ ٹھیک دو بجے چیتل آہستہ آہستہ پانی کی طرف بڑھتا ہوا نظر آیا۔ دوربین سے دیکھا سینگوں، اور قد کا اندازہ کیا جس قدر اس امر کا یقین ہوتا جاتا تھا اوسی قدر دل کی جنبش تیز ہوتی جاتی تھی۔ میرا خیال تھا کہ یہ چیتل دکن کا ریکارڈ ہوگا۔ اور الحمدللہ کہ میرا خیال یقین بلکہ ایک الہامی اثر ثابت ہوا۔

جب یہ پانی پی کر واپس جا رہا تھا۔ اوس وقت اس کی شان دیکھنے کے قابل تھی۔ مگر اوس وقت کسی خیال کی بجز حصول مدعا کے دل میں گنجایش نہ تھی۔ اپنی عزیز پری جان ۵۰۰ ایکسپرس کو اوٹھا ٹھیک اگلے سم پر نشانہ لیا اور آہستگی سے لبلبی کو دبایا۔ آواز ہوئی اور چیتل کھڑا ہوا نظر آیا میں سمجھا کہ نشانہ خالی گیا۔ مگر آن واحد میں چیتل ایک جانب کو جھک کر میرے درخت کی طرف نہایت تیز دوڑتا ہوا آیا۔ میں ضرور دوسرا فایر کرتا مگر نشانہ لینے کی نوبت نہ آئی تھی کہ چیتل نے میرے درخت سے چار فٹ کے فاصلہ پر ایک پتھر سے ٹکر کھائی اور گر گیا۔ سردار خاں اور محمد خاں دونوں ایسے غافل سو رہے تھے کہ فایر سے بھی نہ جاگے میں نے ہلا ہلا کر سردار خاں کو اٹھایا اور پھر الیکر مچان سے نیچے اوترا۔ یہ بہت روز شکار کیا میرے ساتھ رہ چکا تھا۔ چیتل کو دیکھتے ہی چلایا کہ صاحب اس کے برابر سینگوں کا چیتل آج تک نہیں ملا تھا۔ خوشی کا حال نہ پوچھئے۔ قندیل روشن کرکے ٹیپ سے ناپا۔ یہ وہی چیتل ہے جسکے سینگ ملک دکن میں سب سے بڑے یعنے ۳۷ ½ انچ لمبے ہیں۔

چیتل کی نسبت ایک غلط مگر نہایت دلچسپ واقعہ بیان کرنا لطف سے خالی نہ ہوگا۔ وہ یہ کہ میرے ایک عنایت فرما شکار کے بڑے شوقین تھے۔ یہ اتفاقی امر ہے کہ اون کے اولاد نہ تھی اولاد کی تمنا نے دوا اور علاج سے گذر کر گنڈے تعویذوں تک نوبت پہنچا دی اور یہ فقیروں نجومیوں ملاؤں کی تلاش میں رہنے لگے۔ کسی نجومی نے غالباً ان کے حالات معلوم کرکے ان سے ایسی باتیں بنائیں کہ یہ اوس کے معتقد ہوگئے۔ اوسی نجومی نے ان سے یہ کہدیا کہ شکار نہ کرنا ورنہ عمر بھر اولاد نہ ہوگی کچھ روز یہ اس نصیحت پر عمل پیرا رہے۔ لیکن جب پانچ چار سال گذرنے کے بعد بھی ان کی تمنا پوری نہ ہوئی تو یہ مایوس ہوگئے پھر شکار شروع کردیا۔ ایک طرف شکار کی لت دوسری طرف اولاد کی خواہش

اوس پر کچھ لاعلمی ان سب نے ملکر ان کی یہ حالت کردی کہ شکار کو جاتے۔ سخت محنت اٹھاتے۔ نہایت توجہ کے ساتھ انتظام کرتے مگر جب گولی لگانے کا وقت آتا تو نشانہ خالی۔ کئی سال ان کو میرے ساتھ شکار کھیلنے کا اتفاق ہوا۔ مگر میں نے کبھی اون کو صحیح نشانہ لگاتے نہیں دیکھا۔ ایک روز میں نے وجہ دریافت کی کہ آپ کے نشانے اس قدر کیوں غلط ہوتے ہیں اگر آنکھ میں کچھ فرق آگیا ہے تو علاج کرنا چاہیئے ورنہ آپ کی تمام محنت اور شوق بیکار ہیں۔ ان کے جواب سے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ اوس نجومی کی نصیحت سے متاثر ہیں شوق یا پرانی عادت سے مجبور ہو کر یہ شکار کو جاتے ہیں مگر شکار کے عین وقت پر یعنی فایر کرتے وقت یہ گھبرا جاتے ہیں۔ انگریزی میں اس حالت قلب کو "نروس" ہونا کہتے ہیں۔ میں نے ان کو خوب عقلی اور نقلی دلایل سے سمجھایا اور انہوں نے مصمم ارادہ کیا کہ یہ ان خیالات و توہمات کو دل میں جگہ نہ دیں گے اس کے دوسرے تیسرے ہی دن انہوں نے کوئی جانور مارا پھر مسلسل پانچ چار ہفتہ تک یہ صاحب معمولی طریقہ پر کامیابی کے ساتھ شکار کھیلتے رہے۔ چند روز بعد میں پھر ان کے گاؤں سے گذرا اثنائے ملاقات میں میں نے دریافت کیا کہ فرمائیے فلاں مقام پر آج کل خوب چیتل جمع ہوئے ہوں گے آپ نے بھی کوئی بڑے سینگوں والا مارا۔ بجائے جواب دینے کے ان کا چہرہ زرد ہو گیا۔ تھوڑی دیر تامل کے بعد کہا کہ جی نہیں تو غیر معمولی طور سے بڑے جمع ہیں۔ مگر میں نے توبہ کرلی ہے۔ چیتل پر گولی کبھی نہ چلاؤں گا۔ وجہ دریافت کی تو جواب دیا میں دس بارہ روز گذرے پہاڑ کے دامن پر چیتلوں کے ایک بڑے منڈے کے پیچھے گھانس کے میدان میں پہنچا ایک بہت بڑا چیتل نظر آیا اوس کا سامنے کا حصہ جھاڑ کی آڑ میں تھا میں نشانہ لیکر فایر کرتے ہی کو تھا کہ چیتل آگے بڑھ کر جھاڑ کی آڑ سے سامنے نکل آیا اور میری طرف دیکھا میں نے آنکھ ملائی تو ایک سفید ریش بزرگ اگلے ہاتھوں پر جھکے ہوئے نظر آئے اور میں بے خود ہو کر فایر نہ کرسکا تھوڑی دیر میں سنبھلا اور اس امر کو تخیل سمجھ کر اوس پر فایر کیا نشانہ خالی گیا اور پھر وہ چیتل دو ایک قدم چلکر کھڑا ہو گیا اور میری طرف دیکھا۔ پھر میں نے غور کیا تو وہی بزرگ تھے۔ صاحب موصوف کا بیان ہے کہ اونہوں نے پانچ سات مرتبہ اون بزرگ کو اچھی طرح ڈیڑھ سو دو سو گز کے فاصلہ سے دیکھا۔

ف۔ بزرگ کیوں بھٹیلوں میں چیتل بن کر گھس گئے۔ ہم پہلے انسانوں میں آ بیٹھتے تو چار بسکٹ سے تو ضرور تواضع کیجاتی۔

دوسرے روز صبح کو میں اوسی جنگل کی طرف گیا اور ایک بڑے منڈے میں سے ایک بڑا چیتل مارا۔ غالباً یہ وہی بزرگ تھے کیونکہ ان کے سینگوں اور کانوں کے بیچ میں گھانس کے تنکے اور سر والے لگے ہوئے تھے۔ میں نے تھوڑی سی اور گھانس لیکر اس طرح لٹکا دی کہ داڑھی سے مشابہت ہو جائے اور اون بزرگوار کے پاس یہ مسلم چیتل بھیجدیا کہ یہ آپ کے سپید ریش بزرگ ہیں۔

ہمارے اکثر ہموطن بھائی افسوس ہے کہ ان توہمات میں مبتلا پائے جاتے ہیں۔ شاید یہ صحبت اور جہالت کا اثر ہو لیکن حیرت یہ ہے کہ بعض یورپین مصنفین بھی با اہل علم و دانش اس اثر سے خالی نہیں بہت حقارت کے ساتھ ذلت اور مضحکہ انگیز الفاظ میں ایسے قصے بیان کرتے ہیں۔ مگر طرز تحریر سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ ان کے دل میں بھی کچھ کھٹک ضرور ہے۔

چیتل سینگوں کو صاف اور ولوٹ کے چھلکوں کو دور کرنے کی غرض سے اپنے سینگوں کو درختوں سے رگڑتا ہے۔ اگر درخت کے نیچے بڑی گھانس ہو تو اوس کے تنکے سینگوں میں اٹک جاتے ہیں۔ سینگوں کے اس طرح رگڑنے سے درخت کی چھال نکل جاتی ہے۔ شروع میں یعنی دو روز تک رگڑے کا رنگ سبز ہوتا ہے۔ پھر سرخ ہونا شروع ہوتا ہے۔ پانچ چار دن میں گہرا سرخ بلکہ سیاہی مایل ہو جاتا ہے شکاری چیتل کی تلاش میں اس رگڑ کے نشان سے بہت کام لیتے ہیں۔ شکاریوں کی اصطلاح میں اس کو رگڑا کہتے ہیں۔ چیتل کے اس عمل کو اگر ایک آدھ گھنٹے سے زیادہ نہ گذرا ہو تو مقام جہاں سے چھال نکل گئی ہے۔ نم ہوتا ہے۔ یہ اس کی علامت ہے کہ ابھی ابھی چیتل اس طرف سے گذرا ہے۔ چیتل کے پیر کے نشان بکری سے مشابہ مگر اوسے پہچاننا ضروری اور علم شکار کا لازمی حصہ ہے۔ اس میں ملکہ پیدا ہونے کے لئے عملی تجربہ کی ضرورت ہے۔ تجربہ میں نہ یہ علامتیں بیان کی جاسکتی ہیں نہ اور نہ کامل طور سے سمجھہ میں آتی ہیں۔ اگر تصویروں کے چھپنے کا انتظام ہو سکا تو ان سب جانوروں کے جدا جدا نقش پا کے نقشے اس کتاب میں لگا دئے جائیں گے ورنہ اس خبر کے بیان کی کوشش کرنا

سمی لاحاصل ہوگا۔

جانوروں کی آواز اور اون کی مختلف آوازوں میں فرق وتمیز کرنا بھی ایسا جزو ہے کہ جیز تحریر میں نہیں آسکتا۔ اون کی نقل کے لئے لفظ نہیں مل سکتے۔

پھر یہ ہم پنچم کی سرگم کاغذ پر ایسے کمزور آلے سے جیسا میرا قلم ہے۔ خوش آئند تو بہت بڑا لفظ ہے۔ سمجھ میں آنے کے درجہ تک بھی نہیں گائی جاسکتی۔

بالعموم ہر جانور کی چار آوازیں ہوتی ہیں۔ ایک خطرے کے وقت کی۔ دوسرے جوش کے وقت ہم جنس کو بلانے کی تیسری معمولی اوقات میں ہمرائیوں کے ساتھ تعلق یا سلسلہ قایم رکھنے کی چوتھی مرتے وقت جان نکلنے کی۔

چیتل کی یہ چاروں آوازیں ایک ہی ہیں۔ صرف آواز کی بلندی یا پستی قصر اور طول ان چاروں اشاروں کے مقاصد کو پورا کردیتا ہے۔

یہ آواز "کو" سے مشابہ ہوتی ہے۔ نر کی آواز مادہ سے کسی قدر زیادہ چوڑی ہوتی ہے معمولی اوقات میں یہ آواز کسی قدر بلند اور چھوٹی "کو" ہوتی ہے۔ خوف کے وقت نہایت آہستہ اور چھوٹی۔ جوش جوانی میں نہایت بلند اور لمبی مرتے وقت کی چھوٹی آہستہ اور مسلسل۔

نیل

نیل کو بعض مقامات پر روجھ اور روجڑہ مادہ کو نیل گائے اور روہی کہتے ہیں براعظم ایشیا کے تمام اون چرندوں میں جو انٹیلوپ کی نسل میں شریک ہیں۔ نیل سب سے زیادہ بلند قامت چوپایہ ہے۔ فربہی یا چوڑائی یا وزن کے لحاظ سے یہ سب میں زیادہ نہیں۔ ہوتا مگر قد میں کوئی اور انٹیلوپ اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ نیل ہندوستان کا مخصوص چوپایہ ہے بایہ کہنا چاہئے کہ بجز ہند کے یہ کسی اور ملک میں دستیاب نہیں ہوتا۔

اس کی شکل وصورت بدنما ہوتی ہے۔ پیش بہت اٹھا ہوا۔ پیچھے گرے ہوئے اور نیچے

دم تقریباً ڈیڑھ فٹ بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ لمبی ہوتی ہے۔ شانہ کے قریب نر کی اونچائی ۵۲ انچ سے ۵۶ انچ تک ہوتی ہے۔ یہ قد مساوی ہے ۱۳ اور ۱۴ کی ناپ کے گھوڑے کے جسم کا طول ناک کی نوک سے دم کی جڑ تک ساڑھے چھ فٹ سے سات فٹ تک ہوتا ہے۔ ہاتھ پیر دیکھنے میں بھاری اور گٹھے ہوئے نہیں بلکہ پتلے پتلے لمبے اور اتنے بڑے قد کے لئے ناموزوں معلوم ہوتے ہیں۔ نر کا رنگ نیلا مثل نیلے گرے گھوڑے کے اور مادہ کا رنگ میلا۔ سرخی مایل ہوتا ہے۔ جیسے کیچڑ میں لوٹتے ہوئے ہرن کا۔ موسم کا اثر رنگ پر صرف اس قدر ہوتا ہے کہ نر گرمیوں میں زیادہ سیاہ اور مادائیں زیادہ سپیدی یا زردی مایل نظر آتی ہیں۔ جن اضلاع میں ان کو اچھا چارہ اور زراعت کو تباہ کرنے کا کم موقع ملتا ہے۔ وہاں ان کے قد و قامت میں کمی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور رنگ خصوصیت کے ساتھ ماداؤں کا بہت بے رونق اور بھورا ہو جاتا ہے۔ پوسے گاؤں ضلع پرھنی میں نورہیوں کا ایک منڈا پچاس گز کے فاصلے سے میں نے دوپہر کے وقت دیکھا۔ یہ اس قدر لاغر اور بدرنگ تھیں کہ میں پہچان نہ سکا کہ یہ کیا جانور ہیں۔ دوربین سے معلوم ہوا کہ نیل گائیں یا روہیاں ہیں۔ پانچ بجے شام کے قریب دو پہاڑیوں کے درمیانی جھاڑی میں جھکو نیل نظر آیا۔ اس کے رنگ میں بھی مطلقاً چمک نہ تھی۔ اور مندرجہ بالا اوسط پیمانے سے بلندی اور طول میں کم تھا۔ عمدہ نیل کے وزن کا اوسط ۶۰۰ پاونڈ ہے مگر میں نے ترائی میں ایک نیل مارا جس میں صرف گوشت ۴۳۰ پاونڈ نکلا۔ اس میں پیٹ کی آلائش سر۔ کھال۔ گھٹنوں سے نیچے ہاتھ پیر کا وزن ملایا جاتا تو (۶۰۰) پاونڈ سے زیادہ وزن ہوتا۔

نر اور مادہ دونوں کا پیٹ۔ دم کا زیرین حصہ۔ رانیں ٹھڈی۔ کانوں کی اندرونی کھال۔ لب اور آنکھ کے پیچھے اور نیچے کا حصہ سپید ہوتا ہے۔ ٹخنے کی ہڈیوں کے نیچے اور اوپر سپید حلقے ہوتے ہیں۔ مادہ کے پیٹ میں جب بچے ہوتے ہیں تو بھلی معلوم ہوتی ہے۔ نر مادہ دونوں کی گردن پر سیاہ ایال کے مانند بال ہوتے ہیں۔ مگر ان کا طول چار یا پانچ سے زیادہ نہیں ہوتا۔ اس لئے ایال کی خوشنمائی نہیں پیدا ہوتی۔ نر کے حلقوم کے قریب بھی سیاہ بالوں کا گچھا ہوتا ہے۔ ایک پرانے نیل کی داڑھی تیرہ انچ لمبی میں نے خود ناپی ہے۔

صرف نر کے سینگ ہوتے ہیں۔ جڑ میں مثلث نما اور نوک کے قریب گول۔ عمر زیادہ ہونے پر سینگوں کی نوکیں اندر کی طرف جھک کر دونوں سینگوں سے خوب صورت ہلال کی شکل پیدا کر دیتی ہیں قد اور جسامت کے مقابلہ میں نیل کے سینگ بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔ اس کے بھائی بند ایلنڈ اور کوڈو کے سینگ جو افریقہ کے متوطن ہیں۔ اس سے پانچ چھ گنے زیادہ لمبے ہوتے ہیں۔ ہمارے نیل کے سینگوں کا طول عموماً (۸) انچ سے (۱۰) انچ تک پایا جاتا ہے۔ میرے ایک یورپین دوست مینجر لنگٹن آف ۹ اہزار س نے تعلقہ آصف آباد میں ایک نیل مارا اس کے سینگ گیارہ انچ کے تھے۔ مسٹر برینڈر کا مقولہ ہے کہ نیل کے سینگ کا ریکارڈ ½ ۱۱ انچ ہے۔ یہ بھی صاحب موصوف ہی کی رائے ہے کہ جوان نیلوں کے سینگ بہ مقابلہ بڈھوں کے زیادہ لمبے ہوتے ہیں۔ غالباً بڈھوں کے سینگوں کی نوکیں گھس کر چھوٹی ہو جاتی ہیں۔

نیل کے جسم پر سخت اور چھوٹے بال ہوتے ہیں۔ اداؤں کے پیٹ پر کسی قدر نرم اور لمبے بال نظر آتے ہیں مگر صرف گرمیوں میں برسات اور جاڑوں میں یہ بال گھانس اور جھاڑیوں سے رگڑ کھا کر بدرنگ اور چھوٹے ہو جاتے ہیں۔

نیل ہندوستان کے تقریباً ہر حصہ میں بہ کثرت پیدا ہوتے ہیں۔ بہ استثنائے مشرقی بنگال یا آسام کے سواحل ملیبار اور سیلون میں بھی ان کا وجود نہیں ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہندوستان کا قدیم باشندہ ہے۔ اس کی ہڈیاں کئی ہزار سال قبل کی جنگلوں کے ایسے حصوں میں جن کو کھودنے کی ضرورت لاحق ہوئی نظر آئیں اور پہچانی گئیں۔

یہ گھنے جنگل میں نہیں رہتا۔ بلکہ ایسے مقامات پر زیادہ ٹھہرتا بھی نہیں۔ کھلا ہوا جنگل کہیں کہیں گھانس کے میدان کہیں جھاڑی ہو۔ گھانس سے بھرے ہوئے پہاڑوں کے دامن جن پر دو ایک بڑے درخت ہوں ان کے رہنے کے مخصوص مسکن ہیں۔ زراعت کے قریب اگر کوئی جھنڈ درختوں کا ایسا ہو کہ وہاں دن کو آرام لے سکیں یا خوف کے وقت ان کو انسان کی نظر سے وہاں پناہ مل سکے تو میدان میں بھی عارضی طور سے سکونت اختیار کر لیتے ہیں۔

نیل کاشت کاروں کا بدترین دشمن ہے۔ چند ممبران خاندان کو جب کسی کھیت تک قدم رنجہ کرنیکا موقع مل جاتا ہے۔ تو کھیت کا وہ حصہ جہاں تک ان کے مبارک پیروں کے نشانات نظر آتے ہیں۔ بالکل صاف ہوجاتا ہے۔ کاشت کاروں کے لئے سخت تکلیف دہ امر یہ ہے کہ نیل بے حیا یا یوں کہئے کہ ضدی زیادہ ہوتے ہیں۔ دن میں صبح اور شام کے وقت دو تین مرتبہ ان کو کھیت سے ہانکنا پڑتا ہے۔ ذرا آنکھ بچی اور پھر موجود۔ غنیمت یہ ہے کہ ان کے منڈے بڑے بڑے نہیں ہوتے
لفٹنٹ جنرل وارڈروپ اور مسٹر ارس نیز مسٹر برینڈر کا بیان ہے کہ دس پندرہ سے زیادہ نیل ایک جگہ جمع نہیں ہوتے شاید لفظ نیل صرف نروں کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ ورنہ عام معنے کے لحاظ سے جس میں نر اور مادہ دونوں شامل ہیں۔ یہ رائے صحیح نہیں معلوم ہوتی بیشک اکثر بیشتر پانچ چار سے دس پندرہ نیلوں کے منڈے معمولی نظارہ ہے۔ لیکن پہاڑوں کے پائیں اور جوار کے کھیتوں کے قریب میں نے اس سے بہت زیادہ بڑے بڑے منڈے دیکھے ہیں۔ نر دو تین تھے مگر ماداؤں اور بچوں کی تعداد تیس چالیس سے کم نہ تھی۔

ان کی تعداد کا اندازہ کھلے جنگلوں میں اس واقعہ سے ہوسکتا ہے۔ کہ چند اصحاب کی پارٹی جو تین حصوں پر منقسم ہوکر جدا جدا سمتوں میں صبح کو پانچ بجے گئی تھی۔ اور دن کے دس بجے کیمپ کو واپس آگئی اتنا شکار مارا کہ اوس کے اوٹھانے کے لئے (۶) بیل گاڑیوں کی ضرورت ہوئی بظاہر ۶ گاڑی شکار بہت غیر معمولی بیگ معلوم ہوتا ہے۔ مگر واقعہ یہ تھا کہ گاڑیوں میں (۴) نیل اور دو گاڑیوں میں دو سانبھر تھے۔ بقیہ دو میں چیتل۔ چکارے۔ بکرے اور دو کتے بھی تھے۔

ملازمین اور بالخصوص سائیسوں خلاصیوں اور دیگر اراذل کے لئے نیل مارنے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ کیمپ فالورز کے علاوہ گاؤں والوں کو بھی گوشت ملنے سے وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ اور دوڑ کر کام کرتے ہیں۔ اور شکاری کی وقعت اور اوس کی بندوق کی طاقت کا خیال اون کے دل میں پیدا ہوجاتا ہے۔ گاؤں والوں کو خوش رکھنے اور اون کے ساتھ چھوٹے چھوٹے سلوک کرنے سے شکار کے تجسس اور خبر رسانی کی نیز کیمپ میں بہت چھوٹے چھوٹے کاموں میں

بڑی مددملتی ہے۔ جو شکاری اپنے ہمراہیوں اور گاؤں والوں میں اپنا اعتبار اپنے نشانے کا وقار اور اپنی مہربانیوں کے اثرات نہ پیدا کرسکے وہ بڑے جانوروں کے شکار میں جو کہ کئی کئی روز ان گاؤں اور ان میں رہنا پڑتا ہے۔ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ جن گاؤں والوں سے اچھے تعلقات پیدا ہوجائیں وہاں سال آیندہ کامیابی اور آسائش کا بمقابلہ پہلے سال کے دوچند یقین رکھنا چاہیے۔ اس کی نسبت شیر کے شکار میں زیادہ تفصیل کے ساتھ بحث کی جائے گی۔

نیل زراعت کو بمقابلہ اور جانوروں کے زیادہ نقصان پہنچاتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ شام کو سب جانوروں سے پہلے یہ جنگل سے باہر آجاتا ہے۔ میں نے گرمیوں میں پانچ بجے کے بعد بہت نیل مارے ہیں۔ اسی طرح صبح کو بھی نیل سب جانوروں کے بعد آرام لیتا ہے۔ دھوپ برداشت کرنے کا مادہ نیل میں سب جانوروں سے زیادہ ہوتا ہے۔ بعض مصنفین کی رائے ہے کہ نیل کو پانی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور یہ ایسے مقامات پر دیکھا گیا ہے۔ جہاں کوسوں پانی موجود نہ تھا۔ یہ رائے درست نہیں ہے۔ جاڑوں میں ممکن ہے کہ کئی کئی دن پانی نہ پیتا ہو مگر گرمیوں میں میں نے بچشم خود اس کو شام کے وقت نیز رات کو تالابوں اور گڑھوں میں پانی پیتے دیکھا ہے۔ یہ بیان کہ نیل ایسے مقامات پر ممکن گزین پائے گئے ہیں جہاں کوسوں پانی نہ تھا۔ اس امر کا ثبوت نہیں ہے کہ نیل پانی نہیں پیتا۔ نیل رات کو دس پندرہ میل سے زیادہ چکر لگاتا ہے۔ ممکن ہے کہ ضرورت کے وقت اور زیادہ فاصلہ طے کرکے پیاس بجھا لیتا ہو۔ ایک پلے ہوئے نیل کی نسبت مجھ کو معلوم ہوا کہ رات کے وقت وہ سامان کی گاڑیوں کے ساتھ تھیلے میں سے جو گاڑی کے پچھلے حصہ پر لدا ہوا تھا چنے کھاتا ہوا چودہ میل چلا آیا۔ تھیلے میں گھوڑوں کا دانہ تلا ہوا رکھا تھا تو سیر چنے کم ہو گئے گر میں سمجھتا ہوں کہ اس نوسیر کا بڑا حصہ راستہ میں گر گیا ہوگا۔ میں نے اسی نیل کو سابقہ کیمپ میں بھیگا ہوا دانہ کھلایا تھا۔ و سیر کے قریب کھا کر چلا گیا۔ نیل ہر قسم کی زراعت گھانس پھل اور خصوصیت کے ساتھ آنولا جھوا اور بیر کھاتا ہے۔

ہر موسم میں نیل کے چھوٹے چھوٹے بچے دیکھے گئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے لیے بچہ کشی کا کوئی مخصوص زمانہ نہیں ہے۔ پھر بھی چونکہ شروع برسات میں زیادہ بچے دکھائی دیتے ہیں

اس لئے غالباً اکتوبر میں نر کو مادہ کے ساتھ رہنے کی زیادہ خواہش ہوتی ہوگی۔ مگر میں نے عین گرمی کے موسم میں نر مادہ کو یکجا دیکھا ہے۔ مادہ نو ماہ بعد بچہ دیتی ہے۔ اکثر ایک کبھی کبھی دو بچے پیدا ہوتے ہیں۔ روہی کے چار تھن ہوتے ہیں۔ چار دن میں خوب دودھ بھرا ہوتا ہے۔ جب بچہ دو تین مہینے کا ہوتا ہے تو پھر دوسرے بچہ کو عالم وجود میں لانے کی تیاری ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے روہیوں کے ساتھ وقت واحد میں دو بچے ایک چھوٹا ایک بڑا نظر آتا ہے۔

نیل بہ لحاظ اپنے قد کے تیز دوڑنے میں ہرن اور چکارے کے سے بہت کم ہے مگر اس کی دوڑ میں عجیب بات یہ ہے کہ تقریباً بالکل غیر قابل گذر گڈھوں کھوریوں اور پہاڑوں کے ناہموار دامن پر یہ پوری قوت کے ساتھ اپنی رفتار کو میلوں تک قائم رکھ سکتا ہے۔ کسی نشیب و فراز اور کسی خندقوں اور غیر مسطح پتھروں پر نہیں رکتا۔ اس کی دوڑ شاندار بھی نہیں ہوتی جب انسان سے ڈر کر بھاگتا ہے تو لمبی لمبی گھاس میں گردن اوٹھا کر شتر بے مہار کی طرح بہت دور تک تراٹ دوڑتا ہے۔ فائر کے بعد اس کی آواز سے گیلپ ہوتا ہے اگر کتے پیچھے نہ دوڑائے جائیں تو پھر جلد تراٹ پہ آ جاتا ہے۔ اگر کتے گھیر لیں تو مثل مادہ سانبھروں کے اگلے پیر سے کتوں کو مارنے اور دفع کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ سر جھکاتا ہے مگر سینگوں سے حملہ نہیں کرتا۔ جب مغلوب ہو جاتا ہے اور کتے یا شکاری گھیر لیتے ہیں تو گائے کی طرح بھیں بھیں چلاتا ہے۔

مضبوطی اور سخت جانی میں ہرن کے بعد نیل کا نمبر ہے۔ یہ بھی کئی کئی گولیاں کھا کر دوڑتا رہتا ہے۔ زخمی ہو کر بیٹھ جاتا ہے لیکن اگر زخم کاری نہ ہو تو پھر اٹھ کر میلوں بھاگتا ہے۔

ایک نیل کے کمر کی ہڈی پر گولی لگی۔ ریڑھ کی ہڈی پاش پاش ہو گئی یہ فوراً گر گیا۔ شکاری کسی بڑے شکار کی طرف متوجہ ہو گیا۔ جب تین گھنٹے بعد اس مقام پر آیا جہاں نیل گرا تھا تو وہ نیل وہاں نہ تھا۔ بلکہ وہاں سے ۲۰۰ گز کے قریب کھسک کر گھاس میں مردہ پڑا ہوا ملا۔ ایک اور نیل دل پر گولی کھانے کے بعد پچاس گز دوڑا۔ اس کے پہلو سے خون اس طرح اوچھل کر نکل رہا تھا جس طرح لوٹے کی ٹونٹی سے زور کے ساتھ پانی گرایا جائے۔ پچاس گز کے بعد یہ گر گیا۔ اور جب

دو تین آدمیوں کو آتے دیکھا تو اس نے اوٹھنے کی کوشش کی۔ مگر پھر گر کر سکرات موت میں مبتلا ہو گیا اور ذبح کر دیا گیا۔

نیل کے حواس میں سے نظر اور قوت سامعہ کسیقدر قوی ہوتی ہے۔ شامہ کمزور کالے ہرن کے خلاف اس کی حفاظت ماداؤں کے ذمہ نہیں ہوتی۔ خود اپنی حفاظت کرتا ہے۔ نیل تنہا بھی رہتا ہے مگر کم کبھی کبھی دو ایک نر یکجا جمع ہو کر مادہ کے مندوں سے علیحدہ رہنا اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ یا تو بہت عمر اور از کار رفتہ بڈھے ہوتے ہیں یا بالکل نوجوان جو بزرگوں کے سامنے گستاخی کرنے کی سزا میں خاندان سے نکال دیئے گئے ہوں۔

نیل کے شکار میں کوئی خاص لطف نہیں ہے۔ زیادہ گوشت فراہم کرنے اور کیمپ والوں کی دوزخ بھرنے کے لئے اس کو مارنا پڑتا ہے۔ گوشت بھی لذیذ نہیں ہوتا۔ یہ رائے سماعی ہے۔ میں نے خود کبھی نہیں کھایا۔

اردو میں اس کو بلالحاظ تذکیر و تانیث نیل گائے کہتے ہیں۔ اس لئے وہ ہندو بھائی جو اور جانوروں کا گوشت کھاتے ہیں۔ لفظ گائے کی وجہ سے نیل کا گوشت نہیں کھاتے ایک کایستہ چپراسی نے اس کو اوٹھا کر گاڑی پر ڈالنے یعنی چھونے سے بھی احتراز کیا۔

نیل کی گردن کی جڑ کے قریب نہایت دبیز اور سخت کھال ہوتی ہے۔ سر کے قریب کا چمڑا بالمقابلہ نرم ہوتا ہے۔ سانبھر کی گردن کا غلاف اس کے بالکل خلاف ہوتا ہے۔ یعنی گردن کی جڑ میں نرم اور سر کے پاس موٹی کھال ہوتی ہے۔ فطرت نے ترتیب اس لئے بالعکس کر دی ہے کہ سانبھر گردن اٹھا کر چلتا ہے۔ اور نیل گردن پھیلا کر اگر سانبھر کی گردن کا وہ حصہ جو جسم سے متصل ہے۔ سخت اور دبیز کھال سے منڈھ دیا جائے تو اتنے وزنی سینگوں کے بار کو اس شان کے ساتھ اوٹھانے اور موڑنے میں رکاوٹ پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ یہ قیاس ہی قیاس ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی اور ضرورت یا مصلحت ہو۔ واقعات فطرت کے اسباب و وجوہ معلوم کرنے کی کوشش کبھی بے سود اور خالی از لطف نہیں ہوتی۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کہ نیل کا شکار پر لطف نہیں ہے۔ مگر بہ ضرورت عمل قصابی پر رضامند ہونا پڑتا ہے۔ البتہ نئی رائفلوں اور کارتوسوں کی قوت آزمانے کے لئے نیل سے زیادہ موزوں جانور ملنا ممکن نہیں جو گولی نیل کی گردن کی جڑ میں گھس جائے اور گردن کی ہڈی کو توڑ دے وہ اطمینان کے ساتھ جنگلی بھینسے یا ارنے پر چلائی جا سکتی ہے۔

بعض یورپین شکاری اگر میدان یا گھوڑا دوڑانے کے قابل زمین ملجائے تو نیل کو گھوڑے پر سوار ہو کر برچھے سے مارتے ہیں۔ مسٹر برینڈر کا بیان ہے کہ بزار میں کپتان پٹو اور مسٹر برینڈر نے ایکدن چھ نیل کا برچھے سے شکار کیا۔ بلبے نیل ایک میل کے اندر مار کھا گئے مگر جوان نیلوں نے کئی مائل تک گھوڑوں کی پوری قوت اور دم کے امتحان کا موقعہ دیا ان میں سے کسی نے حملہ نہیں کیا۔ ان کے علاوہ دو تین میل چکر دیکر نکل گئے۔ جب برچھا کر نیل گر پڑتا تھا۔ اور سوار اوس کو گھیر کر کھڑے ہو جاتے تھے تو یہ نہایت بے معنی طور پر بغیر کسی خاص اور مصمم ارادہ کے حملہ کرنے کی صورت بنا تا یا دھمکاتا تھا حقیقی حملہ کی جرات نہیں کرتا یا اس فن سے واقف نہیں"۔

بورسچے اور شیر نیل اور خصوصیت کے ساتھ مادائوں کو بہ آسانی شکار کر لیتے ہیں۔ تعلقہ ہیرپچ میں میں نے شیر کو نیل پر حملہ کرتے دیکھا ہے۔ لیکن وہ نیل نکل گیا اور شیر نے پھر اوس کا پیچھا کیا۔ معلوم نہیں کیا نتیجہ ہوا مگر اوس روز شب کو اوسی جنگل میں شیر نے بندہے ہوئے کھلگے کا گارہ کیا۔ اگر شیر نے شام کو نیل کھا یا ہوتا تو پھر اوسی رات کو بھینسا نہ مارتا یا ممکن ہے کہ یہ کوئی دوسرا شیر ہو۔

ف نیل بھی مثل چیندا ور جانوروں کے ایک ہی جگہ مینگنیاں کرتا ہے۔ یہ مقام ہمیشہ کھلے میدان میں ہوتا ہے۔ یا اگر جنگل کے اندر بھی ہو تو ایسی جگہ پر کہ تقریباً پچاس پچاس گز تک کسی طرف جھاڑی یا آڑ اور چھپنے کا موقع دینے والا کوئی پتھر یا درخت نہ ہو۔ اس کی غرض و غایت جنگلی درندوں کے اچانک حملے سے محفوظ رہنا ہے۔ ایک ہی جگہ ضروریات سے فارغ ہونے کی وجہ کیا ہے۔ کیوں اس کی ضرورت لاحق ہوتی ہے اور کیوں اس کے خلاف عمل نہیں ہوتا یہ بہت دلچسپ اور علم الحیوانات کے شائقین

کے لئے قابل غور مسئلہ ہے۔ قیاس غالب ہے کہ یہ مقام اور یہاں غلاظت کا انبار اوس مقام کی علامت ہے جہاں ایک جنس کے جانور اکثر اوقات جمع ہوتے ہیں۔ انگریزی میں یہ خیال لفظ Rendezvous رنڈی ووسے اچھی طرح سمجھ میں آتا ہے۔ فوج یا ڈاکو یا چور یا اور چند ہم خیال اشخاص جس مقام کا انتخاب کرکے اوس کو آپس میں ملنے کے لئے مقرر کرلیں اوس کو رنڈوو کہتے ہیں۔ یہ جانور بھی ضروریات کی وجہ سے اکثر بلکہ دن رات میں کئی کئی بار ایک دوسرے علیحدہ ہوجاتے ہیں۔ اس رنڈوو کی بو اور اوس کا کھلے مقام پر واقع ہونا دوبارہ یکجا ہونے میں بڑی مدد دیتا ہوگا یا اگر مادہ کا نر سے ملنے کو جی چاہتا ہو تو وہ نردوں کی تلاش انہی مقامات پر بہ آسانی کرسکتی ہیں۔ یہاں نر یا نروں کا آنا لازمی ہے۔ اسی قسم کی اغراض کے لئے نروں نے یہ عادت اختیار کرلی ہے۔ گینڈا بھی گویا بالکل مختلف النوع چارپایہ ہے۔ مگر اس حرکت کا عادی ہوتا ہے۔ ترائی میں جہاں گھانس اونچی اور بکثرت ہوتی ہے۔ گینڈے کی تلاش میں یہ اکھر (چرندوں کی مینگنیوں کا انبار) بڑی مدد دیتے ہیں۔ میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ جنگل میں اکھر بالعموم سر راہ یا چوراہے پر ہوتے ہیں یا میدان میں بھی بلند ترین حصہ پر۔ اس سے بھی میں یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ غالباً یہ مقامات باہمی ملاقات کا ذریعہ اور "رنڈوو" ہوں راستوں کے ملنے کے مقام پر ساتھیوں کے انتظار میں دیر تک ٹھیرنا اور ضروریات سے فارغ ہونا فطرتی اور بالکل قرین قیاس ہے۔

اکھر پر بڑے زبردست نیل کمزور پٹھوں کو نہیں آنے دیتے یا اپنے سامنے اور اپنے سے پہلے ان کو اس جائے ضرور استعمال کی اجازت نہیں دیتے کوئی پٹھا اوس حالت میں کہ کوئی بزرگ بیس تیس گز پر کھڑا ہو اگر اکھر پر بیٹھنے جھکانے کا قصد کرے تو بڑے میاں نہایت غصہ سے اوس پر حملہ کرکے اوس کو نکال دیتے ہیں اور ضرورت ہو یا نہ ہو خود اوس مقام پر کھڑے ہوجاتے ہیں جنگل میں بعض مقامات پر خشک اکھر نظر آتے ہیں۔ اس سے شکاری کو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کے قرب وجوار میں نیل نہیں ہیں۔ جنگلی بکری اکثر نیلوں کی جائے ضرور سے کام لیتی ہے۔ نیل کی مینگنیاں جامن کی برابر کسی قدر لمبی ہوتی ہیں۔ جنگلی بکری کی سبز رنگ کی اور مٹر (بٹانے) کی برابر اوسی سے

مشابہ ہوتی ہیں۔ تھوڑے سے تجربے کے بعد شکاری مینگنیوں کے رنگ اور نمی کی چمک سے یہ
معلوم کرسکتے ہیں کہ جانوروں کو وہاں سے گذرے ہوئے کتنا عرصہ گذرا۔

نیل کا چمڑا [illegible] ہوتا ہے۔ میں نے کئی چمڑوں کو باقاعدہ تہ دلوائی مگر یہ کمزور ثابت ہوئے
البتہ سوٹ کیس اور صندوقوں کے غلاف اچھے بنتے ہیں۔ اس کا چمڑا زور نہیں برداشت کرسکتا
باگیں یا رکاب دوال یا گاڑی کے پارٹس کے لئے بیکار ہے۔

مسٹر لیڈیکر نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ہندوستان کے جنگلوں میں ایلنڈ اور کوڈو جو
اینٹیلوپ کے نہایت خوبصورت اور قابل فخر ہوتے ہیں۔ اور جن کی ہڈیاں ابھی کہیں کہیں
ہندوستان میں پائی جاتی ہیں زمانہ سابق میں موجودہ نیل کے ساتھ متوطن اور نیل کے رفیق
وہم سفر تھے۔ اس سائنٹفک تحقیقات اور رائے کا ثبوت مجھکو محض اتفاقی طور پر امراوتی اور تعلقہ
راجورہ میں ہم پہنچا۔ ان دونوں مقامات پر مجھکو قدیم زمانہ کے مندر دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ ان
دیولوں کی دیواروں پر مختلف قسم اور مختلف جانوروں کا نقش [illegible] پتھر پر ابھرے ہوئے
نقوش کی صورت میں موجود ہیں۔ ایلنڈ اور کوڈو کی میں نے بہت سی تصویریں دیکھی ہیں۔ اور میں
وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ امراوتی اور راجورہ کے دیولوں میں جو تصاویر منقش ہیں وہ
ایلنڈ اور کوڈو کی ہیں۔ یہ دیول ہزاروں سال کے بنے ہوئے ہیں۔ ممکن ہے کہ اوس وقت
یہ جانور ہند میں موجود ہوں یا کم از کم اوس وقت کے کاریگر ان کی تصاویر سے واقف ہوں۔
دیول میں یہ تصویریں کندہ کرنے کی بنا یہ ہوگی کہ اوس وقت کے سنگ تراش ایلنڈ کو گائے
تصور کرتے ہوں گے۔ ایلنڈ گائے کے برابر اور ہمشکل ہوتا ہے۔ صرف اوس کے سینگ ہرن کے
مانند مگر بہت بڑے ہوتے ہیں۔

بہت بہتر ہوتا کہ ایلنڈ اور کوڈو ہند میں قائم رہتے اور اوس کے بدلے نیل مفقود ہو جو
نیل کے شکار کے لئے بجز جنگل نوردی کے کسی خاص تدبیر یا انتظام کی ضرورت نہیں صبح شام
ایسے کھیتوں کے قریب جو جنگل سے قریب ہوں نیز کھلے میدانوں میں نیل چرتے ہوئے۔

اور دو سو گز کے فاصلہ تک بہ آسانی انسان کو پہنچ جانے کا موقع دیتے ہیں۔ دن کے دس بجے کے بعد
کسی پہاڑی کے دامن پر سایہ دار درختوں کے نیچے بیٹھ جاتے ہیں شام کو پانچ بجے سے کچھ قبل یہ
پھر کھیتوں کا رخ کرتے ہیں۔ اگر میدان میں مل جائیں تو نیلوں کو دوڑا کر مارنے میں کچھ لطف آتا ہے
چونکہ نیل بڑا جانور ہے اس لئے نوآموز شکاریوں کے لئے نیل پر متحرک نشانہ کی مشق نہایت مفید
اور ہمت بڑھانے والا عمل ہے۔ شروع شروع میں بچوں کو بھاگتے ہوئے جانور پر فایر کرنے میں
تامل ہوتا ہے۔ غالباً باین خیال کہ نشانہ خالی جانے کی وجہ سے ساتھی ہنسیں گے مگر یہ خیال
نہایت جاہلانہ ہے۔ اول تو کسی کی ناکامیابی پر ہنسنا یا طنز کرنا انتہا درجہ کی بدتہذیبی بلکہ بدطینتی
میں داخل ہے۔ دوسرے یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ ہنسنے والا اصول نشانہ اندازی سے بالکل بے بہرہ
محض ہے بلکہ اس نے کبھی بندوق فایر نہیں کی گولی لگانے کے لئے جس قدر جسمانی شرائط اور حسن
دماغی کیفیت کا موجود ہونا لازمی ہے۔ وہ جاہلوں اور اناڑیوں کے خیال اور تصور سے بالاتر چیز
ہے۔ اس موقعہ پر ان کا بیان غیر ضروری ہے۔ اصول نشانہ اندازی میں شرح و بسط کے ساتھ
اس پر بحث کی گئی ہے بچے اور نوجوان اس حصہ کو ضرور بہ غور پڑھیں۔

بچوں کے لئے بھاگتے ہوئے نیل پر متحرک نشانہ کی مشق اس لئے مفید ہے کہ اول تو نیل کا
قد و قامت بڑی اور وسیع ٹارگٹ کا کام دیتا ہے۔ دوسرے اس کی دوڑ نہ زیادہ تیز ہوتی ہے
نہ ہرن کی طرح اونچی نیچی۔ نیل نہ اچھلتا ہے نہ کودتا۔ دو چار نیل مارنے کے بعد بچوں کا حوصلہ
بڑھ جاتا ہے۔ تیسرا قابل اطمینان امر یہ ہے کہ نیل اور اس کی کثرت حقیقتاً زراعت کے لئے سخت
مضرت کا باعث ہے۔ علاوہ بریں مادہ نیل بخلاف اور چرندوں کے بہ کثرت بچے دیتی ہے۔ اور غالباً
کبھی اس کا پیٹ خالی نہیں نظر آتا ایک یا دو بچے ساتھ اور ایک پیٹ میں۔

نیل مضبوط جانوروں میں ہے۔ بالخصوص نر۔ یہ ۴۰-۳۲ یا سیویج یا اس چھوٹے
بور کی رائفلوں سے فوراً نہیں گرتا۔ اس کے لئے ۵۰ء۴ یا ۵۰۰ء بہت موزوں رائفلیں ہیں
میں نے ہمیشہ اس کو ۵۰۰ء ایکسپرس سے مارا ہے۔ اور شاید سینکڑوں میں سے ایک بھی گم نہیں ہوا۔

شام ہو جانے کی وجہ سے اگر بغیر تلاش کے کیمپ کو واپس آنا پڑا تو صبح کو یہ زخمی ہونے کے مقام کے قرب وجوار میں مردہ پایا گیا۔

ایک مرتبہ میں نے بعد مغرب ایک نیل پر گولی چلائی وہ ڈراپ ڈیڈ نہ ہوا بلکہ دوڑ کر جھاڑی میں گھس گیا۔ اندھیرے کی وجہ سے بغیر تلاش کرنے کے ہم سب کیمپ کو واپس آ گئے۔ صبح کو کیمپ کا دھوبی گوشت کی لالچ میں جنگل پہنچا اور بدقسمتی سے یکایک نیل کی لاش پر پہنچ گیا قصہ سننے سے لطف تو آیا مگر بڑی خیر ہوی۔ نیل کو شیر کھا رہا تھا۔ دھوبی کو دیکھتے ہی کھڑا ہو گیا اور دھوبی کو ایسی دھمکی دی کہ ان کو کپڑے دھونے کی ضرورت لاحق ہوی۔ پھر اس نے کبھی جنگل کی سیر کا ارادہ نہیں کیا۔

بارہ سنگھا

بارہ سنگھے کو انگریزی میں سویمپ ڈیر کہتے ہیں۔ سویمپ کے معنی دلدل کے ہیں۔ مگر یہاں یعنی بارہ سنگھے کے مسکن کے لحاظ سے سویمپ اپنے حقیقی معنوں میں استعمال نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ اوس سے جنگل کا وہ حصہ مراد ہے جس میں وسیع رقبہ پر پانی اور کیچڑ ہو۔ لفظ جنگل کے ساتھ جھاڑی درخت اور گھانس ہونا لازمی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شمالی ہند اور ترائی میں ہمالیہ کی نمی اور ندیوں کی کثرت کی وجہ سے جنگل کے اکثر حصے نہایت نم بلکہ کیچڑ سے بھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اسی قسم کے جنگل بارہ سنگھے کی سکونت اور قیام کے لئے مختص ہیں۔ لیکن جنگل کی یہ نوعیت اور پانی کی یہ کثرت صرف ترائی تک محدود ہے۔ ممالک متوسط کے بہت کم حصوں میں پانی سے بھرے ہوئے جنگل ہیں مگر پھر بھی بارہ سنگھے تقریباً پورے صوبہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ البتہ ان مقامات پر بھی پینے کا پانی کافی درجہ تک موجود ہونے کی شرایط قایم کرنا ناگزیر ہے۔

ترائی اور ممالک متوسط کے بارہ سنگوں میں بہت کم فرق ہے۔ الا صرف اوس قدر جو مقامات سکونت کے اثرات کا لازمی نتیجہ ہو۔ مثلاً کھیری ترائی میں پانی سے بھرے ہوئے مقامات پر

یا کیچڑ یا ایسی گھانس میں جسکی زمین خوب نم ہو یہ جانور اپنا پورا وقت صرف کرتا ہے۔ فطرتاً اس کے کھر نرم اور چوڑے ہوتے ہیں۔ پیر کی گدیاں (کف پا) بہت نرم ہوتی ہیں۔ بخلاف اس کے ممالک متوسط کے بارہ سنگوں کے کھر اس بنا پر کہ وہ پہاڑی اور ناہموار سطحوں پر دوڑتے اور اون کی زندگی کا بڑا حصہ خشک اور سخت زمین پر گذرتا ہے۔ زیادہ سبک اور متصل ہوتے ہیں۔ دوسرا بین فرق دونوں میں سینگوں کے رنگ کا ہے۔ ترائی کے جانوروں کے سینگ سپید اور چمکیلے ہوتے ممالک متوسط کے بارہ سنگوں کے تقریباً سرخ ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ سائنٹیفک تحقیقات کے بعد بھی کوئی یورپین مصنف دریافت نہ کرسکا۔ مسٹر لیڈیکر نے یہ قیاس ظاہر کیا ہے کہ یہ غذا کا اثر ہے ممالک متوسط اور ترائی کے بارہ سنگوں کے قد و قامت اور رنگ میں زیادہ فرق نہیں ہوتا۔ مسٹر بریڈر کا بیان ہے کہ ممالک متوسط کا بارہ سنگھا ہر ملک کے بارہ سنگے سے بڑا ہوتا ہے اور سینگوں کی خوبصورتی کے لحاظ سے شمال کے باشندوں کو اپنے دکنی بھائیوں کے مقابلہ کا خیال بھی نہ کرنا چاہیے۔ میرا ذاتی تجربہ اس معاملہ میں بہت محدود ہے۔ ترائی کے بارہ سنگے اور ممالک متوسط کے بارہ سنگوں کے درمیان باریک بین اصحاب کے ذہن میں سائنٹیفک اصول تحقیقات کی بنا پر جو فرق ہو اوس کے خلاف کہنے کی میں جرأت نہیں کرسکتا کیونکہ مجھکو اس کا موقعہ نہیں ملا مگر سینگوں کی جو تصویریں دیکھنے میں آئیں اون سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ممالک متوسط میں فطرت کے طرف سے سینگوں کے نمو میں ترتیب اور توازن مساوات پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ ترائی کے جانوروں کے سینگ بے ترتیبی کے ساتھ اور بغیر دونوں سینگوں میں برابر وزن اور بغیر خوبصورتی کا لحاظ رکھنے کے نکلتے اور بڑھتے ہیں۔

یورپین مصنفین نے اپنی کتابوں میں جو فوٹو دیے ہیں وہ سب میری رائے کی تائید کرتے ہیں اور یہ میرا ذاتی خیال ہے کہ یہ فرق اوس جنگل کا اثر ہے جو بارہ سنگوں کی چراگاہ اور جولانگاہ ہے جھاڑی اور شاداب جھاڑی کی شاخیں یقیناً نرم ہوتی ہیں۔ ممالک متوسط میں اسی قسم کی جھاڑی زیادہ ہے۔ اسی کے قریب و جوار کے وسیع میدان میں بارہ سنگوں کے بود و باش کی

جگہ ہے۔ ان سے ٹکریں کھا کر سینگ زیادہ ٹیڑھے نہیں ہوتے۔ بخلاف ترائی کے کہ وہاں جھاڑی کم اور بڑے درختوں کا جنگل زیادہ ہے۔ چھوٹے چھوٹے نوخیز درخت بمقابلہ جھاڑی کے بہت زیادہ سخت ہونا لازمی ہے۔ شمال میں رہنے والے بارہ سنگوں کے سینگ بجائے جھاڑی کے ان درختوں سے ٹکریں کھا کر زیادہ ٹیڑھے ہو جاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ قیاس صحیح ہو مگر ترتیب میں کیوں فرق آجاتا ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ ایک سینگ زیادہ دبیز دوسرا مقابلتاً باریک ایک شاخ موٹی اور لمبی۔ دوسری پتلی اور چھوٹی یا اس کے بالعکس اس کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہو سکی۔ دونوں ممالک میں بارہ سنگے کا رنگ یکساں ہوتا ہے۔

مسٹر ڈنبار کا بیان ہے کہ ترائی اور اوس کے قرب وجوار میں اون کو بکثرت بارہ سنگے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ ان میں سے بڑا حصہ اونہوں نے پانی میں کھڑا ہوا دیکھا ہے۔ یہ بارہ سنگے تمام دن اسی پانی سے باہر نکلی ہوی گھانس میں چرتے رہے۔ شام کے قریب زیادہ گہرے پانی میں چلے گئے تاکہ وہاں کی موٹی اور رسدار گھانس کا لطف اوٹھائیں۔ ایک بار ہاتھیوں کی صف کو بڑھا کر اس امر کی کوشش کی گئی کہ بارہ سنگے پانی سے نکل کر جنگل کا رخ کریں۔ لیکن اوس میں بڑی دقت اور محنت کے بعد کامیابی ہوی۔ بارہ سنگے کے پیروں کے اعصاب کی قوت اور اوس کے کھروں کا یہ مادہ کہ اس قدر دیر تک تر رہنے کے بعد متضرر نہ ہوں نہایت حیرت انگیز ہے۔ بخلاف اس کے ممالک متوسط میں بالعموم بارہ سنگے سال کے جنگل اور گھانس کے ایسے وسیع میدانوں میں رہتے ہیں۔ جہاں بڑے درخت ہوں یہ ایسے جنگلوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ جہاں ہر قسم کے درخت ملے جلے ہوئے موجود ہوں جنگل سے بھرے ہوئے پہاڑوں کے دامن پر بھی یہ نظر آتے ہیں مگر دور تک اندر نہیں جاتے۔ جب مقامات بود و باش میں اس قدر تفاوت اور بین فرق ہے تو ان جانوروں کی ساخت اور شکل وصورت میں بہت سا امتیاز پیدا ہو جانا چاہیے تھا۔ لیکن دونوں ممالک کے بارہ سنگوں میں صرف سینگوں کے سوا اور کھروں میں فرق ہونا تعجب کی بات ہے۔ مسٹر ڈنبار کا خیال ہے کہ ممالک متوسط میں پانی کی طرف سے بارہ سنگوں کا استغنا چیتلوں سے بڑھا ہوا ہے۔

بالعموم بارہ سنگے ہلدوانی ضلع نینی تال سے جانب شرق تمام ترائی میں آسام تک پائے جاتے ہیں۔ مسٹر بلیفورڈ اور مسٹر لیڈیکر نے شمالی سندھ میں بھی بارہ سنگوں کا موجود ہونا بیان کیا ہے۔ مگر کسی اور مصنف یا شکاری نے اس کی تصدیق نہیں کی۔

ممالک متوسط میں بارہ سنگوں کے مختلف چراگاہیں اور اون کی بود و باش کے عام مقامات یہ ہیں۔

ضلع منڈلا میں جگمنڈل اور محصورہ جات نیجر۔ اوسی کے مشرق میں اماکنٹک اور زمینداری بلاسپور۔

اس زمینداری کے میدانوں کی نسبت مسٹر لیڈیکر نے لکھا ہے کہ بے شمار بارہ سنگوں کے مندے نظر آتے ہیں۔ افسوس کہ اب وہ حالت نہیں۔ نربدا کے شمال میں اس زمینداری کے کچھ قطعات ہیں۔ وہاں دو ایک متفرق مندے سرستال میں باقی ہیں۔ اس طرح ڈنڈوری روڈ کے قریب محصورہ شاہپورہ میں بھی چند بارہ سنگے موجود ہیں۔

بالاگھاٹ بلاسپور۔ رائے پور۔ ان کے قرب وجوار کی زمینداریاں بستر اسٹیٹ۔ بنڈارا۔ اور چاندے کے جنوب میں جو سال کے جنگل ہیں۔ وہاں بارہ سنگے بمقابلہ اور مقامات کے زیادہ ہیں۔ چاندے کا جنوب ممالک محروسہ سرکار عالی کے ضلع عادل آباد سے متصل ہے۔ مگر عادل آباد میں سوائے دو ایک جانوروں کے وہ بھی گاہ گاہ کوئی بارہ سنگھا نہ نظر آیا نہ مارا گیا۔ تعلقہ راجورہ میں جو چاندہ سے متصل ہے صرف ایک بارہ سنگھا سات سال کے عرصہ میں مارنے اور دو بارہ سنگے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔

مسٹر لیڈیکر کے زمانہ میں جن کی تصنیف کو تقریباً ۳۰ سال گذرے بچپری کے قریب سال کے جنگلوں میں صاحب موصوف کے بیان کے موافق بارہ سنگے بکثرت موجود تھے۔ اس وقت وہاں ان کا موجود نہ ہونا مسلم ہے۔ بہار اور اوڑیسہ میں جو ممالک متوسط کے متصلہ صوبہ ہیں بارہ سنگے بہت کم ہیں۔ اس کی وجہ ہے کہ ان صوبوں کی حدود پر جو وحشی قومیں آباد ہیں۔

وہ شکار کی بے حد شوقین اور زہر سے بجھے ہوئے تیروں سے جانور مارنے کی بڑی مشاق ہیں۔ ان کمبختوں نے دور دور تک قابل شکار جانوروں کی نسلوں کو یک لخت فنا کر ڈالا۔

بارہ سنگھے کا رنگ گہرا سرخ اور سیاہی مایل ہوتا ہے۔ انگریزی مصنفین نے اس کو براون لکھا ہے۔ معلوم نہیں براون کے صحیح معنے کیا ہیں۔ مدرسہ میں ماسٹر صاحب نے براون کے معنے بھورے پڑھائے تھے۔ اردو میں بھورا رنگ اوس رنگ کو کہتے ہیں جو سیاہی اور سپیدی کے درمیان میں ہو۔ پھر معلوم ہوا کہ براون ہلکے سیاہ کو کہتے ہیں۔ اب بارہ سنگھے کے رنگ کی نسبت براون سے مسٹر برینڈر کی کیا مراد ہے۔ بارہ سنگھے کو دیکھنے کے بعد اوس کا رنگ گہرا سرخ اور سیاہی مایل یا تیلیا کمید گھوڑے کے مانند معلوم ہوا پیٹ پر جو بال ہوتے ہیں وہ بجائے سیاہی کے سپیدی مایل نظر آئے مسٹر برینڈر ان کو "یلوئش براون" لکھتے ہیں۔ یہ امر کہ مسٹر برینڈر جیسا محقق غلط لکھے ناممکن ہے لیکن معلوم یہ ہوتا ہے کہ ابتدا میں ابتدائی درجوں کے اوستاد انگریزی الفاظ کے ترجمے بچوں کو صحیح یا کم از کم غور کے ساتھ نہیں پڑھاتے۔ آیندہ چل کر بچوں کو اس میں سخت دقت پیش آتی ہے۔ بچپن میں جو معنے یاد کرائے گئے وہی دماغ میں قایم رہ جاتے ہیں۔

لفظ براون کے معنے میں جو مجھکو الجھن پیش آ رہی ہے وہ میری بھی کمی ہے اوس وقت میں اپنے مشاہدے کی بنا پر وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ "براون" کے معنے ہرگز بھورے کے نہیں ہیں۔ اس پر زیادہ بحث کرنا اس موقع پر بے محل ہے۔ نوجوان شکاری جب بارہ سنگھا دیکھیں گے تو خود فیصلہ کر لیں گے۔

مادہ کا رنگ نر کے مقابلہ میں کسی قدر ہلکا ہوتا ہے۔ سانبھر اور بارہ سنگھے دونوں کا رنگ گرمی میں ہلکا ہو جاتا ہے۔ اور جاڑوں میں زیادہ گہرا۔ نر کی گردن پر بہت چھدری ایال ہوتی ہے۔ ان بالوں کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔ اور طول میں تین انچ سے زیادہ نہیں ہوتے سینگوں کی جڑ سے دم تک باریک سیاہ سیلی ہوتی ہے۔ بڑے اور پرانے جانوروں میں یہ

فاصلہ سے بارہ سنگھا سیاہ معلوم ہوتا ہے۔ گرمی میں یہ سیاہی سرخی کے ساتھ مبدل ہو جاتی ہے۔ اس حالت کو مسٹر برینڈر نے "ریڈش براون" لکھا ہے۔

بہ مقابلہ نر کے مادہ کے بال نرم اور اون سے زیادہ مشابہ ہوتے ہیں۔ بالخصوص پیٹ کی جلد پر دم کے نیچے کے رخ پر سپید بال ہوتے ہیں۔

آخیر گرمیوں میں سینگ گرانے سے کچھ قبل یا اوسی زمانہ میں بارہ سنگے کی پشت پر ریڑھ کی ہڈی سے کچھ نیچے ہلکے گل پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان گلوں کا مقام وہی ہوتا ہے۔ جو چیتل کی سب سے بالائی حصہ کے گلوں کا مگر بارہ سنگے کے گل اس قدر ہلکے ہوتے ہیں کہ بغیر نہایت قریب سے دیکھنے کے معلوم بھی نہیں ہوتے اسی وجہ سے تمام مصنفین نے ان تقریباً نامعلوم گلوں کا ذکر کرنے کے بعد بھی بارہ سنگے کو یکرنگ تسلیم کیا ہے۔

ہمارے نوجوان جب کسی جنگل میں بارہ سنگے کو تلاش کریں تو ان گلوں کا خیال نہ فرمائیں کامیابی کے بعد غور سے دیکھیں تو شروع برسات اور اخیر گرمیوں میں گردن سے دم تک ریڑھ کی ہڈی سے تین اور چار انچ نیچے ان گلوں کی قطار نظر آجائے گی۔ جاڑے کے موسم میں غالباً بالوں کے بڑھ جانے کی وجہ سے یہ گل بالکل مفقود ہو جاتے ہیں۔

بارہ سنگے کے بچوں کی پیٹھ پر یہ گل زیادہ نمایاں بلکہ تقریباً سپید ہوتے ہیں۔ جوں جوں عمر بڑھتی ہے۔ ان گلوں کی سپیدی زائل ہوتی جاتی ہے۔ جوانی میں بظاہر کوئی نشان باقی نہیں رہتا۔

پورے جوان اور پوری طرح نشو و نما پائے ہوئے بارہ سنگے کے قد کا اوسط (۴۷) انچ ہے مگر اس سے چھوٹے نیز اس سے چار انچ بڑے یعنی (۵۱) انچ اونچے چیتل مارے جانے کا ذکر بھی کتابوں میں موجود ہے خدا معلوم یہ زبانی جمع خرچ ہے یا عملی تجربہ میں نے جو بارہ سنگے مارے ان میں سے سب میں بڑے کا قد (۵۴) انچ تھا مجھ سے ایک آدھ تجربہ کار شکاری نے بیان کیا کہ یہ بہت بڑا جانور ہے۔ غالباً خوش کرنے کو کہہ دیا ہوگا۔ بہرحال میرا تجربہ بارہ سنگے کی نسبت

وسیع نہیں ہے۔ مسٹر لیڈیکر اور ریبنیڈر نے قد کا اوسط (۴۷) انچ قرار دیا ہے۔ اس کو بالکل صحیح تسلیم کر لینا مناسب ہے۔ ناک کی نوک سے دم کی نوک تک اس کا اوسط طول سات فیٹ ½ ۲ انچ اور شانہ کے پیچھے بم کا دور یا گھیر چار فیٹ چار انچ قایم کیا گیا ہے۔ اسی طرح سینگوں کے طول کا اوسط (۳۳) انچ مانا گیا ہے۔ اکثر ایک سینگ چھوٹا اور دوسرا بڑا ہوتا ہے۔ ان پر جو شاخیں نکلتی ہیں۔ اون کی تعداد تقریباً ہمیشہ یکساں نہیں ہوتی۔

جوان بارہ سنگے کے سینگوں کی شاخیں عموماً پانچ سے سات تک ہوتی ہیں۔ مگر بعض تصویروں اور بعض مصنفین کے بیانات سے دس شاخیں ہونا بھی ممکن پایا جاتا ہے۔

مسٹر بلیفورڈ نے اخبار ایشین Asian کے حوالہ سے بارہ سنگے کا ۴۶۰ پاونڈ سے ۵۷۰ پاونڈ تک وزن ہونا بیان کیا ہے۔ افسوس ہے کہ اتنے بڑے بارہ سنگے ممالک متوسط نیز ترائی میں نظر نہیں آئے۔

جن بارہ سنگوں کا وزن (۶۴۰) اور ۵۷۰ پاونڈ بیان کیا گیا ہے۔ وہ کوچ بہار میں مارے گئے تھے۔

کوچ بہار کو غیر معمولی بڑے جانور پیدا کرنے میں خاص طور پر امتیاز حاصل ہے۔ وہاں کے واقعات بلکہ اوس ملک کے پیدا شدہ جانوروں کی ناپ کا یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے لیکن ہز رائل ہائینس دی پرنس آف ویلز بالقابہ کی سیاحت ہند ۱۹۲۲ء کے متعلق اون کے شکار کے حالات میں مسٹر برنارڈ سی ایلیسن نے جو کتاب لکھی ہے وہ مصنف کی قابلیت اور علم الحیوانات سے واقفیت کی بنا پر نیز اس وجہ سے کہ پرنس آف ویلز اور جناب ممدوح کے ممبران اسٹاف کی پسند کے بعد یہ شایع ہوی ہے۔ نہایت مستند اور ہر طرح قابل اعتبار ہے۔ کتاب مذکور میں لارڈ ریڈنگ اور لارڈ ہارڈنگ کے گیارہ فیٹ والے دو شیروں کی نسبت جن مضحکہ انگیز الفاظ میں ذکر اور بحث کی گئی ہے۔ اوس کا خلاصہ شیر کے ذکر میں زیادہ موزوں ہوگا یہاں اشارتاً اوس کے صرف دو جملوں کا اعادہ کافی ہے۔ ملے .... "یا ہند کے انچ اور فیٹ ہمارے

مقررہ پیمانوں سے کچھ کم ہوں"۔ ۲ "ان گیارہ فٹ کے شیروں کی کوئی جداگانہ نسل ہے جو والیسرائے ہند کے لئے مخصوص ہے۔ اس کا نام بھی معمولی شیروں کی جنس سے علیحدہ ہونا مناسب ہے مثلاً فیلس ٹائیگری والیسرائیلی" میں یہ پہلے بیان کر چکا ہوں کہ ممالک متوسط کا بارہ سنگھا کسی ملک کے بارہ سنگھے سے قد و قامت میں کم نہیں ہوتا۔ مگر مندرجہ بالا وزن کے بارہ سنگھے یہاں دیکھنے میں نہیں آئے۔ ممالک متوسط کے بارہ سنگھے کا وزن (۳۷۰) سے ۴۲۰ پاونڈ تک ہوتا ہے۔ ۴۲۰ پاونڈ کا جانور بھی بہت کمیاب ہے۔

بارہ سنگھے کے سینگوں کے متعلق صرف اس قدر بیان کرنا کافی ہے کہ بہ لحاظ ہیئت و شکل سینگوں کے متعدد نمونے یا ٹائپ دیکھنے میں آئے ہیں۔ عجائب خانوں اور ایسے ذخائر میں جو سائنٹیفک طریقوں پر علم الحیوانات کی تحقیقات کی غرض سے فراہم کئے گئے ہیں بارہ سنگھے کے سینگ بہت مختلف وضع و قطع کے موجود ہیں۔ مختلف نمونوں یا ٹائپوں پر تقسیم کرنا اور ان کی تفصیل بیان کرنا اس مختصر کتاب کی وسعت کے لئے نامناسب ہے۔ صرف اس قدر بتا دینا کافی ہے کہ بارہ سنگھوں کے سینگ مندرجہ ذیل وضعوں کے ہوتے ہیں۔

(۱) سر کے داہنے بائیں رخ پر بہت پھیلے ہوئے۔ نوک سے نوک کا فاصلہ زیادہ۔

(۲) سر سے نکلکر سیدھے اوپر اٹھے ہوئے۔ یعنی نوک سے نوک کا فصل کم۔

(۳) سر سے نکلکر پہلے سر کی پشت کی طرف پھر سامنے کی طرف خم۔

(۴) سانبھر کے سینگوں کی وضع سے مشابہ۔

اگر اس کتاب کے ساتھ میں تصویریں چھپوا سکا تو سینگوں کے ٹائپ اچھی طرح سمجھ میں آجائیں گے۔

ہر سینگ پر پانچ سے سات آٹھ تک شاخیں نکلتی ہیں بعض چھ چھ انچ سے متجاوز اور بعض ایک انچ سے بھی کم ہوتی ہیں۔ ایسے سینگ بھی دیکھنے میں آئے ہیں جن کی اٹھارہ اور بیس شاخیں تھیں مگر یہ شاذ ہیں۔ معمولاً دونوں سینگوں پر ملا کر شاخوں کی تعداد دس سے

سولہ تک ہوتی ہے۔ سینگوں کے مختلف ٹائپ بیان کرنے کے سلسلہ میں بعض مصنفین نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ سانبھر اور بارہ سنگھے کے میل سے بعض وقت مخلوط النسل جانور پیدا ہو جاتے ہیں۔ سائنٹفک تحقیقات کے وقت مقررہ پائنٹس کے لحاظ سے ان دو نملوں کو نہ سانبھروں میں شمار کرنا ممکن ہے نہ بارہ سنگوں میں مسٹر ڈنبار برینڈر نے ایک بارہ سنگھا اس قسم کا کہ اوس کے سینگ سانبھر سے مشابہ تھے اور سر بھی معمولی۔ بارہ سنگوں سے بڑا تھا۔ بچشم خود دیکھا ہے۔ لیکن باوجود اس مشاہدے کے اون کو ان دونوں ہمجنس جانوروں کے باہم مخلوط ہونے کی نسبت قوی شبہ ہے۔ مصنف موصوف نے لکھا ہے کہ اگر ایسا عمل ہوتا ہے تو نر بارہ سنگھ اور مادہ سانبھر سے بچے پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس کے بالعکس ناممکن ہے۔ یہ رائے بہت قرین قیاس ہے۔ نر سانبھر بہت بڑا اور بارہ سنگھے کی مادہ مقابلتاً بہت تھوڑا فرق ہوتا ہے۔ مسٹر ڈنبار برینڈر کی معلومات اور اونکی وقعت وحشی جانوروں کی سائنٹفک تحقیقات کی معاملہ میں ہر تعظیم کی مستحق ہے۔ لیکن میں مصنف مذکور کی اس رائے سے متفق نہیں ہوں کہ بارہ سنگھے اور سانبھر کے میل سے بچے نہیں پیدا ہوتے۔ سیواڑ ٹی تعلقہ آصف آباد کے جنگل میں میں نے بچشم خود ایک بڑے چیتل کو دیکھا ہے کہ وہ ایک مادہ سانبھر کو دق کر رہا تھا۔ میں تقریباً دو سو گز کے فاصلہ پر تھا اور فایر کرنے کی غرض سے جھاڑیوں کی آڑ پکڑتا ہوا قریب پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ چیتل کی خوش فعلیاں دیکھ کر میں وہیں کھڑا ہو گیا۔ مادہ غالباً اپنے نر کے تلاش میں تھی۔ چیتل کی گستاخیوں پر اظہار ناراضگی کرتی تھی۔ لیکن نہ اس درجہ کہ چیتل مایوس ہو جائے۔ جب چیتل بہت قریب آکر جست کا ارادہ کرتا تو یہ مادہ ہٹ جاتی اور اگلا پیر زمین پر مارتی پھر جھاڑی میں چلی جاتی۔ چیتل میدان میں کھڑا رہتا اور اسی طرف دیکھتا رہتا مگر مادہ دوسری طرف سے آجاتی۔ چیتل پھر خوشامد کرتا ہوا دوڑتا اور پھر پہلے سین کا اعادہ ہوتا۔ تین چار منٹ تک میں یہ تماشہ دیکھتا رہا۔ اور افسوس ہے کہ اس کے بعد میں نے چیتل پر فایر کر دیا اوس وقت مسٹر برینڈر کی کتاب نہ لکھی گئی تھی نہ میں نے پڑھی تھی۔ انسان خود عجیب جانور ہے۔ ایک لنگی کے

اشارے میں طلسم کی طرح سارا سماں بدل گیا۔

اسی قسم کا ایک اور منظر میں نے سیرج تعلقہ راجورہ کے جنگل میں مشاہدہ کیا۔ اس تماشہ کے ایکٹر بھی نر چیتل اور مادہ سانبھر تھی۔ تعلقہ راجورہ ضلع چاندہ سے متصل اور اوس کے جنوب میں واقع ہے۔ محققین نے ضلع مذکور کے جنوبی حصہ کو بارہ سنگے کی جولان گاہوں میں شریک کیا ہے ممکن ہے کہ میرا قیاس غلط ہو جس کو دوسرے میں مادہ سانبھر سمجھا۔ وہ دراصل بارہ سنگے کی مادہ ہو فاصلہ بھی زیادہ تھا اور بیر کور شب کا سین بھی بیس پچیس سکنڈ سے زیادہ نظر نہیں آیا میرے ہر دو مشاہدات مندرجہ بالا سے میں حقیقت واقعہ کی نسبت استدلال کرنا نہیں چاہتا بلکہ صرف امکانی صورت ظاہر کرنا مقصود ہے۔ جب چیتل جو بہت چھوٹا جانور ہے۔ یہ جرات کرتا ہے تو بارہ سنگھا اگر ایسے جرم کا مرتکب ہو تو زیادہ تعجب کی بات نہیں ہے۔

بارہ سنگے کے سینگ کا سانبھر کے سینگ سے مشابہ ہونے اور معمولی بارہ سنگے کے سر سے اس کے سر بڑا ہونے کو مصنف مذکور محض اتفاق تصور کرتے ہیں مشابہت کی وجہ یہ ظاہر کی گئی ہے کہ بارہ سنگوں نے چونکہ کئی سو یا ہزار سال قبل اپنے مقام سکونت کی نوعیت کو بدل دیا ہے۔ یعنی بجائے نم اور پانی سے بھرے ہوئے مقامات کے خشک اور پہاڑی مقامات پر مسکن گزیں ہو گئے ہیں۔ اس لئے رفتہ رفتہ اون کے سینگ بھی وہ شکل و ہیئت اختیار کرتے جاتے ہیں۔ جو اس گرد و پیش میں رہنے والے جانور یعنی سانبھر کے ساتھ مخصوص ہے۔

مسٹر لیڈیکر نے لکھا ہے کہ "بارہ سنگوں کے سینگ موسم بہار میں پھوٹ جاتے ہیں۔ یعنی ساتھ نہیں رہتے بلکہ منتشر ہو جاتے ہیں۔ اپریل میں متعدد مرتبہ آسام کے سر سبز میدانوں میں تنہا اور سینگوں پر مخملی غلاف چڑھائے نظر آتے ہیں"۔ مسٹر برینڈر کو اس بیان سے کلیتاً اختلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ ممکن ہے کہ صرف آسام کے لئے صحیح ہو لیکن ممالک متوسط میں وسط اپریل تک عموماً اور بعض مثالوں میں آخر اپریل تک ہر نر بارہ سنگے کا سر شاندار سینگوں سے مزین نظر آتا ہے۔ مارچ ہی اخیر زمانہ ہے۔ بارہ سنگوں کے باہم و یکجا رہنے کا اپریل میں مخملی غلاف

نظر آنے کے یہ معنے ہیں کہ سینگ فبروری یا اخیر جنوری میں گرے ہیں۔ جنوری یا فبروری میں سینگوں کا گرنا یا گرانا مسلمہ طور پر غلط ہے۔

چیتل کے سینگوں کے متعلق میں نے استدلال و ثبوت کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ اون کے سینگ بارش سے کچھ روز قبل گرتے ہیں۔ یہ امر میرے لئے نہایت تشفی بخش ہے کہ زمانہ حال کے سب سے بڑے اور مستند و مسلم عالم علم الحیوانات نے بھی میری رائے کی تائید کی ہے۔

بارہ سنگوں کے سینگ مثل اس کے دیگر اون ہم جنس جانوروں کے جو ڈیر فیملی میں شریک ہیں قبل موسم بارش گرتے ہیں اور فوراً اون پر غلاف آجاتا ہے۔ اس زمانہ میں نر تنہائی پسند ہو جاتے ہیں اور ماداؤں کے بڑے بڑے غول منتشر ہو کر چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں پر مشتمل رہ جاتے ہیں پانچ یا کبھی چھ مہینے کے اندر یعنی مئی سے اکٹوبر تک نئے سینگوں کا نشو و نما مکمل ہو جاتا ہے۔ اس وقت کے بعد نر بارہ سنگے ایک جا جمع ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ موسم بہار نہیں بلکہ اپنی جوانی کی بہار کے انتظار میں یہ جوش اور خوشی کا اظہار اور ماداؤں سے بالکل الگ رہنا اختیار کرتے ہیں۔ میدانوں میں ماہ اکتوبر میں گھانس خوب بڑھ چکتی ہے۔ لمبی گھانس میں تیز دوڑنا آسان کام نہیں ہے۔ بارہ سنگوں کی لمبی لمبی دوڑ اور بلا ضرورت کود پھاند ان کے لئے ورزش کا کام دیتی ہے۔ قدرت نے ان کی آیندہ نسلوں کی قوت اور شان کو قایم رکھنے کے لئے یہ ورزشی سامان مہیا اور کامل نشو و نما کا طریقہ تعلیم دیا ہے۔ کاش ہمارے ہونہار بچے بھی جن پر قوم کی ترقی اور آیندہ فلاح و بہبود کی امیدوں کا انحصار ہے۔ اپنی جوانی کے ابتدائی حصے کو ایسے ہی اشغال یعنی مردانہ ورزشوں میں صرف اور زنانہ میں وقت کا بڑا حصہ گذارنے سے احتراز کریں۔ اس زمانہ میں نر بارہ سنگے سروں سے صرف گردن کے اعصاب کو مضبوط اور قوی کرنے کا کام لیتے ہیں۔ ایک نر دوسرے سے سر ملاتا ہے پیچھے ہٹانے کے لئے زور کرتا ہے مگر ٹکریں نہیں لڑتا قدرت نے غالباً یہ تعلیم اس مصلحت سے دی ہو کہ نئے سینگ خراب نہ ہوں اور دولہنوں کو ننگے سر یا شکستہ سینگوں کے دولہا نظر نہ آئیں۔ علاوہ بریں اوس جنگ کے لئے جو جوش شباب میں اپنے رقیبوں کے ساتھ ہونیوالی ہے

عمدہ ہتیار تیز اور تیار رہیں۔

چیتل اور سانبھر اپنے سینگوں کو درختوں سے رگڑ کر صاف کر لیتے ہیں مگر بارہ سنگوں کو اپنے سینگوں کی ساخت کی وجہ سے درختوں پر سینگوں کا صاف کرنا ناممکن ہے۔ اس واسطے فطرت ان کو لمبی لمبی گھانس کے نرم رومال سے سینگ صاف کرنے کی تعلیم دیتی ہے۔ اکتوبر اور ابتدائے نومبر میں اکثر بارہ سنگوں کے سینگوں پر گھانس کے تنکے اچھی مقدار میں پھنسے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان خشک گھانس کے میدانوں میں جہاں بارہ سنگے کے جسم کو چھپانے کے لیے کافی لمبی گھانس موجود ہوتی ہے۔ صرف سینگ نظر آتے ہیں۔ یہ متحرک سینگ جن پر بہت سی گھانس اٹکی ہوی ہوتی ہے۔ عجیب تماشہ معلوم ہوتے ہیں۔

سینگوں پر چمک آنے اور دھوپ اور ہوا کے اثر سے مضبوط ہو جانے کے بعد بارہ سنگوں کا موسم بہار آجاتا ہے صحیح وقت مقرر کرنا مشکل ہے مگر بالعموم ۱۵ نومبر سے ۱۵ دسمبر تک بارہ سنگے نر اور مادہ دونوں مدہوش اور دیوانے بن جاتے ہیں۔ نروں کو ماداؤں کی اور ماداؤں کو نر تلاش کرنیکی خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ ہر قوی اور زبردست بارہ سنگہا سرمست بادۂ غرور و نخوت ہو کر شام کے چھ بجے سے صبح کے سات تک نہایت جوش کے ساتھ خوفناک لہجہ میں رجز گاتا اور مبارز طلب کرتا ہے۔ اس کے ہولناک نعرے جنگل سے غیر مانوس اور اس کی آواز سے ناواقف انسانوں کے دل میں بھی وحشت اور گھبراہٹ کا اثر پیدا کر دیتے ہیں۔ اس نعرہ رجز کی آواز غالباً دو ایک میل تک جاتی ہے۔ اور اس کو سنکر قریب وجوار کے مردان کارزار بھی اوسی درشتی کے ساتھ اوسی لہجہ میں جواب دیتے ہیں آوازیں سنکر دونوں ایک دوسرے کی طرف بڑھنا شروع کرتے اور عموماً صبح ہوتے مقابل ہو جاتے ہیں حقیقی حملے اور جنگ کی تصویر الفاظ میں کھینچنا مشکل ہے۔ پہلے دم اور سر کو انتہائی حد تک بلند اٹھا کر ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔ زمین پر اگلے پیر زور زور سے مار کر گھانس اور گرد اوڑاتے ہیں۔ نتھنوں سے فوں فوں اور حلق سے غوں غوں کی آواز نکالتے ہیں اور جس طرح اصیل مرغ لڑنے سے پہلے یکبارگی حملہ کا

موقع ڈھونڈھتے اور زمین پر چوکڑیں مارتے ہیں اوسی طرح یہ بارہ سنگے بھی گھانس پر منہہ ڈالکر بے پروائی کا اظہار کرتے ہیں۔ جسم کا ہر حصہ حرکت کے لیے تیار اور تنا ہوا ہوتا ہے۔ آنکھیں مسلسل مخالف کی ہر جنبش کو تاڑتی رہتی ہیں اور گردن جس قدر سمٹ سکتی ہے سمٹ جاتی ہے تاکہ ضرورت کے وقت قوت کے ساتھ پھیلکر ٹکر دے سکے۔ یہ سین بہت دیر تک قائم رہتا ہے۔ آخر کار دونوں میں سے زیادہ من چلا مخالف پر دوڑ پڑتا ہے۔ اکثر یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر ایک نے اپنے کمزور ہونے کا ٹکر سے پہلے ہی اندازہ کر لیا تو وہ مخالف کے مقابل ہی نہیں ہوتا۔ اوس کے حملے کے ساتھ ہی فرار ہو جاتا ہے۔ برابر کی قوت جسامت اور برابر کے سینگ والوں میں بزد آزمائی اور میدان کارزار گرم ہو جاتا ہے۔ بیس پچیس منٹ میں فیصلہ یقینی ہے۔ جس کے منہہ یا پیٹ پر زخم لگ جاتا ہے۔ وہ زیادہ صدموں کی برداشت نہیں کرتا۔ فوراً بھاگ جاتا ہے۔ ان جنگ جویوں میں سے اگر کوئی گر جائے تو یہ بڑی بدقسمتی اور برا انجام پیدا کرنیوالا سانحہ ہے۔ فریق مخالف اس گرنے سے فائدہ اوٹھا کر ایک آن واحد میں اس گرے ہوئے ہم نبرد کو سینگوں سے نہایت بے رحمی کے ساتھ زخمی کر دیتا ہے۔ بعض شکاریوں نے بارہ سنگوں کے ہلاک ہونے کے واقعات مشاہدہ کئے ہیں مگر یہ شاذونادر پیش آتے ہیں۔ لڑتے وقت یہ دونوں پہلوان بالکل بیخود ہوتے ہیں۔ کسی خطرے کی طرف بھی توجہ نہیں کر سکتے۔ جب یہ مصروف پیکار ہوں۔ اوسوقت انسان ان کے قریب پہنچ سکتا ہے۔ ہزیمت مخالف کے بعد فاتح نہایت غرور اور خودنمائی کے ساتھ گرد و پیش کی ماداؤں کو گھیر کر اپنے ساتھ کر لیتا ہے۔ اور اوس وقت سے اخیر وقت جوش و خروش تک یہ سب اوس کی اطاعت کیش اور فرمانبردار مگر بیوفا بیویوں کی شامل رہتی ہیں۔

الغرض ہر زبردست نر کمزور یا بڈھے پٹھوں کو مار کر منڈ سے نکالدیتا ہے۔ کوئی برابر کی قوت والا آ گیا تو اوس سے جنگ کرنا لازمی ہے کئی دن کی کوشش کے بعد میدان صاف ہو جاتا ہے۔ نر اپنی ماداؤں کو ساتھ لیکر بڑے سرور اور غرور کے ساتھ چرتا پھرتا [illegible] اور

سبزہ زاروں میں محو خرام نظر آتا ہے۔ اس وقت بھی اس کو رقیبوں سے پوری طرح فرصت
اور اطمینان کبھی حاصل نہیں ہوتا۔ نوجوان بارہ سنگے مقابلہ نہیں کرتے مگر آس پاس لگے رہتے
ہیں۔ جب منڈے کا حکمران کسی اپنی چہیتی ملکہ کے ساتھ ٹہلتا ہوا دور نکل جاتا ہے تو یہ اس
فرصت کو غنیمت سمجھ کر کسی اور خواص وغیرہ کے ساتھ جو حالت سرور میں ہو کورٹ شپ
شروع کر دیتے ہیں۔ اگر ان پر نظر پڑ گئی تو یہ نہایت غصہ کی نگاہوں اور دو چار پھنکاروں کی
دھمکیاں کھا کر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اور منڈے کے مالک کی واپسی تک
خوش فعلیوں میں مصروف رہتے ہیں۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ کئی کئی نوجوان بارہ سنگھے مل کر
قافلہ سالار کو بہت تنگ کرتے ہیں۔ ایک یورپین مصنف کے یہ الفاظ ہیں۔

The enterprising youngsters give the Sultan no peace -

سازش کا یہ طریقہ ہے کہ کئی نوجوان منڈے کی چراگاہ کے آس پاس جھاڑیوں میں
چھپے رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک منڈے کے قریب جا کر کسی مادہ کو اس درجہ تک چھیڑتا ہے کہ
قافلہ سالار کو سخت غصہ آجائے۔ غصہ کے عالم میں وہ اس بدمعاش کے پیچھے بھاگتا ہے۔ دوڑ میں
نوجوان یقیناً زیادہ ہوتا ہے۔ اولاً زبردست اور قوی فطرتاً جسم کا بھاری بھی ہوتا ہے۔
دوسرے اس کی بہت کچھ قوت صرف ہو چکی ہوتی ہے۔ غصہ میں دوڑتا ہے لیکن اس گستاخ
مگر سبک رفتار رقیب کو پکڑ نہیں سکتا (پکڑنے سے مقصد ہے ٹکر دینا) یہ چند چند اور دو دو سو
سو دو سو گز تک محدود نہیں ہوتی بلکہ میلوں اور گھنٹوں تک غصہ کا سلسلہ قائم رہتا ہے۔ وہ بدمعاش
جو جھاڑیوں میں چھپے ہوئے تھے اس غیر حاضری اور بے وقوفی سے پورا فایدہ اٹھاتے اور جو کرنا
چاہتے ہیں کر گذرتے ہیں۔ مرزا زبردست بیگ کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ مرزا صاحب کو اپنی اصلی
ضرورت سے زیادہ بیویاں جمع کرنے کا سودا ہوتا ہے۔ ایک ایک زبردست تیس تیس بلکہ چالیس
ماداوں کو گھیر کر اور کمزوروں سے چھین کر اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے مگر اصلی واقعہ یہ ہے کہ ان سب کی

حقیقی طور پر خبر گیری نہیں کر سکتا اسی حرص اور بوالہوسی کا نتیجہ اور انجام مندرجہ بالا واقعات ہیں جن کے بیان میں حقیقت و اصلیت سے سر مو فرق نہیں ہے

جوش و خروش کا زمانہ دیر تک قایم نہیں رہتا۔ جوں جوں دن گذرتے جاتے ہیں جوانی کا نشہ اوتر جاتا ہے۔ دو ہفتہ یا حد تین ہفتہ کے بعد غل کی رانیوں سے وہ الفت نہیں باقی رہتی جو شروع میں تھی۔ آہستہ آہستہ کنارہ کشی اختیار کرتا ہے مندے کے ساتھ دن کو چرنا چھوڑ کر جنگل کے کسی محفوظ سایہ دار مقام پر آرام لیتا ہے رات کو نکلکر دو چار بلند آوازیں لگاتا ہے۔ یہ نعرے جنگ اور مقابلہ کے رجز نہیں ہوتے بلکہ ان کا مقصد اس شعر سے سمجھ میں آجائے گا کہ تھوڑا تھوڑا دہ سوز باقی ہے۔ اوس کی گرمی ہنوز باقی ہے۔ اگر ماداؤں میں سے کسی کے سر میں سودا باقی ہوتا ہے تو وہ مندے سے علیحدہ ہو کر اس کے پاس آجاتی ہے حیوانی خواہشات کے فرو ہو جانے کے بعد پھر مندے میں جاملتی ہے۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ بارہ سنگے زمین کے لئے نہیں لڑتے بلکہ صرف ان کے لئے قتال و جدال پر آمادہ ہوتے ہیں بخلاف چند اور بہائم کے کہ وہ مقام سکونت یا مقامات سیر و تفریح اور چراگاہوں کے قبضہ کی نسبت کشت و خون تک نوبت پہنچا دیتے ہیں۔

بارہ سنگوں کے "رٹ" (انگریزی لفظ ہے جو حیوانات کے اس خاص موسم کے لئے استعمال کیا جاتا ہے) کا وقت چار ہفتوں سے زیادہ نہیں ہوتا مگر اس کا سرور رفتہ رفتہ کم ہوتا ہے پانچ حد چھ ہفتوں کے بعد نر بالخصوص بڑے کلیتاً ماداؤں کی صحبت سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں ماداؤں سے علیحدہ ہونے کے بعد پھر بڑے نر چند روز کے لئے آٹھ آٹھ دس دس تک کی تعداد میں ایک جگہ ساتھ رہتے ہیں۔ گویا تمام رنجشوں اور مخالفانہ برتاؤ کے بعد یہ صلح کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ کچھ عرصہ تک باہم آرام کے ساتھ گذر بسر کرنے کے بعد یہ نروں کے مندے پھوٹ جاتے ہیں۔

ف۔ نوجوان پٹھے ماداؤں کے ساتھ سینگ گرنے تک رہتے ہیں۔

ﺻـ۔ بڑے معمولی جولانگاہوں سے دور اکثر و بیشتر ایسے مقامات پر جہاں گذرنا مشکل یا غیر ضروری ہو سکونت پذیر ہو جاتے ہیں۔

ﺻـ۔ اگر اعلیٰ درجہ کے نر مارنا مقصود ہو تو معمولی مندوں میں اون کی تلاش بے سود ثابت ہوگی۔ بعض مقامات پر شکار کرنے کی حد یعنی جانوران کی تعداد مقرر ہوتی ہے۔ مثلاً ممالک متوسط کے محفوظ اور محصورہ جنگلوں میں ہر درخواست گذار شکاری کو لائسنس دیا جاتا ہے اس "پرمٹ" میں ہر جانور کی جس کے ہلاک کرنے کا ارادہ شکاری اپنی درخواست میں درج کرتا ہے۔ تعداد مقرر کر دی جاتی ہے۔ شیر (۲) سانبھر (۴) بارہ سنگے (۴) وغیرہ وغیرہ۔

اگر وقت کافی ہو تو پرمٹ کی مقررہ تعداد کو ان نوجوان چھٹوں کے شکار پر ختم نہ کر دینا چاہیئے جو ماداؤں کے مندوں کے ساتھ نظر آتے ہیں۔

بڑے سینگوں والے کی تلاش بالکل سنسان جنگل میں یا ایسے مقامات پر کرنا مناسب اور مفید ہے۔ جہاں اور مندے اس مستغنی حکمران صحرا کی تنہائی میں خلل انداز نہ ہوتے ہوں اگر کسی مقام پر یہ گوشۂ عافیت جنگل کے میدانوں میں نصیب نہ ہو تو یہ عزلت گزین غیر آباد اور غیر مزروع کھیتوں کی گھانس میں جا لیٹتا ہے۔ بہر حال اس کی تلاش وقت سے خالی نہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان بڑے نروں کا حافظہ بھی قوی ہوتا ہے۔ نوجوان نے موسم بہار میں اختلاط بیجا اور بے محل جو جو تکلیفیں اس کو پہنچائی تھیں۔ وہ سب اس کو مہینوں یا تمام سال یاد رہتی ہیں۔ عالم شباب کا خمار دور ہو جانے کے بعد بھی یہ ہرگز اس امر کا روادار نہیں ہوتا کہ کوئی کم عمر اس کے پاس آجائے اگر بار بار اس کی گوشہ نشینی میں خلل واقع ہوتا ہے تو یہ اپنی قدیم جولانگاہ اور چراگاہ کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہکر کسی دوسرے کو راہی ہو جاتا ہے نوجوان سے نفرت کرنے کی ایک اور وجہ بھی ممکن ہے۔ وہ یہ کہ ناتجربہ کار اور آسانی سے دھوکہ میں آجانے والوں کی صحبت کو یہ گرگ باراں دیدہ خالی از اندیشہ و مضرت نہیں خیال کرتا۔ یہ بڈھا انتہائی درجہ کا چالاک بدظن اور ہوشیار رہتا ہے۔ ذرا سے شبہ پر

قبل ازاں کہ اوروں کو اطلاع ہو یہ چپکے سے اوٹھ کر میلوں نکل جاتا ہے۔

اوقات چرائی اور صحرا نوردی کے لحاظ سے بارہ سنگھا بمقابلہ سانبھر کے دن کو بہت زیادہ چرتا اور چلتا پھرتا ہے۔ اکثر صبح کے نو دس بجے تک میدانوں میں چرتا رہتا ہے۔ اور سہ پہر کو بھی قبل از مغرب جنگل سے باہر آکر چرنا شروع کر دیتا ہے۔ صبح کی چرائی کے بعد بارہ سنگے جنگل کے ادس حصہ کو زیادہ پسند کرتے ہیں جو جھاڑی اور بڑے بڑے درختوں سے محصور نہ ہو مگر بڑی بڑی گھانس ضرور موجود ہو۔ اس گھانس میں پورا مندا یچوں کو بیچ میں لیکر بیٹھ جاتا ہے۔ اور ایک یا دو بڑی مادائیں پہرے پر کھڑی رہتی ہیں۔ یہ ایسا مقام تجویز کرکے کھڑی ہوتی ہیں۔ جہاں ان کے قد سے اونچی گھانس نہ ہو۔ عموماً یہ غیر مزروع کھیتوں کا انتخاب کرتی ہیں۔ جھاڑی سے متصل نہ بیٹھنے کی وجہ درندوں کا خوف ہے۔ شیر اور بوربچے خاص طور پر ان کے دشمن ہوتے ہیں۔ دن بھر گھانس میں پڑے رہنے کی عادت سے ان کی گرمی برداشت کرنیکی قوت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

بارہ سنگے کے مندوں کے ساتھ مینائیں اکثر بڑی کثرت سے نظر آتی ہیں۔ یہ مینائیں بارہ سنگوں کے جسم سے گوچڑیاں نوچ نوچ کر اون کے جسم کو صاف کر دیتی ہیں۔ دوسرے بارہ سنگوں کے پیروں سے زمین کھدنے کے سبب جو کیڑے باہر آجاتے ہیں۔ اون کو بھی مینائیں چنتی اور کھاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ چرتے اور چلتے ہوئے مندے کے ساتھ بھی میناؤں کے غول شکاری کے لئے جاسوسی اور سراغ رسانی کی خدمات انجام دیتی ہیں۔

بارہ سنگوں کی مستقل اور دوامی غذا گھانس ہے۔ چند درختوں کی کونپلیں بھی یہ رغبت کھاتے ہیں۔ لیکن نہ اس مقدار میں کہ وہ خاص غذا شمار کی جاسکیں۔

بہ مقابلہ اور ہم جنس جانوروں کے بارہ سنگھا زیادہ شور کرنے والا چرندہ ہے خطرے کے وقت ایک کے آواز دیتے ہی سارا مندا بلکہ دوسرے مندے بھی کورس میں شریک ہوجاتے ہیں۔ بارہ سنگے کی معمولی آواز گدھے کی آواز سے مشابہ ہوتی ہے۔ مگر مقابلتاً باریک۔ جب

اپنے ساتھیوں کو خطرے کی اطلاعیں دینی منظور ہوتی ہے تو پہلے زمین پر اگلا پیر زور سے مارتے ہیں۔ ماں اپنے بچوں کو بھی اسی طرح پاس بلاتی ہے۔ جس وقت پورا مندا ہوشیار ہو جاتا ہے۔ (اس میں دو ایک سکنڈ سے زیادہ نہیں صرف ہوتے) تو یہ چلانا شروع کر دیتے ہیں۔ موت کے وقت آواز سے یہ آواز مختلف ہوتی ہے۔ موت کی آواز نہایت بھیانک اور خاص درجہ تک پردرد معلوم ہوتی ہے۔ بارہ سنگھا گولی کھا کر بھی بالعموم ہمیشہ آواز کرتا ہے۔ الا اس صورت میں کہ گولی پھیپھڑے یا دماغ پر پڑی ہو۔ اس وقت موت کی آواز جب بارہ سنگے کو شیر یا بور بچہ پکڑتا ہے تو خصوصیت کے ساتھ دردناک ہوتی ہے۔ اور ہر سننے والے کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ان دو آوازوں کے علاوہ تیسری آواز وہ ہے جو بارہ سنگے جوش جوانی کے وقت نکالتے ہیں۔ گدھے کی آواز سے یہ بھی مشابہ ہوتی ہے۔ مگر اس میں دہشت پیدا کرنے کا اثر ہوتا ہے۔ اس کی نسبت مسٹر ڈنبار نے لکھا ہے کہ اس آواز سے آشنا اور مانوس جنگل کے رہنے والے بھی باتیں کرتے کرتے آواز کے ختم ہونے تک خاموش ہو جاتے ہیں۔

بارہ سنگے کی نگاہ تیز نہیں ہوتی کیونکہ اوس کو دور تک کھلے میدانوں پر بصارت سے کام لینے کا کم موقع ملتا ہے۔ البتہ اس کی قوت شامہ بہت قوی ہوتی ہے۔ (۴۰۰) گز سے یہ انسان کی بو لے لیتا ہے۔

بارہ سنگھا بھولا جانور ہے۔ بہت ہوشیار نہیں ہوتا۔ پالا جائے تو محبت کرتا ہے۔ جب شیر وغیرہ اس پر حملہ کرتے ہیں تو یہ پہلے حملہ سے بچ جانے کی صورت میں بھی دور نہیں بھاگتا اور نہ اپنی حفاظت کی کوئی خاص تدبیر اختیار کرتا ہے اس وجہ سے دوسرے تیسرے حملہ میں جو بمقابلہ سابق زیادہ چالاکی اور مستعدی کے ساتھ عمل میں لائے جاتے ہیں۔ شکار ہو جاتا ہے۔ بارہ سنگے کو شکار کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کی چراگاہوں کا پتہ لگا کر گھاس کے میدانوں اور جھاڑی سے محصور سبزہ زاروں میں اوس وقت پہنچ جانا چاہئے کہ

ہنوز روشنی نہ ہوئی ہو۔ اس کے لئے ہاتھی سب سے بہتر سواری ہے۔ اوس کے بعد یابو پھر بیل گاڑی مگر پیدل چلنا مفید ترین طریقہ ہے۔ اگر ان کے سکونت کے مقامات پر روشنی سے پہلے پہنچنے کا موقع مل جائے تو روشنی ہوتے ہی بارہ سنگوں کا نظر آنا یقینی امر ہے۔ لیکن اگر کامیابی نہ ہو تو آہستہ آہستہ اونچی گھانس کے میدانوں کے نشیب و فراز میں تلاش کرنا چاہیے نو بجے سے قبل بارہ سنگے جھاڑی میں نہیں گھستے۔ صبح کا وقت اونچی چرائی کے لئے مخصوص وقت ہے۔ ان میدانوں میں عام طور پر گھانس اس قدر لمبی ہوتی ہے کہ بارہ سنگھا نظر نہیں آتا اس لئے اگر ہاتھی یا عمدہ عرب یابو کا ملنا ممکن نہ ہو تو صرف ۶ فٹ اونچی بانس کی سیڑہی جس کو ایک قلی بہ آسانی اٹھا سکتا ہے۔ ساتھ رکھنا نہایت بکار آمد ثابت ہوگا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی بلند مقام سے متعدد یا ایک دو شکار کرنے کے قابل بارہ سنگے نظر آتے ہیں۔ مگر جب بندوق کی مار کے اندر پہنچنے کے ارادہ سے قریب جائیں تو گھانس کی وجہ سے نظر نہیں آتے اوس وقت طبیعت بہت جھنجھلاتی ہے اور ناچار کوئی ایسا مقام تلاش کرنا پڑتا ہے۔ جہاں سے جانور نظر آئے۔ اس تلاش میں بارہ سنگھا چوکنا ہو کر چلدیتا ہے۔ سیڑہی ہو تو کسی درخت سے لگا کر چڑھنا بلکہ فایر اور کامیابی بھی آسان ہو جاتی ہے۔

بارہ سنگے کا شکار ہانکے سے بھی کیا جاتا ہے۔ مگر ہانکنے والے اس فن سے واقف ہونے چاہیں۔ چرندوں کا ہانکہ شیر کے ہانکے کے مقابلہ میں زیادہ دشوار ہے۔ سانبھر کے ذکر میں چرندوں کے ہانکہ کی ترکیب بہ تفصیل بیان کیجائے گی۔

اگر مقامی مواقع حسب مراد ہوں اور کسی بڑے میدان میں بارہ سنگے صبح یا شام کو چرنے آتے ہوں تو جوان مضبوط بنے ہوئے گھوڑے پر بھی ان کو برچھے سے مارنا مشکل نہیں ہے جب کتے بارہ سنگے کو گھیر لیتے ہیں تو یہ دلیری کے ساتھ اپنے سینگوں سے اچھے زخم پہنچاتا ہے اوس وقت اگر آدمی سامنے آجائے تو اوس پر بھی حملہ کرنے میں دریغ نہیں کرتا۔

۴۰ - ۳۲ ء سے اس کا شکار ممکن ہے یقینی نہیں۔ ۴۰۰ ء یا ۴۵۰ ء اس کے لئے

زیادہ موزوں رائفل ہے۔ یہ زیادہ مضبوط یا سخت جانور نہیں ہوتا گولی دل یا دماغ یا گردن پر نہ پڑنے کی صورت میں بھی زیادہ دور نہیں جا سکتا نشانہ خطا ہو جائے تب بھی دور نہیں بھاگتا دو سو بلکہ ڈیڑھ سو گز دوڑ کر بیٹھ جاتا ہے اور تعاقب کرنے والے دشمن کو بغور نہیں دیکھتا۔ اسی لئے اس کو میں نے بھولا جانور لکھا ہے۔

ف۔ بور بچے۔ شیر۔ جنگلی کتے اور کہیں کہیں بھیڑیے بارہ سنگوں کو بہ کثرت مارتے اور کھاتے ہیں۔ اور آج کل ان کا سب سے بڑا دشمن انسان ہے بندوقوں کی کثرت دور مار نوالی رائفلوں کی ایجاد اور چوری سے مارنے والوں کی تعداد میں زیادتی یہ سب عناصر بارہ سنگوں کی کمی۔ آخر کار اوس کے مفقود ہونے میں بہت مدد دے رہے ہیں اس کے علاوہ بارہ سنگے متعدی امراض سے گو بہ مقابلہ جنگلی بھینسے اور سانبھر کے کم مرتے ہیں۔ مگر پھر بھی ان کی نسل کی تباہی کے اسباب میں یہ بھی داخل ہیں۔ ان کے سلسلۂ تناسل و توالد سے امید ہے کہ یہ خوبصورت شاندار اور قابل قدر جانور باوجود ان بلاؤں میں مبتلا ہونے کے مدتوں تک جنگل کی زینت اور شکاریوں کی مسرت کا باعث ہوگا۔ لیکن یہ خیال کہ آخر تابکے گر ہمیں مکتب و ہمیں ملاست۔ ایک دن وہ آنے والا ہے کہ فطرت کا وہ خوشنما اور بے شمار خزانہ جو اس شعر کا مصداق ہے۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ✣ ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

یعنی ہرا بھرا جنگل اس شاہانہ انداز والے بارہ سنگے کے خرام سے محروم ہو جائیگا اور اس کی پر رعب آواز اس جنگل میں گونجتی پھر نہ سنائی دیگی دل پر افسردگی اور افسوس کے اثرات پیدا کرتا ہے۔ ہر ملک کی گورنمنٹ کا فریضہ ہے کہ ان کی حفاظت کے لئے مستقل اور واجب التعمیل قانون نافذ کرے۔ موجودہ قانون نامکمل اور اوس کی پابندی نہایت بے پروائی کے رعایت کی جاتی ہے۔

سانبھر

ہندوستان میں ڈیر کی قسم کا یہ سب سے بڑا اور سب سے زیادہ قوی اور شاندار جانور ہے۔ چیتل اور بارہ سنگے دونوں سے یہ قد جسم اور سینگوں کے وزن اور طول میں بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اور بمقابلہ ان دونوں کے اس کا شکار بھی اگر مردانہ طریقہ پر کیا جائے تو بہت مشکل ہے۔ پانی پر چھپکر بیٹھنا اور محض گوشت یا کھال کی غرض سے بلا امتیاز نر و مادہ اور بلا لحاظ اس امر کے کہ اس کے سینگ کمروں کی آرایش و زینت کے لئے بکار آمد ہوں گے یا نہیں سانبھروں کو ہلاک کرنا اسپورٹ میں بلکہ جنٹلمین کے لئے نازیبا ہے۔ اس کام کو کولیوں چماروں وہنگروں اور گاؤں کے شکاریوں کے لئے جو اکثر و بیشتر ارازل سے ہوتے ہیں چھوڑ دینا چاہئے مجھ سے میرے ایک یورپین دوست نے اپنے شکار کے ذکر میں بڑے فخر کے ساتھ بیان کیا کہ اونہوں نے چار روز کی محنت شاقہ کے بعد ایک سانبھر ۳۹ انچ کے سینگوں کا مارا اور یہ بھی کہا کہ اگر وہ چار شیر مارتے تو اس قدر خوشی نہ ہوتی۔ اس بیان کے آخری جز سے اتفاق کرنا کم از کم گراں ضرور گذرتا ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ جو جانور اس قدر جد و جہد کے بعد ہاتھ آئے وہ شکاری کی محنت استقلال اور جفاکشی کا بہتر ثبوت ہے۔ ان صفات کے علاوہ شکار اور مردانہ شکار میں جن خصایل حمیدہ کا پابند ہونا پڑتا ہے۔ اور جس طرح ان عادات کا نشو و نما ہوتا ہے۔ اوس کا ذکر میں دیباچہ میں کر چکا ہوں۔

سانبھر کے شکار میں شکاری کو انتہا درجہ کی ہوشیاری اور احتیاط سے کام لینا پڑتا ہے ورنہ ذراسی غلطی واقع ہوتے ہی سب محنت اکارت ہو جاتی ہے۔ شکاری پر سے گذر کر ہوا شکار کے جانب ہرگز نہ جانی چاہئے یہ شکار کا سب سے پہلا اور سب سے زیادہ اہم اصول ہے۔ اس احتیاط سے آغاز کرنے کے بعد مسلسل کئی کئی گھنٹہ تک شکاری کو اپنے اعصاب جسمانی و دماغی سے انتہائی درجہ کی محنت اور غور کے ساتھ کام لینا پڑتا ہے۔

ہمہ تن چشم اور ہمہ تن گوش رہنا اوس کے ساتھہ سخت جسمانی محنت برداشت کرنا آسان کام نہیں ہے۔ اگر شکاری کو اپنے اوپر کامل اعتماد اور بھروسہ نہ ہو تو بعض اوقات ایسے پرخطر مقامات سے گذرنا پڑتا ہے کہ ہر لحظہ اور ہر چپہ پر کسی درندے کے حملے یا پیر پھسلکر کسی پہاڑ کے نیچے ٹوٹے ہوے ہاتھہ پیرے کر پہنچنے کی خوفناک تصویر سامنے آجاتی ہے جو شخص ان مصیبتوں کو خاموشی اور صبر و تحمل کے ساتھہ برداشت کرتا ہے۔ اور اپنے مزاج اپنے دماغ اور اپنے نظام اعصابی کو ہر قسم کے خطرے کے لئے تیار سمجھتا ہے وہ اسپورٹ میں اور حقیقی شکاری ہے۔ ورنہ بندوق لے کر پھرنے والے چڑی مار اور مامچہ میں بیٹھکر شکار کرنے والے کولی ہر جگہ میسر آسکتے ہیں۔ اون کے ڈھنگ سے شکار کھیلنا غیر مردانہ کام ہے۔ اور نہ اون کا ذکر اس موقعہ پر مناسب سانبھر سے شکار کا حقیقی لطف اسپورٹ مین کے طریقہ پر حاصل کرنا شکاری کی جنت ہے۔ شکار سے کے طریقے بیان کرنے سے قبل سانبھر کی شکل و صورت اوس کا قد و قامت اوس کے عادات و خصایل اوس کی غذا اوس کے رہنے کے مقامات وغیرہ بیان کرنا زیادہ موزوں ہوگا ان سب کو ترتیب وار بتفصیل بیان کرنے کے بعد شکار کرنے کے طریقوں میں سے اپنے تجربہ کی بنا پر ہدیہ ناظرین کروں گا اور چند بلکہ بہت کچھہ غور کرنیوالے شائقین خود بخود معلوم کرلیں گے۔ اہم امور اور نکات شکار کا دریافت کرنا عملی طریقہ سے بہ مقابلہ کتاب کے بہت زیادہ آسان ہے۔ اس لئے تحریر میں زیادہ تر معلومات کا فراہم کرنا اور شکار کے قابل جانور کے عادات و خصائل وغیرہ کو شرح و بسط کے ساتھہ لکھنا ضروری ہے۔ کسی جانور کے متعلق معلومات مندرجہ بالا فراہم اور ذہن نشین ہو جانے پر شکار کرنے کی محنت نہیں معلوم ہوتی بلکہ جو کچھہ پڑہا ہے اوس کے جانچنے اور آزمانے میں ایک خاص لطف آتا ہے۔ اور مطلقاً اوس قسم کی تکان کا احساس نہیں ہوتا جو محض جسمانی محنت کے بعد معلوم ہوتی ہے۔

سانبھر گھنے جنگل میں رہنے والا جانور ہے جہاں گنجان جھاڑی ہو یا جس پہاڑ کے دامن پر بہ کثرت درخت ہوں وہاں سانبھر ضرور دستیاب ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ شمال میں

کوہ ہمالیہ کے دامنوں سے لیکر جنوبی ہند کے آخر حصوں حتیٰ کہ سیلون تک سانبھر ہر جنگل اور ہر ہرے بھرے پہاڑ پر موجود ہیں۔

برما اور آسام میں بھی سانبھروں کی کمی نہیں البتہ آب و ہوا اور طرز معاشرت کے فرق کی بنا پر ہند اور آسام کے سانبھروں میں بھی بہت سے فرق پیدا ہو گئے ہیں۔ لیکن جنس ایک ہی ہے اور ساخت میں کوئی سائنٹیفک تفاوت نہیں۔

ہندوستان کے ہر حصہ کے سانبھر سے ممالک متوسط کا سانبھر قد و قامت وزن اور سینگوں میں بہتر اور زیادہ ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل آگے چلکر عرض کی جائے گی۔

سانبھر کا اصلی رنگ ہلکا سیاہ ہے۔ لیکن موسموں کی تبدیلیوں کے ساتھ رنگ میں خفیف تبدیلی واقع ہوتی ہے جاڑوں کے موسم میں میں نے بچشم خود گہرے سرخ مگر سیاہی مائل سانبھر دیکھے ہیں۔ گرمیوں میں بالعموم رنگ کی سیاہی ہلکی ہو جاتی ہے اور برسات میں غالباً دہلنے کی وجہ سے سیاہی میں کسی قدر گہرا پن پیدا ہو جاتا ہے۔ پرانے اور بڈھے سانبھر بالکل سیاہ ہو جاتے ہیں اور دور سے اکثر سینگ نظر نہ آئیں تو جنگلی بھینسے کا شبہ ہوتا ہے۔ سانبھر کی ٹھڈی کے نیچے ہاتھ پیروں کے اندرونی جانب دم کے نیچے نیز دونوں رانوں کے درمیان میں زردی مائل بال ہوتے ہیں۔ لیکن اگر سانبھر کیچڑ میں لوٹ کر آیا ہو تو سیاہ معلوم ہوتے ہیں بچوں کا رنگ بھی پیدائش کے وقت سے سیاہی مائل ہوتا ہے۔ اور کمر پر سر سے دم تک نیلیا کمید گھوڑے کے مانند سیاہ سیلی ہوتی ہے۔ سانبھر کے جسم پر بال کم اور سخت ہوتے ہیں۔ مگر نر اور مادہ دونوں کی گردن پر ایال ہوتی ہے۔ ایال کے بال سیاہ۔ نر کے چار سے سات انچ تک مادہ کے ۲ انچ سے چار انچ تک لمبے ہوتے ہیں۔

سانبھر کے قد کا اوسط ۵۵ انچ قرار دیا گیا ہے۔ لیکن بعض شکاریوں کو ۵۹ انچ اونچا سانبھر مارنے کا بھی اتفاق ہوا ہے۔ میں نے آصف آباد کے جنگل میں ۵۸ انچ سے کچھ اوپر قد کا سانبھر مارا ہے۔ بسرپور میں چار سانبھروں کی بلندی کا اوسط صرف ۵۴ انچ ثابت ہوا ان میں

دو ۵۳ انچ کے تھے۔ ایک ۵۴ انچ کا اور ایک ۵۶ انچ اونچا۔ میرے بڑے بچے سراج سلمہٗ نے سرپور میں ایک سانبھر مارا جس کا قد سب سانبھروں سے جو میں نے دیکھے ہیں۔ بڑا معلوم ہوتا تھا مگر افسوس ہے کہ ٹیپ سے ناپنے کے قبل وہ چاک کر ڈالا گیا۔

مسٹر ڈنبار نے ۵۹ انچ قد کا سانبھر مارا ہے جس کا وزن ۷۰۰ پاونڈ تھا مسٹر لیڈیکر کا بیان ہے کہ سانبھر کم از کم ۶۴ انچ اونچا ہوتا ہے۔ مسٹر ڈنبار کی یہ رائے ہے کہ کسی اور ملک میں اتنا بڑا سانبھر ہوتا ہوگا۔ ممالک متوسط میں یا ترائی میں نہیں ہوتا۔ بیشک ۱۶ کی ناپ کے گھوڑے کے برابر سانبھر میں نے بھی ہلدا وتی۔ الموڑہ و پیلی بھیت۔ گورکھپور اور دکن کے کسی جنگل میں نہیں دیکھا۔

سانبھر کے وزن کا اوسط ۶۱۰ پاونڈ مسٹر برینڈر نے قرار دیا ہے مگر یہ صرف اوسط ہے میں نے کئی ایسے سانبھر مارے ہیں۔ جن میں صرف گوشت ۲۱۹ اور ۲۲۰ سیر نکلا۔ ۲۲ سیر برابر ہیں ۴۴۰ پاونڈ کے۔ سر۔ سینگ۔ دل پھیپھڑا۔ آنتیں اور جسم کے اور حصے۔ کھال اور ہاتھ پیر کا وزن سب ملا کر کسی طرح ۲۵۰ پاونڈ سے کم نہ ہوگا۔ ۲۵۰ + ۴۴۰ = ۶۹۲ پاونڈ کے اوسط سے یہ ۸۲ پاونڈ زیادہ ہے۔ البتہ اس کی نسبت یہ امر قابل ذکر ہے کہ یہ سب سانبھر اوس جنگل کے منتخب جانور تھے۔

ف۔ سانبھر کا وزن اوس کے قد پر منحصر نہیں ہے۔ علیٰ ہذا القیاس سانبھر کے سینگ بھی یعنی بعض چھوٹے قد کے سانبھر خوب تیار نہایت وزنی ہوتے ہیں۔ اور اون کے سینگ بھی بہ مقابلہ بعض بڑے سانبھروں کے زیادہ لمبے ہوتے ہیں۔ اس کے بالکل برعکس بھی بہت سی مثالیں دیکھنے میں آئی ہیں۔ میرے ایک دوست عبدالرحمٰن خاں صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ گنجاڑہ کے جنگل میں اونھوں نے ایک سانبھر کے رگڑے کا نشان زمین سے ۹ فیٹ ایک درخت پر دیکھا ہے۔ مجھکو بڑی حیرت ہوی اور میں نے خان صاحب کے ساتھ جا کر دیکھا تو حقیقت میں ایک ایسے درخت پر جس کا قطر چھ انچ کے قریب تھا۔ سانبھر کے رگڑے کا نشان

۹ فٹ بلندی پر موجود تھا یعنی خان صاحب نے ۶۰ انچ گھٹا کر بیان کیا تھا۔ کئی روز تک میں سوچتا رہا کہ یہ سانبھر کتنا بڑا ہوگا اور اس کے سینگ کتنے لمبے ہوں گے۔ آخر کار اس کو مارنیکا ارادہ کیا اور خان صاحب کے ساتھ کئی روز تک اس کی تلاش میں بہت کچھ صحرا نوردی کی مگر یہ نہ ملا۔ پھر ایک مرتبہ رات کو تین بجے اوٹھکر صبح ہونے سے قبل جنگل کو پہنچ گئے۔ لیکن کہیں اس کا پتہ نہ چلا مایوس ہو کر بیٹھ رہے۔ دو ایک مہینے کے بعد پھر وہاں جانے کا اتفاق ہوا اور معلوم ہوا کہ اوسی جنگل میں ایک خونخوار اور بدمزاج شیر آگیا ہے۔ راستہ روکتا ہے اس لئے اوس کے شکار کی غرض سے میں پھر خان صاحب کو ساتھ لیکر اوس رخ پر گیا۔ شیر اوس دن نہیں ملا۔ ہم دس بجے دن کے قریب جنگل سے واپس آرہے تھے کہ خان صاحب نے مجھکو اشارے سے بتایا اور کہا کہ وہی بڑا سانبھر درخت کی آڑ میں کھڑا ہے۔ درخت تناور تھا اس کا سر اور گردن درخت کی آڑ میں نظر نہ آتے تھے۔ شانہ کا پچھلا حصہ اور باقی جسم سامنے تھا۔ میں نے بغور دیکھا تو رنگ بھی ہلکا نظر آیا اور جسم بھی اسقدر فربہ اور قوی کہ مجھکو جنگلی بھینسے کا شبہ ہوا میں نے خان صاحب سے کہا کہ یہ سانبھر نہیں ہے چھوٹا بھینسا ہے۔ ۲۵۰ گز سے مارینگے تو یہ گریگا نہیں زخمی ہو جائے گا۔ پاس چلنا چاہئے۔ خان صاحب نے فرمایا کہ یقینی سانبھر ہے۔ اگر یہاں سے جنبش کی تو ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ اون کے سمجھانے پر میں نے سٹنگ پوزیشن لے کر فایر کیا اور یہ گر گیا۔ پاس پہنچکر دیکھا تو افسوس ہے کہ یہ اوسی وقت سینگ گرا کر آیا تھا۔ سر سے خون جاری تھا مگر صرف ایک طرف دوسرے سینگ کی جڑ یعنی سر پر صرف زخم تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایک سینگ کئی دن پہلے گر چکا تھا۔ اس کو ذبح کر کے کیمپ لے آئے اور گاؤں والوں کو بلا کر اعلان کیا کہ جو اس سانبھر کے سینگ جنگل سے ڈھونڈ کر لائے گا اوس کو بیس[۲] روپیے انعام دئے جائیں گے۔ کئی پارٹیوں نے کئی دن تک تلاش جاری رکھی مگر سینگ نہ ملے۔

اس سانبھر میں خاص بات یہ تھی کہ یہ غیر معمولی طور پر چوڑا تھا۔ اور اوس کے سینگ کی جڑ کا دائرہ ساڑھے سات انچ سے کچھ زائد تھا اور اوس کا قد ۵۶ انچ سے اوپر تھا گوشت کا وزن

۲۱۹ سیر ہوا کیپٹن جان سن آف کوئینس اون ۱۹ ہزار سن نے جو ادسی روز بلدہ سے بغرض شکار آئے تھے بیان کیا کہ تمام یورپ میں اونہوں نے اتنا بڑا جنگلی جانور نہیں دیکھا۔

سانبھر کے سینگوں کے ذکر سے قبل اوس کے کانوں اور قوت سامعہ کا ذکر مناسب ہے۔

سانبھر کے کان بڑے اور چوڑے ہوتے ہیں۔ کانوں میں نوک نہیں ہوتی بلکہ نوک کے مقام تک بمقابلہ چیتل کے زیادہ چوڑے اور گول ہوتے ہیں۔ کانوں کا طول ۱۰ انچ سے بارہ انچ ہوتا ہے۔ ساگوان کی سوکھی ہوی کوپل سے اس کے کان بہت مشابہ ہوتے ہیں اور اکثر انہی درختوں کے نیچے سانبھر بیٹھتے ہیں۔ کانوں کے عرض وطول کی وجہ سے سانبھر کی قوت سامعہ نہایت قوی ہوتی ہے۔ چھوٹی سی آواز بھی یہ بہت دور سے سن لیتا ہے۔ خشک پتے پر اگر شکاری بے احتیاطی کے ساتھ پیر رکھتے تو پتے کے کچلنے کی آواز سانبھر کو ہوشیار کرنے کیلئے کافی ہے۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ پتے کے کھڑکنے کی آواز کو سانبھر کم از کم پچاس گز سے سن لیتا ہے۔ چونکہ یہ گنجان جھاڑی اور جنگل میں رہتا ہے۔ اس لئے فطرت نے اس کو نہایت تیز سماعت عطا فرمائے ہیں ورنہ اس کو اپنے دشمنوں سے جان بچانا ناممکن ہوجائے۔ اس کا سب سے بڑا دشمن شیر ہے۔ مگر شیر کبھی اس کو ایسی حالت میں نہیں پکڑتا یا پکڑ سکتا کہ یہ کہیں کھڑا ہوا جگال کر رہا ہو یا بیٹھا ہوا آرام لے رہا ہو۔ شیر کی کامیابی کا طریقہ یہ ہے کہ وہ سانبھر کی گذرگاہ یا پانی کے مقام پر چھپ کر بیٹھ جاتا ہے۔ سانبھر اگر راستے یا پانی پر بغیر کافی حزم و احتیاط عمل میں لانے کے بے خبر آگیا تو شیر دابے بیٹھتا ہے ورنہ چرتے ہوئے یا بیٹھے ہوئے سانبھر تک شیر کا پہنچنا بہت مشکل ہے۔ ایسے چوکنے جانور تک پہنچنے میں انسان کو کیا کیا دشواریں پیش نہ آتی ہوں گی۔

سانبھر کی نگاہ تیز نہیں ہوتی۔ اس قوت کا نشو ونما سانبھر کے لئے ناممکن ہے۔ کیونکہ سانبھر گنجان جنگل اور جھاڑی میں رہنے کا عادی ہوتا ہے۔ جب تک نگاہ وسیع میدان پر دور تک دیکھنے کی عادی نہ ہو نظر میں قوت پیدا ہونا مشکل ہے۔ اسی اصول پر

مکانوں کی چار دیواری اور شہروں میں رہنے والوں کی نگاہ اور ہر چیز کو فاصلہ بعید سے تمیز کر لینے کی قوت بہ مقابلہ میدان میں رہنے والوں کے کمزور ہوتی ہے۔ غالباً شہر کے رہنے والوں اور ویر ینک سر جھکا کر کام کرنے والوں کی نظر کو دور بینی کی مشق کی غرض سے پتنگ اوڑانا شرفا کے لیے بھی جایز تصور کیا جاتا تھا۔

سانبھر کی قوت شامہ بھی زیادہ قوی اور تیز ہوتی ہے۔ انسان اور بارود وغیرہ کی بو سو گز کے قریب سے اس کو چوکنا کر دیتی ہے۔ شکاریوں کو زنانے سنگاروں یعنی خوشبوؤں کے استعمال سے احتراز کرنا مناسب ہے۔ بندوق کو صاف کر لینا اور نال میں سے تیل وغیرہ نکالدینا زیادہ مفید ہوگا۔

سانبھر کے جسم کا طول پونے سات فٹ کے قریب ہوتا ہے۔ اس میں ایک فٹ لمبی دم شریک نہیں ہے۔ ایک بڑی سانبھر کی دم میں نے ۱۵ انچ لمبی ناپی ہے۔

بعض مصنفین نے آسام کی طرف کے سانبھروں کی نسبت لکھا ہے کہ اون کے سینے کے اوپر گردن کے جوڑ کے پاس ایک زخم نما یا کھرنڈ کے مانند داغ ہوتا ہے۔ مسٹر برینڈر کا خیال ہے کہ یہ داغ ہر موسم میں سانبھر کے جسم پر نہیں ہوتا۔ صاحب موصوف نے یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ اون کو اس پر غور کرنے کا موقعہ نہیں ملا میرا ذاتی تجربہ ہے آخر الذکر رائے زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے سانبھر مارنے سے قبل میں ایک شکاری کی کتاب میں سانبھر کے ذکر کے ساتھ اس داغ کی نسبت پڑھ چکا تھا اس لیے میں نے جس قدر سانبھر شکار کئے اون سب کی گردن کے نیچے جب خیال کر کے غور کیا تو یہ داغ موجود پایا۔ غالباً یہ چیچڑی کا مقام ہے اور یہاں کی کھال نرم ہوتی ہے سینگ صاف کرنے میں درخت سے گردن کا یہ حصہ رگڑ کھاتا ہوگا اور بال اوڑ کر کھرنڈ کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ کسی یورپین مصنف نے اس زخم نما نشان کی وجہ نہیں بیان کی ہے مندرجہ بالا وجہ صرف میرا ذاتی قیاس ہے۔

ف۔ سانبھر کی آنکھوں کے نیچے بھی مثل ہرن بارہ سنگے اور چیتل کے بڑے بڑے شگاف ہوتے ہیں

مگر سانبھر کے شگاف سب سے زیادہ بڑے اور گہرے دیکھنے میں آئے ہیں۔ اس شگاف کے دونوں لب سیاہ ہوتے ہیں اور جب سانبھر غصہ میں ہوتا ہے تو آنکھ کے مانند اس شگاف کے لبوں کو گویا پلکوں کو کھول دیتا ہے۔ اس شگاف کا اندرونی حصہ سرخ سیاہی مائل ہوتا ہے اور اون کو کھلا ہوا دیکھ کر بڑی نفرت معلوم ہوتی ہے۔ پلے ہوئے سانبھروں سے اسی شگاف کے کھلنے اور اوس کی بدصورتی سے بچے ڈرتے ہیں۔ ان شگافوں سے جب یہ جانور بہار پر آئے ہوئے ہوتے ہیں تو بدبودار پانی بہتا ہے۔ زمانہ سرور و بےخودی میں اس کی روانی زیادہ ہو جاتی ہے سانبھر اس بدبو اور پانی کی مقدار میں بھی اور ہم جنسوں سے بڑھا ہوا ہے۔ دن کو جہاں یہ بیٹھتا ہے یا جس درخت کے نیچے پانی بہنے کے زمانہ میں سانبھر کھڑا ہوتا ہے۔ وہاں اس کے چلے جانے کے بعد بھی دیر تک بو باقی رہتی ہے۔ اگر بو لینے والے دو ایک کتے ساتھ ہوں تو نہایت آسانی کیساتھ تھوڑی دیر میں وہ بو پر سانبھر تک جا پہنچتے ہیں۔ اگر تیز اور ہوشیار کتے ہوں تو سانبھر کو روک لیتے ہیں شکاری کو ایسے موقعہ پر گولی کی زد کے اندر پہنچنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ کتے خوب کام دیتے ہیں مگر بوربچے اور تڑس یا چرخ سے جنگل میں ان کی حفاظت سخت دشوار ہے۔ میں نے کئی سال تک کتے رکھنے کی کوشش کی مگر بوربچوں کے حملوں سے حفاظت کرتے کرتے تھک گیا کئی کتوں کو بوربچے یا تڑس لے گئے۔ ایک مرتبہ ایک بوربچہ میرے خیمہ میں قنات پھاڑ کر گھس آیا کتا قنات سے متصل آرام کرسی پر سو رہا تھا۔ قنات پھٹنے کی آواز سے چونکا۔ معلوم نہیں اس نے بوربچے کو دیکھا یا صرف بو لیکر نہایت زور سے بھونکا اور مع آرام کرسی کے جس میں زنجیر اٹکی ہوئی تھی میری طرف جست کی۔ درمیان میں ایک چھوٹی میز پر لیمپ روشن تھا۔ آرام کرسی سے ٹکر کھا کر یہ میز گر گئی۔ لیمپ غایب اور خیمے کے اندر پوری تاریکی۔ اس پر کتے کا بھونکنا اور میرا یکایک غافل نیند سے اوٹھکر یہ سوچنا کہ کیا ہوا۔ عجیب مضحکہ انگیز تماشہ ہو گیا۔ کتے کو میں نے زور زور سے چلا کر اپنے پلنگ پر سے اوتارا اور آواز دی کہ کوئی آوے۔ خلاصی اور چپراسی آئے۔ قندیل لائے پھٹی ہوئی قنات اور بوربچہ کے پنجوں کے نشانات دیکھے۔ کیمپ کے باہر جو

آگ روشن کیجاتی ہے۔ اوس میں دو چار لکڑیاں ڈلوا کر شعلہ تیز کرادیا اور آرام کیا۔ کتا پھر کبھی آرام کرسی پر نہیں سویا مگر لطیفہ یہ ہے کہ کیمپ کے دو ایک معزز ارا کین یعنی سررشتہ دار صاحب وغیرہ بھی کئی راتیں سونے اور نیند کے لطف سے محروم رہے۔

سانبھر کے ہاتھ پیر گٹھے ہوئے اور برخلاف نیل کے جسم کے ساتھ متناسب ہوتے ہیں اس کے پیروں میں بلندی پر چڑھنے اور تیز چڑھنے کی غیر معمولی قوت ہوتی ہے۔ جن بلند مقامات یا پہاڑیوں پر انسان کو لکڑی اور رسیوں کے سہارے سے چڑھنا ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ وہاں سانبھر کمال تیزی اور خاموشی کے ساتھ چڑھ جاتے ہیں۔ میں نے ایک مرتبہ ندی کے کنارے جو پہاڑ سے متصل تھا سانبھروں کا ہانکہ کرایا۔ خود ایسی جگہ بیٹھا کہ داہنی جانب تقریباً دو سو فٹ بلند پہاڑ تھا اور بائیں جانب ندی۔ ندی کے دوسری جانب کھلا جنگل۔ یہاں پانچ چار آدمی بھی کھڑے کردئے تھے۔ داہنے ہاتھ کا پہاڑ تقریباً سیدھا تھا۔ اس پر بانس کا جنگل تھا اور ہرگز یہ خیال نہ ہوتا تھا کہ کوئی جاندار سوائے پرند کے زمین کی سطح یعنی ندی کے کنارے سے اس پہاڑ کو عبور کرسکے۔ میں یہ سمجھا ہوا تھا کہ سانبھر ناچار میرے سامنے سے گذر کر میری پشت کی جانب کے پہاڑوں پر جائیں گے اور مجھکو عمدہ نر کے انتخاب کا موقعہ ملے گا۔ میں ہانکہ کی طرف منہ کرکے بیٹھا جس گھاٹی کے دہانہ کو نہ میں نے روکا تھا اوس کا ڈھال میرے پیروں کے پاس سے شروع ہوتا تھا۔ یہ یقین تھا کہ سانبھروں کے لئے بجز میرے سامنے آنیکے کوئی اور مفر نہیں ہے۔ ہانکہ شروع ہونے کے دس منٹ بعد داہنے ہاتھ کے پہاڑ پر صرف دو تین پتھروں کے گرنے کی آواز آئی نظر اٹھا کر دیکھا تو ایک زبردست نر پہاڑی کی چوٹی پر کھڑا ہوا نیچے کی طرف دیکھ رہا تھا غالباً ساتھیوں کے انتظار میں تھا۔ اس کے سینگ بڑے بڑے نظر آنے میں نے فایر کیا اور یہ لڑھکتا ہوا نیچے یعنی سطح زمین پر آگیا۔ پہاڑی کے ڈھال کے کم ہونے کا یہ کافی ثبوت ہے کہ (۳۰۰) فٹ تک اس شاندار سینگوں والے سانبھر کو کوئی جگہ اس قدر سہارے کی نہ ملی کہ وہ کہیں نیچے گرنے سے رکتا یا اٹکتا۔ اسی سیدھی بلندی پر کوئی جانور

نہیں چڑھ سکتا۔ اس سانبھر کے ساتھی اس کے گرتے ہی اور آگے بڑھ کر اوسی پہاڑ پر چڑھ گئے اور نظر نہیں آئے۔

سانبھر کی ساخت میں امور مندرجہ بالا کے بعد اوس کے سینگ خاص طور پر تفصیلی بیان کئے مستحق ہیں مگر افسوس ہے کہ بغیر تصویروں کے انتظام کے صرف کاغذ پر لفظوں میں مختلف اور متعدد نکات کا بیان کرنا تقریباً سعی لاحاصل ہے۔ ناچار میں پیچیدہ اور تصویروں کے محتاج اختلافات کو ترک کر کے سانبھر کے سینگوں کے متعلق چند مفید معلومات پیش کرتا ہوں۔

سانبھر کے سینگ گرانے کا زمانہ میرے استدلال اور حقیقی تجربہ کی بنا پر بہ اتفاق آرائے چند مصنفین یورپ و بہ شمول عالم علم الحیوانات مسٹر ڈنبار وسط مارچ سے آخر اپریل تک ہے۔

ایک بڑے سینگوں والے سانبھر کے شکار کا واقعہ میں بیان کر چکا ہوں جس کے ایک سینگ کی جڑ سے خون جاری تھا۔ کیپٹن جانس اوسی روز میرے کیمپ میں آئے تھے اور ڈائری میں اون کے آنے کی تاریخ کا اندراج موجود ہے اس لئے میں معلوم کر سکا کہ وہ مئی کی ۳ر تاریخ تھی۔ آغاز جون میں ۵ر یا ۶ر تاریخ کو مرگ لگتا ہے اور موسم بارش شروع ہو جاتا ہے وسط مئی سے پانچ جون تک اس زخم پر غلاف چڑھ جانا لازمی ہے۔ مذکورہ بالا سانبھر کا سر اگر اس کی ہلاکت میری گولی سے واقع نہ ہوتی تو یقیناً وہ لوٹ مخمل کے غلاف سے قبل مرگ مزین ہو جاتا۔

سانبھر کے متعلق بعض شکاریوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ہر سال اس کے سینگ نہیں گرتے۔ اس خیال کی تائید میں ابتک کوئی شہادت بہم نہیں پہنچی نہ مسٹر ڈنبار کی بہتا عملی تحقیقات میں کوئی ایسا واقعہ پیش آیا جس سے کسی طرح اس خیال کی تائید ہو۔ میں اس کی نسبت کوئی رائے ظاہر نہیں کر سکتا الا یہ امر کہ اکتوبر میں میں نے بہت بڑے سینگوں کا

سانبھر دیکھا اور شکار کیا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ تین چار مہینے میں سینگ اس قدر مکمل نشوونما پاسکیں اِلّا اس صورت میں کہ ان کے سینگ اخیر فروری یا شروع مارچ میں گر گئے ہوں۔ بہرحال یہ قیاسی معاملہ ہے۔ صحیح نتائج پر پہنچنے کے لئے سینکڑوں سانبھر پال کر تجربہ کرنا لازمی ہے۔ یہ امر بغیر کافی استطاعت کے ممکن نہیں۔

سانبھر کے سینگوں کے طول کا ریکارڈ ½ ۵۰ انچ ہے۔ یہ جانور بھوپال کے جنگل میں مارا گیا تھا۔

مسٹر مکن کمشنر سندھ کو ایک پارسی کے پاس سے ایک سانبھر کا سینگ دستیاب ہوا جس کا طول ۵۰ انچ تھا۔ یہ سینگ خاندیس کے جنگل میں پارسی کو پڑا ہوا ملا تھا۔

ان دو ریکارڈ سینگوں کو چھوڑ کر سانبھر کے سینگوں کا اوسط ۴۲ انچ ہے۔ میرے خیال میں ۴۰ انچ کا سینگ بھی بمشکل دستیاب ہوتا ہے۔ ۴۰ سے اوپر کا سینگ اوس وقت شاذ میں داخل ہے۔ ۳۵ انچ سے اوپر کا سینگ رکھنے کے قابل اور اس سے کم کا صرف چھڑیوں اور چھتریوں اور ہنٹروں کی موٹھ بنانے کے لئے زیادہ موزوں ہے۔ طول کے علاوہ سانبھر کے سینگوں کی دبازت یعنی سینگوں کا موٹا اور وزنی ہونا بھی ضروری صفت ہے۔ جرمن پیمانہ حسن و قبح صرف وزن پر منحصر ہے۔ وہاں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ سینگ کس قدر لانبے ہیں۔ بلکہ وزن کے لحاظ سے سینگوں کی قدرومنزلت کی جاتی ہے۔ بعض یوروپین شکاری بھی اسی طریقہ کو پسند کرتے ہیں میری رائے میں جنس ڈیر کے سینگوں کے مدارج قائم کرتے وقت ضروری طریقہ ملحوظ اور مروج رکھنا مناسب ہے۔ انٹیلوپ کے سینگ صرف دو ہوتے ہیں یعنی ان میں شاخیں نہیں ہوتیں البتہ ان دو سینگوں کا طول جس قدر زیادہ ہو اوسی قدر اوس کو عمدگی کا درجہ دینا چاہئے۔ بہرصورت یہ صرف رائے کا معاملہ ہے۔ نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی۔

ممالک متوسط کے سانبھروں کے سینگ کا دور ۶ انچ سے آٹھ انچ تک ہوتا ہے مگر آٹھ انچ

دور کے سینگ شاذ و نادر ہی نصیب ہوتے ہیں اوسط دور عمدہ سینگوں کا ۱/۲ ، اینچ ہے۔

بالعموم سانبھر کے سینگ میں تین نوکیں ہوتی ہیں یعنی دونوں سینگوں کو ملا کر چھ۔ لیکن بڈھے جانوروں کے سینگوں پر ایک ایک دو دو انچ کی کئی شاخیں نکل آتی ہیں۔ میرے پاس جو بڑے اور منتخب سینگوں کا ذخیرہ ہے اوس میں کئی ایک پر دو دو تین تین شاخوں کے نشان ہیں۔

سانبھر کے اصل سینگ کو بیم Beam اور اوس کی اون شاخوں کو جو سر سے قریب تر ہوتی ہیں "براوٹائن" Brodst Tine یعنی پیشانی والی شاخ اور معمولی شاخوں کو "ٹائن" کہتے ہیں۔ چونکہ اردو میں ان کے لئے جدا جدا مقررہ الفاظ نہیں ہیں اس لئے میں انگریزی اصلاحات استعمال کرونگا۔

معمولی صورت سانبھر کے سینگوں کی انگریزی حرف (U) سے مشابہ ہوتی ہے۔ براوٹائن جڑ سے دو ڈہائی انچ اوپر ہوتے ہیں ان کا طول ۵ سے آٹھ نو انچ تک ہوتا ہے۔ بیم کسی قدر خم کھا کر اوپر کی طرف بڑہتی ہے۔ ۲۷ یا ۲۸ انچ کے بعد بیم کے دو حصے ہو جاتے ہیں بالعموم یہ حصے چھ سات انچ لمبے اور لمبائی میں مساوی ہوتے ہیں مگر کبھی کبھی ان میں سے ایک بڑا اور دوسرا چھوٹا ہوتا ہے سیدہا اور بڑا ٹائن بیم کا جز معلوم ہوتا ہے۔ ٹیڑہا اور چھوٹا صاف طور پر ٹائن میں شمار کیا جاتا ہے۔ اوپر کے ٹائن کی نسبت یہ قرار دینا کہ کونسا اصل بیم اور کونسا اوس کی شاخ ہے مشکل ہے۔ کبھی جانب راست کا ٹائن کبھی جانب چپ کا موٹا اور سیدہا ہوتا ہے کبھی اس کے خلاف۔

میرے پاس جو سینگ ہیں اون میں سے ایک جوڑا ایسا ہے کہ اوس کے داہنے سینگ کے ٹائن میں دوشاخہ کا اندرونی ٹائن بڑا موٹا اور سیدہا ہے۔ اس کے برعکس بائیں سینگ کے دوشاخہ میں بیرونی ٹائن سیدہا اور موٹا ہے۔ اس عجیب وجہ سے سینگ خوبصورت نہیں معلوم ہوتا۔

برسات کے زمانہ میں سانبھر کے سینگوں پر "ولوٹ" (باریک نرم پوست) چڑھا ہوتا ہے اس زمانہ میں سینگ بھی نہایت کمزور اور نرم ہوتے ہیں۔ اگر کسی درخت سے ٹکر لگ جائے تو ٹوٹ جاتا ہے یا اگر درخت لچکدار ہو تو سینگ ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔ اور اوس کے نمو میں بھی نقص پیدا ہو جاتا ہے۔ فطرت اوس وقت نر سانبھروں کو گنجان جھاڑی کی سکونت کو ترک اور گھانس کے چھوٹے چھوٹے میدانوں میں جو پشت کوہ پر واقع ہوں بود و باش اختیار کرنیکی تعلیم دیتی ہے۔

ولوٹ سے ڈھکے ہوئے سینگوں والے سانبھر پورا دن اس گھانس میں بیٹھ کر گذار دیتے ہیں رات کو بہت تھوڑی دور تک چرنے جاتے ہیں جھاڑی میں نہیں گھستے پہاڑ کے نیچے اگر کوئی صاف راستہ موجود نہ ہو تو نہیں اترتے۔ برسات کے بعد بھی جب گھانس پک کر زرد اور خشک ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ ان سانبھروں کی بیٹھک کے نشان پہاڑ کے بالائی رمنوں میں اکثر مقامات پر نظر آتے ہیں۔ ان بیٹھکوں کی گھانس سانبھر کے وزن سے دیر تک دبی رہنے کی بنا پر لیٹ جاتی ہے کچھ پیروں سے کچل کر چھوٹی رہ جاتی ہے۔ ان بیٹھکوں کو بعد برسات دیکھ کر یہ نہ خیال کرنا چاہئے کہ اب بھی سانبھر رمنہ میں موجود ہیں۔ گانوں والے جہالت سے یا بعض وقت شرارت سے نئے شکاریوں کو دہوکا دینے اور بیٹھک کی جگہ دکھا کر اپنا فرض پورا کرنے کا اظہار اور انعام نہیں تو اجرت کی صورت میں روپیہ وصول کرتے ہیں۔ البتہ ابتدائے اکٹوبر میں ان نشانات کے قرب و جوار کے جنگل میں سانبھر نظر آنا ممکن ہے۔

ف۔ شروع ستمبر سے وسط ماہ تک چمڑے کا غلاف سینگوں کا آگے آگے بڑھنے میں ساتھ نہیں دے سکتا۔ باریک ہو کر جا بجا سے پھٹنا اور خشک ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ سانبھر اس بدنما چھلکے کو درختوں سے رگڑ رگڑ کر اپنے سینگ صاف کرتا ہے۔ ابتدا میں اس عمل کی مشق پہاڑ کے اوپر ہی کے درختوں پر ہوتی ہے۔ دو ہفتہ کے اندر سانبھروں میں پہاڑ سے رات کے وقت نیچے آنے

جرات پیدا ہو جاتی ہے۔ بالعموم جس جگہ دو نالے ملتے ہیں یعنی عین جنکشن پر جو درخت بلندی پر واقع ہو وہ سینگ رگڑنے کے کام میں لایا جاتا ہے۔ بشرطیکہ وہ ایسے حصہ میں واقع ہو کہ سانبھر وہاں کھڑا ہو کر بیس پچیس گز تک چاروں طرف دیکھ سکے دشمنوں کے اچانک حملے سے حفاظت اس احتیاط کا اصلی مقصد ہے سانبھر جب ٹیڑھی گردن کر کے درخت پر سینگ رگڑنے میں مصروف ہو تو اوس کی قوت شامہ رگڑ اور پیروں کے آواز کی وجہ سے پورا کام نہیں دے سکتی اس لئے آنکھوں سے مدد لینے کی ضرورت واقع ہوتی ہے اور درخت مذکورہ بالا کا انتخاب ضروری ہوتا ہے۔ نرم پوست کا کوئی درخت سینگوں کو صاف کرنے کے لئے کافی ہے۔ لیکن سانبھر کو سالای کا درخت اس کام کے لئے خاص طور پر پسند ہے۔ سانبھر ہر شب ایک ہی درخت پر بار بار سینگ رگڑنے آتے ہیں لیکن صاف کرنے کے اخیر زمانہ میں جب کہ وہ دور تک چرنے کو جانے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ اکثر سانبھر اپنے راستہ میں کئی کئی درختوں سے سینگ رگڑتے ہوئے چلتے ہیں۔ میں نے انہی رگڑوں سے پتہ لگا کر متعدد سانبھر مارے ہیں سینگوں کے صاف ہو جانے کے بعد سانبھروں کا وقت بہار شروع ہو جاتا ہے۔ مقامی آب و ہوا کے لحاظ سے اس وقت میں دو سے تین ہفتہ تک کا تفاوت واقع ہو جاتا ہے۔ لیکن پھر بھی آخر ہفتہ نومبر سے ۱۵ ڈسمبر تک اس زمانہ کا یقین تقریباً صحیح انداز ہے۔ اس سے کچھ آگے پیچھے نر مادہ دونوں ایک دوسرے کے خواہش مند ہوتے ہیں اس سے کچھ روز قبل نر سانبھر اندھیرا ہونے کے بعد اپنی آرام گاہوں سے نکل کر کمال جوش و قوت کے ساتھ صدائے ہل من مبارز بلند کرتے ہیں سانبھر اانہوں پر قابض ہونے کی غرض سے بنرد آزمائی نہیں کرتے۔ زن نہیں بلکہ زمین نزاع باہمی کی محرک ہوتی ہے اور سانبھر مردانہ طریقہ پر اپنے حقوق کا فیصلہ میدان کارزار میں کر لیتے ہیں۔ ان کی جنگ کی غرض اوس گھاٹی یا درہ کا تصرف اور قبضہ ہوتا ہے۔ جہاں یہ مدت تک سکونت پذیر رہے ہیں یا اب اوس کو مسکن بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں اس قبضہ میں نعرہ رجز کا حق بھی شامل ہے۔ یعنی کوئی دوسرا سانبھر یہاں آواز نہیں لگا سکتا۔ جب دو سانبھر

ایک جنگل یا گھاٹی میں موجود ہوں یا دوسرا وہاں آجائے تو ایک دوسرے کی آواز سنکر یہ حریف مقابل کی طرف بڑھنا شروع کرتے ہیں۔ سامنے اور قریب آجانے کے بعد بھی دیر تک مقابل نہیں ہوتے بلکہ سر کو خوب بلند کر گردن اور بال کھڑے کر کے دم پوری اٹھا دیتے ہیں زمین پر زور زور سے پیر مارتے ہیں آنکھوں کے نیچے جو شگاف ہوتے ہیں وہ انتہائی درجہ تک کھول دیتے ہیں ان شگافوں کا اندرونی رنگ سیاہی مایل سرخ ہوتا ہے اور اوس سے اس زمانہ میں بدبودار پانی بہتا رہتا ہے۔

اوس وقت سانبھر کی صورت اور ہیبت ناک خوفناک معلوم ہوتی ہے رفتہ رفتہ یہ قریب ہوتے جاتے ہیں اور پھر یکایک سر جھکا کر ٹکریں شروع ہو جاتی ہیں جنگل کا کوئی ہموار اور کھلا ہوا یعنی جھاڑی اور درختوں سے صاف حصہ میدان جنگ یا اکھاڑہ تجویز کیا جاتا ہے یہ نہیں معلوم کہ اس مقام کا انتخاب پہلے سے کر لیتے ہیں یا اوس وقت آگے پیچھے ہٹکر یہ جگہ تجویز کیجاتی ہے۔ جس طرح یورپ میں انسان کے ڈوئل لڑنے کے لئے ایسا قطعہ منتخب کیا جاتا ہے کہ جہاں فریقین میں سے کسی کو ہوا۔ روشنی اور زمین کے ڈھال کے لحاظ سے کسی قسم کا تفوق و ترجیح حاصل نہ ہو اوسی طرح سانبھروں کی رزمگاہ میں بھی دونوں پہلوانوں کے لئے مساوی اور ہم پلہ مواقع کا موجود ہونا نہایت حیرت ناک ہے۔ سر مل جانے کے بعد زیادہ وزندار اور جسیم سانبھر بالعموم ہلکے مخالف کو پیچھے ہٹا دیتا ہے۔ مگر زیادہ جسامت اور وزن کا مقابلہ اکثر اوقات تجربے اور ہمت کی مدد سے کیا جاتا ہے کبھی کبھی صرف ہمت سے کامیابی بھی ہوتی ہے۔ افسوس ہیکہ سانبھروں کی ٹکروں میں اکثر عمدہ عمدہ سینگ ضائع ہو جاتے ہیں۔ جنگ کا وقت عموماً رات کے گیارہ بجے کے بعد ہے۔ غالباً گیارہ سے قبل سانبھر چرنے اور پانی پینے کی فکر میں رہتے ہیں۔ جب پیٹ بھرا تو دور کی سوجھی کا معاملہ ہوگا۔ یہ محض میرا قیاس ہے۔ میں نے صبح پانچ بجے کے قریب ایک پہاڑی پر ان کے لڑنے کی آواز سنی ہے۔ جاڑوں کا زمانہ تھا اور رات اندھیری تھی۔ میں اس چھوٹی پہاڑی کے نیچے تھا ہر چند اوپر جانے کا راستہ تلاش کیا

گراند ہیرے کی وجہ سے کچھ بن نہ پڑی۔ ناچار آگے بڑھ گیا۔ آٹھ کے قریب واپسی میں میں دوسری جانب سے اس پہاڑی پر چڑھا وہاں میں نے میدان کارزار کو دیکھا۔ تقریباً بیس گز عرض اور بیس گز طول کی زمین سانبھروں کے پیروں سے اچھی طرح کھد گئی تھی اور بہت سی گھاس کچل کر بھوسہ کی طرح مٹی میں اس طرح مل گئی تھی جیسے کسی نے ہاتھ سے ملائی ہو۔ اس قطعہ کے قریب بڑی بڑی جھاڑی یا کوئی درخت نہ تھا یہ احتیاط اس لئے عمل میں لائی جاتی ہے کہ لڑنے میں کشتی کے وقت کوئی دوسرا دشمن یکایک حملہ نہ کر دے لیکن یہ ہوشیاری جنگ سے پہلے اوس وقت کی سمجھ کا نتیجہ ہے کہ جب دماغ میں کچھ عقل باقی ہوتی ہے۔ جنگ میں مصروف ہونے کے بعد کوئی ہوش باقی نہیں رہتا اور بعض شکاریوں نے عین حالت جنگ میں دونوں پہلوانوں کو گولی سے ہلاک کیا ہے۔ جب میں پہاڑی سے اوتر رہا تھا اس وقت نیچے کے میدان میں جو ندی کی گنجان جھاڑی سے متصل تھا میں نے تین سانبھر بھاگتے ہوئے دیکھے دو مادائیں اور ایک نر غالباً شب گذشتہ کے مبارزین میں سے یہ فاتح نر تھا۔ نیچے اوتر کر میں نے دور تک ان کا پیچھا کیا۔ مگر کامیابی نہیں ہوی۔ بیان کرنے کے قابل یہ امر ہے کہ اسی گھاس کے میدان میں ایک سینگ صرف ۲۸ انچ لمبا گرا ہوا ملا۔ یہ تازہ معلوم ہوتا تھا۔ اس سے اور بھی حیرت ہوی کہ اس قدر چھوٹے سینگوں کا سانبھر اوس زمانہ میں کہاں سے آیا اور کیوں یہ سینگ گرا۔

سانبھر کی مادائیں بھی لڑتی ہیں۔ مگر نر اور مادہ کی جنگ میں کئی فرق ہیں۔ اول مادائیں نعرہ رجز نہیں بلند کرتیں۔ جب دوسری گھاٹی کی رہنے والیاں ان کی مقبوضہ جگہوں تک آجاتی ہیں۔ تو یہ بھی نروں کی طرح سر اور دم اوٹھا کر نیز گردن اور رکھر کے بال کھڑے کر کے تیار ہو جاتی ہیں۔ لیکن سر سے حملہ نہیں کرتیں۔ بلکہ پچھلے پیروں پر کھڑے ہو کر اگلے پیروں سے نہایت قوت کے ساتھ فریق مخالف کے سر پر ضربات پہنچاتی ہیں۔ ماداؤں کی جنگ میں اگلے پیروں اور کھروں کے ٹکرانے کی آواز جنگل میں دور تک جاتی اور اچھے فاصلہ سے

سنائی دیتی ہے۔شیر بور بچے اس سے فائدہ اوٹھاتے ہیں۔ مگر یہ نہیں معلوم کہ کس درجہ تک اور کتنی مرتبہ کامیابی ہوتی ہے۔

جب کتے سانبھروں کو گھیر لیتے ہیں تو اوس وقت بھی نر نکروں اور سینگوں اور مادائیں چراغپا ہوکر اگلے ہاتھوں سے نہایت دلیری کے ساتھ لڑتی ہیں۔ ایک یورپین صاحب نے لکھا ہے کہ اون کے کئی عمدہ کتے اس قسم کی جنگ میں ضائع ہوگئے اور کئی مرتبہ یہ اتفاق ہوا کہ کتے سخت شکست کھاکر بھاگ گئے۔

یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ سانبھر بخلاف بارہ سنگوں کے ماداؤں پر قبضہ کرنے کی غرض سے نہیں لڑتے بلکہ چراگاہ اور گھاٹی کے قبضہ کے لئے۔ گھاٹی کے قبضہ میں مادائیں بھی جائداد منقولہ کی حیثیت سے شامل ہیں۔ فاتح اور قابض کی آواز پر یا آنکھوں کے نیچے والے شگاف سے جو پانی بہتا ہے اوس کی بو پر سب مادائیں نر کی خدمت میں حاضر ہوجاتی ہیں۔ معمر پہلوان جو قوی ترین بھی ہوتے ہیں۔ زیادہ زن تک زنانی صحبت کو پسند نہیں کرتے۔ بیویوں کی تعداد بھی محدود ہوتی ہے۔ میں نے کبھی چار ماداؤں سے زیادہ نر کے ساتھ نہیں دیکھیں۔ غالباً یہ مسلمان ہوں مگر مسٹر ڈنبار نے لکھا ہے کہ اونھوں نے ماسٹر اسٹیگ کے ساتھ آٹھ مادائیں دیکھی ہیں۔ غالباً ان کا ماسٹر اسٹیگ کوئی خوشحال رئیس ہوگا۔

ف۔ دو ہفتہ کے اندر ماسٹر اسٹیگ زنانے سے علیحدہ ہوکر گوشہ نشینی اختیار کر لیتا ہے نوجوان پٹھے ان ماداؤں کے ساتھ رہنا شروع کر دیتے ہیں۔ مگر صرف کسی دوسری گھاٹی یا پہاڑ کے دامن پر یا کسی کھوری میں ان کو بزم آرائیوں کا موقعہ ملتا ہے۔ جنگل کا سابقہ فاتح الحال متعفی بادشاہ یہ گوارا نہیں کرسکتا کہ اوس کی مفتوحہ زمین پر یہ بے وفا ملکائیں رقیب حقیر کے ساتھ محو خرام ناز ہوں۔

گھنے جنگلوں کا گوشہ نشین اور عزلت گزیں فرمانروا گو چند روزہ رفقائے عیش وعشرت سے جلد متنفر ہوجاتا ہے۔ مگر اپنے مفتوحہ ملک پر کسی کے قبضہ کا روادار

نہیں ہوتا۔

سردار اور تعیش کا پر آشوب زمانہ ختم ہونے کے بعد بھی کسی دوسرے کی یہ مجال نہیں کہ اس کی گھاٹی میں قدم رکھ سکے۔ اگر کوئی بھولا بھٹکا یا حضرت انسان کا ستایا ہوا پہلوان اس کی حدود میں آگیا تو بزد آزمائی لازمی ہے۔ یہ جنگ بھی سابقہ جنگ سے کم پر جوش نہیں ہوتی۔ اس میں بھی فریقین بڑے بڑے زخم برداشت کرتے ہیں مگر کتا بھی اپنی گلی میں شیر ہوتا ہے۔ اکثر و بیشتر قدیم قابض فتحیاب ہوتا ہے۔ الا اس صورت میں کہ بخت یاوری نہ کرے اور کسی نہایت زبردست پہلوان اور تجربہ کار رستم سے مقابلہ ہو۔ سانبھر کو اپنی مقبوضہ اور مملوکہ زمین یا جنگل کی حفاظت کے متعلق اس درجہ رشک اور اوس میں اس قدر محویت ہوتی ہے کہ بڑے سے بڑے خطرے کے وقت بھی یہ اپنے دل سے اس خیال کو محو نہیں کر سکتا جب دوسرے ہانکہ شروع کرکے کئی کئی گھاٹیوں اور کھوروں کو گھیر کر سب جانوروں کو ایک طرف لیجانیکے لئے شور و غل کیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ بندوقیں اور آتشبازی تک سرکی جاتی ہے تو ان ہیبتناک آوازوں سے مجبور ہو کر سب جانور یکجا جمع ہوجاتے ہیں۔ ہانکہ والوں کی مرضی کے موافق ایک ہی کھلا ہوا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ اس گڑ بڑ اور جان لے کر بھاگنے کی مصیبت کے وقت بھی سانبھر کے سر میں قبضہ کا سودا اور مخالف کی مداخلت پر ناگواری اور غصہ باقی رہتا ہے۔ چنانچہ جب دوسری گھاٹی کا کوئی سانبھر اس کے پاس آجاتا ہے تو تمام خطرات اور پریشانی کو بالائے طاق رکھ کر اس مخالف کی مدافعت میں مصروف ہوجاتا ہے۔ مسٹر برینڈر نے ایک ہانکہ میں ایک سانبھر کو دوسرے سانبھر سے لڑتے اور اوس کو زخمی کرتے دیکھا ہے۔

سانبھر کے متعلق یہ روایت مشہور ہے کہ بڑے سینگوں والا سانبھر اپنے سینگوں کو درختوں کی شاخوں میں پھنسا کر جھولا جھولتا ہے۔ یہ خیال محض غلط فہمی یا اصل واقعہ کو غور و توجہ کے ساتھ تحقیقات نہ کرنے کی عادت پر مبنی ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب سانبھر جوش جوانی کے زور میں مبارز طلب کرنے کی غرض سے بلند نعرے لگاتا ہے تو کبھی کبھی پچھلے پیروں پر کھڑا

ہو جاتا ہے۔ یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ یہ پر آشوب زمانہ اوس وقت شروع ہوتا ہے کہ جب اس سرمست بادہ غرور کے ہتھیار پوری طرح صاف اور کامل درجہ تک نشو ونما پا چکتے ہیں پانچ فٹ کے قریب بلند چوپایہ جب کہ دو پیر پر کھڑا ہو تو اوس کے گز سوا گز لمبے سینگ گھنے جنگل کی شاخوں میں پھنسنا مطلقاً عجیب بات نہیں ہے۔ جب یہ پہلوان رجز گانے کے بعد زمین پر پیر ٹیکتا ہے تو سینگوں کے اولجھ جانے کی وجہ سے یہ گردن کو زور کے ساتھ ہلانے پر مجبور ہوتا ہے۔ ایک جانب گردن کا زور اور سینگوں کی سختی۔ دوسری جانب درختوں کی شاخوں کے پوست کی نرمی۔ اس کا لازمی نتیجہ پوست کا چھل جانا ہے۔ انہی نشانات اور رگڑ کے اثرات کو دیکھ کر عوام اور غور نہ کرنے والے یہ قیاس کر لیتے ہیں کہ سانبھر درختوں میں سینگ پھنسا کر جھولتا ہے۔

میں نے اس قسم کے متعدد نشانات درختوں کی بلند شاخوں پر دیکھے ہیں اور چونکہ اس کی نسبت میں متعدد اسپورٹ کی کتابوں میں محقق مصنفین کی رائے پڑھ چکا تھا اس لئے اس پر میں نے وہیں یعنی بر سر موقع کھڑے ہو کر دیر تک غور کیا ہے۔ مجھکو کبھی کوئی ایسی زبردست شاخ نظر نہیں آئی جو ۴۵۰ پاونڈ وزن کے جانور کا بوجھ سنبھال سکے اور غور کے بعد بھی کوئی ایسی صورت سمجھ میں نہ آئی۔ شاخوں میں اس طریقہ پر سینگ پھنس جائیں کہ سانبھر کا پورا وزن پڑنے پر اس شاخ سے نکل نہ سکیں۔ اس کے علاوہ سخت اعتراض کے قابل بلکہ مضحکہ انگیز امر یہ ہے کہ کیا سانبھر اچھل کر شاخ میں سینگ پھنسانے کے بعد جھولنا شروع کرتا ہے۔ یا دو پیر پر کھڑے ہو کر سینگ پھنساتا اور پیر اٹھا لیتا ہے۔ یہ دونوں باتیں ناممکن ہیں تو جھولنا کس طریقہ پر ممکن ہے۔ جبتک سینگوں کی جڑ میں رسی نہ باندھی جائے اور جبتک وہ رسی درخت کی شاخ پر لپٹی نہ جائے سانبھر کا زمین سے معلق ہونا محال ممتنع ہے۔

سانبھر کا دو پیروں پر کھڑا ہو کر نعرہ جنگ لگانا متعدد شکاریوں نے دیکھا ہے۔ بعض کی رائے ہے کہ اس جنگجویانہ عمل کے لئے سانبھر خصوصیت کے ساتھ ایسے مقامات کا انتخاب

کرتا ہے جہاں گنجان درخت اور لٹکتی ہوئی شاخیں موجود ہوں۔ ان درختوں کے نیچے سانبھر کے اگلے پیروں سے کھودے ہوئے گڑھے اور بہت سی کھدی ہوئی مٹی بالالتزام موجود پائی جاتی ہے۔ ان مقامات پر بھی کوئی اس ترکیب و وضع کی یا ایسی بڑی شاخ نظر نہیں آئی جس میں سینگ پھنس جائیں یا جو سانبھر کا وزن سنبھال سکے۔

میں نے بچشم خود سانبھر کو دو پیر پر کھڑے ہو کر آونلہ کا پھل کھاتے دیکھا ہے مگر غذا کی تلاش میں دو پیر پر کھڑا ہوتا اور دو پیر پر کھڑے ہو کر نعرہ رجز بلند کرتا دو مختلف النوع عمل ہیں۔

سانبھر کی مقررہ غذا گھانس ہے خصوصیت کے ساتھ وہ موٹی اور رسدار گھانس جو نالوں کے بازوں پر گنجان درختوں کے سایہ میں پیدا ہوتی ہے۔ اس گھانس کے علاوہ چند درختوں کی کونپلیں اور جنگلی درختوں کے پھل بھی شوق سے کھاتا ہے۔ آونلہ اور گلمہوہ کا دلدادہ ہے۔ میں نے مہوے کے درختوں کے نیچے مارچ کے مہینے میں متعدد سانبھر شکار کئے ہیں بعض درختوں کے پوست بالخصوص ہلدیا ہلداوے کی چھال بھی سانبھر کی غذا میں شامل ہے ہلداوہ کا درخت اگرچہ پرانا نہ ہو تو جنگلی بھینسے اور سانبھر لازمی طور سے اوس کی چھال کھاتے ہیں میں نے جو سب سے بہتر یعنی سب سے بڑے سینگوں کا سانبھر مارا ہے۔ وہ ایک معمولی جھاڑی کی کونپلیں کھا رہا تھا اور اوس کے ساتھ تین مادائیں تھیں۔ ایسے سانبھر کا ایسے جنگل میں میسر ہونا جہاں ہر شخص جو بندوق ہاتھ میں لیتا جاتا ہے۔ اپنی قسمت آزمائی اور مشق بے گری تیار رہتا ہے۔ جہاں ہر عہدہ دار خواہ اوس کو شکار کرنا آتا ہو یا نہ آتا ہو چند عربوں کو ساتھ لے کر ضرور چکر لگاتا ہے۔ اور جہاں سینکڑوں عرب جائز و ناجائز طریقہ پر بغیر امتیاز نر و مادہ روزانہ شکار کو جاتے بلکہ بھیجے جاتے ہیں یقیناً ہر شکاری کے لئے اور خاص طور پر میرے لئے نعمت غیر مترقبہ تھی۔ ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے میں نیز اس غرض سے کہ چند معلومات حاصل ہوں میں اس سانبھر کے شکار کے حالات مختصر طور پر بیان کرتا ہوں۔

نومبر کا مہینا اور میں شیوع انفلوئنزا اور کثرت اموات اور مشکلات سفر کی وجہ سے جو غیر آباد ممالک میں لازمی ہیں مستقر پر مقیم تھا۔ انفلوئنزا کی وجہ سے تمام دفاتر تقریباً بند تھے۔ جن دفاتر میں بیس پچیس اہلکار رہتے تھے۔ وہاں بمشکل دو تین حاضر ہو سکتے تھے بقیہ سب مبتلائے مرض یا مبتلائے غم۔ بہرحال اس پریشانی کے وقت ہر شخص اپنی مصیبت میں گرفتار تھا اور اسی وجہ سے عرب اور دیگر دیہاتی شکاریوں نے بھی (یاران فراموش کردند عشق) جنگل جانا اور جانوروں کو ستانا ترک کر دیا تھا۔ غالباً یہ وجہ تھی یا کچھ اور اس سال غیر معمولی طریقہ پر رات کو سانبھروں اور چیتلوں کی آواز سنائی دیتی تھی۔ میں بھی سخت پریشان خاطر تھا اور حق طرح یہ ہوا کہ بلدہ سے بچوں کی علالت کی خبر معلوم ہوئی۔ اس سے اور بھی طبیعت افسردہ ہو گئی۔ اسی عرصہ میں کئی روز کی تعطیل واقع ہوئی اور محض وقت کاٹنے کی غرض سے میں نے شکار کو جانے کا ارادہ کیا مستقر سے چار پانچ میل پر بڑا اور عمدہ جنگل ہے۔ گاڑی پر بیٹھ کر ہم صبح کو چار بجے کے قریب روانہ ہوئے اور طلوع آفتاب سے قبل جنگل پہنچ گئے۔ یہ جنگل کئی پہاڑوں کے درمیان میں بلکہ خود ایک ایسے وسیع پہاڑ پر ہے جس کے ہر جانب متعدد پہاڑ ہیں صبح ہوتے ہی میں نے سانبھر کی تلاش شروع کی۔ کئی گھاٹیوں اور متعدد کھوریوں میں اترا کئی پہاڑوں پر چڑھا لوٹن اور بیٹھک کے مقامات دیکھے۔ رگڑے کے نشانات اور راستوں کو خوب غور کے ساتھ طے کیا نالے کے کنارے کے جنگل اور ندی کے باڑو کی گنجان جھاڑی میں جستجو کی مگر بجز چند ماداؤں کے ایک بھی قابل شکار سانبھر نظر نہ آیا۔ دن کے دس بج گئے۔ کچھ تکان کچھ مایوسی اور اس پر افسردہ خاطری ناچار دس کے قریب گاڑی کے پاس پہنچا اور سوار ہو کر مستقر کو واپس ہو گیا۔

میری بیوی میرے پیچھے گاڑی پر بیٹھی ہوئی تھیں اور میرے سامنے گاڑی ہانکنے والا شکاری بھی جنگل کے راستوں کا جاننے والا ایک تجربہ کار تھا ہم تینوں میں کسی کو یہ خیال بھی نہ تھا کہ دن کے دس بجے کوئی شکار راستہ پر نظر آئے گا۔

صرف راستہ طے کرنا مقصود تھا ہم ایک کھوری کے بازو سے بڑی بڑی گھانس میں بالکل غافل بیٹھے ہوئے گزر رہے تھے۔ کھوری کے منہ پر کچھ گنجان جھاڑی تھی مگر صرف تھوڑی دور تک جس میں پچیس گز مربع میں درخت بھی غالباً اس قدر ہوں۔ جب گاڑی کھوری کے قریب سے گزری تو میں نے اس جھاڑی کے جھنڈ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا مگر غور کے ساتھ نہیں، اور پھر سامنے کی طرف دیکھنے لگا وہاں سے پانچ چھ گز بڑھنے کے بعد میری بیوی نے میرے شانہ پر ہاتھ رکھکر جھاڑی کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے ادھر دیکھا مگر کوئی چیز نظر نہ آئی گاڑی بدستور چلتی رہی اور دو ایک سکنڈ کے بعد پھر اشارہ کا اعادہ ہوا میں نے کسی قدر زیادہ غور سے دیکھا مگر پھر بھی کچھ نظر نہ آیا۔ تیسری بار بی بی نے زبان سے کہا کہ صاحب گاڑی کیوں نہیں ٹھہرتے۔ جھاڑی میں کتنا بڑا سانبھر کھڑا ہے۔ یہ سنکر میں نے گاڑی ہانکنے والے کو گاڑی روکنے کا اشارہ کیا اور چونکہ ہم اس عرصہ میں بہت آگے بڑھ گئے تھے میں نے پیچھے کی طرف مڑ کر غور سے دیکھا تو نہایت زبردست اور شاندار سینگ اور بڑے بڑے کان جنبش کرتے ہوئے نظر آئے میری ۵۰۰ ایکسپرس میرے ہاتھ میں تیار تھی شانہ پر رکھتے ہی میں نے اندازے سے سینگوں کی جڑ کے قریب ذرا باریک نشانہ لے کر فایر کر دیا میرا اندازہ صحیح نکلا۔ گولی گردن پر پڑی اور سانبھر کے گرنے کی آواز آئی فوراً گاڑی پلٹائی گئی کیونکہ ہم آگے نکل گئے تھے۔ جب ہم کھوری کے دہانہ پر پہنچے تو یہ شاندار جنگل کا تاجدار اور اس بلند سبزہ زار کا فاتح جو دو منٹ قبل نہایت غرور اور شاہانہ شان کے ساتھ اپنی محبوبہ ملکہ اور دو خواصوں کے ہمراہ زرد گھانس کے فرش پر کھڑا لذات کے رنگین خوان یغما سے جھاڑیوں کی کلیں چن چن کر کھا رہا تھا بستر مرگ پر پڑا ہوا عالم سکرات ہاتھ پیر مارتا ہوا نظر آیا۔ گاڑی قریب پہنچتے ہی دو مادائیں جو اس وقت تک اس کو غور سے دیکھ رہی تھیں بھاگ گئیں مگر عجیب واقعہ یہ ہے کہ یہ تینوں فطرتی طریقہ کے موافق کھوری میں نہیں اتریں بلکہ سیدھی میدان کی طرف بھاگیں۔ غالباً یکایک فایر کی آواز اور تڑکے

گر جانے سے یہ پریشان ہو گئیں اور قبل اس کے کہ ان کے حواس درست ہوں۔ اور اپنی
حفاظت کے متعلق یہ کچھ سوچ سکیں ہماری گاڑی قریب پہنچ گئی۔ ورنہ آواز سننے کے بعد انسان
کو دیکھ کر سانبھر نہایت تیزی اور کمال عیاری کے ساتھ جھاڑی اور گھاس میں چھپ جاتا ہے
اور اس آہستگی سے رخ بدل کر دوسری طرف نکل جاتا ہے کہ شکاری کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ ہم
سب گاڑی سے اترے اور تین چار فٹ جھاڑی کو چیر کر گرتے ہوئے سانبھر کے پاس پہنچے
سانبھر نے دو مرتبہ سر اٹھانے اور کھڑے ہونے کی کوشش کی مگر گردن کی ہڈی چور ہو گئی تھی
سینگ بھی ایک ساگوان کے پتلے درخت میں جس کو اس نے توڑ دیا تھا پھنس گئے تھے۔
میں نے سینگ پکڑے اور ایک جوان نے اس کو ذبح کیا۔ درخت کو ٹوٹا ہوا دیکھ کر مجھے سخت
حیرت ہوئی سینگوں کے زور سے اس قدر مضبوط قسم کے درخت کا بل دیکر توڑ دیا جانا بڑی
غیر معمولی قوت کی دلیل ہے۔ میں نے جیب سے ٹیپ نکال کر سینگوں سے پہلے اس ٹوٹے
ہوئے درخت کا دور ناپا۔ اس کا دور زمین سے ایک فٹ اوپر ۹½ انچ تھا اور زمین سے
ساڑھے گیارہ انچ کی بلندی پر یہ ٹوٹا تھا۔ اس کے بعد میں نے سینگ ناپے۔ یہ ۴۴ انچ
تھے۔ غالباً گذشتہ تیس سال کے اندر یہ دکن کا ریکارڈ ہے۔ اور میری خوش قسمتی کہ بغیر
غیر معمولی محنت کے یہ مجھکو میسر ہو گئے۔ میں دو جوان ایک گاڑی والا میری بیوی اور ایک
ان کی کمسن خادمہ۔ ہم چھ نے اس امر کی کوشش کی کہ اس سانبھر کے جسم کا پچھلا حصہ اٹھا کر
گاڑی پر ڈالدیں۔ باآنکہ پہیے نکال کر گاڑی کو سانبھر کی دم کے پاس رکھ دیا تھا اور صرف
سات آٹھ انچ اٹھانے سے گاڑی اس کے جسم کے نیچے کھسکائی جا سکتی تھی مگر یہ کسی طرح
ممکن نہ ہوا۔ نہایت سخت محنت اور ناکامی کے بعد یہ ترکیب سوچی گئی کہ سانبھر کا سر ایک شخص
اٹھائے اور تین آدمی موٹی موٹی لکڑیوں سے اس کی گردن کو رفتہ رفتہ بلند کرتے جائیں
دونوں عورتیں گاڑی کو آہستہ آہستہ جسم کے نیچے بڑھائیں۔ تقریباً ۲۰-۲۵ منٹ کی محنت
کے بعد اس میں کامیابی ہوئی۔ اب گاڑی میں پہیے لگانے کی دشواری پیش آئی اس کی

مقابلہ مردانہ اور زنانہ ہمت کے ساتھ کیا گیا۔ مردوں نے ایک طرف سے گاڑی اٹھائی اور عورتوں نے دہرے میں پہیا پہنایا۔ یہی عمل دوسری جانب بھی کیا گیا اور گاڑی تیار ہوگئی بی کو بہ اصرار تمام گاڑی پر سوار کرایا اور ہم سب گاڑی کو سنبھالتے ہوئے پہاڑ سے نیچے اوترے۔ ایک گاؤں سے دوسری گاڑی مل گئی اور ہم دن کے بارہ ۱۲ بجے مکان پہنچے۔ شکاریوں کے لئے قابل ناز سینگوں کے شوق میں منہ ہاتھ دہونے سے قبل میں نے سانبھر کی گردن کا نکر سینگوں کو دوبارہ ناپا۔ خوب دھلوایا تاکہ درختوں کی چھالوں کا میل اور زنگ دور ہو تیل اور کافور ملوا کر سایہ میں رکھدیا۔ یہ سینگ بہت ہلکے سیاہ ہیں اور دونوں جانب یکساں تھے اور دونوں کا طول برابر ہے۔ ریکارڈ سینگ ملنے کے علاوہ یہ حسن مزید خوش قسمتی ہے کہ ان سینگوں پر سپید دانے بھی ادھرے ہوئے ہیں جو کمال خوبصورتی سمجھے جاتے ہیں۔

سانبھر کی غذا اور جھاڑیوں کی کونپلیں کھانے کے ذکر میں میں اپنے ریکارڈ سانبھر کے شکار کا قصہ لکھنے میں مصروف ہوگیا اب پھر اوس کی غذا کے متعلق چند اہم واقعات درج کئے جاتے ہیں علاوہ گھانس جنگلی پھلوں وغیرہ کے جن کا ذکر اوپر کیا جاچکا ہے۔ سانبھر زراعت کی فصلوں کا بڑا دشمن ہے۔ جن پہاڑوں پر یہ رہتا ہے وہاں سے پانچ چھ میل تک کوئی کھیت اس کی تاخت و تاراج اور ظلم سے محفوظ اور غیر متضرر نہیں رہ سکتا۔ بعض سانبھر رات کو پہاڑ سے اوتر کر کھیتوں کو تباہ کرتے ہیں اور بعض اس قدر زراعت کے عاشق ہوتے ہیں کہ پہاڑ اور گھاٹیوں کو چھوڑ کر زراعت کے قرب وجوار میں کسی گنجان جنگل کے چھوٹے سے قطع یا کسی نالہ کے کنارے گھنی جھاڑی میں فصل کے دور تک سکونت اختیار کرلیتے ہیں۔ پہاڑ کے رہنے والوں کے مقابلہ میں یہ چور کھیت پر جلد پہنچ جاتے ہیں اور اگر بار بار پتھروں اور آوازوں سے ڈھنگائے نہ جائیں تو زراعت کو بالکل تباہ کردیتے ہیں۔ ضلع عادل آباد میں انہی جنگلی چرندوں اور سوروں سے حفاظت کرنے کے لئے تمام کاشت کار لازمی طور پر اپنے کھیت میں لکڑی اور بانس کی بلند مچانوں پر رات بھر جاگتے اور غل مچاتے رہتے ہیں۔ ان کے پاس کوپھین ہوتی ہے

اور جب کوئی جانور آتا ہوا نظر آتا ہے تو پتھر بھی مارتے ہیں۔ وسیع کھیتوں میں کئی کئی مچانیں ہوتی ہیں اور ایک مچان پر کئی کئی آدمی بیٹھتے ہیں۔ مگر پھر بھی مچان سے پچاس ساٹھ گز کے حلقے کے علاوہ بقیہ دور کے حصوں کو یہ جانور تباہ کر دیتے ہیں۔

موضع آڑہ اور اوس پٹی کے دیگر مواضع میں بعض کھیتوں پر کاشتکار بانس کی ۵ فٹ سے زیادہ بلند باڑہ لگاتے ہیں۔ میں نے اون سے جب وجہ دریافت کی کہ اس قدر بانس کیوں خرچ کرتے ہو تو معلوم ہوا کہ سانبھر اتنی بلند باڑہ کو بھی کود کر کھیت میں داخل ہو جاتے ہیں مجھکو یقین نہ آیا کیونکہ اوس وقت الا کہہ دو لاکھ گھوڑوں میں بھی پانچ فٹ بلند کودنے والا گھوڑا نظر نہیں آسکتا لیکن جب انہوں نے سانبھروں کے پیر کے نشان اوس مقام پر جا کر دکھلائے جہاں سانبھروں نے جست کی تھی تو مجھکو کمال حیرت ہوئی کھیت کے اندر اور باہر دونوں جگہ پیر کے نشان نہایت صاف طور پر موجود تھے اور وہاں ٹٹی کی بلندی پانچ فٹ ۶ انچ تھی۔ بانس کی ٹٹی سے اس طرف کھیت کے باہر ۲ فٹ پر اور ٹٹی کے اوس طرف کھیت کے اندر پانچ فٹ چار انچ پر پیروں کے نشانات تھے غالباً کوئی گھوڑا سوار کود کر اس قدر نہیں کود سکتا۔

سانبھر کی خوراک بھی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ مذکورہ بالا موضع موسوم بہ آڑہ کے ایک کھیت کے کنارے سے میں صبح چھ کے قریب گذر رہا تھا کھیت میں سے ایک بڑا سانبھر نکل کر بھاگا اور میں نے اوس کو مار دیا معلوم نہیں یہ کب سے کھیت کھا رہا تھا۔ کیمپ پر لانے کے بعد اوس کا معدہ چیر وا کر میں نے دیکھا سوائے جوار کے خوشوں اور پانی کے معدہ میں کوئی اور چیز نہ تھی۔ جوار اچھی طرح نم ہو چکی تھی۔ میں نے وزن کرایا۔ پورے سیر تھی ممکن ہے کہ اوس میں ½ پانی کا وزن ہو۔ پھر بھی ½ منہا کرنے کے بعد ۱۲ سیر جوار اس نے کھائی تھی اور ممکن ہے کہ میں نہ جا پہنچتا تو اور کھاتا ایک سانبھر جب اس قدر اناج کھا جاتا ہے تو نیلوں اور روہیوں کے منڈے جو ساٹھ ساٹھ تک رہتے ہیں زراعت کو کیا کچھ نقصان نہ پہنچاتے

ہوں گے۔

بعض شکاریوں کا بیان ہے کہ سانبھر آٹھ مہینے میں بچہ دیتی ہے۔ لیکن میں اس سے متفق نہیں ہوں۔ کیونکہ وسط نومبر سے وسط دسمبر تک، ماداؤں کے حاملہ ہونے کا مقررہ اور مسلمہ زمانہ ہے۔ اور یہ بھی متفق علیہ مسئلہ ہے کہ بالعموم آغاز بارش میں سانبھر کے بچے نظر آتے ہیں۔ ان دونوں اوقات میں صرف چھ ماہ کا فصل ہے۔ اس لئے یہ خیال کہ آٹھ ماہ کے بعد مادہ جنتی ہے۔ غلط ثابت ہو جاتا ہے۔ یا یہ ماننا پڑتا ہے کہ حاملہ ہونے کا وقت یا پیدا ہونے کا وقت ان میں سے کسی وقت کا تقرر غلط طور پر کیا گیا ہے۔ میرے خیال میں زمانہ حمل اور زمانہ پیدائش دونوں میں کچھ کمی بیشی یا تقدیم و تاخیر کے لحاظ سے پانچ چھ ہفتہ کا فرق قابل لحاظ نہیں ہے۔

ان امور کی رعایت ملحوظ رکھنے کے بعد مدت حمل اگر سات ماہ قرار دی جائے تو خیر الامور اوسطہا زیادہ موزوں ہوگا۔

مادہ ہر سال بچہ نہیں دیتی بلکہ کامل دو سال تک بچہ ماں کے ساتھ پھرتا اور تقریباً ڈیڑھ سال تک دودھ پیتا رہتا ہے۔ ایک مہمان صاحب نے غلطی سے ایک گنجان جھاڑی میں ۳ر جنوری کو کسی اور جانور کے خیال سے ایک سانبھر کا بچہ مار دیا۔ یہ قد میں ۴۲ انچ کے قریب تھا اس کے لبوں پر دودھ لگا ہوا تھا۔ یہ بچہ گذشتہ جون کی پیدائش کا نہیں ہو سکتا سات ماہ میں ۴۲ انچ قد ہونا ناممکن ہے۔ لہذا اوس کو تقریباً ڈیڑھ سال کی عمر کا خیال کرنا لازمی ہے۔ اسی تجربہ کی بنا پر یہ قیاس صحیح ہے کہ سانبھر کا بچہ ڈیڑھ سال تک دودھ پیتا ہے دودھ پلانے کا زمانہ ختم ہونے کے بعد بھی چند روز ماں بچے کو ساتھ لئے پھرتی ہے۔ مگر نومبر سے قبل یا ماہ مذکور کی ابتدا میں نروں کی آوازیں سنکر یا بہ تقاضائے فطرت حیوانی مادہ کو نر کی تلاش اور اس سے ملنے جلنے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ اس زمانہ اختلاط میں سال کے بچے کی حفاظت غیر ضروری ہونے کے علاوہ فطرتاً بھی ماں کو دوسرے بچے کی پیدائش کے

فکر کیطرف مایل بلکہ اوس میں محو کر دیتی ہے۔ بچہ بھی اپنے پیروں پر خود کھڑا ہو چکا ہوتا ہے۔ اور گو ماں کے سایہ عاطفت اور دامن عافیت سے مستغنی ہو کر خود ادہر اودہر پھرنے اور پیٹ بھرنے میں مشاق اور گرد وپیش کے جنگل نیز وہاں کے خطرات سے واقف اور راستوں کے پہچاننے میں ہوشیار ہے مگر پھر بھی کچھ روز ماں کے ساتھ رہنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر دور دور رہنے پر مجبور ہوتا ہے۔ کیونکہ بڑے بڑے سینگوں والے جنٹلمین جن سے عنقریب اس کی ماں کا عقد ہونے والا ہے اس غریب کو بُری نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ اگر یہ بچہ نر ہوا تو اس کا تعاقب کر کے اس کو دور بھگا دینا ان جنٹلمین کا فریضہ ہے۔ اگر مادہ ہوی تو یہ صاحب زیادہ اوس کے درپے نہیں ہوتے اور وہ معصوم جس کی طرف اوس کی ماں بھی ملتفت نہیں ہوتی کچھ فاصلہ سے کھڑی ہوی باواجان اور اماں کے اخلاص و محبت کو دیکھتی رہتی ہے۔ اور بعد ازانکہ اماں جان کو دوسرے بھائی یا بہن کے پیدا ہونے کا یقین ہو جائے اور وہ باواجان کا ساتھ چھوڑ دیں یہ پھر اون کے یعنی اماں کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ غریب نر کو یہ نعمت بہت کم نصیب ہوتی ہے نر بچہ ہوتا بھی ہے کسی قدر مغرور بلکہ خود دار۔ اس کے علاوہ دو برس کے بعد اوس کے سر میں بھی سودا اور سینگ پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ سینگوں والے جنٹلمین کی دھمکیوں کی برداشت نہ کر کے اپنے ہم عمر ہم جولیوں میں جا ملتا ہے۔ تیسرے سال یہ خود باپ بننے کی قابلیت پیدا کر لیتا اور دولہن کی تلاش میں سرگرداں ہو جاتا ہے۔

بعض مصنفین کی رائے ہے کہ سانبھر سات آٹھ سے زیادہ ایک جگہ جمع نہیں ہوتے۔ ممکن ہے کہ یہ رائے صحیح ہو۔ مجھکو بھی دس بارہ سال سانبھروں کے جنگل میں پھرنے کا اتفاق ہوا ہے میں نے بجز ایک مرتبہ کے کبھی تعداد مذکورہ بالا سے زیادہ سانبھر ایک جگہ نہیں دیکھے۔ جس وقت میں نے سترہ ۱۷ سانبھر دیکھے وہ پانی پینے کا مقام تھا دور دور یعنی چاروں طرف کم از کم پانچ چھ میل تک کہیں پانی نہ تھا یا تو پانی پینے کے لئے دو تین علیحدہ علیحدہ ٹکریاں آکر یکجا ہو گئی تھیں یا ان کو شیر کا خوف تھا یا ممکن ہے کہ کوئی اور خطرہ انہوں نے محسوس کیا ہو یہ صبح پانچ بجے کا وقت

اور مئی کا مہینا تھا۔ جس درخت پر میں ایک خاص چیتل کی تلاش میں بیٹھا تھا۔ اوسی درخت کے نیچے یہ سب جمع تھے۔ روشنی کافی نہ تھی۔ چودھویں رات کا چاند غروب ہو رہا تھا اور آفتاب عالمتاب کی شعاعوں نے ہنوز اس گنجان جنگل کی فضا کو منور نہیں کیا تھا۔ سانبھروں کے پیروں کی آواز پر میں نے دوربین اوٹھا کر بغور دیکھا۔ درخت کے سایہ میں سوائے چند متحرک سیاہ دھبّوں کے کچھ نظر نہ آیا میں نے کسی قسم کی جنبش نہیں کی اور آفتاب کی روشنی کا انتظار کرتا رہا۔ تقریباً بیس منٹ کے بعد اس قدر روشنی ہو گئی کہ میں دوربین سے صاف طور پر ان کو دیکھ کر شمار کر سکا۔ شاید اور دو ایک ادھر ادھر کھڑے ہوں۔ چونکہ ان میں کوئی سینگوں والا نہ تھا اس لئے میرا خیال ہے کہ غالباً یہ نوجوان بچوں اور بچیوں کا مندہ تھا۔ اتفاقاً سردار خاں میرے اردلی کو کھانسی آئی اور فوراً یہ سین ایک آن میں آنکھوں سے غائب ہو گیا میں صرف سترہ سانبھر شمار کر سکا۔

ف۔ سانبھر کی نگاہ تیز اور دوربین نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ گھنی جھاڑی میں رہنے کا عادی ہوتا ہے۔ جب تک نظر کو دور تک کام کرنے کی عادت اور ضرورت نہ ہو کوئی قوت کامل طور پر نمو نہیں پا سکتی۔

بخلاف نظر کے سانبھر کی قوت سامعہ نہایت تیز ہوتی ہے۔ خشک پتہ اگر شکاری کے پیر کے نیچے بے احتیاطی کے ساتھ چلنے میں یکایک زور سے ٹوٹ جائے تو تقریباً تیس گز یہ سن لیتا اور چوکنا ہو کر آواز کی طرف دیکھنے لگتا ہے۔

سانبھر کی قوت شامہ بھی گو سامعہ سے کم مگر اچھی ہوتی ہے۔ اور انہی دو قوتوں شامہ اور سامعہ پر دشمنوں سے اس کی حفاظت کا دارومدار ہے۔

ف۔ جانوروں کی فطرت نے اون کی حفاظت کے لئے اون ظاہری حواسوں کے علاوہ جو انسان میں موجود ہیں ایک اور مادہ بھی عطا فرمایا ہے جس کو حواس خمسہ سے مطلقاً کوئی تعلق نہیں ہے۔ انگریزی میں اس کو انسٹنکٹ   کہتے ہیں یہ قوت جانور دل اور

بالخصوص جنگلی جانوروں میں درجہ کمال تک پہنچی ہوئی ہوتی ہے۔ بغیر کسی آواز سنتے بغیر کسی چیز کو دیکھنے اور بغیر کسی قسم کی بو پہنچنے کے جنگلی جانور خطرے سے واقف اور ہوشیار ہو جاتے ہیں۔ سوچنے کا مادہ اور نتیجہ نکالنے کا مادہ جانوروں میں بہ مقابلہ انسان کے بہت کم ہوتا ہے۔ بلکہ نہیں ہوتا۔

لیکن یہ فطرتی غیر ظاہر قوت خطرے کے وقت جانوروں کو حیرت ناک درجہ تک کام دیتی ہے۔ اور جانور اپنی حفاظت کی ایسی تدابیر چشم زدن میں اختیار کر لیتے اور اوس پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں۔ کہ انسان بھی اس قدر کم وقت میں ہرگز اس درجہ تک صحیح طریقہ معلوم نہ کر سکتا۔ جن حضرات کو جنگل میں صحرا نوردی اور ان جانوروں سے یکایک دوچار ہو جانے کے مواقع پیش آئے ہیں تو وہ اگر غور فرمائیں تو یاد آئیگا کہ کیونکر یہ جنگل کے رہنے والے چرند اور درندے آن واحد میں ہوشیار اور غائب ہو جانے پر قادر ہوتے ہیں۔

ف۔ سانبھر اس نامعلوم قوت میں اپنے تمام ہم جنس جانوروں سے بہت زیادہ بڑھا ہوا ہے اپنی حفاظت کے لئے جس طریقہ پر وہ مختلف ڈھنگ سوچ لیتا اور کچھ یکایک کر گزرتا ہے۔ وہ نہایت تعجب انگیز واقعات ہیں۔ انہی وجوہ سے سانبھر کو تلاش کر کے مارنا آسان کام نہیں ہے مسٹر برینڈر کی رائے ہے کہ موسم شکار میں ہر قسم کا جانور اگر محنت اور سمجھ سے کام لیا جائے تو دو ہفتہ میں عمدہ شکاری کو میسر ہو نا ممکن ہے۔ لیکن ۴۰ انچ والا سانبھر غالباً دو ہفتے کی جستجو اور سخت محنت کے بعد بھی نظر نہ آئے گا۔"

ف۔ سانبھر صرف اندھیرے میں جھاڑی اور گھاٹیوں سے باہر آتے ہیں۔ شام کو سب جانوروں کے بعد میدان میں نکلتا ہے۔ اسی طرح صبح کو سب جانوروں سے پہلے پہاڑ پر چڑھ جاتا یا کسی نالے کے دونوں جانب جو گنجان جنگل ہوتا ہے۔ اوس میں گھس جاتا ہے۔ میں ہمیشہ کیمپ یا مکان سے ایسے وقت روانہ ہوتا تھا کہ جنگل اور مقام شکار پر پہنچنے کے بعد روشنی ہو۔ روشنی ہوتے ہی ہر قسم کے جانوروں کو نہایت نزدیک دیکھنے اور مارنے کا اتفاق

ہوتا ہے۔ اور بڑے درجے تک شکار کی کامیابی اسی طریقہ پر منحصر تھی کہ شیر بھی میں نے ایسے وقت چند
مارے ہیں کہ ایک مرتبہ مولوی فیض الدین صاحب مہتمم تعلیمات اور مولوی عبدالعلی صاحب
مہتمم لوکل فنڈ اور مجھ میں کئی منٹ تک اس امر پر بحث ہوتی رہی کہ یہ شیر ہے یا پستہ قد آدمی۔ شیر
پچھلا قدر زمین پر ٹیک کر اگلے ہاتھوں کے سہارے سے بیٹھ گیا تھا۔ اندھیرے میں گردن کے
زیریں حصے سینہ اور پیٹ کی سفیدی کی وجہ سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ انسان ہے۔ مختصر یہ ہے کہ
اس قدر سویرے سب جانور میدان میں نظر آجاتے ہیں۔ مگر سانبھر بالخصوص بڑا نر سانبھر روشنی
ہونے پر اگر نظر آتا ہے تو کسی گھاٹی میں پہاڑ پر چڑھتا ہوا میدان سے دو ایک میل اوپر۔ اگر سانبھر
صبح کے وقت مارنا منظور ہو تو قبل طلوع آفتاب پہاڑ پر پہنچنا لازمی ہے۔ شکار کرنے کے طریقوں
کے ساتھ اس کی بھی تفصیل بیان کی جائے گی۔

بعض سانبھر جو زراعت کے تاخت و تاراج کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ وہ البتہ
دیر تک کھیت میں یا کھیت کے آس پاس ٹھیرے رہتے ہیں لیکن ماسٹر اسٹیگ لازمی طور سے
روشنی شروع ہونے کے ساتھ ہی اپنے مستقر کو روانہ ہو جاتے ہیں۔

سانبھر کے پانی پینے کا مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے۔ بعض شکاریوں کا بیان ہے کہ سانبھر
کئی کئی دن تک پانی نہیں پیتا اور اگر فاصلہ زیادہ ہو یا کوئی خطرہ پیش آجائے تو ہفتہ کے
قریب بغیر پانی پینے کے گذار دیتا ہے۔ خاص مقامات یا خاص حالات میں یہ بیان شاید
صحیح ہو میرا ذاتی تجربہ اس کے خلاف ہے۔ قحط کے زمانہ میں میں نے متعدد سانبھروں کو یا نکہ
وہاں اکثر شیر ایک آدھ کو پکڑ کر کھاتا تھا۔ اور چور شکاری بھی دو ایک فایر کرتے رہتے تھے۔
روزانہ پانی پر آتے دیکھا ہے۔ جب مجھکو ان واقعات کی اطلاع ہوی تو میں نے چور شکاریوں کو تو
روک دیا مگر شیر کو بھگانے کا اس لئے انتظام نہیں کیا کہ وہ بھی جاندار اور اپنی غذا ڈھونڈھنے پر
مجبور ہے۔

مسٹر برنیڈر کا بیان ہے کہ اونھوں نے سانبھروں کو کسی ایسے مقام پر سکونت پذیر

نہیں دیکھا جہاں وہ بہ آسانی روزانہ پانی نہ پی سکتے ہوں۔ صاحب موصوف کے الفاظ میں سے لفظ بہ آسانی تصفیہ طلب ہے۔ اگر سانبھر کے لئے پانچ میل جانا آنا مشکلات میں داخل نہیں تو مسٹر بریڈر کا خیال صحیح ہے۔ اور میں بھی اس سے متفق ہوں۔ ورنہ میں نے سانبھروں کو ایسے جنگل میں پہاڑ پر مسکن گزیں دیکھا ہے۔ جہاں سے پانی پانچ میل سے زیادہ فاصلہ پر تھا۔

پلے ہوئے سانبھروں کو میں دن میں خود دو تین مرتبہ پانی پلاتا تھا۔ اور موسم گرما میں تین چار بار ہر مرتبہ سانبھر گرمیوں میں تقریباً سالم اور جاڑوں میں نصف ٹب (بالٹی) پانی پیتے تھے۔ شاید یہ بکثرت گھاس اور کچھ چنے ملنے کا اثر ہو۔

سانبھر نمک یا کھار چاٹنے کا شائق ہوتا ہے۔ جنگل میں پہاڑی نالوں کے کنارے بہت بلند ہوتے ہیں۔ پانی جو پہاڑوں سے زور کے ساتھ بہہ کر آتا ہے۔ زمین کو کاٹ دیتا ہے کنارے بھی کٹ جاتے ہیں جہاں مٹی میں نمک یا شورہ وغیرہ ہوتا ہے وہ جگہ سفید ہو جاتی ہے اس مقام کو سانبھر بڑے شوق سے چاٹتے ہیں بلکہ انسان کی آمد و رفت نہ ہو تو دن کے وقت بھی وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ سانبھروں کے چاٹنے اور ہاتھوں سے کھودنے کی وجہ سے پہاڑی دیواروں میں عمیق گڑھے پڑ جاتے ہیں۔ میں نے پہاڑی نالوں میں ایسے گڑھے متعدد مقامات پر دیکھے ہیں ایک مقام پر ایک اس قدر وسیع گڑھا نظر آیا کہ پورا سانبھر اس کے اندر گھس کر دیوار چاٹ رہا تھا۔ یہ مادہ تھی۔ میرے پیروں کی آواز پر اولٹے پیروں گڑھے سے نکل کر بھاگ گئی۔

ف۔ سانبھر پانی اور کیچڑ میں لوٹنے کا بھی عادی ہوتا ہے۔ مگر یہ عادت سردی کے موسم کے لئے مخصوص ہے۔ پانی بمقابلہ باہر کی ہوا کے گرم ہوتا ہے۔ بعض شکاریوں نے جاڑوں میں سانبھروں کو پانی کے اندر بیٹھے دیکھا اور اس کا ذکر اپنی تصنیفات میں کیا ہے۔ کیچڑ سے سانبھر کے جسم پر مٹی کی تہہ چڑھ جاتی ہے مسامات بند ہو کر جسم کی اندرونی حرارت قائم رہتی ہے۔ اور بیرونی سرد ہوا جلد پر زیادہ اثر نہیں کرتی۔ اس کیچڑ کے گوشت پہنچنے کی غرض غالباً یہ ہو سکتی ہے کہ مادہ آ جائے۔ ادا آرام ہوتا ہے۔

ف۔ بیٹھنے کا موسم اور مقام سینگوں کے رگڑنے کا وقت اور طریقہ سکونت کی جگہیں کھیتوں کو کھانے نمک چاٹنے اور کیچڑ میں لوٹنے کے حالات معلوم ہونے کے بعد شکاری کو سانبھر کے شکار اور اوس کی تلاش میں کافی مدد ملنے کی امید ہے۔ لیکن پھر بھی اس کی عیاری اور ہوشیاری اس کا قد وقامت اس کے سینگوں کی دلکشی اور اپنے مکان کی وہ زیب و زینت جس کا ہر شکاری متمنی ہوتا ہے۔ اس امر کی مستحق ہے اس کو شکار کرنے کے طریقے بھی جداگانہ طور پر بہ تفصیل بیان کئے جائیں۔ اپنے ذاتی تجربات کی بنا پر اور اوس اعتراف کے ساتھ کہ متعدد یوروپین شکاری مصنفین کی آرا کے ساتھ اتفاق کی کسوٹی پر ان کی جانچ کر لی گئی ہے۔ مندرجہ ذیل ہدایتیں مشورتاً پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) سانبھر کے شکار کے لئے صبح سب میں زیادہ مناسب وقت ہے۔

(۲) خاموشی اور نہایت آہستگی کے ساتھ چلنا ضروری ہے۔

(۳) جن مقامات پر ان کے موجود ہونے کا گمان غالب ہو وہاں ایسے رخ سے جانا لازمی ہے کہ شکاری کی بو دوسرے الفاظ میں شکاری پر سے گذر کر ہوا سانبھر کو نہ پہنچے۔

(۴) ہر قطعہ کو جو نگاہ کے سامنے آئے چند منٹ غور کے ساتھ دیکھ لینے کے بعد آگے بڑھنا چاہئے۔ دنیا میں سب سے بڑا شکاری شیر ہے کیونکہ اوس کی زندگی کا دار و مدار اوس کے شکار پر ہے۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ جس قدر فاصلہ کو معمولی شکاری ایک منٹ میں طے کر لیتے ہیں۔ اوسی فاصلہ کو شیر باوجودیکہ وہ انسان سے قد میں کم اس لئے دور سے سانبھر کو نظر نہ آنیوالا اور پتھروں پر چلنے میں بدرجہا زیادہ مشاق ہے پھر بھی جلد سے جلد دس منٹ میں طے کریگا اگر یہ معلوم ہو جائے کہ سانبھر چوکنا ہو کر شکاری کی طرف یا اس کے رخ پر دیکھ رہا ہے۔ تو [illegible] سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ فوراً [illegible] حرکت اور خاموش ٹھیر جانا چاہئے۔ سانبھر کی نظر [illegible] نہیں ہوتی اور [illegible] کرنے کے گھنی جھاڑی میں وہ خاکی یا [illegible] کرتا ہے۔ صرف اوس کے کانوں کی

جنبش اکثر اوس کی موت کا باعث ہوتی ہے۔ یہ بھی مسلم امر ہے کہ قبل از انکہ شکاری جانور کو دیکھے شکار شکاری کو اکثر و بیشتر کئی مرتبہ دیکھ لیتا ہے۔ اسی لئے ہر شکاری کا فریضہ اولین ہے کہ وہ اپنے آپ کو کامل طور پر پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرے۔

اگر کوئی دیہاتی شکاری ساتھ ہو تو راستہ بتانے کے لئے اوس کو اپنے سامنے چلنے دینا چاہیے۔ بالعموم یہ لوگ برہنہ پا ہوتے ہیں اور جنگل کے راستوں سے واقف۔ شکاری اگر خود آگے چلے تو اس کو دو کام یعنی راستہ دیکھنے اور شکار کے تلاش کرنے میں دقت ہوتی ہے۔ دیہاتی اور جنگل میں پھرنے والوں کی نگاہ بھی جانور کو جھاڑی سے تمیز کرنے کی زیادہ مشاق ہوتی ہے

(۶) صبح کو روشنی سے قبل اون گھاٹیوں کے بالائی حصہ پر پہنچ جانا چاہیئے۔ جہاں سانبھر رات بھر پھرنے کے بعد دن کو آرام لیتے ہیں۔ گھاٹی کی نصف بلندی پر پہنچ جانا کافی ہے۔ اگر سانبھر نصف بلندی تک پہنچنے سے قبل نیچے کے حصہ میں ٹھیر جائیں گے تو صرف دو ایک آدمیوں کے ہانکنے یا کھنکھارنے سے یقیناً اوپر کی طرف شکاری کے قریب بہ آسانی آ جائیں گے صبح ہو یا دوپہر یا شام۔ سانبھر کے شکار کے لئے یہ مقام یعنی گھاٹی کی نصف بلندی شکاری کے لئے بہترین مقام ہے۔ ہر خطرے کے بعد سانبھر اوپر چڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔ الا اس صورت میں کہ کثیر التعداد ہانکہ والوں کے ذریعہ سے نیچے آنے پر مجبور کیا جائے۔

(۷) اگر زراعت اوس پہاڑ یا جنگل کے قریب ہو جو شکاری کی حدود شکار میں داخل ہیں تو زراعت کے قریب گنجان جنگل میں خصوصیت کے ساتھ نالوں کے کنارے سایہ دار درختوں کے نیچے۔ دو نالوں کے ملنے کے مقامات پر سانبھر کی تلاش کرنی چاہیئے۔

(۸) آبادی سے دور۔ گنجان جنگلوں کے اندرونی اور ایسے مقامات پر جہاں انسان کا پہنچنا یا گذرنا مشکل ہو۔ سانبھر کی تلاش بے سود ہے۔ غیر آباد مواضع کے گاؤ ٹھان یعنی جہاں پہلے مکانات تھے اور چند پھلوں کے درخت گاؤں اوجاڑ ہو جانے کے بعد بھی باقی رہ جاتے ہیں۔ یہاں بھی اکثر جانور پھل کھانے آتے ہیں۔ بیر۔ مہوہ۔ جامن انبہ وغیرہ کے پھلنے کے

زمانہ میں ان مقامات پر تلاش کرنا بھی مفید ہوگا۔

(۹) چاٹن (نمک چاٹنے کا مقام) ہر موسم میں (لوٹن) کیچڑ میں لوٹنے کا مقام (جاڑوں میں گلموہ کے درختوں کے نیچے۔ فروری اور مارچ میں اونلہ کے درختوں کے قریب پھل پختہ ہو کر گرنے کے زمانہ میں۔ گھاس کی پٹیوں میں جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ برسات میں پہاڑ کے اوپر کے میدانوں یا گھاٹیوں کے ڈھال پر اخیر دسمبر اور جنوری میں سانبھر کی تلاش بڑے درجہ تک کامیاب ثابت ہوگی۔

(۱۰) اگر سانبھر کے شکار کو جانے کا موقع صبح کو نہ ملے اور مجبوراً شام کے وقت فرصت ملے تو گھاٹیوں کے نیچے اون مقامات پر انتظار کرنا چاہئے جو مویشی کے آنے جانے کا راستہ ہو اگر یہ راستہ موجود نہ ہو تو۔ نشانات قدم سے جنگلی جانوروں کے آمد و رفت کے راستے معلوم کرنا دشوار امر نہیں ہے۔ سانبھر بالخصوص تقریباً اندھیرا ہونے کے بعد اپنی آرام گاہوں سے اوٹھتے ہیں۔ اس لئے جس قدر دیر تک انتظار کیا جائے مناسب ہے۔

کیمپ کو رات کے کھانے کے وقت پہنچنے کے انداز سے جس قدر وقت مل سکے جنگل میں صرف کیا جائے۔ یہ وقت سانبھروں کے پہاڑ سے نیچے اوترنے کا ہے۔

(۱۱) سانبھروں کو شام کے وقت بستر استراحت سے جلد اٹھانے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ خود کسی گھاٹی کا دہانہ روک کر ایسے مقام پر بیٹھ جائے جہاں سے پچاس ساٹھ گز تک زمین یا راستہ نظر آتا ہو۔ اپنے آپ کو اچھی طرح چھپا لینا ضروری ہے۔ اس انتظام کے بعد دو تین گاؤں کے شکاریوں کو گھاٹی یا پہاڑی کے دوسرے جانب سے پہاڑ کے بلند ترین حصہ پر پہنچ کر یہ ہدایت کر دی جائے کہ وہ صرف کسیقدر بلند آواز سے باتیں کرتے ہوئے نیچے کی جانب آہستہ آہستہ چلیں یا اگر دامن کوہ وسیع ہو تو پھیل کر ایسے حرکات کریں کہ جس سے سانبھر اون کی موجودگی سے واقف ہو جائیں اٹھنے کا وقت قریب ہوتا ہے۔ اور شام کو نیچے کی طرف اوترنا بھی عادت میں داخل ہے۔ انسان کو پہاڑ کے اوپر دیکھ کر سانبھر فوراً

نیچے کا رخ اختیار کر لیتے ہیں۔ اور شکاری کو فایر کرنے کا موقع مل جاتا ہے یہ عمل مغرب سے قبل شروع کر کے اندھیرا ہوتے ہی موقوف کر دینا مناسب ہے۔ الا اس صورت میں کہ شب ماہ ہو یا شکاری اندھیرا ہو جانے کے بعد اچھا نشانہ لگانے پر قادر ہو۔

ف۔ مندرجہ بالا ہدایتیں محض مشورے کے طور پر بیان کی گئی ہیں تاکہ شکار دوست حضرات کو معلومات حاصل ہونے کے بعد اپنی ذاتی اور مقامی ضروریات کے موافق تدابیر شکار اختیار کرنے میں مدد مل سکے حقیقی امر یہ ہے کہ جنگلی جانوروں کو تلاش کرنے کے فن کی تعلیم تحریر سے نہیں دیجا سکتی جنگل اور پہاڑوں کے ہر پیچیدہ نشیب و فراز پر بسند قلم بجز آہستہ شاہگام ہونے کے کسی قسم کی تیز رفتاری نہیں کر سکتا نہ ہر راستہ کے عبور کرنے پر قادر ہو سکتا ہے۔ اس کی تعلیم کے لیے نظر اور دماغ کو کام میں لانا زیادہ مناسب طریقہ ہے۔ اگر کوئی تجربہ کار اور اس فن کا جاننے والا شخص دو ایک جنگلوں یا پہاڑوں پر ساتھ جا کر ہر امر کو عملی طریقہ پر سمجھا دے تو چند ہی روز میں ان سب تدابیر میں سے نوجوان شکاری خود بہ لحاظ حالات مقامی مناسب تدبیر کا انتخاب اور اس پر عمل پیرا ہو سکتے ہیں۔

ف۔ ہدایات مندرجہ بالا کے علاوہ اور چند امور کا خیال رکھنا سانبھر کے شکار میں مفید ثابت ہوگا۔

سانبھر ہمیشہ پچھلے پیر گھسیٹ کر چلتا ہے۔ اس طریقہ پر چلنے میں خشک پتوں کے ہلنے سے ایک قسم کی سرسراہٹ پیدا ہوتی ہے۔ جب سانبھر کی تلاش میں خشک گھاس یا پتوں کے ڈھیروں پر سے گذرنے کی ضرورت واقع ہو تو شکاری کو بھی پیر گھسیٹ کر ڈالنا چاہیے سانبھر اس آواز کا عادی ہوتا ہے۔ اور یہ سمجھکر کہ کوئی ہم جنس ساتھی آرہا ہے۔ قریب آنے تک اونگھکر یا کھڑا ہو تو فوراً نہیں بھاگتا۔

جب سانبھر شکاری کو دیکھ لے تو شکاری کے نشانہ اور بندوق کی مار کے اندر ہونے کی صورت میں زیادہ انتظار نہیں کرنا چاہیے۔ تمام جنگلی جانور انسان کو دیکھ کر تھوڑی دیر

اوس کی طرف غور سے دیکھتے رہتے اور بعض اوقات حرکت کا انتظار کرتے ہیں۔ اس عمل کے علاوہ تھوڑی دور بھاگنے کے بعد ٹھیر کر اور مڑ کر دیکھتے ہیں۔ یہ ٹھیرنا اور مڑ کر دیکھنا تجربہ کار اور نشانہ انداز شکاریوں کے لئے نہایت مفید اور جانور کے لئے مہلک ثابت ہوتا ہے۔

سانبھر دیر تک گھورنے اور مڑ کر ٹھیرنے اور غور کرنے ان دونوں عادات سے مستثنےٰ اور مبرا ہے۔ اول تو پہلی ملاقات یا مقابلہ کے وقت چھ سات سکنڈ سے زیادہ ٹھیرتا ہی نہیں پھر بھاگنا شروع کرنے کے بعد نہ ٹھیرتا ہے۔ نہ مڑ کر دیکھتا ہے۔ جب تک کوئی آسرا نہ مل جائے اپنی رفتار کو قایم رکھتا ہے۔ اگر پہلی ملاقات کے چھ سات سکنڈ میں فایر کا موقع نہ ملے تو یہ امید نہ رکھنی چاہیئے کہ دیگر وحشی جانوروں کے مانند سانبھر ٹھیر کر پھر شکاری کو دیکھے گا۔ اگر بھاگتے ہوئے شکار پر کامیابی کے ساتھ فایر کرنے کی مشق ہو تو سر سے کچھ آگے نشانہ لینا چاہیئے۔ کچھ کا اندازہ فاصلہ اور سانبھر کی رفتار پر منحصر ہے۔ مشاق شکاری اپنی بندوق کی گولی کی رفتار اور اس امر کا اندازہ کہ کتنے فاصلہ سے کسقدر آگے فایر کرنا مناسب ہے۔ محض تجربہ سے حاصل کرتے ہیں۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ سانبھر کی گردن کی کھال سر کے قریب نہایت سخت ہوتی ہے فطرت نے یہ سامان اس غرض سے مہیا فرمایا ہے کہ سانبھر کی گردن درختوں کی شاخوں اور جھاڑیوں کے کانٹوں کے صدمات سے محفوظ رہے۔ سانبھر ہمیشہ گردن پھیلا کر اور آگے بڑھا کر دوڑتا ہے۔ سر کو اس قدر اٹھاتا ہے کہ سینگ اوس کے پیچھے سے نیچے آجاتے ہیں۔ اس میں فطرت نے یہ مصلحت مضمر رکھی ہے کہ سینگ جھاڑی میں نہ پھنسیں۔ ان سب امور کا لحاظ رکھنے کے بعد فایر اس اندازہ کرنا چاہیئے کہ بھاگتے ہوئے سانبھر کی پیٹھ یا ریڑ کی ہڈی ٹوٹ جائے۔

دوسرا مفید طریقہ سیدھے بھاگتے ہوئے سانبھر پر فایر کرنے کا یہ ہے کہ دم کے نیچے دونوں رانوں کے بیچ میں نشانہ لیا جائے۔ اس مقام سے شانہ تک کوئی ہڈی جسم میں نہیں ہوتی صرف نرم اعضا مثل جگر۔ پھیپھڑہ۔ دل۔ آنتیں وغیرہ ہوتی ہیں۔ معمولی رایفل کی گولی بھی ان اعضا کو چیرتی ہوی گردن یا شانہ تک پہنچ جاتی ہے۔ یہ صدمہ اس قدر موثر ہوتا ہے کہ

یا تو جانور وہیں گر جاتا ہے۔ یا تھوڑی دور دوڑ کر۔ اگر گولی بڑے بور کی ہو تو خون بھی لوٹے کی ٹونٹی کی طرح بہتا ہے۔ اور زخمی جانور کو جھاڑی میں تلاش کر لینا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ ہائی ولاسٹی اور چھوٹے بور کی نو ایجاد رائفلوں سے خون بہت کم اور بہت دور جا کر نکلتا ہے یہ بڑا نقص ہے۔ چھوٹے بور کی رائفل بھاگتے ہوئے جانوروں پر فائر کرنا غیر موزوں ہے۔ بہت سے زخمی گم ہو جاتے ہیں۔ انتخاب بندوق کے باب میں بھی اس کا ذکر زیادہ تفصیل کے ساتھ ہے۔

سانبھر کے متعلق یہ امر بھی قابل بیان ہے کہ اوس کو جھاڑی میں چھپنے اور چھپ کر نکل جانے میں خاص ملکہ ہوتا ہے۔ یورپین مصنفین میں فارسیتھ اور مسٹر برینڈر کی یہ رائے ہے کہ کھر یا سم والے جانوروں میں صرف سانبھر ہی ایسا جانور ہے جو بغیر آواز کرنے کے گیلپ دوڑ سکتا ہے۔

اگر دن چڑھے بعد شکار کا موقعہ آئے تو سانبھر کو پہاڑ کی چوٹی پر بڑی گھانس یا کسی سایہ دار درخت کے نیچے تلاش کرنا یا قلعہ کوہ سے نالوں کے راستوں پر سے اوترنا اور نالے کے کنارے کی جھاڑی میں بغور دیکھنا چاہئے۔

مندرجہ بالا طریقوں کے علاوہ سانبھر کو ہانکہ کرکے شکار کرنا سب میں کم محنت مگر سب سے زیادہ سمجھ تدبیر اور انتظام کا کام ہے۔ شکاری کو محنت کرنی نہیں پڑتی۔ لیکن اگر انتظام کامل نہ ہو یا اور تدبیر کے ساتھ نہ کیا جائے اور ہر ممکنہ احتیاط عمل میں نہ لائی جائے تو کامیابی ناممکن ہے۔ ہانکہ کا طریقہ اور اس کی تفصیل درج کرنے کے قبل سانبھر کی چند خصوصیات وہ عادات جو خطرے میں چھپنے کے وقت ظاہر ہوتی ہیں۔ بیان کرنا ضروری ہیں۔

سانبھر فطرتاً اون جانوروں میں ہے جن کے وجود اور بقا کا انحصار اوس کی ہوشیاری اور اس کوشش پر ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے آپ کو خطرات اور دشمنوں سے محفوظ رکھے۔ اپنی حفاظت کی تعلیم اور جان بچانے کی جد و جہد میں سانبھر کی پوری عمر صرف ہوتی ہے۔ اوس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ

اس فن کا حقیقی ماہر اپنے تجربات سے پوری طرح فایدہ اٹھانے والا نیز اپنی حفاظت کے مختلف طریقے اختیار کرنے میں نہایت مشاق ہوتا ہے۔ درندوں کی زندگی کی دوسری شکل ہے۔ اُن میں سے اکثر کو بجز انسان کے شاید ہی کسی دشمن سے واسطہ پڑتا ہے۔ اور وہ کسی جانور کی غذا میں شامل نہیں ہیں، کہ اون کو ہر وقت ہر مقام اور ہر موقعہ پر اپنی جان کی حفاظت کی فکر دامنگیر رہے۔

اس لئے درندوں کو بجز کسی رخ پر ہانک کرلے جانے میں وہ دقتیں پیش نہیں آتیں جن کا چرندوں کے ہانکنے میں مقابلہ کرنا لازمی ہے۔

درندے (بجز اون چند شیروں کے جو ہانکہ کی مصیبت میں گرفتار ہونے کے بعد اتفاقاً جان بچا کر نکل گئے ہوں) یہ بھی نہیں سمجھتے کہ یہ شور و غل ہر طرف انسان کی قطاریں اور اون کا باقاعدہ طور سے ایک ہی رخ پر بڑھنا کیا معنے رکھتا ہے۔ کیونکہ تمام عمر میں غالباً پہلی بار اون کو اس طوفان سے سابقہ ہوا ہے۔ بخلاف اس کے چرند اور ایسی پر خطر زندگی بسر کرنیوالے جیسا کہ سانبھر ہے۔ صرف انسان کی بو آواز اور اوس کا سایہ دیکھ کر یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ کوئی آفت اور آفت بھی ایسی کہ اوس میں جان کا خطرہ ہے۔ سر پر آپہنچی۔ اس مصیبت کا مقابلہ وہ صرف اپنے اوس فن اور جبلی ہوشیاری کے ساتھ کرتے ہیں۔ جو پشتہا پشت کی تعلیم و تجربہ نے اون کے رگ و پے میں ودیعت کر دیا ہے اور ہزاروں سال سے یہ مادہ اون میں وراثتاً (ونسلاً) نشو و نما پاتا آیا ہے۔

درندے کسی خطرے کی اصلیت اور اوس کی اہمیت کو معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ چرند شبہ ہوتے ہی خطرہ سے محفوظ رہنے کی کوشش میں مصروف ہوجاتے ہیں۔ علاوہ بریں سانبھر کھلے ہوئے قطعات پر گزرنے سے احتراز کرنے کی ہر ممکنہ کوشش عمل میں لاتا ہے۔ بخلاف درندوں کے کہ وہ خطرے کی نوعیت یا رخ معلوم ہونے سے قبل نہایت تیزی کے ساتھ ایسے مقام پر آجاتے ہیں۔ جہاں سے وہ حتیٰ الوسع دور تک دیکھکر نوعیت کا یقین کرسکیں

نتیجہ یہ ہے کہ وہ خود میدان میں آجاتے ہیں۔ سانبھر کو ہانکنے میں اس امر کی بے حد احتیاط ضروری ہے کہ اوس کو کسی طرح یہ شبہ پیدا نہ ہونے پائے کہ مجھکو کسی خاص جانب لے جانا چاہتے ہیں۔ اس لئے شور وغل اور ڈہول ڈہپڑوں کی ہانکہ میں اجازت نہ دینی چاہئے چلانے کی ممانعت بھی ضروری ہے۔ تمام ہانکہ والوں کو آہستگی کے ساتھ لائن پر بڑھنے کی ہدایت دینا لازمی ہے۔ تاکہ سانبھر کو صرف انسان کے وجود کا علم ہوجائے۔ اور صرف اسی خدشہ یعنی انسان کی قربت سے محفوظ رہنے کی تدابیر تک سانبھر کی کوشش محدود رہے۔

امور متذکرہ بالا کو پیش نظر رکھنے کے بعد سانبھر کے ہانکے کو مندرجہ ذیل طریقہ پر ترتیب دینا چاہئے۔

شکاری کے لئے گھاٹی یا پہاڑی کے دامن پر نصف بلندی کے قریب بیٹھنا مناسب مقام ہے۔ اگر درندوں کا خوف یا لیڈیز اور بچے ساتھ نہ ہوں تو مچان باندھنا غیر ضروری ہے۔ اگر مچان کی ضرورت ہو تو دو تین روز قبل اس کا انتظام کرلینا چاہئے۔ جس دن ہانکہ کا قصد ہو اوس روز جنگل میں قبل آغاز ہانکہ آدمیوں کے جانے سے سانبھر بھڑک جاتے ہیں مچان یا بیٹھنے کا مقام ایسی جگہ پر ہونا چاہئے کہ جہاں سے پچاس ساٹھ گز تک گردوپیش کے جنگل یا جھاڑی میں جانور جاتے ہوئے نظر آسکیں۔ مچان کسی ایسے مقام پر نہ باندھنا چاہئے جہاں مچان کے سامنے میدان ہو۔ چھدری جھاڑی ہو تو مضایقہ نہیں۔ بلکہ چھدری جھاڑی کا وجود مفید ہے۔ کیونکہ گنجان جنگل میں نظر آنے اور نشانہ لینے دونوں کاموں میں مقابلتاً زیادہ دقت ہوتی ہے۔ میدان مچان کے سامنے اس لئے نہ ہونا چاہئے کہ سانبھر میدان میں نہ آنے اور میدان سے نہ گذرنے کی انتہائی کوشش کرتے ہیں۔ جب اون کو کوئی آسرے کا مقام نہیں ملتا۔ فرار ہونے کا کوئی اور طریقہ سمجھہ میں نہیں آتا تو ناچار بادل ناخواستہ میدان پر سے گذرنے کا قصد کرتے ہیں۔ لیکن اس قدر تیز دوڑ کر گزرتے ہیں کہ اون کو گرانے کے لئے

نہایت کہنہ مشق نشانہ انداز کی ضرورت ہے۔ یہ میرا ذاتی تجربہ ہے۔ چند نوجوان معزز یورپین جو بہ حیثیت مہمان تشریف لائے تھے۔ اس امر پر مصر ہوئے کہ سانبھروں کا شکار ہانکہ سے کرایا جائے۔ میں نے جگہ کا انتخاب کرکے ہانکہ کا انتظام کیا مگر چونکہ مچانوں کی ضرورت نہ تھی۔ اس لیے میں نے ان مہمانوں سے کہا کہ آپ اس پہاڑی کے دامن پر وسط بلندی کے قریب مناسب جگہ پر لائن باندھ کر بیٹھ جاتے ہیں ہانکہ والوں کی لاین اور اسٹاپس کو ترتیب دیکر آپ کے پاس آجاؤں گا۔ غالباً ناواقفیت کی بنا پر ان حضرات نے ایک میدان کے کنارے کو اپنی نشست کے لئے انتخاب کیا اور پانچ صاحب تھوڑے تھوڑے فاصلہ سے ایک قطار میں بیٹھ گئے شکاری جو اون کے ساتھ گیا تھا اوس نے میرے پاس واپس آکر مجھکو وہ رخ بتا دیا جس طرف ہانکہ ہونا چاہیئے۔ میں لاین کو ترتیب دیکر اوسی شکاری کے ساتھ ان کے پاس روانہ ہوا اور جب شکاری نے بتایا کہ یہ جنٹلمین پچاس گز آگے بیٹھے ہوئے ہیں تو میں نے ہانکہ شروع کرنے کا اشارہ کر دیا۔ میرے وہاں پہنچنے سے قبل ہانکہ شروع ہوگیا اور میں جلدی سے ان مہمانوں میں جا ملا۔ ہانکہ کے لئے میں نے وسیع حصہ جنگل کا گھیرا تھا۔ ہانکہ شروع ہونے کے تقریباً بیس منٹ بعد چھوٹے جانوروں کی آمد شروع ہوی۔ اب جو میں نے غور سے دیکھا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ صاحبین کھلے میدان کے کنارے بیٹھے ہیں۔ مجبوراً میں بھی وہیں ٹھہر گیا۔ چھوٹے جانور چند تیز آئے چند آہستہ مگر سانبھروں کا پتہ بھی نہ لگا کہ وہ کدہر گئے۔ مجھکو سانبھروں کی ٹکڑیاں موجود ہونیکا یقین تھا۔ اون کے سامنے نہ آنے سے مجھکو حیرت ہوی۔ جب ہانکہ قریب آگیا تو میں نے پیچھے کی طرف جاکر دیکھنا اور دریافت کرنا چاہا کہ کیا واقعہ ہے۔ سانبھر کدھر نکل گئے۔ سو گز کے قریب واپس نہ گیا تھا کہ ایک جھاڑی میں تین مادائیں مجھکو چھپی ہوی نظر آئیں۔ میرے اوس طرف بڑہتے ہی انہوں نے میدان کا رخ کیا کیونکہ بازوں پر اسٹاپ لگے ہوئے تھے اور ہانکہ قریب آجانے کی وجہ سے اسٹاپ والے مسلسل لکڑیاں بجا بجا کر آواز کر رہے تھے۔ میں نے بہ چشم خود نہیں دیکھا مگر مہمانوں نے بیان کیا کہ اون کے پاس سے میرے جانے کے بعد

متعدد سانبھر نہایت تیز دوڑتے ہوئے میدان پر سے گزرے۔ ان پانچ صاحبوں نے ان پر چودہ[۱۴] فایر کئے مگر ان کا بیان تھا کہ رفتار تیز ہونے کی وجہ سے ایک نشانہ بھی کارگر نہیں ہوا۔

پانچ فوجی افسروں کی ناکامی میدان کے خلاف یعنی سانبھروں کو ہانکنے کے لئے میدان کا وجود ناموزوں ہونے کی نسبت کافی شہادت ہے۔

موزوں مقام نشست کے انتخاب کے بعد ہانکے کا انتظام اس طرح کرنا چاہیے کہ جسقدر جنگل کو گھیر کر ہانکنا مقصود ہو اوس سے کم از کم ڈہائی سو گز پیچھے ہٹا کر بیس یا پچیس آدمیوں کی لاین بنائی جائے۔ ہر شخص کے درمیان بیس گز کا فاصلہ کافی ہے۔ یا اگر آدمی کم ہوں تو تیس چالیس گز فصل رکھنے میں بھی مضایقہ نہیں۔ سانبھر کے ہانکہ کے لئے زیادہ آدمیوں کی ضرورت نہیں۔ اگر شیر کے ہانکہ کے مانند ہانکے والوں کی تعداد ڈیڑھ سو دو سو تین سو ہو۔ اور شور بھی اوسی طرح کیا جائے تو ناکامی لازمی نتیجہ ہے۔ یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ سانبھر کو یہ احساس نہ ہونے پائے کہ وہ ہانکا جا رہا ہے یا کسی خاص جانب جانے پر مجبور کیا جا رہا ہے بلکہ سانبھر پر یہ اثر پیدا کرے کہ انسان اوس جگہ موجود ہے۔ کھلے ہوئے رخ پر سانبھر کو خود بخود جانے کا موقعہ دینا سانبھر کے ہانکہ کا صحیح طریقہ ہے۔ ہانکنے والوں کی لاین کے داہنے اور بائیں پچاس پچاس گز کے فاصلہ سے ایسے مقامات پر جہاں سے سانبھروں کے نکل جانے کا اندیشہ ہو۔ ایک ایک آدمی کھڑا کر دینا چاہیے۔ شیر کے ہانکہ میں یہ بازوں کی لاین والے جن کے لئے بغرض اختصار میں صرف لفظ اسٹاپ استعمال کروں گا۔ خاموش رہتے ہیں جب شیر ان کی طرف سے نکلنے کا ارادہ کرتا ہے تو شیر کو دیکھ کر یہ آواز کرتے ہیں۔ اور شیر پھر فوراً واپس آجاتا ہے۔ سانبھر کے ہانکے میں اس کے خلاف عمل ہونا چاہیے یعنی یہ اسٹاپ بغیر سانبھر کو دیکھنے کے کچھ نہ کچھ آواز کرتے رہیں۔ تاکہ سانبھر ادہر کا رخ ہی نہ کریں یہ بازوں کی دونوں قطاریں ہانکے والوں کے پاس سے شکاری کی جانب جھکتی جاتی ہیں

اور آخر میں اوس مقام پر مچان شکاری کی نشست یا کمین گاہ ہے۔ تقریباً مل جاتی ہیں ہانکہ والوں کی تینوں قطاریں ایک نامکمل مثلث کی شکل کی ہوتی ہیں۔ ان کا نقشہ یہ ہے۔
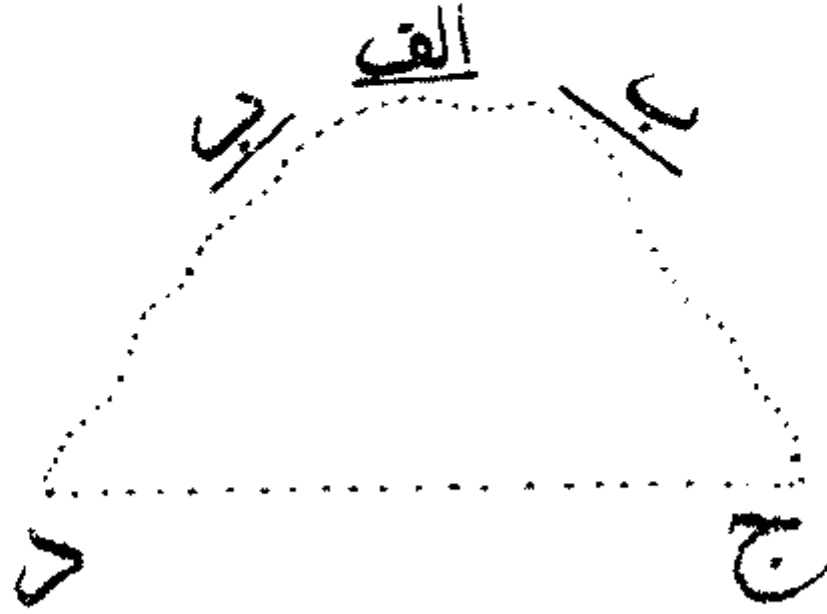
الف۔ مچان یا شکاری کی جگہ ہے۔ ج سے د تک ہانکنے والے ہیں۔ ب کے خطوط پر اسٹاپس ہیں۔ اسٹاپس اپنی جگہ سے نہیں ہٹتے۔ جب ہانکنے والوں کی لائن ان کے مقررہ اور غیر متحرک مقام سے گذر جاتی ہے تو یہ ہانکے والوں کے ساتھ ہو لیتے ہیں۔ اس طریقہ جوں جوں شکاری کی نشست گاہ قریب آجاتی ہے۔ ہانکنے والوں کی تعداد میں زیادتی اور ان کا درمیانی فصل کم ہوتا جاتا ہے۔

ہانکنے والوں کی لائن کو سیدھا اور درمیانی فاصلوں کو یکساں مرتب رکھنے کی غرض سے لائن کے کناروں پر اور وسط میں ایک ایک ہوشیار شکاری یا ملازم کو رکھنا چاہیے جو گاؤں والوں کو سمجھاتا رہے اور انکو تتر بتر نہ ہونے دے۔ اگر لائن باضابطہ طور پر بغیر غیر ضروری شور و غل اور آہستگی سے آگے بڑھی تو اس رقبہ کے تمام سانبھر بغیر بھڑکنے اور گھبرانے کے اوپر کی طرف بڑھنا شروع ہو جاتے ہیں۔ مثلث کے بقیہ دو اضلاع یعنی بازووں کی لائن جو اسٹاپ قائم ہیں وہ اگر خفیف سی آواز یا کھنکارنا اور کھانسنا جاری رکھیں تو سانبھر اوس طرف جانے کا قصد ہی نہیں کرتے۔ لیکن اگر کوئی سانبھر اسٹاپ کی غفلت یا اتفاق سے اسٹاپ تک پہنچ گیا تو پھر اوس کو واپس کرنا ناممکن ہے۔ نہایت تیزی کے ساتھ وہ لائن سے

باہر ہوجاتا ہے اگر ایسا اتفاق پیش آجائے تو بھاگتے ہوئے سانبھر کو غل اور شور مچاکر روکنے کی کوشش بے سود محض ہونے کے علاوہ سخت مضر ہے۔ کیونکہ اور سانبھر جو اس وقت تک نشان سے صرف بعد پیدا کرنے کے لئے پہاڑ کی طرف آہستہ آہستہ جارہے تھے۔ شور سنکر بھڑک جاتے ہیں اور گھبراکر یا تو نہایت تیز دوڑتے ہوئے شکاریوں پر سے گزرتے ہیں یا اگر یہ شبہ ہو گیا کہ اون کے سامنے اہم خطرات یعنی شکاری موجود ہیں تو فوراً واپس ہوجاتے ہیں۔ واپسی ما دائیں بھی آدمیوں کو ٹکر دیکر نکل جاتی ہیں۔ سانبھر کا ہانکہ کو توڑکر آدمیوں کی لائن کے درمیان سے گزرنا شیر کے پلٹ جانے سے کم خوفناک نہیں ہوتا شیر چنگھاتا اور غراتا ہوا واپس ہوتا ہے۔ اور ہانکے والے آواز سنتے ہی درختوں پر چڑھ جاتے ہیں۔ بخلاف اس کے سانبھر بالکل خاموش دوڑتا ہے۔ اور جو سامنے آگیا۔ اوس کو ٹکر یا سینگوں سے گرادیتا ہے۔ میرے منجھلے بچے وہاج سلمہ پر ایک سانبھر نے اسی طرح پلٹ کر بھاگنے میں سخت حملہ کیا اگر سردار خاں میر اوار وغیرہ بچے کو کھینچ نہ لیتا تو خدانخواستہ برے نتائج پیدا ہوتے۔ مسٹر برینڈر نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ سانبھروں کے ہانکہ میں اسی طرح سانبھر سامنے کی طرف بڑھتے بڑھتے یکبارگی پلٹے۔ اون کو روکنے کی کوشش میں ایک گونڈ نے ایک سانبھر کو کلہاڑی پھینک کر ماری۔ یہ گونڈ تقریباً ساٹھ آدمیوں کے غول میں تھا اس غول پر سانبھر نے حملہ کیا۔ سوئے اتفاق یا سانبھر نے کلہاڑی پھینکنے والے کو پہچان کر اوس کا انتخاب کرلیا بہرصورت یہی گونڈ شدید زخمی ہوا۔

ف۔ میرے بچے پر حملے کی نسبت وہاج سلمہ کو یاد نہیں مگر ایک گانوں والے کا بیان ہے کہ "میاں نے سانبھر پر بندوق اوٹھائی تھی۔ ممکن ہے کہ سانبھر نقصان پہنچانے والے یا ایسا ارادہ کرنیوالے کو پہچان لیتا ہو۔ یا پہلے اوس پر کوئی گانوں والا فائر کرچکا ہو۔

اگر مندرجہ بالا ہدایتوں کے موافق عمل کیا گیا تو سانبھر آہستہ آہستہ بلندی کیطرف بڑھتے بڑھتے شکاریوں کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ ہمیشہ مادائیں وہ بھی بغیر بچوں والیاں سب سے آگے ہوتی ہیں۔ ان کے بعد بچوں والی مادائیں معہ بچوں کے اوس کے بعد جوان نر

اور سب سے اخیر میں وہ ماسٹر اسٹیگ جو جوانی کی بہاروں کا لطف اٹھا چکنے کے بعد کسی گوشہ عافیت میں سکونت پذیر تھا۔ آج طوعاً و کرہاً اپنے تکیئے کو چھوڑ کر اس خطرے کی وجہ سے جس کا اثر ہر کہہ و مہ پر یکساں ہے۔ یہ کہتا ہوا کہ مرگ انبوہ جشنے دارد ان کے پیچھے پیچھے روانہ ہو جاتا ہے۔ اس انبوہ میں اکثر اس کی چہیتی بیویاں ہیں۔ دو ایک جوان بیٹے ہیں۔ چند پوتیاں اور نواسیاں ہیں۔ مگر اب یہ سب سے کنارہ کش بلکہ متنفر ہو چکا ہے۔ مصیبت اور اپنی جان کی حفاظت ان دو زبردست وجوہ تحریک نے اسکو ساتھ چلنے گر پھر بھی دور دور پیچھے چلنے پر مجبور کیا ہے ہانکے میں جو سانبھر سامنے آتے ہیں۔ افسوس ہے کہ شکاریوں کو ان کی شان اور ان کی وہ شاہانہ خرام نظر نہیں آتی جس کے نظارہ کا جنگل میں پھرنے والوں یا تلاش کر کے شکار کھیلنے والوں کو موقعہ ملتا ہے۔ ہانکے سے ڈرے ہوئے سانبھر گردن نیچے ڈالے ہوئے جسم سکڑا ہوا کان پیچھے دبائے ہوئے دم لٹکتی ہوئی بلکہ دبی ہوئی۔ گھانس میں چھپتے ہوئے اور ہر جھاڑی کا آسرا ڈھونڈھتے ہوئے آتے ہیں۔ ڈر ڈر کر رک رک کر آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے اور جب تک فایر نہ ہو یہی رفتار جاری رکھتے ہیں۔

شکاریوں کو جو بڑے سینگوں کے خواہش مند اور قدرداں ہوں۔ شروع ہانکے میں اگر کوئی نر آ بھی جائے تو اگر وہ معمولی سینگوں کا جانور ہو تو صبر کے ساتھ انتظار کرنا چاہیئے۔ سو میں سے نوے ہانکوں میں ماسٹر اسٹیگ سب سے اخیر میں اور ہانکے والوں کے نزدیک آجانے سے دو چار منٹ قبل سامنے آتا ہے۔ ایسے جنگلوں میں جہاں سانبھر بالعموم سکونت پذیر ہوں۔ اگر کوئی شخص کسی خاص کھورے یا گھاٹی میں بار بار ہنکواتا ہے تو ہر گھاٹی میں ایک عمدہ سینگ والا سانبھر لازمی طور سے اقامت گزیں ہوتا ہے۔ اور ہانکہ کے وقت اگر کئی کھورے ملا کر ہانکے جائیں تو دو تین ماسٹر اسٹیگ دستیاب ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ سب معاملات باوجود تمام ہدایات اور کوششوں کے اتفاق اور بقول انگریزی مصنفین کے "کسمٹ" (قسمت) پر منحصر ہیں۔

ایک یا دو حد تین فایر کے بعد سانبھر بلکہ تمام جانور نہایت تیز دوڑنے لگتے ہیں اوس وقت تک مشاق نشانہ اندازوں کو استقلال اور ایثار سے کام لینا چاہئے نومشق نشانہ انداز ناتجربہ کار بچوں یا مہمانوں اور احباب کو فایر کرنے کا پہلا اور ابتدا میں موقعہ دینے کے بعد خود گیلپ یا ٹراٹ کی حالت میں قسمت آزمائی کرنا اخلاقی اصول کے علاوہ مفید بھی ہے۔ دیر آید درست آید۔ ماسٹر اسٹیگ آخر میں آئیگا۔

سانبھر کے ہانکہ میں اسٹاپ قایم کرتے وقت اس امر کا خاص طور پر لحاظ رکھنا چاہئے کہ ہر نالہ کے دہانے کو روکنے کے علاوہ پہاڑیوں کی چوٹیوں پر بھی ایک ایک دو دو آدمیوں کو بٹھا دینا چاہئے اور ان کو یہ ہدایت کر دینی چاہئے کہ ہانکہ شروع ہوتے ہی وہ دو دو تین تین منٹ کے بعد کچھہ آواز کرتے رہیں۔ تاکہ سانبھروں کو معلوم ہو جائے کہ انسان بلندیوں پر موجود ہیں اور اس لئے اوس طرف اون کا جانا خوفناک ہے۔

ف۔ درندوں اور چرندوں کے ہانکہ کا اصولی فرق ہے۔ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ اگر میں پرانے زمانہ کے اہل فن کے طریقہ پر کاربند ہوتا یعنی ہر نکتے۔ ہر خاص ترکیب کو اپنے سینہ میں۔ راز پنہاں بلکہ گنج شایگان کی طرح محفوظ رکھنا پسندیدہ سمجھتا تو اس فرق کو ہرگز ظاہر نہ کرتا۔ مگر اب زمانہ بدل گیا۔ ہر بہتر اور مفید سے مفید نکتے کو متعلق ہر جاننے والے کا فریضہ ہے کہ وہ اوس سے اپنے ملک اور اپنی قوم کے ہر فرد کو پوری طرح واقف اور اوس سے مستفید ہونے کا موقع دے پرانے زمانہ میں غالباً حصول نفع کی غرض سے اصولی نکات کو ظاہر کرنے میں قابل نفرت درجہ تک بخل سے کام لیا جاتا تھا۔ یورپ میں اب بھی صنعت و حرفت کے بڑے بڑے کارخانے خاص خاص صنعتوں کے مخصوص نکات کسی کو نہیں بتاتے بلکہ اکثر کارخانوں میں غریب ہندیوں کو بھی اجازت نہیں ملتی۔ بہر حال میں اہل فن نہیں ہوں۔ نہ قدیم نہ جدید کاریگر۔ نہ یورپ کے کارخانہ مشین سازی کا مالک یا منیجر۔ اس کتاب کے لکھنے سے میری غرض و غایت صرف اشاعت علم اور نوجوانوں میں فن سپہگری کا شوق پیدا کرنا ہے۔

سالہا سال کے تجربے اور پچاس ساٹھ مسلمہ شکاریوں کی تصنیفات سے جو میں اخذ کر چکا ہوں وہ ہدیہ ناظرین ہے۔ دونوں قسم کے جانور یعنی چرندوں اور درندوں کے ہانکہ کے طریقہ میں جو اہم فرق ہیں۔ وہ معلوم ہونے کے بعد اگر ان کے لحاظ سے ہانکہ کا انتظام کیا جائے گا۔ تو سو ہانکوں میں سے پچانوے میں کامیابی کا یقین رکھنا چاہئے۔ پھر بھی اتفاق اور قسمت کے ہاتھ بات ہے۔

(۱) درندوں کے ہانکہ میں زیادہ آدمیوں کی ضرورت ہے۔ ہانکے والوں کی لائن کو بھی زیادہ مرتب۔ آدمیوں کو قریب قریب اور ایک خط مستقیم پر رکھنا لازمی ہے شور اور غل بھی بہ مقابلہ چرندوں کے ہانکہ کے زیادہ کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ اس ہانکے کا مقصد درندوں کو ڈرانا اور دباکر ایک سمت پر لے جانا ہے بہ خلاف اس کے چرندوں کے ہانکے کی لئے معدودے چند آدمی کافی ہیں یہ آدمی اگر ایک خط مستقیم پر نہ چلیں تو کوئی ہرج نہیں۔ غل اور شور کرنا نہایت مضر ہے۔ کیونکہ اس ہانکے کی غرض چرندوں کو ڈرانا اور دھمکانا نہیں ہے۔ بلکہ صرف اس امر سے مطلع کرنا ہے کہ یہاں حضرت انسان کے قدوم میمنت لزوم تہفت فرما ہو چکے ہیں اب ان کو کوئی دوسری جائے پناہ تلاش اور وہاں کا راستہ اختیار کرنا لازمی ہے۔

(۲) درندوں کو اوس مقام کی جانب جانے پر مجبور کرنا ہوتا ہے۔ جہاں شکاری مچان پر چھپا ہوا بیٹھا ہو۔ چرندے خوف کا شبہ پیدا ہونیکے بعد اپنی پناہ کی جگہ یا مقررہ مقامات کا رخ کرتے ہیں اور شکاری مجبور ہوتا ہے کہ ان کے راستے پر چھپ کر بیٹھے۔

(۳) درندوں کو صرف اوس وقت دھمکانا اور ریلنا پڑتا ہے۔ جب وہ اسٹاپ کے پاس پہنچ کر کورنگ یا بازوؤں کی لائن کو توڑنا چاہتے ہیں۔

اس کے برعکس چرندوں کو قبل از انکہ وہ اسٹاپ کے پاس آئیں آہستہ آواز یا اشارہ کر کے صرف اپنے وجود سے مطلع کرنا ہوتا ہے۔ تاکہ وہ ادہر کا رخ نہ کریں اگر چرند کو خطرے کا یقین ہو گیا تو وہ پھر اسٹاپ، تو اسٹاپ فایر کی بھی پروا نہیں کرتے اور دوڑ کر نکل جاتے ہیں

(۴) درندوں سے علانیہ مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ اور اون کے ذہن میں اس امر کو جاگزین کرنا لازمی ہے کہ وہ اب تین جانب سے محصور ہیں اور صرف اوسی رخ پر جانے میں اون کی خیر ہے جو کھلا ہوا ہے۔ حقیقتاً یہ درندوں کو دھوکا دینا ہے۔

اس کے خلاف چرندوں کو خطرے کا صرف شبہ دلانا منظور ہوتا ہے اور بجائے علانیہ مقابلہ کے اون کو نہایت خفیہ طور پر اوس رخ پر بڑھانا مقصود ہے جس کو وہ محفوظ اور انسان کے وجود سے خالی سمجھتے ہیں۔

(۵) درندوں کے حرکات اور افعال میں ایک بڑا جزء جرات اور حملے کا شامل ہوتا ہے اوس کا مقابلہ اور توڑ صرف دباؤ۔ یا جرات سے کرنا پڑتا ہے۔ اپنی حفاظت کی تدابیر بھی اس میں شامل ہیں۔

چرندوں کے افعال و حرکات کا جزءِ اعظم چالاکی عیاری۔ چھپنا وغیرہ ہے۔ لہذا چرندوں کے ہانکہ میں ہوشیاری تدبیر اور آہستگی بلکہ نرمی سے کام لینا چاہیئے۔ "قد یفلح الحدید کما قیل بالحدید"۔

جنس ڈیر کے تمام جانور بلکہ اور چرند و درند بھی اس امر کے عادی ہوتے ہیں کہ جب کوئی خطرہ پیش آ جائے تو چند سکنڈ رک کر اور پلٹ کر جس چیز سے ڈرے ہوں۔ اوس کی طرف دیکھتے ہیں۔ شکاری کے لیئے اگر وہ تیار یا جلد نشانہ لینے میں مشاق ہو تو یہ وقفہ زرین موقعہ ہے اور جانوروں کے لیئے عموماً مہلک ثابت ہوتا ہے۔ سانبھر اس عادت سے مستثنٰی ہے۔ اگر کسی جگہ بیٹھے ہوئے یا سوتے ہوئے سانبھر کے قریب کوئی شکاری یکایک پہنچ جائے تو سانبھر تیزی کے ساتھ کھڑا ہوتے ہی بغیر رکنے اور پلٹ کر دیکھنے کے سیدھا جنگل کا رخ اور شکاری کی نگاہ سے غایب ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ مجھکو اس کا بارہا تجربہ ہوا ہے۔ میں نے ہانکہ میں سانبھر کو خرگوش کی طرح جھاڑی میں دبکتے بھی دیکھا ہے۔ مسٹر برینڈر لکھتے ہیں کہ ہانکے میں سانبھر اس امید پر خرگوش کے مانند چھپتے اور بیٹھ جاتے ہیں کہ ہانکے والوں کی

نگاہ سے بچ جائیں۔ اگر ہانکہ کی لائن والے ہوشیار نہ ہوں تو سانبھر اس چال میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ مندرجہ بالا واقعات کے خلاف جن کے صحیح ہونے میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہو سکتا سانبھر کی نسبت مسٹر برینڈر نے بیان کیا ہے کہ جب سانبھر کو ہانکے کے رخ پر جانے میں خوف و خطر کا یقین ہو جاتا ہے تو وہ ہانکہ کی لائن کو توڑ کر پلٹ پڑتے ہیں۔ اور ہانکہ والوں کی لائن سے گزرنے کے بعد رک کر اور پلٹ کر دیکھتے ہیں۔ اس ٹھہرنے اور پلٹ کر دیکھنے کی غرض و غایت خوف کی نوعیت کو معلوم کرنا نہیں ہے۔ کیونکہ جیسا اوپر بیان کیا گیا اس عادت سے مستثنیٰ ہے۔ بلکہ غالباً خوف سے گزر جانے اور خطرے کے مقام سے باہر ہو جانے کا یقین حاصل کرنا اس کا مقصود ہے۔ یا کامیابی اور فتح کی خوشی میں سر اٹھا کر دیکھنے اور آیندہ کا راستہ تلاش کرتا ہے۔

بعض تجربہ کار شکاری ہانکہ کے پیچھے پیچھے چلنا پسند کرتے ہیں۔ اور کبھی کبھی اون کو سامنے کے رخ پر بیٹھنے والے شکاریوں کے مقابلہ میں زیادہ کامیابی ہوتی ہے۔ سانبھر کی آواز کا ذکر بھی تفصیل سے بیان کئے جانے کا مستحق ہے۔ لیکن الفاظ میں آواز کی نقل یا اوس کو اس طرح بیان کر دینا کہ ایک ناواقف شخص کتاب پڑھکر جنگل میں کوئی آواز سنے اور پہچان لے ناممکن ہے۔ پھر بھی نوجوان مبتدیوں کی معلومات اگرچہ غیر مکمل واقفیت کے لئے میں کوشش کرتا ہوں کہ اس کی نسبت مختصراً آواز کے متعلق بھی کچھ مواد پیش کروں۔

نر اور مادہ کی آواز میں صرف موٹی اور باریک ہونے کا فرق ہوتا ہے۔ جنگل میں رہنے والے پرانے تجربہ کار شکاری نر اور مادہ کی آواز میں تمیز کر سکتے ہیں۔ دو چار بلکہ دس بیس بار بھی سننے کے بعد فرق معلوم کرنا مشکل ہے۔

سانبھر تین مختلف مواقع پر تین مختلف آوازیں کرتا ہے۔ پہلی آواز وہ ہے جو خطرے کے شبہ کے وقت کام میں لائی جاتی ہے۔ سانبھر کی آواز میں سننے پنشادہ تھ

سنی ہے مگر میں الفاظ میں اوس کی نقل نہیں کر سکتا میرے خیال میں یہ خطرے کی نوعیت معلوم ہونے سے قبل والی آواز "پوہنہ" سے مشابہ ہوتی ہے۔ نر جب یہ آواز کرتا ہے تو یہ آواز پوہ "سے زیادہ ملتی جلتی ہوتی ہے۔ یعنی "ن" (جس کو میں ایک آواز کا آخری جز تصور کرتا ہوں) مزکی آواز میں نہیں ہوتا۔ پوہنہ" کی واو کا طول زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن نہ اس قدر کہ سیٹی کی آواز سے مشابہت پیدا ہو۔

جب خطرے کا تیقن ہو جاتا ہے تو یہ پو" ہنہ" یا" پوہ" زیادہ اور زوردار ہیئت اختیار کر لیتا ہے۔ اور بعض شکاریوں نے اس کی نقل لفظ" دہا۔ انک" سے کی ہے۔ پہلی آواز کے مقابلہ میں یہ ڈہا انک" بہت بلند اور بہت موٹی مگر گول۔ پھیلی ہوی نہیں ہوتی ہے خطرے کا یقین ہونے کے بعد کبھی دو تین آوازیں کر کے سانبھر چلدیتا ہے۔ اور کبھی جب تک خطرے کا باعث۔ یو ر بچہ شیر جنگلی کتے یا انسان نظر کے سامنے رہے معقول فاصلہ پر ٹھیر کر اس آواز کو جاری رکھتا ہے۔ مجھکو کئی مرتبہ اس کا تجربہ ہوا ہے کہ سانبھر نے میری جھلک پہاڑ پر چڑہتے ہوئے پہلے شبہ کی آواز کی پھر اچھی طرح مجھکو دیکھہ کر دہا انک کا نعرہ لگایا اور اپنی جگہ سے اوٹھکر بغیر رکنے یا مڑکر دیکھنے کے چلدیا۔ دو ایک مرتبہ یہ بھی اتفاق ہوا کہ سانبھر نے مجھکو جھاڑیوں میں آتے دیکھ لیا۔ آواز کی مگر بھاگا نہیں بلکہ دور سے (تقریباً ڈہائی سو گز سے) دہا انک۔ دہا انک کرتے ہوئے میرے متوازی چلنا شروع کیا۔ چونکہ میں اس امر سے واقف ہو چکا تھا کہ اس نے مجھکو دیکھ لیا ہے۔ اور سمجھہ گیا ہے کہ یہ خطرناک دوپایہ ہے۔ اس لئے میں نے بھی چھپنے اور آڑ پکڑنے کی تکلیف سے نجات پائی جس رخ پر مناسب خیال کیا بے تکلف چلنا شروع کر دیا۔ غالباً سانبھر نے یہ سمجھہ رکھا ہو گا کہ اس قدر فاصلہ یعنی ڈہائی سو گز سے اوس کو کوئی مضرت نہیں پہنچ سکتی اور اسی لئے وہ تقریباً پانچ سو گز تک میرے متوازی چلتا اور چیختا رہا۔ اس کے بعد ایک ایسا موقع آگیا کہ سانبھر وہاں سے صاف سامنے کھڑا ہوا نظر آیا۔ یہ فوراً

بیٹھ گیا۔ اور سانبھر نے میری طرف غور سے دیکھا۔ یہ موقعہ اور مہلت فایر کے لئے کافی تھی۔

میری چہیتی پری جان (یہ میری ۵۰۰ ایکسپرس کا نام ہے) نے گولی سانبھر کے دل میں داخل کر دی اور وہ وہیں گر گیا۔ جب میں قریب پہنچا ہوں تو سانبھر تقریباً ختم مگر نہ اس قدر کہ ذبح نہ ہو سکے۔

ایک اور موقع پر ایک سانبھر نے ہماری بنڈی (بیل گاڑی) کو دیکھ کر آواز کرنا شروع کیا۔ یہ ایک عمیق نالہ میں تھا اور ہماری گاڑی نالے کے کنارے کی گنجان جھاڑی میں نہایت آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔ چونکہ روشنی کافی نہ تھی میں نے نالہ میں اونز کر فایر کرنا بے فائدہ خیال کیا اور گاڑی پر بیٹھا رہا۔ سانبھر نے نالہ میں اسی رخ پر چلنا شروع کیا جدہر ہم جا رہے تھے اور مسلسل "دہانک" کرتا رہا۔ گاڑی جھاڑی کی وجہ آہستہ چلتی تھی۔ تقریباً آدھے گھنٹے میں ایک میل گئی ہو گی۔ اس عرصہ میں روشنی ہو گئی۔ مجھکو کئی مرتبہ یہ خیال گذرا کہ یہ سانبھر نالہ سے نکل کر بھاگ کیوں نہیں جاتا اور اس قدر عمیق نالہ کیونکر ہم کو دیکھ رہا تھا تھوڑی دور سے مجھکو ایک اور نالہ نظر آیا جو پہاڑ کی طرف سے آکر اس سانبھر والے بڑے نالہ میں شریک ہوا تھا۔ میں نے عبدالرحمن خان صاحب کو فوراً دونوں نالوں کے جنکشن (سنگم) پر دوڑایا کہ وہ وہاں کھڑے ہو جائیں تاکہ سانبھر نالہ سے یا اس طرف نکلے یا ہماری جانب۔ مجھکو یقین تھا کہ سانبھر میری طرف نکلے گا کیونکہ پہاڑ بھی اس طرف تھا اور پہاڑی نالہ بھی۔ خان صاحب موصوف حسب ہدایت دونوں نالوں کے میل کے مقام پر پہنچ گئے۔ میں بھی فایر کے لئے تیار ہو گیا۔ دو ایک منٹ تک اسی طرح دونوں تیار ہو کر انتظار کرتے رہے مگر نہ سانبھر آیا نہ سانبھر کی آواز۔ چند سکنڈ کے بعد میری نگاہ خان صاحب پر پڑی۔ مجھکو خان صاحب اشارے سے بلا رہے تھے۔ مگر جلد جلد میں نے گاڑی بڑہائی۔ قریب پہنچ کر میں بندوق لئے ہوئے گاڑی سے اونزا اور خان صاحب کے

نزدیک پہنچا۔ خان صاحب کے مقابل نالہ کے دوسرے کنارے پر ایک نہایت خوبصورت نوجوان شیر ایک گنجان جھاڑی کی آڑ میں بیٹھا ہوا نالہ کی طرف نہایت غور سے دیکھ رہا تھا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی سانبھر کے انتظار میں تھا اور اس نے بھی شکار کا وہی طریقہ اور وہی مقام تجویز اور انتخاب کیا تھا جو ہم نے۔ شیر دنیا میں سب سے زیادہ سمجھدار اور قوی شکاری ہے۔ مجھکو دیکھتے ہی شیر کھڑا ہو گیا اور دو سکنڈ کے بعد نالہ میں اوتر گیا۔ سانبھر غریب دو طرف دو دشمنوں سے گھر گیا تھا۔ ایک طرف شیر ایک طرف انسان۔ اس لئے نہ ادہر جاتا تھا نہ ادہر۔ مسلسل۔ "دہانک" کے نعرے لگا رہا تھا۔ معلوم نہیں پھر اس کا کیا حشر ہوا۔ شیر نے جو ہماری بری گت کی وہ شیر کے ذکر میں بیان کی جائے گی۔

اس طرح میں مسز اینگلے ساریا کے ساتھہ ایک روز سانبھر کے شکار کو نکلا۔ کئی گھنٹے کی تلاش کے بعد ایک سانبھر نظر آیا۔ میں نے اوسکی طرف بڑھنا شروع کیا مگر اوس نے مجھکو دیکھہ لیا۔ اور چیختا ہوا پہاڑ پر چڑھ گیا۔ میں نے میم صاحبہ کو وہیں چھوڑ دیا اور تنہا پہاڑ چھوٹا مگر بلند ٹیکرا تھا۔ جب میں چوٹی پر پہنچا ہوں تو دیکھا کہ سانبھر تقریباً ۔۔ ۳ گز نشیب میں پہاڑ کے دامن پر کھڑا ہے۔ میں نے بیٹھ کر فایر کیا اور سانبھر کو گرتے دیکھا۔ تکان کیوجہ سے صرف تصاب کی خدمت انجام دینے کے لئے پہاڑ سے اوترنے اور وہاں تک جانے کی ہمت نہ ہوی۔ میم صاحبہ کے پاس چلا آیا گاڑی والے۔ اور ساتھہ کے آدمی سے کہا کہ جاؤ سانبھر ذبح کرو اور پتوں سے ڈھک کر اوس پر رو،ال وغیرہ بچھا دو۔ مکان سے گاڑی بھیجکر بعد میں منگالیں گے۔ ان دونوں نے جانے سے انکار کیا اور مسز اینگلیساریا نے بھی تائید و سفارش کی کہ اون کو تنہا نہ بھیجئے۔ وجہ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ میرے فایر کی آواز سے چار یا پانچ منٹ قبل ایک شیر دوڑتا ہوا ٹیکرے کے نیچے نیچے اوس طرف گیا ہے۔ اور اون کی گاڑی سے تقریباً تیس گز کے اندر سے غرغر کرتا ہوا گذرا۔ میم صاحبہ نے کہا کہ مجھکو آپ کے فایر کی آواز پر یہ شبہ ہوا کہ آپ نے شیر پر فایر کیا ہے۔ بہرحال اب ہم سب کو ملکر اس طرف چلنا

چاہیے۔ اون کی حسب خواہش ہم سب بنڈی پر بیٹھ کر پہاڑ کے نیچے نیچے سانبھر کے رخ پر روانہ ہوئے۔ جب وہ مقام جہاں سانبھر کو میں نے گرتے دیکھا تھا تقریباً چار سو گز رہ گیا تو راستہ میں ایک ایسا نالہ آگیا کہ گاڑی اس کے پار نہ جاسکتی تھی۔ ناچار میں اور ہیم صاحبہ وہاں ٹھیر گئے اور آدمیوں سے کہا کہ جاؤ اگر شیر ملے تو واپس آجانا میری نشاندہی اور ہاتھ کے اشارے سے رخ سمجھانے پر یہ دونوں اوس طرف روانہ ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد واپس آئے اور بیان کیا کہ جب یہ قریب پہنچے ہیں تو شیر سانبھر کو کھا رہا تھا ان کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا اور سانبھر کو گھسیٹ کر جھاڑی کے اندر لے گیا غالباً شیر نے زخمی سانبھر کو خون کی بو سے تلاش کر کے جا دبایا اتفاقاً راستہ میں اوس کو بہتر نوالہ بغیر محنت کے میسر ہو گیا۔ اس غاصب شیر نے چند اور عہدے داروں کو بھی ایک روز بہت تنگ کیا۔ شیر کے ذکر کے ساتھ یہ قصہ بھی بیان کیا جائیگا۔ اس سانبھر کے سینگ دوسرے روز انیکلیا ریاتے آدمی بھیجکر تلاش کرا لئے۔ صرف (۳۵) انچ طول تھا۔

ف۔ اس واقعہ کے خلاف کبھی کبھی شیر سانبھر بلکہ دیگر جنگلی جانوروں کے شکار میں مدد بھی دیتا ہے۔ اس کے دو واقعے درج ذیل کئے جاتے ہیں:۔

ایک روز چار بجے صبح کو میں حسب معمول چار پیکر جنگل کو روانہ۔ روشنی ہم کو جنگل کے اندر پہاڑ پر چڑھنے کے بعد ہوی۔ صبح کی نماز میری بیوی نے جو میرے ساتھ تھیں وہیں پڑھی اوس وقت سے دن کے نو بجے تک ہر طرف مختلف گھاٹیوں اور کھوریوں میں تلاش کی کہیں کوئی شکار نظر نہ آیا۔ جب آفتاب کی شعاعیں تیز اور گرم ہو گئیں تو ہم نے کیمپ کا رخ کیا۔ راستہ میں دو شیروں کے پیر کے تازے نشان نظر آئے۔ یہ شیر پہاڑ سے اوتر کر ندی کے کنارے کے گنجان جنگل میں داخل ہوئے تھے۔ مگر وہاں سے بچہ کے نشانات (ماگہہ) غائب ہو گئے یا یہ سمجھنا چاہیے کہ آگے ہماری گاڑی نہ چل سکی۔ لیکن چونکہ واپسی کے ماگہہ کہیں نظر نہ آئے۔ اس لئے یہ قیاس قایم کیا گیا کہ دونوں شیر ندی کے کنارے موجود ہیں۔

پہاڑ کو واپس نہیں ہوئے گنجان جنگل سے کچھ فاصلہ پر معمولی میدان اور چھدری جھاڑی میں بیلوں کو حتی الوسع تیز ہانکتے ہوئے جا رہے تھے کہ یکایک ندی کے کنارے والی گنجان جھاڑی میں سے کھڑ کھڑ کی آواز آئی۔ ادس طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا تو تین چار سانبھر نہایت پریشان اور بدحواس اور نہایت تیز بھاگتے ہوئے جھاڑی میں سے نکل کر تقریباً تیس چالیس گز جھاڑی کی سبز اور گنجان دیوار سے متجاوز ہو گئے ہیں۔ یہ دیکھکر میں نے بندوق سنبھالی مگر بجز ایک مادہ کے بقیہ تین چار پھر واپس ہو کر اوسی سبز گنجان دیوار میں نظر سے غایب ہو گئے۔

مذکورہ بالا مادہ جو ساتھیوں سے جدا ہو گئی تھی۔ نہایت تیز دوڑتی ہوی ہمارے سامنے سے پہاڑ کی طرف چلی گئی۔ شکاری کبھی ناامید نہیں ہوتے اور حقیقت میں مایوس ہونا بھی نہیں چاہئے۔ ان تین چار واپس شدہ سانبھروں کی امید اور آس پر ہم نے گاڑی کو پھر سبز دیوار کے قریب کر لیا اور اپنے رخ پر روانہ ہو گئے۔ ہم بمشکل پچاس گز بڑھے ہوں گے کہ ایک بڑا سانبھر ندی کے کنارے سے تیز دوڑتا ہوا اور پہاڑ کے رخ پر جاتا ہوا ہماری گاڑی کے سامنے تقریباً سو گز کے فاصلہ پر نظر آیا۔ اس کے پیچھے دو مادائیں اور ایک بچہ بھی تھا۔ میں نے ہانکنے والے سے گاڑی روکنے کو کہا مگر بیل رکتے رکتے پانچ چار سکنڈ گذر گئے۔ اس عرصہ میں سانبھر تقریباً تین سو گز کے فاصلہ پر پہنچ چکا تھا مگر پھر بھی میں نے قسمت آزمائی کی اور یہ سانبھر گردن کی گولی کھا کر وہیں گر گیا۔ اس کو ذبح کر کے فارغ ہوئے تھے کہ جوان شیروں کا ایک جوڑا جھاڑی میں داخل ہوتا ہوا اوسی مقام پر نظر آیا جہاں سے یہ سانبھر نکلا تھا قیاس غالب یہ ہے کہ یہ دونوں شیر سانبھر کا تعاقب کر رہے تھے اور غالباً گنجان جنگل سے باہر تک آ گئے تھے۔ ہم نے سانبھر کے خیال میں اوس طرف دیکھا ہی نہیں یہ شیر کسی آڑ میں ہوں بہرحال یہ دونوں ہمارے دلی شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے گھیر کر مایوسی کے بعد ہمارے سامنے شکار پیش کر دیا ھل جزاء الاحسان" الا الاحسان مگر میں افسوس اور شرمندگی اور خلوص قلب کے ساتھ معافی کا متدعی ہوں۔ میں نے

ان دونوں کو اسی جنگل میں چند روز بعد ہلاک کر دیا۔ صرف اس قدر میرے پاس عذر ہے کہ یہ دونوں موذی تھے "قتل الموذی قبل الایذا"۔ اور علاوہ بریں انہوں نے میرے ساتھ حقیقی معنوں میں احسان نہیں کیا تھا۔ یہ اپنے پیٹ کے فکر میں تھے ان کے داؤں پیچ نے سانبھر کو میرے سامنے آنے پر مجبور کر دیا۔

دوسرا نہایت دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ میں سانبھر کی تلاش میں کئی روز تک روزانہ ایک پہاڑ پر اور اوس سے متصل کھوریوں میں سرگرداں پھرتا رہا مگر ماسٹر اسٹیگ تک پہنچنا نصیب نہ ہوا۔ اکثر مقامات پر سم کے نشان اور گڑھے بھی نظر آئے مگر خود ان بڑے سینگوں والے حضرت سے ملاقات نہ ہوئی۔ اس کوشش میں آٹھ دن گزر گئے۔ میں نے مایوس تو کیا مگر دق ہو کر اپنی روزانہ صبح کی ورزش (مشی اور سواری) کا رخ بدل دیا۔ بجائے پہاڑ پر چڑھنے کے میں نے پہاڑ کے نیچے نیچے چلنا شروع کیا۔ پہاڑ کا کچھ حصہ اس طرح واقع ہے۔ دو تین میل تک ندی پہاڑ کی جڑ سے ملی ہوئی بہتی ہے۔ ندی کی ریت پر چلنا خوشگوار ورزش نہیں ہے۔ تھوڑی دور چل کر میں یابو پر سوار ہو گیا۔ بندوق ہاتھ میں لے لی اور زمین پر نقش پائے رفتگان کو دیکھتا ہوا آگے بڑھا۔ یہ ندی بعض مقامات پر بہت عمیق ہے۔ اور چونکہ پہاڑ کے پائیں سے بالکل متصل بہتی ہے۔ اس لئے کئی جگہوں پر دامن کوہ کے بڑے بڑے درختوں کی وجہ سے جو باہر کی طرف ندی پر سایہ افگن ہیں۔ اچھا اندھیرا محسوس ہوتا ہے۔ ایک یا ڈیڑھ میل فاصلہ طے کرنے کے بعد میں اسی قسم کے ایک باریک حصہ میں پہنچا اور فطرتاً دل میں یہ خیال گذرا کہ شاید یہاں شیر بیٹھا ہو۔ اسی خیال سے میں نے باگیں سنبھال لیں نشست چست کر لی۔ اور بندوق کے دونوں سیفٹی کیچ کھول دیئے ان احتیاطوں کے بعد میں کسیقدر مطمئن ہو گیا۔ اور بڑھنا شروع کیا تقریباً سو گز جانے کے بعد ندی کے ایسے حصہ میں پہنچا جہاں دونوں طرف کنارے بہت بلند تھے۔ اور کنارے کی دیواریں بالکل سیدھی تھیں۔ گویا یہ ایک عمیق درہ تھا جس کی سطح ریت

اور کہیں کہیں پانی سے بھری ہوی تھی۔ ایک پانی کو جو غالباً دو تین گز چوڑا تھا یا بو طے کر رہا تھا کہ یکا یک سامنے کی طرف سے کسی جانور کے اٹھکر بھاگنے کی آواز آئی۔

آواز کی نوعیت سے میں نے اس قدر معلوم کر لیا کہ شیر نہیں ہے۔ شیر ہوتا تو غراتا ضرور۔ باگوں کو شانہ پر ڈالکر دونوں ہاتھوں میں میں نے بندوق سنبھال لی اور یابو کو اشارہ کیا کہ تیز چلے۔ نالہ کی سطح ناہموار اور پتھریلی تھی۔ یابو ٹراٹ سے زیادہ تیز نہ ہو سکا۔ پانچ چار سکنڈ کے بعد بڑے زور سے دہا نک کی آواز آئی اور معلوم ہو گیا کہ نر اور زبردست سانبھر ہے جو ندی کی کیچڑ میں لوٹ رہا تھا۔ پتھریلی زمین پر یابو کے نعل اچھی اور تیز آواز کر رہے تھے اس لئے میں نے اوس کو روک کر باگیں ایک جھاڑی میں اٹکا دیں اور پیدل سانبھر کے پیچھے روانہ ہو گیا۔ دس بیس قدم چلنے کے بعد پھر دہانک کی آواز آئی مگر اس سے یہ معلوم ہوا کہ ہنوز سانبھر ندی ہی میں ہے۔ کناروں پر چڑھ کر اوس کو نکلنے کا موقع نہیں ملا۔ دو چار سکنڈ کے بعد پھر دہانک کا اعادہ ہوا اور تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد مسلسل آوازیں آنی شروع ہو گئیں۔ مگر ان کا فاصلہ وہی تھا جو دوسری آواز کا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سانبھر کھڑا ہے۔ آگے نہیں بڑھتا اس وقت اس آواز کا فصل میرا قیاس ہے کہ مجھ سے ڈہائی تین سو گز ہو گا۔ بہرحال میں وہیں ٹھیر گیا اور مجھکو دو امر کا یقین ہو گیا۔ اولاً یہ کہ ندی کے کناروں کی بلندی تین سو گز تک اس قسم کی ہے کہ سانبھر کناروں پر نہیں چڑھ سکتا دوسرے سانبھر کے سامنے جانے میں ضرور کوئی خطرہ پیش آگیا ہے۔ ورنہ وہ نہ آواز کرتا نہ ٹھیرتا۔ سانبھر نے پہلی مرتبہ مجھکو یا میرے یابو کو دیکھہ کر نعرہ خوف بلند کیا تھا پھر میرے اور اس کے درمیان میں بہت فاصلہ اور ندی کے پیچ و خم واقع ہو گئے تھے۔ سانبھر مجھکو کسی طرح دیکھہ نہ سکتا تھا۔ یابو سے اوتر کر میں دس بیس قدم چلا تھا۔ پھر ٹھیر گیا۔ میرے پیر میں ربر سول بوٹ تھا اس لئے یہ بھی قیاس نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی آواز اوس کو پہنچی یا پہنچ رہی تھی۔ یہی وجوہ تھے۔ کہ جن پر میں نے صحیح قیاس بلکہ یقین قایم کیا۔ یہ راستہ

قائم کرلینے کے بعد کہ سانبھر کا سامنا رکا ہوا ہے۔ میں وہیں ٹھیر گیا۔ دل میں یہ سوچ رہا تھا کہ اگر انسان یا کوئی شکاری جانور سامنے دہانے کو روکے ہوئے ہے تو سانبھر ضرور واپس ہوگا۔ کیونکہ میں فاصلہ پر ہوں اور سانبھر مجھکو دیکھ نہیں رہا ہے اور اگر کوئی خفیف خطرہ یا صرف شبہ ہے تو سانبھر نکل جائے گا۔ میں یہیں کھڑا رہ جاؤں گا۔ جس مقام پر میں ٹھیرا ہوا تھا۔ وہاں سے ساٹھ گز ندی کی سطح سیدھی نظر آتی تھی۔ اس فاصلہ کے بعد خم کیوجہ بجز دیوار کی سبز نکلی ہوی بیلوں کے کوئی چیز نظر نہ آتی تھی یہ ساٹھ گز نشانہ لینے کے لئے کافی فاصلہ ہے۔

اس فاصلہ کو کوئی جانور حتیٰ کہ شیر بھی اس سرعت سے طے نہیں کرسکتا کہ نشانہ نہ لیا جاسکے بہرحال میں نے وہیں ٹھیرنا مناسب سمجھا اور ایک پتھر پر بیٹھ کر فایر کے لئے پورے اطمینان کے ساتھ تیار ہوگیا۔ اسی انتظار میں پانچ منٹ کے قریب گزر گئے اور اوسی سابقہ فاصلہ سے مسلسل آواز آتی رہی۔ یہ پانچ منٹ بہت گراں گزرے اور یہ خیال آیا کہ یہاں ٹھیرنا فضول ہے۔ آگے بڑھنا چاہئے۔ پتھر پر سے میں اوٹھا ہنوز چلنے کے لئے بندوق کو بھی صحیح پوزیشن پر نہ لانے پایا تھا کہ ایک شاندار ماسٹر اسٹگ ندی کے خم سے نکلا اور نہایت تیز دوڑتا ہوا سیدھا میری طرف آتا نظر آیا۔ میری مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اور اسی جوش نے میرا کام خراب کردیا۔ بغیر ذرا سے تامل اور بغیر فایر کی معقول پوزیشن اختیار کرنے اور بغیر باریک یا موٹا نشانہ لینے پر غور کرنیکے میں نے سیدھے آتے ہوئے سانبھر پر فایر کردیا۔ گولی اونچی گئی۔ مگر اس عمیق نالے میں ۵۰۰ ءاکسپرس کی آواز اس قدر زیادہ ہوی اور اس طرح گونجی کہ سانبھر رکنے پر مجبور ہوکر آن واحد میں پلٹا اور خم کے پیچھے غایب ہوگیا۔

مجھکو میری بے وقوفی اور جلدبازی پر جس قدر افسوس اور ندامت ہوی اوس کا اندازہ شوقین تجربہ کار شکاری خود فرما سکتے ہیں۔

میں نے نہایت تیزی سے دوسرا کارتوس لوڈ کیا اور جس قدر تیز دوڑ سکتا تھا۔ ندی کے خم کی طرف دوڑا۔ خم پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ پچیس تیس گز پر پھر ندی دوسری جانب مڑ گئی ہے مگر کناروں کی بلندی اور سرو قامتی کی وہی شان باقی ہے۔ میں کچھ شاعر تو تھا نہیں کہ پیچ و خم زلف دوتا میں پھنس جاتا۔ شکاری تھا دوڑ کر اس پیچ سے بھی نکلا اور پھر تقریباً پچاس گز تک سیدھی سطح پر پہنچ گیا۔ سانبھر کی صرف ایک مرتبہ آواز آئی مگر بہ مقابلہ سابق کسیقدر قریب آہستہ آہستہ میں نے اس پچاس گز کو طے کیا اور کنارے کے خم کی آڑ پکڑ کر سامنے کی طرف دیکھا کچھ نظر نہ آیا اور میں پھر احتیاط کیساتھ دونوں ہاتھوں میں بندوق سنبھال کر آگے بڑھا۔ اس مقام پر میرے سامنے صرف بیس گز سطح سیدھی کھلی ہوی تھی۔ ممکن نہ تھا کہ کوئی جانور اگر تیز اور اچانک سامنے آجائے تو اوس پر صحیح نشانہ لینے کا یقین کیا جاسکے۔ اس لئے میں نے اس حصے کو بھی جلد طے کرلیا اور پھر جو خم سے نکل کر دیکھا تو تقریباً ڈیڑھ سو گز تک ندی کی سطح صاف نظر آتی تھی۔ الاّ کہیں کہیں شنبھالو کی جھاڑی تھی پھر میں نے رفتار آہستہ کردی اور جھاڑیوں کی طرف دیکھتا ہوا بڑھا تقریباً پانچ گز جانے کے بعد دوڑتے ہوئے پیروں کی آواز آئی۔ میں فوراً بیٹھ گیا اور فایر کے لئے اطمینان کی پوزیشن حاصل کرنے کی غرض سے میں ایڑی کو ریت میں جمارہا تھا۔ کہ شیر کی آواز آئی۔ یہ آواز وہ آواز نہ تھی جو شیر غصہ یا حملے کے وقت کرتا ہے۔ بلکہ یہ ایسی آواز تھی جو فرحت یا اطمینان کے وقت فرمانروائے صحرا کے خونخوار حلق سے نکلتی ہے۔ میں نے ندی کے داہنے کنارے کی دیوار سے متصل ایک درخت کا سہارا لے کر پوزیشن لے لی تھی اور اب میں ہر چیز کے لئے تیار ہو چکا تھا۔ سانبھر آئے یا شیر۔ یہ ارادہ کرلیا تھا کہ فایر خوب سوچ سمجھکر کروں گا۔ دو چار ہی سکنڈ کے بعد۔ خوش قسمتی یا بد قسمتی سے سانبھر نظر آیا جو ٹراٹ دوڑتا ہوا آرہا تھا۔ یہ اس قدر حواس باختہ تھا کہ آواز بھی کرنا موقوف کر دیا تھا۔ اور بجائے سامنے کی طرف دیکھنے کے

گردن پھیر کر پیچھے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ٹراٹ بھی زیادہ تیز نہ تھی۔ مگر دم اٹھی ہوئی اور جسم تلا ہوا تھا۔ سانبھر کی یہ ہیئت دیکھ کر تمام واقعہ میری سمجھ میں آ گیا ابتداً اس شیر اس عمیق سطح کا دوسرا رخ یعنی جس طرف سے میں بڑھ رہا تھا۔ اوس کے خلاف وندی کا دہانہ روکے ہوئے تھا۔ سانبھر جب مجھ سے ڈر کر پہلی مرتبہ بھاگا ہے تو اوس کو شیر نظر آیا اور اس نے مسلسل آوازیں کرنا شروع کر دیں۔ اس وجہ سے وہ پھر واپس ہوا میرے فایر کی آواز سے ناچار سانبھر کو پھر پلٹنا پڑا۔ اس مرتبہ شیر نے اوس کو دیکھ لیا۔ اور مسرت آمیز انگڑائی لی۔ جس کی آواز مجھکو سنائی دی۔ سانبھر کا دم اوٹھا کر دوڑنا اور جسم کو تلا ہوا رکھنا۔ نیز مڑ کر پیچھے کی طرف دیکھنا اس امر کا قطعی ثبوت تھا کہ شیر نے اپنی جگہ سے جنبش کی اور غالباً سانبھر کا تعاقب یا کم از کم اوس کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ سانبھر کی بدحواسی بھی شیر کے قربت کی یقینی علامت ہے۔

جس جگہ پر میں اطمینان کی پوزیشن لے کر بیٹھ چکا تھا۔ وہاں سے سانبھر تقریباً ڈیڑھ سو گز ہوگا اوسی وقت فایر کرنا ممکن تھا۔ مگر میں نے اوس کے قریب آنے کا انتظار کیا دل میں یہ بھی خیال تھا کہ شاید اس کے پیچھے پیچھے شیر آئے۔ چنانچہ یہ خیال صحیح ثابت ہوا۔ جب سانبھر مجھ سے چالیس گز کے قریب پہنچا تو اس ندی کے خم کے کنارے پر یعنی سانبھر سے تقریباً سو گز پیچھے ایک جوان شیرنی اور اوس کے دو بچے جو جوانی ماں سے قد میں کچھ ہی کم تھے آہستہ آہستہ میری طرف یا سانبھر کے طرف بڑھتے نظر آئے۔ یہ تینوں جھکے ہوئے۔ یا بلی کی طرح دبک کر نہیں بلکہ گردن اوٹھائے ہوئے اور ایدہر اودہر دیکھتے ہوئے آرہے تھے۔ سانبھر اونکی نظر میں نہ تھا ورنہ لازمی طور سے فوراً دبک جاتے۔ سانبھر نے مجھکو نہیں دیکھا اور حسبِ سابق آہستہ آہستہ کودتی ہی ٹراٹ کی حالت میں مگر پیچھے کی طرف دیکھتا ہوا مجھ سے بیس گز پر آ کر ٹھیر گیا۔

شکار کے لحاظ سے مناظر فطرت کا یہ سین اور یہ موقع شکاری کے لئے انتہائی درجہ کا

پرلطف مسرت انگیز اور ولولہ خیز تھا۔ جاڑوں کا موسم۔ صبح کا وقت دونوں جانب سبز جھاڑیوں اور بیلوں سے ڈھکی ہوی دیواریں کہ شکاری کے پاس ایسا گھنا سایہ ہوجائے کہ اوس کو خفیف تاریکی کہہ سکیں۔ ندی کی تہ پر کہیں کہیں کچھ پانی۔ کچھ ریت کچھ چھوٹے چھوٹے پتھر پھر ایک زبردست ماسٹر اسٹیگ کا بیس گز پر کھڑا ہونا اور تین شیروں کا سو گز پر نظر آنا حقیقت یہ ہے کہ شکاری کے لئے جنت سے کم نہ تھا شکار زندگی رشک خور شیرنی اور اون کا رشک غلمان یہ سانبھر تھا۔

اعمال تو اس قابل نہیں ہیں مگر خدائے پاک کے رحم و کرم اور

کریم السجایا جمیل الشیم نبی البرایا شفیع الامم

شفیع الوریٰ خواجہ بعث و نشر امام الہدیٰ صدر دیوان حشر

کے بھروسہ پر بخشائش کی امید ہے۔ ورنہ ہم کہاں اور جنت کیسی اگر جنت نصیب ہوی تو میں پروردگار عالم سے ضرور یہ التجا کروں گا کہ ایک سو دو سو مربع میل کا رقبہ میری شکارگاہ کے لئے مہیا فرما دیا جائے۔ خیر سانبھر جب مجھ سے ۲۰ گز پر آکر ٹھیر گیا۔ تو میں نے گو اوس پر نشانہ تو لے لیا مگر جی نہ چاہا کہ لبلبی دباؤں۔ طمع بڑی شئے ہے۔ شیر مارنے کا شوق ہنوز دل میں گدگدا رہا تھا۔ دو چار سکنڈ نہ گزرے ہوں گے کہ سانبھر نے زمین پر زور سے پیر مارا۔ نہایت بلند آواز کی اور سر کو پلٹا یا یقیناً اس نے شیروں کو دیکھ لیا زیادہ لیت و لعل کا نہ موقعہ تھا نہ وقت میں نے سر سے چھ انچ آگے نشانہ لے کر ٹرگر دبا دی۔ سانبھر نے حیست کی یا کیا میں دیکھ نہیں سکا۔ گولی گردن کی جڑ میں پڑی۔ میں نے صرف اس کو گرتے دیکھا۔ اس کے بعد پہلا کام جو میں نے کیا وہ یہ تھا کہ خالی کارتوس کو نکالکر دوسرا لوڈ کر لیا۔ شیروں کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہ موجود نہ تھے۔ سانبھر کو چھوڑ کر میں ان کی طرف روانہ ہوا۔ کیا ہوا اس کا ذکر شیر کے مضمون میں مناسب ہوگا۔

شیروں کے پاس سے واپس آکر میں نے کمر کی بلٹ سے چھرا نکالا اور سانبھر کو

بہشت کی خاک بنا دیا۔ یہ مقام خود تنگ۔۔ اور کسیقدر تاریک۔ تھا۔ سانبھر کو یوں ہی چھوڑ دیا پتوں اور شاخوں سے نہیں ڈھنکا۔ میدان میں یہ احتیاط لازمی ہے ورنہ گدھ چند منٹ میں ہڈیوں کو صاف کر ڈالتے ہیں۔۔ بابو کے پاس پہنچا اور سوار ہو کر گھر کا راستہ لیا۔ آدمی بھیج کر سانبھر منگایا۔ اس کے سینگ صرف (۳۴) انچ کے تھے۔ مگر دبیز اور وزنی۔ غالباً یہہ اوس گھاٹی کا ماسٹر اسٹیگ ہو۔

حصّہ دوم

شیر

شیر کے نام سے ہندوستان کا تقریباً ہر شخص واقف ہے۔ اس لفظ کے ساتھ ایک خاص عظمت خوف اور وہشتناک ہونے کا خیال لازمی ہے اور یہ خیال ہر شخص بوڑھے جوان جاہل، پڑھے لکھے، غریب، امیر حتیٰ کہ بچے بچے کے دل میں موجود ہے۔ ہند کے بعض حصوں میں بالخصوص ایسے اضلاع میں جو سرسبز پہاڑوں یا شاداب جنگلوں کے مناظر سے محروم ہیں۔ جانوروں کے بادشاہ کا جلوہ نظر نہیں آتا وہاں کے عوام کو جنگل میں شیر دیکھنے کا اتفاق پیش نہیں آتا۔ صرف عجائب خانوں یا سرکسوں میں وہ شیر دیکھ لیتے ہیں۔ اون کو شیر کے غصہ یا اس کی وہشتناک اور مضرت رساں حرکات کے دیکھنے کا کوئی موقعہ نہیں ملتا۔ پھر بھی شیر کا نام سننے سے صرف ان اصحاب پر نہیں بلکہ خلائق کے دل پر جو اثر پیدا ہوتا ہے اس کا اندازہ ہر شخص بجائے خود کر سکتا ہے۔

اس کی ایک چھوٹی سی مثال ہدیۂ ناظرین ہے۔

ایک بڑے آباد شہر میں دن کے وقت تقریباً دس پندرہ سمجھدار پڑھے لکھے ہوشیار

۴

نوجوان ایک جگہ جمع تھے۔ اور سب ایک معقول مکان میں بیٹھے ہوئے برج وغیرہ کھیل رہے تھے کہ یکایک (غالباً وہاں دو ایک ہتھیار بھی موجود ہوں) ایک شخص گھبرایا ہوا آیا اور کہا کہ وہ فلاں صاحب کا پالا ہوا شیر پنجرے سے باہر نکل گیا۔"

بغیر کسی قسم کا کوئی سوال کرنے یا کوئی اور امر دریافت کرنے کے ایک صاحب نے لپک کر دروازہ بند کر دیا اور اس کے بعد گھبرا کر یہ پوچھا کہ پھر کیا ہوا شیر کدھر گیا۔ خبر لانیوالے نے بیان کیا کہ باغ کا دروازہ جس میں شیر کا پنجرہ تھا بند کر دیا گیا ہے۔ باغ کے اندر کے پانچ چار آدمی درختوں پر چڑھ گئے ہیں اور وہ بیان کرتے ہیں کہ شیر اپنے پنجرے کے قریب ایک سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھا ہوا ہے۔ پھر یہ سوال کیا گیا کہ اب کیا ہوگا۔ اس کے جواب میں مختلف تدابیر بیان ہونے لگیں اور انجام یہ ہوا کہ جلسہ احباب برخاست اور ہر شخص نے اپنی اپنی سواری میں بیٹھ کر گھر کا راستہ لیا غالباً اس غرض سے کہ وہاں کی حفاظت کی کوئی تدبیر کرے۔ اور دو ایک نوجوانوں نے یہ فیصلہ کیا کہ شیر کے پکڑے جانے تک یہیں ٹھیرنا چاہیئے۔

یہ شیر اس جلسہ احباب کے مقام سے دو میل کے فاصلہ پر تھا شیر کی عمر ۲ سال کی اور قد میں غالباً ۲۵ یا ۲۶ انچ سے زیادہ نہ ہوگا۔

ف۔ ایسے ایسے ہزاروں روزانہ واقعات پیش آتے ہیں۔ صرف ایک واقعہ درج کرنے کی غرض یہ امر ثابت کرنا ہے کہ شیر کے لفظ اور اس کے نام سے ہر شخص بالخصوص جہلا کے دل پر بلا وجہ خوف کا اثر پیدا ہوتا ہے۔ شیر کی نسبت یہ تعجب انگیز اور حقیقی واقعہ ہے کہ انسان شیر سے جس قدر کم واقف ہوتا ہے۔ اسی قدر زیادہ وہ شیر سے خائف ہوتا ہے۔

ف۔ جن مقامات پر شیر بکثرت ہیں اور جہاں کے باشندوں کو کبھی کبھی انکی زیارت کی عزت نصیب ہو جاتی ہے۔ یا شکار میں شریک ہونے کا موقعہ مل جاتا ہے۔ وہ شہر کے رہنے والوں کے مقابلہ میں شیر سے کم ڈرتے ہیں۔ یعنی کم از کم طوعاً و کرہاً ہانکہ میں شریک تو ہو جاتے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ حقیقت میں شیر اس قدر مہیب۔ مضرت رسان بلا وجہ حملہ کرنیوالا۔ خواہ مخواہ

غصہ کرنے والا۔ چالاک ۔ جہلا کے توہمات کا مرکز (چند آدم خوار شیر جادو سے بنے ہوئے خیال کیے جاتے ہیں) بزرگوں کا پالا ہوا اور ان کی زیر حفاظت (بعض جہلا کا عقیدہ ہے کہ بعض شیر بزرگوں کی درگاہوں پر دم سے جھاڑ دیتے ہیں اور وہ شیر درگاہ والے بزرگ کی زیر حفاظت ہوتے ہیں) عجیب الخلقت درندہ نہیں ہے ۔ جس قدر کہ جہلا کے قصے کہانیوں نے بنا رکھا ہے بے شک شیر ایک زبردست اور جب مقابلہ ہو جائے تو نہایت دلیر اور خوفناک دشمن ہے مگر دراصل اُس قدر سیاہ نہیں ہے ۔ جیسا کہ قصوں کہانیوں میں اُس کی تصویر کھینچی جاتی ہے ۔ قبل اس کے کہ شیر کے حالات اور اس کی نسبت صحیح معلومات کا ذخیرہ ہدیۂ ناظرین کیا جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شیر کے چند قصے جو زبان زد عوام ہیں ۔ اس موقع پر بیان کر دیے جائیں انکو پڑھنے کے بعد ناظرین اصلی شیر کے سچے واقعات سے خود صحیح نتیجہ اخذ فرما سکیں گے ۔ اور علاوہ اس کے اس وقت ان قصوں کو پڑھنا خالی از دلچسپی نہ ہو گا۔

(۱) کہانی

ایک مقام پر کسی زمیندار نے جس کی کاشت اور زمینات ایک جنگلی مقام پر واقع تھیں اپنی مویشی کی حفاظت کی غرض سے ایک باڑہ بنوایا تھا اُس کی دیواریں چونے اور پتھر سے تقریباً چھ سات فٹ بلند بنائی گئی تھیں اُس احاطہ میں ایک زبردست لوہے کا پھاٹک تھا ۔ جب شام کو جانور اس باڑے میں آجاتے تو پھاٹک بند کر دیا جاتا تھا اور جانور بحفاظت وہاں آرام لیتے تھے ۔ شیر اُس جنگل میں بکثرت تھے اور ایک آدھ بار جنگل میں اس کی مویشی پر شیر نے حملہ بھی کیا مگر رات کو کبھی اس باڑے کی دیواروں اور اُن کی بلندی کی وجہ سے شیر باڑے میں داخل نہ ہو سکا اور جانور ہمیشہ آرام سے رہے ۔ ایک روز اتفاق سے ملازم نے اپنی غفلت سے پھاٹک کے پٹ تو بھیڑ دیے مگر زنجیر نہ لگائی اس لئے پھاٹک کھلا رہ گیا۔

۴

رات کو معلوم نہیں کس وقت ایک شیر غالباً اس کھلے ہوے پھاٹک سے باڑے کے اندر گھس گیا باڑے کے اندر بعض بیلوں کو جوڑی جوڑی ایک رسّی میں باندھ کر چھوڑ دیا تھا۔ یعنی دو بیلوں کو ایک رسّی سے اس طرح باندھا تھا کہ نصف رسی ایک کے اور دوسری نصف دوسرے کے گلے میں تھی معلوم نہیں کس وقت اور کیوں شیر نے ان جڑواں بندھے ہوے بیلوں کو انتخاب کیا اور بجائے اس کے کہ ان میں سے ایک یا دونوں کو مار ڈالتا شیر نے رسّی کو بیچ سے پکڑا اور اس طریقہ پر کہ ایک بیل ایک طرف اور دوسری جانب دوسرا بیل لیکر دیوار پر اڑا۔ ایک بیل تو دیوار کے باہر جا پڑا مگر ایک بیل احاطہ کے اندر اور اس کے ساتھ شیر صاحب کا جبڑا رسّی کے نیچے دبارہ گیا صبح ہوی تو دیکھا گیا کہ دونوں بیل مرے ہوے ایک دیوار کے باہر دوسرا اندر لٹک رہے ہیں رسی کے نیچے شیر کا جبڑا ہے۔ اور وہ بے حس و حرکت بے بس پڑا ہوا ہے۔ یہ نہیں معلوم کہ شیر زندہ تھا یا مردہ۔ زندہ بھی ہوگا تو فوراً مار ڈالا گیا ہوگا۔

یہ بھی نہیں معلوم کہ شیر نے جو اپنا رزق حاصل کرنے میں بڑا ہوشیار جانور ہے معمولی سمجھ سے کیوں کام نہ لیا۔ ایک کو مارتا اور پھاٹک کی طرف سے باہر لیجاتا۔ غالباً یہ غیر معمولی بے وقوف شیر تھا۔

ف میں نے بچشم خود یہ واقعہ دیکھا ہے کہ چلتی ہوی گاڑی میں سے شیر ایک بیل کو لے گیا۔ گاڑی میں دو تین آدمی بیٹھے تھے۔ شیر نے ان کے چلانے کی پروا نہیں کی اور ان کا بیان ہے کہ پہلے شیر نے گاڑی کے سامنے آکر داہنی جانب کے بیل کو ایک تھپیڑ مارا پھر گردن پکڑی جب بیل مر گیا تو بیل کو جھاڑی میں کھینچکر لے گیا۔ جب میں وہاں پہونچا ہوں تو شیر راستہ سے تقریباً بیس گز اندر بیل کو کھا رہا تھا۔ ایک بچا ہوا بیل معہ گاڑی اس سے ۵۰ گز ہوگی۔

کہانی (۲)

کسی مقام پر دلدل کے گڈھے بکثرت تھے۔ اور اسی جنگل میں شیر بھی رہتے تھے

۵

اتفاقاً اس دلدل میں ایک اجل رسیدہ بھینس پھنس گئی بہت ہاتھ پیر مارے مگر نکل نہ سکی اور اُدھر سے شیر کے جوڑے کا گذر ہوا بھینس کا کچھ جسم باہر رہ گیا تھا اور نظر آتی تھی۔ دیکھتے ہی نر مادہ دونوں نے بھینس کو مارنے اور کھانے کا ارادہ کیا اور پہلے نر نے اپنی قوت کے گھمنڈ میں کنارے پر کھڑا ہو کر ایک جست لگائی اور ٹھیک بھینس کی کمر پر جا نازل ہوا پنجوں کو بھینس کی کمر اور پٹھوں پر خوب جما کر ہر چند کوشش کی کہ معہ بھینس کے دلدل سے باہر جا پڑے مگر بھینس جگہ سے نہ ہلی۔ جب متواتر کوششوں کے بعد شیر مایوس ہو گیا یا تھک گیا تو اُس نے بھینس کو چھوڑ دیا اور کود کر باہر خشکی پر آگیا۔ اب شیرنی کو جوش آیا اور جست لگا کر بھینس کی کمر پر جا بیٹھی تھوڑی دیر بعد شیرنی نے پھر جست کی اور مع بھینس کے بعینہ اس طرح جیسے چیل زمین سے بوٹی لے کر اوپر اڑ جاتی ہے۔ دلدل کے باہر آکھڑی ہوئی۔ شاباش۔ مگر افسوس ہے کہ شیر نے شاباش نہ کہی بلکہ غصہ اور شرم کے جوش میں شیرنی کو ایک تھپیڑ رسید کیا کہ وہ غریب وہیں جاں بحق تسلیم ہو گئی۔ یہ شیر بہت ہی تنگ دل اور حاسد قسم کا شیر تھا۔ اور یوروپین تہذیب سے ناواقف محض۔

(۳) کہانی

قبل قصہ بیان کرنے کے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان قصوں کو کہانی کے نام سے موسوم کرنے کی وجہ ظاہر کر دی جائے تاکہ آئندہ جو قصے ہدیۂ ناظرین کئے جائیں اُن میں اور ان میں فرق معلوم ہو سکے نمبر (۱) اور نمبر (۲) قصے کی وقعت یا امکان کا وجود صرف جہلا یا ایسے حضرات کے دلوں میں ممکن ہے۔ جنھوں نے شیر تو شیر کسی شیر کے شکاری کو بھی نہیں دیکھا اور صرف ناواقف جاہلوں کی صحبت میں کہانی کے طور سے یہ قصہ سُن لیا ہے میں نے یہی قصے صرف جاہل لوگوں سے سُنے ہیں یا اگر کسی شکاری اور پڑھے لکھے صاحب نے

۹

کوئی قصہ بیان بھی کیا تو یہ کہکر کہ گویا مبالغہ آمیز کہانی ہے خاموش ہو گیا۔ ذیل کے بعینی نمبر ۳ اور ۴
افسوس اور شرم کی بات ہے کہ مندرجہ بالا قاعدہ سے بھی مستثنیٰ ہیں۔ یعنی یہ دونوں قصے مجھسے
ایک پڑھے لکھے اور ایسے شخص نے بیان کئے ہیں کہ اُن کا بیان اُن کے علم اور اُن کے مرتبہ اور
اُن کی سوسائٹی کے لحاظ سے بہت زیادہ قابل وقعت ہونا چاہئے تھا۔ شرم کی یہ بات ہے
کہ اُن کو ان قصوں کے صحیح ہونے کا پورا یقین تھا۔ یہ صاحب تین ہزار ماہوار تنخواہ پاتے تھے
اور میں اِن کی خدمت میں سلام کی غرض سے حاضر ہوا تھا چونکہ حسب فرمائش ایک شیر کی
کھال اور چربی بطور نذر لے گیا تھا۔ اس لئے صاحب ممدوح نے شکار کے سلسلہ میں مجھسے
یہ قصے نہایت وثوق کے ساتھ بیان فرمائے۔ جہاں تک ممکن ہے اور جہاں تک مجھکو یاد ہے
میں صاحب ممدوح کے الفاظ استعمال کرونگا مولانا میں نے آپ کے شکار کے کئی واقعات
سُنے ہیں۔ بے شک آپ بڑے عمدہ شکاری ہیں (ایک اور صاحب سے مخاطب ہوکر دن
میں دو شیر مارے ہیں اور زمین سے) میں آپ کو سنٹرل پراونس کا ایک عجیب واقعہ سناتا ہوں
ہے تو یہ عجیب مگر ایک نہایت معتبر شکاری کا چشم دید واقعہ ہے۔ اور اِس کے سچا واقعہ ہونیکا
مجھ کو کامل یقین ہے۔ سنٹرل پراونسیز میں چاندہ اور ناگپور کی طرف آپ بھی جانتے ہیں۔
جنگل بہت ہے اور اس میں شیر بھی بکثرت ہیں۔ اُسی طرف کسی جنگل کے راستہ میں ایک شیر
لاگو (آدمی کھانے کا عادی) ہو گیا۔ اور اُس نے اُدھر سے گذرنے والے بیسیوں مسافر مار ڈالے
اس کا بڑا غل مچا اور ضلع کلکٹر نے گورنمنٹ کو رپورٹ کی مولانا وہاں تو سب کام کلکٹر ہی
ہی کے ذمہ ہوتا ہے۔ اور گورنمنٹ نے حکم دیا کہ اس جنگل کے دونوں جانب پہرہ لگا دیا جائے
تاکہ آنے جانے والوں کو پہرے والے روک دیا کریں۔ یا اِس طرح جانے کی اجازت دیں
کہ دس بیس آدمی مل کر اور حفاظت کا انتظام کر کے اُدھر سے گذریں۔ اکیلے دُکیلے مسافر کو
تنہا جانے نہ دیں۔ خیر یہ انتظام ہو گیا اور جو مسافر اُدھر سے جانا چاہتے اُن کو پہرے والے روک لیتے
جب دس بیس آدمی جمع ہو جاتے اور اُن میں دو چار ہتھیار بند بھی ہوتے تو قافلہ کی طرح

۷

ان لوگوں کو اُس جنگل سے گذرنے کی اجازت دیجاتی مگر پھر بھی گاہے ماہے یہ شکایت سننے میں آتی تھی کہ شیر کسی مسافر کو مار کر کھا گیا۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ ایک نہایت زبردست گوٗلی اور اُس کے ساتھ اُس کی جوان اور حسین بیوی (آپ جانتے ہیں گولنوں کا حُسن اور گولیوں کی قوت مشہور ہے) اُس مقام پر پہنچے جہاں پہرہ لگا ہوا تھا اُنھوں نے دونوں کو روکا کہ بھائی تنہا جانے کا حکم نہیں ہے ادہر سے نہ جاؤ شیر کھا جائیگا۔ اِس پر وہ گولی بہت ہنسا اور کہا کہ ہم تنہا کہاں ہیں۔ میاں بیوی دو ہیں۔ اور پھر ہم کو شیر کھا جائیگا تو بتاؤ شیر کو کھانے والا تم نے پیدا کیا ہے کہ نہیں۔ ایسے کون کھائے گا۔ ہم ۱۰۰ بھینسیں چراتے ہیں کیا مجال ہے کہ شیر ہماری بھینس کو ترچھی نظر سے دیکھ لے۔ ہم تو ضرور اسی راستے سے جائیں گے اور مل گیا تو اسکو زندہ پکڑ لائیں گے۔ پہرہ والوں نے بہت سمجھایا مگر یہ نہ مانے اور صبح کے وقت کھانے سے فارغ ہو دونوں جنگل میں داخل ہو گئے۔ گولی کے ہاتھ میں ایک کان سے اونچا پیتل اور لوہے کی شامیں چڑھا ہوا عمدہ بانس کا لٹھ تھا۔ وہ تو اُس نے کندھے پر رکھا اور گولن کا ہاتھ پکڑا اندر کی طرف روانہ ہو گیا۔

تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ شیر نمودار ہوا۔ اور دور ہی سے اُس نے ایک آواز ایسی ہیبتناک لگائی کہ اگر کوئی دوسرا ہوتا تو آواز ہی سے دل پھٹ کر مر جاتا مگر یہ گولی بڑا جوانمرد تھا آواز سنتے ہی فوراً تیار ہو گیا۔ اور لٹھ کو سر پر چکر دیکر اُس نے دو ایک پینترے بدلے اور آواز لگائی (آؤ سُسر) شیر یہ دیکھکر رک گیا اور کھڑے کھڑے پھر ایک بڑی خوفناک آواز لگائی گولی نے پھر آواز کا خوب گرم جواب دیا اور اپنی جگہ پر تنکر کھڑا ہو گیا۔

غرض یونہی فریقین کی طرف سے دو تین آوازیں ہوئیں مگر کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلا گولی نے اپنی بیوی سے کہا کہ یہ شیر بڑا جوانمرد اور دل والا شیر ہے۔ معمولی شیر ہوتا تو کبھی

جھاڑی کی آڑ سے مجھ پر حملہ کرتا مگر نہیں اس نے سامنے آکر آواز دی اور مجھ کو ہوشیار کر دیا اور اب یہ انصاف اور برابری کا مقابلہ چاہتا ہے۔ اسی لئے رکا کھڑا ہے میرے ہاتھ میں لٹھ اور وہ بالکل نہتا یہ انصاف نہیں ہے۔ لے یہ لٹھ لے اور الگ کھڑی ہو جا۔ اب دونوں برابر ہو گئے اور اب مرد کا مرد سے برابر کا مقابلہ ہوگا۔ گولن نے مرد کے ہاتھ سے لٹھ لے لیا اور ہٹ کر علاحدہ کھڑی ہو گئی مگر رہی تیار کہ اگر خاوند کے دبنے کا موقعہ آیا تو پھر یہ ٹھکر لیتی ہے۔ شیر نے جب یہ دیکھا تو وہ غراتا ہوا بڑھا ادہر سے گولی خم ٹھوکتا ہوا پہنچا جب دونوں مقابل اور قریب ہو گئے تو شیر پچھلے پیروں پہ کھڑا ہو گیا اور اگلے دونوں ہاتھ اٹھا کر گولی کے شانوں پر دوہتھڑ مار کر گرا دینے کے ارادہ سے حملہ آور ہوا مگر قبل اسکے کہ شیر کے پنجے گولی کے شانوں تک پہنچیں گولی نے شیر کی دونوں کلائیاں اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑ لیں اب دونوں میں زور شروع ہوا شیر کی یہ کوشش تھی کہ وہ گولی کو زمین گرا دے اور گولی یہ چاہتا تھا کہ اس کو ڈھکیل کر پیچھے کی طرف گرا دے۔ مولانا آپ جانتے ہیں: شیر کی لڑائی میں تو انسان ہی فتحیاب ہوگا کیونکہ خدا نے اس کو بنایا ہی اس نہج پہ ہے۔ اپنے دو پیروں پر وزن سنبھال کر انسان بڑے بڑے زور کے کام کر سکتا ہے بس تھوڑی ہی دیر میں انسان کی فوقیت ظاہر ہو گئی اور گولی نے شیر کو پیچھے ڈھکیلنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ ہٹاتے ہٹاتے گولی نے شیر کو ایک درخت سے جا لگایا۔ جب شیر کی کمر درخت سے جا لگی تو گولی نے اپنی بیوی سے پکار کر کہا کہ اب دیکھتی کیا ہے اتار ساڑھی اور شیر کو درخت سے خوب لپیٹ کر باندھ دے۔ گولن نے یہ تعمیل حکم اپنی ساڑھی کھولی اور شیر صاحب کو سینے سے لیکر پیٹ تک پانچ چھ پیچ دیکر درخت سے خوب مضبوط طریقہ پر باندھ دیا۔ گولی ہاتھ سے کلائیاں چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا شیر درخت میں بندھا ہوا وہیں کھڑا رہ گیا اور میاں بیوی اپنا لٹھ سنبھال آگے کو روانہ ہوئے۔ جب جنگل کے کنارے پر پہونچے تو گولن نے پتوں سے اپنا جسم چھپا لیا اور دونوں نے ادہر کے

پہرے والوں کو اس واقعہ کی اطلاع دی اول تو اُن کو یقین نہ آیا۔ پھر یہ مشورہ ہوا کہ کسی عہدہ دار کو اس کی خبر کرنی چاہئے تاکہ وہ بہ چشم خود دیکھکر تصدیق کرے اور شیر کو ہلاک کر دے خیر بہت سے لوگ جمع ہوکر وہاں گئے شیر کو جھاڑ سے بندھا ہوا پایا اور کسی دل چلے نے برچھے یا بندوق سے اس شیر کا کام تمام کر دیا گوئی کو انعام اکرام جو سرکار اور گرد و پیش کے رئیسوں نے مقرر کئے تھے دیدئے گئے اور دونوں میاں بیوی ہنستے بولتے گلے میں ہاتھ ڈالے پھولوں کے ہار پہنے اپنے گاؤں پہنچ گئے کیا اللہ کی شان ہے۔ انسان کو خدا اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ تو اس کے سامان کیا کیا پیدا کر دئے ہیں۔"

(۴) کہانی

یہ بھی انہی صاحب کی بیان کی ہوئی ہے۔ اور تقریباً انہی کے الفاظ میں بیان کیجاتی ہے سولانا شیر کی قوت اور غصہ کا بنارس میں ایک عجیب واقعہ سننے میں آیا اور وہ بھی ایک نہایت معتبر اور متبرک صاحب کا بیان کیا ہوا ہے۔ اُن کو ایک چشم دید صاحب کی زبانی معلوم ہوا تھا

بنارس میں آپ جانتے ہیں ہندوؤں کی آبادی زیادہ ہے اس میں اکثر دولتمند لوگ بھی ہیں یہ لوگ تبرکاً ثواب سمجھکر اکثر گنگا کے کنارے شوالے (دیول یا مندر) بنواتے ہیں اور کہیں کہیں بلند عمدہ مکانات بناکر وہاں رہتے ہیں۔ یہ مکان اور شوالے دور تک گنگا کے کنارے پھیلے ہوئے ہیں۔ اور گنگا کے کنارے جنگل کی بھی کچھ کمی نہیں ہے۔ ایک دفعہ اتفاق ایسا ہوا کہ ایک شوالے میں ایک شیر کہیں سے آگیا اور وہیں نچلے برآمدہ میں سو گیا پوجاری جب پوجا کرنے آیا تو اُس نے دیکھا کہ شیر سو رہا ہے۔ بیچارا جان لے کر چپکا بھاگا۔ اور لوگوں کو خبر کی اس شوالے کے سامنے ایک بلند سہ منزلہ مکان تھا۔ اور اس میں اوپر کی منزل کے دروازے شوالے کی طرف تھے کچھ من چلے صاحبین مکان کے پیچھے کی طرف سے اس سہ منزلہ پر چڑھ گئے اور وہاں کے

دروازے کھول کر دیکھا تو شیر شیوالے کے برآمدے میں لیٹا ہوا نظر آرہا ہے۔ ان کے پاس تو بندوقیں وغیرہ نہیں تھیں انھوں نے چند فوجی گوروں کو اطلاع کر دی اور فوراً دو تین گورے اپنی فوجی بندوقیں لیکر پہونچ گئے۔ جھٹ زینے سے چڑھ سہ منزلے پر چڑھے اور دیکھا تو شیر سو رہا ہے انھوں نے بندوقوں میں کارتوس ڈالے اور آپ جانتے ہیں ان کی بندوقیں کیسی زوردار ہوتی ہیں۔

تینوں نے نشانہ ملا کر باڑہ ماری۔ یہ نہیں معلوم گولی کہاں لگی مگر شیر نے آنکھیں کھولکر دیکھا تو دروازے میں یہ تینوں نظر آئے۔ شیر سمجھ گیا کہ انہی تینوں نے گولی چلائی ہے۔ بس وہ اٹھا اور سیدھا اُس دروازہ پر جھپٹا جہاں یہ گورے تھے۔ یہ دروازہ زمین سے تقریباً چالیس فٹ اونچا تھا۔ مکان سہ منزلہ ایک ایک منزل بیس بیس فٹ کی تو ہوگی۔ آپ جانتے ہیں مرزاپور بنارس میں اکثر مکان پتھر کے بناتے ہیں اور چوکھٹیں تک پتھر کی ہوتی ہیں۔ ویسی ہی اس مکان کی بھی تھیں۔ بس شیر نے جست کی اور سیدھا دروازہ کی چوکھٹ پر آکر گرا مگر چوکھٹ تھی پتھر کی اُس کے ناخونوں کو کوئی جگہ پکڑنے کی نہ ملی۔ دونوں ہاتھ پھسل گئے اور نیچے گر پڑا۔ گر کے دیکھئے اُس کی ہمت پھر اُٹھا اور پھر وہیں دروازہ کے سامنے شیوالے کے برآمدہ میں جاکر کھڑا ہو گیا کیونکہ وہاں سے یہ تینوں اُس کے دشمن نظر آرہے تھے۔ اِن کی طرف غصہ سے دیکھ رہا تھا کہ ان تینوں ظالموں نے پھر باڑہ ماری اور پھر شیر نے آواز دیکر سیدھا سہ منزلے کے دروازے پر حملہ کر دیا ایک ہی جست میں پھر شیر چوکھٹ تک پہنچ گیا مگر افسوس ہے کہ پتھر کی وجہ سے ناخون پھسلے اور بیچارہ پھر نیچے گر گیا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی زخم کاری لگ گیا تھا۔ گر کر پھر نہ اٹھا"

یہ قصہ سُن کر میں بجز بہت درست اور بجا کے کیا عرض کر سکتا تھا۔ ناظرین خود اندازہ فرمالیں کہ شروع سے آخر تک یہ قصہ کس درجہ تک جاہلانہ خیالات اور غلط ناممکن الوقوع واقعات پر مبنی ہے۔

اِسی قسم کے ہزاروں قصے شیر کے متعلق شیر اور شکار سے ناواقف محض حضرات سنتے

اور سناتے ہیں اور اِنہی قصوں کے اثرات کی بدولت شیر اصلی شیر سے بدرجہا زیادہ خوفناک اور قوی اور مضرت رسان درندہ سمجھا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ شیر بعض اوقات ایسی جرأت اور دلیری نیز ہوشیاری اور سمجھداری کے حرکات کر بیٹھتا ہے کہ وہ حیرت انگیز اور توقع سے زیادہ عجیب ہوتی ہیں لیکن پھر بھی غور کیا جائے تو اُن کا ممکن الوقوع ہونا ثابت ہو سکتا ہے۔ اور یہ قصے صرف چنڈو خانے کی گپ نہیں ہوتے شیر کے شکار کی ضمن میں متعدد اس قسم کے واقعات بیان کیے جائیں گے۔ بالفعل شیر کی نسبت ضروری اور بالکل صحیح مفید اور دلچسپ معلومات کا ذخیرہ ناظرین کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ ان معلومات کو قلمبند کرنے میں اس امر کا حد درجہ تک لحاظ رکھا گیا ہے کہ صرف وہ اقوال درج کیے جائیں جن کی نسبت یا ذاتی تجربہ حاصل ہوا یا جن کے متعلق متعدد مصنفین متفق الرائے اور ہم بیان ہوں پھر الفاظ کی نسبت بھی حتی الوسع کامل غور کے ساتھ اس امر کی احتیاط کی گئی ہے۔ کہ کوئی لفظ مبالغہ کا یا مبالغہ آمیز یا ایسا لفظ جس کا استعمال رواجاً جائز سمجھا جاتا ہو تحریر میں نہ لایا جائے۔ حتی کہ الفاظ انتہا "بے حد" "بے شمار" ہزاروں لاکھوں "نہایت" کے استعمال سے بھی احتراز کیا گیا ہے۔

لفظ شیر کے سائنٹیفک حلقہ یعنی اسپشنیز میں متعدد جانور شامل ہیں جیسے بلی۔ بن بلاؤ شیر بلاؤ۔ چیتا۔ بگھرا۔ گلدار یا بوربچہ جس کی کئی اقسام ہیں۔ تیندوا۔ جاگرا اور پوما (امریکہ کے شیر) ہمارا شیر (پٹہ دار اور چیت) اور جو محض غلط فہمی یا لاعلمی کی وجہ سے سب میں زیادہ بہادر مانا جاتا ہے افریقہ کا شیر ببر۔ یہ سب فیلائن ریس کے افراد ہیں۔ اور اُن کے ابتدائی عادات و خصائل اور جسم کی ساخت یکساں ہے البتہ ان کے قد و قامت میں جو فرق ہے وہ بالتفصیل بیان کیا جائیگا یہ سب شکار کر کے پیٹ بھرنے والے جانور ہیں اور شکار کرنے میں ان کے ناخون جو چاروں ہاتھ پیروں میں سولہ سے بیس تک ہوتے ہیں ان کا نہایت مفید بلکہ مفید ترین جس پر ان کی زندگی کا دار و مدار ہے آلہ ہیں۔ اور انہیں سے یہ جانور اپنے شکار کو نیز مخالف کو سخت نقصان پہنچاتے ہیں اور منہ سے بھی یہ بڑے درجہ تک چیرنے پھاڑنے اور گلا دبانے کا

کام لیتے ہیں گر شکار کو گرانے اور دبانے میں ان کا تھپیڑا اور ناخون بہت مدد دیتا ہے۔ معمولی طور پر شیر اپنے پنجوں کو شکار کردہ جانور کی ہڈیوں سے گوشت کھرچنے میں مثل چھری کانٹے کے استعمال کرتا ہے۔ اس خصوصیت کے علاوہ ان کی آنکھ کی پتلی روشنی اور اندھیرے میں چوڑی ہوتے اور سکڑنے کی قوت رکھتی ہے اور اسی وجہ سے یہ اندھیرے میں بخلاف اور جانوروں کے اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں۔ ان کے پنجوں میں یہ خصوصیت ہے کہ چلتے وقت یا جب یہ چاہیں ان کے ناخون ان کے پنجوں کے اندر چھپے ہوئے یا بند رہتے ہیں۔ جب ان کو ضرورت ہوتی ہے کہ ناخون سے مدد لیں۔ تو پنجہ چوڑا ہو جاتا ہے۔ اور ناخون باہر نکل کر خونریزی کو تیار ہو جاتے ہیں۔ پلی ہوئی بلیوں کو دیکھا ہو گا کہ اگر کھیلتے میں بھی وہ پنجہ اور ناخون کھول دیتی ہیں۔ تو معمولی کپڑا پھاڑ ڈالنے کو ان کا پنجہ کافی ثابت ہوتا ہے۔ غصہ کے وقت بلی اپنے پنجہ سے کتے وغیرہ کو اچھا زخم پہونچا سکتی ہے اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ شیر کا پنجہ جس کا دور بلی کے پنجہ سے کم از کم بیس تیس گنا ہوتا ہے۔ کیا کچھ نہ کرسکتا ہو گا۔

سوائے بلی کے کہ وہ پالتو ہونے کی صورت میں گوشت کے ساتھ پکی ہوئی ترکاری کے شوربے کھا لیتی ہے۔ ان میں سے کوئی اور جانور روٹی یا ترکاری نہیں کھاتا الا بھوک سے مجبور ہو کر شیر کے بچے جب پالے جائیں تو تھوڑے دن تک دودھ کے ساتھ روٹی کے ٹکڑے کھا لیتے ہیں مگر چند ہی روز میں روٹی اور دودھ دونوں سے متنفر ہو جاتے ہیں۔ شروع سے یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر بوٹی کا ایک ٹکڑا کئی بچوں کے بیچ میں ڈالدیا جائے تو اس بوٹی پر یہ بہت جلد اور مردانگی کے ساتھ لڑتے اور غل مچاتے ہیں بخلاف دودھ کے کہ کئی کئی بچوں کو میں نے ایک ہی برتن میں ہفتوں تک ایک ساتھ دودھ پلایا ہے اور یہ سب بخوشی ہم پیالہ رہے ہیں۔ دو مہینے کے بعد جب کہ مقررہ مقدار دودھ کی ان کے لئے کافی نہیں ہوتی تھی۔ تو یہ بھوکے رہنے کی وجہ سے ایک ساتھ دودھ پینے میں غراتے تھے مگر لڑائی نہیں ہوتی تھی۔ بخلاف اسکے بہت کم عمری کے زمانہ میں گوشت کی بوٹی پر یہ خوب لڑتے تھے۔

ف - بوربچہ کا بچہ بھی شیر کے بچہ کی طرح پلتا ہے - مگر مجھکو وقت واحد میں کئی بچے پالنے کا اتفاق نہیں ہوا - بجز شیر اور بور بچے کے میں نے ان میں سے کسی اور جانور کے بچے نہیں پالے غالباً اوروں کے عادات بھی ایسی ہی ہوتے ہونگے - ببر کے بچوں کو کبھی لیڈیز کے پاس پلا ہوا دیکھا ہے اور لیڈیز سے سنا ہے کہ ببر کے بچے بالکل بلی کے بچوں کی طرح رہتے ہیں - اور مالک سے بہت محبت کرتے اور کھیلتے ہیں شیر کے بچوں کے متعلق میرا بھی یہی تجربہ ہے - مگر بور بچہ کے بچے کو ہرگز نہ پالنا چاہیئے بالخصوص بچوں والے گھر میں یہ بہت بدمزاج ہوتا ہے اور غیر قابل اعتبار - مسٹر ڈنبار برینڈر اور مسٹر ایلی ہین نے اس کی بہت مذمت کی ہے اس قسم کے جانوروں میں سے بجز بعض بلیوں کے کسی اور کا تمام جسم بڑے بڑے بالوں سے ڈھکا ہوا نہیں ہوتا البتہ ببر کے نر اور چند پرانے نر شیروں کی گردن پر ایال ہوتی ہے - ببر کا سینہ اور گردن گھنے اور لمبے بالوں سے بھرا ہوتا ہے - بمقابلہ نر ببر کے نر شیر کے بال چھوٹے اور چھدرے ہوتے ہیں - ان سب جانوروں کی کھال نرم ہوتی ہے - اور نیچے کی گدیاں نرم ہونے کی وجہ سے ان کے چلنے میں آواز نہیں ہوتی البتہ اگر راستے میں خشک پتے یا گھانس ہو تو کھڑکھڑ کی آواز آتی ہے یا اگر مٹی پر بہت زور سے دوڑیں تو گدگد کی آواز پیدا ہوتی ہے - یہ سب جانور اکثر رات کو شکار کرتے اور باہر پھرتے ہیں - دن کو چھپے رہتے ہیں اور آرام لیتے ہیں -

ف - مندرجہ بالا صفتیں فلائن ریس یعنی بلی کی قسم کے تمام جانوروں میں مشترک پائی جاتی ہیں - اب اس باب میں اُس جانور کے حالات و عادات و خصائل قلمبند کئے جاتے ہیں جس کو انگریزی میں ٹائگر اور اردو میں معمولاً صرف شیر کہتے ہیں - بعض مقامات کے عوام شیر کے لفظ میں بوربچوں اور تیندوں کو بھی شامل کر لیتے ہیں - جیسے مرہٹواڑی کے گاؤں والے جو بوربچے کو بھی شیر کہتے ہیں بعض اضلاع میں مثلاً بیٹھٹ یا پنڈاریہ اشتراک اور یہ فرق دونوں غلط ہیں - جنٹلمن اور پڑھے لکھے شکاریوں بلکہ تمام اردو دان اصحاب کی زبان پر شیر سے ٹائیگر یعنی وہ بڑا شیر مراد لیجاتی ہے - جس کے زرد جسم پر بڑے بڑے سیاہ پٹے ہوتے ہیں

یہ شیر اپنی قوت۔ شجاعت۔ قد و قامت۔ شان و شوکت مردانہ نشی اور حسن ظاہری کی بنا پر اپنی جنس کا سب سے بہتر نمونہ اور جنگل کا بادشاہ مانا جاتا ہے۔ بے شک آفریقہ کا ببر بھی بہت زبردست اور شاندار بہادر اور قوی جانور ہے۔ غالباً دو ایک صفات میں ہمارے ہندی شیر سے بہتر ہو مگر اس کا میلا رنگ۔ الجھے ہوئے بال اور بالوں کے نیچے سے جھکتی ہوئی اندر کو گھسی ہوئی آنکھیں ہم کو یہ مصرع پڑھنے پر مجبور کرتی ہیں مگر وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی۔

شیر کو قد و قامت میں بھی اپنے تمام ابنائے جنس پر شرف حاصل ہے۔ سب شیروں اور سب ببروں کا قد یکساں نہیں ہوتا بعض اونچے ہوتے ہیں اور بعض ببر چند شیروں سے مگر بالعموم اوسطاً شیر بمقابلہ ببر کے بلند قامت ہوتا ہے۔ علیٰ ہذالقیاس شیر کے جسم کا طول بھی بمقابلہ ببر کے زیادہ ہوتا ہے۔ جسم کے طول میں دُم بھی شریک ہے۔ ببر اور شیر کے باہمی توازن و مقابلہ کے معاملہ میں دنیا کے مشہور شکاری اور مصنفین مختلف الرائے ہیں ان میں بعض تو ایسے ہیں جن کی معلومات اور جن کا تحقیقاً حیرت انگیز شکار ان کی شجاعت اور استقلال کے واقعات افسانے معلوم ہوتے ہیں۔ مگر ان کے ذاتی تجربہ کا دائرہ صرف آفریقہ تک محدود ہے۔ میں تو کیا چیز ہوں آج کوئی شکاری یا مصنف ان کے خلاف ایک حرف کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ مگر شیر کے طرفداروں اور اس کے شجاعت کے درد کش قدردانوں کو ان یکطرفہ مصنفین پر یہ اعتراض ہے کہ "ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں" جب ان حضرات نے شیر دیکھا ہی نہیں اور ان کو شیر سے واسطہ ہی نہیں پڑا تو ان کی یکطرفہ رائے پر کامل بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔

اب ایسے شکاری جنھوں نے آفریقہ اور ہند دونوں مقامات پر شکار کھیلا ہے۔ چند شیر کے طرفدار ہیں اور چند ببر کے مگر کثرت رائے اس طرف ہے کہ بجز اس امر کے کہ ببر بلاوجہ تحریک حملہ کر دیتا ہے۔ اور اس کی آواز بمقابلہ شیر کے زیادہ چوڑی اور گونج دار ہوتی ہے اور کسی امر میں شیر سے بڑھا ہوا نہیں ہے بخلاف اس کے شیر بمقابلہ ببر بہت زیادہ پھرتیلا

زیادہ خوبصورت زیادہ قوت دار اور نرم مزاج ہوتا ہے۔ خواہ مخواہ غصہ میں نہیں آتا جبتک دباؤ نہ پڑے اور شیر اپنے آپ کو معرض خطر میں نہ سمجھے شیر حملہ نہیں کرتا۔ کم از کم تیس چالیس مرتبہ مجھکو یہ اتفاق ہوا کہ کبھی تنہا کبھی گھوڑے کبھی بیل گاڑی میں کبھی اور اور جانوروں کی تلاش میں پیدل جاتے ہوئے جنگل میں شیر ملا۔ یہ ملاقاتیں اتفاقی تھیں۔ کبھی تو حقیقتاً شیر کو مارنے کا ارادہ میرے دل میں نہ تھا محض اتفاقاً سامنا ہو گیا اور کبھی میں نے اپنی وضع قطع اور طرز عمل سے شیر پر یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ میں عمدہ موقعہ دیکھکر فائر کرنے کے خیال میں ہوں اس تیس چالیس مواقع میں سے ایک مرتبہ بھی شیر نے مجھپر حملہ کیا نہ حملہ کا ارادہ کیا لیکن کبھی ہاتھ میں یا اس کے بعد اور جب یہ امر شیر کی سمجھ میں آجائے کہ یہ میرے دشمن ہیں اور مجھکو نقصان پہنچائیں گے تو وہ اپنی شجاعت استقلال قوت اور جسمانی چستی کا پورا مظاہرہ کرتا ہے۔ جن اصحاب نے اس مظاہرہ کو قریب سے مشاہدہ کیا ہے وہ خود اندازہ فرما سکتے ہیں جن کو یہ منظر دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا وہ میرے الفاظ پر غور اور میرے بیان کا یقین فرمائیں "خوفناک ترین اور انتہائی تکلیف دہ منظر"

ان تمام امور کے علاوہ میں شیر کو ببر پر اس لئے ترجیح دیتا ہوں کہ وہ ہمارے ملک کا جانور اور ہمارے جنگلوں کی زینت کا باعث ہے کیا اس قدر سودیشی ہونا بھی جرم ہے۔

ف شیر کو ناپنے کا صحیح اور قابل وثوق طریقہ جس پر سالہا سال کے مباحث اور دنیا کے مشہور شکاریوں کی طول طویل خامہ فرسائیوں کے بعد تمام مصنفین متفق الرائے ہیں اور جو اس وقت مسلمہ اور ہر شکاری کا معمولی طریقہ ہے وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے مقابلہ اور تفصیلی معلومات کی فراہمی کی غرض سے شیر کو ناپنے کے اور چند طریقے بھی مع ان کے نقائص کے بیان کئے جائینگے۔ اور ان پر غور کرنے سے یہ ثابت ہو جائیگا کہ ذیل کا طریقہ صحیح اور صحیح اصول پر مبنی ہے۔

شیر مارے جانے کے بعد فوراً یعنی قبل اس کے کہ اس کا گوشت کھال سے الگ کیا جائے

کھال کھینچنے سے پہلے اُس کا جسم اکڑنا اور سخت ہونا شروع ہو۔ ہموار زمین پر کروٹ لٹا دیا جائے ایک طرف اس کے کان یا لب اور گردن اور دوسری جانب۔ اس کی دُم پکڑ کر جس قدر جسم کا کھینچنا ممکن ہو کھینچا جائے۔ زمین یا فرش پر پوری طرح جسم کو پھیلانے کے بعد ایک کیل ناک کے پاس اور دوسری کیل دُم کی نوک کے متصل زمین میں نصب کر دیجائے اور دونوں کیلوں کے درمیان سے شیر کے جسم کو ہٹا کر کیلوں کے درمیانی فصل کو ناپ لینا چاہیے اس طرح ناپنے کو انگریزی زبان اور شکاریوں کی اصطلاح میں Between The Pegs کہتے ہیں اور اس وقت یہی طریقہ رائج اور شیر کا طول معلوم کرنے کا صحیح ترین ذریعہ تسلیم کیا جاتا ہے۔

اس طریقہ سے شیر کے جسم کو سکڑنے بغیر غیر فطری طور پر کھینچنے کا موقع نہیں ملتا دوسرا طریقہ شیر کو ناپنے کا یہ ہے کہ شیر کی ناک کے انتہائی سرے پر یعنی جہاں سے جلد اندر کی جانب مڑتی ہے۔ ٹیپ کی نوک رکھدی جائے۔ پھر ناک پیشانی گردن اور کمر کے خموں سے متصل ٹیپ دُم کی نوک تک لیجایا جائے اس میں اس امر کا لحاظ رکھا جائے کہ ناک کی نوک سے دُم کے آخیر حصہ تک ٹیپ شیر کے جسم سے متصل رہا ہے۔ اس طریقہ میں خموں کے اندر سے گذرنے کی بنا پر شیر کے طول میں دو سے چار انچ تک کا اضافہ ہو جاتا ہے اس کو اصطلاح شکاریان اور انگریزی میں Between The Curves کہتے ہیں۔

بعض ناواقف حضرات یا امراء اور بھولے بھالے روسا کے خوش کرنے والے مصاحب شیر کی کھال کو گوشت سے جدا ہونے کے بعد کھال کو خوب کھینچکر اور زمین پر تان کر ناپتے ہیں۔ کھال گوشت سے جدا ہونے کے بعد کئی انچہ بلکہ فٹوں تک بڑھ جاتی ہے۔ اور بھولے رئیس صاحب کا شیر بجائے آٹھ یا نو فٹ کے گیارہ بارہ بلکہ تیرہ چودہ فٹ کا بیان کیا جاتا ہے۔ یہ سچے شکاری عام طور سے صاحب تحقیقات صاحب علم اور فن جاننے والے یورپین یہ سنکر یا تو ہم کو جاہل محض سمجھتے ہیں یا گپی اور شیخی باز۔

میرے خیال میں عام طریقہ پر یعنی مچان پر بیٹھکر بڑا شیر مارنے سے شکاری کی خاص قابلیت یا شجاعت کا اظہار نہیں ہوتا کیونکہ یہ محض اتفاق پر منحصر ہے شکاری مچان پر ہر طرح کی حفاظت کے ساتھ جلوہ فرما ہوتے ہیں ہانکے والے شیر کو گھیر کر سامنے لاتے ہیں اس میں بڑا شیر سامنے آجائے چھوٹا نکل آئے دونوں صورت میں صرف فائر کردینا شکاری کا کام ہے۔ نہ اس میں کوئی شکاری کی قابلیت ہے نہ لیاقت۔ نشانہ اندازی اس کی نسبت شیر کے بڑے ہونے پر ناز کرنا محض ناسمجھی ہے کیونکہ یہ امر قابل غور ہے۔ اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ چھوٹے جانور پر نشانہ لگانا بہ مقابلہ بڑے جانور کے زیادہ مشکل ہے۔ جب صورت حال یا اصلیت یہ ہے تو بڑے شیر مارنے میں قابل فخر کیا امر ہے۔ اور مچان پر بیٹھکر مارنیوالے کیوں قابل شرم جرم یعنی جھوٹ اور تشیخی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

کئی سال گذرے کہ کسی انگریزی اخبار نے غلط اطلاع وصول ہونے کی بنا پر یا شاید خوشامد سے یہ خبر شائع کی کہ لارڈ ریڈنگ نے بیکانیر کے علاقہ میں ۱۱ فٹ لمبا شیر شکار کیا۔

ہندوستان میں نہ ان امور اور پھر تحقیقات طلب امور کی تنقیح و تنقید کا چرچا ہے۔ اور نہ کوئی سچ جھوٹ میں تمیز کرنیوالا البتہ انگلستان کے اخباروں نے تحقیقات شروع کردی متعدد مضامین مختلف اخباروں میں اس مضمون پر لکھے گئے اور کئی مہینوں کے بحث مباحثے کے بعد فیلڈ (یہ انگلستان کا مشہور اخبار ہے۔ جو ہر قسم کے اسپورٹ کی خبروں اور مضامین کے لئے مخصوص ہے) نے اس گیارہ فٹ کے شیر کی نسبت یہ رائے ظاہر کی۔

Felis Tigris Viceroyli

مندرجہ بالا بیان سے یہ معلوم ہوا ہوگا کہ حال میں دس فٹ تین انچ سے زیادہ لمبا شیر دستیاب نہیں ہوا بشرطیکہ وہ صحیح طریقہ پر ناپا گیا ہو موجودہ زمانہ کے شکاریوں نے زیادہ سے زیادہ اسی طول کا شیر مارا ہے۔ انگلستان میں Rowland Ward. رولینڈ وارڈ نام کا جنگلی جانوروں کی کھالوں کو درست اور اچھی حالت میں رکھنے کا کام کرنے والا ایک مشہور کارخانہ ہے دباغت (یعنی کھال کو چمڑا بنانا اس کو انگریزی میں Taning کرنا کہتے ہیں) کا کام تو یہ کم کرتے ہیں مگر جانوروں کی کھالوں کو ان کی اصلی حالت پر قائم رکھنے کا کام (   )

۱۸

اس کارخانہ سے بہتر کوئی اور کارخانہ نہیں کر سکتا دنیا کے اکثر فرمانروا نیز مشہور بڑے بڑے شکاری اپنے شکار کردہ جانوروں کی کھالیں اور سینگ دار جانوروں کے سر نیز مسلم جسم رولینڈ وارڈ کے کارخانہ سے بنوا لیتے ہیں۔ مسٹر وارڈ کارخانہ کے مالک خود ایک مشہور شکاری اور مصنف ہیں انھوں نے رولینڈ وارڈز ریکارڈ آف بگ گیم نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں روئے زمین کے تمام جانوروں کے سر، جسم۔ وزن۔ طول وغیرہ کا بہ تفصیل نقشے دئے ہیں بادشاہوں سے لے کر معمولی احباب تک اپنے شکار کردہ جانوروں کے سر اور کھالیں وغیرہ اسی کارخانہ سے بنواتے ہیں رولینڈ وارڈ خود بھی بڑے شکاری ہیں۔ کئی مرتبہ آفریقہ کے مختلف ممالک میں شکار کھیلا ہے۔ اس لئے انکی کتاب مستند اور ہر طرح قابل اعتبار سمجھی جاتی ہیں۔ پھر ہر دس سال بعد یہ ایڈیشن شائع کرتے ہیں۔ آخر ترین ایڈیشن میں شیر کی نسبت جو نقشہ رولینڈ وارڈ نے درج کتاب کیا ہے۔ اس کی نقل ذیل میں ہدیہ ناظرین ہے۔ اس پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ زمانہ سابق میں بعض شکاریوں نے بمقابلہ زمانہ حال کے بڑے شیر مارے ہیں۔ بظاہر اس کی دو وجہیں ہیں اول یہ کہ زمانہ سابق میں ذرائع آمد و رفت سفر کی موجودہ سہولتیں متعدد ضروریات ہتھیار رائفلیں کارتوس رات کے وقت روشنی کے آلات بجلی کی مشعلیں وغیرہ اور سینکڑوں دیگر آسانی پیدا کرنے والے سامان مثل اس زمانہ کے موجود نہ تھے سفر کرنا اور خاصکر ایسے جنگلوں میں جہاں شیر ہوں پہنچنا سخت دشوار تھا نہ یہ سڑکیں تھیں نہ یہ موٹریں نہ اس کثرت سے ریلیں تھیں نہ یہ آسانیاں اس صورت میں بہت کم شکاری شکار کا ارادہ کرتے تھے اور آج کل کے مقابلے میں بہت کم شیر ہلاک ہوتے تھے۔ اکثر اندرونی جنگلوں میں یعنی جہاں شکاری نہیں پہنچ سکتے تھے بہت پرانے اور بڈھے شیر اپنی انتہائی عمر تک زندہ رہتے اور آرام کی زندگی بسر کرتے تھے۔ عام جانوروں میں عموماً اور گوشت کھانے والے جانوروں میں خصوصیت کے ساتھ یہ دیکھا گیا ہے کہ عمر کے ساتھ ان کا جسم بڑھتا اور ڈھیلا ہوتا جاتا ہے یہ بڑھنا بچپن کے نمو کے مقابلہ میں بہت کم ہوتا ہے مگر جن صاحبوں کو غور کرنے کا موقعہ ملا ہے وہ میرے بیان کی تائید کریں گے کہ بڈھے کتے۔ بڈھے بیلے۔ بمقابلہ جوانی کے قد و قامت میں بڑے اور ان کا

جسم ڈھیلا لٹکا ہوا اور زیادہ عریض معلوم ہوتا ہے کتے کی نسبت میرا تقریباً چالیس بلکہ پینتالیس سال کا تجربہ ہے کہ اکثر گرے ہاؤنڈ جوانی کے بعد اتنے موٹے ہو گئے کہ اُن پر بعض نئے اور ناتجربہ کار شائقین کو کسی اور زیادہ جسم والی نسل کا شبہ ہوا علیٰ ہٰذا القیاس ایک بڈھے بُل ٹیریر کی نسبت ایک صاحب نے یہ ریمارک کیا کہ اس بلڈاگ کا منہ بہت پتلا ہے۔ یعنی بل ٹیریر کا جسم بلڈاگ کی برابر ہو گیا تھا۔

بہرحال جب جنگلوں میں پُرانے پُرانے شیر موجود تھے تو اُن کا زیادہ زبردست لمبا ہونا بھی ممکن بلکہ لازمی ہے۔ ثانیاً ناپنے کا طریقہ یہی صحیح اور حال کے مقررہ اصول کے موافق معلوم نہ تھا۔ تو چند مصنفین کا یہ بیان ہے کہ گیارہ یا بارہ فٹ کا شیر سُنا گیا ہے کہ فلاں صاحب نے فلاں سنہ میں شکار کیا محض لاعلمی اور غلطی پر مبنی ہے۔ ممکن ہے کہ گوشت جدا کرنیکے بعد صرف چمڑا ناپا گیا اور چمڑے کا دو فٹ تک کھنچنا ممکن ہے۔

ف اس چمڑے کے بڑھنے اور کھنچ جانے کے متعلق میں اپنا ذاتی تجربہ بیان کرتا ہوں۔

میں ایک صاحب کا مہمان تھا اِن کو شکار کا شوق تھا اور انھوں نے میرے ساتھ شکار کو چلنے کا ارادہ کیا میں اُن کے ساتھ گیا اور ایک شیر شکار ہوا یہ شیر بہت تیز بھاگتا ہوا میرے سامنے سے گزرا میں نے اس پر فائر کیا۔ گولی گردن اور شولڈر کے جوڑ پر لگی۔ کوئی شکاری یہاں نشانہ نہیں لیتا اتفاق سے گولی یہاں پڑ جائے تو اور بات ہے۔ اپنے نشانہ کی اس غلطی کی وجہ سے میں نے زیادہ توجہ کے ساتھ اس شیر کو دیکھا اور ناپا مجھکو اچھی طرح یاد ہے کہ یہ شیر ۹ فٹ ۷ انچ کا تھا۔ اخلاقاً میں نے میزبان صاحب کو یہ شیر نذر کر دیا اور شام کو اپنے کیمپ کو روانہ ہو گیا چند روز بعد ایک قدیم عنایت فرما سے ملاقات ہوی۔ شکار کے ذکر میں انہوں نے فرمایا کہ فلاں صاحب نے فلاں علاقہ میں ایک شیر ۱۲ فٹ ایک انچہ طول کا مارا ہے۔ چند سوالات جرحی کے بعد معلوم ہوا کہ یہ وہی ۹ فٹ ۷ انچہ کے شیر کا چمڑا ہے۔ کیونکہ شیر افگن صاحب نے

۲۰

نہ اُس سے پہلے کوئی شیر مارا تھا نہ اُس کے بعد اسی لئے اس چمڑے کو انہوں نے بڑی کوشش سے کھینچ کر معراج طوالت تک پہونچا دیا۔ میں نے خود بھی اس چمڑے کو دیکھا اور گولی کے نشان سے پہچان لیا یہ اس قدر کھینچا گیا تھا کہ اس کے پیٹ کا عرض جسم کے طول میں ضم ہو گیا تھا اور چمڑے کا عرض معمولی شیر کی کھال سے بہت کم تھا اگر اُس میں بال وغیرہ بھر کر کھال سی دی جائے تو بوجہ غیر معمولی زیادہ طول اور غیر معمولی کم ناپ کے یہ عجیب الخلقت جانور معلوم ہو گا۔ کھال شیر کی جسامت بو بچہ کی۔

(۳) میرے ایک عنایت فرمانے بیان فرمایا کہ انہوں نے ایک شیر ۱۳ فٹ کا شکار کیا اُس کو وہ اسٹف کرانا چاہتے ہیں۔ چمڑا ازم کیا ہوا رکھا ہے میں نے ایک ٹکسی ڈرمسٹ کا پتہ بتایا اور اُس نے حسب فرمائش شیر کو بنا کر کھڑا کر دیا۔ کھینچنے کی وجہ سے کھال کا طول ۱۲ فٹ سے زائد تھا. مگر کمر اور پیٹ اور سینہ اس قدر تنگ ہو گیا ہے کہ ۱۳ فٹ کے قریب لمبا چیتا یا کوئی عجیب جانور معلوم ہوتا ہے۔ وہ صاحب بہت ناراض ہیں کہ ٹکسی ڈرمسٹ نے شیر کی صورت بگاڑ دی۔

اپنے ملک کے بے تکان افسانہ گو شیخی باز جاہل شکاری اور خوش گپ نیز عام جہلا کی زبان سے میں نے آج نہیں چالیس پچاس سال قبل یہ سنا تھا کہ شیر بارہ ہاتھ لمبا ہوتا ہے۔ مگر گزشتہ چالیس سال کے عرصہ میں مجھکو کبھی کوئی شیر دس فٹ ۱/۲ ۲ انچ سے زیادہ لمبا دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ مسٹر بریڈر مشہور مصنف کو ناپنے والوں کی قابلیت اور اہل ہونے پر سخت اعتراض ہے۔ اُن کا پہلا اعتراض یہ ہے کہ یہ لمبے لمبے اور بڑے شیر کبھی کسی غریب معمولی شکاری کو معمولی شکارگاہوں میں کیوں نہیں ملتے ۱۱ فٹ کا شیر نوابان مہاراجگان گورنروں اور وائسرائے کو نظر آتا اور انہی کے ہاتھ سے مارا جاتا ہے۔

میرے انتظام سے ۴۴۴ شیر مارے گئے یا دوسرے الفاظ میں ۴۴۴ شیروں کے شکار میں موجود اور شریک تھا۔ ان ۴۴۴ شیروں میں سے صرف ایک شیر جنرل سر فریزر رزیڈنٹ حیدرآباد کا مارا ہوا ۱۰ فٹ ½ ۱ انچ کا تھا۔

اعلحضرت نوراللہ مرقدہٗ نے سینکڑوں شیر شکار فرمائے میں خود کئی سال بحیثیت اڑدلی افسر ہمراہ رکاب سعادت تھا اور میرے سامنے پانچ یا چھ سال میں متعدد شیر شکار ہوئے ان کو ناپنے کا کام جنرل سر افسر الملک مرحوم نے مجھکو ہی تفویض فرمایا تھا۔ اس پانچ چھ سال میں صرف تین شیر دس فٹ سے ایک یا ڈیڑہ انچ بڑے تھے۔

عالیجناب نواب معین الدولہ بہادر والی پائیگاہ نے شیر شکار فرمائے ہیں ان میں سے صرف دس فٹ بڑے ہیں اور وہ بھی ایک انچ یا ڈیڑہ انچ۔

نواب صاحب ممدوح نہایت سمجھدار اور آپ ٹوڈیٹ شکاری ہیں خوشامد اور پرانی داستانی تعریفوں سے نفرت کرتے ہیں۔ شکار کیا ہوا شیر قاعدہ مقررہ کے موافق اپنے سامنے بلکہ اپنے ہاتھ سے ناپتے ہیں۔ افسوس ہے کہ ابتک ۱۱-۱۲-۱۳ فٹ یا بارہ ہاتھ کا شیر جناب ممدوح کو مارنا تو درکنار دیکھنے کا بھی اتفاق نہیں ہوا۔

اَلْاِبْنُ سِرٌّ لِاَبِیْہٖ۔ نواب ظہیر الدین خان صاحب بالقابہ فرزند اکبر عالیجناب نواب معین الدولہ بہادر بھی اپنے والد ماجد کے قدم بہ قدم نہایت قابل اسپورٹ مین اور شوقین شکاری ہیں۔ بہت سے خصائل حمیدہ فطرت نے اُن کی ذات میں ودیعت کئے ہیں۔ پھر ایسے باپ کی نگرانی اس کے علاوہ اچھی تعلیم اِن اسباب وجوہ کی بنا پر ان کا شمار بہت ہونہار نوجوانوں میں ہے۔ اِن کو بھی ابتک دس فٹ سے بڑے شیر مارنے کا موقعہ نہیں ملا۔ قصہ مختصر شیر کے طول کے متعلق یہ مسلم امر ہے کہ دس فٹ ۲ انچ یا ½ ۲ انچ یا تین انچ سے زیادہ بڑا شیر اِس وقت مفقود ہے۔ یا کم از کم شاذ۔ والشاذ کالمعدوم۔ شیر کے طول کی نسبت انگریزی شکاریوں اور مصنفین نے اس قدر طول وطویل بحثیں کی ہیں کہ اگر اُن سب کا خلاصہ بھی درج کیا جائے

تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے میں ان مباحث کی نسبت سب کا نتیجہ اور اقتباس ان چند سطروں میں ختم کر دیتا ہوں۔ قدیم یعنی ۱۸۴۰ء کے قبل کے مصنفین میں سے اکثر نے گیارہ بلکہ کبھی کبھی (صرف معدودے چند نے) ۱۲ فٹ لمبے شیر کے وجود کو ممکن ظاہر کیا ہے گو اس امکان کے وجوہ قوی نہیں ہیں اور شہادت بھی غیر معتبر ہے۔

۱۸۴۰ء کے بعد کے مصنفین قطعی طور سے اس بیان کو غلط اور سابقہ مصنفین کی رائے کو غلط فہمی اور ناپنے کے غلط طریقہ پر محمول کرتے ہیں۔

نوٹ:۔ حال کے مشہور ترین اور مستند مصنفین میں مسٹر اے اے ڈنبار برنڈر مسٹر سبٹ، مسٹر بلیفورڈ مسٹر سیلوس، مسٹر لیڈکر، مسٹر برنارڈ جی ایلین، کے نام شکار کے متعلق لکھنے والوں کی طول طویل فہرست میں سب سے اوپر اور اوّل سونے کے حرفوں میں لکھے جانے کے مستحق ہیں۔ اہل یورپ اور اہل انگلستان کو حقیقت میں تصنیف و تالیف کا خبط ہے۔ کسی قوم نے کسی زمانہ میں اس فن کو اس درجہ تک نہیں پہنچایا علوم و فنون کی کتابیں ہر مہینے میں بلا مبالغہ ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوتی ہیں ہر علم و فن کے جدا جدا متعدد ماہر اور مصنف ہیں اور ان کے علاوہ متعدد فنون پر جداگانہ ہفتہ وار اور ماہوار کئی کئی اخبار نکلتے رہتے ہیں۔

بڑے جانوروں کے شکار پر جس کا اہم ترین حصہ شیر کا شکار ہے۔ سیکڑوں سے زیادہ کتابیں لکھی گئی اور لکھی جا رہی ہیں اگر مصنفین کی فہرست تیار کیجائے تو شاید پانچ چار صفحوں میں بھی نہ سمائے ان سب کو پڑھنے کے لئے بھی بہت فرصت اور وقت کی ضرورت ہے۔ ملازمت پیشہ شائقین کو بڑی مشکل سے اپنے کام۔ خانگی ضروریات اور ضروری آرام کے بعد ایک آدھ گھنٹہ روزانہ ملجائے تو غنیمت ہے۔ پھر دوسری دقت یہ ہے کہ اس تصنیف و تالیف کے خبط کی وجہ سے (مجھکو نہیں اہل یورپ کو) بہت سی کتابیں ایسی بھی نظر سے گذری ہیں جن کو پڑھنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ وقت عزیز ضائع ہوا۔ مفید یا نئی معلومات حاصل نہیں ہوئیں اور معمولی شکار

اور سفر کے حصوں تک کتاب کا لطف محدود رہا۔ ایسی صورت میں بکار آمد تصانیف کے انتخاب اور مفید پھر صحیح معلومات کے حصول میں کثیر وقت صرف کرنا پڑا۔ جن مصنفین کا ذکر کیا گیا ہے اُن کے علاوہ اور بھی قابل قدر اور تجربہ کار شکاری اور مصنف موجود ہیں اور میں نے انکی تصانیف کو بغور پڑھا ہے۔ لیکن یہ مصنفین وہ ہیں جن کو پبلک نے نیز ماہرین فن اور گورنمنٹ نے بحیثیت ماہرین فن علم الحیوانات Zoology مستند تسلیم کیا ہے۔
چنانچہ آخر الذکر مصنف مسٹر برنارڈ جی ایلیسن ۱۹۲۱ء میں پرنس آف ویلز بالقابہ کے ساتھ ہندوستان کے سفر و سیاحت کے وقت محض اس غرض سے منجانب گورنمنٹ بھیجے گئے تھے کہ جب شاہزادے صاحب مختلف صوبوں میں شکار کھیلیں تو مسٹر ایلیسن اُس ملک کے جانوروں کے متعلق کافی تحقیقات اور صحیح معلومات کا ذخیرہ فراہم کرتے رہیں۔ اس سفر کے بخیر و خوبی انجام پانے کے بعد مسٹر ایلیسن نے اپنے ذخیرہ معلومات میں جو بیش قیمت اضافہ فرمایا تھا۔ اُس کو ایک کتاب کی صورت میں شائع کیا ہے اس کتاب کی ضخامت بڑی تقطیع پر ۲۸۵ صفحہ ہے۔ اور معلومات کے عمیق سمندر سے مصنف نے جو بیش بہا موتی نکالے ہیں۔ اور میدان اسپورٹ سے جو جواہر چنے ہیں ان کے بیانات کو میں نے ہر موقعہ پر اور تقریباً ہر معاملہ میں صحیح اور مستند تسلیم کیا ہے۔ علاوہ معلومات متعلق بہ علم الحیوانات کے مسٹر ایلیسن کی انشا اور طرز تحریر حقیقت میں اس قابل ہے کہ وہ بادشاہوں کے سیر و شکار کا حال لکھنے پر مقرر کیے جائیں۔

ف۔ مندرجہ اصحاب کے علاوہ اور مصنفین بھی نہایت بلند پایہ ماہرین فن ہیں اگر ناظرین جو انگریزی خوان ہیں ان کتابوں کا مطالعہ فرمائیں گے تو اُن کو میری حقیر اور ناچیز تصنیف کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ مسٹر ایلیسن کی کتاب شاہی شکار نامہ ہے اُس کی عبارت ایک شاندار انشا پردازی کا نمونہ ہے۔ کاغذ اعلیٰ درجہ کا اور تصویریں فن کی بہترین نمائش ہے۔

ف۔ اس کا قد یعنی بلندی بھی مثل تمام دیگر جانداروں اور انسانوں کے کم اور زیادہ ہوتی ہے۔ بعض شیر قد میں چھوٹے مگر خوب موٹے بعض اونچے دُبلے اور کبھی کبھی بلند قامت اور قوی الجثہ خوب چوڑے چکلے بھی دیکھنے میں آئے ہیں جس طرح انسان کے متعلق یہ مقولہ بطور ضرب المثل مشہور ہے" خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد" اسی طرح شیر کے قد و قامت پر بھی اس کا اطلاق ممکن و موزوں ہے۔

ریکارڈ آف بک گیم میں شیر کی بلندی زاید سے زاید درج ہے۔

شیر کی بلندی ناپنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک تو یہ کہ شیر کی نعش کو ایک پہلو پر لٹاکر اس کا ہاتھ بالکل سیدھا زمین پر رکھدیا جائے۔ یعنی اس طرح کہ جسم کے خط مستقیم اور ہاتھ کے خط کے درمیان زاویہ قائمہ قائم ہو جائے بعدہٗ ٹیپ کو پنجہ کی بیچ کی انگلی پر ناخون کے جڑ کے قریب جہاں سے بال شروع ہوتے ہیں رکھ کر ٹیپ شولڈر کی دونوں ہڈیوں کی نوکوں کے بیچ میں قائم کر دیا جائے۔ یہ لحاظ رکھا جائے کہ شیر کی گردن اونچی نہ اٹھائی جائے۔ گردن اٹھانے سے شولڈر کی ہڈی نیچے دب جائے گی اور شیر چھوٹا ناپے گا یہ وہی طریقہ ہے جو گھوڑے کو ناپنے میں استعمال ہوتا ہے۔ صرف فرق اس قدر ہے کہ گھوڑا زندہ اور کھڑا ہوا ناپتا ہے۔ غریب شیر مردہ اور پڑا ہوا۔

دوسرا طریقہ شیر کی بلندی ناپنے کا یہ ہے کہ لیٹے ہوئے شیر کے ہاتھ کو سیدھا رکھکر بیچ کی انگلی کی جڑ پر ٹیپ رکھکر شانہ پر سے دوسرے جانب کی انگلی تک ناپ لیا جائے اُس میں خیال اس امر کا رکھا جائے کہ شانہ کی ہڈیوں کی نوک پر ٹیپ گذرنا چاہیئے۔ جب اس طرح دونوں طرف شیر پر سے ٹیپ گذر جائے تو ٹیپ کو دُہرا کر لینا چاہئے یعنی ٹیپ کا نصف شیر کی بلندی ہے۔

یہ طریقہ Between the curves. کے طریقہ سے مشابہ ہے۔ اس میں ایک سے دو انچ تک قد بڑھ جاتا ہے۔

۲۵

شیر کی بلندی یا قد کے متعلق بھی مختلف شکاریوں اور علم الحیوانات کے ماہرین کی مختلف رائیں ہیں۔ متعدد مصنفین نے اپنے تجربہ و تحقیقات کے موافق جداجدا اوسط مقرر اور بیان کیا ہے مختلف ممالک میں جہاں کے جنگلوں اور پہاڑوں کی نوعیت ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ شیروں کے رہنے سہنے اور بسر برد کا طریقہ بھی مختلف اور جداجدا ہے علاوہ بریں گرد وپیش کے سامان کا اثر بھی وہاں کے رہنے والوں پر تین درجہ تک ہوتا ہے۔

چند مثالوں سے یہ مسئلہ اچھی طرح سمجھ میں آجائے گا اور نتیجہ نکالنے اور اُس کے صحیح تسلیم کرنے میں دشواری نہ ہوگی حتی الوسع ان جنگلوں کے متعلق جن کا نام میں نے بطور مثال پیش کیا ہے۔ میں اُن کے صحیح حالات و ہیت ابتداچل کر یہ تفصیل پیش کرونگا گرچونکہ اس جگہ پر اصلی مقصد صرف مثال دینا ہے اس لئے اگر جنگل کی حیثیت و شکل وصورت خاص ترکیب و ہیت بیان کرنے میں کوئی غلطی پائی جائے تو اُس کو نظر تنقید سے نہ دیکھنا چاہیئے۔

جب کسی جنگل کے حالات یا اُس کی ہیت و ترکیب بیان کرنے کی صورت ہوگی تو وہ بعد تحقیقات یا صرف چشم دید واقعات ہدیۂ ناظرین کیئے جائیں گے تمثیلاً جو صورتیں بیان کی گئی ہیں اُن کو بالکل صحیح نہ تصور کرنا چاہیئے اور اُن پر نظر تنقید غیر ضروری ہے۔ فرض کر لیا جائے کا فقرہ پیش نظر رکھا جائے۔ طول نویسی کی معافی کی استدعا کے بعد فرض کر لیا جائے کہ چار جنگل وسیع ملک کے مختلف اکناف واطراف میں ایک دوسرے سے بہت زیادہ فاصلہ پر واقع ہیں ان جنگلوں میں ایک دوسرے سے سینکڑوں نہیں ہزاروں میل کا فصل ہے۔ جنگلوں کے یہ نام فرض کر لیئے جائیں۔

(۱) نیپال (۲) کاشمیر (۳) ناگپور (۴) میسور ہیں۔ زیادہ فصل کی وجہ سے ان کی آب وہوا میں فرق ہونا لازمی اور یقینی ہے۔ درخت۔ گھانس۔ جھاڑی۔ پانی کی مقدار اُس کی نوعیت و اثر گرمی۔ سردی۔ یہ سب چیزیں ہر جنگل کی الگ الگ ہیں۔

نیپال۔ میں سردی کا موسم بہت سخت ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ذرا اوپر برف

۲۶

بکثرت گرتی ہے۔ گرمیوں میں دھوپ بھی ایسی ہی تیز ہوتی ہے۔ ترائی کے جنگلوں میں ہوا بالکل نہیں ہوتی حبس ایسا شدید ہوتا ہے کہ چند منٹوں میں انسان کا جسم پسینہ سے تر ہو جاتا ہے پہاڑ کے اوپر گھاس بھابر ترائی یعنی اُس ملک کے جو ہمالیہ کے ڈھال پر واقع ہے کسی قدر نرم ہوتی ہے ترائی کی گھاس بہت اور موٹی اور سخت ہوتی ہے۔ اس گھاس میں اکثر مقامات پر ہاتھی چھپ جاتا ہے۔ صرف اس کا ہودا اور اس میں بیٹھنے والے نظر آتے ہیں اسی لئے اس گھاس کو ایلیفینٹ گراس (Elephant grass) کہتے ہیں گرمیوں کے آخیر میں یہ گھاس کھڑی نہیں رہتی گر جاتی ہے۔ اُس وقت اُس پر چلنا تقریباً نا ممکن ہوتا ہے۔ جنگلی جانور وہ بھی ایسے قوی جیسے ہاتھی۔ گینڈا۔ جنگلی بھینسا وغیرہ اس پر ٹہلتے اور باریک پتیاں یا کونپلیں جو سخت گھاس کے نیچے سے نکل آتی ہیں چرتے ہیں بلند اور سایہ دار درختوں کے نیچے فطرتاً سایہ کی وجہ سے گھاس اور جھاڑی کم ہوتی ہے۔ یہاں دن کو جنگل کے بادشاہ کبھی معہ اپنی بیگم اور صاحبزادوں کے آرام فرماتے ہیں رات کو اس جنگل کے اُس حصہ میں جہاں گھاس نرم ہو۔ چیتوں اور سانبھروں کی تلاش میں جدوجہد کے ساتھ صرف جنگلی جانور کے شکار سے اپنا رزق حاصل کرتے ہیں اس کے تفصیلی واقعات آئندہ بیان کئے جائیں گے یہ طرز زندگی مخصوص ہے۔ نیپال کے جنگل کے لئے یہاں فرمانروائے صحرا کو بڑی مشقت کے ساتھ گھنی جھاڑی اور موٹی گھاس کے فرش پر چلنے میں بھی دشواری ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ یا تو فطرت اور خالق اکبر نے اس کا انتظام اس طرح پر کیا ہے کہ نیپال کے جنگل کے شیروں کے ہاتھ پیر زیادہ قوی اور زبردست بنائے ہیں یا یہ ان نتیجہ اس محنت اور مشقت کی وجہ سے جس کا مقابلہ بچپن سے کرنا پڑتا ہے۔ اس جنگل کے شیر بمقابلہ اور جنگلوں کے شیروں کے جن کی زندگی مقابلتاً آرام و آسائش کے ساتھ بسر ہوتی ہے۔ زیادہ قوی اور زبردست ہو جاتے ہیں۔ وجوہ جو کچھ ہوں مگر مسلم امر یہ ہے کہ بنگال ٹائیگر جس میں نیپال کی ترائی اور برما اور آسام کے جنوبی پہاڑی حصوں کے رہنے والے یہ سندربن کے باشندے شامل ہیں

بہت چوڑے اور ہاتھ پیر کے زیادہ بھاری ہوتے ہیں بعض یورپین مصنفین کی رائے ہے کہ لمبائی میں یہ شیر ممالک متوسط کے شیر سے ایک سے ½ ۱۵ انچ تک کم ہوتا ہے۔

ﺙ دوسرا جنگل کاشمیر کا لیا گیا ہے۔ اس میں چند پہاڑ مقابلتاً زیادہ مسطح اور اُن زیادہ وسیع میدان ہیں۔ آب وہوا بھی زیادہ خوشگوار اور نیپال کے مانند سخت نہیں ہے۔ بجائے بڑے بڑے درختوں اور سخت اور لمبی گھانس کے یہاں کی گھانس نرم ہے۔ جھاڑی گنجان اور خاردار نہیں ہے۔ اس جنگل میں جو شیر سکونت پذیر ہیں اُن کو سانبھر اور چیتلوں کے پیچھے سخت محنت نہیں کرنی پڑتی نہ اس قدر سخت اور گرم موسم سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ جو ترائی کے لیے مخصوص ہے۔ یہاں کا شیر فطرتاً ہلکا اور سُبک ہاتھ پیر کا ہونا چاہیے یہ مثال نہیں ہے حقیقتاً کاشمیر کے قرب وجوانب کا شیر بمقابلہ بنگال ٹائیگر کے ہلکا ہوتا ہے۔ البتہ اگر پیلی بھیت کے جنگل تک کا شمیر کا سلسلہ شمار کر لیا جائے تو پیلی بھیت کا شیر کسی قدر بھاری ثابت ہوگا۔

ﺙ کوہ سلیمان سے جو افغانستان کا شمالی حصہ ہے۔ برما اور سیام تک کوہ ہمالیہ پھیلا ہوا ہے۔ یہ دنیا کا سب سے بلند پہاڑ ہے۔ اور خدا کی قدرت کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔ جو برف اُس کی چوٹیوں پر جاڑے کے موسم میں گرتی اور گرمیوں میں پگلتی ہے۔ اُس سے پنجاب کی پانچوں ندیاں۔ گنگا مائی۔ جمنا۔ انڈس اور برہمپترا جیسے ذخار دریا ہزاروں میل تک سانپ کی طرح لہراتے ہوئے بہتے ہیں ہمالیہ جیسے رفیع الشان پہاڑ کے دامن پر سر سبز اور گھنا جنگل ہے کہیں کسی قسم کا اور کہیں کسی قسم کا اس حصۂ ملک میں یعنی آفریدیوں کے ملک سے لے کر برما تک جو انسان اور حیوان رہتے ہیں اُن سب کی شکل۔ رنگ اور قد وقامت میں فرق ہے جب مختلف حصوں کے اشرف المخلوقات اور متمدن جاندار حضرات انسان پر آب وہوا اور طرزِ معاشرت کا اس قدر اثر ہوتا ہے۔ تو جنگلی جانوروں کا ان تمام اثرات سے متاثر ہونا اور رنگ وقد وقامت نیز جسامت اور وزن میں فرق ہونا لازمی ہے۔

تیسرا نمبر ناگپور کے جنگل کا ہے اور اسی جنگل میں ہمارا جنگل بھی شامل ہے سنٹرل انڈیا کے

ضلع چاندہ سے ضلع آصف آباد ملا ہوا ہے اور یہ سلسلہ اضلاع کریم نگر و ورنگل تک چلا گیا ہے ناگپور کے جنگل سے مراد ممالک متوسط کے تمام مختلف رقبے لیے جائیں تو بجائے خود ان تمام جنگلوں کی ہیئت اور نوعیت میں بڑا فرق ہے۔ زیادہ تفصیل سے بیان کرنا محض طول دینا ہے صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ ان جنگلوں کی نوعیت شمالی جنگلوں سے جداگانہ ہے اور اس لئے یہاں کا شیر بنگال ٹائیگر سے جسامت میں کسی قدر کم مگر لمبان میں کسی قدر زیادہ جسم کی ساخت بھی زیادہ خوبصورت یعنی ایک چھریرے جسم کے پہلوان کی طرح اُس کا جسم بٹا ہوا اور زیادہ پھرتیلا ہوتا ہے۔ طول کے متعلق اکثر مصنفین میں اختلاف رائے ہے۔

چوتھا نمبر میسور کے جنگلوں کا ہے۔ یہاں کے جنگل اور پہاڑ ناگپور کشمیر اور بنگال کے پہاڑوں سے زیادہ مختلف النوع ہیں۔ یہاں کے شیر شمالی شیروں کے مقابلہ میں کسی قدر پست قامت اور لمبان میں کسی قدر کم ہوتے ہیں مگر جسامت اور چوڑے چکلے ہونے میں کسی طرح گرے ہوئے نہیں ہوتے میرا مشاہدہ اور بہت چند روزہ تجربہ اس کے خلاف ہے میرے خیال میں میسور کے شیر کا سینہ ممالک متوسط اور راجپوتانہ کے شیروں کے سینہ سے کم اور دبا ہوا ہوتا ہے۔ پٹھوں کے ڈھال میں بھی مجھکو فرق معلوم ہوا۔ راجپوتانہ کے شیروں کے پٹھوں کا ڈھال جسم کے دائیں بازو پر تھا۔ میسور کے قرب وجوار کے شیروں کے پٹھے دم کی طرف ڈھلے ہوئے تھے یہ کہنا کہ یہ فرق عام یعنی ہر دو شیروں میں موجود ہوتا ہے یا صرف اُن چند شیروں میں تھا جن کو میں دیکھ سکا مشکل ہے۔ راجپوتانہ اور میسور دونوں جنگلوں کے وہ شیر دیکھ کر جو عجائب خانوں میں بطور نمونہ پلے ہوئے تھے میں نے یہ رائے قائم کی ہے ابتداءً جب جنگل میں میں نے شیر دیکھے تو ان امور پر غور کرنے کا مجھکو نہ خیال تھا نہ تمیز۔

ف بیان مندرجہ بالا سے وجوہ اختلاف اچھی طرح سمجھ میں آگئی ہونگی اب شیر کی جسامت اور رنگ وغیرہ نیز عادات کے متعلق بیان کرنا ہے مگر ان معلومات کو پیش کرنے سے قبل زیادہ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیروں کے مقامات بود و باش اُن کے مختلف سیرگاہوں

اور مقامی خصوصیات و ضروریات زندگی کا ذکر کیا جائے۔ اس کے ضمن میں اور انہی کے ساتھ ان چیزوں کا بہ تفصیل ذکر کر دیا جائے گا اور بہ آسانی ہر اختلاف کی تفصیل معہ وجوہ سمجھ میں آجائیگی۔

شیر ایشیا کے مندرجہ ذیل ممالک میں پھیلا ہوا اور موجود پایا جاتا ہے۔ کوہ قاف کا جنوبی حصہ شام کے چند جنگل۔ ترکستان کا وسطی اور جنوبی حصہ ایران کے وسطی اور شمال و مغرب کے جنگل تبت۔ چین۔ کوریا۔ منچوریا۔ منگولیا۔ آسام۔ برما۔ اور ہندوستان ان ممالک میں سے بعض میں ان کی کثرت ہے۔ اور بعض میں ان کی تعداد کم اور کہیں بہت کم ہے۔ یہ سب شیر جو اس قدر دور و دراز ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں نوعیت میں ایک ہیں جیسے بنی نوع انسان لیکن ان کے نمونہ میں بڑا فرق ہے۔ جیسے ایک یوروپین لیڈی۔ پھر ترکن ایرانی ہندوستانی و چینی لیڈیاں اور اُن کے مقابلہ میں ایک حبشن کی ساخت اور رنگ وغیرہ قاف شام اور شمالی ایران کا شیر ہند کے شیر سے بہت زیادہ بالدار ہوتا ہے۔ منچوریا سائبریا اور ترکستان کا شیر ہند کے شیر سے کئی انچ بڑا کئی انچ اونچا اور جسم کی لمبائی میں کم اور بالوں کے لحاظ سے ریچھ نما جانور ہے۔ اس کی ساخت بدنما گردن کوتاہ بدوضع اور دم چھوٹی ہوتی ہے کوریا کے شیر کے متعلق یہ پڑھا ہے۔ کہ وہ اِن تمام شیروں سے شکل و صورت میں مختلف ہے۔ چین کا شیر چھوٹا اور رنگ میں گہرا ہے۔ شیر اِن ممالک میں پھیلا ہوا ہے۔ اور ہر ملک کی آب و ہوا۔ پہاڑوں اور جنگلوں کی نوعیت اپنے طرز معاشرت اور اپنی غذا نیز غذا حاصل کرنے کے طریقہ کے لحاظ سے دوسرے ملک کے شیر سے کسی قدر مختلف ہے ہندوستان بجائے خود ایک برّ اعظم ہے۔ اس کے صوبوں کا رقبہ یورپ کے ممالک سے زیادہ ہے۔ اور فطرت نے اِس ملک کو یہ فضیلت دی ہے کہ شیر کے وجود اور زندگی کیلئے جو (۳) اسباب یا سامان سب میں اہم اور لازمی ہیں وہ ہندوستان کے ہر صوبہ و حصّہ میں موجود ہیں یعنی اولاً پانی کا بکثرت موجود ہونا دوسرے سایہ دار درخت آفتاب کی تیز شعاعوں کو برداشت کرنے پر شیر ہرگز آمادہ نہیں ہوتا اور اس کے سمجھنے والے ہانکہ میں اس کا لحاظ رکھتے ہیں۔

اور تیسرے اُن چرندوں کی چراگاہیں جو شیروں کی غذا ہیں۔ خواہ وہ جنگلی چرندے ہوں جیسے چیتل۔ نیل گائے۔ سانبھر وغیرہ یا پلے ہوئے چوپائے جیسے بیل۔ گائے۔ بھینس۔ گدھے وغیرہ۔ بہ استثنائے بعض حصص راجپوتانہ و پنجاب و سندھ۔ بلوچستان یہ سامان ہر جگہ فطرت نے مہیا کئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہند جیسے وسیع جزیرہ نما میں اکثر و بیشتر شیر ہر جگہ پائے جاتے ہیں۔

ف۔ ہندوستان کی آبادی بھی اگر دنیا کی آبادی سے مقابلہ کیا جائے تو گنجان کہلا جانے کی مستحق ہے۔ پھر بھی یہاں کے ہر صوبہ میں شیر نظر آتے ہیں آباد سے آباد صوبوں کا یہ حال ہے کہ کسی نہ کسی ضلع میں شیر ضرور موجود ہے۔ ممالک متحدہ۔ بمبئی۔ پنجاب وغیرہ کے بھی بعض پہاڑی مقامات یا شاداب جنگلوں میں شیر کا وجود پایا جاتا ہے۔ ہند کے تمام صوبوں میں شیر کا وجود مسلم ہونے کے بعد بنگال میں اور خصوصیت کے ساتھ وہاں کے شمالی حصوں میں جو ہمالیہ سے متصل یا ترائی میں شامل ہیں۔ شیر بکثرت ہیں اور اس قدر کہ شاید روئے زمین پر کہیں اس کثرت سے نہوں علاوہ بریں بنگال کا شیر قوی ترین اور خوبصورت ترین شیر مانا جاتا ہے۔

ف۔ بنگال کا نام سنکر شکاریوں کے منھ میں پانی بھر آتا ہے۔ نیپال یہ حصہ دنیا کی شکارگاہوں میں بہترین شکارگاہ تسلیم کی جاتی ہے۔ بڑے جانوروں میں بجز چند بڑے بڑے ہرن کی قسم کے جانور اور زراف کے کوئی قابل شکار ایسا جانور نہیں ہے جو یہاں موجود نہ ہو۔ شیر کی جگہ آفریقہ میں ببر کی حکمرانی ہے مگر متعدد شکاری مصنفین شیر کو زیادہ قوی اور بہادر بادشاہ مانتے ہیں۔ نیپال کی ترائی اور اودھ فارسٹ سے لے کر برما تک یہ سات آٹھ سو میل کا لمبا قطعہ شیروں کا خاص مسکن اُن کی کثیر تعداد کو پناہ دینے والا شیروں کی سب سے بڑی جولانگاہ اُن کی پیدائش کا خاص مقام اور اُن کی پرورش کا بہترین گہوارہ ہے مندرجہ بالا الفاظ میں سے کوئی لفظ مبالغہ یا عبارت آرائی کی غرض سے نہیں لکھا گیا ہے

حقیقتاً ہر لفظ بہ لحاظ شیروں سے تعلق رکھنے کے بالکل صحیح اور اصلیت و حقیقت کا مصداق ہے
ف یہ سات آٹھ سو بلکہ ہزار میل طویل قطعہ اور اگر مغربی ہمالیہ کا حصہ شامل کر لیا جائے تو ۳۵۰۰ میل طول ملک مسلسل بغیر کسی استثنا کے ہرے بھرے جنگلوں سے بھرا ہوا ہے کہیں اور کسی مقام پر کوئی خشک میدان یا ایسا آباد قطعہ کہ اس میں جنگل نہ ہو یا کھلی ہوئی زمین موجود نہیں ہے۔ ہمالیہ کی ترائی اسی سے مقصود ہے۔ البتہ اس کا عرض کہیں کم کہیں زیادہ ہے نینی تال۔ مسوری۔ شملہ وغیرہ کے مغرب میں ترائی کا عرض کم ہے اور اسی لئے اس میں شیر کم ہیں مگر مغربی حصہ یعنی اودھ فارسٹ سے لیکر (یہ خود ترائی ہے) نیپال گورکھپور سندربن اور آگے بڑھ کر برما تک یہ ترائی کا جنگل زیادہ عریض ہے۔ اور یہاں کا جنگل اور اس کی نوعیت بہ مقابلہ مغربی حصہ کے شیروں کی پیدائش پرورش اور پناہ کے لئے زیادہ موزوں ہے۔

بنگال ٹائگر کا لفظ اسی مشرقی حصہ کے شیروں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور بنگال ٹائگر تمام دنیا کے شیروں سے بہ استثنائے منگولیا۔ منچوریا اور سائبیریا کے چند بدنما اور قابل حقارت نمونوں کے زیادہ بڑا زیادہ جسیم اور زیادہ قوی زیادہ شاندار اور خوبصورت مانا جاتا ہے۔

ف یہ امر شکاریوں کی معلومات کے لئے مفید ہے کہ ہمالیہ کی ترائی کے اس تسلسل کی وجہ سے شیر جیسے قوی اور نڈر جانور کے لئے یہ ممکن بلکہ آسان ہے کہ وہ ان ہرے بھرے جنگلوں میں جہاں پانی کی فراوانی اور شکار ملنے میں ہر طرح کی آسانی ہے۔ دو سو چار سو میل بلکہ اس سے بھی زیادہ حصہ پر گشت لگاتا اور سیر و شکار کرتا ہوا پھرتا رہے۔ یا اس کی جولانگاہ اور شکارگاہ کے رقبہ میں اس قدر وسعت ہو کہ ایک ملک سے دوسرے ملک تک نکل جائے۔ یہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ ہر ملک کے باشندے اور وہاں کے جانوروں میں بین فرق ہے۔ پس ان دونوں واقعات کو ملا لیجئے اور اس امر کو پیش نظر رکھنے کے بعد کہ آمد و رفت کا راستہ موجود اور کھلا ہوا ہے۔ یہ امر آسان ممکن الوقوع معلوم ہوگا کہ (یعنی ہرے بھرے اور جانوروں کو پناہ دینے والے نیز شیروں کی غذا

۳۲

عمدہ شکار کرنے کے قابل جانوروں سے مملو جنگل) بنگال کے نمونہ کے شیر بعض اوقات مغربی حصوں میں مل جاتے ہیں یا اس کے برعکس مغربی پہاڑوں کے شیر بنگال اور برما میں نظر آتے اور شکار ہوتے ہیں۔ خود خاص بنگال اور خاص برما کے شیروں میں مابہ الامتیاز فرق ہے۔ مگر دونوں ملکوں کے جنگلوں میں اتصال اور قربت کی وجہ سے بنگال میں برما کے شیر اور برما میں بنگالی شیر علیٰ ہذا القیاس ترائی کے شیر ممالک متوسط میں اور وہاں کے ترائی میں کبھی کبھی شکاریوں کے ہاتھ آجاتے ہیں۔ کئی مصنفین نے اس پر تعجب ظاہر کیا ہے۔ کسی نے مندرجہ بالا اصول پر غور کر کے اس آمدورفت اور تبدیل مقام کا نام (migration مع) رکھا ہے۔ اور اس کی ضرورت و امکان کے وجوہ پر تفصیل بیان کئے ہیں۔

حقیقت میں یہ امیگریشن ہند میں تو کم مگر آفریقہ کے جنگلوں اور ریگستان میں عجیب و غریب اہمیت رکھتا ہے۔ کتابوں میں اس کی تفصیل پڑھنے سے یہ ایک بہت عجیب واقعہ اور خدا کی قدرت کا ایک حیرتناک جلوہ اور منظر معلوم ہوتا ہے آئندہ کسی موقع پر کسی آفریقہ کے مصنف شکاری کے بیان کا ترجمہ دلچسپی معلومات کی غرض سے ہدیۂ ناظرین کیا جائیگا۔

بنگال ٹائیگر کے بعد ممالک متوسط کے شیروں کا نمبر ہے۔ اس میں بھوپال کے جنگل ناگپور کے جنگلوں کا نہایت وسیع رقبہ جس میں ناگپور کے تقریباً تمام اضلاع اور خصوصیت کے ساتھ چاندا۔ بستر اسٹیٹ او زمینداریاں شامل ہیں۔

جنگل کی نوعیت کے ساتھ تھوڑا تھوڑا فرق یہاں کے شیروں میں بھی ہے مگر وہ اس قدر بیّن نہیں ہے کہ بغیر غور کرنے کے سمجھ میں آجائے۔ عام حالات اور عادات و خصائل کے سلسلہ میں اس کا ذکر مناسب ہوگا۔ اور اس کے ذہن نشین ہونے میں سہولت ہوگی۔

۲۳

ممالک متوسط کے بعد میسور کے جنگلوں کے شیر قابل بیان ہیں یہاں شیر کثرت سے ہیں اور اپنے شمالی بھائیوں سے چند خاص خاص امور میں مختلف ہیں ان کی تفصیل بھی شیر کی عادات و خصائل کے ساتھ عرض کیجائے گی۔

بمبئی یا ہند کے سواحل مغربی کے پہاڑوں کے شیر اور بالخصوص جنوبی حصوں کے کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتے۔ بجز اس کے کہ کسی قدر چھوٹے اور مقابلتاً نحیف الجثہ یا وزن میں کم ہوتے ہیں۔ البتہ صوبہ بمبئی کے شمالی حصہ گجرات کے چند جنگلوں میں جو مغرب میں سندھ اور شرق میں راجپوتانہ کے ریگستانوں سے متصل ہیں یہ خصوصیت ہے کہ یہاں شیر ببر موجود ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ گجرات میں کئی چھوٹی ریاستیں ہیں ان میں سے دو ایک والیان ملک نے بہ صرف کثیر ان ببر شیروں کو سالہا سال سے تقریباً پال رکھا ہے۔ ان کی حفاظت کا کافی سامان ہے اور اگر غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو متعدد ناکارہ جانور ان ببروں کے کھانے کیلئے جنگلوں میں چھوڑ وا دئے جاتے ہیں۔ برسوں سے یہ ببران جنگلوں میں آرام سے بسر کرتے اور افزائش نسل ببران یا حفاظت شکار کے محکمہ کو مدد دیتے ہیں۔ اگر کبھی حکمران ریاست کا جی چاہتا ہے اور شیر افگنی کا شوق پیدا ہوتا ہے تو دو چار ببر وہ خود مار لیتے ہیں ورنہ بالعموم ویسرائے بہادر ہند جب سندھ اور قرب وجوار کی ریاستوں کا دورہ فرماتے ہیں تو یہ ببران کے شکار کی شہرت اور شکار خانہ کی زینت کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ ببر کے ذکر میں ان نمکخواران ریاستہا جوناگڑھ کا حال کسی قدر تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔ یہاں شیر کے سلسلہ میں یہ بیان کرنا کافی ہے کہ گجرات اور صوبہ بمبئی کے شمالی حصوں میں شیر کا وجود تو کہیں کہیں ضرور ہے مگر بہت کم یہاں کا شیر بمقابلہ بنگالی۔ ناگپوری۔ دکھنی اور میسوری بھائیوں کے چھوٹا چھریرا اور کم خونخوار ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے راجپوتانہ کا شیر بہ مزاجی میں تمام شیروں سے بڑھا ہوا ہے۔ طول میں کسی قدر کم۔ جثہ میں سب کے برابر اور بلوغت میں سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ راجپوتانہ عام طور پر ریگستان ہے وہاں بڑے رقبہ کے ہرے بھرے جنگل مفقود ہیں

مگر پھر بھی کہیں کہیں شاداب قطعات نظر آجاتے ہیں زمانہ حال کے تمدن سیر و سفر کی سہولتوں اور سب سے زیادہ عمدہ یا یہ کہا جائے سخت تباہی پھیلانے والے آتش بار آلات کی وجہ سے یہ امید کیجا سکتی تھی کہ چند شیر جلد فنا ہو جائیں گے لیکن اس کے برعکس حال کی طرز معاشرت اور فیشن نے ان کی بقا پر مہر لگا کر ان کی حفاظت اور پناہ کے بڑے بڑے سامان پیدا کر دئے ہیں۔ زمانہ حال کے سائنٹیفک اصولوں میں سے یہ ایک نیا اصول دریافت ہوا ہے کہ جہاں شاداب و سرسبز جنگل ہوتا ہے وہاں بارش زیادہ ہوتی ہے چنانچہ چھوٹے چھوٹے رقبہ کی ریاستیں بھی اپنے حدود میں جنگل کو قائم رکھنے اور وسیع کرنے کی فکر میں ہیں۔ فیشن یہ ہے کہ ہر ریاست میں عمدہ شکارگاہ ہونا لازمی ہے۔ جنگل کی ضرورت اور فیشن کا اتباع یہ دونوں راجپوتانہ کے شیروں کے سرپرست اور محسن ہیں۔ اعلیٰ حضرت فرمان روایان ملک مثلاً بیکانیر۔ جودھ پور۔ الور وغیرہ کے علاوہ اور روساء نے اپنے حدود حکومت میں جنگل قائم اور شیروں کی پرورش کا انتظام کر رکھا ہے۔ صرف حکمران ریاست یا دو ایک معزز مہمان یہاں شکار کر سکتے ہیں اور اس کا بھی موقعہ دو چار سال بعد ایک آدھ مرتبہ آتا ہے۔ اس وجہ سے راجپوتانہ جیسے خشک ریگستان میں اس وقت تک شیروں کی کثیر تعداد موجود ہے۔ لیکن ترائی ممالک متوسط اور میسور کے مقابلہ میں یہ کسی شمار و قطار میں نہیں ہے۔ ممالک غیر کو چھوڑ کر خاص ہندوستان میں جس طرح شیر پھیلے ہوے ہیں اور جن جن حصوں میں یہ اس وقت متوطن ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کافی تفصیل کے ساتھ بیان کیا جا چکا ہے۔ اب شیر کے عام عادات وخصائل طرز زندگی اور مختلف حالات کے متعلق مفید اور دلچسپ معلومات جو میرے اپنے ۳۵ سال تجربہ اور متعدد یوروپین مصنفین کی تصنیفات سے فراہم کردہ مواد پر مبنی ہیں ہدیۂ ناظرین کیے جاتے ہیں۔ بہ لحاظ عمر اور طرز معاشرت یعنی حصول رزق کے طریقوں پر غور کرنے سے شیر کی عمر چار حصوں پر منقسم ہے۔ اولاً بچپن۔ اس کی مدت چار تا پانچ سال ہے۔ اس عرصہ میں جب کہ شیر بچہ یا پٹھا کہلاتا ہے۔ اس کا نشو نما

مسلسل جاری رہتا ہے۔ کبھی وہ موٹا اور چھوٹا نظر آتا ہے کبھی دبلا اور لمبا اور جانوروں بلکہ انسانی
بچوں میں بھی اکثر اس امر کا احساس ہوتا ہے۔ اور جب بارہ پندرہ برس کے لڑکے دبلے نظر آتے ہیں
تو کہا جاتا ہے کہ یہ بڑھ رہے ہیں۔ شیر چار برس تک قد نیز ہاتھ پیر کی طوالت میں ترقی کرتا رہتا ہے
اس زمانہ کا آخری یعنی پانچواں سال جسم کی ساخت کے بننے اور سنورنے مکمل ہونے اعصاب کے
بیٹھ جانے بالعموم تمام قوتوں کی تکمیل اور حسن شباب کے نکھار میں صرف ہوتا ہے۔ شیر کا
رنگ بھی اس وقت عمدہ زرد اور گہرا سیاہ ہوتا ہے۔ زرد زمین پر سیاہ چیتے خوش نما اور دلفریب
ہوتے ہیں۔ حسن فطرت کے شیدائی جن کو خالق اکبر نے اس کے صنائع کی خوبیوں پر غور کرنے
اور مسرت انگیز بلکہ حیرت انگیز جلوؤں کا لطف اٹھانے کی نعمت و خصلت عطا فرمائی ہے۔ وہ
اس عمر کے شیر کو دیکھ کر شعرا کے فرضی دلربا کو بڑی حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اگر
سمجھدار اور تقلید کی زنجیروں سے آزاد ذی خرد اور ذی علم شاعر مذکورہ بالا شیر کو جنگل میں
اس وقت کہ جب وہ بے خوف و خطر اور بغیر بھوک یا پیاس کی پریشانی میں مبتلا ہونے کے
مسرت اور سیر تفریح کی حالت میں زندگی کا لطف اٹھا رہا ہو دیکھیں تو مجھ کو یقین ہے کہ
وہ فرضی دلبروں کا خیال چھوڑ کر فطرت کے اس نمونہ حسن اور جلوہ حسن صفت کردگار کو اپنا
معیار خوبی اور مرکز عشق مجازی مقرر کر لیں گے۔

فرضی معشوقوں میں جس طرح شعرا معشوق کے ہر عضو کو لغو تشبیہات سے قابل نفرت
بنا دیتے ہیں اسی طرح یہی تعریفیں ہیں شیر کے جسم کا ہر حصہ دل کشی اور دلفریبی کا مرکز ٹھیرایا جا سکتا
اس پنجسالہ شیر کو بہ لحاظ تناسب اعضا ہر چہاردہ سالہ برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن از
فرق تا قدم ہمہ جا سے تو بوسہ است۔ صراحی دار گردن۔ معدوم کمر۔ اور اسی قسم کے
بلا مبالغہ ہزاروں صفات سے موصوف معشوقوں پر حقیقتاً ہر طرح ترجیح و فضیلت حاصل ہے
یہ معلوم ہوتا ہے کہ نقاش ازل نے تمام اصول حسن اور قواعد تناسب کو پیش نظر رکھ کر
حسن کی زیبا تصویر بنائی ہے۔ اس حسن کے ساتھ رعب قوت اور دلیری متانت اور

خودداری کی نشان اس کی ہر جنبش و حرکت سے اور ساکت و غیر متحرک ہونے کی صورتیں ہر نہج سے (یعنی خواہ کھڑا ہو یا بیٹھا۔ کروٹ سے لیٹا ہو یا پیٹ کے بل) بیّن اور پُراثر طور پر نمایاں ہوتی ہے۔ جب یہ نوجوان شیر کتے کی طرح (یہ سب میں بُری اور مکروہ مثال ہے) پیروں کو پیٹ کے نیچے اور ہاتھوں کو سامنے پھیلائے ہوئے گردن کو اوپر اُٹھا ہوا کر دم ہلاتا بیٹھا ہے۔ تو دیکھنے والے کی زبان سے بچہ ہو یا بڈھا بے اختیار "ہا ہا" نکل جاتا ہے۔ اور فوراً یہ خیال گذرتا ہے کہ بے شک یہ جنگل کا بادشاہ ہے۔

اس کا چکنا اور چمکتا ہوا جسم۔ خوش نما رنگ سپیدی زردی مائل گل پیچھے اٹھے ہوئے اور سیاہ سنجاب سے مرصع کان۔ خمدار گردن ہاتھ پیر کے اعصاب بل کھائے ہوئے جیسے کوئی عمدہ ریشم کی رسّی بٹتا ہے۔ اور لمبی شاندار دم جوڈ ہلوان گول پٹھوں اور خمدار کمر سے موزوں ترین طریقہ پر متصل ہے۔ صانع فطرت کے کمال صناعی کا اعلیٰ نمونہ معلوم ہوتا ہے اس کے ٹہلنے کی چال بھی آہستہ اور رعب و متانت سے بھری ہوئی ہوتی ہے۔ کبک دری کی اوچھی اور رقاصانہ لچک اور سرک اس میں نہیں ہوتی

ف حسن کے دیوتا بننے کے بعد شیر کی عمر کا دوسرا حصہ یعنی اُس کا شباب جدوجہد اور جوانی کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ یہ وہ وقت ہے جس کو سعدی نے انسان کی عمر کی تقسیم میں بہ ایں الفاظ بیان کیا ہے ؎

ہمچنیں تا مرد نام آور شدی ؛ فارس میدان و مرد کارزار

اب اس کو خود شکار کر کے پیٹ بھرنا ہے۔ اماں کے مارے ہوئے یا کم از کم اماجان کی مدد سے مارے ہوئے جانوروں کے گوشت کے لوتھڑے کسی نالے کے اندر یا پہاڑ کی چوٹی پر اماں کے پہرے کے بھروسے پر اطمینان کے ساتھ نوش جان فرمانے کا زمانہ گذر گیا خود شکار کرو۔ خود حفاظت کرو۔ خود اپنے پہرہ دینے والے بنو۔ اِدھر اُدھر دیکھتے جاؤ اور نوچ نوچ کر کھاتے رہو۔ میں نے تنہا شیر کو اپنا مارا ہوا بھینسا کھاتے ہوئے نیز دو۲ بچوں کو اپنی

ماں کے ساتھ ایک بیل کی لاش پر ڈنر کا لطف اٹھاتے ہوئے دیکھا ہے۔ تنہا شیر یا تو کھلگے کو ہلاک کرنے اور اس کو چیرنے کی محنت سے تھک گیا تھا یا بھوک کم ہونے کی وجہ سے کچھ کچھ وقفے کے بعد بچوں سے گوشت کھرچ کر ملکر کھاتا تھا۔ بخلاف بچوں کے کہ وہ کود کود کر جلد جلد گوشت کے ٹکڑے منہ سے نوچتے اور جلدی کے ساتھ شاید وہ ایک مرتبہ چبا کر کھا جاتے تھے اگر گوشت کے ٹکڑے کے نوچنے میں وقت یا دیر ہوتی تو شیرنی جو بیل کی پسلیوں کے پاس بیٹھی تھی اٹھکر نوچنے میں پہنچے سے مدد دیتی تھی۔ اسی ذاتی تجربہ کی بنا پر مجھکو شیر کی تنہائی اور اماں کے زیرِ عاطفت زندگی کا منظر یاد آگیا۔ انسان کے بچوں پر جب اُن کے سر سے ماں کا سایہ اُٹھ جاتا ہے تو کیا کچھ نہ گذرتی ہوگی۔

اس چار یا پانچ سال کی عمر سے ۱۵ بیس اور بعض حالات گردوپیش اور سہولتوں کی بنا پر ۲۵ سال تک شیر جوان رہتا ہے۔ اتفاق سے کوئی دوست، یا بھائی یا شادی کی خواہشمند کوئی شیرنی مل جائے تو اور بات ہے۔ ورنہ یہ شیر بالعموم تنہا بغیر کسی کی مدد کے اپنے ذاتی فکر و غور، محنت اور جدوجہد سے اپنا رزق حاصل کرتا ہے۔ جوانی کا زور اور شیرنی ماں کے سکھائے ہوئے داؤں پیچ۔ فطرت کے ودیعت کئے ہوئے ہوش و حواس اور پشت ہا پشت ورثہ میں حاصل شدہ عادات ان سب کے بعد ذاتی اور مقامی تجربات، یہ سب اس کے ممد و معاون ہوتے ہیں۔ اور اس وقت تک کہ ضعف پیری اور اضمحلال کے آثار نمایاں ہوں یہ جوان شیر جنگلی جانوروں مثل چیتل و سانبھر۔ نیل۔ سور کبھی کبھی ہرن اور چکارے نیز جب مل جائے سیہی کو مختلف طریقوں سے شکار کرکے اپنی زندگی بسر کرتا ہے۔ جس طریقہ سے یہ شکار کرتا ہے وہ آگے چل کر بیان کیا جائیگا اس جگہ صرف اس قدر ظاہر کرنا ضروری ہے کہ ایسے شیر بجز چند اور خاص حالات کے پلے ہوئے جانوروں اور دیہات کے مویشی کو نہیں مارتے آپ نے اکثر سنا ہوگا کہ شیر بندھے ہوئے کھلگے کے پاس آیا اور چاروں طرف چکر لگایا مگر گارا نہیں کیا ایسے واقعات اسی شکاری خوار شیر کے ہیں۔

اس کو بھاگتے ہوے جانور کو مارنیکی عادت تھی اور غالباً اس کو بندھے جانور کو مارنے کا ڈھنگ یاد نہ تھا یا کم از کم اُس وقت سمجھ میں نہیں آیا۔

ف مسٹر ڈنبار بلنڈرنے ایک چشم دید واقعہ بیان کیا ہے۔ وہ یہ کہ ایک شیر ایک بندھے ہوے کھلگے کی پیٹھ پر چڑھ گیا پھر ایک طرف کو دپڑا دوبارہ پھر اوپر سوار ہوا اور پھر دوسری جانب نیچے کود گیا۔ کئی مرتبہ یہ جستیں لگا کر جنگل میں چلا گیا۔ مصنف صاحب مذکور کا خیال ہے کہ یہ شیر بندھے ہوے جانور کو گرانے کے پیچوں سے ناواقف اور بلد تھا۔ یا اس قدر پیٹ بھرا تھا کہ ہضم کرنے کیلئے اِس نے کود پھاند کی ورزش کو کافی خیال کیا۔

یہ واقعہ مجھکو بھی کئی بار پیش آیا ہے کہ شیر کھلگے کے پاس آیا مگر گارا نہیں کیا اس کے وجوہ میرے خیال میں علاوہ شیر کی جوانی کے اور بھی ہیں اور جب میں نے اپنے خیال کے موافق گارا باندھنے کا خاص طور پر انتظام کیا تو کبھی کبھی کامیابی ہوی مگر زیادہ مرتبہ ناکامی کی صورت میں شیر کی جوانی گارہ نہ کرنے کی وجہ تھی اور جب کامیابی ہوی یعنی شیر نے دوسرے دن خاص انتظام کے ساتھ گارا باندھنے کے بعد کھلگے کو مارا تو میرے شبہات جو شکاریوں اور گارہ باندھنے والوں کی بدنیتی پر مبنی ہیں صحیح ثابت ہوے باندھنے کی ضمن میں اس کی تفصیل درج کیجائے گی۔

اب شیر اس عمر کے بعد (۱۵-۲۰-۲۵) جب بہ مصداق "مضمحل ہو گئے" تو غالباً زیادہ دوڑ دھوپ اور زیادہ محنت برداشت کرنے کے قابل نہیں رہتا تو مجبوراً آبادی سے قریب کے جنگلوں میں آرہتا ہے۔ جو جانور چرنے آتے ہیں یا جو جانور رات کو چھٹے رہجاتے ہیں ان میں سے ہر ایک آدھ کو مار کر اپنا پیٹ بھر لیتا ہے۔ یا موقع مل جائے تو کئی کئی جانوروں کو ہلاک کر دیتا ہے

ف شیر کیسا ہی بڑا کیوں نہ ہو ایک سالم بھینسا وقت واحد میں نہیں کھا سکتا۔ ایک تہائی اکثر و بیشتر تقریباً نصف کھلگا دوسرے دن کے لئے محفوظ کر دیا جاتا ہے کئی جانوروں کو وقت واحد میں مارنے سے یا تو اپنی قوت کی آزمائش مقصود ہوتی ہے۔ یا محض حرص یا کبھی

شیرنی کے سامنے جس سے عنقریب عقد ہونے والا تھا اپنی قوت کا اظہار اور شیخی منظور تھی اس آخر الذکر وجہ کو کئی مصنفین نے قوی ترین وجہ اور اغلب خیال کیا ہے۔ مسٹر بلینڈر نے لکھا ہے کہ اس جرم کا تو زمانہ کورٹ شپ میں ہر نوجوان انسان بھی مرتکب ہوتا ہے ناظرین اپنے ابتدائے جوانی کے حالات پر غور فرمائیں تو کچھ وقت مزے سے گزر جائیگا۔ ذکر العیش نصف العیش شیر کی عمر کا یہ تیسرا مرحلہ بھی چند سال میں طے ہو جاتا ہے۔ آنچہ دیدیم برقرار خود نماند۔ لیکن صحیح طور پر نہیں معلوم کہ اس کا دوران کتنا ہے۔ کئی سال تک شیر موٹی تازی زندگی لبسر کرتا ہے زیادہ تر اس زمانہ کا طول گرد و پیش کے حالات پر منحصر ہے عمدہ اور کافی غذا عمدہ سایہ دار سونے اور آرام لینے کا مسکن دشمنوں کی طرف سے ہر وقت جان کے خطرہ کا پیش نہ آنا یہ اسباب بقائے قوت اور بالآخر طول عمر کے ذرائع اور سامان ہیں۔ بعض شکاریوں نے ایسے شیر شکار کئے ہیں جو ملک کے غیر آباد اندرونی حصہ میں جہاں شکاریوں کا گذر دشوار تھا جہاں اور سالہا سال تک ان کا موقعہ نہیں آیا یہ دس دس بارہ بارہ برس سے مسلسل کاشتکاروں اور غریب رعایا کی مویشی کے لئے قہر الٰہی کا نمونہ تھے۔ یہ شیر قریب کے پہاڑوں جنگلوں اور نالوں میں مسکن گزیں ہو جاتے ہیں اور بڑا غضب یہ ہے کہ آرام و امن کی وجہ سے بچہ کشی بھی زیادہ اطمینان کے ساتھ ہوتی ہے اور بچے اپنی ماں کے ساتھ خصائل بد اور بد اطواری کے خلاف عادت اور قبل از وقت عادی ہو جاتے ہیں۔ بڑی شیرنی اپنے بچوں کو مویشی مارنا سکھادیتی ہے اور یہ بچے جوان ہو کر بجائے اس کے کہ شکار کرتے جنگلی جانور مارتے مویشی کو مارنے اور کھانے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ ایک بڑھی آدم خوار شیرنی کے بچے عین جوانی میں آدم خوار ہو گئے تھے۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ سات آٹھ برس کے دو جوان شیر صرف اس وجہ سے کہ ان کا بچپن انکی آدم خوار ماں کے ساتھ گذرا تھا عین جوانی میں آدم خوار ہو گئے تھے کئی سال قبل ان کی آدم خوار ماں کو میں نے شکار کیا تھا۔ یہ بچے اُس وقت تین اور چار سال کے درمیان میں ہونگے۔ جب ان کی ماں ماری گئی تو یہ

۴۰

ایک گنجان جھاڑی میں جا چھپے تھوڑی دور ان کا پیچھا کیا گیا مگر ان کے حقیر قد و قامت کی وجہ سے زیادہ کوشش کرنے کو دل نہ چاہا کیمپ کو واپس آگیا۔ کئی برس کے بعد مجھکو پھر وہاں جانے کا اتفاق ہوا مجھ سے ایک میرے قدیم شکاری دوست نے بیان کیا کہ اس وقت قریب و جوار کے دیہاتوں کو دو آدم خوار شیروں نے سخت پریشان کر رکھا ہے یہ دونوں جوان شیر ہیں اور غالباً یہ وہی دونوں بچے ہیں جن کی آدم خوار ماں فلاں سنہ میں ماری گئی۔ اور یہ بچ نکلے تھے۔

شیر کے آدم خواری کا زمانہ چند سال سے اوپر نہ ہوتا ہوگا۔ اور یہ ایسا مسئلہ ہے کہ اس کی عمر کا تعین ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ بہر حال آدم خواری کے بعد شیر کی عمر کا بدترین حصہ اور انسان کے لئے خوفناک اور وحشتناک ترین وقت آ پہنچتا ہے۔ شیر میں جب اتنی قوت باقی نہیں رہتی کہ وہ گائے بھینس کو گرا سکے یا گرا کر مار ڈالنے میں کامیاب ہو جائے تو مجبوراً وہ پہلے تو بکریوں کو پکڑنے اور کھانے کی کوشش کرتا ہے اور اس کے بعد جب اس کو اس میں بھی دقت ہوتی ہے تو انسان کو جس کا پکڑنا اور مارنا نہایت آسان ہے کھانے کا عادی ہو جاتا ہے۔ یہ زمانہ آدم خواری زیادہ طول نہیں کھینچتا مگر اس دو ایک سال کے عرصہ میں شیر کو اس کی یہ عادت بہت چالاک اور فریب دہ دھوکہ بازی میں فرد اور حیرت انگیز طریقہ پر اپنی حفاظت میں ہوشیار کر دیتی ہے۔ اس کی چالاکیاں اس حد تک بڑھ جاتی ہیں کہ بالعموم جہلا میں وہ شیطان یا کسی ظالم ڈاکو کی روح شیر کا جسم لئے ہوئے مشہور ہو جاتا ہے۔ اس کو مارنے کی ہر کوشش ناکام ثابت ہوتی ہے۔ اس کو گھیرنے اور ہانکا کرنے کے انتظامات بے سود ہوتے ہیں اور اس کے دفعیہ اور اس سے پناہ ملنے کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ انتہا یہ ہے کہ سوائے چند بہت سمجھدار۔ تجربہ کار اور دلیر شکاریوں کے اس کے مارنے کا کوئی ارادہ بھی نہیں کرتا۔

شیر کے شکار کے مبتدیوں کو ڈرانے والے علاوہ اس کے نہایت وحشتناک

قصے سنا کر ڈرا دیتے ہیں۔ اس کے شکار میں خود مدد نہیں دیتے بلکہ اگر باہر سے مدد لینے کا انتظام کیا جائے تو باہر والوں کو بھڑکا کر اُن کی جرأت کو زائل کر دیتے ہیں۔ گانوں والوں کے یہ سب افعال اُن کی مایوسی اور اُن کے اعتقاد پر جس میں خوف وہراس کا بہت بڑا حصہ ہے مبنی ہوتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ اگر انہوں نے ذرا بھی شیر کی ہلاکت میں مدد دی تو وہ دیوتا اُن کو کھا جائے گا۔

آدم خوار شیروں اور اُن کی چالاکیوں کے میں نے متعدد قصے سُنے ہیں سینکڑوں کتابوں میں پڑھے ہیں اور چند واقعات کا مجھکو ذاتی تجربہ ہے اس موقع سے بہتر کوئی اور مناسب جگہ اس کتاب میں ان افسانوں کو درج کرنے کی نہیں مل سکتی مگر یہ اس قدر متعدد اور بعض ایسے ایسے لمبے قصے ہیں کہ اگر وہ حیز تحریر میں لائے جائیں تو ایک جداگانہ مستقل کتاب بنجائیگی۔ اس لئے میں آدم خوار کی چالاکی کے صرف اُن چند واقعات کو بیان کرتا ہوں جو مجھپر گذرے ہیں یا جن کا میں نے خود مشاہدہ کیا ہے۔

(۱) میں ضلع عادل آباد میں دورے پر تھا۔ ایک گاؤں کے پٹیل نے مجھ سے بیان کیا کہ اُس کے گاؤں کے قریب ایک چھوٹا سا جنگل ہے۔ اُس میں ایک آدم خوار شیر رہتا ہے۔ آس پاس کے گاؤں کے ۱۲ اور ہمارے گاؤں کے ۶ آدمی اور ۷۰ مویشی اس نے مارے ہیں۔ گاؤں کا شکاری کئی مرتبہ مختلف درختوں پر بیٹھا مگر جب سے شیر نے اُس کے بیٹے پر حملہ کیا۔ اور اُس کے بھتیجے کو جنگل میں دھمکایا اُس وقت سے اُس نے توبہ کرلی کہ اس کو مارنے کا ارادہ نہ کریگا۔ میں نے پٹیل سے کہا کہ اچھا میں کل اس جنگل کو چلونگا۔ پٹیل بہت خوش ہوا مگر یہ کہا کہ سرکار تو منتر پڑھتا ہے کہ نہیں کل منتر پڑھکر اور فاتحہ دلا کر چلیو۔ میں نے سبب دریافت کیا تو اُس نے کہا کہ یہ شیر ایک گونڈ کی روح ہے وہ معمولی شکاری کو نظر نہیں آتی تو منتر پڑھکر مارتا ہے میں نے فلاں فلاں موقعہ پر دیکھا ہے۔ بس اس کو بھی منتر پڑھ لے اور لٹا دے۔ غالباً یہ پٹیل اس سے قبل دو ایک بندیوں کے لئے اس کا ہانکہ کرا چکا تھا مگر چونکہ میری بغیر اجازت

کسی کو شکار کھلانا قانوناً منع تھا۔ اس لئے پٹیل نے ان ہانکوں کا مجھ سے ذکر نہیں کیا۔ اور شیر کی چالاکی کو گونڈ کی روح پر محمول کیا یا شاید اُس کو اس کا اعتقاد ہو۔ دوسرے دن بارہ کے قریب میں معہ اپنے چند شکاریوں کے جنگل پہنچا تاکہ ہانکہ اور مچان باندھنے وغیرہ کا انداز دیکھوں۔ جنگل کو دیکھ بھال کر میں نے دو تین جگہ مچان باندھنے کا حکم دیا اور ایک خاص جگہ جہاں شیر کے متعدد مرتبہ گذرنے کے نشان تھے اور جہاں دوسرا نالہ بڑے نالے میں ملا تھا اپنی جگہ مقرر کی۔ نالہ کے موڑ کے قریب کوئی درخت بیٹھنے کے قابل نہ تھا اس لئے میں نے تقریباً موڑ سے بیس گز پیچھے ہٹکر ایک جھاڑی کی آڑ میں اپنے بیٹھنے کی جگہ مقرر کی اور پٹیل وغیرہ کو بتا دیا کہ مچانوں پر میرے ہمراہی مثل امین پولیس اور دوم تعلقدار اور تحصیلدار صاحبان وغیرہ بیٹھیں گے۔ اور میں جھاڑی کی آڑ میں اس جگہ بیٹھونگا۔ یہ آزمانے کے لئے کہ شیر اس جگہ پر دیکھ سکیگا یا نہیں میں خود جھاڑی کی آڑ میں جاکر بیٹھ گیا اور ان لوگوں سے کہا کہ تم ملکر آؤ اور نالہ کی طرف جاؤ اور مقررہ جھاڑی کے پاس ٹھیر کر خوب غور سے دیکھو کہ میں نظر تو نہیں آتا (دوسرے دن ہانکہ اسی رُخ اور اسی طرح سے ہونے والا تھا اور میں سب کو سمجھا چکا تھا) میری اس ہدایت پر ایک دو نہیں پانچ چار میرے مقابل کے مقام سے گذرے اور سب نے بیان کیا کہ میں نظر نہیں آتا اس اطمینان کے بعد ہم سب آگے بڑھ گئے پانچ گاؤں والے پیچھے رہ گئے تھے اور آپس میں شیر ہی کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔ ایک نوجوان لڑکا جس نے تحصیلدار صاحب وغیرہ کو نالہ سے جھاڑی کی طرف جھانکتے دیکھا تھا وہاں پہونچا اور اُس نے اُسی مقام سے جہاں سے اوروں نے دیکھا تھا جھاڑی کی طرف دیکھا شاید ہم لوگ بہ مشکل ۶۰ گز گئے ہونگے کہ اور اس لڑکے کے ساتھی ٹھیک بامُشکل گز پر ہونگے کہ لڑکے کی چیخنے کی آواز آئی باگھ۔ باگھ۔ آواز سنتے ہی میں اور سب ہمراہی فوراً پلٹے اور سب نے میرے کہنے اور چلانے چیخنا شروع کیا بندوق لے کر میں نے زیادہ سے زیادہ (۶۰) گز کا فاصلہ چند سکنڈ میں طے کیا ہوگا میری صحت بہت اچھی تھی۔ اس کے علاوہ اُس لڑکے کے ساتھی اُس سے بیس گز کے فاصلہ پر

میں نے یہ فاصلہ بعد میں ناپا۔ یہ لوگ غالباً مجھکو آتے دیکھ کر میرے ساتھ دوڑے کیونکہ میں سب سے پہلے پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ لڑکا زمین پر نالے کے کنارے سے سہارا دیا ہوا بیہوش بیٹھا تھا۔ جھاڑی کی طرف سے اس کی نگاہ لڑی ہوئی تھی اور کبھی کبھی باگھ کا لفظ اس کے منہ سے نکلتا تھا۔ میں نے اس کو شانہ پکڑ کر ہلایا اور کہا کہ ڈرمت ہم سب آ گئے۔ چپل بھی آ گیا اور اس نے بھی اپنی زبان میں کئی بار اس کا نام لے کر کہا کہ اب مت ڈر ہم یہاں ہیں شیر کہاں ہے اس کو پانی پلوا لینے اور منہ پر پانی چھڑکنے کے چند منٹ بعد اس کو ہوش آیا اور اس مقام سے دور جانے کے بعد اس نے بیان کیا کہ اس نے جھاڑی کی طرف دیکھا تو اسی جھاڑی سے نکل کر شیر جھکا ہوا آہستہ آہستہ اس کی طرف آتا ہوا نظر آیا۔ جب یہ کئی بار چلایا اور ہم لوگوں کی آوازیں آئیں تو وہ پہاڑ کی طرف (جو وہاں سے آدھ میل کے فاصلہ پر جانب مغرب واقع ہے۔ اور جس پر سے دوسرے دن ہانکہ ہونے والا تھا) چلا گیا۔

یہ سن کر میں دو تین آدمیوں کو لے کر جھاڑی کی طرف آ گیا۔ نہایت حیرت کی بات ہے کہ شیر کے پنجوں کے نشان جھاڑی سے نالہ کی طرف آتے ہوئے دو جگہوں پر صاف نمایاں تھے مگر واپسی کا کوئی نشان نہ تھا اس کی صرف دو صورتیں ممکن معلوم ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ یہ واقعہ صحیح ہے۔ شیر آدمیوں کی گڑبڑ کی وجہ سے یہاں چھپا ہوا بیٹھا تھا یا کہیں سے آ رہا تھا اور ہم کو دیکھ کر کہیں قریب میں چھپ گیا تھا۔ ہم سب کے ہٹتے ہی اپنی کمینگاہ یا جائے پناہ سے نکلا اور لڑکے کو دیکھ پایا دس بارہ قدم اس کی طرف بڑھا۔ جب غل ہوا تو بھاگ گیا لیکن کیونکر بھاگا اور جانے کے نشان کیوں نظر نہیں آئے یا غالباً جست کر کے نکل گیا ہو دوسری صورت یہ ممکن ہے کہ شیر نظر آنے کا سب قصہ غلط ہے لڑکے کے دماغ میں شیر کا تصور تھا اور رہے پنجوں کے نشان۔ یہ پہلے کے ہوں گے نالہ کے پاس پنجوں کے متعدد نشانوں ہی کی وجہ سے میں نے اس مقام کو اپنے بیٹھنے کی جگہ مقرر کیا تھا نالے کے اندرونی نشان تو یقیناً شیر کے تازہ نشان تھے۔ پھر نالہ سے باہر دس بارہ گز کے فاصلہ پر پنجے کے نشان کا ہونا مطلقاً تعجب انگیز امر ہے

لیکن واپسی کے نشان نہ ہونا بے شک حیرت خیز ہے - اصل واقعہ جو کچھ ہو گاؤں والوں کو اور بھی یقین واثق ہو گیا کہ یہ شیر شیطان ہے - جس جگہ چاہتا ہے غائب ہو جاتا ہے - دوسرے روز ہانکے والوں میں کچھ بڑھے کچھ بچے خاص کر ماں کے لاڈلے بیٹے نہیں آئے - کل آدمی جمع نہیں ہوئے دن کے دو بجے قرارداد کے موافق سب شکاری اپنی اپنی جگہوں پر قائم ہو گئے۔

مولوی عبدالعلی صاحب مہتمم لوکل فنڈ - مولوی محمد علی خان صاحب تحصیلدار - مولوی سراج حسین صاحب دوم تعلقدار - مولوی عبدالرحمن خان صاحب امین پولیس مچانوں پر جو نالہ کے طول میں باندھے گئے تھے بیٹھ گئے - میں اور سید محبوب صاحب اور غلام حسین میرا پولیس آرڈرلی میرے ساتھ جھاڑی کی آڑ میں شطرنجی پر بیٹھے ہالینڈ اینڈ ہالینڈ ۵۰۰ اکسپریس میرے ہاتھ میں تھی ۵۷۷ میرے داہنے معہ ایک ۴۵۰ ریوالور کے لدی ہوئی رکھی تھی - غلام محبوب صاحب کے ہاتھ میں ایک افغانی چھرا تھا غلام حسین بارہ بور لئے ہوئے بیٹھا تھا - ہانکہ شروع ہونے میں دیر تھی غلام حسین نے دور جا کر آگ سلگائی اور حقہ تیار کر لے آیا - یہاں ایک لطیفہ قابل بیان ہے

میں نے ۵۰۰ اکسپریس سے اس مقام کا نشانہ لیا جہاں سے شیر کے نکلنے کا گمان غالب تھا ایک جھاڑی کی شاخ اور کچھ پتے درمیان میں اٹکے ہوئے نظر آئے اس خیال سے کہ یہ گولی کے راستہ میں حارج نہ ہوں میں نے غلام محبوب صاحب سے کہا کہ مجھکو چھرا دیجئے تاکہ میں ان شاخوں کو چھانٹ دوں - انہوں نے یہ نہایت تیز دھار کا برہنہ چھرا تھا سیدھی طرف سے یعنی دستہ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر مجھکو دیدیا اور میں نے بغیر پیچھے کی طرف مڑنے کے ہاتھ کو پشت کی طرف سے بڑھا کر چھرے کو کھینچ لیا - نتیجہ یہ ہوا کہ چاروں انگلیاں خون میں آلودہ ہو گئیں - سید صاحب کا حال اور اظہار افسوس کا طریقہ قابل دید تھا - قریب تھا کہ کچھ بول پڑیں - مگر اشارہ کرنے کی وجہ سے خاموش رہے۔

ف ہانکہ پہاڑ سے نالہ کی طرف شروع ہو گیا ہانکے والے سامنے نظر آ رہے تھے مگر کمبخت حقہ ایسی خوشبو دے رہا تھا کہ میں نے دو چار کش لگائے بغیر وہاں سے نہیں اٹھایا

یہ ... ۷۰۰ گز طول کا ہانکہ تقریباً آدھے گھنٹے میں قریب آگیا کیونکہ پہاڑ پر کی جھاڑی زیادہ گنجان نہ تھی۔ ہانکہ والوں نے قریب آکر مجھکو دیکھ لیا کیونکہ میں نشیب میں تھا اور یہ پہاڑ پر اور اشارے کرنا شروع کردیا اور یہ سمجھ میں آیا کہ شیر میرے سامنے نالے میں ہے۔ پھر معلوم ہوا کہ شیر آگے بڑھ گیا پھر اور تھوڑی دیر بعد ہانکہ والوں کے جوش کے ساتھ ہاتھوں کے اشاروں سے معلوم ہوا کہ شیر واپس آرہا ہے۔ میں نے انگلیاں چوسنا موقوف کردیے کیونکہ ابتک خون نکل رہا تھا۔ بندوق ہاتھ میں لے لی اور اس امید پر کہ شیر میرے سامنے نکلا یک کود کر آئیگا میں بالکل تیار ہوگیا اس وقت ہانکہ والے مجھ سے تقریباً سا ٹھ گز پر بالکل سامنے آگئے تھے چنانچہ ان کے اشاروں سے معلوم ہوا کہ شیر میرے سامنے نالے کے اندر چھپا بیٹھا ہے یقین ہو گیا کہ کوئی دم میں شیر میرے سامنے آتا ہے۔ یہ انتظار اور اس وقت دل کی حرکت خون کا جوش شکار کا اصلی لطف ہے۔

پانچ چار منٹ بعد میں ہانکے والے اور قریب بڑھ آئے مگر بہت آہستہ کیونکہ وہ ڈر کر دیکھ رہے تھے اور پھر یکایک بہت سی آوازیں مل کر آئیں کہ وہ گیا وہ گیا پھر میں گھبرا کر اٹھا اور نالہ کی طرف بڑھا کیونکہ میری سمجھ میں یہ امر آگیا تھا کہ شیر میری طرف اب نہیں آئے گا کسی اور طرف جا رہا ہے۔ میں پانچ چار قدم بڑھا ہونگا کہ میں نے دیکھا کہ شیر میری بائیں جانب تقریباً سو گز کے فاصلہ پر سرپٹ دوڑتا جا رہا ہے۔ یہ کھلا ہوا لمبی گھانس کا میدان تھا۔ شیر نالہ سے اوپر کودا اور ایسی جگہ سے کودا کہ میں اور ہانکے والے کوئی نہ دیکھ سکا اس نے سیدھا ایک پہاڑ کا رخ کیا جو اس نالہ سے تقریباً ڈیڑھ میل ہوگا۔ دن کے دو بجے مئی کا مہینا اور بالکل کھلا میدان شیر جلد تھک گیا تقریباً آدھ میل سے کچھ زیادہ دوڑ کر دو کھیتوں کے درمیان میں جو جگہ چھوڑ دیجاتی ہے۔ جس کو دہورا کہتے ہیں اسمیں گھس گیا۔ ضلع عادل آباد میں کھیتوں کے بیچ میں بہت چوڑے دہورے چھوڑ دیتے ہیں اور اس پر جھاڑی وغیرہ بڑھ جاتی ہے۔ بعض جگہ بڑے بڑے درخت کاٹنے سے بچ جاتے ہیں

جس جگہ شیر نے پناہ لی یہ بھی اسی قسم کا دھورا تھا۔ شیر تو یہاں سایہ میں جاکر بیٹھ گیا اور
میں دس پندرہ آدمیوں اور شکاری لڑکوں کے پیچھے جو درختوں سے نیچے کود کر میری
طرف آ گئے تھے روانہ ہوا۔ چند گاؤں والے اور بالخصوص لڑکے دوڑ کر مجھ سے آگے نکل گئے
اور قبل ازیں کہ میں دھورے تک پہنچوں ان لڑکوں نے شیر کی جگہ بھی معلوم کر لی اور
اس کے گرد درختوں پر چڑھ بھی گئے۔ میں قریب پہونچا تو معلوم ہوا کہ لڑکے شیر کو درختوں پر سے
دیکھ رہے ہیں۔ یہ سب شیر کو پتھر مار رہے تھے اور ان کے بیان سے معلوم ہوا کہ وہ
خونخوار آدم خوار بھیگی بلی کی طرح سکڑا ہوا۔ دبا ہوا اپنے دونوں ہاتھوں پر سر ڈالے ہوئے
زور زور سے ہانپ رہا تھا۔ جس جھاڑی کے نیچے اس نے دھوپ سے پناہ لی تھی وہ کسی قدر
گنجان تھی۔ شیر نظر آتا تھا مگر پتھر شیر تک نہ پہنچتے تھے۔ پتھر کی آواز پر اگر کوئی پتھر جھاڑ تک
گرتا تو شیر ایک چھوٹی سی غوں کی آواز کر دیتا تھا پھر اسی طرح سر کو ہاتھوں پر رکھ کر ہانپنے لگتا
قریب پہنچکر میں نے ایک دو منٹ تک انتظار کیا اور سوچتا رہا کہ کیا کرنا چاہئے پھر خیال آیا کہ
تھوڑی دیر دم لینے کے بعد شیر سنبھل جائے گا اور معلوم نہیں جھاڑی میں سے کدھر نکل جاتا ہے
جو کچھ کرنا ہے وہ قبل اس کے سنبھلنے کے کرنا چاہئے یہ سوچ کر میں آگے بڑھا اور سامنے
جو لڑکے درختوں پر تھے اُن سے پوچھا کہ شیر کہاں ہے زمین سے نظر آئیگا یا نہیں ایک
لڑکے نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا اور پکار کر کہا کہ ادھر آئیے۔ تقریباً ۱۲ گز میں آگے
بڑھا ہونگا کہ کئی لڑکوں نے چلا چلا کر بس بس یہیں ٹھہر جائیے شیر بالکل قریب ہے کا
شور مچایا۔ میرے ساتھ چار آدمی تھے اُن میں سے محمد اسحاق کی نظر شیر پر سب سے پہلے
پڑی پھر سب نے اُن کی انگلی کے اشارے سے دیکھا۔ شیر اسی ہیئت سے بیٹھا تھا
جو میں نے اوپر بیان کی۔ کھڑے رہنے کی صورت میں مجھکو شیر پورا نظر نہ آتا تھا اس لئے
میں بیٹھ گیا۔ یٰسین خان مرحوم۔ محمد اسحاق کو میں نے داہنی جانب تقریباً دو فٹ پیچھے
اور مہتمم صاحب اور شیخ حسین کو بائیں پشت بٹھایا اور سمجھا دیا کہ اگر شیر فائر کے بعد کھڑا ہو جائے

حملہ کرے یا نہ کرے ایک بندوق جو لیسین خان کے ہاتھ میں تھی مجھکو دیدینا اور باقی دو بندوقوں اور ریوالور سے تم کو فائر کرنے کی اجازت ہے۔ مگر مجھکو بچا کر چلانا۔ کبھی گھبراہٹ میں مجھ پر نہ جھوک دینا۔ یہ سب ہدایتیں احتیاطاً تھیں۔ ورنہ مجھکو یقین کامل تھا کہ شیر اس قدر قریب سے اور ۵۷۷.۲۰ کی گولی کھا کر ایک انچ بھی اپنی جگہ سے نہ ہل سکیگا۔

میرے بیٹھنے کے بعد شیر کا سر اور دونوں ہاتھ جس پر وہ سر ٹیکے ہوئے تھا۔ مجھکو پوری طرح نظر آرہے تھے۔ بقیہ جسم جھاڑی میں سر کے پیچھے چھپا ہوا تھا مگر نشانہ کے لئے اور قریب کے نشانہ کے لئے سر کا صاف نظر آنا کافی ٹارگٹ تھی اور دل میں شبہ کا گذرنا ناممکن تھا میری ۵۷۷. کی کمانیاں بہت نرم ہیں مجھکو اس کا خیال نہ رہا اور سیفٹی کیچ ہٹا کر میں نے دونوں گھوڑے چڑھا دیے۔ شیر کے سر کی پوزیشن یعنی جس طرح سر ہاتھوں پر رکھا تھا اسکا خیال کرکے میں نے دونوں آنکھوں کے بیچ میں آنکھوں سے ذرا نیچے نشانہ لیا اور لبلبی دبائی ۵۷۷. کی قوت اور دھکے سے وہی لوگ واقف ہیں جنھوں نے یہ بڑے بور کی بندوقیں چلائی ہیں۔ یا تو جھٹکے کی وجہ سے یا میری انگلی پھسل گئی اس سبب سے دونوں نالیں چل گئیں اور میں چیت زمین پر گر گیا اس کے ساتھ ہی محمد اسحاق نے چلا کر کہا کہ شیر آگیا دونوں نالیں ایک ساتھ چل گئیں۔ میں گر گیا ایسی صورت میں نشانہ کا غلط ہونا لازمی تھا اور مجھکو خیال گذرا کہ وقت آگیا۔ میرے گرنے کے ساتھ ہی مگر مجھکو اس کی خبر نہیں۔ میرے ہمراہی باستثنائے شیخ حسین کے جس کے ہاتھ میں صرف چھرا تھا سب غائب ہوگئے شیر آگیا کی آواز سنکر میں نے پڑے پڑے کہا کہ بندوق تو دیدو۔ ایک صاحب سے جنھوں نے میرے سرہانے اپنا سر جھاڑی میں چھپا لیا تھا شیخ حسین نے بندوق چھین کر میرے سامنے کردی اور کہا کہ لیجئے۔ یہ تمام واقعہ چشم زدن میں ختم ہوگیا۔ بندوق پکڑ کر میں نے بندوق کا رخ شیر کی طرف کیا گردن اٹھائی شیر کی طرف دیکھا اور دیکھا کہ شیر لوٹ رہا ہے۔ مگر آواز نہیں آئی میں فوراً کھڑا ہوگیا شیخ حسین کا ہاتھ پکڑا اور تقریباً بیس گز بھاگنے کے بعد پھر شیر کیطرف دیکھا

شیر بائیں کروٹ پڑا ہوا اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے پیٹ پر دل کی طرف جانیوالی لائن دیکھکر ۱۲ بور سے گولی ماری اور شیر بغیر کسی آواز کے ختم ہوگیا یہ پورا واقعہ میں نے صرف دلچسپی کی غرض سے بیان کر دیا اصل مقصد یہ تھا کہ آدم خوار شیر غیر معمولی طریقہ پر ہوشیار اور چالاک ہوتا ہے۔ اس شیر نے بھی کئی چالاکیاں ایسی کیں کہ بالعموم تمام شیر یہ عمل نہیں کرتے

(۱) نالے میں مچانوں کو دیکھ کر واپس آنا اور پھر انسان سے اسقدر قریب چھپ کر بیٹھنا

(۲) داہنی جانب کا جنگل چھوڑ کر بائیں جانب کھلے میدان میں اس قدر شدید گرمی کے وقت بھاگنا۔

(۳) ایک معمولی جھاڑی میں جا بیٹھنا۔ بجز اس کے کہ ہم لوگ میدان کی وجہ سے اس کو دیکھ رہے تھے۔ ہم کو یا کسی شکاری کو اس جگہ اور اس چھوٹی جھاڑی میں شیر کے چھپنے کا گمان بھی نہ ہو سکتا تھا۔

(۴) جب اس نے معلوم کر لیا کہ آدمیوں نے اس کو دیکھ لیا ہے اور اس قدر قریب ہے تو بالکل ڈھیٹ بن کر بیٹھے رہنا۔

(۵) جب مجھ کو اپنے سامنے زمین اس قدر قریب دیکھ لیا تھا تو حملہ نہ کرنا صرف اس لئے کہ اس وقت گرمی میں اتنی دور دوڑنے کے بعد پوری قوت کے ساتھ حملہ کرنا ممکن نہ تھا اگر پانچ چار منٹ اور گذر جاتے اور اس کا ہانپنا کم ہوگیا ہوتا تو قبل اس کے کہ میں اس کو دیکھوں اس نے یقیناً مجھ کو ہلاک کر دیا ہوتا میں نے ۱۹ فٹ کے فاصلہ سے اس پر فائر کیا مگر صرف یہ سمجھ کر کہ بحالت موجودہ وہ کمزور ہے اس نے مجھ پر حملہ کرنا ملتوی رکھا۔ معمولی یعنی شکاری اور مویشی خوار شیر اس قدر چالاکیاں نہیں کرتا کسی اخبار نے کسی نامہ نگار کی اطلاع کی بنا پر اس کی نسبت لکھا تھا کہ میں نے پانچ چھ فٹ سے فائر کیا یہ غلطی ہے۔ دونوں فائر ایک ساتھ ہونے کی وجہ سے نشانہ بگڑ گیا۔ ایک گولی ہنسلی کی ہڈی (کالر بون) پر پڑی۔ اور اس کو چکنا چور کر دیا اور دوسری گولی پنجوں پر پڑی اور غالباً وہیں پھٹ گئی۔ اگلے دونوں پنجے

اور پیٹ کی کھال کا کچھ حصہ اور پھر پچھلے پیر کا پنجہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا۔

بڈھی شیرنی ۸ فٹ دس انچ لمبی اور غالباً ۱۶-۱۷ سال سے زیادہ عمر کی تھی۔ چھوٹی خاردار جھاڑی میں رہنے کی وجہ سے پیٹ کے سب سفید بال جو لمبے اور نرم ہوتے ہیں نچ گئے تھے۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ یہ اسی سال کہیں باہر سے آئی تھی اور تقریباً نو دس مہینے قبل ایک بیل چرانے والے کو جو اپنے مویشی کی حفاظت میں کئی بار اس کی مزاحمت کر چکا تھا اس نے مارا کھینچکر گنجان جھاڑی میں لے گئی اور سب کھا گئی۔ صرف سر ہاتھ پیر مع انگلیوں کے اور دو ٹکڑے ریڑھ کی ہڈی کے بچے ہوئے ملے اس نواح میں جہاں (۲۷) آدمیوں کے کھانے کی رپورٹ ہوی یہ اس کا پہلا جرم تھا۔

ف یہ واقعہ ہے کہ آدم خوار شیر کی چالاکیاں چالبازیاں بعض جرأت کے کام اور بعض عقل و سمجھ کے افعال اس قدر غیر معمولی ہوتے ہیں کہ عوام بالخصوص جہلا کو دیو۔ جن۔ بھوت اور نجس ارواح کا دیوتا یا اوتار ہونے کا یقین ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس کو انسان سے بہت زیادہ واسطہ پڑتا ہے۔ اور جب اس عقلمند جانور کے مارنے اور کھانے پر اس کی غذا کا انحصار ہو جاتا ہے تو انسان کے عادات و خصائل انتظام اور تدابیر کو وہ بغور دیکھنے پر فطرتاً مجبور ہوتا ہے۔ اگر شیر کبھی کسی اور جانور کو ہلاک کرے تو اس کے بدلہ لینے کو اس کے ہم قوموں میں سے ایک بھی شیر کو دق نہیں کرتا بخلاف انسان کے کہ ایک انسان کے گم ہونے پر کس کس طرح پر کہاں کہاں اور کس کس تدبیر کے ساتھ شیر کا پیچھا نہیں کیا جاتا شیر ان دونوں صورتوں کا مقابلہ کرنے پر ہر طرح مجبور ہے۔ اور یہ سمجھتا ہے کہ انسان کو مارنے کے کیا نتائج ہوتے ہیں۔ بس یہی اسباب ہیں کہ آدم خوار شیر کو بہت چالاک اور چالباز کر دیتے ہیں ایک ادنیٰ چالاکی آدم خوار کی یہ ہے کہ وہ جس جنگل یا جس مقام پہ انسان کو ہلاک کرتا ہے وہاں بجز نہایت ضروری حصہ وقت کے جو کھانے میں صرف ہوتا ہے ایک لمحہ بھی نہیں ٹھیرتا۔ اس قرب و جوار میں نہیں رہتا اور ہفتوں ادھر سے دوبارہ نہیں گذرتا۔ اسی طرح اسکے دماغ میں

محض جاہل بے ہتھیار اور ڈرنے والے انسان اور شکاری مسلح اور دلیر آدمی میں تمیز کرنے کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ آدم خوار ہو یا نہ ہو معمولی شیر بلکہ بور بچے تک جن کو انسان سے واسطہ پڑتا ہے اور جن کے حرکات و سکنات اکثر دیکھنے کا اتفاق ہوتا ہے۔ عام گاؤں والے اور شکاری میں فرق معلوم کر لیتا ہے۔ اور اپنے افعال میں اس تمیز کرنے والی قوت سے کام لیتا ہے یہ میرا ذاتی تجربہ ہے۔ بطور مثال چھوٹے چھوٹے کئی چشم دید واقعات بیان کئے جاتے ہیں ۱۸۹۶ء سے ۱۹۰۵ء تک مجھکو ملازمت کی ضروریات سے ایک ایسے مکان میں رہنا پڑا جو ایک پانچ چار میل لمبی پہاڑی کے نیچے میدان میں واقع تھا پہاڑی کے پائین سے یہ بنگلہ ۳۵۰ گز کے فاصلہ پر ہوگا۔ اس پہاڑی میں اکثر مقامات پر بور بچے رہتے تھے۔ میرے بنگلہ سے جانب جنوب رسالہ کی لائنس اور بازار وغیرہ تھا۔ جہاں تقریباً ہر وقت آدمی چلتے پھرتے رہتے تھے بازار سے متصل بالکل پہاڑی کے پائین میں ایک بزرگ کی درگاہ تھی اور یہ ایسے مشہور بزرگ تھے کہ ہر جمعرات کو یہاں منت ماننے والوں کا بڑا مجمع ہوتا تھا پہاڑی کے اوپر تقریباً سو فٹ بلندی پر اسی درگاہ سے متعلق ایک چشمہ تھا یہاں منت ماننے والی عورتوں کا ہجوم ہوتا تھا ان کے ساتھ چند مرد اور کثرت سے بچے آتے تھے جمعرات کو تو ضرور مگر اور دنوں میں بھی بیسوں پارٹیاں پہاڑی پر پھیل جاتیں دن بھر پتھر اور درختوں کے سایہ میں یہ لوگ بیٹھتے کھانا کھاتے اور سیر کرتے شام کو اپنے گھروں کو جاتے۔ رسالے کے چھوکرے بھی یہاں چکر لگاتے رہتے تھے۔ ان کے علاوہ گرد و پیش کے غریب لکڑی فروش اور رسالہ کے غریب اور سائیس وغیرہ ان پہاڑیوں پر دور تک جلانے کی لکڑی کے لئے روزانہ جاتے آتے رہتے تھے۔ اس تفصیل سے مقصد یہ ہے کہ یہ پہاڑیاں جن میں بور بچے رہتے تھے۔ بہت آباد پہاڑیاں تھیں بور بچوں کو تقریباً روزانہ آدمیوں کو دیکھنے کا موقع ملتا ہوگا۔ اپنے بنگلہ سے سینکڑوں بار پہاڑی کے چٹانوں پر بور بچوں کو آتے جاتے کبھی کبھی بیٹھے ہوئے اور کھیلتے میں نے بچشم خود دیکھا ہے یہ بور بچے مذکورہ بالا مختلف قسم اور مختلف اشغال کے تمام آدمیوں

فرق کر سکتے تھے اور پہچانتے تھے کہ ان میں سے کون ایسا انسان ہے جس سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔ بچے لکڑہارے سائیں اور عورتیں بلا مبالغہ بیس پچیس کی تعداد میں۔ تین تین چار چار کی ٹولیوں میں آتے جاتے رہتے مگر یہ بور بچے کبھی نگاہ اُٹھا کر بھی نہ دیکھتے۔ بلکہ دھمکاتے تک نہ تھے۔ لیکن جب کبھی کوئی رسالہ کا جوان یا افسر دور سے نظر آتا تو یہ فوراً اپنے غاروں میں گھس جاتے بیٹھے ہوتے تو آہستہ سے پتھر کی آڑ میں آجاتے متعدد بار میں نے قریب قریب یعنی ۳۰۰ یا ۴۰۰ گز کے اندر پہونچنے کی کوشش کی مگر ۸ سال کے عرصہ میں ایک مرتبہ بھی ان تک بندوق کی زد کے اندر نہ پہنچ سکا۔ اور طریقوں سے میں نے آٹھ سال میں اسی پہاڑی پر سات بور بچے مارے مگر کبھی مجھکو کھلے ہوئے حصہ میں ان میں سے ایک پر بھی فائر کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔

بخلاف اس کے اور لوگوں کو جو بندوق لے کر نہیں جاتے تھے یہ بور بچے سو گز کے اندر اکثر نظر آئے اور بیٹھے ہوئے نظر آئے۔ لطف یہ کہ بھاگنا تو درکنار اپنی جگہ سے جنبش تک نہیں کی۔ معلوم نہیں یہ کیا چیز پہچانتے تھے۔ خاکی کپڑے جودہ پور برجیز۔ بندوق۔ ہیٹ بوٹ وغیرہ میں نے ہر چیز کو بدل کر اور چھوڑ کر حتیٰ کہ صرف لنگی باندہ کر یا تقریباً برہنہ جاکر کوشش کی مگر ہمیشہ ناکام رہا آخر نتیجہ یہ ہے کہ یہ بور بچے شکاری اور غیر شکاری کو پہچانتے تھے یا مجھ کو۔

ایسا ہی ایک شیر کا واقعہ ہے۔ یہ روزانہ ایک تالاب پر مغرب سے قبل گرمیوں میں پانی پینے آتا تھا۔ بیسوں گاؤں والوں نے متعدد بار اس کو دیکھا تھا یہ دیہاتی اپنی اپنی مویشی حفاظت کی غرض سے قبل مغرب تالاب کے پاس جمع ہو جاتے تھے ان کے غل سے شیر ان کے جانوروں پر حملہ نہ کرتا تھا مگر پانی پی کر آہستہ آہستہ بے خوف و خطر اپنے مقررہ راستے سے واپس ہو جاتا تھا۔ جب وہاں دورہ کناں پہونچا تو مجھ سے پٹیل نیز مختلف اشخاص نے یہ واقعہ بیان کیا۔ یہ تالاب گاؤں سے اور میرے کیمپ کی جگہ سے تقریباً ایک میل تھا

پانچ بجے کے بعد میں کئی آدمیوں کے ساتھ تالاب کے کنارے پہونچا اور تاکید کی کہ جس قدر آدمی روز آتے تھے اتنے ہی میرے ساتھ ٹھیریں بقیہ واپس جائیں۔ میں ان گاؤں والوں کے بیچ میں مل کر کھڑا ہوا تاکہ شیر کو شبہ نہ ہو۔ ہیٹ بھی علٰحدہ کر دی۔ سر پر کپڑے کے اوپر گاؤں والوں کی طرح رومال باندھ لیا اور جو احتیاطیں خیال میں آئیں وہ سب عمل میں لایا باوجود اس کے جو شبہ میرے دل میں تھا وہ ظہور پذیر ہوا۔ شیر اندھیرا ہونے تک نہیں آیا رات کو آیا ہوگا۔ دو روز میں نے اسی طرح تمام احتیاطیں عمل میں لا کر کوشش کی مگر شیر نظر نہ آیا۔ آخر کار ہانکہ کرنے کے بعد قریب کے جنگل میں مارا گیا۔

ایک اور شیر روزانہ شام کو شاہراہ عام پر بیٹھ جایا کرتا تھا راستہ رک جاتا اور بیل گاڑی والے دس دس بارہ بارہ مل کر غل مچاتے گھنٹوں وہاں سے نہ اٹھتا۔ مجھ کو یہ معلوم ہوا تو میں بھی گاڑی والوں کے ساتھ گیا کئی دن کوشش کے بعد ایک دن جھاڑیوں کی آڑ میں سے جھانکتا نظر آیا مگر وہاں سے بھی اس قدر جلد غائب ہو گیا کہ بندوق اٹھا کر نشانہ نہ لے سکا پھر چند روز بعد میں نے سنا کہ وہ حسب معمول راستہ روکتا ہے۔

چنتاگڈے کے مشہور آدم خوار شیر جس نے ایک سال میں اٹھتر انسان کھائے تھے شیطان ایک سنار کی روح سمجھا جاتا تھا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا تھا کہ اس کے پیر میں چاندی کا کڑا ہے۔ ایک شکاری صاحب نے مجھ سے کہا کہ اس کا رنگ سپید ہے اس کی تلاش اور اس کی ہلاکت کی تدابیر میں کئی ماہ صرف ہو گئے اور میں سخت پریشان ہو گیا ناظم صاحب ڈاک خانہ۔ معتمد صاحب سیاسیات اور صدر ناظم صاحب مال نے متعدد مراسلے لکھے اور میرے ایک دوست آفسر نے طنز آمیز الفاظ میں شیر کی ہلاکت کا انتظام کرنے کو لکھا کہ الغرض میں نے کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی یہ سنا گیا ہے کہ وہ کمبل پوش لکڑی کاٹنے والوں پر متعدد بار حملہ آور ہوا ہے۔ اور کئی ایک کو انہی میں سے کھا گیا ہے۔ کمبل اوڑھ کر لکڑی کاٹنے پر کئی شخص راضی ہو گئے اس شرط کے ساتھ کہ میں اس درخت پر بیٹھوں۔

مگر میں نے صرف اپنے بھروسہ پر انسان کی جان ایسے بڑے معرضِ خطر میں ڈالنا مناسب نہ سمجھا لکڑی پر کمبل اوڑھاکر میں درخت پر بیٹھا اور کئی کلہاڑی والوں کو مختلف درختوں پر چڑھاکر ہدایت کی کہ لکڑی کاٹنے کی آواز کریں کوئی تدبیر پیش نہ گئی اور کہیں اُس کا سراغ نہ لگا اس عرصہ میں اُس کی ہلاکت کا انعام بھی بہت معقول ہو گیا تھا۔

منجانب گورنمنٹ ما، منجانب زمیندار ٹانڈور ما میری طرف سے ۱۰ا منجانب پٹیل پٹواریان لکشٹی پیٹھ۔ اس لالچ سے متعدد گانوں کے شکاری اُس کو ہلاک کرنے کے متمنی تھے۔ مگر کمبخت کوئی تدبیر نہ کرتے تھے اگست سنہ ۲۳ء میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے میں دورے پر روانہ ہوا۔ ایک مقام سے میں گھوڑے پر گذر رہا تھا کہ پٹیل پٹواری اور چندر عابا نے مجھے راستہ پر مل کر دن کے نو بجے بیان کیا کہ اُس مقام سے تین میل پر صبح ہوتے شیر ایک ڈوے وار کو لے گیا چند وڈر گئے اور پیچھے لے کر اُس کی تلاش پیا فوراً روانہ ہوئے مگر صبح آٹھ تک واپس نہیں آئے دریافت سے معلوم ہوا کہ سامنے کے پہاڑ پر شیر لاش لے کر چڑھ گیا ہے۔ یہ پہاڑ اُس مقام سے جہاں میں کھڑا تھا تقریباً تین میل ہوگا میں نے فوراً پہاڑ کا رخ کیا۔ میرے ساتھ صرف ۵۰۰ ایکسپریس اور ریوالور تھا۔ راستہ میں جو گاؤں والے ملے تھے وہ بھی ساتھ ہو لئے ان میں ہنمنتو نامی ایک بیکر تھا۔ اُس کے پاس توڑے دار لمبی نال کی بندوق تھی۔ وہ نہایت جوش کے ساتھ میرے گھوڑے کے آگے آگے ہو لیا۔ جب ہم پہاڑ کے قریب پہنچے تو ہم کو وڈروں کی پارٹی ملی اس میں گنے ہوئے ۲۷ آدمی تھے اور تین جنگلی کتے ہم کو دیکھکر یہ ہمارے پاس آئے اور بیان کیا کہ پہاڑ کے پائین تک دھجیوں سے پتہ لگا۔ آگے سراغ نہیں چلا۔ نالہ پہاڑ کے نیچے بہت گہرا ہے۔ غالباً شیر اسی نالہ میں ہو مگر ہماری ہمت نہیں پڑتی۔ مجھکو خیال گذرا کہ غالباً اس قلیل عرصہ میں شیر نے پوری لاش نہ کھائی ہو اگر لاش کا بچا ہوا حصہ مل جائے تو شاید شیر پھر آئے اور مار کھا جائے محض اس قیاس میں اُس حد تک پہنچا جہاں مقتول کے کپڑے کا ٹکڑا ملا تھا۔ یہاں پر میں نے

دو آدمی اور منتخب کئے ایک اپنا بندوق بردار دوسرا وہ توڑے دار بندوق والا بقیہ تمام وڈروں اور گاؤں والوں کو ہدایت کی کہ وہ وہیں ٹھیر جائیں۔ یہاں سے میں اور میرے دونوں ہمراہی پیدل نہایت آہستہ آہستہ نالے کے داہنے کنارے پر روانہ ہوئے نالہ کے اندر ہرگز ہرگز نہ جانا چاہئے بالخصوص زخمی یا چالاک شیر کی تلاش یا اُس کے مقابلہ میں ہم زمین پر غور سے دیکھتے ہوئے بڑھتے تھے اس طرح کہ دو آدمی ادہر اُدہر دیکھتے رہتے ایک زمین کی طرف پھر تھوڑی دیر کان لگاکر آواز سنتے۔ جب شبہ کی کوئی چیز نہ ملتی تو آگے بڑھتے تقریباً ڈیڑھ بجا تھا اور ہم زیادہ سے زیادہ پاؤ میل چلے تھے کہ مجھ کو نالے اندر سے ہڈی توڑنے کی آواز آئی جوش اور ہوش و حواس کو پوری طرح کام میں لانے کی کوشش میں جو حالت طاری ہوتی ہے اُس سے شکاری واقف اور یہ معاملہ تو خبیث ترین آدم خوار کا مقابلہ تھا۔ دو تین منٹ تک میں نہایت توجہ کے ساتھ کان کے پیچھے ہاتھ رکھکر سنتا رہا میرے ساتھی بھی اس غور کی محنت میں شریک تھے۔

اس عرصہ میں تین مرتبہ اور صاف آواز آئی اور معلوم ہوا کہ شیر ہڈیاں چبا رہا ہے بس یہ کافی تھا شیر کے شکار میں شکار کا پہلا اور سب میں ضروری حصہ اس معلومات کا بہم پہنچانا ہے۔ کہ شیر کہاں ہے جب یہ مرحلہ طے ہوجائے تو ہلاکت کی تدابیر سوچنا اور اُس پر عمل کرنا ہوتا ہے پہلا حصہ کام کا ختم ہونے کے بعد میں فوراً اُس جگہ سے واپس ہوکر آہستہ آہستہ گاؤں والوں اور وڈروں کے پاس پہنچا خوش قسمتی کہ میرے کیمپ والوں میں سے میرے شکاری ہمراہی معہ میری بندوقوں کے پتہ معلوم کرکے وہاں پہنچ گئے تھے یہاں کونسل آف وار منعقد ہوئی اور طے یہ ہوا کہ ہانکہ کیا جائے شیر غیر معمولی چالاک ہے کسی کو اپنے تک پیدل نہ پہنچنے دیگا ذرا سے شبہ پر فوراً غائب ہوجائیگا۔ ہانکہ اُس طرف سے پہاڑ کی طرف جانا چاہئے اور پہاڑ کے پائین میں مجھکو درخت پر بیٹھنا چاہئے۔ مگر جھولہ اور سیڑھی وغیرہ کے لانے میں دیر ہوگی اس لئے دو ایک گاؤں والے جو مدد دے کر مجھ کو

درخت پر چڑھا دیں گے وہ میرے ساتھ رہیں۔

ساتھیوں کے آجانے سے بڑی مدد ملی ورنہ گاؤں والوں کو سمجھانے میں بڑی دقت ہوتی اور وقت باقی نہ رہتا۔ اس اسکیم پر فوراً عمل ہوا۔ میں دور کا چکر کھا کر شیر سے تقریباً دو سو گز آگے پہونچ گیا۔ اسٹاپ لگا دیے گئے اور جس قدر ہانکے والے فراہم ہو سکے ان کے ساتھ ہانکے کی لائن بن گئی۔ خوش قسمتی سے کوئی درخت ایسا نہ ملا جس پر میں بغیر سیڑھی کے بہ آسانی چڑھ سکوں۔ اس لئے بمجبوری میں نے درخت کے پیچھے اپنی جگہ تجویز کی اور سامنے چند شاخیں توڑ کر عارضی ٹٹی بنالی۔ میں اس ٹٹی کی شاخوں اور پتوں کو درست کرنے میں مشغول تھا بندوق آرڈرلی کے ہاتھ میں تھی کہ یکایک میری داہنی جانب تقریباً سو گز سے پہلے تو دہت دہت یعنی شیر کو ہانکنے کی آواز اور اس کے ساتھ ہی شیر کی جھپکی کی نہایت وہشتناک آواز آئی اب ٹٹی درست کرنے کا وقت نہ تھا اپنے ہوش درست کرنے تھے فوراً آرڈرلی کے ہاتھ سے بندوق لے لی۔ سیفٹی کیچ ہٹا کر اور پوری طرح تیار ہو کر میں اس طرف دیکھنے لگا جدھر سے آواز آئی تھی اس آواز کے ساتھ ہی ہانکے والوں نے جواب تک اشارے کے انتظار میں خاموش کھڑے تھے بغیر اشارے کے پوری قوت سے چلانا شروع کر دیا۔ میں مسلسل اسی طرف دیکھتا رہا جس طرف سے آواز آئی تھی اور ہر لحظہ یہ امید تھی کہ اب یہ موذی سامنے آئے گا۔ دل کی جنبش اس وقت اس قدر تیز تھی کہ میں سمجھا نشانہ خالی جائیگا بہر صورت اس وقت کی حالت زبان سے نہیں بیان ہو سکتی میں بندوق لئے تیار کھڑا ہوں اور ہانکہ والے بہت آہستہ آہستہ بڑھ رہے ہیں کہ یکایک پھر اسی طرف سے فائر کی آواز آئی مگر شیر نے آواز نہیں دی اول تو توڑے دار بندوق کی آواز جو صاف پہچانی جاتی ہے۔ دوسرے خالی جانے کی آواز جو بڑے بور کی بندوقوں میں بین طور پر قابل تمیز ہوتی ہے۔ اور سب سے بڑا غضب یہ کہ شیر کی خاموشی ان تینوں اسباب نے مل کر مجھ کو تقریباً مایوس کر دیا میں اقرار کرتا ہوں کہ مایوسی کے خیال نے میرے ہاتھ پیر یا یوں سمجھئے اعصاب ڈھیلے کر دئے۔ بے شک بندوق فائر کرنے کی پوزیشن میں تھی۔ مگر وہ خاص

۵۶

انتہائی ہوشیاری وتیاری کی صورت یعنی جیسے کمان کا انتہائی تناؤ اور کشش کا پورا زور مفقود ہو گیا تھا
اس فائر کی آواز کے بعد ہانکہ والوں نے زیادہ زور لگایا اور اُن کی آوازیں وحشت
اور جوش سے بھری ہوئی تھیں مگر میں بغیر کچھ سوچنے کے بُت کی طرح کھڑا ہوا تھا۔ شاید
دو منٹ اس حالت میں گذرے ہونگے کہ سردار خان نے میرے شانے پر ہاتھ رکھکر ٹھیک
میری جگہ سے ۹۰ ڈگری پر اشارہ کیا میں فوراً اُس طرف پورا مڑ گیا اور غور سے اُس جانب
دیکھا مگر کچھ نظر نہ آیا سردار خاں نے کسی قدر آواز سے کہا کہ صاحب سامنے کی زرد گھاس
ہلتی ہوئی نظر آئی تھی اس میں شیر ہے یا کوئی اور جانور مگر ہے ضرور اسی پر نگاہ رکھئے
میں دل میں خیال کر رہا تھا کہ فائر کی آواز دوسری طرف سے آئی شیر یہاں کیونکر پہنچ گیا
دس بارہ سیکنڈ گذرے ہونگے کہ صاف طور پر مجھکو گھانس ہٹتی اور ہلتی نظر آئی۔ اس امید افزا
منظر نے پھر مجھ میں چستی پیدا کر دی اور میں نے سردار خاں سے کہا کہ فاصلہ کم ہے۔ مجھ کو
بڑی بندوق دیدے اس متحرک گھانس کا فاصلہ ۹۰ گز کے قریب تھا اور میں جانتا ہوں
کہ کوئی شیر اتنی دور سے حملہ نہیں کرتا پھر بھی اس آدم خوار کی شہرت اور اُس کے قصے
سُن سُن کر دل پر اُس کا ایسا رعب غالب تھا کہ ہر حرکت اور ہر غیر معمولی چالاکی کی
اُس سے اُمید تھی ۵۷۰ ہاتھ میں لے کر مجھ کو بمشکل پانچ سکنڈ گذرے ہوں گے کہ پھر
گھانس چار پانچ گز تک ہلتی ہوئی نظر آئی اور جب ہلنا موقوف ہوا تو مجھ کو اس قسم کا
احساس ہوا کہ میں نے چشم زدن سے بھی کم عرصے کے لئے کوئی چیز سفید اور میلے رنگ کی
دیکھی جو نگاہ پڑتے ہی پیچھے کی طرف ہٹ گئی میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ حقیقتاً میں نے
دیکھا یا محض میرا تصور تھا مگر اُس کا فائدہ یہ ہوا کہ دل و دماغ اور تمام جسم کی کمانیاں پوری طرح
کھنچ گئیں اور کامل ایک منٹ کے بعد میں نے پھر اس میلے زردی اور سیاہی مائل طباق کو
گھانس کے وسط میں اچھی طرح پیچھے کی جانب ہٹتے ہوئے دیکھا اور اب کی مرتبہ یقیناً دیکھا
آنکھوں نے دیکھا دل و دماغ نے گواہی دی اور شکاری کے تمام احساسات نے خبردار کر دیا

کہ اب صرف صحیح طور پر اور صحیح وقت پر ہم سے کام لو ہانکہ ہو رہا ہے مگر مجھکو معلوم نہیں کہ زور سے یا آہستہ اور ہانکے والے کیا کہہ رہے ہیں مجھکو یہ بھی نہیں معلوم کہ میں کتنی دیر تک اُس طرف آنکھ جمائے رہا۔ آخر بار گھانس میں حرکت مجھ سے (۸۰) اسّی گز کے فاصلہ پر ہوی تھی۔ میں مسلسل اُسی جانب دیکھ رہا تھا گھاس میں کہیں کہیں درخت تھے اور کہیں کہیں جھاڑی مگر درخت بڑے اور تناور نہ تھے اور نہ جھاڑی گنجان تھی اگر کوئی جانور خواہ شیر ہو یا اور کوئی اور میری طرف بڑھنا چاہے تو اس گھانس میں سے گذرنے میں اس کے لیے لازمی تھا کہ تھوڑا فاصلہ میری نگاہ کے سامنے طے کرے۔ اس جانور کا اس وقت مقصد یہ تھا کہ گھانس سے گذر کر جھاڑی کی آڑ میں آجائے تجربہ کار اور عمدہ شکاری ڈیر اسٹاکنگ

میں اس کو کام میں لاتے ہیں حیرت کی بات ہے کہ جانور اس سے واقف ہو اور پوری طرح اس عمل سے فائدہ اٹھائے۔ میں اور سردار خان اب پوری طرح سمجھ گئے تھے کہ اس میں شیر ہے مگر معلوم نہیں کیوں مجھ کو یہ خیال بھی نہ تھا کہ اس کی نظر مقصود ہم ہیں مگر میرے ساتھی کا یہ بیان ہے کہ گھانس کی ابتدائی حرکت دیکھنے کے بعد اس کو یقین تھا کہ شیر ہم پر آئیگا اور اپنے اس خیال کے ثبوت میں اُس نے بیان کیا کہ میں نے سیو پج اور ۱۲ بور درخت کے تنہ کے اوپر رکھدی تھیں کہ حملہ کی صورت میں جلد ہاتھ میں لے سکوں۔ جھکنا نہ پڑے۔ غالباً اُس کا خیال اس امر سے لاعلمی پر مبنی ہو کہ شیر ۳۰ گز سے زیادہ فاصلہ سے حملہ آور نہیں ہوتا۔

بہت بڑی غلطی میری یہ تھی کہ مجھکو اس امر کا گمان بھی نہ تھا کہ شیر اسٹاکنگ کرے گا اور بالخصوص ایسی حالت میں کہ ہانکہ ہو رہا ہو میں یہ سمجھا ہوا تھا کہ شیر نے ابتک ہم کو دیکھا ہی نہیں

دو ایک منٹ کے بعد پھر حرکت ہوی اگلی مرتبہ شیر بغیر سر نکالے جھاڑی کی آڑ میں آگیا مگر جھاڑی گنجان نہ تھی کہیں کہیں سے اُس کا جسم نظر آتا تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ پتوں کے پیچھے کوئی جانور ہے۔ ہانکے والے چونکہ روکے نہیں گئے اس لئے وہ برابر ہلا لی

دائرے کی شکل میں بڑھتے آئے اور پانچ منٹ میں اُن کے ہلال کا بایاں حصہ شیر والی جھاڑی سے تقریباً سو گز پر پہنچ گیا۔

اس پانچ منٹ میں ہم نے کوئی حرکت نہیں کی اور مسلسل نہایت ہوشیاری سے جھاڑی کی طرف دیکھتے رہے چند آدمیوں کے اُس مقام پر پہونچتے ہی جس کو میں سو گز کا فاصلہ خیال کرتا ہوں شیر نے جھاڑی کی آڑ سے جست کی یہ جست زیادہ بڑی نہ تھی مگر آواز کو بعینہ بادل کی گرج سے مشابہ کرنا غلط نہ ہوگا۔ کسی قدر فاصلہ پر بجلی چمکنے کی صورت میں جس طرح بہت تھوڑی دیر کے لئے گرج ہوتی ہے اور دو زبردست اجسام کے آپس میں رگڑنے کی آواز کا احساس ہوتا ہے۔ اور اُس کے بعد کڑک ہوتی ہے۔ اُسی طرح اس شیر نے اپنے حملہ کا آغاز کیا جست اور آواز دونوں ساتھ ساتھ واقع ہوئیں۔ غالباً جست کرنے میں یہ آواز حلق سے باہر نکلی مجھکو دونوں کا احساس وقت واحد میں ہوا۔ خلاف امید یکایک آواز سے اعصاب پر جو اثر ہوتا ہے اُس کے بعد جو میں سنبھلا تو پہلا کام میں نے یہ کیا کہ شیر پر نشانہ لے لیا۔ شیر نے جست کے بعد بلی کی طرح بلکہ زیادہ دبک کر اور جھک کر بہت تیز تڑاٹ شروع کی اور مسلسل غرغر کی آواز کرتا ہوا اور میں برابر اُس کے اگلے حصہ کو اپنی بندوق کی مکھی پر لئے رہا یہ نہیں معلوم کہ میں نے فائر کیوں نہیں کیا خیال نہیں کہ میں اُس فاصلہ کو زیادہ سمجھتا تھا یا کسی اور وجہ سے شیر نے تیس یا پینتیس گز قریب آکر تڑاٹ ختم کی اور غالباً نصف سکنڈ ٹھیرا پھر پوری طرح سنبھل کر چار گز کے قریب لمبی ایک جست کی اور جست ہی کی حالت میں آواز کی مگر یہ آواز بہ مقابلہ سابقہ بہت کمزور تھی اس جست سے جب یہ زمین پر اُترا ہے تو یہ پھر ذرا سا ٹھیرا اور دوسری جست کے لئے پانچ چار قدم تیز تڑاٹ دوڑا جس طرح انسان کودنے کے لئے تھوڑا دوڑتا ہے۔ اس مختصر تڑاٹ میں میں نے اُس کے سر کے نیچے کے حصے کو مکھی پر لے لیا تھا شیر نے جست کی اور ہوا میں معلق نظر آیا میں نے ٹھیک آگے بڑھتے ہوئے سر کے رُخ پر تقریباً تین فٹ آگے فائر کر دیا الحمدللہ کہ گولی دونوں آنکھوں کے بیچ میں آنکھوں سے دو انچ اُوپر لگی۔ ہنوز شیر معلق تھا۔ ۵۰۰ کے

۵۹

زور سے اُس کو پیچھے کی طرف پھینکدیا۔ دُم میری طرف ہوگئی اور سر جاکر زمین پر گرا بہت ہی خفیف اس نے جنبش کی جس طرح کسی کے ہاتھ پیروں میں لرزہ ہوتا ہے۔

اس لرزے کی صورت میں اس کے منہ سے کچھ ایسی مہیب چیزیں باہر آئیں جن کا خیال سخت تکلیف دہ ہے۔ پندرہ منٹ انتظار اور پتھر پھینکنے کے بعد ایک جم غفیر ہانکنے والوں کا جن کے بیچ میں مقتول کا بھائی ناچ رہا تھا اس کی لاش پر آئے مقتول کے بھائی نے پیٹ کی آلائش دیکھکر جو منھ سے باہر آگئی تھی چیخ ماری اور پھر پیروں پر آ پڑا۔ سمجھا کر اس کو اُٹھایا اور یہ پھر معہ اپنے رشتہ داروں کے ناچنے لگا۔ ناپنے سے معلوم ہوا کہ جس جگہ میں کھڑا تھا وہاں سے اس کی نعش ۲۲ گز کے فاصلہ پر تھی۔ دماغ پاش پاش ہوگیا تھا۔ اور گولی کا ایک ٹکڑا میڈولا آبلنگاٹا کی بیچ میں پھنسا ہوا تھا۔ یہ ایک بڈھا نر شیر تھا۔ اس کے سیاہ پیٹے بال گر جانے کی وجہ سے ہلکے سیاہ بلکہ بھورے ہوگئے تھے بالوں میں چمک نہ تھی جلد کی زرد زمین بھی اس قدر سیلی ہوگئی تھی۔ اور بال اس قدر کم رہ گئے تھے کہ اندر کی سطح خاکی اور سیاہی ملی ہوی نظر آتی تھی دُم کا گچھا بالکل باقی نہ تھا۔ چند بال رہ گئے تھے جس کی وجہ سے دُم کا کنارہ نوکدار نظر آتا تھا۔ کلائی میں چاندی کا کڑا جو مشہور تھا وہ کسی بیل یا جھاڑی سے رگڑ کا نشان تھا اُس جگہ کے بال کم ہوگئے تھے۔ دور سے اور گھبرائے ہوئے دیکھنے والے کو سپید کڑے کا گمان گزرا ہوگا مہتمم صاحب نے بیان کیا تھا کہ یہ شیر سفید ہے۔ اس بیان کی بنا اس کے پٹوں کا بھورا پن ہوگی۔ اس کی دُم کے قریب پٹھے پر دو انچ لمبا اور ایک انچ چوڑا گہرا زخم کا نشان تھا اور اس زخم کے نیچے دو سخت گٹھلیاں ریٹھے کے بیج کے برابر تھیں۔ چلنے میں غالباً یہ کسی قسم کا اثر رکھتی تھیں یا نہیں، معلوم نہ ہو سکا مگر بعض گاؤں والوں نے بیان کیا کہ یہ پیچھے کا جسم جھکا کر چلتا تھا جست اور ڈانٹ اس کی دو حرکتیں میں نے مشاہدہ کیں ان میں کوئی فرق نہ تھا میرا خیال ہے کہ ابتدائے عمر میں کسی گاؤں کے شکاری نے درخت سے اُس کے پٹھے پر گولی رسید کی ہے

گولی ٹرڈوڑ کی گرہ کی تھی کیونکہ ان دو گٹھیوں کو نکلوا کر دیکھا تو ان میں اوپر کی طرف تو چربی اور اندر کی جانب کچھ ایسا مادہ تھا کہ اس کو مٹی بھی کہہ سکتے ہیں اور گلی ہوئی لکڑی کا برادہ بھی بہر حال یہ محض قیاس ہے اس کے دانت تین سالم تھے اور ایک نصف سب زرد اور گسٹھل تھے۔ تیز اور نوکدار نہ تھے۔ گردن کے بال اور کھال اچھے بدرنگ اور چھدرے تھے کانوں پر سیاہ بالوں کی جو سنجاب ہوتی ہے۔ وہ نہ تھی اور سینکڑوں گوچڑیوں اور کیڑوں نے کان کی جلد زخمی کر دی تھی۔ عبرت کی جگہ ہے کہ مرنے کے ساتھ ہی ان کجس خون چوسنے والوں نے شیر کے جسم کو فوراً چھوڑ دیا۔ پندرہ منٹ اس کے مرنے کے بعد میں نے پاس جا کر دیکھا تو یہ دغا زمین پر رینگ رہی تھیں۔ اس شیر کا ناپ حسب ذیل ہے۔

طول کہنیوں کے بیچ میں .... ۹ فٹ ۴ انچ
طول جسم کے خموں سے متصل .... ۹ فٹ ۲ انچ
بلندی .... ۴۱½ انچ
سر کا دور ....
کلائی کا دور ....
سینہ کا دور ....
ڈنڈ کا دور ....
وزن ....

ہمنتو نے اپنی توڑے دار بندوق سے اس پر فائر کیا تھا وہاں سے جب یہ پلٹا تو اس نے غالباً ہم کو دیکھ لیا اور راہ فرار کو مسدود پا کر صبح کے شکار و غذا کا جو نصف کے قریب کھانا نصیب ہوا نعم البدل حاصل کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا میں ان واقعات کو بچشم خود دیکھنے کے بعد بھی اس امر کے تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوں کہ شیر ۸۰ یا ۷۰ گز سے حملہ کی کوشش کرے میرا خیال ہے کہ یہ چھپ کر اپنی جان بچانا چاہتا تھا

۶۱

راہ میں ہم مل گئے آدم خواری کی عادت بدنے اُس کو یہ سمجھا دیا کہ لاؤ انہی کو مارلو اس کے پچھلے پیر کا ناخن ٹوٹا ہوا خون سے تر تھا ممکن ہے کہ کسی درخت سے چھل گیا ہو یا ہمنتو کی گولی لگی ہو - روپیہ کا معاملہ اور پھر انعام دینا میرے اختیار میں اور خود میرا انعام اُس میں شامل تھا ہمنتو کو دعویٰ تھا کہ اُس کی گولی لگی شکاریوں کے قواعد و اٹیکٹ (آداب) کے موافق شیر ہمنتو نے مارا اس لیے اُس کو انعام دیدیا گیا -

ف - ایک اور میرا چشم دید اور مجھ پر گذرا ہوا آدم خوار شیر کا واقعہ یہ ہے کہ خاص مستقر عادل آباد سے بارہ یا پندرہ میل جانب جنوب ایک موضع موسوم بہ توشم اجارہ کا موضع اور پہاڑ کے اوپر اوٹنور کے راستہ میں واقع ہے - توشم کو پہنچنے کے لئے پہاڑ کی ایک ڈھلوان گھاٹی یا مصنوعی راستہ ہے - اس راستہ یا گھاٹی کے دونوں جانب اونچے اور نہایت ناہموار پہاڑیاں ہیں اوپر تلے پتھر اس طرح پڑے ہوتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے بالارادہ جانوروں کے رہنے کے گھر بنا دئے ہیں ان غاروں یا پتھر کے بڑے بڑے سوراخوں میں جب آبادی کم تھی اکثر بورپچے اور شیر رہتے تھے میں نے مسٹر جورڈن کی کتاب میں اُس کا ذکر پڑھا ہے - اب جانوروں کی وہ کثرت نہیں رہی سنہ ۱۳۱۱ یا سنہ ۱۳۱۲ کا ذکر ہے کہ توشم کی گھاٹی کے جانب مشرق تقریباً گھاٹی کے بالکل اوپر کے حصہ میں راستہ سے سو ڈیڑھ سو گز کے فاصلہ پر کئی سال سے ایک شیر مسکن گزیں تھا اُس کے رہنے کا مقام تین پتھروں کے درمیان جو مثلث نما شکل میں کھڑے ہوئے ہیں اب بھی آنے جانے والوں کو صاف نظر آتا ہے - یہ شیر اپنے مکان کے سامنے ایک پتھر کے چبوترے پر کبھی صبح کو کبھی شام سے قبل بیٹھا ہوا کبھی کبھی نظر آیا کرتا تھا مگر کئی سال تک اس نے کسی راستے والے یا گاؤں والے کو ستایا نہیں - نہ کبھی کسی کو دھمکایا نہ پیچھا کیا حملہ کا تو کیا ذکر ہے - اسد خان نے جو توشم کے اجارہ دار محمود خان کے عزیز تھے مجھ سے بیان کیا کہ انھوں نے بچشم خود کئی بار اُس شیر کو اُس جگہ بیٹھے ہوئے کئی سال تک دیکھا ہے -

سنہ ۱۶ میں اس شیر نے یہ حرکت شروع کی کہ شام کو جب گاؤں کے کچھ جانور نیچے کے جنگل سے اوپر آتے تو یہ اُن کے پیچھے ہو لیا کرتا ایک آدہ بار چرانے والے کی نگاہ پڑگئی اور وہ چلّایا تو یہ بھاگ گیا۔ پھر ایسا ہوا کہ جب چرواہے نے اس کو پیچھا کرتے دیکھکر غل مچایا تو اس نے جواب میں اس نے دانت نکالے یا ہلکی سی ایک آدہ دہکی دیدی اس کی خبر گاؤں والوں کو ہوئی اور کسی اناڑی نے دور سے اُس پر چھرّوں کا فائر کر دیا اس واقعہ کے بعد سے شیر نے جانوروں کے پیچھے آنا یا چبوترے پر بیٹھکر سیر کرنا بالکل موقوف کر دیا چندروز یا سال دو سال کے بعد یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک گونڈا پنی گاڑی ہانکتا ہوا جنگل میں تنہا آرہا تھا اس شیر نے اُس کا پیچھا کیا۔ بیلوں نے دیکھ لیا اور گاڑی لے کر بھاگے۔ اس بدنصیب نے بیلوں کے ہانکنے کی رسّی اپنے ہاتھوں پر لپیٹ لی تھی۔ یہ مضبوط رسّی تھی مگر گاڑی کو جو رسّی تھی بیلوں کی گردن سے ملاتی ہے اور جس کو غالبًا جوتے کہتے ہیں وہ کمزور تھی بیلوں کے بھاگنے کی وجہ سے ٹوٹ گئی بنڈی بیلوں کے کندھے پر سے زمین پر گر پڑی۔ گاڑی والا بھی گرا اور چونکہ اس اجل رسیدہ کے ہاتھ رسی سے بندھے ہوئے تھے بھاگتے بیلوں کے پیچھے زمین پر کھینچتا ہوا چلا دس بارہ قدم بھی نہ گیا تھا کہ شیر نے آدبا اور کمر سے پکڑ کر جس طرح بلی چڑیا کو لیجاتی ہے اُس کو جنگل میں لے گیا۔ گھاٹی میں چند مسافر گذر رہے تھے انہوں نے یہ عبرتناک تماشہ دیکھا اور بھاگ کر گاؤں والوں کو اطلاع دی وہاں سے ایک جم غفیر ہیڑے اور کلہاڑیاں لے کر پہونچے مگر اس میں بہت دیر لگی شیر اُس گونڈ کو نصف سے زیادہ کھا چکا تھا۔ یہ اس شیر کی آدم خواری کا جہاں تک معلوم ہو سکا غالبًا پہلا واقعہ ہے۔

اس کے بعد یہ سلسلہ شروع ہوا کہ پانچ پانچ میل تک اس شیر کو جب کوئی گاڑی والا اس جنگل میں تنہا مل جاتا تو یہ شیر اُس گاڑی کے پیچھے کی طرف سے کودتا یا تو گاڑی والا اس کے منھ میں آجاتا یا وزن کی وجہ اور جست کے زور سے گاڑی اُلٹ جاتی دونوں حالتوں میں

شیر کو آدمی کھانے کے لئے مل جاتا۔ کچھ دنوں بعد اس نے روز روشن تنہا نہیں کئی کئی ساتھ ساتھ جانے والی گاڑیوں پر حملہ شروع کر دیا وقت گذرنے اور اس کی خونریز کامیابیوں کے ساتھ ساتھ اس کی جولانگاہ کا رقبہ بھی وسیع ہوتا جاتا تھا توشم کے قرب وجوار سے گذر کر جنوب میں شامیور تک اور شمال میں انتولی تنتولی تک جو توشم سے دس دس بارہ میل پر واقع ہے اس کی ہلاکت خیز یلغاروں کا خوف مصیبت انگیز اور وحشت خیز بلا کی طرح پھیلا ہوا تھا۔ مارچ ۱۹۱۶ء میں مسٹر ویکفیلڈ جو ایک جوانمرد شکاری۔ خوش اخلاق رحمدل افسر اور ڈائرکٹر جنرل مال تھے عادل آباد کے دورے پر تشریف فرما ہوئے ان کے ساتھ مسز اور مسٹر گاف نیز چند مال کے عہدہ دار تھے وہ جب توشم پہونچے تو انہوں نے اس شیر کے مظالم کا حال سُنا۔ تین چار مقامات پر گارے بندھوائے۔ محض قیاس پر دو جگہ ہانکہ کرایا سو سوا روپیہ خرچ ہوا مگر کہیں اس کا پتہ نہ لگا دورے کے پروگرام سے دو تین دن زیادہ انھوں نے اس نواح میں صرف کئے مگر آدم خوار کی ہلاکت تو ہلاکت اس کا پتہ بھی نہ ملا اس کے بعد صاحب موصوف عادل آباد پہونچے میں اسپشل عہدہ دار اجارہ اور کنوٹ تعلقہ میں دورہ کر رہا تھا مسٹر ویکفیلڈ سے ملنے عادل آباد آیا۔ تین روز ان کا مہمان رہا۔ ایک شیر کے شکار کا انتظام کیا صاحب موصوف کو اب تک شیر نہ ملا تھا جب میں رخصت ہو کر اپنے کیمپ کو جانے لگا تو انھوں نے مجھ سے فرمایا کہ تم غالباً دو ایک ہفتہ میں دورہ کرتے ہوئے یہاں پہنچو گے اور توشم موضع اجارہ ہے تم ضرور وہاں مقام کرو گے۔ جس طرح ممکن ہو اس بدمعاش ظالم کو مارنا۔ تم اگر محنت کرو گے تو وہ ضرور تمھارے ہتے چڑھ جائیگا میں نے وعدہ کیا کہ میں جب اس نواح میں پہونچونگا تو یقیناً اس کو ہلاک کرنے کی پوری کوشش کرونگا چند روز بعد میرا مقام عادل آباد پر ہوا اور محمود خان اجارہ دار توشم اپنے کاغذات لیکر دفتر پر حاضر ہوئے۔ ابھی قیام کے دو روز باقی تھے اور دوسرا مقام توشم تھا محمود خان سے میں نے مذاقاً دریافت کیا کہ آپ نے میرے زمانہ قیام توشم میں دعوت کا کیا سامان کیا ہے

خانصاحب نے جواب دیا کہ سرکار میں نے ایسی بڑی عظیم الشان دعوت کا انتظام کیا ہے
کہ سرکار بہت خوش ہونگے۔ میں نے پوچھا کہ کیا انتظام۔ تو جواب دیا کہ توشم کا مشہور
آدم خوارہ یہیں ہے اور یقیناً مارا جائے گا۔ بڑی بڑی ترکیبوں سے اور بہت سے کھلگے
کھلا کر اُس کو ایک جگہ روک رکھا ہے۔ اِن سے اور اِن کے کئی اعزہ کی گفتگو سے مندرجہ
بالا واقعات بہ تفصیل معلوم ہوے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ شیر ہنوز محض آدم خوار نہیں ہے
مویشی بھی مارتا اور کھاتا ہے۔ کپڑے پہنے ہوے انسان سے بہت ڈرتا ہے۔ مگر کمبل
پوشوں اور غیر مسلح دیہاتیوں کی مطلق پروا نہیں کرتا توشم کے مکان سے جہاں اُس کی
جوانی یا شاید بچپن بھی گذرا اس کو بڑی محبت ہے۔ دو چار روز میں ایک مرتبہ ضرور وہاں کا
چکر لگاتا۔ کبھی ایک آدہ دن وہاں ٹھیر بھی جاتا مگر پھر چلدیتا ہے۔ مستقل قیام نہیں کرتا
جب کبھی اپنے قدیم آرامگاہ کو آتا ہے۔ تو صبح یا شام گوہی کے سامنے کی چٹان پر ضرور
تھوڑی دیر بیٹھتا ہے۔ اور پہاڑ کے نیچے جو چشمہ ہے وہاں پانی پینے جاتا ہے۔ یہ مقابلۂ سابق
اب کسی قدر موٹا معلوم ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ یہ بیش بہا ذخیرہ معلومات نہایت کارآمد
چیز تھا میں نے سب باتوں کو نوٹ کرلیا اور اس موذی کی ہلاکت کی تدابیر سوچتا رہا
شیر اور بڑے درندوں کے شکار کی چند نئی کتابیں تھیکر اینڈ کو بمبی کے پاس سے وصول
ہوئی تھیں۔ اِن میں آدم خوار شیر کے متعلق جو کچھ ہدایتیں یا قصے تھے اُن کو خوب
توجہ سے پڑھا۔ اور غور کرتا رہتا کہ اس کے لئے بہ لحاظ موسم و دیگر حالات گردوپیش
کونسی تدابیر اور کونسا طریقہ کامیابی کا ذریعہ ہوگا۔

تین ہمارے بعد میرا مقام توشم میں ہوا پہنچنے پر معلوم ہوا کہ شیر نے دو تین روز
قبل ایک بنجارہ کا تعاقب کیا دور تک اُس کے پیچھے دبا آیا مگر کئی آدمی ایک جگہ
جمع ہوگئے اور غل کرنے سے یہ غراتا ہوا جنگل میں گھس گیا۔

دوسرے روز صبح کو گارے کا انتظام کیا گیا اور شام کی وجہ سے قبل پہاڑ کے نیچے

جو چشمہ تھا اُس کے سامنے جانوروں کے جانے آنے کے راستہ پر بھینسہ باندھکر تین آدمی واپس آرہے تھے کہ دور پر شیر کی آواز آئی - یہ مقامی شکاری اور وہاں کے راستوں سے خوب واقف تھے - گرتے پڑتے جلد جلد گاؤں کے پاس پہنچ گئے مگر نہ دوبارہ آواز آئی نہ شیر نظر آیا صبح کو معلوم ہوا کہ گارا نہیں ہوا - یہ خیال گذرا کہ گذشتہ کل گارا باندھنے سے قبل شیر پانی پی چکا تھا دوبارہ پانی پینے نہیں آیا - میں نے دن بھر کھلا وہیں رہنے دیا گھاس ڈلوادی - پانی پلوادیا اور تھوڑی دور تک آس پاس زمین صاف کرادی کہ پنجوں کا نشان صاف معلوم ہو - اس کے بعد منع کر دیا کہ اُدھر کوئی نہ جائے مقامی واقفان جنگل سے دریافت کرکے اور دو جگہ بھینسے بندھوائے گئے اور دوسرے دن کا انتظار کیا گیا -

ف - دوسرے دن صبح کو معلوم ہوا کہیں گارا نہیں ہوا - تیسرا دن بھی یونہی خالی گیا - چوتھے روز چشمہ کے پاس گارا ہوا اور میں نہایت شوق سے بھرا ہوا دن کے تین بجے مچان پر جا بیٹھا - پانچ بجکر ۲۳ منٹ پر ایک پتھر کے گرنے کی آواز آئی میں بالکل تیار ہو گیا کہ اب کسی پتھر کی آڑ سے شیر آتا ہے اور دیر تک کمال چوکنا ہر طرف دیکھتا ہوا منتظر رہا مگر اندھیرا ہونے تک نہ کوئی آواز آئی نہ یہ شیر آیا - اس کے بعد دو روز میں اور ٹھیرا - ہر روز ناکامی ہی ناکامی ہوی - یہاں سے کیمپ آگے روانہ ہوا - بیچ میں کہیں مقام کرکے میں شاہپور پہونچا یہاں کئی شیروں کے پتے معلوم ہوے اور اب یہ خیال جاتا رہا کہ نوشم کے آدم خوار سے کبھی دوچار ہونے کا موقع ملیگا - شاہپور پہنچکر تیسرا دن تھا کہ صبح کو ۱۱ بجے ایک بنجارے نے آکر بیان کیا کہ وہاں سے تین میل جانب غرب ایک شیر نے اُس کا پیچھا کیا یہ چار آدمی تھے پھر بھی یہ شیر کوس بھر کے قریب تک چالیس اور ساٹھ گز کے درمیان کبھی علانیہ کبھی جھاڑیوں میں دبک کر آتا ہوا نظر آیا - اِن کا بیان تھا کہ یہ بڑا اور بڈھا شیر ہے -

جب اِن لوگوں نے یہ بیان کیا کہ وہ گاؤں کے پاس تک آیا ہے تو میں نے ہانکہ کا انتظام کیا آدمی زیادہ نہ مل سکے پھر بھی ۵۰ کے قریب جمع ہو گئے - دن کے دو بجے شروع

اور چار بجے کے قریب ہانکہ ختم ہوا شیر کا کہیں پتہ نہ چلا۔ کیمپ کو واپس ہوتے ہوئے ۵ کے
قریب کیمپ سے صرف ۵۰۰ گز کے فاصلہ پر میں ایک گہرے نالہ میں گزرا۔ قصداً میں نے جھک کر
زمین کی طرف دیکھا تو مجھکو شیر کا ماگھ نظر آیا۔ گھوڑا روک کر میں اترا اور ماگھ پر غور کرتا ہوا
تھوڑی دور چلا۔ پنجہ کے نشان بالکل صاف تھے اور معلوم ہوتا تھا کہ یہ شیر مجھ سے چند منٹ
قبل جنگل کے اُس سمت سے آیا ہے۔ جدھر ہانکہ ہوا تھا اور نالے کے اندر اندر کیمپ کے
بائیں جانب گیا ہے۔ ماگھ میں کف دست کی سطح پر نہ کوئی پتہ کا ٹکڑا تھا نہ گرد۔ اس سے
معلوم ہوا کہ ابھی ابھی ادھر سے گذرا ہے۔ یا تو یہ ہانکہ والوں کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا یا ہانکہ میں
چھپ کر اور اُن کی لائن سے گذر کر نالہ میں اتر گیا اور نالہ چونکہ شمال و جنوب بہتا تھا۔ اور
اُس کے کنارے گنجان جھاڑی تھی اس لئے شیر نے اُس طرف کا رخ کیا۔ کوئی شکاری اور
جاننے والا شکاری نالہ کے اندر شیر کے پیچھے نہیں جاتا۔ اس کی سخت ممانعت ہے اور یہ عمل
نہایت خوفناک اندیشوں سے بھرا ہوا ہے۔ ہر چند طبیعت چاہی مگر ضبط کر کے میں نالہ کے
باہر کیمپ کے رُخ پر کھڑا ہو گیا۔ اور اپنے ساتھ کے شکاریوں کو بلایا۔ سب کی رائے یہ ہوئی
کہ اس نشان پر اس کے پیچھے ہرگز نہ جانا چاہیئے۔ لیکن اگر آدمی فراہم ہو سکیں تو نالہ کے
پہلوؤں کو روک کر ہانکہ کرنا مناسب ہوگا۔

ان کا خیال یہ تھا کہ میں جنگل کے بازو سے گھوڑے پر دور نکل جاؤں اور اس
جگہ سے جہاں نشان ہے۔ میری طرف شیر ہانکہ جائے۔ نالہ تقریباً آٹھ نو فٹ گہرا تھا۔
اور میرے ساتھ اس قدر ہوشیار شکاری موجود نہ تھے کہ وہ اس خوفناک مقام پر گاؤں والوں کو
ایک لائن میں اور محفوظ رکھ سکیں اب شام بھی قریب ہو چلی تھی۔ ہانکہ کا خیال ترک کر دیا گیا
کیمپ آ کر میں نے غسل کیا۔ جارہی دماغ ٹھنڈا ہوا تو یہ تدبیر سمجھ میں آئی کہ نالے کے ایک جانب
دس بیس آدمی اور دوسری جانب صرف ایک آدمی لے کر آہستہ آہستہ چلیں میری
مخالف جانب کے آدمی باتیں کرتے ہوئے جیسے مسافر گاؤں والے خفیف اور بد ترتیب

شور کرتے ہیں آگے بڑھیں۔ دو چار پتھر ہر دس بیس گز پر نالہ میں پھینکتے جائیں۔ اگر نالہ میں شیر ہے تو یقیناً میری طرف جنگل سے باہر آئے گا۔ جلد جلد آدمیوں کو جمع کرکے میں نے اپنے آدمی کو بندوق دی اور ۵۰۰ رنگیر میں نالہ کے داہنی جانب اور دوسری بیس پچیس آدمیوں کی پارٹی بائیں جانب روانہ ہوگئے۔ چھ بج گئے تھے مئی میں سات بجے اندھیرا ہوتا ہے۔ صرف ایک گھنٹہ باقی تھا ہم سب دن کے تھکے ہوئے تھے تقریباً ہم ایک میل گئے اور واپس آگئے کیمپ وہاں سے تقریباً ڈیڑھ میل تھا میں نے بجائے نالہ کے کنارے کنارے جانے کے سیدھا کیمپ کا رُخ کیا۔ آفتاب اُفق کے قریب پہنچ گیا تھا اور روشنی میں سُرخی آگئی تھی۔ میرے بائیں ہاتھ پر ایک پہاڑ کا ٹکڑا شاید پچاس گز لمبا اور چوڑا تقریباً سو فٹ بلند میرے اور کیمپ کے درمیان میں تھا۔ اس پر ابھی آفتاب کی روشنی اچھی طرح پھیلی ہوئی تھی اس پہاڑ کے پائین سے گذر کر کیمپ کو جانے کا قصد تھا۔ جب میں اس بلندی کے قریب پہنچا تو میرے اردلی نے مجھکو دوربین دے کر کہا صاحب پہاڑی پر سامنے کی طرف جو پتھر نکلا ہوا ہے۔ اُس پر دیکھئے مجھکو کچھ ہلتا ہوا نظر آیا میں نے دوربین لگا کر دیکھا تو شیر تھا دوربین سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ شیر ہے۔ بڑا نر شیر ہے اور نہایت غور سے ہمارے کیمپ کی طرف دیکھ رہا ہے اُس کا داہنا پہلو ہماری طرف ہے یہ دیکھتے ہی میں فوراً جھاڑی کی آڑ میں آگیا اردلی بھی میرے پیچھے چھپ گیا اب دماغ سوزی شروع ہوئی کہ کیا تدبیر کرنی چاہئے آخر کار میں نے دل میں یہ فیصلہ کیا کہ جب تک شیر نظر آتا رہے اسی جھاڑی میں آگے بڑھوں اور جب شیر کے نظر سے غائب ہونے کا یا مجھ پر اُس کی نظر پڑنے کا اندیشہ ہو رک جاؤں اور تن بہ تقدیر فائر کروں وقت بہت کم تھا بغیر زیادہ چکر کھانے کے معمولی جھاڑیوں کی آڑ پکڑتا ہوا میں نے بڑھنا شروع کیا تھوڑی ہی دیر میں ایسے مقام پر پہونچا کہ اگر آگے بڑھوں تو شیر کی نظر پڑنا ممکن تھا وہیں بیٹھ گیا اور فاصلہ کا اندازہ کیا۔ ساری قابلیت خرچ کرکے یہ طے کیا کہ ۲۰۰ گز سامنے رکھنی چاہیئے میرے علم و دماغ میں فاصلہ معلوم کرنے اور نشانہ لینے کے جس قدر اصول تھے

۶۸

وہ سب کام میں لائے گئے کیونکہ یہ شکار کا نشانہ نہ تھا کہ ہاتھ کو جنبش ہوئی۔ بندوق کندھے آئی آنکھ نے فور سائٹ اور شکار کو فوراً ایک لائن میں لیا۔ لب لبی دبی فائر ہوگیا۔ ایک سکنڈ کے نصف حصے میں یہ سب کام ختم ہو جاتے ہیں مگر یہ دور کا اور ٹارگٹ کا نشانہ تھا۔ شکار پر اس فاصلہ سے شاذونادر ہی کوئی شخص فائر کرسکتا ہے۔ الغرض منٹ بھر سوچنے سنبھالنے اور سنبھلنے کے بعد لب لبی کو نہایت آہستہ آہستہ کھینچ کر یہ فائر ہوا۔ گردن اٹھاتے ہی جوش یاس میں خود کھڑا ہوگیا۔ اچھی طرح کھڑا ہوکر میں نے دیکھا اور دیکھ کر اچھلا۔ مطلب سمجھ لیجئے۔ الحمد للہ کہتا ہوا آگے بڑھا۔ فاصلہ بہت تھا اتنی دور سے کیا خطرہ ہو سکتا ہے سو گز بڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ پتھر جس پر شیر کھڑا تھا اور جس پر میں نے اس کو لوٹتے دیکھا تھا نظر نہیں آتا معمول کے موافق شیر نظر سے غائب ہوتے ہی سب جوش وجرأت کا خاتمہ ہوگیا آفتاب کی شعاعیں بھی پہاڑی کی چوٹی پر نظر نہ آتی تھیں گو بمقابلہ پائین کے وہاں روشنی زیادہ تھی اصل پتھر تو نظر سے غائب ہی ہوچکا تھا اب آگے بڑھنا اندھیرا بڑھ جانے کی حالت میں محض غلط اور لاحاصل امر تھا۔

مناسب یہی معلوم ہوا کہ پہاڑی کو بچا کر کیمپ پہنچنا چاہیے۔ ہم نے پہاڑی سے ہٹنا اور کیمپ کی طرف بڑھنا شروع کیا اندھیرا ہوچکا تھا مگر راستہ نظر آتا تھا جب کیمپ کی روشنی نظر آنے لگی تو دم آیا شام کو ہانکے کے ہمراہی بھی ہم سے آملے۔ فائر اور کامیابی کا حال اردلی ان سے بیان کرتا ہوا ایک بنڈی کے نشان پر فرسے سے جھومتا ہوا آرہا تھا کہ یکایک داہنی جانب کی جھاڑی سے تیز دوڑتا ہوا ایک جانور آیا اور بیچ راستہ میں ہم سے دس گز پر کھڑا ہوگیا اندھیرے میں کوئی تمیز نہ کرسکا کہ وہ کیا ہے مگر میں نے اس کے نظر آنے سے قبل اس کے پیروں کی آواز سے یہ قیاس کرلیا تھا کہ وہ پنجہ دار درندہ نہیں ہے۔ بلکہ سم دار چرندہ ہے۔ پتھروں پر اس کے سموں کی آواز صاف طریقہ پر پنجہ کی دھب دھپ سے قابل تمیز تھی۔ اتفاق سے صحیح واقعہ بھی میری سمجھ میں آچکا تھا کہ اب آئندہ کیا ہوگا یکایک یہ بھی میرے ذہن میں آگیا۔

ایک شخص کے ہاتھ میں میری ٹوٹو بور تھی اور وہ میرے پاس ہی کھڑا تھا۔ میں ہمیشہ جنگل میں
زائد ٹوٹو بور کو بک شاٹ سے لوڈ رکھتا ہوں میں نے اُس جانور کے سامنے ٹھہرتے ہی جلدی سے
یہ بندوق اُن کے ہاتھ سے لے کر جانور کی طرف سیدھی کی مگر فائر نہیں کیا واقعہ غیر متوقع طور
اور ایسا یکایک پیش آیا کہ سب خاموش ہو گئے جانور بالکل سامنے میں سب سے آگے بندوق
تقریباً نشانہ پر جمائے ہوئے اُدھر ہر شخص میرے فائر کے انتظار میں۔ اس انتظار نے
سب کو خاموش رکھا اور میرا قیاس صحیح ثابت ہوا یعنی پانچ سے دس تک چھوٹے چھوٹے جانور
اُسی جھاڑی سے دوڑتے ہوئے آئے جدھر سے پہلا جانور آیا تھا اور ہمارے اور جانور کے
بیچ میں رُک گئے۔ یا تو شکار کے جوش میں انھوں نے ہم کو دیکھا نہیں یا مزید جوش میں ہماری پروا
نہیں کی بغیر کسی قسم کے ذرہ برابر ٹھیرنے کے میں نے اِن چھوٹے جانوروں پر دونوں نالیں
خالی کر دیں اور پھر کارتوس مانگے اب سب ساتھی کچھ نہ کچھ بول اُٹھے تھے۔ کارتوس
دینے سے قبل سب اکٹھے ہو گئے اور ایک نے دیا سلائی سلگائی شاید اس کی روشنی سے یا
اُس سے قبل آوازیں سنکر پہلا جانور اور پچھلے سب آنے والے نگاہ سے غائب ہو چکے تھے
مگر بائیں جانب دس پندرہ گز کے فاصلہ سے چیں چیں کی آواز آ رہی تھی آوازیں سنکر کیمپ سے
مشعلچی اور کئی چپراسی قندیلیں لے کر دوڑتے آ رہے تھے ہم نے اُن کا انتظار کیا اور آواز دی
روشنی آنے پر سب واقعات ظاہر ہو گئے پہلا جانور مادہ سانبھر تھا پیروں کے نشان صاف تھے
جنگلی کتوں نے اُس کا پیچھا کیا اُس نے ہماری آوازیں سنکر ہماری پناہ لی کُتّے اُس کے پیچھے پیچھے پہنچے
میں نے فائر کیے دو کتے وہیں مردہ پڑے تھے۔ تین راستہ سے تھوڑی دور زخمی دستیاب ہوئے
باقی بھاگ گئے ان تینوں کو کیمپ والوں نے ڈنڈوں سے مار ڈالا اور پانچوں کو گھسیٹتے ہوئے
کیمپ لائے یہ پچیس روپیہ کا مال تھے۔ فی کتا (صمہ) انعام مقرر ہے۔

شیر کی نسبت یہ ٹھیری کہ صبح کو جائیں گے مرا پڑا ہے تو نبہا۔ ورنہ تلاش عمل میں
لائی جائے گی۔ رات کو جب آنکھ کھلی یہ خیال گذرا کہ خدا کرے یہ توشم کا آدم خور شیر ہو

۲۰

دوسرے روز میرا شامیور سے کوچ تھا۔ علی الصباح ایک معقول پارٹی کو لے کر میں
پہاڑی پر پہونچا۔ پتھر پر جہاں شیر کھڑا تھا بہت سا خون تھا اور سوکھ کر سیاہ ہو گیا تھا مگر
اُس کی مقدار سے معلوم ہوتا تھا کہ گولی ہاتھ یا پیر یا کسی جوڑ پر پڑی ہے دل گردن پیٹ یا
پھیپھڑوں پر گولی لگنے سے اتنا خون نہیں نکلتا پتھر پر شیر گرا اور لوٹا پھر پتھر سے نیچے اترا تھوڑی
دور جا کر ایک جھاڑی کے پاس بیٹھا۔ یہاں خون دیر تک زخم سے بہہ کر پتھر پر جمع تھا مگر معلوم
ہوتا ہے کہ خون بند ہونے تک وہیں ٹھہرا رہا کیونکہ آگے کہیں خون کا نشان نہ تھا اور پتھروں پر بھی
ویسے پنجوں کا نشان ناممکن تھا۔ گردوپیش کی سطح بالکل پتھریلی تھی اور سینکڑوں بڑے بڑے
پتھر ایک دوسرے پر اِس طرح ڈھیر تھے کہ جیسے کسی نے بالارادہ اُس جگہ کو دشوار گذار بنایا ہو
۱ بجے تک میں نے ان پتھروں کو خود کمال احتیاط سے ڈھونڈوایا پھر ساتھ کے شکاریوں کو
اچھی طرح سمجھا کر کیمپ آیا۔ ناشتہ کیا اور اگلی منزلوں کو روانہ ہو گیا۔ رات کو شکاری واپس آئے
باوجود سخت کوشش کے شیر نہیں ملا۔ جب میں وہاں سے پانچویں یا چھٹی منزل پر پہونچا ہوں
تو اونور کے سب انسپکٹر پولیس نے مجھ کو ایک بہت بڑے شیر کی نصف سے بھی کم ایک کھال
بھیجی کہ اُسی پہاڑی کے پائین میں ایک غار سے برآمد ہوئی۔ وہاں سے بو آرہی تھی اور
گلنے سڑنے والے نکال کر لائے ہیں نیچے کے حصہ کو دیمک کھا گئی تھی۔ بقیہ میں بھی
کئی جگہ سوراخ تھے کھال بدرنگ تھی باقی کوئی پتہ کسی چیز کا نہ ملا۔

یہ ایک امر نہایت قابل اطمینان ہے کہ توہم کا شیر غائب ہو گیا۔ یہی تھا جو
مارا گیا یا وہ معلوم نہیں کہیں چلدیا۔

مندرجہ بالا چند واقعات میں کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ یہ صرف
آدم خوار شیر کی ہوشیاری کے حالات ہیں مگر انہی واقعات کو بیان کرنے والے جہلا اپنی
رنگ آمیزیوں سے مافوق العادات اور جن بھوت کی صورت میں بیان کرکے اصلیت سے
بدرجہا زائد بھیانک اور مہیب بلکہ عجیب لباس پہنا دیتے ہیں سننے والوں پر بالعموم

یہ قصے وحشت اور خوف کا اس قدر گہرا اثر پیدا کر دیتے ہیں کہ یہ لوگ اگر کبھی کوئی موقعہ آجائے تو اصلیت اور تصنع ممکن اور غیر ممکن میں فرق نہیں کر سکتے ۔ جو چشم دید واقعات میں نے دیکھے ۔ سُنے ۔ اور پڑھے ہیں محض اس غرض سے کہ شیر کے حالات لکھنے میں طوالت نہ ہو ان افسانوں اور لطیفوں کو اُس وقت قلم انداز کر کے کسی آئندہ موقع کیلئے اُٹھا رکھتا ہوں ۔

ف شیر کی زندگی کے چاروں حصوں کی چار صورتوں اور اُس کی نوعیت سے ناظرین مختصر طور پر ایک محدود درجہ تک واقف ہو چکے ہیں ۔ اب یہ امر بتفصیل بیان کیا جاتا ہے کہ شیر کیونکر اور کس طریقہ سے اپنی زندگی بسر کرتے ہیں اور اُن کا طرز عمل کیا ہوتا ہے یعنی

(۱) بچپن میں شیر کیونکر پلتا ہے اور جوان ہونے تک کیا کرتا رہتا ہے ۔
(۲) شیر جوانی میں شکار کیونکر کھیلتا ہے ۔ کہاں رہتا ہے انسان سے کیا تعلقات ہوتے ہیں ۔ شادی کب اور کیونکر ہوتی ہے ۔ وغیرہ وغیرہ ۔
(۳) مویشی خواری کا زمانہ اور مویشی مارنے کا طریقہ ۔
(۴) آدم خوار عام طور پر انسان کو کہاں کہاں اور کیونکر مارتا اور کھاتا ہے ۔

ف اس ہر حصے کے متعلق میں جُداگانہ ایک ایک باب ہدیہ ناظرین کرتا ہوں علاوہ مفید معلومات کے اس میں دلچسپی کا بھی کافی ذخیرہ نظر آئیگا ۔

شیر کا بچپن

جنگلی جانوروں کے گھر بنانے میں سیہی یا سارسل کو بڑا دخل ہے انگریزی میں اس کو پارکو پائن ... Paroupine کہتے ہیں۔ اس کے جسم پر لمبے لمبے ابلق خار ہوتے ہیں۔ بعض مصنفین نے اس کو معمار صحرا سے ملقب کیا ہے۔ ریچھ۔ بھیڑیے گیدڑ۔ بور بچے حتیٰ کہ شیرنی بھی بیاہنے (وضع حمل) سے قبل سیہی کو تلاش کرتی رہتی ہے اگر سیہی کا بنایا ہوا کوئی مکان موقعہ کا یعنی جہاں انسان کا گذر نہ ہو اور اس کے اندر کافی جگہ ہو مل گیا تو فبہا ورنہ کسی پہاڑی کے اندھیرے غار میں اور یہ بھی میسر نہ آسکا تو کسی گنجان جھاڑی یا بڑے درخت کی جڑوں میں زچگی خانہ کی تیاری کرتی ہے پنجوں سے کھود کر نرم زمین نکال لیتی ہے اور پتھروں کو وہاں سے ہٹا دیتی ہے۔ میں نے بچوں کی تلاش میں شیرنی کے کئی زچگی خانے دیکھے ہیں اور ایک مقام پر تیاری میں مدد دی ہے۔ میرا خیال تھا کہ میری مداخلت بے جا شیرنی معلوم کرکے وہاں بچے نہ دیگی مگر یہ خیال غلط ثابت ہوا۔ میں نے ایک غار میں سے چند پتھر نکال کر پھکوا دیے تھے اور ہاتھوں سے مٹی کو پھیلوا کر اس جگہ کو سطح کر دیا تھا اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک شیرنی

آصف آباد کے جنگل میں رہتی تھی۔ مجھکو کئی بار اس کے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ پہلی مرتبہ میں نے اسکو اس طرح دیکھا کہ ایک روز علی الصباح میں اس کے رہنے کے جنگل سے گذرا۔ میری بیل گاڑی کے سامنے ایک شکاری تقریباً ۳۰ گز آگے چل رہا تھا۔ گاڑی کے داہنے جانب غالباً ۳۰ ہی گز کے فاصلہ پر گھانس میں یہ شیرنی لیٹی ہوئی تھی گاڑی کی آواز سے کھڑی ہوگئی اور شکاری پر اس کی پہلے نگاہ پڑی حسب معمول اس نے دانت نکالے اور ایک مرتبہ بلّی یا سانپ کی طرح پھنکار ماری۔ اس پھنکار کو شکاری جن کو جنگل میں صحرا کے فرمانروا سے ملاقات کا موقع ملا ہے پہچانتے اور اس کے معنے جانتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بھاگ جاؤ ہم کو تم سے بات کرنے یا تمھاری طرف متوجہ ہونے کی فرصت نہیں یہ کوئی خوفناک عمل نہیں ہے شکاری نے توڑے دار اس کی طرف اٹھائی اور چلا کر مجھ سے کہا کہ سرکار مار۔ میں نے بھی بلند آواز سے جواب دیا کہ ڈر نہیں تیری طرف بڑھیگا تو مار دوں گا۔ مجھکو یہ دیکھنا تھا کہ کیا کرتا ہے مگر میرے جواب دیتے ہی شیر نے میری طرف دیکھا اور بیلوں پر نظر پڑتے ہی فوراً دبک گیا یہ گوشت خوار کی عام عادت اور شناخت ہے۔ میں وہیں گاڑی روک کر کھڑا رہا اور اس کے سر کی طرف جو گھانس میں سے نکلا ہوا تھا دیکھتا رہا شیر کے سر پر میں نشانہ لگائے تھا شکاری پیچھے ہٹ کر میری گاڑی کے پاس آگیا اور اب صرف ہم اور شیر مقابل رہ گئے ع

تو از تمکیں من از حیرت نہ ایمائے نہ تقریرے
بآں ماند کہ ہم بزم است تصویرے بہ تصویرے

پانچ چھ منٹ یونہی گذر گئے۔ فریقین سے کوئی حرکت عمل میں نہ آئی۔ میں نے سوچا کہ جب تک میں جنبش نہ کروں شیر ہرگز نہ اپنی جگہ بدلیگا نہ اپنی نیت۔ یونہی دبا ہوا بیٹھا رہے گا تھوڑی بہت جنبش کرنی چاہئے گاڑی ہانکنے والے سے کہا کہ بائیں جانب شیر سے ہٹتے ہوئے گاڑی بڑھاؤ۔ جونہی بیل مڑے شاید دو تین قدم بھی نہ چلے ہوں گے کہ شیر کھڑا ہوگیا۔ اور دو تین گز آگے بڑھکر ایک چھوٹے سے ہموار پتھر کے چبوترے پر سیدھا کھڑا ہوگیا پتھر پر تھا اس نے

اب معلوم ہوا کہ یہ شیرنی اور حاملہ شیرنی ہے۔ اس کا پیٹ اس قدر لٹک آیا تھا کہ تقریباً پتھر سے چھو رہا تھا پھر ہنڈی والے کو میں نے اشارہ کیا کہ داہنے کو مڑے تاکہ میں شیرنی کو اچھی طرح دیکھوں۔ اُس نے گاڑی پھرائی اور شیرنی اُسی طرح تنی کھڑی رہی اُس کا گیا بھن اور قریب جننے والی ہونا صاف ظاہر تھا اس زمانہ میں شیرنی کا کاہل اور کم جرات ہونا بھی مسلم ہے۔ اس خیال سے میں نے بیلوں کو قریب لیجانے کی ہدایت کی۔ بیل مڑ تو گئے مگر آگے نہ بڑھنے تھے۔ انہوں نے شیر کو دیکھ لیا تھا شیرنی نے جب گاڑی کو مڑتے دیکھا تو فوراً بیٹھ گئی اور چونکہ اب ہم اُس کے بالکل سامنے تھے اس لئے اُس نے ہم کو بھی دانت دکھا کر اپنی پھنکار سے ضروری ہدایت دیدی۔ میں برابر اُس کے سر پر نشانہ جمائے اپنی جگہ بیٹھا رہا پھر وہی سکوت اور انتظار کا معاملہ پیش آیا مگر شیرنی نے اس مرتبہ سکوت کے شکست میں تقدیم کی۔ دوبارہ پھنکار بھر کر آہستگی سے غوں کی آواز بھی سنادی۔ اِن کے یہ معنی ہیں کہ اگر ہدایت پر عمل پیرا نہوں گے تو ہم کو تعمیل حکم کرانے کے اور طریقہ بھی معلوم ہیں میں نے ہنسی سے شیرنی کو پچکارا اور کہا کہ خفا نہ ہو تم بچے دینا ہمارا جنگل آباد ہوگا۔ شیر جب دوڑیں گے تو ہم اُن کا شکار کریں گے تم کو مارنا جنگل کا برباد کرنا ہے۔ یہ محض مذاق تھا مگر اس میں میرے دلی خیالات جلوہ گر تھے۔ حقیقت میں میں یہی سوچ رہا تھا پچکارنا تو شیر کیا سمجھتا ہوگا مگر اس نرم آواز کا یا خدا معلوم کس چیز کا اثر یہ ہوا کہ شیرنی پھر نہ پھنکار بھری نہ غوں کیا۔ خاموش کھڑی ہو کر ہماری طرف دیکھتی رہی پھر نہایت آہستگی سے گھانس میں اتر کر غائب ہوگئی۔

اس پہلی ملاقات کے پندرہ دن بعد تک اس نے بچے نہیں دئے اور چونکہ میرے آنے جانیکا راستہ یہی جنگل تھا مجھکو یہ دو تین مرتبہ اُسی حصہ میں مختلف مقامات پر بھی ملی اور ہمیشہ میں نے اُس سے نرمی کا برتاؤ کیا جب یہ پانچ چار روز بعد ملی تو خیال ہوا کہ وہ بچوں کی ماں بن گئی اور اب اُس کی ملاقات بہت خوفناک اور خطروں سے بھری ہوی ہوگی۔ اس لئے ہم نے اُس مقام سے تین میل جانب غرب ہٹکر آنا جانا شروع کیا پھر بھی بہت ہوشیار اور

یکایک ملاقات کے لئے تیار ہوکر جاتے تھے۔ اسی نئے راستے کے پہلو میں وہ غار نظر آیا اور چونکہ شیرنی کے باہر جانے کے نئے نشان سامنے کے نالے میں صاف اور یقینی طور پر نظر آئے اور معلوم ہوگیا کہ شیرنی نہیں ہے اس لئے اندر جانے اور پتھر ہٹانے کی ہمت ہوئی۔ اس کے دوسرے یا تیسرے دن شیرنی نے بچے دئے غالباً پانچ میں ان کی تاک میں تھا مگر آنکھیں کھلنے سے قبل شیرنی کہیں لے کر چلی گئی۔ اور دوسرے سال جب وہ ایک قریب کے نالہ میں ملی۔ تو صرف دو بچے ساتھ تھے۔ اس موقعہ پر بھی قدیم دوست کی میں نے گولی سے تواضع نہیں کی اور اُس کو مع بچوں کے گذر جانے دیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ ایک دوست نے شکار کو چلنے کا سخت اصرار کیا اور چونکہ وہ صاحب عنقریب جانے والے تھے۔ اس لئے طوعاً و کرہاً قریب کے جنگل میں ہانکہ کرایا گیا یہی شیرنی نکلی اور جب وہ میری زد پر آئی تو ایک بچے نے پیچھے سے آکر ماں کا منہ چوما دوسرے نے گردن پر دونوں ہاتھ رکھدئے ہانکہ سے یہ دونوں سخت گھبرائے ہوئے تھے میں نے قیاساً پہچان لیا کہ یہ وہی پرانی پڑوسن بچوں کو لے کر بھاگ رہی ہے۔ ماں کو بچوں کے سامنے مارنا اور بچوں کا تباہ ہوکر گیدڑ اور لومڑیوں کا شکار ہونا بہت تکلیف دہ انجام و منظر کا تصور ہے۔ میں اس کی برداشت نہ کرسکا۔ بندوق نیچی کرلی اور بلند آواز سے کہا کہ جاؤ میں تم کو اور تمھارے بچوں کو ہرگز نہ ماروں گا آواز پر شیرنی نے مُڑ کر دیکھا اور آہستہ چلی گئی۔

ف۔ شیرنی ایسے ہی مقامات پر دو تین سے چھ سات تک بچے دیتی ہے۔ اس کے بچہ دینے کے موسم و وقت کی نسبت مصنفین میں اختلاف ہے مسٹر ڈنبار برینڈر کی رائے ہے کہ شیرنی ہر موسم میں حاملہ ہوتی ہے اور اس لئے ہر موسم میں جنتی ہے مگر انھوں نے اکثر و بیشتر بچے اگست میں دیکھے ہیں مسٹر بلیڈن اور لیڈیکر نے شیرنی کی بہار کا زمانہ مارچ مقرر کیا ہے مستند اشخاص میں خلاف رائے ہونیکی وجہ سے مجبوراً یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ بعض ممالک میں کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ میرا اپنا مشاہدہ یہ ہے کہ شیر اور شیرنی دونوں کے لئے بہار اور جذبات جوانی کے اظہار کا زمانہ ابتدائے فروری سے آخر مارچ تک ہے۔

سر فریزر نے اپنے شکار عادل آباد کی یادداشت میں میرے انتظام شکار کی نسبت چند عنایت آمیز الفاظ کے بعد اس امر پر تعجب ظاہر فرمایا ہے کہ ہر ہانکہ میں انھوں نے مسٹر اور مسز اسٹراپس ...... Mr and Mrs Straps کو یکجا اور ہم سفر پایا۔ یہ واقعہ بالکل صحیح ہے ہر جگہ جہاں میں نے شیروں کو بہ انتظار صاحب عالیشان بہادر مہمان رکھا تھا جوڑے جوڑے موجود تھے اور ہانکوں میں ہر موقعہ پر دو دو شیر یعنی جوڑے صاحب ممدوح کے سامنے آئے۔ یہ شادی اور یہ خلوت کدہ میں دلہا دلہن کا ساتھ رہنا نہ میرے انتظام کا نتیجہ تھا نہ اس میں میری کوئی قابلیت تھی۔ شیروں کو خواہ نر ہوں یا مادہ جمع کرنا اور پھر بطور مہمان ایک جگہ قائم رکھنا بے شک میرا انتظام تھا مگر مشاطہ گری اور انتخاب دلہا دلہن سے میرے انتظام کو بجز اس کے کہ کھانا اور کافی کھانا مع کافی پانی کے مہیا کر دیا جائے کوئی تعلق اور دخل نہ تھا۔ صاحب عالیشان بہادر ۱۵ مارچ کو شام کے وقت رونق افروز راجورہ ہوئے۔ اور ۲۰ مارچ کی صبح کو بہ ضروریات سرکاری ایک تار کے وصول ہونے پر واپس تشریف لے گئے اس میں ۱۶-۱۷-۱۸ تین دن شکار ہوا اور گیارہ شیر مارے گئے۔ ۱۹ کو دو شیر مارے گئے یہ تار وصول ہوتے ہی دوسرے ہانکہ کو جو تیار تھا ملتوی فرما کر راجورہ کو واپسی عمل میں آئی یہ شکار ریکارڈ شکار تھا۔ تین دن میں اور کبھی مسلسل گیارہ شیر کبھی نہیں مارے گئے۔

اس بیان سے یہ امر ثابت کرنا مقصود ہے کہ فبروری اور مارچ شیروں کے بہار کا موسم ہے فطرت کے پنڈت جی نے انہی مہینوں میں شیروں کی شادی کے لئے نیک ساعت شبھ لگن مقرر کی ہے چنانچہ میرے مہمانوں نے بھی جو اپنی آرامگاہ میں فرو کش اور فکر معیشت سے فارغ البال تھے۔ باضابطہ معقول کورٹ شپ کے بعد منتخب کردہ دلہن کے ساتھ رہنا شروع کر دیا تھا۔ سر فریزر نے اس امر پر غور اور اس مسئلہ پر توجہ نہیں فرمائی ورنہ تعجب ظاہر نہ فرماتے۔

جنرل سر جان مارشل کمانڈر انچیف نے شکار کے لئے تشریف آوری کی نسبت

مجھ سے مشورہ فرمایا۔ اور جناب ممدوح میری تحریک پر یکم اپریل کو رونق افروز شکار گاہ ہوئے دوسرے کیمپ میں غالباً ۴ یا ۵ اپریل کو ایک نہایت دلچسپ شور کی وجہ سے کپتان وہٹ جو کمانڈر ایجیٹ صاحب کے اسٹاف کے ممبر تھے۔ رات کے دس سے بارہ تک میرے خیمہ میں بیٹھے ہوئے اس ہنگامے کی آوازیں سنتے رہے۔ بارہ کے بعد سرجان نے اردلی سے دریافت کرایا کہ میں جاگ رہا ہوں یا سو گیا میری بیداری کا حال معلوم کرکے صاحب ممدوح تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ یہ کیا شور ہے۔ دور سے نہایت مہیب عجیب عجیب بادل کی گرج کے مانند مسلسل اور متواتر آوازیں آ رہی تھیں۔ ایک شیرنی اور اس کے دعویدار غالباً دو یا تین شیر یکجا جمع ہو گئے تھے دوسرے روز شکار کے بعد نانڈ گاؤں کے تالاب کے کنارے میں نے ہر کسی کو وہ مقام دکھایا جہاں شادی کا ہنگامہ ہوا تھا یا رقیبوں کی ڈول۔ تمام زمین اس طرح کھدی ہوئی تھی جیسے کسی نے ہل نا گر چلایا ہو۔ سرجان اور اسٹاف کے ممبروں نے بھی اس میدان کو دیکھ کر اظہار حیرت کیا۔

ف۔ اس قوی شہادت اور چشم دید واقعات کے بعد میں یہ رائے ظاہر کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ فبروری مارچ اور اپریل شیروں کے لیے افزائش نسل اور ان کی شادی رچانے کا موسم ہے۔ شیر عام طور پر مستقل جوڑے کی طرح نہیں رہتے جب ان کی بہار کا وقت آتا ہے تو شیرنی کی بو پر یا اس کی ہلکی بلند آوازوں پر کئی کئی شیر جمع ہو جاتے ہیں۔ ان میں جو سب سے زبردست ہوتا ہے وہ کمزوروں کو دھمکا کر بھگا دیتا ہے۔ پورا جوان بچوں کو دبا لیتا ہے لیکن اگر دو برابر کے پہلوان جمع ہو جاتے ہیں تو دیر تک غرفش ہوتی ہے اور آخر کار ایک عظیم الشان اور طویل جنگ فتح و شکست کا فیصلہ کرتی ہے۔ بعض اوقات ایک فریق کی موت تک نوبت پہنچتی ہے۔

جب دو شیر آپس میں لڑتے ہیں تو اس آگ کو روشن کرنیوالی الگ تھلگ کھڑی تماشہ دیکھتی رہتی ہے۔ مسٹر جرڈن اور مسٹر سیمول بیکر نے یہ جنگ دیکھی ہے اور آخر الذکر لکھتے ہیں

کہ جب یہ شیر لڑتے لڑتے تھک کر دم لینے کے لئے یا کسی اور بنا پر غالباً لڑنے کی تیاری کی غرض سے الگ الگ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تو معشوقہ دلنواز کبھی ایک کبھی دوسرے کا منھ چوم کر ان کے حیوانی جذبات میں جوش اور رقیب کی طرف سے تنفر کے شعلے میں تیزی پیدا کرتی ہے۔

جنگ کا فیصلہ ہونے کے بعد فاتح کے ساتھ فوراً اس مقام سے ہٹ کر شیرنی کہیں اور ہنی مون کو چلی جاتی ہے۔ یہ نہیں معلوم کہ ہنی مون کی مدت کیا ہے۔ مگر بلحاظ اور جانوروں کی حالت کے غالباً یہ ایک ہفتہ سے زائد نہ ہو۔ اس عرصہ میں کیا اور کتنی بار ہوتا ہے کسی کو معلوم نہیں عوام اور جہلا کا یہ بیان کہ شیر عمر بھر میں ایک مرتبہ صاحب اولاد ہونے کا ارادہ کرتا ہے محض غلط ہے۔ مسٹر لیڈیکر اور سلوز نے لکھا ہے کہ شیر صرف ایک موسم میں ایک شیرنی سے مصروف اور اسی کا فدائی رہتا ہے۔ مگر مسٹر ڈنبار برینڈر بیان کرتے ہیں کہ میں نے بچشم خود ایک موسم اور وقت واحد میں ایک شیر کو دو شیرنیوں سے کورٹ شپ کرتے دیکھا ہے کورٹ شپ میں خلوت بھی شامل ہے یا نہیں کوئی نہیں بتا سکتا۔

اس زمانہ میں شیر اور شیرنی دونوں بدمزاج ہو جاتے ہیں یا کم از کم کسی کی مداخلت کو پسند نہیں کرتے۔ شیر خاص طور پر اپنی قوت و شجاعت اور رعب حکومت و شان دکھانے کا شوقین ہو جاتا ہے۔ مسٹر ویلیس نے اس کی نسبت ریمارک کیا ہے کہ انسان بھی اس مرض سے مستثنیٰ نہیں ہے۔

مسٹر برینڈر نے ایک چشم دید واقعہ اس کے ثبوت میں بیان کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب یہ جنگلات کے ڈپٹی انسپکٹر جنرل تھے ان کے مستقر کے قرب و جوار میں ایک نوجوان شیر کئی سال سے مسکن گزیں تھا۔ آتے جاتے اکثر جنگلات کے ملازمین کو ملتا مگر کبھی کسی کو چھیڑا نہیں۔ ایک روز دن کے پانچ بجے ایک ملازم نے دور سے دیکھا کہ دو شیر آگے پیچھے جا رہے ہیں۔ پچھلا شیر وہی پرانا شناسا ہے جو نہی شیر کی اس پر نظر پڑی۔ شیر نہایت

زور سے ڈنکارا۔ اور اس کی طرف دوڑا۔ یہ ملازم گھبرا کر بھاگا مگر آس پاس کوئی درخت نہ تھا
شیر قریب آ گیا مگر یہ جنگل کی چالوں سے واقف تھا فوراً اس نے اپنے سر کا شملہ اتار کر زمین پر پھینک دیا
شیر اس سے مصروف ہو گیا پھاڑنے چیرنے میں کچھ دیر لگی اور یہ آدمی ایک درخت تک پہنچ گیا
شیر نے جب اس کو چڑھتے دیکھا تو شملے کو چھوڑ کر اس پر جھپٹا گویا اس کا مقصد اس کو مارنا تھا
یہ جنگلات کا ملازم اوپر جا چکا تھا شیر کئی منٹ تک غراتا اور درخت پر اگلے ہاتھ ٹیک کر جھنجھلاتا
اگر کوئی ناواقف انسان ہوتا تو آواز کے خوف و دھمک اور گرج سے نیچے گر جاتا یہ جنگلی درخت سے
چمٹ کر بیٹھا رہا شیر مایوس ہو کر چلا گیا۔ آفتاب غروب ہوتے ہی شیر پھر پہونچا۔ اور اس
غریب کو دھمکا کر چلا گیا۔ رات میں تین مرتبہ آیا اور یہی عمل کیا جب شیر جنگل میں ہوتا تھا۔ تو
اس کے کھیلنے اور خوشی کی حالت میں ڈکارنے کی آوازیں آتی رہیں صبح تک یہ شخص درخت پر
بھوکا اور سردی سے اکڑتا بیٹھا رہا۔ جب آفتاب نمودار ہوا تو اس نے اتر کر بھاگ جانے کا
ارادہ کیا۔ جڑ تک نہ پہونچا تھا کہ شیر غراتا ہوا پہنچا۔ غنیمت ہوا کہ یہ پھر اونچا ہو گیا۔ شیر نے
دو تین مرتبہ اس تک پنجہ پہنچانے کی کوشش کی اور مایوس ہو کر چلا گیا۔ کچھ دن چڑھے
اس طرف کئی ہنڈی والے ہنڈیاں لے کر گذرے ان کے چلانے اور غل مچانے سے وہ درخت کے
پاس آئے اور اس کو گھر پہنچا دیا۔ مسٹر برینڈر کو جب اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے ارادہ کیا کہ
اب ان کو جب یہ شیر ملے گا تو وہ اس حصہ کو اس کے خطرے سے پاک و صاف کر دیں گے۔
کئی مہینے تک ان کو اس شیر کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا اگرچہ چند اور ملازمین کو جن کو اکثر
جنگل میں جانا ہوتا تھا۔ کئی مرتبہ اس سے ملاقات ہوئی مگر قدیم عادت کے موافق اس نے
کسی کو نہیں ستایا۔ مسٹر ڈنبار برینڈر کو یقین کلی ہے کہ شیر کی یہ دل آزار حرکت اور انسانوں کو
اس طرح ستانے اور دھمکانے کی کوشش محض شیرنی کو اپنی شجاعت اور قوت یا اپنا رعب
دکھانے کے خیال پر مبنی تھی۔

ف۔ میرے ایک دوست جو سلیم الطبع اور خاموشی پسند واقع ہوئے تھے اور جن کی

شادی حال ہی میں ہوئی تھی۔ بہ حیثیت اپنی نئی دلہن کے میرے ہمسفر ہوئے اور تین چار
دن ان کا میرا ساتھ رہا۔ راستہ میں نیز منزل پر پہونچکر ان صاحب نے دو دفعہ اپنے چپراسیوں
اور تین مرتبہ گاڑی بانوں کو خوب ڈانٹا اور ٹھوک دیا۔ اس زمانہ میں میں مسٹر برینڈر کی
تصنیف پڑھ رہا تھا میں نے شیر کے مندرجہ بالا واقعہ کا بیان اُن کے سامنے رکھکر درخواست کی
اس کو پڑھیے۔ انھوں نے پڑھ کر قہقہہ لگایا اور فرمایا کہ آپ بھی واقعات کا اچھا جوڑ ملاتے ہیں۔
کہاں شیر کہاں ہم اور اب اس کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے جواب دیا گربہ کشتن روز اول۔

ف۔ مندرجہ بالا طریقہ ازدواج کے علاوہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر قریب و جوار میں
کوئی شیر موجود نہ ہو تو شیرنی ایک خاص قسم کی بلند (مگر گرجتی ہوئی نہیں) آواز سے جنگل بیچ
دور دور تک غُل مچاتی پھرتی ہے۔ اس آواز کو زبان قلم سے ادا کرنا ناممکن ہے۔ اگر کسی صاحب نے
غور کیا ہوگا تو بلی کا دیواروں پر خاص قسم کی آواز کرتے ہوئے پھرنا یاد ہوگا۔ شیرنی بعینہٖ
اسی طرح وسیع جنگلوں میں پھرتی ہے۔ فطرت نے اس آواز کی نوعیت کو شناخت کرنے کا
علم شیروں کو عطا فرمایا ہے۔ جس شیر کے کان میں یہ آواز پڑتی ہے وہ بشرطیکہ اس آواز کے
مقاصد پورا کرنے کی قابلیت رکھتا ہو۔ داعی کے جواب میں لبیک کہتا ہوا حاضر ہو جاتا
اگر دو تین امیدواران فضل و کرم وقت واحد میں جمع ہو گئے تو اُن کے حقوق کا تصفیہ
جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا حرب جدالی سے عمل میں آتا ہے۔

اس کے بعد بالعموم شیر اور شیرنی وضع حمل کے زمانہ تک ساتھ رہتے اور ساتھ
شکار کرتے اور کھاتے پیتے ہیں۔ یہ زمانہ اور اس میں دو اسقدر خونخوار اور زبردست
جانوروں کا ساتھ رہنا گاؤں والوں کے لیے نہایت مضرت رسان اور تکلیف دہ ہوتا ہے۔
بڑے بڑے جانور عمدہ قدآور گائیں۔ بڑے سانڈ زبردست بھینسیں جو کسی تنہا شیر کے
بس کے نہیں تھے۔ دو ظالموں کے ہاتھ سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ ایک آدمی شور و غل مچاکر
تنہا شیر سے اپنے گائے بیلوں کو بچا لیتا ہے۔ مگر دو جانب دو شیروں کو غریب چرواہے

حواس جاتے رہتے ہیں بول بھی نہیں سکتا کسی درخت پر چڑھ کر اپنے گلّے کے بہترین جانور کی ہلاکت کا منظر دیکھتا اور آنسو بہاتا رہتا ہے۔ اِس چرانے والے کی بے کسی اور بے چینی کا تماشہ میں نے خود دیکھا ہے۔ میں دورے میں تین بجے دن کے قریب گھوڑے پر آرہا تھا قربت کے خیال سے گاڑیوں کے نشان کے راستہ کو چھوڑ کر میں جنگل میں سے جا رہا تھا دو آدمی بندوق لئے ہوئے اور دو سوار میرے ساتھ تھے ایک سوار نے اشارے سے مجھکو دکھایا کہ ایک شخص تقریباً دو سو گز کے فاصلہ پر ایک درخت پر سے ہماری طرف کپڑا ہلا رہا تھا میں دیکھتے ہی فوراً سمجھ گیا کہ اُس کو شیر نے یا اُس کے خوف نے اس رفعت پر پہنچایا ہے۔ ہم سب تیز تیز اُس کے قریب گئے۔ پیدل آدمیوں کو میں نے آگے کر لیا اور بندوق اپنے داہنے ہاتھ میں لے لی جب میں درخت کے بالکل قریب پہنچا تو دیکھا کہ ۱۹، ۳۰ برس کا ایک گونڈ درخت کے بلند ترین شاخ پر بیٹھا رو رہا ہے۔ میں نے آواز دی اور کہا کہ نیچے آجاؤ۔ اُس نے دو یا تین قدم پیچھے کی طرف بڑھا کہ مجھے اپنی زبان میں کہا کہ ذرا ہوشیار اور تیار ہو جاؤ دو شیر آرہے ہیں۔ ساتھ کے آدمی نے ترجمہ کیا اور وہ گونڈ پھر اوپر چڑھ گیا۔ میں ہوشیار کیا ہوتا۔ اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ ساتھ کے پیدل آدمی سے کہا کہ ایک گھوڑے کی لگام پکڑ لو۔ گھوڑے کو ہلنے نہ دینا۔ دوسرے سے کہا کہ میرے بائیں جانب بندوق لے کر کھڑا رہ۔ اگر ضرورت ہوی تو فائر کے بعد اپنی بندوق تجھکو دیدونگا اور تیری میں لے لونگا۔ ڈر نہیں پاس کھڑا رہ سواروں میں سے ایک ہوشیار اور تجربہ کار تھا اُس سے میں نے کہا کہ تم دونوں بیس پچیس گز پیچھے کھڑے رہو اگر میں کہوں تو فوراً گھوڑوں کو تیز چکر دینا تاکہ تمھاری گڑبڑ سے شیر اُس طرف متوجہ ہو جائیں۔ یہ ہدایتیں ختم بھی نہ ہوی تھیں کہ پچاس بلکہ اس سے کم فاصلہ پر دو شیر آہستہ آہستہ غن غن کرتے اور ہماری طرف بڑھتے نظر آئے۔ یہ بہت ہلکی ٹراٹ چل رہے تھے۔ اور اُس طرح ایک لائن میں تھے جیسے گاڑی کے گھوڑوں یا بیلوں کی جوڑی میں نے گھوڑے پر سے آواز دی مگر یہ رُکے نہیں

صرف ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اگر ایک شیر ہوتا تو تین گھوڑوں اور پانچ آدمیوں کو دیکھکر ہرگز ایک قدم بھی نہ بڑھتا مگر دو ساتھ ہونے کی وجہ سے یہ بڑھتے ہی رہے۔ یہ دیکھکر میں نے بندوق اٹھائی اور نشانہ لیا۔ آدمی سے کہا کہ دیکھ گھوڑے کو ہلنے نہ دے۔ اب شیر مجھسے تیس اور چالیس گز کے درمیان میں ہوں گے۔ سکنڈ سے بھی کم میں نے پیش تو کیا پھر جانب راست شیر پر فائر کر دیا۔ گولی خالی گئی مگر شیر رُک گئے اور داہنی جانب والا تھا شیر ٹیڑھا ہو گیا اور پھر دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا شیر کا دل میرے سامنے آدمی سے میں نے بندوق مانگی اور اپنے ہاتھ کی بندوق کی دوسری نال فائر کر دی وحشت انگیز آواز تو بعد میں کان تک پہونچی مگر آنکھ نے مسرت انگیز نظارہ کا مشاہدہ کر لیا شیر اور شیرنی چشم زدن میں جست مار کر غائب ہو گئے گونڈ ہنستا اور غلُ مچاتا نیچے آیا اُس کے بیان سے معلوم ہوا کہ دو شیروں کو دیکھکر وہ ایسا گھبرایا کہ چلا بھی نہ سکا۔ بیلوں نے شیر کو دیکھکر گھر کا راستہ لیا اور یہ درخت پر چڑھ گیا درخت کے قریب آکر شیر نے دو تین غراہٹوں سے ان کا مزاج پوچھا مگر جب دیکھا کہ یہ ہاتھ ملانے پر آمادہ نہیں ہے۔ تو دو چار بیلوں کے تعاقب میں جو منڈے سے الگ تھے مشغول ہو گئے میری آواز سنکر وہ پھر درخت کی طرف آ رہے تھے کہ یہ واقعہ پیش آیا۔ شیروں کی اس قدر جرأت اور چرواہے کو اس طرح ستانا محض دو کی رفاقت اور باہمی امداد پر منحصر تھا ورنہ تنہا شیر ایسی جرأت نہیں کرتا۔ بچے جننے کا وقت قریب ہوتا ہے تو شیرنی غار یا مناسب جگہ کی تلاش میں شیر سے جدا ہو جاتی ہے اگر شیر پیچھے پیچھے آتا ہے تو ناراضی کا اظہار کر کے چل دیتی ہے۔

مسٹر بلینڈن اور لیڈیکر کی رائے ہے کہ شیر کی بدمزاجی اس زمانہ کورٹ شپ میں شیرنی کے نخروں کی وجہ سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ کورٹ شپ کا جو انجام اور نتیجہ ہوگا وہ سب کو معلوم ہے مگر ابتدا میں شیرنی اس طرح غراتی اور ڈانٹتی ہے کہ شیر کھسیانا ہو کر پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ اور آخر کار جب جوانی کا سرور شیر کو مدہوش کر دیتا ہے تو وہ جولاہے کی طرح

پہلے تو دھمکیوں سے کام نکالنا چاہتا ہے۔ مگر جب صرف دھمکی بیکار ثابت ہوتی ہے تو جوتی سنبھال کر سیدھا ہو جاتا ہے۔ اس منظر کا مشاہدہ پلے ہوئے بلیوں کی حالت پر غور کرنے سے ممکن ہے۔ بلّی اور شیرنی دونوں کی گردن زخمی ہو جاتی ہے اور یہ سزا ہے اُن کے غمزۂ بے جا کی۔ میں چاندنی رات میں ایک بہت بڑے سینگ والے چیتل کی تلاش میں تالاب کے کنارے مچان پر بیٹھا تھا۔ مغرب کے بعد شیروں کا جوڑا آیا دونوں مادہ جوانی سے سرشار تھے۔ ایک گھنٹے سے زیادہ یہ پانی کے کنارے کھیلتے رہے۔ شیر کا برتاؤ نہایت وحشیانہ ظلم کا تھا۔ گردن اور کانوں کے نیچے کا حصّہ میرا خیال ہے ضرور زخمی ہوا ہوگا۔ یکجا ہونے کے بعد شیر کتے کی طرح پلٹ گیا اس حالت میں وہ آٹھ دس منٹ مبتلا رہا نہایت بے چینی اور ناگواری کا اظہار کرتا رہا۔ اس کے بعد وہ یکایک کود کر جُدا ہوگیا۔ اور تقریباً آدھے گھنٹے تک مُردے کی طرح پڑا رہا پھر پانی پی کر بیہم صاحبہ کے پیچھے آہستہ آہستہ چلدیا۔ کئی بار جی چاہا کہ فائر کروں دونوں میرے بس کے تھے۔ مگر اوّل تو میرا مقصد جو وہاں بیٹھنے سے تھا فوت ہو جاتا دوسرے ایسے وقت یہ بلا اُن پر نازل کرنے کے لیئے بڑے سخت اور بے درد دل کا کام ہے۔

ف۔ شیرنی کا زمانہ حمل مسلمہ طور پر پندرہ ہفتے ہیں شیر کا رزق اُس کی قوت اور محنت پر منحصر ہے۔ اگر یہ زمانہ جس میں کاہلی اور کمزوری لازمی ہے زیادہ طول کھینچتا تو شیرنی کی زندگی محال ہو جاتی اس واسطے قدرت نے تناسب جسامت کے خلاف شیر کی مدت حمل بہت کم رکھی ہے۔

بعض مصنفین نے لکھا ہے کہ شیرنی انتخاب اور تلاش مقام میں زیادہ قوت صرف نہیں کرتی یا اس معاملہ پر زیادہ توجہ نہیں کرتی میرا مشاہدہ اس کے خلاف ہے شیرنی کم از کم ایک ہفتہ قبل جننے کے اسی تلاش میں رہتی ہے کہ کوئی محفوظ مقام دستیاب ہو جائے نالوں اور ندیوں کے بلند کناروں میں سیہی اور گیدڑ بڑے بڑے

گڑھے بنا لیتے ہیں اگر وسعت زیادہ ہو تو یہ سب میں زیادہ مناسب مقام ہے۔ بشرطیکہ وہاں حضرت انسان کا گذر نہ ہوا اِس کے بعد غار اور جھاڑیاں وغیرہ بکار آمد جنگلی خانے ہیں۔ میں قبل ازیں اس کا ذکر کر چکا ہوں۔

پندرہ ہفتے کے بعد شیرنی دو تین چار پانچ حد چھ بچے دیتی ہے ممکن ہے کہ شاذو نادر سات تک بھی نمبر پہنچ جاتا ہو چھ بچوں کی ماں کو میں نے خود مارا اور بچوں کو گرفتار کیا ہے اس شیرنی نے راستہ بند کر دیا تھا کئی آدمیوں کو زخمی کر چکی تھی۔ مجھکو راستہ پر ملی۔ اور گاڑی کو دیکھکر بڑا غل مچایا۔ دُم اُٹھا کر راستہ کے بیچوں بیچ کھڑی ہو گئی اور ایسے زور زور سے دو دو ہکیاں ایسی دیں کہ گاڑی ہانکنے والے نے چلانا شروع کر دیا کہ سرکار اب تو بیل میرے قابو کے نہیں۔ بھاگیں گے۔ بنڈی الٹ جائے گی۔ اگر حقیقتاً خدا نخواستہ یہ واقعہ پیش آئے تو سخت خوفناک سانحہ کا پیش آنا لازمی اور یقینی ہے۔ شیر دو چار کو مار ڈالتا اور بیلوں میں سے ایک کی موت میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔

الحمد للہ کہ میں یہ باتیں ذہن میں آتے ہی گاڑی سے کود گیا اور نہایت جلد گاڑی سے پانچ قدم ہٹ کر بیٹھ گیا۔ اس پوزیشن سے نشانہ اچھا جمتا ہے۔ میرا کودنا تھا کہ اس نے پھر ایک آواز دی اور اگلے داہنے پنجے سے زمین پر تھپیڑ لگایا صرف زبردست دشمن کے مقابلہ میں اور حملہ سے قبل شیر ایسا کرتا ہے۔ یہ شیرنی بھی غالباً دو تین سکنڈ بعد حملہ کر دیتی فاصلہ تیس پینتیس گز سے جو باضابطہ حقیقی حملہ کا مقررہ فاصلہ ہے زیادہ نہ تھا۔ آواز دیکر شیرنی آڑی ہو گئی تھی۔ نشانہ کا اچھا موقعہ تھا۔ گردن کے بیچ میں نشانہ لے کر اس خیال سے کہ یہ روانہ نہ ہو جائے فوراً فائر کر دیا گولی ٹھیک نشانہ پر لگی اور یہ کھڑی کھڑی دیوار کیطرح گر گئی۔ اور بغیر کسی جنبش کے فنا ہو گئی۔ حسب معمول ۱۵۔۲۰ منٹ انتظار کرنے کے بعد ہم سب آگے بڑھے میں نشانہ لے کر علٰحدہ کھڑا ہو گیا اور دو آدمیوں نے پانچ چار پتھر مارے۔ دو ایک اُس کے لگے مگر جنبش نہیں کی۔ ہم پھر بڑھے اور پھر پتھر پھینکے۔ اب

قربت کی وجہ سے کئی پتھر لگے جنبش نہ ہونے پر موت کا یقین ہوگیا مگر پھر بھی نشانہ لے کر اور لبلبی پر انگلی رکھ کر پاس گئے تو وہ مرچکی تھی ۔ مبتدیوں کی آگاہی کے لئے مُردہ شیر کے پاس جانے کا طریقہ میں نے بہ تفصیل بیان کر دیا ہے ۔

شیرنی کے مرنے کے بعد چند اور آدمی جمع کرکے بچوں کی تلاش شروع ہوئی سامنے پہاڑ تھا اُس پر پانی کا چشمہ وہی مقام زیادہ مناسب معلوم ہوتا تھا مگر چونکہ اکثر گاؤں والے وہاں مویشی کو پانی پلاتے تھے شیرنی نے وہاں سے تقریباً نو میل کے فاصلہ پر جہاں چٹان کے نیچے بڑا لمبا اور گہرا جوف تھا بچے دیے تھے ۔ شیرنی کے مرنے سے سب لوگ بے خوف ہوگئے تھے بے تکان ہر جگہ گھس جاتے تھے دو تین گھنٹے کی تلاش میں بچے مل گئے اور یہ چھ چھوٹی بلی کے برابر ایک یا دو دن کے آنکھیں کھلے ہوئے بچوں کو شام سے قبل اپنے خیمے میں دودھ پلا رہا تھا ۔ دو مر گئے چار بڑے ہوئے اِن کا ذکر آئندہ کرونگا ۔

ف ۔ حضرت غفران مکان ؒ نے ایک شیرنی ۱۹۱۰ء میں شکار فرمائی ۔ اِس کے پیٹ سے سات بچے نکلے دو چار روز میں یہ جننے والی تھی ۔ بچوں کو جلد پر سیاہ پٹوں کے نشان موجود تھے ۔ اِن کی تصویر شکار نامہ نظام میں دی ہوئی ہے میں نے بچشم ان مُردہ بچوں کو کھال نکالنے سے قبل دیکھا تھا ۔ بجور تعلقہ سرپور میں میرے بڑے فرزند سراج نے دو شیرنیاں ماریں ایک کے پیٹ میں سات اور ایک کے پیٹ میں چھ بچے نکلے ۔

ف ۔ شیر کے بچے جب پیدا ہوتے ہیں تو چھوٹی بلی کے برابر ہوتے ہیں ۔ اُن کے پٹے مکمل اور سیاہ ہوتے ہیں ۔ مگر زردی اور سیاہی دونوں کا رنگ ہلکا ہوتا ہے ۔ پندرہ بیس دن کے اندر ان کے آنکھیں کھل جاتی ہیں ۔ اُس وقت تک اِن کی پرورش کلیتاً اور فطرتاً ماں کے دودھ پر ہوتی ہے ۔ اِس کے بعد یہ رینگنے لگتے ہیں ۔ اور ماں کے منھ چاٹنے میں خون کی بو اور مزے سے واقف ہوجاتے ہیں ۔ بعد چند روز کے یہ ماں کے ساتھ مسکن سے باہر آنا شروع کر دیتے ہیں ۔ یہ وقت ہر جاندار کے لیے اُس

قرب وجوار سے گذرنا خوفناک ہوتا ہے۔ جو جانور یا انسان شیرنی اور اُس کے بچوں کے درمیان آجاتا ہے۔ شیرنی اُس پر محض بھگا دینے کی غرض سے حملہ کردیتی ہے ایک مرتبہ مجھکو یہ اتفاق پیش آیا میں گھوڑے پر تھا اور شیرنی کی ڈانٹ سنتے ہی تیز گیلپ کر کے اس مقام سے دور نکل گیا۔ شیرنی تین مہینے کے اندر ہی بچوں کو گوشت کھلانا شروع کردیتی ہے۔ تین ماہ کے بعد وہ ماں کے ساتھ رہتے ہیں اور اُس کو شکار کرتے دیکھتے ہیں۔ میں نے کئی مرتبہ بچے پالے ہیں۔ چار مہینے کی عمر میں وہ مرغیوں کو دوڑتے تھے اور پانچ مہینے کے نہ ہوئے تھے کہ اُنہوں نے ایک مُرغی مار کر کھالی یہ چار بھائی بہن تھے۔ ایک بھائی تین بہنیں۔ یہ اُسی شیرنی کے بچے تھے۔ جس کو میں نے مار کر چھ بچے پکڑوا لئے تھے۔ یہ چاروں مل کر سُور کے بچوں کو مارتے تھے سُور کے بچے ٹیریر کے قد کے برابر ہوتے تھے اور یہ چاروں بڑے لُطف سے درختوں پھر ول کر سیوں حد یہ کہ آدمیوں کے پیروں کی آڑ پکڑ کر اور مختلف اطراف سے دبک دبک کر سُور پر بڑھتے تھے سُور کے پیر میں لمبی رسی بندھوا دیتا تھا۔ آدھے گھنٹے میں یہ سور کو مار ڈالتے تھے اور بڑے شیر کی طرح دُم کی طرف سے نوچنا شروع کرتے تھے۔ ایک دفعہ سُور کے پیر سے رسی کھُل گئی۔ مکان کے پھاٹک تک شیر اُس کے پیچھے دوڑے۔ پھر واپس آگئے۔ بڑا غضب یہ ہوا کہ یہ سُور ایک صاحب کے مکان میں گھُس گیا۔ انہوں نے بڑی گڑبڑ کی اور اُن کی بہت خوشامد کرنی پڑی اُس کے بعد یہ شکار موقوف ہوگیا۔ سات ماہ کی عمر تک یہ میرے پاس رہے۔ اِن کے عادات و اطوار یہ تھے مجھکو پہچانتے تھے۔ اپنے رات کے کونڈے پہچانتے تھے۔ رات کا وقت گذر جاتا اور دیر ہو جاتی تو چیختے۔ میرے حکم پر نر پچھلے پاؤں پر کھڑا ہو جاتا۔ جب میں پنجرے میں جانے کا حکم دیتا تو اِدھر اُدھر چھپتا۔ بید دکھائی جاتی تو خوشامد سے لیٹ جاتا جب میں پیار کرتا تو بلی کی طرح یہ غرغر کرتے اور جسم میرے پیروں سے ملتے۔ چھوڑ دیئے جاتے

تو خوب دوڑتے اور کھیلتے غیر آدمی کو دیکھکر چھپ جاتے۔ یہ کسی طرح مضرت رساں نہیں تھے یہ امر بیان کرنا ضروری ہے کہ یہ سب ابتدا سے یعنی جیسے کہ میرے ساتھ ٹہلنا شروع کیا۔ جنگل سے سخت متوحش اور متنفر تھے۔ سڑک پر ساتھ چلنے سے خوش ہوتے تھے۔ اور جھاڑی میں رُک رُک کر کھڑے ہوجاتے اور میاؤں میاؤں کرتے۔ ان کا دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ گرمی کی وجہ سے میں ان کو اپنے ایک کیمپ سے دوسرے کیمپ تک راتکے وقت بھیجا تھا۔ ان کا پنجرہ گاڑی پر رکھ دیا جاتا تھا۔ ایک گاڑی ہانکنے والا اور ایک اور آدمی ان کے ساتھ ہوتا۔ صبح ہوتے یہ کیمپ کو پہنچ جاتے اور سمر ہاؤس (تیٹو نکی جھونپڑی) میں کھیلتے رہتے۔ ایک مقام پر میں دس بجے کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ بچے پنجرے میں بند ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کیوں آج کھولا کیوں نہیں تو جمعدار نے دبی زبان سے کہا کہ ایک بچہ کھو گیا دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ رات کو راستہ میں پنجرہ کھُل گیا اور بچہ باہر کود گیا یا گر گیا۔ صبح کو تین ہی بچے پائے گئے جمعدار نے اُس کی تلاش میں دو سوار روانہ کردئے تھے کہ مقام روانگی تک سڑک پر دیکھیں شاید کہیں پتہ چل جائے تھوڑی دیر بعد سوار گود میں بچے کو بٹھائے ہوئے آپہونچا اور بیان کیا کہ بچہ راستہ پر بیٹھا ہوا میاؤں میاؤں کر رہا تھا۔ مجھکو دیکھکر پہلے تو دبک گیا پھر جب میں پاس گیا اور پیار کیا آواز سے بلایا تو فوراً پیروں کے پاس آگیا۔

یہ چاروں بچے پورے دَورے بھر جو گرمیوں میں ہوا میرے ساتھ رہے سمر ہاؤس کے قریب آسانی کی غرض سے جہاں ممکن ہوتا پانی کی نالی بنادی جاتی تھی اس میں یا تو کسی نالے سے یا کسی باؤلی سے پانی آتا تھا اور سمر ہاؤس چھڑکنے کے لئے ایک گڑھے میں بھرا رہتا تھا کیمپ کو پہنچنے اور پنجرہ کھلنے کے بعد یہ چاروں بچے اُس نالے یا گڑھے میں اُتر جاتے تھے اور دھوپ تیز ہونے تک وہیں کھیلتے رہتے تھے۔ ہوا گرم ہوجاتی تو سمر ہاؤس میں گھُسکر ریت پر جو نم ہوتی لوٹتے رہتے میرے آنے پر بہت خوش ہوتے

دوپہر بھر وہیں کھیلتے اور چار بجے چارپی کر باہر چلتے چار شوق سے نہیں پیتے تھے مگر اپنے راتب کا شوربہ خوب چاٹتے تھے۔

دو ایک مقامات پر کیمپ میں خیموں کے قریب درخت تھے۔ یہ چاروں درخت پر بڑے شوق اور آسانی سے چڑھ جاتے اور جب تک راتب کا کونڈا نہ دکھایا جاتا نیچے نہ آتے ضرورت سے فارغ ہونے کے لئے ہمیشہ خیمہ کے باہر جاتے بجرہ کو غلیظ کرنے کا اتفاق کم پیش آیا۔ پیشاب ہر جگہ بے تکلف کر دیتے تھے۔

مندرجہ بالا بیان ان کے سات مہینے کی سرگذشت ہے۔ اُس کے بعد میں نے ان کو پیشگاہ اعلیٰحضرت خلد اللہ ملکہٗ میں گذران دیا۔ اور یہ ایڈن گارڈ کو پرورش کے لئے بھیج دئے گئے۔ اس وقت (۱۹۴۰ء) باغ عامہ میں شیروں کا جو جوڑا ہے۔ وہ غالباً انہی میں کا ہے۔

ان کے علاوہ کئی بار مجھکو ایک ایک بچہ پالنے کا اتفاق ہوا تقریباً سب کی حالت اور عادات یہی تھیں۔ ایک بچہ تین مہینے کا مجھ سے بہت مانوس تھا۔ ایک دم جدا نہ ہوتا تھا تنہا رہ جاتا تو آس پاس کے کپڑے پھاڑ ڈالتا ٹہلنے کو ساتھ جاتا تو میرے چھپ جانے پر چیختا اور جو پاس جاتا اُس کو ڈراتا اور بعینہ بڑے شیر کی طرح غصہ کا اظہار کرتا۔ اس میں ایک عجیب سمجھ اور ہوشیاری کی بات دیکھی گئی وہ یہ کہ یہ چوری کرتا تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ یہ سزا پانے کی چیز ہے۔ باورچی خانہ میں گھس کر ایک مرتبہ یہ گوشت کھا گیا۔ باورچی خانہ میرے ٹھیرنے کے مقام سے سترگز کے قریب تھا میں نے جس طرح کتے کو سزا دیتے ہیں۔ اس کو بھی گوشت کا برتن دکھا کر آہستہ آہستہ منھ پر دو تھپیڑ مارے اور چھوڑ دیا۔

اب اس نے یہ حرکت شروع کی کہ میری نگاہ بچا کر چبوترے کے نیچے جہاں میں بیٹھا تھا کودتا اور وہاں سے دوڑ کر باورچی خانہ جاتا جو کچھ از قسم گوشت مل جاتا پکا ہوا سالن پلاؤ کی بوٹیاں وغیرہ سب کھا جاتا اگر میں دیکھ لیتا تو فوراً بیٹھ جاتا اور آنکھیں بند کرکے میاؤں میاؤں

باورچیخانہ ہیں اگر اس کو باورچی ڈراتا تو اُس پر غراتا دس بارہ بچوں میں جو میں نے پالے یہ سب میں زیادہ سمجھدار تھا۔

مسٹر ڈنبار نے ایک بچہ پالا تھا اُن کا خیال ہے کہ شیر کم سمجھ جانور ہے۔ اُن کا یہ شیر کا بچہ کتوں کے ساتھ پلا تھا اور اُن کا بیان ہے کہ اس نے کوئی بات نہیں سیکھی۔ آخر تک سیکھے جب چار برس کا ہو کر پنجرے میں بند کر دیا گیا۔ یہ بالکل خالص اور سادہ مزاج شیر رہا فطرت نے شیر کو بجز ہلاک کرنے اُس کے مختلف طریقوں اور اپنا پیٹ بھر لینے کے اور کچھ نہیں سکھایا۔

یہ صاحب ممدوح کا بیان عام طور پر شیر کے خصائل کے نسبت بالکل صحیح ہے۔ مگر ان بچوں کے متعلق میرا تجربہ اس کے خلاف ہے لیکن میرے تجربہ میں محبت اور تربیت کا بہت بڑا جزو شامل ہے۔ اس لئے مسلّم ماہر فن کی رائے بہت زیادہ قابل قبول و وقعت ہے اور میں بھی سر تسلیم خم کرتا ہوں۔

ف ایک سال تک تو بچے ماں کی چالیں دیکھتے اور اس کی کامیابی کے بعد صرف گوشت کا مزہ اٹھاتے رہتے ہیں مگر اس کے بعد وہ خود ماں کے ساتھ حملہ کی کوشش کرتے ہیں ایک شیرنی کو جس کے ساتھ تقریباً ڈیڑھ ڈیڑھ سال کے دو بچے تھے بچشم خود دیکھا کہ بندھے ہوئے بھینسے پر بچے دوڑتے تھے مگر تھوڑی دور جا کر رک جاتے تھے دو سال بعد یہ اپنی ماں کو جانور کے گرانے میں مدد دیتے ہیں اور اگر کوئی چھوٹا جانور مثل بکری کے مل گیا تو خود مار لیتے ہیں۔ اب اماں جان سے جدائی کا وقت قریب ہے۔

ف۔ شیرنی شیر کو اُس وقت تک پاس نہیں آنے دیتی جب تک کہ اُس کے بچوں کو بڑوں کے ساتھ ادب سے پیش آنا اور اپنے باپ کی مرضی پر چلنا نہ آ جائے۔ عام طور پر مشہور ہے کہ شیر بچوں کو کھا جاتا ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے مگر اس میں غلطی یہ ہے کہ شیر اکثر غصہ میں کسی چیز پر گستاخی اور بد تمیزی پر بچوں کو مار ڈالتا ہے مر جانے کے بعد بھوکا ہوا تو کھا لیا ورنہ لاش چھوڑ کر چل دیتا ہے شیر کو یہ ناگوار گذرتا ہے کہ بچے اُس کے یا اُس کی بیوی کے

مارے ہوئے شکار کو ابّا جان کے نیم سیر ہونے سے قبل کھائیں یا چھوئیں۔ شکار کو کھانے کے ابتدائی حصہ میں شیر بہت جھنجلا ہوتا ہے۔ جب پیٹ میں کچھ پڑتا ہے تو مزاج کسیقدر ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور اولاد نامعلوم کو دور سے بوٹیاں نوچنے کی اجازت مل جاتی ہے۔ ابتدائی چند لقموں سے قبل جو بچہ پاس آگیا اُس کو یا تو تھپیڑ کی سزا دی جاتی ہے یا منھ میں پکڑ کر جھنجوڑ دیا جاتا ہے۔ تھپیڑ کھانے کے بعد بھی کبھی بچہ جانبر ہو جاتا ہے مگر جھنجوڑنے کے بعد موت لازمی ہے۔

لیڈیکر، سلیوس، بلنڈن اور بریڈران سب مصنفین نے مرے ہوئے بچے دیکھے ہیں ان میں سے بعض کو شیر نے نصف کے قریب کھالیا تھا۔ بہر صورت بچوں کو شیر کے مار ڈالنے کا واقعہ صحیح ہے۔ کھا جانے کا واقعہ مشتبہ۔ بعض مصنفین کا بیان ہے کہ انہوں نے چھوٹے نیز دو برس کے بچوں کو شیر کے ساتھ کھیلتے دیکھا ہے۔ مگر غالباً یہ وقت سیری اور خوش مزاجی کا ہوگا شیر کے آجانے کے چند روز تقریباً ڈھائی یا تین سال کے بعد وہ وقت آتا ہے کہ خود شیرنی بھی بچوں سے مہربانی کا برتاؤ ترک کر دیتی ہے۔ اور اُن کا ہر وقت ساتھ رہنا مناسب خیال کرتی ہے مگر فطرت نے یہ قاعدہ مقرر کر دیا ہے کہ جب تک بچے اپنے قوت بازو سے شکار کرنے اور شکم پروری کے قابل نہ ہوں شیرنی نہ عقد ثانی کرتی ہے۔ نہ بچوں کو اپنی حفاظت سے دور۔ اس وقت صرف اتنی ہی حفاظت کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ ماں کے ساتھ رہیں جنگل اور پہاڑوں، نالوں اور گھاٹیوں کے نشیب و فراز اور مختلف راستوں سے واقف ہو جائیں شکار کے داؤں پیچ اور جانور کو مارنے اور گرانے کے متعدد طریقے اس وقت سے قبل ماں عملی طور پر اور فطرت اصولی منہج پر بچوں کو سکھا چکتی ہے۔

بچے اپنی ماں کے ساتھ کب تک رہتے ہیں اوپر کے بیان سے ظاہر ہو جاتا ہے لیکن اس عام قاعدے میں استثنا کے اکثر واقعات مشاہدے میں آئے ہیں (۱) مسٹر لیڈیکر نے چھ (۲) مسٹر بریڈر نے چھ (۳) مسٹر بلینڈن نے سات (۴) جنرل سکیپر نے آٹھ

(۵) جنرل نائیٹ انگیل نے سات شیر مختلف قد و قامت کے وقت واحد میں اور ایک جگہ دیکھے ہیں زماں خاں مرحوم کے لیے میں نے آڑے میں پہاڑ اور ندی کے درمیان جس کا نام میں نے نہ خانہ کا خزانہ رکھا تھا۔ ہانکہ کرایا میں نے بچشم خود پانچ شیر دیکھے ان میں سے میں نے دو مارے اور تین خاں صاحب کے لئے چھوڑ دئے لیکن اور احباب نے جو ساتھ تھے بیان کیا کہ ۵ اُس مقام سے نکلے جہاں میں بیٹھا تھا۔ ایک پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اور دو بچے ایک غار میں جس کے منھ پر گنجان جھاڑی تھی گھس گئے ان میں مندرجہ ذیل حضرات شریک تھے مولوی سید اصغر علی خان صاحب مجسٹریٹ ضلع مولوی جان محمدؐ صاحب مہتمم پولس، مولوی عبد العلی صاحب مہتمم لوکل فنڈ، مولوی افتخار حسین صاحب مہتمم تعمیرات مولوی عبد الرحمٰن خان صاحب انسپکٹر اس قدر قوی اور معتبر شہادت کی بنا پر یہ کہنا کہ سات شیر یکجا جمع تھے بے جا نہ ہوگا۔ ان شیروں کی یکجائی کی تفصیل اور وجوہ یہ ہیں۔

ماں جوان (۱) باپ بڈھا (۱) پہلے جھول کے بچے چار سالہ (۲) جوان شیر (۱) دوسری جھول کے بچے ۲ سالہ (۳)

ان میں سے جو پانچ میں نے دیکھے وہ یہ ہیں۔ شیرنی (۱) جوان شیر (۱) چار سالہ بچہ (۲) دو سالہ بچہ (۱) جوان شیر اور ایک چار سالہ بچہ مارا گیا۔

اس میں بڈھا شیر یا بڑا شیر بہت معمر تھا اگر وہ اس قدیم دوست اور جوان بیوی کے ساتھ اُس کا اور اُس کے بچوں کا سہارا پکڑ کر نہ ہوتا تو غالباً بھوکا مر جاتا۔ یا آدم خواری شروع کر دیتا چونکہ اُس میں دم نہ تھا وہ صرف ساتھ ساتھ پھرتا تھا خدمتگزاری اور بچہ کشی کے لئے شیرنی نے جوان شوہر تلاش کر لیا تھا بڑے میاں غراتے تو تھے مگر چونکہ خود دم نہ تھا مُردم و دیدم دم نہ کشیدم کے مصداق تھے۔ چنانچہ جب ہانکہ ہوا ہے تو شیرنی نے جوان شوہر کا ساتھ دیا اور اسی کے پیچھے پیچھے آئی۔ بڑے میاں حسرت سے دیکھتے ہوئے پہاڑ پر چڑھ گئے تاکہ ہانکہ کے دباؤ سے بھاگنے کی زحمت نہ اٹھانی پڑے

پہلے بچے ماں کے ساتھ اس لئے رہے کہ باپ بر بنائے ضعف پیری بہت مہربان تھے اور گستاخیوں کی برداشت کر لیتے تھے دو سالہ بچوں کا تو ابھی وقت فراق آیا ہی نہ تھا یہ تو سب قیاس ہے مگر اکثر مصنفین نے میرے اس قیاس کی تائید کی ہے کہ جب نر شیر بڈھا اور کمزور ہو جاتا ہے تو کسی جوان بیوی کے ساتھ رہ پڑتا ہے اُس کے سہارے اور مدد سے جانور مار کر پیٹ بھر لیتا ہے بلکہ جانور مارتا بھی نہیں صرف گھیرنے میں مدد دیتا ہے ایسے شیر بچوں کو نہ دھمکاتے ہیں نہ مارتے۔ ہمارے ملک کے بڈھو غور کرو بڈھاپے میں شیر پر یہ گذرتی ہے تو بڈھے انسان کو جوان بیوی کی اگر خدا نخواستہ اُن کی حماقت نے پیدا کرلی تو کیا کیا جوتیاں نہ اٹھانی پڑتی ہونگی۔ بہتر یہ ہے کہ یہ حضرات ضعف پیری کے نمودار ہونے کے بعد اپنی بڈھیا پر قناعت فرمائیں۔ جوان بیویوں کی تلاش میں سرگرداں اور آخر میں پشیمان نہ ہوں۔

بچے جب ماں سے جدا ہوتے ہیں اُس کا سین ایک مصنف نے شیر کی زبان سے بیان کیا ہے۔ ترجمہ میں اصل زبان کا لطف اور اثر بہت کچھ زائل ہو جاتا ہے پھر بھی اُسکے چند حسرتناک الفاظ سننے کے قابل ہیں میں چند فقروں کا خلاصہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ شیر کہتا ہے کئی سال تک ایک ندی کے کنارے جہاں خمدار نالے بڑے بڑے بلند پہاڑ سر سبز گھاٹیاں وسیع گنجان جنگل اور چند سبزے سے لہراتے ہوے میدان تھے میں اماں جان اور اپنی بہنوں کے ساتھ کھیلتا کودتا رہا کبھی کبھی اماں جان کسی بلند چٹان پر بیٹھ جاتی اور ہم کو آزادی سے کھیلنے کی اجازت دیدیتیں۔ ہم دور تک آنکھ مچولی کھیلتے اور خوب غل مچاتے اگر کوئی ایسا جاندار جس سے کچھ خطرہ ہو وہاں آجاتا تو اماں جان ایسی ڈانٹ بتاتیں کہ وہ جانور بدحواس ہوکر بھاگ جاتا۔ اماں کی غصہ کی آواز سے ہم بھی ڈر جاتے اور پتھروں کے نیچے یا جھاڑیوں کے پیچھے چھپ کر بیٹھ جاتے اور جب تک اماں جان کی آواز گونجتی رہتی وہیں بیٹھے رہتے میری بہن مجھ کو بہت چاہتی تھیں۔

مجھ کو پتھروں میں تلاش کر کے بغیر اپنے ساتھ لائے کبھی اماں جان کے پاس نہ جاتیں۔ جب اماں جان نیل یا سانبھر یا چیتل اور کبھی کبھی سور مارتیں تو پہلے ہم کو کھلاتیں پھر آپ کھاتیں کسی مزے کے ٹکڑے پر میں ضد کرتا تو بہنیں مجھکو دے کر آپ دوسرا ٹکڑا کھانے میں مصروف ہو جاتیں۔ اس لطف کی زندگی میں یکایک ایک نہایت تکلیف دہ واقعہ پیش آیا اماں نے غالباً کسی درد کی وجہ سے چلانا شروع کیا کئی دن یہی حالت رہی پھر کئی جنٹلمن اماں سے ملنے آئے یہ بڑے زبردست بڑی بڑی مونچھوں والے تھے ان کی گردن پر بال اور گل پچھے تھے اور یہ سب بڑے بدمزاج تھے ہمکو دیکھکر دوڑتے غرغر کرتے اور ہم کو نہ اپنے نہ اماں جان کے پاس جانے دیتے اماں جان مطلقاً ہماری حمایت نہ کرتیں بلکہ انہیں کی خاطر میں مصروف رہتیں۔ دو تین دن بعد ان گل پچھے والوں میں جنگ ہوئی دو تین تو یونہی غوں غوں غاؤں جھپ جھپ کر کے بھاگ گئے مگر دو خوب لڑے آخر کو ایک زخمی ہو کر وہ بھی بھاگ گئے۔ جو صاحب باقی رہ گئے تھے وہ اماں جان کے بڑے دوست تھے۔ کئی دن وہ اور اماں اور پیچھے پیچھے ہم تینوں بھائی بہن جنگل میں پھرتے اماں ہماری طرف التفات نہ کرتی تھیں۔ شکار مارا جاتا تو پہلے وہ حضرت کھاتے پھر اماں بچا کھچا ہم کو مل جاتا۔ کھانے میں کمی ہونے سے ہم بھوکے رہنے پر مجبور تھے۔ پھر ہم سب بھائی بہنوں نے ارادہ کیا کہ ہم تینوں ملکر اپنا شکار الگ کریں گے اور خوب کھائینگے اماں جان ان جنٹلمن کے ساتھ کہیں گئی ہوئی تھیں ہم ندی پر پانی پینے گئے وہاں ہم تینوں نے مل کر ایک مادہ چیتل کو ایک نالہ میں پکڑ لیا اور خوب کھایا ایک دن مغرب سے قبل یہ واقعہ پیش آیا کہ ہم تینوں بھائی بہنوں نے ایک مادہ نیل کو گرا کر مار ڈالا ابھی کھانا شروع نہ کیا تھا کہ وہ جنٹلمن اور اماں آگئیں۔ ہم کو دونوں نے مل کر ڈانٹا اور نیل چھین کر کھانا شروع کر دیا۔ مجھکو نہایت ناگوار گذرا۔ اگرچہ اماں نے مجھکو حضرت کا ادب کرنیکے لئے بہت تاکید کی تھی۔ اور میں ہمیشہ ادب کرتا تھا مگر اس روز اس ظلم کی وجہ سے میں برہم ہو گیا

کہ میں نے ان پر حملہ کرنیکا ارادہ کرلیا اور زور زور سے غرانے لگا۔ اماں جان یہ دیکھکر بہت
خفا ہوئیں اور میرے منھ پر ایک تھپیڑ مارا۔ میرا مارا ہوا شکار اور مجھ سے چھین کر اس غاصب
نالایق مہمان کو کھلانا اور میرے اظہار ناگواری پر مجھکو تھپیڑ مارنا غیر قابل برداشت ظلم
اور ناانصافی تھی۔ اگر گلچھوں اور گردن پر بڑے بال نہ ہوتے تو ان حضرت سے اسی جگہ
دست و گریباں ہو جاتا اس کے علاوہ اماں جان کی سرد مہری اور اس سلوک نے میرے
دل کو سخت صدمہ پہنچایا میں وہاں سے اس ارادہ کے ساتھ ہٹ آیا کہ اب کبھی ان کا منھ
نہ دیکھونگا شام قریب تھی میں نے سیدھا ندی کا رخ کیا ایک پہاڑی سے گذر کر میں نے
ایک نالہ کے کنارے چلنا شروع کیا یہاں بڑے بڑے درخت تھے ان کے لمبے لمبے سائے اور
غروب ہوتے ہوئے آفتاب کی سرخ کرنیں۔ تنہائی اور پہلی تنہائی کی شام اس پر یہ فکر۔ اب
کہاں جاؤں اور کیا کروں پھر بھوک اور غصہ میرے قلب کی عجیب حالت تھی چیتل کے
سندے سامنے کے کھلے میدان میں چر رہے تھے۔ ارادہ کیا کہ ان میں سے ایک پر حملہ کروں
کہ یکایک پیاری بہنوں۔ ہمدرد بہنوں کا خیال آیا اب تک ہم سب مل کر شکار گھیرتے تھے
اب کون مدد دیگا اب جو کچھ کرنا ہے وہ بذات خود۔ تن تنہا اور اپنے بھروسے پر پھر یہ خیال
آیا کہ اماں جان نے ان کو بھی میری طرح نکال دیا ہوگا۔ وہ بغیر میرے اور بغیر میری
قوت و شجاعت کے بھروسہ اور سہارے کے کیا کریں گی۔ کہاں جائیں گی اور کیا
کھائیں گی یہ سوچکر میرا دل بھر آیا ایک پتھر پر بیٹھکر میں خوب رویا اور دل سے متواتر
ایسی آہیں کھینچی کہ سامنے کے میدان میں جو چیتل چر رہے تھے وہ چونک اٹھے۔ اور
راہ فرار اختیار کی ان کو بھاگتے دیکھکر میں ہوش میں آیا کہ اب بھوک میں رات کیونکر
کٹے گی۔ تمام عمر میں یہ پہلا موقع تھا کہ میں ماں اور بہنوں سے جدا ہوکر تنہا بغیر کسی جائے
قیام کے تصور کے جنگل میں رات کے وقت آوارہ گردی پر مجبور ہوا۔ اماں کے ساتھ جس
جنگل میں رہتا تھا اس کا چپہ چپہ مجھکو معلوم تھا وہاں کے نالے اس کے ہر قسم

ہر پہاڑی اُس کے ہر غار سے میں واقف تھا۔ اگر کبھی کسی شکار کو گھیرنے میں ہم ایک دوسرے سے
جدا ہو جاتے تو تھوڑی دیر بعد اپنے غار کا رُخ کرتے اور سب یکجا ہو جاتے یا آواز دیکر ہم کو
اماں بلا لیتیں۔ اب یہ سب آسانیاں مفقود تھیں نہ کوئی رہنے کا مکان معلوم تھا نہ کوئی راستہ
تن بہ تقدیر میں اسی نالہ کے کنارے ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا اور چاند نکلنے کا انتظار کرتا رہا
چاند نکلنے پر میں اُٹھ کر ٹہلنے لگا۔ اماں جان نے سکھایا تھا کہ جب چاندنی میں چلو پھرو تو ہمیشہ
درختوں کے سایہ میں رہو۔ صاف روشنی اور کھلے میدان سے حتی الامکان احتراز واجب ہے
اس وقت بھی میں اسی نصیحت پر عمل پیرا رہا۔ صبح کے قریب میں نے پانی کے کنارے کچھ
جانور چلتے پھرتے دیکھے۔ دبک کر میں نزدیک پہنچا۔ معلوم نہیں کیونکر انہوں نے دیکھ لیا۔
یکایک سب دوسری طرف بھاگ گئے۔ پھر مجھکو اماں جان اور بہنیں یاد آئیں اماں جان
خود ایک جانب کسی گڑھے میں یا کسی درخت کے آسرے میں چھپ جاتی تھیں، اور ہمکو
دوسری طرف بھیجتی تھیں کہ جانور کو اپنی شکل دکھا کر ڈرا دو۔ ہم ڈراتے جانور سیدھا
اماں جان کی طرف جاتا اماں جان کبھی کود کر اس کا گلا داب دیتیں کبھی تھپڑ مار کر گرا دیتیں۔
پھر حلق چبا جاتیں کبھی کوئی اور طریقہ اختیار کرتیں بہرحال ہمکو شکار ملنے اور پیٹ
بھرنے کا یقین تھا۔ اب کیا کروں کیونکر جانور کے پاس پہنچوں اور کیونکر ماروں۔
اس پہلی ناکامی کے بعد دو روز کے اندر مسلسل تین وار خالی گئے۔ بھوک اور اس کے ساتھ
کمزوری بڑھتی جاتی تھی تھک کر پانی کے کنارے ایک درخت کے سایہ میں لیٹ رہا۔
شام کے قریب جنگلی بکری پانی پینے آئی اور میرے پاس تقریباً دس گز سے گذری میں
اُس وقت بیٹھا ہوا تھا۔ دفعتاً کود کر اُس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ یہ بکری بالکل بدحواس
ہو گئی نہ پلٹ سکی نہ سامنے کو جست کر سکی میں نے جلدی سے گلا پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا
اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ زمین پر گری میں نے پنجہ سے دبایا اور جب اس کا تڑپنا موقوف
ہو گیا تو گلا چھوڑ کر خوب کھایا۔ اماں سے جدا ہو نکلے تیسرے دن یہ پہلا بکفاست تھا

جو مجھکو نصیب ہوا۔ وہیں پانی پیا۔ اور قریب کی جھاڑی میں جاکر ایسا سویا کہ پانچ بجے سہ پہر کو اٹھا
اب بھی معمول ہوگیا۔ دن بھر سوتا اور شام سے صبح تک شکار کی تلاش میں رہتا۔ کتوں کی طرح
دوڑ کر مجھکو پکڑنا نہیں آتا وغیرہ۔ اب نہ میں اماں جان کو یاد کرتا ہوں نہ بھائیوں کو۔ ہاں جب
کبھی کان میں آواز آتی ہے تو یہ سب یاد آجاتے ہیں اور دل چاہتا ہے کہ پھر سب یکجا ہو جائیں

مندرجہ بالا بیان کے ساتھ شیر کی زندگی کا پہلا حصہ ختم ہوا ماں سے چھوٹ کر اب
شیر جوانی کی زندگی شروع کرتا ہے۔ مگر جوانی کے حالات بیان کرنے کے قبل اُن قوتوں اور
فطرتی احساسات کا ذکر ضروری ہے جو قدرت نے شیر کی طبیعت میں ودیعت کئے ہیں۔

شیر کی نگاہ تیز اور دوربین نہیں ہوتی جب وہ آنکھیں اوپر درختوں کی طرف
دیکھتا ہے۔ تو جب تک کوئی چیز یا انسان متحرک نہ ہو وہ انسان اور درختوں کی شاخوں
اور پتوں میں تمیز نہیں کرسکتا۔

غالباً اس شیر کی عمر جس نے اپنی ماں سے جدا ہونے کا افسانہ غم سنایا ہے چار سال
یا شاید اس سے کچھ زائد تھی مگر چار سال تک ان کی اماں کا عقد ثانی نہ ہونا تجربہ کے خلاف ہے
عموماً شیرنی دو سال اور کبھی کبھی تین سال تک بچوں کی پرورش میں مصروف رہتی ہے
اس کے بعد فطرت حیوانی یا قوت حیوانی اس کو دوسرے جھول کے لئے تیار کر دیتی ہے
اس رام کہانی والے شیر نے اس کا ذکر نہیں کیا کہ وہ مونچھوں والے جنٹلمین جب انکی
اماں جان کے بھیجنے اور چلانے پر تشریف لائے ہیں۔ اور سب رقیبوں کو بھگا کر خود
قابض ہوگئے ہیں اُس وقت ان کی کیا عمر تھی۔ اگر صاحبزادے دو برس کے تھے تو
ان کے لئے تنہا مارنا اور شکار کرنا ناممکن تھا۔ اگر چار سال یا اس سے کچھ زائد تھے تو یہ امر
ناممکن ہے کہ چار سال تک ان کی ماں نے عقد نہ کیا ہو۔

بہرصورت یہ افسانہ ماں سے جدائی کی آپ بیتی کہانی کے درجہ تک نہایت دلچسپ
اور مفید معلومات کا ذخیرہ ضرور ہے۔ لیکن شیرنی کے اوقات حمل اور وضع حمل اس بچہ پہ بہت جلد

بلکہ غلط فہمی ہوتی ہے۔

ف۔ شیرنی ہر دو سال کے بعد گرم ہوتی ہے اور دو سالہ بچے باوجود چھوٹے بھائی بہنوں کے پیدا ہو جانے کے چار سال تک ان کے ساتھ رہتے ہیں اگر دو سال کے بچے جنگل میں چھوڑ دیے جائیں تو وہ اپنا رزق خود حاصل نہیں کر سکتے یہی وجہ ہے کہ اکثر شکاریوں اور مصنفین نے پانچ سے لے کر آٹھ تک چھوٹے بڑے شیر یکجا دیکھے ہیں۔

ف۔ اگر کوئی خطرہ اور سب میں بڑا خطرہ انسان کا پیش آجاتا ہے تو شیرنی فوراً اپنے بچوں کی جگہ بدل دیتی ہے۔ ایک ایک بچہ منھ میں دبا کر معقول فاصلہ تک لیجاتی ہے راستہ میں غالباً دم لینے کے لئے دو ایک منٹ زمین پر رکھکر پھر اٹھا لیتی ہے اس وقفہ کی حالت میں ایک نالے کے کنارے اتفاقاً بہت سے مسافر جا پہنچے۔ شیرنی کو دیکھکر چلائے۔ شیرنی بھاگ گئی اور انھوں نے بچہ اٹھا لیا شیرنی کا ڈر کر اور بچہ کو چھوڑ کر بھاگ جانا کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ مسٹر برینڈر نے خود ایسا واقعہ دیکھا ہے۔ اور انھوں نے اور کئی مصنفین کے مشاہدے کا ذکر کیا ہے۔ اپنی جان کی حفاظت کا خیال بچوں کی محبت پر غالب آتا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ جان پیاری ہے جان ہے تو جہان ہے۔

ف۔ شیرنی جب اُس کے بچے گم ہو جائیں تو تھوڑی دیر تک میاؤں میاؤں کرتی ہوئی جنگل میں پھرتی ہے پھر مایوس ہو کر چلدیتی ہے مگر یہ میاؤں میاؤں دور دور تک سننے والوں کا دل ہلا دیتی ہے اور تمام گرد و پیش کے کھیت والے خوف کیوجہ سے اپنی مچانوں پر چڑھ جاتے ہیں رات کو نیچے اترنے کی ہمت نہیں کرتے اس بیان کے خلاف میں نے ایک شیرنی کو دیکھا ہے کہ اُس کے تین بچے چرا لئے گئے تھے چار روز تک وہ مسلسل رات کو تالاب کے کنارے بہت دیر تک چیختی پھرتی تھی۔ بچوں کو بلانے کی آواز شوہر کی تلاش کی آواز سے مختلف ہوتی ہے۔ میں ان آوازوں کا فرق جانتا ہوں علاوہ

آبادی کے قریب تالاب کے کنارے شوہر کہاں ملتا ہے۔ سیاں کی تلاش کے لئے کوہ صحرا میں دشت نوردی کرنی چاہیئے پھر بھی قسمت کا کھیل ہے یہ خیال کہ شیرنی بچوں کی بو پر آتی ہے، اور جہاں بچے ہوتے ہیں پہنچ جاتی ہے بالکل غلط ہے۔ فطرتاً شیر کی قوت شامہ بہت کمزور ہوتی ہے۔ بہت سے میرا مقصد بہ مقابلہ اور جانوروں کے ہے مثل گیدڑ۔ لومڑی۔ ہرن اور چیتل وغیرہ کے ہاں یہ ممکن ہے کہ شیرنی نے بچوں کی آواز سن لی ہو۔ شیر کی سماعت بہت قوی ہوتی ہے۔

میرے ایک دوست مجھ سے تین میل کے فاصلہ پر خیمہ زن تھے۔ وہاں شیر کے شکار ہی کے لئے گئے تھے دن کو وہاں ہانکہ ہوا۔ شیرنی نکلی مگر ماری نہیں گئی ایک بچہ جنگل میں ہاتھ آگیا۔ اس کی صرف اس خیال سے کہ رات کو شیرنی اس کی تلاش میں آئیگی بڑی حفاظت کا انتظام کیا گیا۔ پہرے والے عربوں کی راؤٹیوں کے وسط میں آگ روشن کی گئی اور اس کے قریب ایک ٹوکرے کے نیچے شیر کا بچہ بند کیا گیا۔ کیمپ والوں کا خیال تھا کہ شیرنی ضرور آئیگی اس لئے اس کے پاس کوئی نہ سویا۔ سوتے وقت اکثروں کو بچہ اور شیرنی کا خیال آیا ہوگا رات کو تین بجے کے بعد میری آنکھ کھلی تو میں نے بہت سے اشخاص کو بڑے بڑے زور سے چلاتے اور چیختے سنا۔ فوراً یہ خیال گذرا کہ یہ غل فلاں صاحب کے کیمپ میں ہے۔ مگر اتنا غل کہ تین میل سے آواز آرہی ہے۔ کچھ یقین نہ آیا۔ میں نے خیمہ سے باہر آکر پہرے کے جوان سے پوچھا کہ یہ شور کہاں کا ہے اس نے جواب دیا کہ فلاں صاحب کے کیمپ میں غل ہو رہا ہے غالباً شیر نے کسی پر حملہ کیا کیونکہ باگھ باگھ کی آواز آرہی ہے مجھکو شیر کے بچے کے پکڑے جانیکا حال معلوم تھا فوراً یہ خیال گذرا کہ شیرنی نے حملہ کیا ایک سوار کو میں نے حکم دیا کہ فوراً جاؤ۔ صاحب سے سلام کہو اور خیریت دریافت کرو۔ پوری طرح معلوم کرو کہ کیا واقعہ ہے۔ صاحب سے یہ بھی کہنا کہ روشنی ہوتے ہی میں بھی آتا ہوں پانچ چار منٹ میں تیار ہوکر سوار روانہ ہوگیا۔ میں نے منھ ہاتھ دھویا چائے پی اور نماز کے بعد گھوڑے پر

۹۹

اُس کیمپ کا رُخ کیا۔ راستہ میں سوار ملا اور اُس نے بیان کیا کہ صاحب خیمے کے باہر بیٹھے ہیں سب کیمپ والے جمع ہیں بیان کیا جاتا ہے کہ کیمپ پر شیر گرا۔ مگر سب خیریت ہے میں آگے روانہ ہوا۔ نصف راستہ طے ہوا ہوگا کہ اُن کے کیمپ سے جانب جنوب تقریباً دو میل سے بہت صاف شیر کی آواز آئی۔ گھوڑا روک کر میں نے غور سے سنا کئی بار آواز آئی یہ آواز یقیناً شیرنی کی تھی اور بچوں کو بلا رہی تھی۔ اب تو شیرنی کے حملہ کا مجھکو یقین ہوگیا کیمپ پہونچا تو میرے کرمفرما بہت متفکر اور روانگی کی تیاری کر رہے تھے دریافت کیا معلوم ہوا کہ اُن کے کسی عزیز کے خیمہ میں شیر گھسا اور دو آدمی گھبرا کر اُن کے اوپر گر پڑے پھر تمام کیمپ جمع ہوگیا اور اُسی ڈیرے سے باگھ باگھ کا شور بپا ہوا اور اُس وقت تک قائم رہا کہ جب تک یہ صاحب قندیلیں اور چند اُن کے خاص آدمی لے کر نہ پہونچے وہاں جا دیکھا کہ اُن کے عزیز جو اُس خیمہ میں مقیم تھے کمر پکڑے بیٹھے ہیں۔ اُن کے پلنگ کے نیچے دو آدمی ایک پولس کا جوان اور ایک خدمتگار تقریباً بے ہوش اور ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے باگھ باگھ چلا رہے ہیں اور تمام کیمپ کے ملازم اور اراذل کچھ پبلک کے گرد کچھ خیمہ کی قنات اور رسیوں کو پکڑے ہوئے آنکھیں بند کئے نعرے لگا رہے ہیں بڑی مشکل سے چلا چلا کر یہ کہنے کے بعد کہ باگھ گیا یہ کمبخت پلنگ کے نیچے سے نکالے گئے منھ پر پانی چھڑکا گیا۔ ہوش درست ہوئے تو بیان یہ کیا کہ ہم خیمہ کے پنکھے کے نیچے سو رہے تھے پولس والا چلایا کہ شیر یہ کہکر اُس نے خدمتگار کا ہاتھ پکڑا اور دونوں باگھ باگھ چلاتے صاحب خیمہ پر جو اندر سو رہے تھے جا پڑے مگر شور جاری رکھا۔ صاحب کی آنکھ کھلی تو وہ بھی شریک رنداں ہو کر نعرے بھرنے لگے مگر ان دونوں کو نیچے گرا دیا کیونکہ ان نالائقوں کے گرنے سے صاحب کی کمر میں بہت چوٹ آئی۔ اس کے بعد کیمپ میں جس کی آنکھ کھلی وہ شریک بزم ہوتا گیا۔

خبرم نیست کہ منزل گہ مقصود کجاست ٭ ایں قدر ہست کہ بانگ جرسے می آید

۱۰۰

یہ حال سُنکر میں نے پوچھا کہ شیر کو کسی نے دیکھا یا نہیں۔ سب نے انکار کیا۔ شیرنی کا بچہ دریافت سے معلوم ہوا وہاں سے تیس گز پر بندھا تھا اور موجود ہے۔ روشنی اچھی ہو چکی تھی وہاں جاکر خوب غور سے دیکھا پیر کا کوئی نشان صرف وہاں نہیں بلکہ آس پاس بھی نہ تھا۔

یہ پولیس کے جوان کا وحشت ناک خواب تھا مگر اوروں کے لئے پر لطف کہانی نتیجہ یہ ہے کہ باوجودیکہ شیرنی قریب تھی مگر نہ اُس کی شامہ نے مدد کی نہ اُس نے اتنی جرأت کہ کیمپ میں روشنی اور خیموں کی سپیدی دیکھنے کے بعد بچے کو تلاش کرتی۔ مسٹر سینڈرسن نے ایک واقعہ بیان کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک شیرنی نے چند آدمیوں کا جو اسکے تقریباً جوان بچے کی نعش لے جارہے تھے دور تک پیچھا کیا اُن کو یہ بھی تجربہ ہوا۔ اور انھوں نے لکھا ہے کہ ہم کو بہت تکلیف اٹھانی پڑی کہ ایک جوان بچے نے اپنی ماں کی نعش کا جنگل میں میلوں تعاقب کیا۔ بالعموم شیر خاموش جانور ہے مگر بچے دو چار مہینے تک تقریباً ہر وقت آہستہ آہستہ میاؤں میاؤں کرتے رہتے ہیں۔ ہاں خوب پیٹ بھر جائے اور گرم و نرم بستر مل جائے تو دو تین گھنٹے خاموش ہو رہتے ہیں یہ عجیب بات ہے کہ جن بچوں کو میں نے پالا وہ سب رات کے وقت اپنے بستر یا پنجرے میں خاموش پڑے رہتے تھے۔ اُن کی جگہ پر روشنی نہ ہو تو بے چین ہو کر آواز کرتے۔ قندیل آتے ہی آرام سے لیٹ جاتے۔

ماں کی سیر و سیاحت میں شیر کے بچے رفتہ رفتہ اپنی ماں کی رفاقت کا دائرہ وسیع کرتے ہیں اور وہ جب تک کتے کے قد کے برابر یعنی ۱۹ یا ۲۰ انچ کے نہ ہو جائیں دن رات اور ہر موقعہ پر ساتھ نہیں رہتے۔ یہ دو ایک یورپین مصنفین کا بیان ہے میں نے کتنے بہت چھوٹے بچے شیرنی کے ساتھ دیکھے ہیں مگر ممکن ہے کہ وہ اُس وقت ساتھ ہو گئے ہوں ہر وقت ساتھ رہنا اور بات ہے۔

شیر کا نمو پانچ سال تک جاری رہتا ہے۔ اس عرصہ میں وہ جسم کے طول اور

قد کی بلندی کے لحاظ سے پورا مکمل شیر ہو جاتا ہے۔ اِس کے بعد اُن کے اعصاب کی نشو و نما اور جسم کا بھرنا شروع ہوتا ہے اور دیر تک جاری رہتا ہے جس طرح انسان کے نوجوان بچے ورزشوں اور کثرت سے اپنے جسم کو سڈول اور خوشنما بناتے ہیں۔

مندرجہ بالا کسی قدر مطول بیان شیر کی زندگی کا پہلا حصہ یعنی اُس کی پیدائش اور عہد طفلی کے حالات کے متعلق ابتدائی معلومات کا کافی ذخیرہ ہے۔ اب اُس کی زندگی کا دوسرا حصہ یعنی شیر کا عہد شباب اُس کے حالات طرز معاشرت اور اُس کے رزق حاصل کرنے کے ذرائع اور طریقے ہدیہ ناظرین ہیں۔

شیر کی جوانی کے متعلق مفصل حالات عرض کرنے سے قبل یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُس سامان یا فطری مادے کا ذکر کیا جائے جو فطرت نے شیر کی مردانہ زندگی کے لئے اُس کے جسم اور دماغ یا یہ کہئے کہ اُس کی ساخت میں مہیا کیا ہے۔ اِس میں وہ قوتیں اور احساسات بھی شامل ہیں جو صناع قدرت نے جبلی طور پر اُس کی ذات میں ودیعت کئے ہیں۔ اِن احساسات اور قوتوں کے لئے وہ کسی تجربہ یا تعلیم کا محتاج نہیں ہے عمر بڑھنے اور ہاتھ پیر کی نمو کے ساتھ اِن احساسات میں بھی ترقی ہوتی جاتی ہے اور جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا پانچ سال ختم ہونے کے ساتھ جس طرح شیر کی جسمانی ساخت مکمل ہو جاتی ہے۔ اُسی طرح اِس امر کو تسلیم کر لینا چاہئے

کہ اُس کی وہ سمجھ جو زندگی بسر کرنے کے لئے درکار ہے اور وہ فطرتی احساسات بھی جنکو انگریزی میں انس ٹنکٹ کہتے ہیں پختہ ہو کر درجہ تکمیل کو پہنچ جاتے ہیں۔ ضروریات گرد و پیش کے تجربے سے ان میں اضافہ ممکن ہے لیکن کمی کا امکان مفقود ہے۔ اِلّا بیماری یا بیرونی صدمے سے اور وہ بھی صرف افراد میں نہ کہ بالعموم۔

ف۔ جو اس خمسہ میں سے شیر کی سماعت بہت تیز ہوتی ہے جب یہ کسی جانور کی تاک میں کسی گڑھے یا کسی موڑ یا پتھر کے آسرے میں چھپتا ہے تو یہ معلوم کرنے کیلئے کہ جانور کتنی دور ہے اِس کو بار بار گردن نکال کر جھانکنا نہیں پڑتا۔ اِس کے کان اُسطرف لگے ہوتے ہیں اور صرف پیروں کی آواز سے پہچان لیتا ہے کہ شکار کتنی فاصلہ پر ہے قریب آجاتا ہے تو یہ جسم کو تول کر جست کے لئے تیار ہو جاتا ہے میں نے یہ منظر بچشم خود دیکھا ہے مگر سانبھر جو اس کی طرف آرہا تھا تقریباً تیس گز سے معلوم نہیں کیونکر بو پاکر یا کسی اور سبب سے ہوشیار ہو گیا بجائے شیر کی طرف بڑھنے کے واپس ہو گیا۔ مڑنے اور بھاگنے کی آواز سنکر شیر کھڑا ہو گیا اور دیکھا کہ شکار بہت دور نکلا جارہا ہے۔ یہ دو چار قدم حالت تذبذب میں پھر اپنی کمینگاہ کو واپس آنے لگا تو میں نے ۵۰۰۔ اکسپرس کی ایک ۴۸۰ گرین کی گولی اِن کی گردن پر رسید کی بغیر آواز دینے کے یہ راہئ ملک عدم ہو گئے یہ سات آٹھ سال کا بہت جوان اور پورا اپٹے ہوئے جسم کا نو فٹ دو انچ لمبا شیر تھا۔ مگر خوب تیار اس میں سے تقریباً ڈیڑھ پیسہ چربی نکلی۔ اس کی سماعت کی تیزی اور اس قوت یا احساس کے کامل ہونے کی نسبت تمام مصنفین متفق الرائے ہیں۔ میں دو مثالیں اپنے ذاتی تجربہ کی بیان کرتا ہوں۔

ایک روز گرمیوں کے موسم میں میں اور میرا اردلی سردار خان رات کے وقت ایک گھاٹی کے دہانہ کے قریب درخت پر بیٹھے۔ غرض یہ تھی کہ سُور کچھ جو یہاں سے گذرتے ہیں اُن کو ماریں گے۔ ایک عزیز نے دوا کے لیے سُور کے اگلے پیر کی نلی مانگی تھی

ناظرین کے فائدے کے لئے نسخہ بھی پیش کر دیا جاتا ہے۔ اس کی خاک کا مرہم بواسیر کیلئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ حکیم صاحب جن کا بتایا ہوا نسخہ ہے بہ طرز قدیم فرماتے تھے کہ آزمودہ است۔ رات نو کے قریب سردار خاں نے مجھکو شانہ پر چھو کر مچان کے نیچے کی طرف انگلی سے اشارہ کیا پھر دونوں ہاتھوں سے بتایا کہ اتنا بڑا۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ شیر مچان کے نیچے ہے۔ مچان بہت عمدہ بندھا تھا۔ جنبش کرنے سے مطلقاً آواز نہ ہوتی تھی مچان باندھنے میں اس کا بہت لحاظ رکھنا چاہئے۔ میں نے سامنے کی ٹٹی پر سے جو پردے کی غرض سے باندھ دی تھی نیچے کی طرف جھانک کر دیکھا۔ ایک جوان شیر ہاتھوں پر سر ٹیکے گھاٹی کے داہنی طرف رخ کئے بیٹھا تھا۔ میں نے نہایت آہستہ بندوق اور دونوں شانوں کو ٹٹی کے باہر نکال کر نشانہ لیا۔ شیر کا سر زیادہ سے زیادہ میری نال سے دس فٹ ہوگا۔ نشانہ لے کر ٹرگر کھینچا تو معلوم ہوا کہ سیفٹی کیچ کھولنا بھول گیا ہوں۔ بجائے اس کے کہ بندوق کو اوپر لاکر کیچ کھولتا میں نے وہیں دونوں کیچ اوپر کھینچ لئے۔ اس بندوق کی کمانیاں اچھی قسم کی ہیں کیچ کی کمانی نے کُٹ کُٹ آواز دی۔ یہ آواز اتنی ہوگی جیسے معمولی وال کلوک کے پنڈولم کی اس خفیف اور اس قدر سادی آواز یعنی کُٹ کُٹ پر شیر نے غوں کر کے بیکایک پیچھے کی طرف جست کی اور چشم زدن سے قبل غائب ہو گیا میرے خیال میں کوئی اور جانور ایسی ہلکی اور معمولی آواز سے ہرگز متاثر نہ ہوتا دوسرا واقعہ میرے ذاتی تجربہ کا یہ ہے کہ میں ایک روز صبح کے وقت گاڑی پر شکار کو نکلا مقامی شکاری سے پوچھا کہ چیتل اور سانبھر پرانے اور بڑے سینگ والے کہاں ملینگے اس نے بتایا کہ پہاڑ کے اوپر دو دو میل تک رمنے ہیں نرم گھاس ہے صبح کو چیتل سانبھر اس کو چرنے آتے ہیں اور سانبھر اسی گھاس میں شام تک لیٹے رہتے ہیں یہ بیان بہت قرین قیاس تھا گاڑی میں نے پہاڑ کے نیچے چھوڑ دی اور پیدل اُس مقامی شکاری اور اپنے آدمی کے ساتھ اوپر چڑھ گیا تقریباً میل بھر جانے کے بعد رمنے نظر آنے لگے۔ میں نے ایک مقام پر جہاں گھانس نہ تھی شیر کے پنجے کا نشان

شکاری کو دکھایا تو اُس نے کہا کہ کبھی کبھی فلاں مقام کے شیر یہاں سانبھروں کی تلاش میں آجاتے ہیں ہم تھوڑی دُور چل کر ایسے مقام پر پہنچے جہاں متفرق طور پر پتھروں کے گنڈ پھیلے ہوئے تھے۔ اور آڑ پکڑنے کا عمدہ موقع تھا سامنے کھلا ہوا رمنہ تھا اور اس میں کئی سانبھر بیٹھے سینگوں کی نوکیں نظر آرہی تھیں۔ جسم مطلقاً نظر نہ آتا تھا میں نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ تم چکر کھا کر اور ہوا کا رُخ بچا کر اِن کے قریب جاؤ اور آپس میں آہستہ آہستہ باتیں کرو۔ سانبھر اٹھکر چلیں گے تو جسم نظر آجائیگا۔ میں پتھر کے پیچھے بیٹھ گیا اور یہ آدمی روانہ ہوگئے ان کو جاکر دس منٹ ہوئے ہونگے کہ میں نے دیکھا کہ میرے داہنی جانب تقریباً سوا سو گز کے قریب ایک نہایت زبردست شیر آرہا ہے مگر اُس کا رخ میری طرف نہیں ہے سانبھروں کی طرف ہے۔ تھوڑی دور یہ اُنہی کی طرف اور بڑھا اور ہر ایک گنڈ کی آڑ بعینہ میری طرح لے کر بیٹھ گیا۔ اب دو شکاری ان غریب سانبھروں کی تاک میں تھے مجھ سے اور سانبھروں سے ۲۰۰ گز کا اور مجھ سے اور شیر سے تقریباً سو گز کا فصل تھا۔ آدھے گھنٹے سے زیادہ گذرنے کے بعد مجھکو بے چینی شروع ہوی کہ میرے آدمی اب تک سانبھروں کو اٹھانے اور آواز کرنیکے مقام تک کیوں نہیں پہونچے مگر میں اس عرصہ میں مسلسل شیر کو دیکھتا رہا کہ وہ کس استقلال سے بیٹھا سانبھروں کی طرف غور سے دیکھ رہا ہے۔ میں نے یہ بھی سوچ لیا تھا کہ اگر سانبھر مار پر نہ آئے تو یہ شیر اپنا ہے۔ اس کا دل اور گردن دونوں نظر آرہے تھے۔ کامل ایک گھنٹہ یونہی گذر گیا۔ شیر نے میری طرف ایک مرتبہ بھی نہیں دیکھا میرے قریب ایک سیتا پھل کا درخت تھا۔ غالباً میں اُس میں چھپا ہوا ہوں اور اُس کی نظر نہ پڑتی ہو یا اُس کی نگاہ کام نہ کرتی ہو۔ جب میں بہت تنگ آگیا تو میں نے اپنی نشست بدلنے کی غرض سے پیر کو جنبش دی۔ اس حرکت سے بہ مشکل پاؤ بھر کا ایک پتھر اس گول گنڈ پر سے نیچے جا پڑا۔ غالباً دو یا تین فٹ پتھر پر پتھر گرا۔ آواز تو ضرور ہوی لیکن نہ ایسی کہ سو گز پر کوئی سُن لے آواز ہوتے ہی شیر نے میری طرف دیکھا

غرایا اور فوراً پیچھے کی طرف جست کرگیا اس سے اُس کی سماعت کی تیزی کا اندازہ ہوسکتا ہے

ف۔ پوری جوانی میں شیر کا وزن ۳۵۰ پاونڈ سے لے کر ۶۰۰ پاونڈ تک ہوتا ہے
شیرنی وزن اور قد و قامت میں شیر سے کم ہوتی ہے۔ مجھکو تو شیر کے تولنے کا اتفاق نہیں ہوا
مگر مسٹر برینڈر نے بہت شیر تولے ہیں اُن کے بیان کے موافق ذیل کے اعداد شیر کے صحیح
اوزان میں یا کم ازکم غالب ترین اور قریب ترین بہ صحت ہیں۔

جوان شیر	سب میں چھوٹا	سب میں بڑا	کم ازکم وزن	زیادہ سے زیادہ وزن
۹ فٹ	۸ فٹ ۹ انچہ	۹ فٹ ۱۱ انچہ	۳۵۳ پاونڈ	۶۰۰ پاونڈ
جوان شیرنی	۷ ″ ۱۰ ″	۹ ″ ۱ ″	۲۹۰ ″	۳۴۳ ″

صاحب موصوف نے جوان اور کامل طور پر نشو و نما پائے ہوئے شیر پر طویل بحث
کی ہے اور اوسط وزن اور اوسط طول اُن دو سو شیروں سے نکالا ہے جو اُن کے سامنے مارے گئے
یہ مباحث سائنٹفک مسائل پر مبنی اور ہمارے نوجوان ہندیوں کے لئے غیر ضروری ہیں
لہٰذا اِن کو ترک کرنا مناسب ہے ان اوزانوں سے معلوم ہوگا کہ شیر دُبلا پتلا نازک اندام
غیر قابل توجہ معمولی حقیر جانور نہیں ہے۔ الغرض یہ خواہ مخواہ مرد آدمی کی مثل صرف شکل و
صورت دیکھکر اِس پر صادق آتی ہے۔ اس کا قد و قامت اس کا وزن اِس کے جسم کی
ساخت اِس کی چال ڈھال اس کی رفتار کا خاص انداز اِس کی آواز فطرت نے خاص
توجہ کے ساتھ سانچے میں ڈھال کر حُسن شان اور رعب کے لئے بنائی ہے اور یہ قدرت
کاملہ کی بے مثل صناعی کا بہترین مظاہرہ اور اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔ اکثر فلاسفر و بالخصوص
حُسن کے شیدائیوں کی رائے میں حُسن و خوبی کی تعریف اور اُس کا معیار تناسب اعضا ہے
اگر یہ رائے تسلیم کر لیجائے تو میرے خیال میں اُس کے جسم کی ساخت کے لحاظ سے کوئی
جانور شیر سے زیادہ خوبصورت نہیں ہوتا۔ اُس کے جسم کا ہر حصہ ہر عضو اور ہر خم ڈھال
اور کر و تناسب کے اصولوں کو پیش نظر رکھکر فطرت نے کامل احتیاط کیساتھ پرکار ناپ کے بنایا ہے

شعرا معشوق کی رفتار کو قیامت کے اُٹھنے ۔ محشر خرامی ۔ کڑی کمان کے تیر
کبک خرام ۔ رم آہو اور اسی قسم کے ہزاروں الفاظ و تشبیہوں سے مرصع کر کے بیان
کرتے ہیں لیکن میں وثوق کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ اگر اس قابل عزت گروہ کا کوئی
سمجھدار اور حقیقت شناس و حق پرست ممبر صرف ایک مرتبہ شیر کو اُس کے مقام سیر و
تفریح میں اُس وقت جب کہ وہ افکار شکم پروری سے نجات پاکر فرمانروایانہ انداز سے
ٹہل رہا ہو ملاحظہ فرمالیں تو آئندہ تقلید گزشتگان کی زنجیر سے اُن کی طبع موزوں
جکڑی ہوئی نہ ہو تو وہ بجز شیر کی رفتار کے کسی اور لفظ یا استعارہ سے معشوق کی بھونڈی
چال کی تصویر نہ کھینچینگے ۔ کاش چند شاعر ہو جائیں یا چند شکاریوں کو شعر کہنا آجائے ۔

شیر کے رنگ کا مسئلہ بھی قابل توجہ ہے ۔ علاوہ معمولی زرد اور سیاہ شیر کے
سپید شیر بھی دیکھنے میں آئے ہیں اور اس وقت بعض مقامات پر موجود ہیں ۔ امرکنٹک
(یہ سنٹرل پراونسز کا ایک صحرائی مقام ہے) کے قرب و جوار میں جہاں ریاست ریوا
اور اضلاع مانڈلہ و بلاسپور کی سرحد ملتی ہے ۔ سپید شیروں کا ایک خاندان موجود ہے
اور ۱۹۱۹ء میں مسٹر ڈنبار برینڈر نے ایک مادہ اور اُس کے دو سپید بچوں کو بچشم
دیکھا ہے ۔ ریاست ریوا نے ۱۹۱۵ء میں ایک نر شیر جال لگا کر پکڑوایا تھا اور بہت
دن تک تجربے میں اس کی زندگی بسر ہوئی مسٹر اسکاٹ ایک پولس افسر نے اس کے
تفصیلی حالات بمبئی کی نیچرل ہسٹری کے جورنل   جلد ۲۷ نمبر ۴ میں
شائع کرائے ہیں ۔ یہ مضامین دیکھنے کے قابل ہیں ۔

میرے ایک شکاری دوست نے کاشمیر کے جنگل میں سپید شیر بچشم خود دیکھا ہے
مگر یہ تعجب انگیز امر اس لئے نہیں ہے کہ وہاں سپید ریچھ، سپید بھیڑیے، سپید لومڑیاں
یہ سب ہوتے ہیں ۔ سپید شیر کے علاوہ سیاہ شیر کا وجود مختلف فیہ معاملہ ہے ۔ مسٹر
بلینڈن اور مسٹر لیڈیکر نے سیاہ شیر کے وجود کا ذکر کیا ہے اور اس بیان کو کہ سیاہ شیر

موجود ہیں تسلیم کرنے میں مسٹر ایلیسن کا خیال ہے کہ اس کی نسبت کوئی قوی اور قابل اعتبار شہادت یا ثبوت موجود نہیں ہے مسٹر برینڈر بھی اسی رائے سے متفق ہیں۔

ف۔ میرا خیال ہے کہ جن صاحب نے سیاہ شیر بچشم خود مشاہدہ بیان کیا ہے ان کو دھوکا ہوا۔ یا تو شیر کو لدی کی راکھ میں لوٹ کر آیا ہوگا کیونکہ راکھ اور ریت میں لوٹنا شیر کی عادت میں داخل ہے۔ جنگل میں جب آگ لگتی ہے تو گنجان جھاڑی یا کسی موٹے درخت کی خاک ہفتوں بلکہ مہینوں ایک جگہ جمع رہتی ہے۔ پسّو اور جوں وغیرہ کو دور کرنے کے لیے شیر اس میں لوٹا ہوگا اور اس کے بعد تھوڑی دیر تک اس کا بالکل سیاہ نظر آنا لازمی ہے۔ یا شیر نے کسی بڑے جانور کو مار کر حسب عادت جلدی جلدی اس کے پیٹ میں سر تک داخل کر دیا ہوگا۔ ان مقامات جسم پر جہاں سے شیر شکار کو کھانا شروع کرتا ہے خون بھرا ہوا ہوتا ہے۔ شیر کا سر اور اگلا حصہ جو سپید ہوتا ہے خون آلود ہوجاتا ہے اور خون خشک ہونے کے بعد بالکل سیاہ نظر آتا ہے۔ اس ہیئت اور حالت میں جو شخص شیر کو دیکھے گا سیاہ سمجھیگا یا دور سے ان صاحب نے شیر کو پانی سے نکلنے کے بعد دیکھا ہوگا۔

ف۔ یہ مسلم ہے کہ متعدد سیاہ بور بچے یا تیندوے تقریباً تمام ترائی اور ہر بڑے جنگل میں موجود ہیں میں نے بچشم خود مختلف عجائب خانوں میں اور فقیروں کے ساتھ سیاہ بور بچے دیکھے ہیں ہمارے باغ عامہ میں اوسط قد و قامت کا سیاہ بور بچہ برسوں رہا ان سیاہ شیر دیکھنے والے صاحب نے کسی بڑے سیاہ بور بچے کو سیاہ شیر سمجھ لیا ہوگا۔ بہر صورت سیاہ شیر کا وجود بہت مشتبہ اور غیر قابل اعتبار بیان ہے۔ ایک یوروپین مصنف نے اپنا ذاتی مشاہدہ بیان کیا ہے کہ ان کو خون میں لت پت شیر کو دیکھکر جو خون خشک ہو جانے کی وجہ سے بالکل سیاہ معلوم ہوتا تھا سیاہ شیر کے وجود کا کئی مہینے تک یقین رہا چند روز بعد انہوں نے پھر ایک شیر کو نیل کھاتے ہوئے دیکھا شیر نے دونوں رانوں کے بیچ میں سے

بیل کا پیٹ پھاڑ کر گردن تک اُس جوف میں داخل کردی تھی امتحاناً یہ تماشہ دیکھتے رہے۔ خون خشک ہوتے ہی یہ شیر پچیس تیس گز کے فاصلے سے سیاہ معلوم ہونے لگا۔

ف۔ شیر کی عمر کے متعلق بہت مختلف روایتیں ہیں دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ متعدد عجائب خانوں کے شیروں کی عمریں اس قدر کم ہیں کہ اُن پر اعتماد ناممکن ہے اور یہ امر قابل غور ہے کہ ایک آزاد حکمران کی وہ عمر جو قید خانہ میں گذرے بلاشبہ بمقابلہ اُس عمر کے جو حکومت اور آزادی کے ساتھ بسر ہو بہت کم ہوگی۔ میرا ذاتی قیاس یہ ہے کہ شیر کی عمر تقریباً تیس سال ہوتی ہے۔ لیکن بعض انگریزی مصنفین نے پچیس اور بعض نے چالیس سال اُس کی انتہائی عمر مقرر کی ہے۔ مسٹر برینڈر اور مسٹر ایلیسن نے صاف الفاظ میں عمر کا تعین ہی نہیں کیا۔ مسٹر برینڈر نے لکھا ہے کہ میں نے ایک شیر کو جو اپنی چند خصوصیات اور نشانات کی وجہ سے یقین کے ساتھ شناخت کیا جاسکتا تھا۔ ایک مقام پر ۱۵ سال سکونت پذیر رہنے کے بعد شکار کیا جب وہ شیر اس نواح میں آیا ہے تو پورا جوان تھا اور جب میں نے اُس کو ہلاک کیا اُس وقت اُس کی صحت بہت اچھی حالت میں تھی۔ ضعف پیری کا کوئی اثر اُس کے جسم دانتوں اور پنجوں وغیرہ میں نمایاں نہ تھا صاحب ممدوح نے یہ بھی معلوم کیا کہ جب وہ اس جنگل میں آیا ہے۔ اُس وقت وہ پورا جوان تھا اِس کا ثبوت یہ ہے کہ اُس کے وجود اور وہاں آنے کی اطلاع ایک جوان بھینس کے مارے جانے کی خبر سے ہوئی جو شیر جوان بھینس مارے وہ نوجوان پٹھا نہیں ہو سکتا کم از کم آٹھ نو سال کا تو ہوگا۔ اس وقت اُس کی موجودہ حالت سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ کئی سال تک اور زندہ رہ سکتا تھا۔ میں نے بھی ایک پرانا شیر مارا ہے جس کی نسبت گاؤں کے شکاریوں نے بیان کیا کہ بارہ برس سے وہ اس کی نواح میں حکومت کر رہا ہے۔ اور کسی دوسرے شیر کی مجال نہیں کہ چیلا پلی (یہ اُس کی خاص آرام گاہ تھی) کے جنگل میں ٹھہر سکے۔ مجھ سے تین سال قبل کئی شکاری اُس کا تعاقب کرچکے تھے مگر وہ کسی کے ہاتھ نہیں آیا میرے تصور میں وہ بہت بڈھا اور رید نگ

بڑی ایال بڑے گلپھوں اور ڈھیلے جسم کا شیر تھا جب بڑی دقت سے میں نے اُس کو شکار کیا تو وہ نہایت توانا اور تندرست جوان شیر نکلا اُس نے ایک نالہ پر سے جست لگائی اور اس کے مارے جانے کے بعد میں نے اِس نالہ کے کنارے پنجوں کے نشان سے اُس کی جست ناپا پنجوں کے نشان کا فصل ۳ فٹ ۷ انچہ تھا ایسی بڑی جست کرتے اور اس قدر آسانی کے ساتھ میں نے کسی شیر کو نہیں دیکھا شیر کے علاوہ بجز دو گھوڑوں کے کسی اور جانور کو بھی اتنی بڑی جست لگاتے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا ایک تو حضرت غفرانمکاںؒ کی مشکی مادیان موسوم یہ شہر زاد جو نواب عثمان یار الدولہ بہادر کی سواری میں ۳۲ فٹ کودی راجہ دین دیال بیکنٹھ باشی مشہور مصور نے اُس کی تصویر لی اور وہ تصویر اِس وقت جنرل افسر الملک مرحوم کے مکان راحت منزل میں آویزاں ہے یہ خیال گذرنے پر کہ یہ جست اتفاقی ہے جنرل صاحب مرحوم نے تین مرتبہ جست کرائی اور تینوں مرتبہ جنرل نواب عثمان الدولہ نے شہر زاد کو واٹر جمپ پر کدایا۔ تینوں مرتبہ شہر زاد نے اپنے ریکارڈ کو قائم رکھا بلکہ شاید ایک آدہ انچ زیادہ ہی کودی۔ دوسرے میجر گاف ملٹری سکریٹری کی سبزی ایرانی مادیان جو ۳۸ فٹ کچھ انچہ ہرن کے پیچھے ایک نالہ پر سے آڑی ایسی لمبی جست لگانے والا شیر یقینی جوان شیر تھا۔

کرنل عظمت اللہ مرحوم نے ایک شیرنی کو جست لگاتے دیکھا اور چونکہ اُن کے بیان کے موافق وہ عجیب منظر معلوم ہوا اس لئے نالہ کے کناروں پر اُٹھنے اور اترنے کے دونوں نشانات ناپے گئے شیرنی نے ۲۹ فٹ ۵ انچ کی جست لی تھی۔ قصہ مختصر ایسی بڑی جستیں جن کا یقین مشکل سے آتا ہے سوائے عالم جوانی کے زمانہ انحطاط میں غیر ممکن ہیں شیر جب بیس پچیس سال تک کامل جوان رہتا ہے تو چالیس سال کی عمر پانا اُس کیلئے مشکل نہ ہوگا ضلع عادل آباد کے تعلقہ راجورہ میں ایک غیر آباد گاؤں کا نام مسالا ہے وہاں ایک شیر بہت بڑھا رہتا تھا۔ سیرج کے رہنے والے ایک بنجارے نے

مجھ سے بیان کیا کہ وہ اُس شیر کو تیس سال سے جانتا ہے۔ میں نے اِس کو دن کے ۲ بجے ایک برگد کے درخت کے نیچے سوتا ہوا دیکھا۔ جاڑوں کا زمانہ تھا اِس کی جلد خوش رنگ چمکتے ہوئے بالوں سے بھری ہوی تھی ذرا سے کھٹکے پر یہ کھڑا ہوگیا۔ گردن پر گولی لگی یہ گر گیا امتحان اور غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اِس میں ضعف و پیری کے آثار نمایاں ہوچکے تھے۔ بہرحال شیر کی عمر کا مسئلہ غیر تصفیہ شدہ ہے۔ صحیح قیاس یہ ہے کہ جس طرح انسانوں کی عمریں تفاوت ہوتا ہے۔ اُسی طرح شیر بھی بعض زیادہ عمر پاتے ہیں بعض کم اِس پر آب و ہوا کافی یا قلیل غذا۔ اطمینان یا بے اطمینانی کی زندگی اِن سب کا کچھ نہ کچھ اثر اور اُس سے مختلف افراد کی عمر میں کچھ نہ کچھ فرق ضرور پڑتا ہوگا۔

یہ مشہور بات ہے کہ شیر کے کلیجے کی نوکوں سے اِس کی عمر کا پتہ چلتا ہے۔ مگر یہ محض غلط ہے۔ متعدد شکاری مصنفین نے اِس کو غلط اور لغو بتایا ہے۔ میں نے بھی متعدد بار آزمایا۔ یہ محض بے بنیاد بیان ہے کہ شیر کے کلیجے میں ہر سال ایک نوک کا اضافہ ہوتا ہے اکثر پٹھوں کے کلیجے میں ۱۲-۱۲-۱۰ اور ۱۳-۱۳- نوکیں دیکھی گئیں مسٹر برینڈر کا پالا ہوا بچہ جس کی عمر پانچ سال کی مسلمہ تھی جب مرا تو اُس کی علالت کی تشخیص کی غرض سے اُس کا پوسٹ مارٹم کرایا گیا اس کے کلیجے میں ۱۶ نوکیں نکلی ہوی تھیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ پرانے شیروں کے کلیجے بہت بڑے ہوتے ہیں اِس لئے اُن میں نوکیں بھی زیادہ ہوتی ہیں

یہ خیال یا بیان بھی غلط ہے کہ شیروں کی نعش جو فطرتی موت سے مرے ہوں نظر نہیں آتیں۔ میں یہ پوچھتا ہوں کہ ہمارے بھائیوں میں سے کتنے شکاری ایسے جنگلوں میں جہاں شیر رہتے ہوں یا پیادہ پھرے ہیں بڑے مشہور شکاری بھی جو بے پاہاتھی پر سے شکار کھیلتے ہیں دشت پیما یوروپین شکاریوں میں سے کئی مصنفین نے غیر قابل گذر پہاڑوں اور گھنے جنگلوں میں شیر کی ہڈیاں پڑی دیکھی ہیں۔ بال کھال گوشت دیمک کھا چکی تھی۔ صرف ہڈیوں کا ٹوٹا پھوٹا ڈھانچہ وہ بھی نیم فنا حالت میں پڑا ہوا تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ دیمک علاوہ کوّے چیلیں اور گدھ ہر جانور کے مرنے کے چند گھنٹوں کے بعد چند منٹ میں لاش کا گوشت پوست کھا کر ہڈیاں صاف کر دیتے ہیں۔ چھوٹے درندے اگر لاش پر پہنچ گئے تو چھوٹی چھوٹی ہڈیاں تک کھا جاتے ہیں اور بڑی ہڈیوں کے جوڑ جوڑ الگ کر دیتے ہیں یہ بھی تمیز نہیں ہوتا کہ کس جانور کا لاشہ تھا۔

میں نے شیر کی لاش نہیں دیکھی مگر ۲ بیمار شیر دیکھے ہیں جو بہ مشکل چل سکتے تھے ایک گاؤں کے لڑکوں نے پتھروں سے مار مار کر ایک بڑی چٹان سے نیچے گرا دیا پھر اُس پر اوپر سے اتنے پتھر پھینکے کہ وہ وہیں ٹھنڈا ہو گیا دوسرا عین دوپہر کو ایک گاؤں میں گھس گیا۔ شیر شیر کا غل ہونے پر ایک عرب نے بندوق سے ہلاک کر دیا۔ ایک اور واقعہ سننے میں آیا کہ ایک اندھی شیرنی روز روشن میں گاؤں میں آ گئی اُس کو بھی کسی نے بندوق سے مار دیا اگر یہ شیر جنگل میں مرتے تو غالباً جلد دیمک کے کام آ جاتے۔

ف۔ شیر کے درخت پر چڑھنے کی نسبت عام خیال یہ ہے کہ شیر درخت پر نہیں چڑھ سکتا۔ بڑے درجہ تک یہ صحیح ہے اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ شیر کو درخت کی کوئی ایسی بڑی اور مضبوط شاخ جو اُس کا وزن اٹھا سکے اتنی نیچی نہیں ملتی کہ وہ اُس پر آسانی سے پیر رکھ سکے پیر رکھنے کے لئے کودنا اور محنت کرنا پڑتا ہے ایسی حالت میں خواہ مخواہ محنت کر کے چڑھنا شیر کے لئے غیر ضروری ہے۔ اُس کے کھانے کے قابل کوئی جانور درخت پر نہیں رہتا۔ ہاں جب دشمن کے خلاف ایسا عمل کرنیکی ضرورت ہوتی ہے تو شیر بائیس چوبیس فٹ تک چڑھ جاتا ہے مگر وہ وقت درخت پر ٹہلنے کا نہیں ہوتا چڑھا اور گر گیا یا مار کر گرا دیا گیا حملہ کرتے وقت اگر کسی درخت پر حملہ کی ضرورت ہو تو شیر پہلے پچھلے پیروں پر کھڑا ہو کر اگلے پنجے درخت کے تنہ پر ٹیک دیتا ہے یا بڑے زور سے درخت پر اگلے ہاتھوں سے گرتا ہے۔ بالعموم اس کے پھیلے ہوئے ہاتھ ۱۲ فٹ تک پہنچ جاتے ہیں پنجوں کو پھیلا کر درخت پر تھپیڑ مارنے کی وجہ سے ناخون درخت کی چھال میں اچھی طرح گھس جاتے

اِن ناخونوں پر زور دیکر شیر پچھلے پیروں کو اگلے ہاتھوں کے نیچے لے آتا ہے اور اُن کو بھی چھال میں مضبوط جما کر اُن کے زور پر اگلے ہاتھ اوپر بڑھاتا ہے کہ اُس کی کمر بالکل سیدھی نہ ہو جائے اِس عمل سے گویا ہاتھ پیر پوری طرح پھیلانے کے بعد جو شیر کا طول ہوتا ہے اُس سے دو چند بلندی تک شیر چڑھتا اور حملہ کرتا ہے۔ اسی لئے جب سید ھے درخت پر جھولا بمجبوری باندھنا پڑے تو چوبیس فٹ بلند باندھتے ہیں جھولا باندھنے کے قواعد میں اس کا ذکر بتفصیل کیا جائیگا۔ ایک شیرنی سراج کے شکار میں گولی کھانے اور ایک ہاتھ بیکار ہونے کے بعد ۹ انٹ درخت پر گئی۔ میں نے سنا ہے کہ وہ درخت تعلقہ نرسنگھپور موضع بجور میں اب بھی موجود ہے۔ بچوں کو جو وزن میں بہت کم ہوتے ہیں میں نے بارہا درختوں پر چڑھتے اور کھیلتے دیکھا ہے۔ اِس کا ذکر میں نے بچوں کے پالنے کے ضمن میں کیا ہے۔

مسٹر برینڈر اور سلیوس نے اول الذکر نے سنٹرل پراونسیز میں اور آخر الذکر نے برہما میں صرف ایک شیر کو درخت پر بیٹھا دیکھا ہے سلیوس کا بیان ہے کہ وہ شیر اُس درخت پر مستقل طور پر رہتا تھا سلیوس بڑے مستند مصنف ہیں لیکن بعض وقت انسان سے غلط فہمی ہو ہی جاتی ہے۔ شیر کے درخت پر مستقلانہ سکونت پذیر ہونے کی نسبت اُن کے ذہن میں ثبوت یہ تھا کہ تمام درخت پر شیر کے ناخونوں اور دانتوں کے نشان تھے یہی غلط فہمی تھی میرا اپنا خیال ہے اور اِس کی تائید کئی مصنفین نے کی ہے کہ بعض شیر اپنے دانتوں اور پنجوں کو درخت پر صاف یا تیز کرنے کے عادی ہوتے ہیں سب شیر یہ عمل نہیں کرتے مگر پھر بھی اس عادت سے عجائب خانے کے مہتمم صاحبان وغیرہ واقف ہیں اور کئی عجائب خانوں میں میں نے خود دیکھا ہے کہ ایک بہت موٹے درخت کا ٹکڑا شیر کے رہنے کے مقام پر رکھ دیا جاتا ہے تاکہ شیر اُس پر دانت صاف کر سکے۔ بعض شیر یہ عمل کرتے ہیں بعض نہیں کرتے درخت کے تنہ پر نشان دیکھکر یہ خیال کرنا کہ شیر اس درخت پر مستقلانہ بود و باش رکھتا ہے ممکن ہے کہ محض غلط فہمی ہو۔ مسٹر برینڈر نے ایک شیر کو دیکھا کہ وہ کسی میں جا کر ایک

خاص درخت پر اپنے دانت صاف کیا کرتا تھا اُس جنگل میں متعدد شیر تھے مگر وہاں کوئی اور شیر دانت صاف کرنیکا عادی نہ تھا۔

ف۔ درخت پر شیر کے چڑھ جانے کے متعلق ایک شکاری مصنف نے یہ رائے دی ہے کہ جنگلی کتوں کے ڈر سے جب کچھ نہیں بن پڑتا تو شیر درخت پر چڑھ جاتا ہے۔ انھوں نے ایک شیر کو درخت پر چڑھتے ہوئے دیکھا تھا اور اُسی درخت سے دو ایک میل کے اندر ان کو کتوں کا غول نظر آیا۔ اِن دو واقعات کو باہم ملا کر دیکھنے سے انھوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے مصنف صاحب مذکور کا یہ خیال بہت زیادہ قرینِ قیاس ہے میں نے جنگلی کتوں کے بیان میں ایک معتبر شخص کا چشم دید واقعہ درج کتاب کیا ہے وہ اس رائے سے ملتا جلتا ہے

ف۔ شیر کی غذا صرف گوشت ہے۔ اپنے شکار کے علاوہ شیر کو اگر تازہ مرا ہوا جانور مل جائے تو اُس کو کھا جاتا ہے۔ یہ بیان کہ شیر مُردار نہیں کھاتا محض غلط ہے بریندڑ نے بچشم خود شیر کو مُردار کھاتے دیکھا ہے اس کے علاوہ ایک شیر کے منھ سے سڑا ہوا گوشت نکلا جو کیڑوں سے بھرا ہوا تھا شیر اِس مُردار کو کھا رہا تھا کہ دس فٹ کے فاصلہ سے صاحب موصوف نے ایک ہی گولی سے اُسے ہلاک کیا شیر کے گوبر کھانے کا واقعہ صحیح ہے۔ اُس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ جس طرح انسان کو سبز ترکاری کی ضرورت ہوتی ہے۔ اُسی طرح شیر کو بھی معدہ کی اصلاح کی غرض سے اِس کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ شیر گوبر کو چوس کر یا کھا کر اِس ضرورت کو پورا کر لیتا ہے۔ میں اس خیال اور استدلال سے متفق نہیں ہوں یوروپین مصنفین نے جو اس خیال کے موید ہیں صرف گاؤں والوں کے بیان پر اور شیر کے چوسے ہوئے گوبر کو دیکھکر یہ رائے قائم کر لی ہے۔ شیر ترکاری کے معاوضہ میں اور اکثر گوبر نہیں چوستا کھانے کے لفظ کا اس واقعہ کی نسبت استعمال ہی غلط ہے۔ میرا خیال ہے کہ انتہائی بھوک یا غیر قابل برداشت پیاس کی وجہ سے برسوں میں کبھی ایک مرتبہ نمی کی تلاش میں شیر گوبر کھاتا نہیں صرف

چوس لیتا ہے میں نے شیر کا چوسا ہوا گوبر صرف ایک مرتبہ دیکھا ہے یہ بمقابلہ اصلی گوبر کے سپید معلوم ہوتا تھا۔

ف۔ علاوہ مندرجہ بالا غذاؤں کے شیر مینڈک بھی بڑے مزے سے کھاتا ہے تالاب کے کنارے تھوڑے پانی میں کھڑا ہوا کھیلتا رہتا ہے جو مینڈک نظر آیا اُس کو نیچے سے دباتا اور منہ جھکا کر پکڑ لیتا ہے اگر کوئی مینڈک تیرتا ہوا آیا تو اُسے پانی کے اوپر ہی سے لپک لیتا ہے یہ منظر میں نے بچشم خود دیکھا ہے مگر کسی انگریزی مصنف نے اس کا ذکر نہیں کیا جنرل برٹن اور میجر اینڈرسن نے صرف اتنا لکھا ہے کہ شیر کبھی کبھی پانی کے اندر کھڑا ہو کر کھیلتا رہتا ہے یا پانی میں گردن باہر نکال کر بیٹھ جاتا ہے۔

میں نے پانی میں بیٹھا ہوا شیر دن کے تین بجے مارا ہے۔ گرمیوں کا موسم تھا اور میں کسی کام کی وجہ قبل دوپہر کیمپ کو نہ پہنچ سکا۔ دھوپ بہت تیز تھی ایک نالہ کے کنارے ٹھیر کر میں نے تھوڑی دیر آرام لیا تین کے قریب ساتھ کے سوار گھوڑوں کو پانی پلانے گئے تو انھوں نے وہاں شیر کو دیکھکر مجھکو اطلاع دی۔ میں نے جا کر دیکھا تو یہہ پانی کے اندر بیٹھا تھا مجھکو نالہ میں دیکھکر یہ تقریباً ساٹھ گز کے فاصلہ پر کھڑا ہو گیا۔ اسکا پورا جسم تہ آب تھا اور سر تنگنے کی وجہ سے نظر نہ آتا تھا۔ کھڑا ہونے سے گردن اور دل دونوں نظر آنے لگے میں نے دو یا تین فٹ بلندی پر جا کر فائر کیا۔ وہیں پانی میں اُلٹ کر گرا اور دو ایک منٹ ہاتھ پیر مار کر مر گیا۔

گرمیوں میں اکثر و بیشتر شیر پانی کے قریب دن بھر پڑا رہتا ہے اگر انسان یا مویشی کی آمد و رفت کا خدشہ نہ ہو تو پانی میں پڑ جاتا ہے مگر گردن باہر نکلی رہتی ہے اگر کوئی کھٹکا ہوتا ہے تو آہستہ اُٹھکر چلدیتا ہے جب شیر نے شکار کیا ہو نصف کھالیا ہو اور نصف دوسرے وقت کے لیے محفوظ رکھا ہو تو عموماً محفوظ حصہ کو قریب ہی کسی جھاڑی میں چھپا کر پانی کے قریب آرام کرتا ہے بہر صورت پانی کی قربت پر کھانیکی حفاظت کو ترجیح حاصل ہے

۱۱۵

شیر اپنے شکار کو محفوظ رکھنے میں سعی بلیغ کرتا ہے یا تو کسی گنجان اور زمین پر پھیلی ہوی جھاڑی میں کھینچ کر لیجاتا ہے کہ وہ اوپر سے نظر نہ آسکے یا پنجوں سے تھوڑا سا گڈھا بناکر اور مٹی کھود کر اُس میں دفن کر دیتا ہے۔ کبھی کبھی منھ سے جھاڑی اور گھاس نوچ کر شکار کی نعش پر ڈالدیتا ہے۔ ایک شکاری صاحب نے شیر کو یہ حرکت کرتے وقت مارا شیر کے منھ میں گھانس کا ایک پورا مٹھا موجود تھا شیر کے شکار کے بڑے دشمن چیلیں اور گدھیں۔ ان کو جب لاش کا پتہ مل جاتا ہے تو اگر شیر وہاں خود کسی قریب کی جھاڑی میں چھپا ہوا نہ ہوا اور ان کو جھپٹ کر دھمکی نہ دیتا رہے تو یہ پانچ چار منٹ میں سوائے بڑی ہڈیوں کے ذرا سا گوشت بھی باقی نہیں رہنے دیتے۔ ایک موقعہ پر میں دن کو چار بجے ایک شکار کردہ بھینس کی لاش کے قریب درخت پر بیٹھا۔ اس نیم لاش کو شیر نے جھاڑی میں چھپا دیا تھا مجھ سے غلطی یہ ہوی کہ میں نے لاش کو جھاڑی سے باہر کھینچ کر ڈلوا دیا۔ اتفاقاً پانچ چار ہی منٹ بعد شیر آگیا اور اُن آدمیوں کو دیکھ لیا جو لاش کھینچکر درخت پر چڑھ رہے تھے شیر بہت غرایا مگر حملہ نہیں کیا آدمی دیکھ کر اُس کو شبہ تو ہو ہی چکا تھا شکار کو ہٹا ہوا دیکھ کر اور بھی زیادہ چوکنا ہو گیا اوپر کی طرف دیکھا تو میرے ہمراہی نے مچھر یا مکھی سے دق ہو کر ہاتھ ہلا دیا اس حرکت سے شیر ہمارے موجود ہونے سے واقف ہو گیا فوراً جھاڑی کی آڑ میں جاکر خوب چلایا ہم اُتر نہ سکتے تھے آخر کار مایوس ہو کر چلا گیا اُس کے جاتے ہی سینکڑوں غالباً ہزاروں گدھ لاش پر آپڑے اُن کا آپس میں لڑنا اور ایک دوسرے کے اوپر سے کود کر لاش میں سے گوشت نوچنا عجیب منظر تھا کل پانچ منٹ میں انھوں نے لاش میں ماشہ بھر بھی گوشت نہ چھوڑا میرے ساتھی نے مجھ سے کہا کہ اب اُتر کر چلدیجئے۔ شیر نہیں ہے اگر شیر قریب میں ہوتا تو یہ گدھ ہرگز زمین پر نہ اُترتے یہ بالکل صحیح ہے میں نے دیکھا ہے کہ جب شیر کارے کو کھاتا ہو تو گرد و پیش کے درختوں پر گدھ بکثرت بیٹھے ہوے نظر آتے ہیں اور شیر کے ہٹتے ہی

جانور کی لاش پر اُتر آتے ہیں۔ میں نے ایک مرتبہ ایک گائے کی نعش کے قریب تین گدھ مرے ہوئے دیکھے۔ اِس گائے کو شیر نے میرے پہنچنے سے آدھ گھنٹہ قبل مارا تھا۔ گائے چرانیوالے نے غل کیا تو یہ ہٹ کر جھاڑی میں بیٹھ گیا مگر اپنے شکار پر نظر رکھی چرانے والا جس نے مجھکو قریب میں دیکھا تھا دوڑتا ہوا آیا اور اطلاع دی کہ شیر نے اُس کی گائے کو گرادیا میں بیل گاڑی پر تھا بیلوں کو دوڑاتا ہوا آیا اس عرصے میں چند گدھ لاش پر اُتر آئے شیر نے جھپٹ کر تین کو مار ڈالا جب میری گاڑی پہونچی تو شیر چلدیا اس گائے پر میں نے درختوں کی شاخیں اور پتے دلوادیے مُردہ گدھ وہیں پڑے رہے صبح کو آکر دیکھا تو ان مُردہ گدھوں کو چند زندہ گدھ کھا رہے تھے شیر نے چونکہ ہم کو دیکھ لیا تھا یا کسی اور وجہ سے وہاں پر نہیں آیا۔ دن نکلنے سے پہلے شیر اپنے شکار کو چھپا دینے کی کافی کوشش کرتا ہے ایک صاحب کا بیان ہے کہ پہاڑ کی کھلی ہوئی اور وسیع چٹان پر شیر نے ایک بیل کو مارا۔ رات بھر خوب مزے سے کھاتا رہا پیٹ بھر گیا اور صبح کی روشنی نمودار ہوی تو لاش کی حفاظت کا انتظام سمجھ میں نہ آیا نہ وہاں کوئی جھاڑ تھی نہ گھانس، پتھر کی چٹان کو کھود بھی نہ سکتا تھا مجبوراً مردہ بیل کے اگلے ہاتھوں پر جو ہنوز نوش جان نہیں کئے تھے سر رکھکر وہیں سو گیا۔

ف۔ شیر بالعموم دن بھر میں دو مرتبہ صبح اور شام پانی پیتا ہے۔ لیکن جب اُس کے شکار کی حفاظت کا معاملہ پیش ہو تو پانی کی پرواہ نہیں کرتا اپنے شکار کے قریب ہی پڑا رہتا ہے پیٹ بھرا ہوا ہو تو پانی کے پاس رہتا ہے اور پانی میں لیٹتا یا کھیلتا رہتا ہے۔ اگر شیر کو کسی خطرہ کا شبہ ہو جائے اُس کے لئے سوائے انسان کے اور کیا خطرہ ہے تو تقریباً ۲۴ گھنٹہ پانی نہیں پیتا۔ اِس کے بعد مجبور ہو کر کہیں اور دوڑ پانی کی تلاش میں نکل جاتا ہے۔ میں نے سرفریزر کے شکار میں شیروں کو جمع کرنے کے لئے علاوہ اور ترکیبوں کے ایک طریقہ یہ بھی اختیار کیا تھا کہ بہن گنگا کے کنارے دس میل تک عربوں کا پہرا لگا دیا تھا۔ دیسی ارزاں بارود ان کو بکثرت منگادی تھی اور حکم یہ تھا کہ تم سب دن اور رات اپنی توڑدار

درختوں پر بیٹھے ہوئے یارات کو تین تین کی پارٹیاں بناکر اور کنارے کنارے پھر فائر کرتے رہو اس کے خلاف اُس رقبہ میں جہاں شکار کا انتظام منظور تھا بڑے بڑے درختوں کے بیچے تنوں میں آگ جلا کر جوف کر دیا تھا۔ اس کو یہاں کی اصطلاح میں دوہنا کہتے ہیں ان دوہنوں میں رات پانی بھرا رہتا تھا۔ یہ زمین میں گڑے ہوئے تھے اور ان کے پاس شیروں کے پنجوں کے نشان معلوم کرنے کی غرض سے ریت بچھوا دی تھی روزانہ اُسے جھاڑ و دیجاتی تھی پانی روکنے کے دو دن تک ان مصنوعی آبدار خانوں پر کسی شیر نے پانی نہیں پیا۔ تیسری رات دس دس میل کے رقبہ جو ندی کے دس میل کے مقابل اور اُس سے متصل تھا سات دہنوں پر تو شیروں نے پانی پیا پھر اُن کی تعداد بڑھتی گئی یہ تو یقیناً ۴۸ گھنٹے سے پیاسے تھے۔ شیر آئے اور پھر برابر ان کی تعداد بڑھتی رہی۔

ف۔ شیر ہر جنگل میں جہاں پانی درختوں کا سایہ اور شکار کے قابل جانور ہوں سکونت اختیار کر لیتا ہے اس کے شکار کا وقت بالعموم رات ہے مگر مویشی خوار دن کو بھی نکلتا اور جانوروں کو مارتا ہے۔ آدم خوار کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ جب آدمی مل جائے پکڑ لیتا ہے۔ رات کو شیر دور دور تک چکر لگاتا ہے بالعموم شام کو اندھیرا ہونے سے قبل اپنی آرام گاہ سے نکلکر گرمی کا موسم ہو تو سیدھا پانی پر جاتا ہے۔ اگر سردی ہو تو اُسی وقت سے شکار کی تلاش شروع کر دیتا ہے۔ مغرب کے قبل سے رات کے نو بجے تک اور صبح چار بجے سے آٹھ تک ان دونوں وقتوں کے بیچ میں میں نے متعدد بار شیروں کو پانی پر دیکھا ہے۔

ف۔ شیر کی رفتار شاندار آہستہ اور بغیر کسی قسم کی آواز پیدا کرنے کے استقلال اور متانت کا نمونہ ہوتی ہے۔ اس رفتار کو وہ شام سے صبح تک جاری رکھتا ہے۔ تھوڑی تھوڑی دور چلنے کے بعد وہ شکار کے قابل جانوروں کی آواز یا آواز پا سننے کیلئے ٹھیر جاتا ہے جن لوگوں کو رات کے وقت جنگل میں شیر کو چلتے ہوئے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ وہ یہ جانتے ہوں گے کہ شیر رات کے وقت چلتا ہوا انہیں کھسکتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اُس کو پاس سے

گذرتے دیکھکر دل پر یہ اثر پیدا ہوتا ہے کہ ایک سایہ یا کوئی مافوق العادت حیوان ہمارے پاس سے نکل گیا۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ اول تو مطلقاً آواز نہیں ہوتی دوسرے چلتے میں شیر کے اگلے اور پچھلے پیر دونوں ایک ہی جانب کے دقت واحد میں سامنے کی طرف بڑھتے ہیں یعنی اگر اُس نے داہنا ہاتھ سامنے بڑھایا تو اُس کے ساتھ داہنا پیر آگے بڑھے گا۔ علیٰ ہٰذ القیاس بائیں ہاتھ کا ساتھ بایاں پیر دیتا ہے۔ اِس ڈھنگ کی رفتار کی وجہ سے کمر اپنی جگہ پر قائم رہتی ہے۔ اوپر نیچے نہیں ہوتی اِس طریقہ پر خاموشی کے ساتھ پاس سے نکلجانا عجیب وحشتناک اثر پیدا کرتا ہے۔ جس جگہ شیر کے لئے انسان بیٹھے وہ یقینی سُنسان جنگل ہوتا ہے۔ ساتھ بھی کوئی نہیں ہوتا یا زیادہ سے زیادہ ایک ہمراہی مزید برآں سُب سے زیادہ گرد وپیش اکثروں بالخصوص مبتدیوں کے دل پر اِس قسم کا سمجھ میں نہ آنے والا اثر پیدا کرتا ہے۔ کہ گویا کوئی بلا بھوت چڑیل پاس سے گذر گئی۔ یہ میرا ذاتی تجربہ اور میرے قلب کی تصویر ہے دو ایک نئے شکاری اور بچوں کو میں نے دیکھا کہ وہ بدحواس ہوگئے اور بندوق نہ اُٹھا سکے میرے ساتھ ایک لیڈی مچان پر بیٹھی ہوئی تھیں دس اور گیارہ کے درمیان شیر آیا دن کو وہ نصف کھلگے کو کھا چکا تھا۔ ہمارا مچان بھی بہت محفوظ تھا۔ اتفاق سے اُن لیڈی کی نظر اُس پر پہلے پڑی شیر ہمارے درخت کے پاس سے نکلکر اپنے شکار پر جارہا تھا شیر کو دیکھتے ہی یہ ایسی گھبرائیں کہ میرے دونوں شانے پکڑ کر یہ آیا آیا کہنا شروع کردیا اس بدحواسی کی جنبش سے اُن کی بندوق جو درخت کی شاخ کے سہارے کھڑی تھی میرے سر پر گری میں گھبرا کر اپنی جگہ سے ہٹا میم صاحبہ بھی ہلیں۔ آواز ضرور ہوی ہوگی۔ شیر نے خفیف سی غرُ کی اور غائب ہوگیا۔ دو چار مرتبہ دیکھنے کا اتفاق ہو تو یہ اثر جس میں خوف شامل ہو جاتا رہتا ہے۔ زمین پر بیٹھے ہونے کی حالت میں اگر شیر پاس سے گذر جائے یا سامنے آکر بیٹھ جائے تو جسم کے رؤیں کھڑے ہوجاتے ہیں کچھ دیر ٹھیرا رہے تو پسینہ آجاتا ہے مجھکو دو مرتبہ اِس کا تجربہ ہوا اور میں نے دل میں عہد کرلیا کہ رات کے وقت

زمین پر ہرگز نہ بیٹھونگا۔ ایک صاحب نے لوہے کی سیخوں کا ایک بڑا پنجرہ شیر کو شکار کرنے کی غرض سے بنوایا ہے۔ اس میں بیٹھکر ۱۰ فٹ کا یا ۱۲ فٹ کا ایک شیر مارا بھی ہے معلوم نہیں ان کے قلب پر کیا اثر پیدا ہوتا ہے۔ شیر کی سیاحت شبانہ کا اوسط دس بارہ میل سے کم نہیں ہے اسی واسطے اگر دو دن میں دس میل فصل کے اندر دو گارے ہوں تو یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس نواح میں ایک شیر ہے اگر دو گاروں میں دس میل سے زیادہ فصل ہو تو دو جدا جدا شیروں کا فعل قیاس کیا جاتا ہے۔ مجھکو ایسا اتفاق بھی پیش آیا ہے کہ ایک رات میں ایک ہی مقام پر شیر نے تین بھینسیں ماریں میں صبح کو وہاں روانہ ہوا راستہ میں سوار نے اطلاع دی کہ صبح نو بجے شیر نے پھر ایک بیل کو مارا مگر کھایا نہیں مجھکو یقین تھا کہ کم از کم شیروں کا جوڑا اس جرم کا مرتکب ہوا ہے یا ممکن ہے کہ کئی شیر ہوں وہاں پہنچکر معلوم ہوا کہ ان چاروں کا قاتل صرف ایک شیر ہے آخری شکار کردہ بیل سے ۲۵ گز کے فاصلہ پر یہ جھاڑی میں بیٹھا ہوا تھا میرے ایک ہمراہی مچان کے لئے درخت انتخاب کرنے گئے تو شیر نے خوب ڈانٹا یہ غریب کلہاڑی لئے کھیت کے کنارے کھڑے تھے کہ میں پہنچا انھوں نے بتایا کہ شیر وہ بیٹھا ہے۔ فاصلہ زیادہ تھا میں نے آگے بڑھنے کا ارادہ کیا۔ ۴ قدم بھی نہ بڑھا ہوں گا کہ شیر نے اتنے دور کے فاصلہ سے ڈانٹ بتائی۔ یعنی غرایا یہ ان کے خیال میں صرف اپنے موجود ہونے کی اطلاع یا ہلکی سی آہٹ پھر بھی یہ معلوم ہوا کہ دور سے بادل گرج رہا ہے غرانے کے بعد شیر کھڑا ہو گیا۔ مجھ سے وہ ۵۰ یا ۶۰ گز پر ہوگا اور پورا نظر آرہا تھا میں نے بیٹھ کر فائر کیا سینہ کی سپیدی کے وسط میں گولی لگی اور یہ ظالم وہیں ڈھیر ہو گیا۔ یہ جوان شیر تھا چاروں دانت مسلم تھے۔ کسی قدر زردی آگئی تھی یہ سمجھ میں نہ آیا کہ مسلسل چار جانور مارنے کی کیا وجہ تھی۔

سردی کے موسم میں شیر صبح ہوتے ہی اپنی آرام گاہ میں داخل نہیں ہوتا بہاڑ کی چوٹیوں کی کھلی چٹان پر لیٹ جاتا ہے دھوپ کا لطف اٹھاتا ہے اور اچھی طرح گرم ہو کر

اپنی خوابگاہ کا قصد کرتا ہے۔ مسٹر لیڈیکر کا تجربہ ہے اور مسٹر بریڈنڈر نے اس کی تائید کی ہے کہ دن کو باہر پھرنے والے شیر سال کے جنگل میں زیادہ نظر آتے ہیں بخلاف اس کے شیشم یا مشترکہ جنگل میں جہاں کئی قسم کے درخت ہوں دن کے وقت شیر سے ملاقات کا موقعہ کم ہوتا ہے۔ اس کی وجہ بڑے بڑے سال کے درختوں کا گنجان سایہ ہے۔

ف۔ شیر اپنے شکار کو کیونکر ہلاک کرتا ہے۔ یہ نہایت دلچسپ مسئلہ ہے اور ہر مبتدی اس کے معلوم کرنے کا مشتاق پایا جاتا ہے۔ ایسے خوش قسمت شکاری بہت کم ہوں گے جنھوں نے ایک یا دو مرتبہ سے زیادہ یہ منظر دیکھا ہو ہر مصنف نے اپنے مشاہدے کے موافق اس پر لطف ایکٹ کی تصویر کھینچی ہے اور یہ تصاویر ایک دوسرے سے مختلف ہیں اس کی وجہ اور اصلیت یہ ہے کہ شیر تمام روئے زمین کے جانوروں میں سب سے بڑا شکاری ہونے کے لحاظ سے جب تک وہ ہلاک کرنے کے متعدد طریقوں سے واقف نہ ہو اُس کو کامیابی نہیں ہو سکتی۔ علیٰ ہذا القیاس جنگل کی مختلف مخلوق کو تباہ کرنے کی غرض سے بھی مختلف اوقات و مواقع پر مختلف ذرائع استعمال پر قادر ہونا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ جن جانوروں کو شیر ہلاک کرتا ہے اُن کے قد و قامت اُن کے وزن اُنکی قوت اور اُن کی رفتار اور آخر میں اُن کی ہمت اور قوت مدافعت و مقابلہ میں بڑا فرق ہوتا ہے پھر یہ امر کیونکر ممکن ہے کہ ان سب کو شیر ایک ہی طریقہ پر پکڑتا اور ہلاک کرتا ہو باوجود ان تمام مختلف ضروریات و حالات کے شیر کبھی کتے کی طرح یا چیتے کے مانند دوڑ کر اپنے شکار کو نہیں پکڑتا تھوڑی دور جست کے لئے تو شیر کو بھی تیز دوڑنا پڑتا ہے مگر وہ دوڑ کتے اور شکاری کتے کی مستقل لمبی دوڑ اور طویل تعاقب سے بہت کم ہوتی ہے شکاری کتے جب کسی جانور کا تعاقب کرتے ہیں تو میلوں اپنے شکار کا پیچھا نہیں چھوڑتے بخلاف اس کے شیر کی اُس کی دوڑ کی نسبت یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مُلّا کی دوڑ مسجد تک نہایت تیز دوڑ بلکہ بجلی کی سی

جھپٹ بھی اسی فاصلہ تک محدود ہے۔ جب کسی جانور کو پکڑنا مقصود ہوتا ہے تو اُس کے پیچھے آہستہ آہستہ اور کبھی کبھی ٹراٹ سے دور تک چلا جاتا ہے۔ اگر تیز مثل چیتے یا کتے کے نہیں دوڑتا یا نہیں دوڑ سکتا۔

بیل۔ بھینس۔ نیل گائے۔ چیتل۔ سانبھر۔ جنگلی بکری۔ چکارہ۔ گدھا۔ سؤر سیہی۔ ان سب جانوروں کو شیر مارتا اور کھاتا ہے۔ بعض اوقات ریچھ دیو ریچھ کو بھی مار ڈالتا ہے اور کھا جاتا ہے۔ جانور کو پکڑنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ شیر آہستہ آہستہ دوڑ میں فاصلہ کم کرتا جاتا ہے۔ جب بیس گز پر پہنچ جاتا ہے تو وہاں سے نہایت تیز دوڑ یا دو تین جستیں بھر کر سیدھا گردن کو نیچے کی طرف پکڑتا اور زمین کی جانب زور سے جھٹکا دیتا ہے۔ اس جھٹکے سے جانور کی گردن کی ہڈی ٹوٹ جاتی ہے کیونکہ ہمیشہ جھٹکا ٹیڑھا ہوتا ہے شیر گردن یا حلق کو پکڑنے کے بعد گردن کو مروڑ کر جھٹکا دیتا ہے۔ اگر شیر نے گردن کو اوپر سے پکڑا ہے تو اُس کو سیدھا نیچے کی طرف نہیں دباتا بلکہ گردن کو بل دیکر نیچے دباتا ہے بخلاف اس کے اگر حلق پکڑا ہے یعنی گردن نیچے تو اپنے منھ کو اوپر لاکر یا اپنی گردن کو بلند کر کے جانور کی گردن کو اس طرح زمین کی طرف دباتا ہے کہ جانور کے سینگ زمین سے چھو جاتے ہیں گردن کا اتنا مڑنا اور پھر اسقدر تیزی کے ساتھ جھٹکا کھانا اُس کے ٹوٹنے کے لئے کافی سے زیادہ صدمہ ہے۔ اگر کسی پوزیشن کی غلطی سے گردن نہ ٹوٹی تو شیر جانور کو اسی پوزیشن میں اُس وقت تک دبائے رہتا ہے کہ جب تک اُس کی جان نہ نکل جائے شیر کی جست اُس کا حلق تک پہنچنا پکڑ لینا۔ بل دینا اور زمین پر دبا دینا اور پھر ایک ہاتھ جانور کے جسم پر رکھدینا یہ سب عمل دو سکنڈ یا انتہائی درجہ سکنڈ میں ختم ہو جاتا ہے۔ تصویر لینے کی غرض سے شیر کے کمینگاہ سے نکلتے ہی روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی کمرا پہلے سے فوکس لے کر کھول دیا گیا تھا۔ مگر تصویر آئی تو جانور کے زمین پر پڑے ہونے کی شیر کی جھپٹ اور پیچ کی تصویر نہ لیجا سکی

شیر حلق کو یا اُس کے بالکل قریب اُس حصہ کو جہاں مُنھ پڑا ہو اُس وقت تک دبائے رہتا ہے کہ جب تک جانور مر نہ جائے اگر جانور کی گردن نہ ٹوٹی ہو تو شیر بشرطیکہ اُس کو ضرورت محسوس ہو دو تین جھنجوڑیں ایسی دیتا ہے کہ زبردست سے زبردست جانور بھی جانبر نہیں ہو سکتا گردن کی ہڈی تو کیا چیز ہے۔ پسلیاں تک اپنی جگہ سے ہل جاتی ہیں اور اُن کا جوڑ جو ریڑھ کی ہڈی کے ساتھ ہوتا ہے کھُل جاتا ہے ایک ڈاکٹر صاحب کی گائے کو شیر نے رات کے وقت مار ڈالا کھانے نہ پایا تھا کہ غل ہو گیا اور شیر بھاگ گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے قصائی کو بُلا کر اپنی ہدایت کے موافق کئی جگہ سے کھُلوایا اور دیکھا اُن کا بیان تھا کہ سوائے ہاتھ پاؤں کے جوڑوں کے جسم کی ہر چول اپنی جگہ سے ہل گئی تھی۔

دوسرا طریقہ کھڑے جانور کو مارنے کا یہ ہے کہ جانور سے بیس گز پر اور آہستہ آہستہ چھپکر پہنچ جانے کے بعد شیر سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے۔ دُم اوپر کی طرف اٹھا لیتا ہے اپنا داہنا پنجہ سیدھا پھیلا دیتا ہے۔ پھر جسم کو آگے پیچھے ہلا کر اپنا بیلنس سنبھالتا ہے اُس کے بعد دو یا تین جست میں جانور تک پہنچکر پنجے کی ضرب سے جانور کو گرا دیتا ہے اور بجلی کی سی تیزی کے ساتھ جانور کا حلق اپنے منھ میں پکڑ لیتا ہے پکڑنے کے بعد ساتھ ہی ایک ہاتھ بالعموم داہنا جانور کے جسم پر آجاتا ہے شیر سامنے سے جھکا ہوا اگر پچھلے پیروں کو اُٹھائے ہوئے کھڑا رہتا ہے اور غالباً گردن مروڑنے کی غرض سے خود چکر کھاتا ہے مگر ہاتھ جسم پر سے نہیں ہٹاتا یہ سب تماشہ بجلی کی طرح دو تین ہی سکنڈ میں ختم ہو جاتا ہے اگر جانور کی گردن کسی وجہ سے نہ ٹوٹے یا وزن کی وجہ سے شیر تیزی کیساتھ گردن کو مروڑ نہ سکے تو دانتوں کے دباؤ اور گرفت کی قوت سے جانور کا دم رُک جاتا ہے اور شیر سانس بند ہونے تک حلق کو نہیں چھوڑتا اگر بجائے حلق کے اوپر سے گردن پکڑی ہو اور اُس کا مروڑنا مشکل ہو تو پھر شیر اپنی زبردست جھنجوڑ کو کام میں لاتا ہے اس صدمہ سے کوئی جانور جانبر نہیں ہو سکتا۔ تیسرا طریقہ جو زبردست جانور کو مارتے وقت

کام میں لایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ شیر حسب عادت قریب پہنچکر گردن کو اوپر کی طرف سے پکڑ کر پیچھے کی طرف کھینچتا ہے۔ اور جانور کی پسلیوں یا کمر پر ہاتھ رکھکر اُس کو سامنے کی طرف بڑھاتا ہے جانور چلتا ہوا یا دوڑتا ہوا ہو تو فوراً گردن ٹوٹ جاتی ہے۔ اگر متحرک نہ ہو تو پنجہ کی قوت یا ناخونوں کے چبھنے کی تکلیف سے آگے بڑھتا ہے گردن ٹوٹ جاتی ہے اور گر پڑتا ہے۔ مسٹر پینڈر سن نے جو عمر بھر محکمہ جنگلات میں ملازم رہے شیر کے یہ تماشے بارہا دیکھے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے ایک مرتبہ شیر کو ایک بھینسے کی کمر پر کود کر اُس کی گردن کو پکڑتے دیکھا اور پھر شیر نے یہ حرکت کی کہ اپنے پیٹ کو جانور کے سُرین پر رکھکر سامنے کی طرف زور کیا۔ بھینسے کے سینگ گردن سے نیچے ہو گئے۔ اور فوراً گردن ٹوٹ گئی۔

بعض اوقات شیر پیچھے کی طرف سے آکر جانور کے سُرین پر زور سے تھپیڑا مارتا ہے تھپیڑ کے زور سے جانور چکر کھا جاتا ہے خواہ جانور گرے یا کھڑا رہے اُس کی گردن شیر کے منھ میں آجاتی ہے اور پھر گردن توڑنے کے مختلف پیچوں میں سے جو پیچ وقت اور موقعہ کے مناسب ہو عمل میں لایا جاتا ہے یا جانور صرف گلا دبانے اور سانس روک دینے کے عمل سے ہلاک ہو جاتا ہے۔

ایک اور طریقہ جس پر خصوصیت کے ساتھ بھاری اور زبردست جانوروں کو ہلاک کرنے میں شیر عمل کرتا ہے وہ یہ ہے کہ پیچھے سے آہستہ آہستہ آکر جانور کے پچھلے پیروں یعنی گھٹنے اور ٹخنہ کے درمیانی حصے کو نہایت تیزی سے کاٹ ڈالتا ہے۔ اگر پوری طرح سے پیر نہ کٹے تو کم از کم شیر کے دانتوں اور جبڑوں کا زوردار دبانا پیر کو بیکار کر دیتا ہے ایک پیر کا بیکار ہونا شیر کے مقاصد کے لیے کافی ہے بڑا اور بھاری جانور تین پیر سے نہ تیز چل سکتا ہے نہ مڑ سکتا ہے۔ دوسرا پیر بیکار اور زخمی کر دینے کے بعد جانور کا گرا دینا نہایت آسان اور گر جانے کے بعد ہلاک کرنا شیر کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔

اِس عمل کو انگریزی میں ہیم اسٹرنگ کرنا کہتے ہیں میں نے شیر کو یہ عمل کرتے ہوے کبھی نہیں دیکھا مگر بعض جنگل کے رہنے والے شکاریوں نے بیان کیا کہ نر سانبھر اور نر نیل پر اگر اُن کے سینگ بڑے ہوں تو شیر معمولی طریقے پر حملہ نہیں کرتا بلکہ لمبی گھاس یا جھاڑی میں چھُپ کر خاموش بیٹھ جاتا ہے یا کبھی رینگ رینگ کر قریب پہنچ جاتا ہے جب سانبھر یا نیل زد پر آجاتا ہے تو بجائے جست لگانے کے یہ بہت تیز سُراٹ سے پچھلے پیروں تک پہنچ کر فوراً پیر کاٹنے شروع کر دیتا ہے شیر کا کترنا طوطے اور گلہری کا کترنا نہیں ہے۔ چشم زدن میں ہڈی کو چورا کر ڈالتا ہے۔ کوئی جانور ایسا قوی نہیں ہے کہ پیر کو بعد ازآں کہ وہ شیر کے مُنھ میں آگیا ہو چھُڑا سکے۔ سانبھر اور نیل تو شیر کو پیر سے دو چار قدم بھی نہیں کھینچ سکتے اگر ایسی کوشش کریں بھی تو کولے کی ہڈی جوڑ سے نکلجانے کا اندیشہ ہے ناچار یہ چرندے گرجاتے ہیں اُس کے بعد جو ہوتا ہوگا وہ ظاہر ہے اِن سے بڑے جانور ہمارے ملک میں جنگلی بھینسا اور گینڈا ہے۔ گینڈا سوائے ترائی کے اور کہیں نہیں ہوتا اُس طرف اور برما کے جنگلوں میں جن مصنفین نے شکار کھیلا ہے اُن کا تجربہ یہ ہے کہ شیر گینڈے کو جب تنہا مارتا ہے تو یہی پیر کے پٹھوں کو کاٹنے کا طریقہ اختیار کرتا ہے۔ سنٹرل پراونسیز میں بھینسے اَرنے اور سُر یا گائے بکثرت پائے جاتے ہیں ان بھینسوں کے متعلق کئی مصنفین نے لکھا ہے کہ شیر اِن کو ہیم اسٹرنگ کے عمل سے شکار کرتا ہے بھینسا شیر کو اُس حالت میں کہ وہ پچھلے پیر سے لپٹا ہوا پیر کو کاٹ رہا ہو۔ دور تک کھینچ لیجاتا ہے اِس کی تفصیل بھینسے کے ذکر میں درج کتاب کی گئی بھینسے پر شیر کی اس درجہ تک کامیابی کے بعد ہلاک کرنے اور گلا دبانے میں معقول وقت صرف ہوتا ہے۔ بھینسے کے سینگ اُس کی حفاظت کا بڑا ذریعہ ہیں شیر سینگوں سے ہمیشہ ہوشیار رہتا ہے۔ یکبارگی حملہ نہیں کرتا جب بھینسا گر جانے پر مجبور ہو جاتا ہے تو پھر شیر بآسانی ہلاک کر لیتا ہے۔

مسٹر بیڈرا ور لیڈیکر نے شیر کو یہ عمل کرتے نہیں دیکھا مگر ہم ہیم اسٹرنگ شدہ جانور دیکھے ہیں اور معتبر شہادت کی بنا پر وہ تسلیم کرتے ہیں کہ شیر صرف زبردست جانوروں کو اس طریقہ سے شکار کرتا ہے جنرل فنٹن نے لکھا ہے کہ شیر اونٹ کو ہیم اسٹرنگ کے عمل سے ہلاک کرتا ہے اور یہ اُن کا ذاتی مشاہدہ ہے یقیناً یہ صحیح ہے اونٹ جیسے اونچے جانور کا گلا پکڑنا اور گرا لینا آسان نہیں ہے پچھلے پیروں کے پٹھے جن کو ٹانگے کہتے ہیں کاٹ دینا مقابلتاً آسان کام ہے۔ قصہ مختصر شیر جس کو تباہی کا انجن کہنا بالکل صحیح ہے بہت بڑا پہلوان اور بہیمیت بھی ہے عمر زیادہ ہونے کے بعد یہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ شیر بہت سی ایسی حرکتیں کرتا اور ایسی چالیں چلتا ہے کہ کم عمر پٹھوں سے وہ ہرگز عمل میں نہیں آتیں میں چند حرکات بطور مثال کے بڈھے اور کم عمر شیروں کی ہدیہ ناظرین کرتا ہوں

اگر کوئی شخص جنگل میں گھوڑے پر سوار جا رہا ہو تو نوجوان پٹھا اُس کا تعاقب میلوں تک کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اب عنقریب اس کو یا اس کے سوار کو حاصل کر لونگا بخلاف پرانے تجربہ کار شیر کے کہ وہ کبھی گھوڑے گے سوار کا پیچھا نہیں کرتا اُس کو یہ امر تجربہ سے معلوم ہے کہ یہ جانور بلحاظ اپنے قد و قامت اور اپنی رفتار کے اس کے بس کا نہیں چھوٹے ٹٹوؤں اور گاؤں کی ٹٹوانیوں پر سے بھی آج تک بجز ایک واقعہ کے کبھی نہ سُننے میں آیا نہ کسی کتاب میں دیکھا گیا کہ شیر نے آدمی کو گرا لیا ہو یا ٹٹو کو ہلاک کر دیا ہو۔ سُنا ہوا ایک واقعہ یہ ہے ٹٹو پر سے ایک بنیے کے نوجوان بچے کو شیر لے اُڑا مگر اس کی کوئی معتبر شہادت بہم نہیں پہنچ سکی کوئی اُس بچے کے ساتھ نہ تھا اور سواری کا ٹٹو بھی مضبوط تھا یا تو یہ لڑکا ٹٹو سے نیچے گر گیا اور آدم خوار نے اُس کو لقمہ بنایا۔ ٹٹو نالہ میں سے گذرتے ہوئے شیر کو نظر ہی نہ آیا شیر نالہ کے کنارے پر بیٹھا تھا اور آدم خوار کی عادت کی وجہ سے لڑکے کو اوپر ہی اوپر اُٹھا لیا۔ لڑکے کی پگڑی اور اَپاشاہی جوتہ نالہ میں عین گذرگاہ پر پڑے ہوئے ملے بہر حال مجھکو ٹٹو پر سے اٹھا لینے کا واقعہ غلط معلوم ہوتا ہے

علیٰ ہذا القیاس بیل گاڑی پر کوئی جاتا ہو تو پٹھا میلوں تعاقب کرتا ہے۔ دوڑکر جھاڑیوں میں چھپتا ہوا جاتا ہے اور تقریباً چالیس پچاس گز گاڑی سے آگے نکلکر کسی جھاڑی یا درخت کے آسرے میں یا کسی گڈھے میں بیٹھ جاتا ہے جب گاڑی قریب آتی ہے تو مارے جوش کے کانپنے لگتا ہے مگر حملہ کرنے کی ہمت نہیں ہوتی میں نے ایک پٹھے کو میلوں میری گاڑی کے ساتھ کبھی سامنے کبھی پشت پر چلتے دیکھا ہے۔ مولوی سید ہاشم علی صاحب ناظم عدالت اور محمد عمر خاں صاحب تحصیلدار کا واقعہ نہایت دلچسپ ہے یہ دونوں نوجوان نومشق ایک جنگل میں شکار کو گئے۔ مجھ سے مشورہ کیا کہ کدھر جائیں میں نے شکار کے کئی مقام بتادئے مگر یہ سمجھا دیا کہ فلاں حصہ میں نہ جانا اس طرف کئی شیر ہیں ان لوگوں نے خیال کیا کہ اصل شکار گاہ کا وہی حصہ ہے جس کی نسبت منع کیا ہے محمد عمر خاں نے یہ فقرہ جڑا کہ بڈھے میاں (میں) اپنے لیے اس جنگل کو محفوظ رکھتے ہیں خیر یہ وہاں پہنچے اور واپسی میں ایک جوان شیر نے ان کی بیل گاڑی کا تعاقب کیا دو میل تک یہ بندوقوں سے خالی فائر کرتے اور گاڑی بھگاتے گھر کی طرف چلتے رہے لیکن اس عرصہ میں کارتوسوں کے ذخیرے نے جواب دے دیا آخر کار آخری کارتوس چلا کر درخت پر چڑھ کر کئی گھنٹے ٹھنڈی ہوا کھاتے رہے چند لکڑہارے ادھر سے گذرے اور یہ گھر پہنچے میں نے واقعہ سنکر یہ پوچھا کہ کیوں بھئی بڈھے استاد سے پھر بدگمانی اور بے ایمانی کروگے خدا ان کو عمر دے عمر خاں اب بھی جب کبھی قصہ بیان کرتے ہیں تو ہاتھ پیر ٹھنڈے ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ایک بڑے بچے نے میل بھر تک میرے گھوڑے کا تعاقب کیا تھوڑی دیر میں یہ تماشہ دیکھتا رہا پھر ساتھ کے سواروں کو آواز دی کہ بہت تیز گھوڑوں کو دوڑا کر آؤ جب وہ قریب آئے تو میں نے گھوڑا موڑ کر اس کی طرف گھوڑا بڑھایا یہ ایسا گھبرا کر بھاگا کہ سب ہنسنے لگے مجھ مڑ مڑ کر دیکھتا تھا غرغر کرتا تھا مگر دُم دونوں ٹانگوں کے بیچ میں دبی ہوئی تھی

اور کتے کی طرح بھاگ رہا تھا۔ بخلاف اس کے جب کبھی بڑا بڈھا شیر راستہ میں ملا تو وہ یا تو ہٹ گیا یا خاموش کھڑا دیکھتا رہا۔

میں سرفریزر کے انتظام شکار کے لئے روزانہ ایک جنگل سے گذرتا تھا راستہ میں ایک مقام پر ایک شیر املی کے درخت کے نیچے سوتا ہوا ملتا تھا میں تقریباً ۲۵ گز کے فاصلہ سے گذرتا اور اس سے گڈمارننگ کہتا ہوا چلا جاتا یہ کبھی کھڑا ابھی نہیں ہوا سر اٹھا کر دیکھتا اور پھر زمین پر سر کو ٹیک کر لیٹ جاتا سر فریزر نے مع اس کی مادہ کے اس کو ہلاک کیا اور اپنی نوٹ بک میں ان کو کنگ اینڈ کوئن آف گونڈوانہ لکھا ہے یعنی بادشاہ اور ملکہ ملک گونڈوانہ کا یہ بہت زبردست ۱۰ فٹ ½ انچہ کا شیر تھا اس کی نیک بختی اور متواتر ملاقات کی وجہ سے مجھکو اس کے مارے جانیکا افسوس ہوا اگر مجھ سے ممکن ہوتا تو اس کو بچا لیتا۔

دوسری حرکت یہ ہے کہ بڈھا شیر کبھی اپنا مارے ہوئے شکار کا بقیہ کھانیکو دن کے وقت نہیں آتا صبر کے ساتھ اس کی حفاظت کرتا ہوا قریب کی جھاڑی میں پڑا رہتا ہے مگر نکل کر کھانے کو نہیں آتا کم عمر ناتجربہ کار پٹھا کبھی کبھی دوپہر کو اور چار پانچ بجے تک تو ضرور باقی ماندہ لاش پر آجاتا ہے۔ اسی طرح تجربہ کار شیر پانی پینے کو اندھیرا ہونے کے بعد آتا ہے نوجوان پانی پر قبل مغرب پہنچ جاتے ہیں۔ اگر جنگل میں پھرتے پھراتے کوئی نوجوان شیر سامنے سے آجائے تو وہ دانت نکالتا ہے پھنکارتا ہے کبھی کبھی بھبکی دیتا ہے پھر سامنے کھڑا ہو کر دیر تک کسی جنبش یا حرکت کا انتظار کرتا ہے آخر کار بے پروائی کے ساتھ چل دیتا ہے اور داہنے بائیں کسی جانب نظر سے غائب ہو کر دور تک تیز تراٹ سے بھاگ جاتا ہے۔ اس کے برعکس بڈھے پرانے خبیث اگر کہیں مقابل سے آتے ہوئے مل جائیں تو وہ نہ دانت نکالتے ہیں نہ پھنکارتے ہیں بلکہ نہایت متانت کے ساتھ سامنے بیٹھ جاتے اور غراتے ہیں۔

گویا یہ کہتے ہیں کہ آؤ کون بہادر ہے جو ہم کو یہاں سے ہٹا دے۔

دیر نہیں حرم نہیں در نہیں آستاں نہیں
بیٹھے ہیں رہگذر پہ ہم کوئی ہمیں اٹھائے کیوں

اور حقیقتاً تنہا انسان کے مقابلہ سے بلکہ دو تین سے بھی نہیں اُٹھتا اور اسی بے پروائی کا اظہار کرتا ہے کہ انسان کو غصہ آتا ہے گویا ہم کوئی چیز ہی نہیں ہیں۔ ایسے ہی ایک موقعہ پر مجھکو مجبور ہو کر ایک مرتبہ واپس ہونا پڑا کیونکہ ہاتھ میں چھوٹی بندوق تھی اور گولی کا کوئی کارتوس پاس نہ تھا ایک مرتبہ میں نے پہلو کی طرف جاکر جب دل سامنے آگیا اور اُس کا منھ دوسری طرف ہو گیا تو اُن کو ہمیشہ کیلئے ڈھیر کر دیا یہ بھی اُس کے تجربہ کاری کی بات ہے کہ اگر آپ اُس کی نظر کے سامنے درخت پر چڑھ جائیں تو فوراً اُٹھکر بھاگ جاتا ہے۔ یا اگر آپ پیچھے ہٹ کر نظر سے غائب ہو جائیں تب بھی چپکے سے کھسک جاتا ہے مگر پیچھے ہٹنا اور شیر کا نظر سے غائب ہونا بہت خوفناک ہے۔ بدنیت شیر تعاقب کرتا ہے اور اُس وقت سخت تکلیف ہوتی ہے کہ خدا معلوم کدھر سے آ پڑے گا مگر سوائے آدم خوار کے اوروں سے بالعموم ایسی امید نہ رکھنی چاہیئے۔

ناتجربہ کار نوجوان شیر کا جب ہانکہ ہوتا ہے تو سخت پریشان ہو کر اِدھر اُدھر تیز دوڑتے ہیں اور بعض وقت زور زور سے چیختے بھی ہیں پُرانا خرانٹ آہستہ آہستہ چلتا ہے جھاڑیوں میں چھپ کر لائن کے قریب آنیکا انتظار کرتا ہے اگر کہیں لائن میں ہانکنے والے دور دور ہوے اور کھلا ہوا حصہ اِس کی چھُپنے کی جگہ کے قریب ہوا تو فوراً اُس میں سے پیچھے کی طرف نکل جاتا ہے۔ یہ حرکت کرتے وقت کبھی آواز دیتا کبھی بالکل خاموشی سے کام لیتا ہے ایسے شیر کو ہانکنے میں نہایت ہوشیاری اور سخت انتظام کی ضرورت ہوتی ہے ہانکہ کے ضمن میں یہ بہ تفصیل بیان کیا جائے گا۔

ف۔ جانور کو ہلاک کرنے کے طریقوں کے بعد بادشاہ صحرا کے خاصہ تناول فرمانے کا ڈھنگ یا اُس کے آداب یہ ہیں:۔

جانور کو ہلاک کرنے کے بعد شیر فوراً کھانا شروع نہیں کرتا تھوڑی دیر توقف کرتا ہے۔ یا یہ کہئے کہ آرام لیتا ہے اکثر دس بیس قدم کے اندر ٹہلتا ہے دور نہیں جاتا جب محنت کی تکان کم ہو جاتی ہے تو شکار کے پاس آکر پہلے دُم کتر کر پھینک دیتا ہے اس کی وجہ نہیں معلوم کیا ہے بعض مصنفین کا خیال ہے کہ شیر اس خوف سے کہ جانور دُم ہلا کر اُس کو نقصان پہنچائے گا پہلے دُم کو کاٹ دیتا ہے میرے خیال میں اگر خوف اور احتیاط پر یہ عمل مبنی ہوتا تو سینگ پہلے دور کیے جانے کے مستحق تھے زندگی میں شیر جانوروں کے سینگوں سے بہت ڈرتا ہے بلکہ بڑے سینگ والے جانور پر حملہ بھی نہیں کرتا میری رائے میں شیر چونکہ دُم کے نیچے سے کھانا شروع کرتا ہے اس لئے پہلے دُم کو جو پھاڑنے کے مقام پر لٹکتی ہوتی ہے دور کر دیتا ہے یقیناً اُس وقت جب کہ شیر دُم کے نیچے کے گوشت کو منہ سے نوچتا ہوگا تو دُم ہلتی اور سر کے بہ ول کے ہارج ہوتی ہوگی۔ بہرحال دُم کا کاٹنا اس امر کا کہ اس جانور کو شیر نے مارا ہے یقینی ثبوت ہے۔ بور بچہ اور شیر کے مارے ہوئے جانور میں فرق و تمیز کرنے کا ذریعہ دُم کا کٹنا ہے دو ایک شکاریوں کا بیان ہے کہ بڑا بور بچہ بھی جو وسیع جنگلوں میں مسکن گزیں اور شیر کی عادات و خصائل سے واقف ہوتا ہے اس معاملہ یعنی تناول طعام میں شیر کا تتبع اختیار کر لیتا ہے چنانچہ ایسے بڑے بور بچے کو انھوں نے شکار کردہ جانور کی دُم کاٹ کر پھینک دیتے اور سینہ چھوڑ کر دُم کی طرف سے شروع کرتے بہ چشم خود دیکھا ہے بور بچہ دُم نہیں کاٹتا اُس کے لئے دُم کاٹنا غیر ضروری ہے اس سے میرے قیاس کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ بور بچہ سینہ کے پاس سے چیر کر کھانا شروع کرتا ہے۔

شیر دُم کترنے کے بعد دُم کے نیچے کے حصہ کو جہاں ہڈی نہیں ہوتی پنجے سے چیرتا ہے ایک ہی نشتر جیسی کاٹ میں جانور کے جسم کا وہ پورا حصہ جو دُم اور پیٹ کے درمیان ہے دو ٹکڑوں پر منقسم ہو جاتا ہے اِس شگاف میں سے پیٹ کی تمام آلائش باہر آجاتی ہے۔ جلد بازی اور بھوک کی شدت کی وجہ سے پنجے بھی آنتوں۔ دل پھیپھڑوں اور گردن وغیرہ کو باہر کھینچنے میں مدد دیتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اس میں کوئی ہڈی نہیں ہوتی نرم لقمہ ہوتا ہے ایک ہی دو جھٹکوں میں یہ سب شیر کے حلق میں اُتر جاتا ہے۔ اِس آلائش کا وزن دس بارہ سیر سے کم نہیں ہوتا اتنا کھا کر شیر سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے کبھی کبھی ٹہلتا ہے پھر واپس آکر جو سامان اندر رہ گیا تھا اُس کو بھی پنجہ سے کھرچ کر نکال لیتا ہے اور کبھی پورا سر مع گردن کے پیٹ میں داخل کر دیتا ہے اسی آخر الذکر عمل کی وجہ سے حلق اور گردن کے نیچے کا سپید حصہ بالکل خون سے تر ہو جاتا ہے۔

ف۔ ایک تو کڑوا کریلا اُس پر چڑھا نیم۔ اُس وقت شیر کی اِس قدر مہیب اور خوفناک شکل معلوم ہوتی ہے کہ وہ زبان قلم سے نہیں بیان ہو سکتی اُسکا خوف یا اُس کا لطف صرف دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ ایک مرتبہ دن کے دو بجے شیر نے جنگل میں ایک گائے کو میرے خیمہ سے ۴۰۰ گز پر پہاڑی نالہ میں ہلاک کیا چرانے والا دوڑتا ہوا آیا مجھ کو اطلاع دی میں بندوق لے کر اُس کے ساتھ گیا نالہ کے بلند کنارے پر چڑھ کر اور نہایت آہستہ آہستہ جا کر تقریباً سو گز کے فاصلہ سے چرواہے نے مجھ کو شیر دکھایا شیر سب کھا چکا تھا گائے کے پاس کھڑا تھا اُس کا مُنھ۔ سر گردن اور دونوں اگلے ہاتھ اور پیروں کا کچھ حصہ خون میں تر تھا مجھ پر اُس کا اسقدر رُعب طاری ہوا اور اِس نظارہ میں میں ایسا محو ہوا کہ تین چار منٹ تک بندوق اُٹھانیکا خیال بھی نہ آیا۔ چرواہے نے کہا کہ سرکار۔ شیر کھا چکا ہے۔ اب پانی پر جائیگا اور ہم کو سونگھ لیا یا دیکھ پایا تو حملہ کر دے گا اُس کے یاد دلانے پر میں نے فائر کیا

اور وہ گردن کے جوڑ میں گولی کھا کر نالہ نالہ تیس گز تک آہستہ آہستہ چلا گرتے یا بیٹھتے
میں نے نہیں دیکھا درخت پر چڑھ کر چیرو اسے نے دیکھا مر چکا تھا اُس نے اپنی
گائے کا انتقام اس طرح لیا کہ مُردہ شیر کی کمر پر دو ٹھوکریں رسید کیں اور بہت سی
گالیاں دیں حساب برابر کر لیا تو میرے ساتھ کیمپ کو واپس آیا ۵ روپے انعام لے کر
اپنی گایوں کو جمع کرنے چلا گیا یہ گائے جو شیر نے ہلاک کی سہ سالہ بڑھیا تھی اور
گایوں سے ذرا الگ چر رہی تھی۔

شیر گایوں کے مجتمعہ منڈے پر جب وہ قریب قریب چر رہی ہوں یا مل کر
چل رہی ہوں حملہ نہیں کرتا اکیلی گائے کو جو چرتے چرتے ذرا علیحدہ ہو گئی ہو گرا دیتا
ہے۔ مسٹر برینڈر نے ایک واقعہ یہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ شیر نے کسی گائے پر
حملہ کر کے اُس کو گرا دیا اس کی آواز سے مقتولہ کی ہمراہ رہنے والیاں دوڑ کر آ گئیں
اور شیر کو گھیر لیا پہلے تو حلقہ باندھ کر پھنکاریں بھرتی رہیں پھر زمین پر سر مارنا اور
حلقہ کو تنگ کرنا شروع کیا تمام گایوں نے دم اُٹھا لی تھی اور سر اس قدر
جُھکا دیے تھے کہ سینگوں کی نوکیں شیر کے دل میں آ گئی تھیں یہ خوفناک حالت
دیکھ کر شیر بہت گھبرایا اور جب کوئی راہ فرار نہ ملی تو جست کر کے ایک گائے کی
کمر پر جا بیٹھا اور اس قدر مضبوطی کے ساتھ پنجے کمر میں گھسا دیے کہ باوجود گائے کے
کودنے اُچھلنے کے شیر وہیں جما رہا آخرش گائے گھبرا کر دیوانہ وار بھاگی اور پندرہ بیس گز
دوڑ کر زمین پر گر پڑی گایوں کا منڈا اُس کے پیچھے تھا۔ گرتے ہی شیر کو چاروں طرف سے
گھیر کر سینگوں سے نیچے زمین میں دبا دیا اور ہر طرف سے پیچھے ہٹ ہٹ کر اتنے مرتبہ
حملے کیے کہ شیر کی پسلیاں بلکہ اور ہڈیاں بھی چکنا چور ہو گئیں افسوس ہے کہ بیچاری
گائے بھی زخموں پر سُموں کے صدمے پہنچنے سے خون بہہ کر مر گئی۔ یہ عجیب واقعہ ہے
ہے۔ میں نے بچشم خود گایوں کے دوڑتے ہوئے آنے کی آواز سُنتے ہی

شیر کو غائب ہوتے دیکھا ہے ان گایوں کو میں نے ابھی شیر کو گنجان جھاڑی میں سے نکالنے کے لئے منگوایا تھا میں نے اس سے قبل کبھی جنگل میں رہنے والا گایوں کا منڈا نہ دیکھا تھا اور نہ میں ان کی خوبو سے واقف تھا۔ چرانے والے کی آواز پر یہ آندھی کی طرح دوڑتی اور چھلانگیں بھرتی ہوئی آئیں مجھ سے میرے ساتھی نے جو گاؤں کا آدمی تھا کہا کہ جلد درخت پر چڑھ جائے ورنہ یہ مار ڈالیں گی۔ میں نے فوراً اس ہدایت پر عمل کیا اور یہ منڈا فراٹے بھرتا ہوا میرے درخت کے نیچے سے طوفان کی طرح گذر گیا معلوم نہیں شیر کدھر گیا اور اس پر کیا گذری اسی شام کو میں ایک بلند چٹان پر بیٹھا ہوا پہاڑ کے پائین کے میدان کو دیکھ رہا تھا دو سو گز کے فاصلہ پر میں نے دیکھا کہ بندرہ بیس گائیں ایک شیر کی طرف دُمیں اٹھائے ہوئے دوڑ رہی ہیں شیر بھی بھاگ رہا تھا مگر بادل ناخواستہ اور پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتا جاتا تھا یہ منظر ایک نشیب میں آکر نظر سے غائب ہو گیا۔

ف۔ اگر گرمی کا زمانہ ہوا اور پانی بھی قریب ہو تو شیر نیم سیر ہو کر پانی پینے جاتا ہے ورنہ نصف جانور کے قریب وہیں ٹہل ٹہل کر کھا لیتا ہے۔ گائے بھینس نیل گائے سانبھر ان بڑے جانوروں کا نصف شیر کو سیر کر دیتا ہے دونوں اگلے ہاتھ مع شانوں اور گردن کے بچ رہتے ہیں ان کو شیر جیسا کہ بیان ہو چکا ہے بڑی حفاظت کے ساتھ دوسرے وقت کے لئے بچا رکھتا ہے۔

جب شیر کسی چھوٹے جانور کو شکار کرتا ہے مثلاً جنگلی بکری چیتل سور وغیرہ تو اس کو وقت واحد ہی میں نوش جان کر جاتا ہے۔ بچے ہوئے اور حفاظت سے رکھے ہوئے شکار پر شیر بہت سنبھل کر آتا ہے ادھر ادھر دیکھتا جاتا ہے اور آہستہ آہستہ بڑھ کر لاش تک پہنچنے کے بعد پسلیوں کے نیچے سے گوشت کے لوتھڑے زبان سے کھرچتا ہے جب گوشت پسلی سے چھوٹ کر کچھ لٹک جاتا ہے تو اس کو دانتوں سے

پکڑ کر کھینچ لیتا ہے رفتہ رفتہ ہڈیاں پسلیاں کھال بال سب کھا لیتا ہے۔ بال شیر کے معدے میں ترکاری کے بدل کا کام دیتے ہیں ان دو وقت کے خاصہ سے فارغ ہو کر شیر کسی ایسے مقام پر جہاں پانی قریب ہو آرام کرتا ہے اور پھر دو روز تک شکار کی تلاش نہیں کرتا یوں سامنے آجائے تو "ہر چہ آید پیش نہ گذارد درویش" ایک تو ہم کوشش و سعی دوسرے جنگل کے واقعات وغیرہ دونوں کو ملا کر اوسط نکالا جائے تو شیر کو پانچویں یا چھٹے دن شکار مارنے کا اتفاق ہوتا ہے میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ ایک ہی شیر نے مسلسل تین رات ایک ہی مقام پر بندھے ہوئے تین بھینسوں کو گارا کیا دوسرے تیسرے دن کے بھینسوں کو بہت بے پروائی کے ساتھ نصف سے کم کھایا تھا بے پروائی سے یہ مقصد کہ کچھ ہڈیاں کچھ کھال کے ٹکڑے چھوڑتا گیا۔ لطف یہ ہوا کہ تین دن تین کھلگے اور آخر دن ہانکے کے روپیہ کھا کر شیر ہانکے میں نہ نکلا شکاری صاحب بہت غضبناک تھے اور مجھ سے فرمائش کی کہ آپ اسے ضرور ماریے یہ بڑا دغا باز موذی ہے۔

شیر اپنے شکار پر سے دباؤ پڑنے کی صورت میں بہ آسانی ہٹ جاتا ہے الا دو صورتوں میں ایک تو اس وقت جب کہ کئی دن سے بھوکا ہو دوسرے اس وقت جب کہ اس نے سور یا سیہی کو شکار کیا ہو۔ معمولاً جب شیر جنگل میں کسی مویشی کو مارا کرتا ہے اور چرانے والے دیکھ لیتے ہیں تو دو تین آدمی جمع ہو کر چلاتے ہیں اکثر شیر جانور کو چھوڑ کر کسی قریب کی جھاڑی میں جا بیٹھتا ہے۔ جب زیادہ آدمی جمع ہو کر مردہ جانور کو اٹھاتے ہیں تو حملہ نہیں کرتا غراتا ہے یا چل دیتا ہے۔ گاؤں والوں کا اصول یہ ہے کہ نعش کو اٹھانے کے قبل وہ شیر کو غل شور کر کے دور بھگا دیتے ہیں۔ سنا گیا ہے کہ بعض مرتبہ نعش چھین جانے کے بعد بھی پھر شیر اپنے شکار کی تلاش میں آیا۔ لاش شیر کو ہٹا دینے کے بعد اگر وہیں چھوڑ دی جائے تو ضرور آتا ہے۔ چوری چھپے

آنا کوئی تعجب انگیز امر نہیں ہے لیکن وہاں سے ذلت کے ساتھ ہٹائے جانیکے بعد آنا اُس کی شان شاہانہ کے خلاف ہے۔

جس شیر پر دو ایک مرتبہ اپنے شکار کی لاش پر دوبارہ آتے وقت گولی چل چکی ہوتی ہے وہ پہلی مرتبہ یعنی شکار کرتے ہی کھالینے کے بعد پھر نہیں آتا بعض ایسے ہوشیار ہو جاتے ہیں کہ بندھے ہوئے جانور کے پاس نہیں آتے دُور سے دیکھتے ہی وہوف کر کے بھاگ جاتے ہیں۔ مسٹر برینڈر نے لکھا ہے کہ اس حرکت کو وہ شیر کی چالاکی پر محمول کرتے تھے یعنی شیر جانور کی توجہ کو کسی خاص سمت میں مائل منعطف یا منہمک کرنے کی غرض سے یہ آواز کر کے چل دیتا ہے پھر دوسری جانب سے آکر حملہ کرتا ہے یہ قیاس گو صحیح ثابت ہو اگر ڈر کر کلیتاً بھاگ جانا بھی واقعہ مشتبہ ہے۔

میں نے اور بہت سے شکاریوں نے یہ دیکھا ہے کہ شیر گارے کے لئے بندھے ہوئے بھینسے کو دیکھکر اور وہوف کی آواز دیکر چل دیتا ہے۔ جس شیر کو میں نے بھینسے کو دیکھتے ہی بھاگتے دیکھا ہے اُس کی نسبت مجھ کو یقین ہے کہ وہ یا تو گارے کے جرم کا مرتکب ہونے کے بعد ہانکہ میں پھنسنے کی زحمت برداشت کر چکا تھا۔ یا کبھی بندھے ہوئے بھینسے پر حملہ کرتے ہوئے گولی کا چرپٹا کھا چکا تھا بہر حال شیر اس امر سے واقف تھا کہ جنگل میں پانی کے پاس بندھا ہوا بھینسا مصیبت کا پیش خیمہ یا اس کو مصیبت میں پھانسنے کا جال ہے۔ بھینسے میں کوئی چیز اس قدر ڈرانے والی موجود نہ تھی۔

ف۔ اپنے شکار پر سے شیر دو ایک آدمیوں کے ڈرانے دھمکانے سے نہیں ہٹتا اور اگر کوئی اس کے شکار کے پاس لاعلمی سے چلا جائے تو بڑے زور سے دھمکاتا ہے۔ ایک مرتبہ میں گارے کی خبر سُنکر مچان کی جگہ تجویز کرنیکے لیے

خود گیا دن کے گیارہ بجے ہونگے مجھکو یہ خیال نہ تھا کہ شیر اس قدر قریب ہوگا۔ میں بے تکلف ہاتھ میں صرف سواری کی بید لئے ہوئے بھینسے کی لاش کے قریب چلا گیا اور اپنے ساتھ کے گونڈ سے کہا کہ اس کے پیر پکڑ کر الٹ تاکہ میں دانتوں کے نشان دیکھوں۔ بھینسے کو چھونا تھا کہ ایک زبردست ڈانٹ کی آواز آئی آواز اس قدر چوڑی چپٹی اور گونجتی ہوی ہوتی ہے اور اس وقت بھی تھی کہ فوراً اس کے سمت کا تعین سخت مشکل ہوتا ہے چنانچہ میں نے بھی گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا کہ خطرہ کا مقام اور ڈانٹنے والا کس طرف ہے اتفاقاً سامنے تقریباً تیس گز پر ایک جوان شیر پر نظر پڑی کہ تیز تیز آرہا ہے مجھ کو اور کچھ یاد نہیں کہ میں نے کیا کیا صرف اسقدر یاد ہے کہ میں نے چلانا۔ پیچھے ہٹنا وہ بھی الٹے پیروں بغیر منھ پھیرنے کے اور زور زور سے بید کو ہلانا شروع کیا۔ پیر میں بدقسمتی سے سمیریں تھیں وہ بھی دو ایک مرتبہ لڑکھیں مجھ کو پورا یقین ہوگیا کہ آج وقت آگیا اور شکار ختم ہوتا ہے۔ میں پہلے بھینسے پر چار قدم کے فاصلہ پر تھا اس واقعہ اور جناب والا کی ڈانٹ سنکر اور شکل مبارک جس میں سر کا حصہ تمام نگاہ کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور ہٹ گیا ہونگا بس اتنے عرصے میں شیر بھینسے کے پاس آ پہنچا بھینسے کو پنجوں میں دبا کر اس کے اوپر بیٹھ گیا اور میری طرف دانت نکال کر غالباً یہی کہا ہوگا کہ جاؤ تمھاری کیا مجال ہے جو مجھ سے میرا مال لے لو خیر شیر نے جو کچھ کہا ہو ممکن ہے گالیاں دیں ہوں میں نے اپنی شاندار مراجعت کو جاری رکھا اور جب تک تیس گز پر نہیں پہنچ لیا اس وقت تک عزرائیل ہی تصور میں رہا۔ تیس گز پر پہونچکر حواس درست ہوے اور گونڈ سے جو بجلی کی طرح درخت پر چڑھ گیا تھا پکار کر کہا کہ شیر کے چلے جانے کے بعد مچان اسی درخت پر باندھیو جس پر تو بیٹھا ہے یہاں سے میں شیر کی طرف پشت کرکے جلدی جلدی اور جھاڑیوں میں چھپتا ہوا گھوڑے کے قریب پہنچا سوار ہو کر کیمپ آیا شام کے چھ بجے

گونڈ صاحب پہنچے اور بیان کیا کہ شیر سب بھینسا کھا کر چلدیا وہ تھا ہی نصف اب کیوں اور کیا کھانے آئے گا۔

ایک اور واقعہ اس سے زیادہ دلچسپ ہے اور ضیافت طبع کے لئے پیش کیا جاتا ہے میں مولوی علی اکبر مرحوم۔ مولوی مشتاق حسین صاحب مہتمم آبکاری مولوی عبدالعلی صاحب مہتمم لوکلفنڈ۔ مولوی احمد اللہ صاحب، میرے مددگار اور نیز چپڑاسی اور جمعدار سردی کے موسم میں چار بیل گاڑیوں پر شکار کھیلنے گئے دن بھر بڑے لطف سے گذرا دو چیتل دو سانبھر ایک جنگلی بکری شکار ہوئی دوپہر کو شیر کی کھوہ کے سامنے بیٹھکر کھانا کھایا میں کھوہ میں سے چند بال چن کر لایا اور اسکا پرش بنا کر ایک مصور دوست کو نذر کیا نالہ میں کئی تصویریں لیں شیر کا ذکر اور فکر دن بھر رہا مگر شیر کہیں نظر نہ آیا پانچ کے قریب ہماری گاڑیاں مستقر سے دو میل ہوں گی۔ کہ جگا رام ہمارے شکاری کا لڑکا سامنے کے پہاڑ سے دوڑتا ہوا آیا۔ اور کہا کہ سرکار تیری گائے کی بڑھیا کو ابھی ابھی شیر نے ندی میں گرایا ہے ابھی کھایا نہیں یہ سنکر میں نے بیچے سے کہا کہ گاڑی سے آگے ہولے اور جہاں بڑھیا ماری گئی ہے، چل۔ شام قریب تھی سردی کا زمانہ کسی نے ساتھ چلنے کا بجز سید علی اکبر مرحوم کے ارادہ نہ کیا جنگل نظر آ رہا تھا اشارے سے دکھایا اور کہا کہ چار تیار ہے آپ جلد آئیے میں اور سید صاحب اور اس لڑکے کا باپ جو گاڑی ہانک رہا تھا گاڑی پر سوار اور وہ لڑکا آگے آگے پیدل پہاڑ کی طرف روانہ ہوئے۔ آدھے میل کے بعد گاڑی نہ چل سکی۔ پیدل ہوئے سو گز گئے ہونگے کہ شیر نظر آیا بڑھیا کی گردن پکڑے ہوئے اور اپنی گردن خوب اونچی اٹھائے ہوئے بڑھیا کا پچھلا جسم زمین پر اور ہاتھ زمین سے اٹھے ہوئے اس ہیبت سے شیر ہماری طرف آ رہا تھا معلوم نہیں کہاں بیٹھکر کھانے کا ارادہ تھا ہم کو دیکھتے ہی اسی ہیبت سے پلٹا اور بائیں جانب کے پہاڑ کا رخ کیا

میں نے بھی تیز قدم سے اس کا تعاقب کیا خیال یہ تھا کہ وہ زد پر آجائے تو فائر کردوں
مگر گنجان جھاڑی کی وجہ سے کہیں نشانہ لینے کا موقعہ نہ ملا کہیں کہیں شیر کی جھلک
نظر آئی اور پھر غائب ہو گیا مغرب بالکل قریب تھی ڈوبتے ہوئے آفتاب کی سرخ
شعاعیں بلند درختوں کی چوٹیوں پر بڑا لطف دے رہی تھیں۔ میں حتی الوسع تیز چلا آخر
میں دوڑنے لگا شیر نے غالباً آواز سنکر یا ہم کو تعاقب کرتے دیکھ کر اپنا رخ بدل دیا۔
اور معہ بڈھیا کے نظروں سے غائب ہو گیا دو چار منٹ کی تلاش کے بعد پھر نظر آیا۔
اور قبل اس کے کہ ہم قریب پہنچ سکیں بڈھیا کو چھوڑ کر بیس پچیس گز کے فاصلہ پر گنجان اندھیری
جھاڑی میں جا بیٹھا ہم قریب پہنچے تو غرایا مگر جھاڑی سے باہر نہیں نکلا بہت کوشش کی
مگر کسی طرح قدم آگے نہ بڑھایا سید صاحب کبھی شیر کے شکار میں شریک بھی نہ ہوئے
تھے۔ انہوں نے کہا کہ درخت پر چڑھ جائیں میں نے بتایا کہ ہم کو دیکھکر پھر درخت پر
دیکھکر ہرگز بڈھیا کے قریب نہ آئیگا اور پھر اندھیرے میں ہم کیا کریں گے اب اس کو
مارنے کی صرف ایک ترکیب ہے وہ یہ کہ کوئی شخص اس کے شکار کو چھوئے یہ یقیناً غرا کر
باہر آئے گا۔ اس کے بعد شکاری کے استقلال اور نشانہ کا سوال ہے بات یہ کہ سید صاحب
شیر کے شکار میں بالکل نئے تھے ان کا نشانہ بھی معمولی تھا مگر وہ بڈھیا کو چھونے اور
ہلانے پر آمادہ ہو گئے مجھ سے کہا کہ ایک دونالی رائفل مجھ کو دید یجئے میں پاڑھی کے
پاس جاتا ہوں آپ تیار ہو کر پہلو پر کھڑے ہو جائیے اور شیر کو جھاڑی سے پاڑھی تک
پہنچنے میں بھگت لیجئے میں نے سمجھایا کہ شیر تیز آئے گا ممکن ہے کہ نشانہ خالی جائے
آپ کے لئے بڑا اندیشہ ہے سید صاحب مرحوم نے جواب دیا کہ آپ کے موجود اور
تیار ہاتھ میں رائفل ہوتے ہوئے مجھ کو کوئی اندیشہ نہیں ہے بہت سمجھایا مگر وہ راضی
نہ ہوئے جب میں سنبھل کر بیٹھ گیا اور میں نے یہ کہا کہ اب نشانہ انشاء اللہ خالی نہ جائیگا
تو علی اکبر اور جگارام بڈھیا کے پاس پہونچے شیر غرایا مگر نکلا نہیں پھر بڈھیا کو چھوا

پڑا گھسیٹا مگر کسی طرح شیر باہر نہ آیا غالباً وہ کوئی ایسا شیر تھا جو بندوق اور اُسکی قوت سے آگاہ ہو چکا تھا آخر کار جب اندھیرا زیادہ ہونے لگا تو میں نے اُن کو بڑھیا کے پاس سے بلا لیا اور حجگا رام سے کہا کہ جس طرح ہو گاڑی لا۔ بڑھیا کو لے چلیں گے اچھا اندھیرا ہونے کے بعد گاڑی آئی اور دو آدمی بھی اُس کے ساتھ آ گئے بڑھیا گاڑی پر لاد دی گئی ہم گھر آ گئے جس قدر یہ شیر بزدل تھا اُسی قدر سید علی اکبر مرحوم کی دلیری اور استقلال قابل قدر ہے۔

ف۔ دوسرا استثنا، شیر کی معمولی روش میں سُور اور سیہی کی لاش پر سے نہ ہٹنے کا ہے ان دونوں میں کسی کو جب شیر نے شکار کیا ہو تو لاش پر سے ہٹنے میں بڑی ضد کرتا ہے بعض مصنف لکھتے ہیں کہ ان کا گوشت نہایت لذیذ اور شیر کو نہایت مرغوب ہوتا ہے۔ دوسرے صاحب لکھتے ہیں کہ شیر کے لیے یہ کمیاب جانور ہیں جنہوں نے کبھی ایک بار سُور کو شکار اور اس لئے اُس کے چھوڑنے میں ضد کرتا ہے مسٹر ڈنبار کا خیال ہے کہ ان دونوں جانوروں کے ہلاک کرنے میں شیر کو بہت دقت اور خطرے کا اندیشہ ہوتا ہے اس لئے ان کے گوشت کی اُس کے دل میں زیادہ قدر و قیمت ہوتی ہے سُور اور شیر کے مقابلے کے بہت سے قصے سننے میں آئے ہیں اور اکثر یہی نتیجہ سنا گیا کہ سُور غالب آیا مگر یہ غلط معلوم ہوتا ہے شیر کے دانت اور چار پنجے یہ پانچ آلات ضرب سُور کے صرف دو دانتوں کے مقابلے میں بہت زیادہ کارگر اور بہت زیادہ مضرت رساں ہیں اس پر شیر کی جلت پھرت اور پھرتی و چالاکی بالخصوص اُس کی جست سُور کو نصیب نہیں ہوتی سور صرف سامنے کی طرف گردن جھکا کر تیز دوڑتا اور دانتوں سے ضرب پہنچاتا ہے بخلاف شیر کے کہ وہ ہر پہلو سے بجلی کی طرح تڑپ کر حملہ کرتا ہے علاوہ خونخوار دانتوں کی گرفت کے پنجوں کا زخم اس قدر گہرا اور کاری ہوتا ہے کہ ہاتھی کے سُر پیا سے کئی پاؤنڈ گوشت غائب ہوتے ہوئے میں نے خود دیکھا ہے

ایسی صورت میں تعجب ہے کہ شیر سُور سے مغلوب ہوجائے یا سُور کے مقابلہ سے
دب کر ہٹ جائے البتہ اِس قدر واقعی امر ہے کہ نر جنگلی سُور پر معمولی یعنی چھوٹے یا
کم عمر شیر کی جرأت نہیں ہوتی کہ حملہ کرے نر سُور کا اوسط وزن ۳۰۰ پونڈ ہوتا ہے
شیر کے وزن کا اوسط پاؤنڈ ہے جنگ وزن کے لحاظ سے زیادہ موزوں نہیں
شیر شیر ہے فتح و شکست اور جنگ کا نتیجہ جو کچھ ہو شیر سُور کے گوشت کا قدر دان
ہوتا ہے میرے ایک کیمپ کے قریب تالاب کے کنارے رات کے وقت شیر کے
غرانے اور سُور کے چیخنے کی آوازیں آئیں صبح کو جا کر دیکھا تو وہاں صرف سُور کا سرا ور
چاروں ہاتھ پیر پڑے ہوئے تھے معلوم ہوتا ہے کہ شیر نے فتح پائی اور مغلوب
دشمن کا صفایا کر دیا۔

مادہ سوروں کو شیر بہت آسانی سے پکڑ کر کھاتا رہتا ہے جنگل میں رہنے اور
پھرنے والوں نے سُور کی لاشوں کا کچھ حصہ اکثر سر اور پیر پڑے دیکھے ہیں۔

ف۔ سیہی کے متعلق یہ خیال ہے کہ شیر اُس کو بہت کم اور وقت سے مارتا ہے
اُس کے جسم کے کانٹے ایسی خوفناک سپر ہیں کہ اُس پر کوئی جانور منھ نہیں ڈال سکتا
معمولی ہاونڈز اُس پر حملہ نہیں کر سکتے ہیں البتہ غیر معمولی ہمت والے کتے جیسے عمدہ
بل ٹیریر اُس کو منھ کی طرف سے پکڑ لیتے ہیں مگر پھر بھی جھنجوڑنے اور پٹخیاں دینے میں
ایک آدھ کانٹا چبھ ہی جاتا ہے۔ ایک مصنف نے لکھا ہے کہ انہوں نے ایک شیر کو مارا
جو بہت دبلا تھا معلوم ہوا کہ وہ بیمار تھا اُس کے جگر میں چبھا ہوا سیہی کا کانٹا تھا
مسٹر ڈنبار نے لکھا ہے کہ شیر پنجہ کے تھپڑ سے سیہی کو ہلاک کرتا ہے الغرض شیر اپنے
شکار کردہ جانور کو چھوڑتے ہیں بہ استثنائے سُور و سیہی کے اس قدر ضد اور اس قدر
استقلال کا مظاہرہ نہیں کرتا جس کی امید اُس کی ہمت اور دلیری سے کرنی چاہئے۔
فطرت نے شیر کی ذات میں شان اور رعب کا جوہر اِس حد تک ودیعت کیا ہے

کہ اُس پر جنگل کا کوئی جانور حملہ نہیں کرتا اِس لئے شیر کو کہیں اور کسی وقت جانے آنے میں کوئی روک نہیں ہوتی جنگلی کتے بے شک اُس کو بہت دق کرتے ہیں مگر یہ واقعات بہت کم اور چند ہی روز کے لئے پیش آتے ہیں شیر دو چار دن میں یا تو ان کتوں کا شکار ہو جاتا ہے یا اپنے قدیم مسکن اور جولانگاہ کو خیرباد کہہ کر کسی دوسرے جنگل کا راستہ لیتا ہے جنگلی کتے دو چار دن میں دوسری طرف چل دیتے ہیں تو یہ پھر اپنی پرانی گدی پر آدھمکتا ہے یا دل لگ گیا اور پانی سایہ اور غذا اچھی اور بکثرت ملی تو جہاں مسافرانہ اور بحالت بے کسی آئے تھے وہاں کی عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے کر وہیں کے شیر کے نام سے مشہور ہو جاتا ہے مجھکو کئی شیروں کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ وہ کسی جنگل میں یکایک ظہور پذیر ہو گئے پھر یا تو غائب ہو گئے یا وہیں رہ پڑے مگر یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ کس سلسلہ میں اور کیوں باعث رونق افروزی صحرا ہوئے تھے۔

ف۔ سوائے انسان کے اُس کا کوئی دشمن نہیں ہے مگر اللہ کے فضل سے کوئی دوست بھی نصیب نہیں ہے۔ کبھی کبھی ایک کولا (گیدڑ) یا سیاہ گوش اِن کی رفاقت کا دم بھرتا ہے مگر محض بربنائے خود غرضی و شکم پروری اِس سیاہ گوش یا اُس گیدڑ کو جو شیر کے ساتھ نقیب کی طرح آواز لگاتا چلتا ہے دکن میں بڈھا بھالو کہتے ہیں وجہ تسمیہ معلوم نہیں مگر یہ سب جانتے ہیں کہ یہ شیر کا مصاحب یا نقیب ہے میں نے کئی بار اِس کی آواز سنکر صبح کو اُس مقام کو غور کے ساتھ دیکھا جہاں سے رات کو آواز آرہی تھی مجھ کو سوائے ایک مرتبہ کے کبھی شیر کے پنجوں کا نشان نہ ملا اس امتحانی تلاش و تجربہ کی بنا پر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ امر لازمی نہیں ہے کہ جب سیاہ گوش کی آواز آئے تو وہاں شیر کا موجود ہونا یقینی ہو میرا خیال یہ ہے کہ یہ جانور شیر کا جاسوس ہے جب اِس کو شیر کے قابل کوئی شکار نظر آتا ہے تو یہ آواز دے کر شیر کو بلاتا ہے۔ بلانے کی غرض یہ ہے کہ شیر شکار کرے اور اِس کو کچھ بچا کھچا مل جائے اگر یہ ہر وقت شیر کے

ساتھ رہے اور پھر آوازے بھی لگاتار ہے تو شیر کے حق میں یہ بڑی دشمنی کا عمل ثابت ہوگا شکار آواز سنکر چوکنا اور ہوشیار ہو جائے گا بلکہ جنگل چھوڑ دیگا۔

ف۔ خواہ ہر وقت ساتھ رہتا ہو یا جاسوسی کرتا ہو شیر سے اور اس سے تعلقات دوستانہ ہوتے ہیں مسٹر بریڈرے نے بچشم خود دیکھا ہے کہ تین شیروں کے پیر ولی ہیں سے یہ بدمعاکو لاباربار آتا جاتا تھا اور شیروں نے اس پر کسی قسم کی ناراضگی نہیں ظاہر کی سوائے اس ایک ساسنے کا بچا ہوا جھوٹا کھانے والے کے جنگل کا ہر جانور شیر سے نفرت کرتا ہے چھوٹے جانوروں کی تو جان نکلتی ہے بڑے بڑے جانور بھی مثلاً گینڈے۔ بھینسے۔ اور ہاتھی کے جن کو مضرت کا احتمال کم ہے شیر کی شکل سے متنفر ہوتے ہیں اور اس کے قربت کو پسند نہیں کرتے۔

شیر کو اپنی بے خوف اور شاہانہ زندگی میں تقریباً ہر جانور سے واسطہ پڑتا ہے مگر کوئی جانور اُس کو دیکھکر یا اُس کی قربت سے آگاہ ہو کر اُس سے کسی قسم کی بھلائی کی امید نہیں رکھتا وہ مختلف اقسام کے دو یا دو چار جانور جب کہیں جنگل میں دوچار ہوتے ہیں تو ایک دوسرے کو دیکھکر وحشت نہیں کرتے میں نے مختلف اقسام کے جانوروں کو متعدد بار جنگل میں یکجا دیکھا ہے " کسے را باکسے کارے نباشد" اپنے اپنے کام میں بے خوف و خطر مشغول رہتے ہیں دوسرے کی موجودگی کی مطلق پروا نہیں کرتے مگر اس تباہی کے مجسمہ کو دیکھکر ہر فرد حیوان تو کیا ہر فرد بشر تک چوکنا ہو جاتا ہے بڑے جانور بھی اس سے احتراز اور اس کی قربت کو بُعد سے مبدل کر دیتے ہیں چھوٹے جانور حتیٰ کہ پرند تک چیختے اور بھاگ جاتے ہیں مور۔ بندر۔ سانبھر تو اس قدر شور کرتی ہیں کہ بعض وقت اس کے دشمن شکاری کو شیر کی تلاش اور اُس کا مقام قیام یا راستہ معلوم کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے خود مجھکو میناؤں کے چلانے سے ایک شیر کا پتہ مل گیا جو ہانکہ شروع ہونے کے قبل کچھ سن گن پاکر نالہ نالہ چھپا ہوا جا رہا تھا میں نالہ کے

بلند کنارے پر کھڑا ہوا آدمی کا انتظار کر رہا تھا تاکہ سیڑھی کی مدد سے درخت پر چڑھوں
میناؤں کی آواز سنکر میں نالہ میں جھککر دیکھا تو مجھے تیس چالیس گز کے فاصلہ پر شیر جا رہا تھا
اُس وقت وہ ایک ڈھلوان کنارے پر چڑھنا چاہتا تھا دونوں ہاتھ کنارے کے ڈھلان
تھے۔ اور پچھلے پیر نالے کے ریتی پر اِس پوزیشن سے کھڑا ہوا اِس قدر شاندار معلوم ہوتا تھا
کہ بیان سے باہر ہے نالہ کے کنارے پر چڑھنے سے قبل ۵۰۰ اکسپرس نے میناؤں کی بکبک
موقوف کر دیا۔ دھماکہ کی آواز سے ڈر کر سب اُڑ گئیں۔ اتفاقاً ایک جنگلی بکری معہ اپنے
بچے کے شاید فائر کی آواز کی وجہ سے تیز دوڑی ہوی آ رہی تھی اور اسی ڈھلوان حصے سے
نالہ میں اترنا چاہتی تھی بالکل قریب آنے کے بعد اُس کی نگاہ شیر پر پڑی غالباً اُس کے
اور لاش کے درمیان میں پانچ فٹ کا فصل ہو۔ دیکھتے ہی وہ اِس طرح کھڑی ہو گئی گویا
اُس میں جان ہی نہ تھی دونوں ہاتھ جو دوڑ میں جسم سے آگے نکلے ہوئے تھے اسی ہیئت سے
قائم ہو گئے اور جسم پیروں پر تُلا ہوا بے حس و حرکت رہ گیا اگر زندہ شیر ہوتا تو یقیناً
اِس کے بغیر کسی دقت کے پکڑ لیتا آٹھ یا دس سکنڈ کے بعد بکری کو شاید ہوش آیا۔
بہت آہستہ خوف کی آواز کر کے الٹی بھاگی اور نظر سے غائب ہو گئی اِس واقعہ سے
جنگلی جانوروں کے جو تعلقات شیر کے ساتھ ہیں اچھی طرح سمجھ میں آ جاتے ہیں۔
اِن کو صرف خوف ہی نہیں بلکہ شیر سے نفرت ہوتی ہے۔

ف۔ شیر کیونکر شکار کرتا ہے اور کیونکر کھاتا ہے اِس کا حال کسی قدر تفصیل کیسا تھ
بیان کیا جا چکا ہے مگر اِس کا حقیقی مشاہدہ دل پر جو اثر کرتا ہے وہ کسی طرح الفاظ میں
بیان نہیں ہو سکتا ہر مصنف نے اپنی اپنی رائے کے اپنے شاندار الفاظ میں اس عمل کو
دیکھکر درج تصنیف کی ہے مگر میں صرف مسٹر برینڈر کے ایک فقرے کا ترجمہ نقل کرتا ہوں
"جس شخص نے اِس حملہ کا منظر دیکھا ہو وہ شیر کی بے رحمانہ خون ریزی اور وحشیانہ
خونخواری سے بدحواسی کے درجہ تک متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اپنے شکار کو

ہلاک کرنے میں شیر جس ولولہ مسرت اور شوق بلکہ انہماک کا اظہار کرتا ہے وہ صرف دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے"

میں نے صرف دو مرتبہ شیر کو بندھا ہوا بھینسا مارتے اور ایک مرتبہ پلی ہوئی گائے جنگل میں چرتے اور شیر کا شکار ہوتے دیکھا ہے۔ حقیقتاً جس سُرعت اور تیزی کے ساتھ ہلاکت کا فعل عمل میں آتا ہے اور جس قوت اور اُس کے ساتھ جس طرح چشم زدن میں شیر بھینسے کو گرا کر سب معاملہ ختم کر دیتا ہے اس کو دیکھکر دل پر خوف کا اور عجیب سمجھ میں نہ آنے والا اثر پیدا ہوتا ہے جب یہ اثر سمجھ میں نہیں آتا تو بیان کیا ہوسکیگا۔

مجھ پر شیر نے کبھی حملہ نہیں کیا مگر میں نے شیر کو جانوروں پر اور انسان پر حملہ کرتے دیکھا ہے جانور پر حملہ کرتے دیکھکر جو اثر پیدا ہوتا ہے اُس کو میں مختصر الفاظ میں بیان کر چکا ہوں انسان پر شیر کا حملہ دیکھکر حقیقتاً دماغ معطل ہو جاتا ہے۔ دو موقعوں پر مجھکو نہیں معلوم کس قوت نے میری تائید کی کہ میں نے صحیح نشانہ لے کر شیر کو ہلاک کردیا اور ایک موقعہ پر میں صرف اس قدر کھینچا ہوا رہ گیا اسے کیا ہوا بندوق دو اتنی دیر میں شیر گاڑی والے کو جھنجوڑ کر واپس ہو چکا تھا مجھ کو شیر کا واپسی میں جست کرنا یاد ہے میں بندوق کندھے پر لا چکا تھا یہ بھی یاد ہے مگر اثر کیا ہوا مطلقاً یاد نہیں میں پھر واقعات شکار کے ضمن میں پوری تفصیل عرض کرونگا۔ شیر کے شکار کرنے اور جانوروں کو ہلاک کرنے میں دو امور کا بیان کرنا بھول گیا تھا اب یہ باب ختم کرنے سے قبل اُن کو بیان کرتا ہوں۔

شیر کی آنکھ میں مسمریزم کی قوت ہوتی ہے اس کی نسبت بیسیوں قصے مشہور ہیں ان کے علاوہ بمبئی کی سوسائٹی کے جورنل میں بھی اس پر کئی مضمون نکلے ہیں ٹائمس آف انڈیا میں چھپے ہوئے کئی واقعات کے مضامین کو میں نے کاٹ کر رکھ لیا ہے۔ آخر کتاب میں اس کا ترجمہ درج کیا جائیگا۔

شیر بعض اوقات اس قوت کو کام میں لاتا ہے بالخصوص انسان اور چھوٹے

جانوروں کے مقابلہ میں کئی شکاریوں نے ہرن، جنگلی بکری بلکہ چیتل تک کو شیر کے سامنے بے دست و پا ہو کر بغیر کسی جنبش کے کھڑے رہتے دیکھا اور اپنی تصانیف میں بیان کیا ہے۔ میں نے ایک چیتل کے بچے اور دو لڑکوں کو دیکھا کہ وہ بدحواس ہو کر اس قدر خاموش کھڑے ہو گئے کہ حیرت ہو گئی۔ ایک بہت چوڑے نالے میں شیر پانی پی رہا تھا۔ اس کے آس پاس بڑی بڑی گھانس تھی شیر نظر نہ آتا تھا۔ میں اور چند ہمراہی سانبھر کی تلاش میں قریب کے پہاڑ پر پھر رہے تھے تقریباً چار سو گز سے میں نے یہ تماشہ دیکھا ایک چھوٹا سا چیتل نالہ کے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا اور غالباً کنارے کے ڈھال کی وجہ سے رک نہ سکا۔ نالہ خوب چوڑا تھا کہیں زمین کہیں گھانس اور کہیں تھوڑا پانی بہہ رہا تھا یہ چیتل اوپر سے دوڑتا ہوا آیا نہ کھلی زمین پر رکا۔ نہ گھانس میں۔ سیدھا وہاں آگیا جہاں شیر پانی میں پنجے ڈالے بیٹھا تھا وہاں شیر سے چار پانچ گز پر خاموش بغیر کسی جنبش و حرکت کے کھڑا ہو گیا میں دوربین سے دیکھ رہا تھا مگر یہ نظر نہ آیا کہ شیر بھی اس کی طرف دیکھ رہا تھا یا نہیں یہ اچھی طرح معلوم ہوا کہ کامل نصف منٹ تک چیتل اسی جگہ قائم رہا۔ اس کے بعد محض بربنائے ترحم میں نے بے پروائی سے فائر کر دیا۔ خدا معلوم گولی کہاں گئی مگر یکایک سین بدل گیا نہ وہاں شیر باقی رہا نہ چیتل مگر اس کا یقین ہے کہ شیر نے چیتل کو پکڑا نہیں اس میری حرکت کا مجھ کو صلہ بھی اسی وقت مل گیا میرے پیچھے پہاڑ کے نشیب میں ایک سانبھر بیٹھا تھا وہ اٹھ کر بھاگا کہ دل اور پورا جسم میرے سامنے تھا دل کی گولی سے یہ ہلاک ہوا۔

انسان کے بچوں کا یہ واقعہ ہے کہ ایک چھوٹی سی ندی میں دو لڑکے تقریباً نو نو دس دس سال عمر کے دوپہر کے وقت نہا رہے تھے میں پہاڑ سے اتر رہا تھا تقریباً دو سو گز سے میں نے دیکھا کہ یہ لڑکے یکایک بھاگے شاید بیس گز دوڑ کر یہ کنارے کی بلندی پر چڑھے اور کنارے ڈھال کے بیچوں بیچ میں کھڑے ہو گئے۔ ان کے

بھاگنے کے طرز سے مجھ کو شبہ ہوا کہ کوئی بات ضرور ہے میں نے ساتھ کے چپراسی سے کہا کہ دوڑ کر جاؤ دیکھو۔ یہ بچے کیوں بھاگے یہ دوڑتا ہوا گیا وہاں پہنچا بھی نہیں اور خاموشی کے ساتھ دوڑتا ہوا واپس آیا اور کہا کہ شیر نالے میں ان لڑکوں سے دس گز پر بیٹھا ہے۔ مجھکو شیر نظر نہیں آرہا تھا میری نگاہ لڑکوں پر تھی حتی الامکان میں تیز دوڑا اور خدا نے سمجھ یہ دی کہ میں زور سے چلا دیا دو ساتھیوں سے بھی کہا کہ آواز دو جب اور قریب پہنچا تو فائر کر دیا تمام راستہ بھر میں دیکھتا آیا لڑکوں نے کسی قسم کی کوئی جنبش نہیں کی پیچھے کی طرف دیکھ رہے تھے میں نے جب ہوا میں فائر کیا ہے اُس کے بعد انہوں نے ہاتھ ہلایا اور پکار کر کہا کہ باگھ۔ اس کے بیس سکنڈ کے اندر ہم سب ان کے پاس پہنچے انہوں نے بیان کیا کہ شیر پانی کے کنارے کنارے آرہا تھا اِن سے تھوڑی دور تھا (یہ فاصلہ نہیں بتا سکتے) اُس کو دیکھکر یہ بھاگے شیر پانی کے بیچ میں آگیا تھا جب یہ اُس مقام پر پہنچے جہاں کھڑے تھے تو شیر نے ان سے ان کی زبان میں کہا کہ بھاگو مت تمکو کھاؤنگا یہ ایک لڑکے کا بیان ہے دوسرے نے کہا یہ زیادہ سمجھدار اور ہوشیار تھا کہ ہلو ہلو کہوں کہوں کیا غالبا آہستہ سے شیر غرایا ہوگا میرا خیال ہے کہ ان لڑکوں نے بھاگنے میں جب پلٹ کر دیکھا تو آنکھ شیر کی آنکھ سے مقابل ہوگئی اور یہ اُس کی قوت یا اُس کے خون سے کھڑے ہوگئے یہی مسمریزم کی قوت ہے باقی سب بچوں کا خیال:۔ یہ امر قابل غور ہے کہ اُس نواح میں کوئی آدم خوار شیر نہ تھا صرف وہ شیرنی جس کے بچوں کا پیدا ہونا پہلے بیان ہو چکا ہے اور دو تین جوان شیر آس پاس کے پہاڑوں پر رہتے تھے انہی میں سے یہ کسی کی طفلانہ حرکت تھی۔

اسی قوت مسمریزم کی نسبت ایک مصنف کا بیان ہے کہ انہوں نے دو بڑے اور بڑے سینگ والے بارہ سنگھوں کو دیکھا کہ جنگل میں وہ شیر کو دیکھکر خوف کی آواز کرتے رہے اور باآنکہ گھنی اور لمبی گھانس کا جنگل اُن کی پشت پر دس فٹ سے

زیادہ دور نہ تھا اس میں نہ جا سکے یہ اُس وقت کا واقعہ ہے جب کہ شیر ان سے پچاس ساٹھ گز کے فاصلہ پر تھا۔ جب شیر ان سے بیس گز پر آ گیا تو ان کا بولنا بھی موقوف ہو گیا یہ بالکل بے حس و حرکت بُت کی طرح بے جان کھڑے رہے مگر ایک شکاری نے جو ہاتھی پر ان کے ساتھ تھے شیر پر سیاہ بارود لینے والی رائفل سے فائر کر دیا جب ہوا نے دھوئیں کا پردہ سامنے سے اٹھایا تو مطلع صاف تھا نہ شیر وہاں موجود تھا نہ بارہ سنگھے۔

ف۔ سمرک قوت کے ذکر کے بعد دو شیروں کا باہم مل کر شکار کرنے کا بیان باقی ہے یہ زیادہ تفصیل کا محتاج نہیں ہے نہ میں نے بچشم خود یہ واقعہ دیکھا ہے نہ کسی اور مصنف نے اس کی نسبت چشم دید سانحہ کا ذکر کیا ہے سب یہ لکھتے آئے ہیں کہ ہم نے سُنا ہے مسٹر سینڈرسن نے ایک شکاری کا نام لکھا ہے کہ اُس نے اس طریقہ پر شیروں کو شکار کرنے مشاہدہ کیا ہے مسٹر سینڈرسن سے انہوں نے بیان کیا کہ کسی جانور کو دیکھ کر ایک شیر ایسی جگہ پر چھپ جاتا ہے جہاں سے اُس کے خیال میں جانور کا ڈر سے بھاگ کر گذرنا اغلب تر ہو دوسرا شیر اس جانور کو گذرگاہ یا کمینگاہ کے خلاف جانب سے ڈراتا یا صرف اپنی شکل دکھا دیتا ہے جانور گھبرا کر کہ موت آ لگی ہے کمینگاہ کی طرف دوڑتا ہے اور چھپا ہوا شیر جست لگا کر اس کو داب بیٹھتا ہے اگر یہ جانور جست کی حد کے اندر سے نہ گذرا تو شیر جو چھپا ہوا تھا نہایت استقلال کے ساتھ اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے کبھی باہر نہیں نکل پڑتا پھر دوسری جگہ یہ جال پھیلایا جاتا ہے یہ طریقہ بعینہ اُس کی نقل ہے جو بھیڑیے اختیار کرتے ہیں بھیڑیے کے بیان میں اس کا ذکر کر چکا ہے صرف فرق شیر کی جست اور بھیڑیے کی دوڑ کا ہے بھیڑیا اس اجل رسیدہ جانور کا دور تک تعاقب کرتا ہے اُس کی سرشت میں جانور کو دوڑا کر اور تھکا کر مارنا ہے بخلاف شیر کے کہ ان کا تعاقب کرنا پچیس تیس گز کی جستوں تک محدود ہے دو شیروں کا ایک دوسرے کی مدد سے شکار کرنا کوئی نادر بات نہیں ہے ایسے بہت سے واقعات سننے میں آئے ہیں مسٹر گاف ناظم

محکمۂ افزائش نسل چوپایہ نے گجرات سے چند بڑے بڑے تریل ساانڈ کا کام لینے کے لئے منگاکر رعایا میں سے معتبر گاؤں کے مالکوں کو تقسیم کئے تھے ایک سانڈ بخشی بنجارے ساکن جاندور کو بھی دیا تھا۔ بے خوف وخطر پھرتا رہتا تھا کئی بار شیر نے اس پر حملہ کیا۔ مگر اپنی غیر معمولی قوت اور وزن کی وجہ سے یہ نکل نکل گیا پٹھے اور پسلیوں پر پنجے کے زخم لگے مگر شیر اس کو گرا نہ سکا۔ سینگوں کی وجہ سے گلے کی طرف سے حملہ کرنا مشکل تھا آخر تین سال کے بعد دو شیروں نے ملکر اس کو ہلاک کر دیا وہاں کوئی موجود نہ تھا۔ مگر پیروں کے نشانوں سے جو میدان کارزار میں نظر آئے معلوم ہوا کہ دو شیر تھے ایک بڑا اور ایک چھوٹا۔ سانڈ کے سموں سے کئی جگہ زمین کھد گئی تھی معلوم ہوتا ہے کہ بیل نے مقابلہ کیا اور اچھی کشتی ہوئی۔

ف۔ بڑھے پرانے اور کمزور شیر ایک اور طریقہ سے شکار کرتے یا یہ سمجھنا چاہیے کہ پیٹ بھر لیتے ہیں وہ یہ کہ جب زیادہ محنت اور جد و جہد کی ہمت نہیں رہتی تو اندھیرا ہونے کے بعد آبادی کے پاس آکر جانوروں کے کسی باڑے یا احاطہ میں جو کانٹی باڑی سے محصور ہوتا ہے داخل ہو کر ایک آدھ چھوٹے بچھڑے کو لے بھاگتا ہے۔ کانٹی کے ہٹانے میں اس کو بڑی دقت ہوتی ہے۔ مگر جانور کو پکڑنے کے بعد اس میں ہمت آجاتی ہے یا ارتکاب جرم کا خوف قوت پیدا کر دیتا ہے کانٹی کو بغیر ہٹائے اس کے اوپر سے جانور کو کھینچتا ہوا مع اپنے شکار کے نکل جاتا ہے بعض گاؤں والوں کا بیان ہے کہ اول جانور کو کانٹی کے اوپر سے معلق پھینک کر خود جست کر کے نکل جاتا ہے بڈھے میں اس قدر قوت کا عود کر آنا قرین قیاس نہیں ہے پھر بھی مرا ہاتھی سوا لاکھ کا اس قوت کے دیوتا سے بہت سی بعید از قیاس حرکتیں ممکن الوقوع ہیں عام طور پر بہت سی خونریزیاں اور کشت و خون کی وارداتیں صرف ناممکل تحقیقات کی بنا پر شیر کے سر منڈھ دیجاتی ہیں ان کا مرتکب تو ابو بچہ ہوتا ہے مگر چالان شیر کے نام سے پیش اور

گانوں والوں کی جنتو میں شیر ہی مجرم قرار پاتا ہے۔

ایک بکری والے کی ڈڈی میں گھس کر ایک بوڑھے شیر نے ایک رات میں (۳۲) بکریاں ہلاک کیں مجھکو یقین تھا کہ یہ فعل بور بچے کا ہے مگر جب خود جاکر نشان وغیرہ دیکھے تو میرا یقین غلط ثابت ہوا یہ ایک بڑھے شیر کی حرکت تھی اس کے تین دانت گر گئے تھے صرف ایک باقی تھا ۳۲ جانیں لینے کا کیا مقصد تھا کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی خون چوس لینے کا مسئلہ غلط ثابت ہو چکا ہے۔

ف۔ شیر کا جانور کو ہلاک کرنے کے بعد اس کے خون پینے کا مسئلہ بہت مختلف فیہ ہے سر ایلسن اور مسٹر برینڈر اس کے خلاف ہیں اور متعدد مصنفین نے اس کا ذکر کیا ہے مگر اس پر بحث اور رد و کد کسی نے نہیں کی میں اُن جاہل نمازیوں میں ہوں کہ جو نیت امام کی وہ میری زیادہ مباحث میں پڑنا نہیں چاہتا پیر و مرشد شکاریاں مسٹر برینڈر نے جو اس کے متعلق بحث کی ہے اُس کا خلاصہ پیش کر کے سلام پھیرتا اور دعا کرتا ہوں کہ یہ شجاعت اور حسن کا دیوتا ہند کے وسیع جنگلوں میں عزت وشان کے ساتھ ہمیشہ رعب و جلال شاہانہ کے ساتھ تخت صحرا پر جلوہ افروز رہے اور اس کے بھائی بندوں کے چمڑے شکاریوں کے رُوم کی دیواروں کی رونق کا ذریعہ ہوں۔ آمین۔"

مسٹر برینڈر لکھتے ہیں کہ شیر کی نسبت یہ خیال کہ وہ جانور کو ہلاک کرنے کے بعد اُس کا خون پیتا ہے محض غلط فہمی اور عدم تحقیقات پر مبنی ہے غالباً یہ خیال اس طرح پیدا ہوا ہوگا کہ جس مقام پر یہ سانحہ پیش آتا ہے اُسی جگہ مقتول کے خون کا کوئی نشان باقی نہیں رہتا اگر دو چار قطرے نظر بھی آئیں تو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ جانور کے جسم کا بقیہ خون کیا ہوا خون غائب ہونے کا سوال ہی اس خیال کو تقویت دینے والا استدلال و توجہ ہے کہ شیر نے خون پی لیا یا چوس لیا مجھکو حیرت ہے کہ علاوہ قدیم مصنفوں کے

جنھوں نے اس مسئلہ کو تصفیہ شدہ سمجھ کر صرف اس کے ذکر پر اکتفا کیا ہے۔ زمانہ حال کے مستند مصنف مسٹر بسٹ نے خون چوسنے کو کیونکر تسلیم کر لیا مسٹر بسٹ اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ انھوں نے شیر کو شکار کرتے ہوئے نہیں دیکھا پھر اُن کا بیان خون پینے کے متعلق کس تجربہ پر مبنی ہے تمام مصنفین میں سے کسی نے جن کے نام دیباچہ میں درج ہیں باستثنائے بیکر اور سینڈرسن کے خون پینے متعلق شبہات بھی ظاہر نہیں کئے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ شہرگ جو سخت اور لچکدار ہوتی ہے ایسے کند اور بے دھار آلہ سے جیسے کہ شیر کے دانت ہوتے ہیں کسی طرح نہیں کٹ سکتی اس کے ساتھ ہی شیر کے جبڑے کی قوت اور دباؤ کا لحاظ کیجئے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ شیر ایک رگ کو جو گوشت کی تہہ میں محفوظ ہے اپنے جبڑے سے دبائے اور اس میں سے خون باہر پچکارے ہے دونوں جبڑے جب کسی سخت چیز کو مثل لکڑی یا پتھر کے دباتے ہیں تو وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ جب حلق اور گردن کا گوشت اسی مقام پر شیر کے دبانے کی قوت سے دبایا جائے تو گوشت کے بیچ میں کونسی رگ اس قدر زوردار ہو سکتی ہے کہ اس میں دوران خون باقی رہے دباؤ پڑنے کے بعد فوراً خون رک جاتا ہے اور شیر کو نہ چاٹنے کی ضرورت لاحق ہوتی نہ چوسنے کی اس بیان میں اس قدر اور اضافہ کرنا مناسب خیال کرتا ہوں کہ شیر اس وقت تک گردن کو پوری قوت کے ساتھ دبائے رہتا ہے کہ جب تک قلب کی حرکت موقوف نہ ہو جائے تھوڑی دیر اور تھوڑی دور تک دوران خون باقی رہتا ہے نہ مقامی خون پیٹ کے اندر ہی اندر چکر کھا کر رہ جاتا ہے حلق کے قریب جو بلا کا دباؤ پڑ رہا ہے اس سے گزر کر خون کا باہر آنا ناممکن ہے جب شیر کو پورا یقین ہو جاتا ہے کہ جانور کی جان نکل گئی اور اب کسی قسم کی جنبش کا احتمال نہیں ہے تو گرفت سے گردن کو چھوڑ کر اسی مقام پر نظر جمائے کھڑا رہتا ہے

ذراسی بھی حرکت ہوئی اور بھیڑ دبا لیا نہ خون نکلتا ہے نہ شیر چوستا ہے بفرض محال اگر خون باہر آتا ہے اور بہتا ہے تو چار سوراخوں سے کس قدر خون آنا چاہیے ان چاروں فواروں کی دھار کو شیر اگر غٹ غٹ کرکے پی بھی جائے تو کچھ نہ کچھ ضرور باہر گریگا پھر اُس کا نشان زمین پر ضرور نظر آنا چاہیے علاوہ بریں میں ایک اور دلیل پیش کرتا ہوں اور اس کا منتظر رہوں گا کہ کوئی شکاری صاحب اُس کی تردید فرمائیں وہ یہ کہ فطرتاً شیر رقیق چیز کو چاٹتا ہے پانی بھی زبان سے چاٹکر پیتا ہے جب یہ مسلم ہے تو شکار کو پکڑنے کے بعد شیر کتنی دیر تک کے لیے انسان ہو جاتا ہے کہ خون کی دھار کو غٹاغٹ انسان کے مانند کھینچکر پی جاتا ہے لطف یہ ہے کہ کسی طرف سے نہیں بہتا بلکہ بعنوان غالب ع

پلا دے اوک سے ساقی جو ہم سے نفرت ہے
پیالہ گر نہیں دیتا نہ دے شراب تو دے

اوک سے خون گرتا ہے اور شیر پیتا ہے ہاں سمجھ میں آگیا غالب کا نام اسد اللہ خاں تھا اسی لیے شیر اُن کی تتبع کرتا ہے یہ امر بھی غور طلب ہے کہ گوشت کے سوراخوں میں شیر کے دانت گھسے ہوئے ہوتے ہیں خون کن سوراخوں سے باہر آتا ہے کیا شیر دانت سوراخوں سے نکال لیتا ہے۔ میں نے خود درخت پر سے اندھیرے میں جب شیر نے بھینسے کو مارا ہے چوسنے سے شاید ایک آواز سنی ہے اور میں مسٹر برینڈر کی کتاب پڑھنے سے قبل اس آواز کو خون چوسنے کی آواز سمجھتا تھا مگر اب اس کتاب لکھنے کے لیے میں نے بہت سے مصنفین کی تصنیفات کے ساتھ مسٹر برینڈر کی کتاب کا بھی مطالعہ کیا یہ تو معلوم ہو گیا کہ نہ خون آتا ہے نہ شیر چوستا ہے پھر وہ آواز جو خود اپنے کانوں سے میں نے سنی ہے کس چیز کی ہے کئی دن تک مسلسل سوچنے کے بعد میں نے اس کو اسطرح حل کیا

کہ زور کے ساتھ دبانے کی وجہ سے جانور کی گردن یا حلق کی کھال اور گوشت شیر کی ناک سے متصل ہو جاتے ہیں اور نتھنوں سے آسانی کے ساتھ دم لینا مشکل ہو جاتا ہے زور سے دم کھینچنے کی وجہ سے یہ آواز پیدا ہوتی ہے معلوم نہیں مسٹر بسٹ جن کی ملاقات کا شرف مجھ کو حاصل ہے اس خیال پر صاد کرتے ہیں یا نہیں۔

جوان شیر کی زندگی کے حالات قلمبند کرنے کے بعد اُس کی قوت کے متعلق چند واقعات کا بیان کر دینا کافی ہے صرف یہ کہنے یا سننے سے کہ شیر بہت قوی اور شہزور جانور ہے اس کی قوت کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ چند احباب ترائی کے جنگل میں ہاتھیوں پر بیٹھ کر شیر کے شکار کو نکلے دس بارہ ہاتھی ساتھ تھے گھاس میں سے جس کو ایلیفنٹ گراس کہتے ہیں۔ ایک شیر اٹھا اور ایک صاحب فائر کیا شیر بغیر آواز دیئے گھانس میں غائب ہو گیا خیال یہ تھا کہ وہ سامنے کی طرف بھاگا ہے وہیں ملیگا تھوڑی دور جانے کے بعد شیر نے پشت کی جانب سے آ کر ایک نر ہاتھی کے پیچھے پیر دم کی جڑ کے قریب تھپڑ مارا معلوم نہیں تھپڑ کا کیا اثر ہوا یعنی ہاتھی چپر گیا یا نہیں مگر ہاتھی نے زور سے چیخ ماری چیخ مارتے ہی شیر نے بھی آواز دی اور پھر منہ پھیلا کر پنجہ کے قریب ہی سُرین کے اُٹھے ہوئے حصہ کو پکڑ لیا جو صاحب وہاں موجود تھے اُن کا بیان ہے کہ ہاتھی نے مڑنے یا آگے بڑھنے کی کوشش کی اور سامنے کا داہنا پیر کئی مرتبہ اٹھایا اور چیخیں مارنا شروع کیں مگر اپنی جگہ سے ہاتھی ایک انچ بھی نہ ہٹ سکا نہ سامنے کی طرف نہ اِدھر اُدھر اِس عرصہ میں اور ہاتھیوں کے سوار ہاتھی بڑھا بڑھا کر اِس ہاتھی کے قریب آ گئے مگر بڑی دقت کے ساتھ کیونکہ اس طرف بڑھنے کو کوئی ہاتھی راضی نہ ہوتا تھا راوی کا بیان ہے کہ پاؤ گھنٹے سے زیادہ اس کش مکش میں صرف ہو گیا ہاتھیوں کی

مسلسل جنبش کی وجہ سے یا اس خیال سے کہ اس گڑبڑ میں گولی غلط پڑے گی کسی نے فائر کرنے کی جرأت نہیں کی جس ہاتھی کو شیر نے پکڑا تھا وہ غالباً اس عرصہ میں سامنے کو بڑھنے کی کوشش کرتے کرتے تھک گیا یا اُس نے ہمت ہار دی یکایک مٹی کی دیوار کی طرح پچھلے حصہ کو جھکا کر گر گیا اُس کے گرنے سے ہونا چاہیئے تھا کہ یا تو شیر دب جاتا یا منہ کی گرفت کو چھوڑ کر شیر الگ ہو جاتا مگر یہ دونوں باتیں ظہور پذیر نہیں ہوئیں شیر نے اپنی گرفت کو بدستور قائم رکھا اور اپنا جسم جو ہاتھی کے سُرین اور پچھلے پیر سے متصل تھا پیچھے کی طرف کھینچکر زمین پر پھیلا دیا۔ ہاتھی اگلے پیروں پر بیٹھا ہوا چیخیں مار رہا تھا اور شیر اپنے دانتوں سے زور کر رہا تھا دانت کھال میں گھُس گئے تھے۔ مگر ہودے کی موٹی رسی اُس کے مُنہ کے بیچ میں آگئی تھی اُس کا جبڑہ آگے نہ بڑھ سکتا تھا ورنہ شاید وہ اپنا سر وہاں گڑھا کر کے جسم میں داخل کر دیتا حسب بیان راوی اسمیں بہت وقت گذر گیا ہاتھیوں کے علاوہ دس بیس اور پیدل آدمی بھی آگئے شیر نے جب یہ حالت دیکھی تو اپنے دونوں ہاتھوں کو ہاتھی کے جسم پر جما کر گردن کو ہلایا غالباً وہ لپیٹ کر جھنجھوڑنا چاہتا ہوگا مگر یہاں اُس کا موقعہ نہ تھا نہ لپیٹنے کے لیئے کوئی جسم تھا نہ جھنجھوڑنے کی گنجائش کچھ دیر بعد ہاتھی جو اگلے ہاتھوں پر بیٹھا تھا گر گیا شیر چشم زدن میں زور کی آواز دے کر اور جست لگا کر گھانس میں چلا گیا کسی ہاتھی کی جرأت نہ ہوئی کہ اُس گھانس میں آگے بڑھے یہ شیر زخمی تھا پیر پر ٹخنے کے قریب گولی لگی تھی۔ پیر کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی بایاں پنجہ چھیچڑے کی طرح لٹک رہا تھا اس واقعہ سے جس کو میں نے بہت غور سے سُنا ہے اور بیسیوں زوائد کو ترک کر کے صرف ضروری سرگذشت قلمبند کی ہے معلوم ہوتا ہے کہ شیر نے ہاتھی کو زخم پہنچانے کے بعد اُسکو ایک انچ بھی بڑھنے نہیں دیا۔ یہ عمل کرنے کے لیئے کس قدر قوت درکار ہوگی۔

ف۔ جو بھینسے گارے کے لیئے باندھے جاتے ہیں اُنکا نونا وہ دو سال کی عمر کے

ہوتے ہیں اُن کے سینگ فٹ بھر سے زیادہ نہیں ہوتے مقصد یہ ہے کہ جو بھینسے بکار آمد ہونے کے قریب ہوں اور جن کے سینگوں سے شیر ڈرتا نہ ہو وہ بھینسے شکاریوں کو دے جائیں یہ تقریباً نیم جوان ہوتے ہیں کبھی تلوایا نہیں گر میرا قیاس ہے کہ یہ بھینسے پلا بھر یعنی تین من سے کم وزن کے نہ ہوتے ہوں گے یہ میری ذات کا چشم دید واقعہ ہے کہ شیر اس بھینسے کو مار کر نصف میل تک گھسیٹ کر لے گیا اس کے بعد معلوم نہیں کیونکر آٹھ فٹ بلند چٹان پر پہنچا دیا یا تو اس کو نیچے سے اوپر پھینک دیا یا اُس کو منھ میں پکڑ کر اوپر لے اُڑا بھر صورت تین من وزن کو آٹھ فٹ بلندی پر پہنچانے کے لئے کس قدر قوت کی ضرورت ہے۔

ف۔ سوت کی رسی سے ایک بھینسا گارے کے لئے باندھا گیا یہ رسی نصف انچہ موٹی تھی یعنی اس کا قطر نصف انچہ تھا میں نے اپنے سامنے سرجان مارشل کمانڈر انچیف کے لئے رسی کو دو چکر دے کر بھینسے کا پیر درخت سے بند ہوا یا تھا گویا اس رسی کی چار تہوں سے بھینسا باندھا گیا میرے خیال میں نصف انچہ موٹی چار رسیاں ڈیڑھ فٹ لمبی اور اوپر سے رسی کے دو چار گول بل تاکہ وہ چاروں تہیں متصل ہو جائیں اس قدر مضبوط چیز ہے کہ غالباً ہاتھی نہ توڑ سکے اس بھینسے کو شیر نے مارا اور معلوم نہیں کیونکر ان رسیوں کو توڑ کر بھینسے کو چالیس گز کے قریب جھاڑی میں بیٹھ کر کھایا صبح کو یہ شیر کمانڈر انچیف نے شکار کیا بڑا شیر ۹ فٹ ۲ انچہ یہ بالکل معمولی شیر ہے مگر قوت کا اندازہ فرمائیے۔

ف۔ شیر نے ایک آدمی کے سر پر تھپڑ مارا سر اور گردن سینہ میں اُتر گئے

ف۔ مسٹر بریڈر لکھتے ہیں کہ انھوں نے ایک شیرنی کو نوجوان گائے مار کر نالی کے کنارے پر چڑھتا دیکھا کنارہ اس قدر ڈھلوان تھا کہ انسان بغیر ہاتھوں کی مدد کے ہرگز نہیں چڑھ سکتا تھا یہ شیرنی بغیر کسی دقت کے بلکہ آسانی کے ساتھ

گائے کو گھسیٹ کر اوپر لے گئی یہاں پر زمین بہت نرم تھی۔

ایک شیرنی نے پلا ہوا زبردست بھینسا مارا مسٹر بریڈر وہاں پہنچ کر درخت پر بیٹھ گئے شیرنی درخت پر چڑھتے دیکھ چکی تھی پھر نہیں آئی شیر اس بھینسے کو اسقدر جلد گھسیٹ کر لے گیا کہ یہ فائر نہ کر سکے یہ مقام جہاں بھینسا پڑا تھا جھاڑی سے نو دس فٹ تھا۔

شیر نے ایک بیل کو مارا یہ بڑا جوان بیل تھا اس کے سینگ ڈیڑھ فٹ کے ہوں گے مارنے کے بعد کھیت والوں نے کھانے نہیں دیا شیر قریب کی جھاڑی میں جا بیٹھا گاؤں والوں نے مجھ کو اطلاع دی میں آیا درخت پر بیٹھا۔ شام تک انتظار کیا مگر شیر نہ آیا اندھیرا ہونے کے بعد میں نے درخت سے اترنے کا ارادہ کیا مگر میرے ہمراہی نے رائے دی کہ دس منٹ اور انتظار کیجئے اس عرصہ میں اس قدر اندھیرا ہو گیا کہ سوائے سپید بیل کے کوئی اور چیز نظر نہ آتی تھی میں ادھر دیکھ رہا تھا کہ مجھ کو کھس کھس کی آواز سنائی دی غور سے دیکھتا تو بیل کی لاش جھاڑی کی طرف بڑھ رہی تھی تین مرتبہ یہ آواز آئی اور تین مرتبہ لاش نے جنبش کی میں نے آہستہ سے دہت کہا شیر نے بیل کو چھوڑ کر گردن اٹھائی اور درخت کی طرف منہ کھول کر آں آں کی لمبی آواز نکالی۔ اس کے سر اور گردن اٹھانے کی وجہ سے مجھ کو سینہ کی سپیدی نظر آئی اندازکر کے (نشانہ کے لئے نہ دیدبان نظر آتا تھا نہ مکھی) میں نے فائر کر دیا اور اتفاق سے گولی ٹھیک سینہ کی سپیدی کے بیچ میں پڑی شیر نے آواز دی اور اچھلا نو گز تک رینگتا ہوا گیا اور بیٹھ کر ٹھنڈا ہو گیا اس قوت کا ذکر یہ ہے کہ شیر بیل کی لاش جھاڑی میں لیجانا چاہتا تھا بیل کو پیچھے کی طرف پکڑ کر کھینچتا تھا بیل کا سر الٹ گیا تھا غالباً شیر نے گردن مروڑی ہو جو بڑے جانوروں کے مارنے میں اس کا معمولی عمل ہے بیل کے دونوں سینگ زمین میں تقریباً چھ یا سات انچ دھس گئے تھے

جب شیر بیل کو کھینچتا تو ہل چلاتے ہیں (ناگر مارتے ہیں) جیسی مٹی کے ہٹنے کی آواز ہوتی ہے ویسی یہاں ہو رہی تھی کم سے کم چار یا پانچ من کا بیل اس کو کھینچنا اور اس حالت میں کہ دو سینگ چھ سات انچ مٹی میں گھسے ہوئے ناگر چلا رہے ہوں کس قدر زور کا کام ہے بیل کی لاش سلامت تھی صبح کو میں نے بیل کے پیر میں رسی بندھوا کر آدمیوں سے کہا کہ کھینچو۔ پہلے تو رسی ٹوٹ گئی مضبوط رسی منگا کر زور کیا۔ اور رفتہ رفتہ آدمی بڑھتا گیا نویں آدمی کے شامل ہونے پر بیل بالشت بھر کھینچ سکا

قوت کا ایک اور قصہ قابل بیان ہے مگر سماعی اگرچہ راوی بہت معتبر ہے۔

روایت یہ ہے کہ شیر نے اونٹ کو مارا اور اس کی لاش کو پہاڑ پر کھینچ کر لے گیا راوی نے اپنا ڈنڈ دکھا کر بیان کیا کہ اتنے اتنے موٹے درختوں کے اوپر سے اونٹ کی لاش کو کھینچ رہا تھا اور یہ درخت کھینچنے والے کے زور کی وجہ سے زمین لیٹ جاتے تھے اس قوت کے دیکھنے سے یہ سب ممکن ہے۔ قوت کے اور سینکڑوں قصے زبان زد خاص و عام ہیں مگر جس قدر بیان کئے گئے وہ اندازہ کرنے کے لئے کافی ہیں۔

ف۔ شیر تیرتا بھی خوب ہے اور عوام میں کسی خاص قسم کی تیراکی کو شیر کے تیرنے سے تشبیہ دیتے ہیں اس کے تیرنے کو دیکھنے کا اتفاق کم شکاریوں کو ہوتا ہے حسن اتفاق سے مجھکو دو مرتبہ یہ منظر دیکھنے کی مسرت حاصل ہوئی اور دونوں مرتبہ اس طرح کہ گوداوری کے چند چھوٹے چھوٹے جزیروں میں شیر مسکن گزیں تھے میں نے وہاں ہانکہ کرایا مختلف جوانب میں شیر نکلے مگر مجھ کو کوئی نظر نہ آیا جزیرے بیچ میں ہم چار درختوں پر دو دو آدمی ایک لائن میں بیٹھے تھے شیر ایک طرف سے ہانکے گئے دوسری طرف نکل گئے سخت گنجان جھاڑی کی وجہ سے کسی کو فائر کرنے کا موقع ہی نہیں ملا ہانکے کے بعد یہ مشورہ دیا گیا کہ جزیرے کے کنارے پر بڑے بڑے

جو درخت ہیں وہاں یہ سب بیٹھے ہونگے ہم سب پاپیادہ وہاں گئے تو حقیقتاً املی کے درختوں کی جڑوں میں جہاں سے ندی نے کئی کئی فٹ مٹی بھاری تھی تین شیر بیٹھے ہوئے تھے میں ۵۰۰ ایکسپرس لے کر بیچ میں کھڑا ہوگیا اور نئے دو شوقینوں کو اپنے پاس داہنے بائیں بٹھا کر کہا کہ ۲۰ گز سے فائر کرو تاکہ زمین سے شیر مارنے کی عادت ہو اتفاق کی بات ہے دونوں گولیاں غلط پڑیں ایک املی کی جڑ پڑا اور ایک نیچے۔ شیر نکلکر بھاگے ایک تو قریب کی جھاڑی میں چھپ گیا اور دو نے سامنے سے ندی کو تیر کر نکل جانے کا قصد کیا ان دونوں کو تقریباً ڈیڑھ سو گز ریت پر بھاگنا پڑا۔ ایک تو پتھروں میں غائب ہوگیا اور ایک پانی میں کود کر بہت تیز اور سیدھا ندی پار اور داخل علاقہ سرکار عظمت مدار ہوگیا اسی طرح بلغرب علاقہ پائیگاہ نواب سر وقار الامراء مرحوم ایک شیر دباؤ پڑنے پر گوداوری کے جزیرہ سے نکلکر ندی پار ہوگیا اس پر کشتی سے دو گولیاں بھی چلائیں مگر دونوں مس۔ جہلا میں مشہور ہے کہ شیر پانی میں بالکل سیدھا جاتا ہے اگر پانی کا زور اُس کو ٹیڑھا کردے تو واپس ہو کر پھر سیدھا تیرتا ہے اس میں کوئی اصلیت نہیں ہے۔ چند یورپین شکاریوں نے شیر کو تیرتے ہوئے دیکھا اور اسکی رفتار کے متعلق لکھا ہے کہ معمولی چوپائے جانوروں سے زیادہ تیز نہیں تیرتا مسٹر برینڈرنے شیر کو اُنکے میں سے نکلکر ندیا پار ہوتے دیکھا ہے اور اُن کا خیال ہے کہ سنگاپور میں شیر تیر کر پہنچے ہیں۔ جزیرہ ہانگ کانگ میں ایک شیر کے تیر کر آنے کی خبر کئی برس ہوئے کسی اخبار نے شائع کی تھی۔

ف۔ شیر کی آواز بھی خاص طور پر توجہ اور جداگانہ تفصیل کی مستحق ہے شیر کئی قسم کی جُدا جُدا آوازوں کا عادی ہوتا ہے اور مختلف مواقع پر مختلف آوازوں سے اپنے خیالات یا ضروریات کا اظہار کرتا ہے آواز کی نوعیت کا صحیح طور پر الفاظ میں ادا ہونا بہت مشکل ہے مگر آواز کی بلندی۔ نرمی۔ پستی اور سختی کا لحاظ نہ کیا جائے تو بے معنی الفاظ سے نقل اور

بھدّی نقل ممکن ہے۔

شیر کی بھلی آواز ہاؤں ہے اس کو بلّی کی میاؤں نہ سمجھنا چاہیئے اُس سے تقریباً ہزار درجہ یہ ہاؤں بلند زیادہ چوڑی اور زیادہ سخت ہوتی ہے شیر اِن ہاؤں کو دو موقعوں پر کام میں لاتا ہے جب مسلسل ایک ہی قوت کے ساتھ کئی بار یہ آواز آئے تو اُس کے معنی یہ ہیں کہ شیر کا پیٹ بھرا ہوا ہے اور وہ مزے میں ڈکاریں لیتا ہوا ٹہل رہا ہے۔ اِن آوازوں کا فصل ایک منٹ سے چار منٹ تک ہوتا ہے جب یہ آوازیں شروع میں آہستہ اور پھر رفتہ رفتہ زیادہ قوت کے ساتھ آتی ہوں اور آوازوں میں فصل کم ہوتا جائے تو یہ ساتھی کو بلانے کی آواز ہے اگر کوئی ساتھی قریب ہوتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے اور جواب کے ساتھ ہی پہلا پکارنے والا اور زیادہ قوت کے ساتھ جواب دیتا ہے یہ سلسلہ اُس وقت تک جاری رہتا ہے کہ دونوں مقابل نہ ہو جائیں۔ اکثر یعنی نوّے فیصدی اِن دونوں میں ایک نر ہوتا ہے ایک مادہ اور یہ عمل شادی کی تیاری یا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ دو نر مقابل ہو جائیں اگر ایسا ہو تو کبھی کبھی اس کا انجام سخت جنگ اور ایک کی شکست ہوتی ہے اور کبھی صرف غرغش پر یہ ملاقات ختم ہو جاتی ہے جب یہ آواز اوّل الذکر مقصد بطور لطف کی ڈکار کے نکالی جاتی ہے تو سننے والے کو اِس کے دو ٹکڑے معلوم ہوتے ہیں اول کا جز بہت بلند اور چوڑا آخر کا جز آہستہ اور اُس کی نقل یہ ہے۔ ہاؤ' ہوں۔ ہاؤ' ہوں۔ اول حصّہ ہاپڑ دوسرا حصہ ہوں جھٹکے سے ختم کیا جائے۔

ب۔ دوسری آواز غرغر ہے۔ جب یہ بہت آہستہ ہو تو پیار کی آواز ہے میرے پالے ہوئے شیر جب خوش ہوتے تو جسم کو میرے پیروں سے ملتے اور غرغر کرتے ایک آواز اسی سے مشابہ مگر ر کی جگہ ن ایک بوڑھے بیر اپنے شیر کو میں نے کرتے دیکھا ہے وہ ہانکہ میں اور ٹراٹ بھاگتے ہیں غوں غوں کرتا جارہا تھا اُس کی

آواز ہی کی وجہ سے میں نے جھاڑی میں اُس کو دیکھ لیا اور جب سامنے سے گذر کر چھ سات گز بڑھ گیا تو میں نے فائر کیا۔

میرے ایک دوست لفٹنٹ منور خان پر شیر نے تیس گز سے حملہ کیا جھاڑی میں سے آواز دینے کے قبل شیر آگے بڑھتا ہوا معلوم ہوا میں بندوق کندھے لا کر اپنے گلے کو کندھے پر لگا چکا تھا ہنوز نشانہ نہیں لیا تھا کہ شیر نے جھاڑی کے اندر سے یہ آواز دی میں فائر بھی نہ کر سکا اور مجھ کو یہ بھی نہیں معلوم کہ شیر کب نکلا اور کب چھپا صرف میں یہ دیکھ سکا کہ ایک زرد اور گول چیز تیر کے مانند بلکہ اُس سے بھی تیز رفتار سے خانصاحب کی طرف جا رہی ہے غالباً آواز ختم ہونے کے بعد ہی میں نے نشانہ لیا مگر مجھ کو یہ نہیں معلوم کہ یہ آواز کہاں ختم ہوئی جھاڑی کے اندر یا اُس فاصلہ کے طے کرنے میں جو جھاڑی اور اُس مقام کے درمیان میں تھا جہاں شیر پر میری نظر پڑی جب میں نے شیر کو دیکھا ہے اُس وقت وہ منور خان سے پندرہ گز پر تھا منور خاں گر چکے تھے انھوں نے کب منہ پھیرا اور کب دوڑے مجھکو معلوم نہیں مگر شیر پر جب نظر پڑی اُسی وقت میں نے خانصاحب کو بھی گرا دیکھا دیکھنے سوچنے نشانہ لینے اور فائر کرنے میں جو وقت صرف ہوا ہو اُس کا میں اندازہ نہیں کر سکتا۔ جب کندے سے گردن اُٹھا کر دیکھا ہے تو شیر خانصاحب پیروں سے ساڑھے چار فٹ تھا گولی کے صدمہ سے غالباً ایک آدھ فٹ آگے پیچھے ہوا ہو یہ فاصلے بعد میں ناپے گئے۔ سمجھنا یہ چاہئے کہ خانصاحب پر پہنچ چکا تھا آواز کی گونج یا اُس کا پھیلاؤ اتنا تھا کہ دوسرے صاحب جو منور خاں کے بائیں جانب پچیس گز پر تھے اور ایک اور صاحب نے جو پچاس گز پر تھے یہ بیان کیا کہ آواز کے ساتھ ہی میرا فائر ہوا۔ یہ غلط ہے شیر نے قبل روانگی آواز دی تھی اگر فائر اسی وقت ہوتا تو منور خاں کے پیروں کے پاس ساڑھے چار فٹ شیر کیونکر پہنچ جاتا یہ اثر صرف آواز کی گونج اور اُس اچانک صدمہ کا ہے جو ہوا میں پیدا ہوا

اور ان حضرات کو اس وقفہ کا جو آواز اور فائر کے درمیان ہوا احساس ہی نہیں ہوا۔

ف۔ دو تین اور موقعوں پر میں نے شیر کی یہ آواز سنی ہے اور ہر مرتبہ یہی تجربہ ہوا کہ آواز کی گونج یا د حملہ ختم ہونے تک جو کچھ گذرا ہو نہ وہ نظر آتا ہے نہ اس کا احساس ہوتا ہے۔

ف۔ ایک میرے شکاری پر جو زخمی شیر کی تلاش میں میرے ساتھ تھا شیر نے اتنی معمولی فاصلہ یعنی تیس گز سے حملہ کیا اس موقعہ پر مجھ کو شکاری کے بائیں جانب اور صرف بارہ گز سے فائر کرنے کا موقعہ ملا شکاری بے انتہا تجربہ کار اور اس بلائے ناگہانی کے لئے تیار تھا مگر محض آواز کے رعب سے بدحواس ہو کر منہ پھیر دیا شیر کی طرف سے منہ پھیر جانے کے بعد کوئی جاندار اپنی جگہ پر قائم نہیں رہ سکتا الا یہ کہ خوف کی وجہ سے اس کے اعصاب بیکار ہو جائیں اور ان میں حرکت کی قوت باقی نہ رہے ایسے موقع پر

عام طور پر یہ مشہور ہے کہ شیر سے آنکھ ملائے رکھنا چاہئے شکاری منہ پھیرتے ہی بھاگ پڑا اور شیر کے گرنے تک بھاگتا رہا اس موقعہ پر بھی اسی وقت فائر ہو سکا کہ جب شیر کی آواز ختم ہو چکی تھی اور شیر درمیانی فصل کا نصف حصہ طے کر چکا تھا ایک اور موقعہ پر میجر لیننگٹن اور کپتان جانسن کے ساتھ مجھ کو زخمی شیر کی تلاش میں جانا پڑا۔ یہ انگلستان کے امیرزادوں میں سے کم عمر نوجوان میرے مہمان تھے چونکہ میں نے ہی ان کو شکار شروع کرایا تھا اور یہ لیننگٹن کا پہلا شیر تھا اس لئے اخلاقاً میں ان کی محنت کا پھل جمع کرنے کی مہم میں شریک ہو گیا۔ زخمی شیر نالہ کے کنارے گنجان جنگل میں لیٹا ہوا تھا ہم تینوں آگے آگے اور پانچ چھ آدمی بندوقیں لئے ہوئے پیچھے پیچھے تھے نالہ کے قریب پہنچنے پر شیر نے غر کی آواز دی آواز سنتے ہی یہ دونوں نوجوانوں نے میری طرف دیکھا میرے منہ سے لفظ ہوشیار نکلنے نہ پایا تھا کہ شیر نے دوسری بار غر کیا بندوقیں کندھے پر آئیں اور شیر نے نعرہ جنگ شروع کر دیا حملہ کی ابتدا کب ہوئی

اور رجز کب ختم ہوا معلوم نہیں جس وقت میں نے شیر کو دیکھا ہے اُس وقت وہ
لینگٹن سے چھ سات گز پر ہوگا میجر لینگٹن بیچ میں تھے پہلے نہیں تھے اِس گڑبڑ میں
آگئے ہیں اُن کے بائیں جانب اور کیپٹن جانسن داہنی جانب آگئے یہ سب
تبدیلیاں ارادتاً نہیں ہوئیں آواز کی دہل نے اعصاب میں جنبش پیدا کردی جس کا
پیر جہاں پڑ گیا وہ وہیں کھڑا ہوگیا میں شیر سے قریب تر ہوگیا مگر شیر نے حملہ کرنے سے
پہلے غالباً میجر کو انتخاب کر لیا تھا اس لئے اُس نے مطلقاً میرا خیال بھی نہیں کیا۔
اور سیدھا لینگٹن پر گیا جب شیر میرے سامنے سے گذرا ہے اُس وقت آواز کی
گونج ختم ہوی اور میں نے نشانہ لیا اس میں کم از کم ایک سکنڈ صرف ہوا اور میرے
فائر کرنے سے قبل جانسن کے فائر کی آواز آئی اور شیر لڑکھڑاتا نظر آیا۔ میں نے
ارادہ کیا کہ فائر کردوں مگر ٹرگر دبانے سے قبل پھر فائر کی آواز آئی اور شیر کانپ کر
زمین پر گر گیا یہ میجر کی گولی تھی جو دونوں کے بیچ میں سپید حصہ پر پڑی۔ کیپٹن جانسن
کی گولی شانہ پر پڑی تھی اور شیر کو روکنے کے لیے کافی تھی مگر میجر نے خود ہی اپنے
دشمن کو ہلاک کر لیا پہلے میں نے پھر میجر نے کیپٹن جانسن کی تعریف کی اسکے بعد
میجر نے کیپٹن سے کہا

میں نے میجر سے پوچھا کہ تم پر اس حملہ کا کیا اثر ہوا جواب دیا کہ
بھئی یہ بہت ناگوار قربت تھی۔ یہ ہیں تفاوت رہ
از کجاست تا بہ کجا۔ ہم اِن واقعات کو کس طرح بیان کرتے ہیں اور کن الفاظ میں
خیالات کا اظہار ہوتا ہے اور یہ حضرات جنسے ہم سوانح حاصل کرنے کی فکر میں
چرخہ کات رہے ہیں کس حقارت اور آسانی کے ساتھ شیر کے حملے کے متعلق کیا
فرماتے ہیں۔

ف۔ ایسے ہی ایک موقعہ پر میں نے اپنے زخمی کردہ شیر کی تلاش میں

غلطی سے سب ہانکے والوں کو ساتھ لے لیا اور گھاس میں شیر کی تلاش شروع کی
میں چھ سات گز ان گاؤں والوں کی لائن سے آگے تھا تھوڑی دور چلنے کے بعد
میرے ایک عنایت فرمانے براہ کرم مجھ کو ایک سنترہ دے کر مجھ سے بڑی محبت
کے ساتھ فرمایا کہ یہ کھائیے گرمی اور پیاس غضب کی ہے میری حماقت کہ میں نے
چھلا ہوا سنترہ ان سے لے کر اپنی رائفل اپنے ملازم کو دیدی تاکہ سنترے کے عرق سے
نال کا رنگ خراب نہ ہو اور سنترہ کھانے میں مشغول ہو گیا غالباً ایک پھانک بھی نہ
کھائی ہوگی کہ شیر کے حملہ کی آواز آئی اور میں نے گھبرا کر پوچھا کہ ارے کیا ہوا میرے
ملازم نے جواب دیا کہ شیر آدمی کو کتر رہا ہے میں نے مڑکر دیکھا کہ شیر میرے داہنی جانب
پانچ گز پر ایک گاؤں والے آدمی کو دبائے ہوئے جھنجوڑ رہا ہے جو حالت مجھ پر طاری
ہوئی زبان قلم اس کے بیان کرنے سے قاصر ہے۔ بحالت بیہوشی میں نے کہا
بندوق۔ ملازم سامنے ہی تھا اس نے بندوق دی مگر قبل ازاں کہ میں بندوق کو
سیدھا کروں شیر گاؤں والے کو چھوڑ کر واپس ہو گیا میں نے اس کی خم شدہ کمر اور
اونچی دُم دیکھی مگر فائر نہ کر سکا یہ شیر واپسی کے بعد ایک منٹ کے اندر مر گیا۔

ف۔ ان تمام واقعات اور تجربات کی بنا پر شیر کی مہیب آواز جسکو میں نے
غراہوں سے تعبیر کیا ہے غیر معمولی درجہ تک درشت بلند اور خوفناک ہوتی ہے
اس ضمن میں اور اس موقعہ پر یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ بہت سے آدمیوں کو ساتھ
لے جانے اور پھر اس قدر بے پروا ہو جانے کی غلطی جو میں نے کی ایسی ہے کہ اکثر
مبتدی اور گاہ گاہ مشاق تجربہ کار شکاری بھی کر جاتے ہیں۔ مسٹر برینڈر نے لکھا ہے
کہ ۹۰ فیصدی ہلاکت کے دل آزار سوانح اسی غلطی کی وجہ سے واقع ہوتے ہیں۔
ابتدا میں دماغ پر پورا زور ڈالکر شکاری ہر ممکنہ اور اپنے علم و تجربہ کی حد تک
کامل احتیاطیں عمل میں لاتا ہے مگر دماغ دیر تک اس بار کا متحمل نہیں ہو سکتا

تھوڑی دور چلنے کے بعد تمام ضوابط و قواعد جن پر نہایت سختی کے ساتھ کاربند ہونیکا تہیہ کیا تھا ذہن سے مفقود ہو جاتے ہیں جس طرح معمولی طور پر شکار کو جاتے ہیں۔ ٹہلتے ہوئے شیر اور زخمی شیر کی تلاش ہوتی ہے اور جب حملہ ہوتا ہے تو اس کے افسوس ناک انجام کا تلخ جام شکاری کی محنتوں کا صلہ قرار پاتا ہے افسوس ہے کہ مجھ کو بھی اپنی غفلت سے سنترہ کھانے کی ادنیٰ خواہش نے یہ دردناک منظر دکھایا۔ یہ غریب گاؤں والا مرا نہیں بچ گیا۔ کیونکہ شیر کے دونوں اگلے پنجے اور ہنسلی کی ہڈی میری گولی توڑ چکی تھی۔ شیر اس کے علاوہ سب میں عجیب و نادر اور جس سے بہت ہی کم شکاری واقف ہیں وہ آواز ہے جو بعینہ سانبھر کی آواز سے مشابہ ہے اس کو لفظوں میں اس طرح ادا کرسکتے ہیں پوک پ پر پیش اور و کے ساتھ انصال میں نہ طول نہ جھٹکہ اول تو اس امر کے متعلق کہ شیر یہ آواز کرتا بھی ہے یا نہیں دوسرے اس مسئلہ کی نسبت کہ اس قسم کی آواز کرنے سے شیر کا مقصد کیا ہے انگریزی مصنفین نے بہت لمبی چوڑی بحثیں کی ہیں حالانکہ جدید تصانیف میں یہ طے شدہ امر تسلیم کر لیا گیا کہ شیر یہ پوک کی آواز کرتا ہے مگر اب تک دوسرا حصہ تصفیہ طلب ہے اکثر مصنفین کی یہ رائے ہے کہ شیر سانبھر کو دھوکہ دینے کے لئے یہ آواز کرتا ہے تاکہ وہ قریب آجائے بعض بشمول مسٹر برینڈر اس رائے کے حامی ہیں کہ شیر سانبھر کو نہیں بلکہ اپنے ساتھی کو قریب بلاتا ہے اپنے مقام سے اس کو آگاہ کرتا ہے سانبھر کو بلانے کے خلاف یہ استدلال ہے کہ یہ آواز سانبھر کی اس آواز سے مشابہ ہے جو خوف کے وقت یا خطرہ سے اپنے ساتھیوں کو خبردار کرنے کے لئے مخصوص ہے شیر اگر سانبھر کو دھوکہ دیکر اس کو نزدیک بلانا چاہتا، تو خوف کی آواز کی نقل کیوں کرتا ہے محبت آمیز انتظار محبوب میں جو آواز یا نعرہ سانبھر لگاتا ہے شیر کو اس کی نقل کرنا چاہیئے اس کے جواب میں فریق مخالف یہ دلیل پیش کر رہا ہے کہ شیر کی یہ آواز بے شک سانبھر کی خطرہ سے متنبہ کرنے والی

آواز سے مشابہ ہے مگر شیر کی نیت کے سمجھنے میں صنف مخالف کو غلط فہمی ہوئی ہے یعنی شیر اس نیت سے یہ آواز کرتا ہے کہ سانبھر یہ سمجھے کہ میرا ہم قوم خطرے میں مبتلا ہو کر مجھ کو ہوشیار کر رہا ہے اس کے جواب میں سانبھر خود بھی وہی خطرہ ظاہر کرنے والی آواز لگاتا ہے اس سے شیر کو سانبھر کی موجود ہونے کی جگہ یا اُس کی قیام سے آگاہی ہوجاتی ہے اور پھر شیر جو عمل اور کوشش کرتا ہوگا وہ ظاہر ہے بحث بہت دلچسپ ہے مگر شروع سے آخر تک صرف قیاسات ہی قیاسات پر مبنی ہے۔ قابل وثوق دو امر یہ ہیں کہ اولاً شیر سانبھر کی آواز کی نقل کرتا ہے دوسرے یہ کہ یہ آواز سانبھر کی خطرے کے وقت کی آواز سے مشابہ ہے جانوروں کی نیت کا حال اور وہ بھی شیر جیسے خونخوار شکاری جانور کی نیت کو پہچاننے کے آلات ابھی ایجاد نہیں ہوئے۔

اس آواز کے متعلق میں اپنا ذاتی تجربہ اور عینی مشاہدے کا واقعہ درج کرتا ہوں اور اُس کا نتیجہ جو میری ناقص عقل نے اخذ کیا ہے وہ قدیم شکاریوں اور دقیانوسی اوٹ آف فیشن مصنفین کا موید ہے واقعہ کو میں بلا کم و کاست اور بغیر کسی قسم کے غیر ضروری الفاظ استعمال کرنے کے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

ایک روز سانبھر کے شکار کے لئے حسب قاعدہ یا حسب معمول اپنے ایک کرمفرما عبدالرحمن خانصاحب کو ساتھ لے کر صبح چار بجے روانہ ہوا موسم ایسا تھا کہ چھ بجے روشنی ہوجاتی تھی اس کے قبل ہم تین میل جو سانبھروں کے ملنے کا مقام تھا بہ آسانی پہنچ سکتے تھے سانبھر کے شکار کے لئے تیز رو مضبوط بیلوں کا ہونا غیر ضروری ہے گاڑی اگر پہاڑ کے دامن پر جہاں چھوٹے چھوٹے گول پتھر بکثرت ہوتے ہیں تیز چلے تو گاڑی کی کھڑکھڑ سے سانبھر ہوشیار ہوجاتا ہے اور پاس نہیں پہنچنے دیتا۔ چنانچہ اس روز بھی ہم نے بہت معمولی اور کمزور بیل گاڑی میں لگائے تھے روشنی ہونے سے قبل میں اور خانصاحب ایک چوڑے اور عمیق نالہ کے کنارے پہنچے

نالے کے کنارے کنارے اس غرض سے چل رہے تھے کہ کہیں گاڑی اُتارنے اور نالہ پار ہونیکا موقعہ ملے بہ مشکل ہم پچاس گز گئے ہوں گے کہ نالہ میں سے پُوک کی آواز آئی مگر مابند اور زور دار خیال یہ ہوا کہ کوئی نر سانبھر نالہ میں کھڑا تھا یا جا رہا تھا ہم کو دیکھ کر یہ آواز کی ہے۔ ہم یہ جانتے تھے کہ سانبھر خوف کی آواز کرنے کے بعد ٹھیرتا نہیں ہے اس لیے ہم آہستہ چلتے رہے ایک یا دو منٹ کے بعد پھر یہ آواز آئی مجھ کو تعجب ہوا کہ خوف کی آواز کرنے کے بعد سانبھر خلاف معمول کیوں ٹھیرا رہا یہ بھی شبہ ہوا کہ یہ دوسرا سانبھر ہے۔ پہلے سانبھر کا اتنی دیر ٹھیرنا ناممکن ہے۔ آہستہ آہستہ میں خانصاحب سے یہ باتیں کر ہی رہا تھا کہ پھر آواز آئی اور یہ بھی نالہ کے اندر سے اور زیادہ تعجب ہوا اُدھر آواز دینے کا تار بندھ گیا ہم نے بیلوں کو تیز کیا کہ ہم آگے نکل جائیں اور سامنے جا کر نالہ میں دیکھیں کہ کیا ہے مگر درختوں کی کثرت کی وجہ سے گاڑی تیز نہ چل سکی نالوں کے کنارے پر جنگل گنجان ہوتا ہے ناچار میں اور خانصاحب اتر کر پیدل ہو گئے اور تیز تیز چلنے لگے جس قدر ہم بڑھتے تھے اُسی قدر وہ آواز دینے والا سانبھر بھی بڑھتا تھا۔ یہ یقین تھا کہ اس نے ہم کو دیکھ لیا ہے اور ہمارے خوف سے یہ آوازیں کر رہا ہے حیرت یہ تھی کہ یہ سانبھر کس خاص طبیعت کا جانور ہے کہ دیکھنے اور آواز کرنے کے بعد بھاگتا نہیں ورنہ آواز دیتے ہی سانبھر چلدیتا ہے تقریباً ڈیڑھ میل اسی طرح اندھیرے میں ٹھوکریں کھاتے اور خار دار جھاڑیوں میں اُلجھتے ہم آگے بڑھتے رہے آواز ساتھ رہی کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آواز کرنے والا آگے پیچھے ہوا ہو۔ خانصاحب کسی قدر قدیم خیال کے شکاری ہیں کہنے لگے کہ صاحب چلئے بنڈی میں بیٹھ کر کسی اور سمت کا قصد کیجیے یہ کوئی بلا ہے یا آسیب ہے۔ اس کا تعاقب ٹھیک نہیں۔ میں نے جواب دیا کہ اب روشنی قریب ہے صبح کاذب نمایاں ہو چکی ہے پندرہ منٹ میں اتنی روشنی ہو جائے گی کہ ہم دیکھ سکیں۔ شکار پر گولی چلانے کا موقعہ بھی ملیگا

اور ہم دیکھ بھی لیں گے۔ یہ کہہ کر ہم بہت آہستہ ہو گئے ہیں یہ کہنا بھول گیا کہ آواز کوئی دس منٹ اس گفتگو کے قبل سے جلد جلد نہیں آ رہی تھی وقفہ درمیانی دو آوازوں کے زیادہ ہوتا جاتا تھا ہمارے آہستہ چلنے میں بیس منٹ صرف ہوئے ہونگے اس عرصہ میں صرف چار آوازیں آئیں۔ آخر آواز شاید اس وجہ سے کہ ہم نالہ کے قریب آ گئے تھے یا خدا معلوم کیوں۔ حقیقتاً خوفناک اور مہیب تھی مجھ پر بھی اثر ہوا اب روشنی اچھی خاصی ہو گئی ایسی کہ ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح اور اپنے سامنے پچاس ساٹھ گز تک دیکھ سکتے تھے۔ مجھ کو نالہ کے کنارے میں ہم سے تیس گز آگے گاڑیوں کا نشان نظر آیا یہی نشان گھاٹ یعنی پار ہونیکا کام دیتا ہے میں نے خانصاحب سے کہا کہ میں یہاں ٹھیرتا ہوں آپ تیز جائیے اور گھاٹ سے آگے بڑھ کر نالہ کے پار ہو جائیے میں نالہ کے بالکل کنارے پر آ جاتا ہوں سانبھر یا آپ کی طرف جائیگا یا میری طرف ہر طرف فائر کا موقعہ ہے۔ خانصاحب تیز بڑھ گئے اور ان کے اس طرف پہنچنے کے انتظار میں میں نالہ کے کنارے میں جو گھاٹ سا بنگیا تھا وہاں پہنچ گیا خیال یہ تھا کہ خانصاحب کے آتے ہی ہم اوپر سے نالہ کو دیکھکر یا پتھر پھینک کر سانبھر کو باہر نکالیں گے میں نے خانصاحب کو آہستہ آہستہ آتے دیکھا مگر ان کے چہرے طرف نہیں دیکھا جب وہ بالکل ٹھیر گئے تو میں نے دیکھا کہ وہ مجھ کو ہٹ جانیکا اشارہ کر رہے ہیں۔ میں نے اشارہ سے پوچھا کہ کیوں تو انہوں نے دونوں ہاتھوں سے (ایک ہاتھ میں رائفل تھی) اشارہ کیا کہ شیر۔ یہ دیکھتے ہی میں ہوشیار ہوا اور دو ایک قدم بڑھ کر نالہ میں دیکھا خانصاحب نے بھی اشارے سے بتایا مجھ سے پندرہ گز اور خانصاحب سے بیس گز پر نالہ کے وسط میں پرانا خرانٹ بڑے بڑے گلچھوں والا اور ایال دار شیر بیٹھا ہے اور کس طرح دبکا ہوا شکار پر اچھلنے کے لیے تیار جہاں سانبھر کی امید تھی وہاں شیر شیر کے حملہ کا فاصلہ تیس گز یہ کمبخت صرف پندرہ گز۔ جو گذری وہ گذری

جواب یاد ہے ورنہ میں اپنی بہادری کی تصویر بہت شاندار الفاظ میں کرتا۔ خیر غنیمت یہ ہے کہ وہ نالے کے اندر کی طرف دیکھ رہا تھا یعنی جدھر سے ہم آئے تھے خانصاحب اُس کے پیچھے تھے اور میں داہنے جانب مگر اُس سے بلند میں الٹے پیروں واپس ہوا اور جب یقین ہوگیا کہ وہ مجھ کو نہیں دیکھ سکتا تو میں اُس کی طرف سے منھ پھیر کر دوڑ اور ہٹ گیا خانصاحب کو اشارہ کرتا آیا کہ پیچھے ہٹو اور چکر کھا کر میرے پاس آجاؤ اس عرصہ میں ہماری گاڑی جو ہمارے پیچھے آرہی تھی آگئی میرے اشارہ کرنے سے شکاری ہانکنے والے نے مجھ سے پچیس گز پر اور خدا کی شان کہ گاڑی منھ پھیر کر وہیں روک لی۔ میں بالکل تیار اُسی جگہ پر خانصاحب کے انتظار میں کھڑا رہا کیونکہ خانصاحب کو چھوڑ کر چلدینا ناممکن تھا چار منٹ بعد خانصاحب چکر کھا کر آئے اور کہا بڑی خیر ہوئی یہ ببارہ (ایک جنگلی گاؤں ہے جو یہاں سے بارہ میل تھا) والا بدمعاش شیر ہے آدمی بھی کھا چکا ہے خیر چلیے وہ سانبھر کو گھیر رہا تھا میں نے کہا نہیں سانبھر کو بلا رہا تھا قسمت سے ہم مل گئے یہ فقرہ ختم ہوا تھا کہ چلتے چلتے یکایک میں نے اور خانصاحب دونوں نے پھر کر دیکھا اور کیا دیکھا کہ حضرتاں آتیں کتے اُس کا رُعب ایسا طاری ہوا کہ میں بقول شخصے بڈھے ہوگئے عقل نہ آئی اور خانصاحب پرانے شکاری باایںہمہ تجربہ کاری سٹی پٹی بھول گئے بغیر کسی ارادے کے بغیر سوچے گاڑی کی طرف دوڑ پڑے ہم چلتے ہوئے آرہے تھے ہم سے گاڑی دس بارہ گز ہوگی میں تو کود کر گاڑی پر چڑھ گیا مگر خانصاحب رہ گئے مڑ کر جو دیکھا تو شیر تیز تڑاٹ آرہا ہے اور خانصاحب گاڑی کا ڈنڈا پکڑے اُچھلتے ہیں اور پھر زمین پر پیر ٹیک دیتے ہیں میں نے خانصاحب کو ہاتھ پکڑ کر اوپر کھینچا اور شیر نے دھمکانے کی آواز دی غُرغُرغنہہ شیر گاڑی سے دس بارہ گز ہوگا اور ہم سنبھلکر بیٹھ چکے تھے کہ دوسری آفت آئی۔ آواز سے بیل ڈر کر بھاگے اور اس طرح گویا عرب گھوڑا۔ دُمیں اُٹھی ہوئی نتھنوں سے فرائے بھرتے ہوئے

اور بے قابو۔ بیل اگر نہ بھاگتے تو شیر وہیں ٹھیر جاتا مگر بھاگنے کی وجہ سے اُس نے دو سو گز تک پیچھا کیا بڑا خوف یہ تھا کہ اگر گاڑی نے کسی درخت سے ٹکر کھائی اور ہم میں کوئی نیچے گرا تو وہ یقیناً شیر کا لقمہ تر ہوگا الحمدللہ کہ بیل تقریباً چار سو گز جاکر ٹھیر گئے اور ہم شیر ہی کا ذکر کرتے سات آٹھ کے درمیان کیمپ پہنچ گئے۔ میرا خیال ہے کہ شیر نالہ میں چھپا ہوا سانبھر کو بلانے کی غرض سے یہ آوازیں کر رہا تھا نالہ میں چلتے چلتے ہماری گاڑی پہنچ گئی تو اُس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا آخر میں وہ نالہ کے وسط میں ٹھیر گیا اُسی مقام کو کمینگاہ مقرر کیا جس کو ہم نے انتخاب کیا تھا یہ سب قیاس ہے مگر سانبھر کا اس قدر دور تک صرف خوف کی آوازیں کرنا اور راہ فرار اختیار کرنا ناممکن ہے۔

ف۔ شیر کی مختلف اور متعدد آوازوں میں ایک اور قابل ذکر ہے۔ یہ آواز پھنکار کی قسم سے ہے جب شیر کسی چیز کو یکایک اور غیر متوقع طور پر دیکھتا ہے تو دانت کھول کر بڑے زور سے پھنکارتا ہے انگریزی مصنفین اس کی وہوف سے نقل کرتے ہیں۔ مگر ہمارے طرز بیان میں اور میرے ذاتی خیال میں اس کو فون سے تعبیر کرنا زیادہ موزوں ہے یہ آواز کرتے ہی شیر بھاگ جاتا ہے پھر تھوڑی دور جاکر سنبھلتا اور اُس چیز کو دیکھنے کے لئے دبکتا ہوا آتا ہے فورسیتھ کا تجربہ ہے کہ ایک بھینسے کو جو بندھا ہوا تھا شیر نے دیکھا اور پھر فون کرکے بھاگ گیا لیکن دوسری جانب سے پھر آیا علیٰ ہذالقیاس سینڈرسن نے دیکھا ہے کہ شیر دیکھنے اور آواز کرنے کے بعد پھر واپس آیا خود مجھ پر دو مرتبہ یکایک سامنے آجانے سے دو مختلف شیروں نے بڑے زور سے فون کی آواز کی دانت نکالے اور پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا مگر میں پہلے موقعہ پر بالکل تیار تھا فائر کردیا شیر کے دونوں آنکھوں کے بیچ میں گولی پڑی لائن آف سائٹ اور گردن کی اُٹھی ہوئی پوزیشن کی وجہ سے یہ گولی دماغ پر پہنچ گئی میں نے یہ سمجھکر فائر کیا تھا ورنہ یاد رکھنا چاہئے کہ آنکھوں کا بیچ نشانہ لینے کا مقام نہیں ہے۔ دماغ آنکھوں سے

تین چار انچ اونچا ہوتا ہے دوسرے موقعہ پر شیر فنکار اور جست بھر کر چلدیا درخت پر
انسان کو دیکھکر شیر دانت نکالتا اور فنکار کر بھنرتا ہے اور فوراً پیچھے ہٹ جاتا ہے

ف۔ شیر کے ذکر میں اس کی آوارہ گردی بھی قابل بیان ہے۔ شیر
شکار کی تلاش میں یا بعض وقت کسی جانور کے تعاقب میں روزانہ دس بارہ میل کا
چکر لگاتا ہے لیکن ایک خاص حلقہ تک یہ سیر و سیاحت جو اوروں کے لیے تباہی کا
باعث ہے محدود ہوتی ہے چند مصنفین کا خیال ہے کہ ایک حلقہ میں شیر اسوقت
ٹھیرتا ہے کہ جب تک اس کو اس حلقہ میں کافی غذا میسر آتی رہے۔ شکار کی کمی اس کو
اپنا مقام قیام بدلنے پر مجبور کر دیتی ہے یہ خیال بالکل صحیح ہے مگر میرے خیال میں بعض
اوقات اور وجوہ سے بھی شیر اپنے وطن مالوف کو خیرباد کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے مثلاً
مہذب اصحاب کی آبادی کی قربت۔ سپید سپید مکانات کی تعمیر اور رات کے وقت
متعدد لیمپوں کی روشنی نہ شیر کے لیے مفید نہ وہ اس کو اچھی نظر سے دیکھتا ہے میرا
تجربہ ہے کہ ایک شیر ایک پہاڑی پر میرے علم میں چار سال سے مقیم تھا شکار میں
بظاہر کوئی کمی واقع نہیں ہوئی پالتو جانوروں میں کوئی مرض بھی شائع نہیں ہوا
کہ مویشی میں اس کی وجہ سے کمی ہو جاتی البتہ پہاڑی کے سامنے اور اسی رخ پر
جس طرف شیر اپنے شیر منڈل میں بیٹھ کر مویشی اور شکار کو دیکھا کرتا ایک جدید
ڈاک بنگلہ تعمیر ہوا یہ مقام گذرگاہ پر واقع تھا دورہ کناں عہدہ داروں اور
مسافروں سے یہ بنگلہ کبھی خالی نہ رہتا تھا بالخصوص رات کو۔ رات کو روشنی بھی
ضرور ہوتی شیر منڈل بنگلہ سے سیدھا جانب جنوب ڈیڑھ میل تھا تعمیر بنگلہ اور
آباد ہونے کے دو ماہ بعد تک یہ شیر حسب سابق اس پہاڑی پر سکونت پذیر رہا
پھر یکایک وہاں سے چلدیا اور وہاں سے دس میل بلکہ زیادہ ایک پہاڑی پر
رہنے لگا اسی کے شکار میں جدید مقام پر جان محمد صاحب مہتمم پولس نے گولی چلائی

اور تین سال بعد اسی زخم کے ہرا ہو جانے سے اُن کا انتقال ہوا۔ میں اس کو اس لئے اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کی کمر پر زخم کا نشان تھا اور بال نہ ہونے کی وجہ سے کمر پر ایک اُترا اپٹہ معلوم ہوتا تھا۔

آبادی کے علاوہ جب شیر کے حلقہ میں کئی بار ہانکہ ہوا اور وہ بچ نکلے یا زخمی ہو جائے تو پھر اُس جنگل کو چھوڑ دیتا ہے اس کے علاوہ دوسرے حلقہ کی شیرنی مخصوص زمانہ میں ان کو ساتھ لیجا کر اپنی حکومت کے جنگل میں ہمیشہ کے لئے ٹھیرا لیتی ہے۔ غرض مختلف وجوہ سے شیر اپنے مسکن بدلتا رہتا ہے کبھی کبھی ایسے مقامات پر جا رہتا ہے جو اُس کے لئے حیرت ناک درجہ تک ناموزوں ہوں۔ جیسے پانوں کا یلہ یا پانواڑی ایلچپور میں آبادی سے صرف تین میل ایک پانواڑی میں دو سال تک ایک شیر مقیم رہا نہ کسی کو یہ چھیڑتا تھا نہ کسی کو اس نے نقصان پہنچایا۔ کہیں دور جا کر شکار کرتا اور کھا پی کر یہاں سو جاتا اس کو ایک منہ بگڑے ہوئے شکاری نے درخت پر بیٹھکر ہلاک کر دیا۔

ایک اور شیر جنگل کے ایک باغ میں رہتا تھا اس باغ میں ایک معمولی اور شکستہ مکان تھا اُس میں یہ دن بھر سوتا رہتا تھا شام کو باغ کے احاطہ کی ٹوٹی ہوی دیوار پر سے باہر جاتا اور صبح ہوتے آجاتا۔ باغ کے مالک کا یہ خیال تھا کہ یہ کسی نیکدل برہمن کی روح یا خود برہمن ہے۔ جس کو کسی نے دشمنی سے جادو کر کے شیر بنا دیا ہے۔ برہمن یا برہمن کی روح سمجھنے کی وجہ یہ تھی کہ اُس نے تین سال زمانہ قیام باغ میں باغ کے کسی جانور کو نہیں مارا کوئی نئے صاحب وہاں تبادلہ ہو کر بہ حیثیت کلکٹر آئے مالک باغ کو بلا کر کہا کہ ہم آپ کے باغ میں جو شیر رہتا ہے اُس کا شکار کریں گے مالک نے عرض کیا کہ وہ شیر ایذا رساں نہیں ہے اور باغ شہر سے پانچ میل پر ہے اُس کو ستانے سے کیا فائدہ مگر صاحب نے باصرار تمام مالک سے اجازت حاصل کر لی

اور جو حصّہ دیوار کا گرا ہوا تھا اُس کو درست کرا کر یہ ارادہ کیا کہ شیر کو باغ کے اندر کسی درخت پر بیٹھکر نشانہ بنائیں انتظام یہ کیا گیا کہ شیر درخت کے سامنے گھیر کر لایا جائے وہ غریب فوراً ہی اُس طرف چلا گیا مگر صاحب کے تین نشانے مِس ہوئے اس کے بعد شیر نے دو ایک آدمیوں کو زخمی کیا پھر ۶ فٹ دیوار پر سے گرے ہاؤنڈ کیطرح صاف کود کر نکل گیا۔ معلوم نہیں کیوں اس واقعہ کو تین مصنفوں نے بیان کیا ہے ایک اور شیر ایک دیول میں آرہا تھا وہاں سالانہ پوجہ کے لئے چند معتقدین پہنچے تو یہ غُراتا ہوا چلدیا۔

جی آئی پی لائن پر ایک اسٹیشن موسوم بہ چاندنی مشہور شکارگاہ ہے یہاں ایک پرانا قلعہ بھی ہے اس قلعہ کا نام آسیر گڈھ ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ آہیر کا بنایا ہوا اُسی نام سے آسیر گڈھ مشہور ہے اس میں ۱۸۹۶ء تک شیروں کا جوڑا رہتا تھا اور کسی کو اُن کو ہلاک کرنے کی اجازت نہ تھی ان مقامات اور عمارت کے علاوہ ایک روایت ہے کہ شیر درخت پر رہتا تھا مگر کسی شکاری مصنف نے اس روایت کو صحیح تسلیم نہیں کیا مسٹر برینڈر کو ایک اُن کے دوست نے زمین سے ۱۸ فٹ بلندی پر شیر کے بال دکھائے اور بیان کیا کہ اس درخت پر شیر کتوں کے ڈر سے چڑھ گیا تھا۔

شیر کے مندرجہ بالا واقعات اور عام عادات و خصائل کے ضمن میں اُس کی سمجھ کا تذکرہ اور اس کی نسبت چند مستند مصنفین کی رائے درج کرنا ضروری ہے مسٹر برینڈر کی رائے ہے کہ شیر سمجھ کے لحاظ سے سب درندوں میں کم عقل ہے اُس کی ضروریات زندگی اُس کے افعال اُس کے فرائض یا یہ کہیئے کہ اُس کی زندگی کا مقصد ان تین لفظوں میں محدود و محصور ہے۔ مارنا۔ کھانا۔ سونا۔ یعنی زندہ رہنا ان تینوں مقاصد کو حاصل کرنے یا پورا کرنے کے لئے وہ عقل جو اُس کو فطرت نے عطا کی ہے کافی ہے اپنے شکار کو ہلاک اور مغلوب کرنے کے لئے شیر کو

جس قدر قوت کی ضرورت ہے وہ فطرت نے مہیا کر دی اور اُس کی تکمیل کے واسطے کچھ داؤں پیچ کچھ چالیں اُس کی جبلت میں ودیعت کر دی گئیں جو نسلاً بعد نسلاً ایک دوسرے کو وراثتاً پہنچ جاتی ہیں کھانا اور سونا یا زندہ رہنا اس کے لئے کسی قابلیت کی ضرورت نہیں زندہ رہنے کے لیے اپنی ذات کی حفاظت لازمی فعل ہے۔ اس کے واسطے چھپ جانیکی عادت اور اس کے واسطے ضروری عقل کافی درجہ تک فطرت نے شیر کو عطا کی ہے۔ یہ طویل مضمون جس کا مختصر خلاصہ میں نے اپنے الفاظ میں پیش کیا ہے فی الحقیقت شیر کی عقل و سمجھ کا سچا فوٹو ہے۔ اس سے زیادہ نہ شیر میں عقل ہے نہ اس سے زیادہ کی اس کو ضرورت آخر عمر تک تجربہ کی بنا پر شیر کی عقل میں ترقی یا افزونی نہیں ہوتی لیکن اس میں چند استثنا یقینی طور پر پائے جاتے ہیں جس طرح انسان اور دیگر حیوان کے افراد کے مزاج اور سمجھ میں بڑا فرق پایا جاتا ہے اور طبائع مختلف ہوتے ہیں یعنی بعض اشخاص ذہین، نیک مزاج، خوش خو اور بعض غبی، بدمزاج اور بدخو پائے جاتے ہیں یا جانوروں میں بہت سست سمجھ۔ لات مارنے والے کاٹ کھانے والے اور ان کے مقابلہ میں بعض بہت تیز چالاک نیک بخت اور محبت والے ہوتے ہیں اسی طرح ہر شیر کے ذاتی صفات و عادات یا طبیعت کی ساخت اور مزاج کی افتاد ایک دوسرے ہم جنس سے نمایاں طور پر فرق اور تفاوت ہوتا ہے۔ بعض شیر نہایت بدمزاج اور بدطبیعت کے واقع ہوتے ہیں اور بعض نیک اور غیر مضرت رساں اس وقت تک کہ وہ چھیڑے نہ جائیں یا کسی خطرے میں مبتلا نہ ہوں آخر الذکر دونوں صورتوں میں ہر شیر شیر بن جاتا ہے جب شیر دق کیا جائے یا گھیرا جائے یا زخمی ہو جائے اس وقت غصہ دلیری چالاکی پھرتی نقصان رسانی اور جاں ستانی میں ہر شیر برابر ہو جاتا ہے یہ باب شیر کی زندگی کے دوسرے حصہ یعنی جوانی کے حالات کے متعلق تھا اسی کے ضمن میں میں نے اس کے عام عادات و خصائل کا بھی ذکر کر دیا ہے۔ اس جگہ

صرف وہ عادات وخصائل بیان کیے گئے ہیں جو بالعموم ہر شیر میں اکثر وبیشتر مواقع پر مشاہدہ کیے گئے ہیں یا جن کی نسبت تقریباً ہر شکاری اور مصنف متفق الرائے ہے الا کہیں کہیں جزئیات یا قیاس وجوہ میں اب شیر کی اُن حرکات اور اُن واقعات کا ذکر ضروری ہے جو بعض مواقع پر بعض شیروں سے ظہور پذیر ہوئے اِنکی نسبت یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہمیشہ پیش آنے والے یا ہر شیر سے سرزد ہونے والے واقعات نہیں ہیں۔ صرف کبھی کبھی اور کوئی کوئی شیر ایسا فعل یا ایسا عمل کر بیٹھتا ہے نہایت معتبر اور مستند مصنفین کے بیان کئے ہوئے چند واقعات پیش کئے جاتے ہیں۔

ف۔ چند یوروپین آفسر گھوڑوں پر سوار جنگل کی فائر لائن پر چل رہے تھے جنگل سے ایک شیرنی نکل کر سیدھی فائر لائن پر ان کے سامنے دوڑی یہ تیز ٹراٹ جارہی تھی محض آزمائشاً یا استعجاباً یہ دیکھنے کے لئے کہ ہوتا کیا ہے اور شیرنی کیا کرتی ہے رفتار تیز کر دی اور بجائے اس کے کہ داہنے یا بائیں جنگل میں چلی جاتی سیدھی فائر لائن پر دوڑتی رہی یہ تو کسی کی کیا مجال تھی کہ اُس کے قریب چلا جاتا مگر پچاس ساٹھ گز سے یہ حضرات چیختے چلاتے اور رفتار کو بڑھاتے رہے۔ راوی کا بیان ہے کہ تقریباً ۲۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے ہمارے گھوڑے جارہے تھے مگر شیرنی نے اپنی ٹراٹ کو قائم رکھا البتہ تیز ہوتی گئی تقریباً ۶۰۰ گز تک یہ دوڑ کا خوشنما ترین منظر قائم رہا اُس کے بعد ایک نالہ سامنے آیا بغیر اِس امر کے کہ شیرنی نے کسی قسم کی کوشش یا اظہار کوشش کیا ہو کمال آسانی کے ساتھ اُس نالہ پر سے کود گئی زمین پر اترتے وقت اس سہولت سے اتری ہے کہ اگر اُس کے پیر کے نیچے انڈا بھی رکھ دیا جاتا تو نہ ٹوٹتا۔ اس کے یہ افسر وہاں پہنچے نالہ کا عرض اور شیرنی کی جست کی خوبی اور سہولت دیکھکر سب متحیر ہوگئے۔ پنجوں کے نشانوں سے ناپ کر معلوم کیا کہ یہ جست ۲۲ فٹ کی تھی۔

ف کرنل عظمت اللہ مرحوم نے شیر کو جو جست کرتے دیکھا ہے اسکا ذکر پہلے ہو چکا

مسٹر برینڈر نے ایک شیر کو ۹ افٹ کودتے بچشم خود دیکھا ہے۔

ف۔ ایک شیر نے ڈھائی تین سال کے گیار بھینسے کو وقت واحد میں کھالیا

ف۔ ایک شیر کا ہانکہ ہو رہا تھا شیر ہانکہ والوں کی لائن پر دھاڑتا ہوا دوڑا تقریباً نصف لائن کے سامنے دوڑتا اور چیختا ہوا گذرا پھر پلٹ کر ایک آدمی کو تھپیڑ مار کر گرا دیا ران پکڑ کر دو تین جھٹکے دیے پھر اس کو چھوڑ کر دوسرے ہانکہ والے کی کمر پکڑی اور لے کر چل دیا بہت دور تک شیر کا تعاقب کیا گیا۔ غریب ہانکہ والے کی لاش مل گئی مگر شیر کا پتہ نہ چلا۔

ف۔ ایک غیر آباد موضع میں دس بارہ آدمی آگ کے پاس بیٹھے ہوئے تاپ رہے تھے جاڑوں کا زمانہ اور رات کا وقت تھا ایک شیر آیا ان لوگوں نے شیر کو دیکھ لیا سب سمٹ کر ایک دوسرے کے قریب ہو گئے شیر نے ایک کی گردن پکڑی۔ گھسیٹتا ہوا لے گیا اور وہاں سے پچاس گز پر بانسی کی جالی میں بیٹھ کر کھا گیا۔ صبح کو گاؤں والے گاؤں چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے جلا وطن ہو گئے۔

ف۔ ایک شیر گاڑیوں کے چلنے سے جو راستہ کا نشان پڑ جاتا ہے صبح کے وقت اس پر لیٹا ہوا غالباً دھوپ کا لطف اٹھا رہا تھا میرے ساتھ کا سرویر اور پیمائش کے عملہ کے دو آدمی ایک بیل گاڑی میں بیٹھ کر جا رہے تھے ان کی گاڑی ڈھال پر تیز جا رہی تھی یکایک ان کی نگاہ شیر پر پڑی بیلوں کو روکنا شروع کیا مگر ڈھال اور بیلوں کے دوڑنے کی وجہ گاڑی شیر سے ۱۵ گز پر جا کر رکی گاڑی میں چار آدمی سوار تھے ایک ہانکنے والا۔ تین کلرک یہ چاروں چپ بیٹھ گئے اور بیلوں نے بھی ہاتھ پیر چھوڑ دئے بغیر کسی جنبش کے خاموش سکتہ کا عالم طاری ہو گیا شیر نے گردن اٹھا کر دیکھا اور پھر سو گیا دو تین منٹ گذرنے کے بعد میری گاڑی ان کو دور سے آتی ہوئی نظر آئی سرویر نے زور زور سے ہاتھ ہلانا شروع کیا میں یہ تو سمجھا کہ غالباً

۱۷۴

کوئی شکار ہے مگر شیر کا خیال نہ گزرا ہاتھ میں چھوٹی بندوق لیے ہوئے گاڑی دوڑاتا ہوا
پہنچا اور پہلی گاڑی سے بالکل قریب جا کر بیل رکوائے گاڑی کی آواز سے شیر اٹھکر
بیٹھ گیا بتانے کی ضرورت نہیں ہوئی صاف نظر آرہا میرے آنے سے ان چاروں کی
ذراہمت آگئی تھی میرے کہنے سے ہانکنے والا اور ایک میرے چپراسی نے اتر کر
بیلوں کو موڑا اور گاڑی کو میرے اور شیر کے درمیان سے ہٹا دیا میرے اور شیر کے
درمیان میں اب کوئی چیز حائل نہ تھی شیر فوراً بیٹھ گیا اور سر کو اپنے ہاتھوں پر جو سامنے
کیطرف پھیلے ہوئے تھے رکھکر آنکھیں بند کر لیں اور بعینہٖ بلی کی طرح آہستہ آہستہ
میاؤں میاؤں کرنا شروع کیا تھوڑی دیر کے بعد شیر آنکھیں کھولتا اور پھر
بند کر لیتا تھا میرے پاس ۰۴ر۳۲ تھی اس سے اس قدر قریب اور مقابلہ پر ہوتے ہوئے بھی
صورت میں فائر کرنا مناسب نہ تھا پھر بھی احتیاطاً میں پیشانی کا نشانہ لے کر خاموش
بیٹھ گیا اور بڑی بندوق کا جو پیچھے آدمی لا رہا تھا انتظار کرتا رہا شیر اب تک اسی
انداز سے بیٹھا ہوا بلی کی طرح آہستہ آہستہ میاؤں میاؤں کرتا رہا کہ میری ۵۰۰ ایکسپریس
لے کر ایک سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا یہ میرے حکم کی کہ بڑی بندوق جلد لاؤ کی تعمیل
کی گئی۔ جب سوار گاڑی سے آکر مل گیا تو میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھا کر اس سے
بندوق لی۔ غالباً ایک سکنڈ میری نگاہ شیر کی طرف سے ہٹی ہوگی۔ بندوق لے کر
پھر جو ادھر دیکھا تو شیر وہاں نہ تھا پانچ سات گز کے فاصلہ پر جھاڑی تھی اس کے
سایہ میں اس شان شاہانہ کے ساتھ گردن اٹھائے ہوئے بیٹھا ہوا نظر آیا کہ اس
منظر کا لطف اور رعب صرف دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے میں نے گاڑی کو وہاں سے
ہٹا کر ایسی جگہ کی تلاش کرنی چاہی کہ جہاں سے میں اطمینان و یقین کے ساتھ فائر
کر سکوں شیر اس کو سمجھ گیا اور کھڑے ہو کر پوری قوت سے ایسے زور کی آواز دی
کہ تمام جنگل گونج اٹھا۔ میں چونکہ اب ان کو شیر نظر آرہا تھا اور فاصلہ بھی کسی قدر

زیادہ ہو گیا تھا گاڑی لے کر ترچھے بھاگے نہ شیر نظر آیا نہ نشانہ کا موقع ملا۔ اپنی جان
بچانا مشکل ہو گیا وقت واحد میں یہ نیک بختی اور پھر یہ پھرتی اور یہ سختی ہر وقت ہر شیر سے
ظاہر نہیں ہوتی۔ معمولی سمجھ کا جانور بہ شمول شیر انسان کی نیت نہیں پہچان سکتے۔ یہ
شیر صرف گاڑی کی گردش سے پہچان گیا کہ راکب کی نیت بخیر نہیں ہے یا شاید میرے
بندوق بدلنے سے وہ سمجھ گیا کہ اب درشتی سختی کرنے کا وقت ہے۔

ف۔ ایک موضع تعلقہ لکشٹی پیٹیہ کے جنگل میں ایک شیر رہتا تھا اُس کا کام
یا عادات یہ تھی کہ شام کے قریب موضع کے قریب آکر جو انسان جنگل میں ہوتا اُس کو
ڈراتا جب وہ گاؤں کا رخ کرتا تو یہ آہستہ آہستہ اُس کا تعاقب کرتا اور جب وہ شخص
داخل آبادی ہو جاتا تو یہ واپس چلا آتا چونکہ اس کی یہ عادت معلوم ہو گئی تھی گاؤں
والے ڈرتے نہ تھے ایک روز بکریاں چرانے والے دو بچے آٹھ دس سال کی عمر کے
جنگل سے شام کو آرہے تھے کہ شیر اُن کو ملا وہ بھاگے اور خوف کی وجہ سے جب
ہاتھ پیر میں دم نہ رہا تو بیٹھ گئے یا گر گئے شیر ان سے بیس گز کے فاصلہ پر آکر ٹھیر گیا
اور اُس وقت تک وہیں بیٹھا رہا کہ جب تک بچوں کے ورثا روشنی لے کر اُن کی
تلاش میں وہاں نہ پہنچے۔ ورثا بچوں کو اُٹھا کر جب چلنے لگے تو شیر نے غرا کر کے
اپنے وجود سے اُن کو اطلاع دیدی اور ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا اس کا نام
گاؤں والوں نے گھر پہنچانے والا شیر رکھا تھا تین سال کے بعد یہ کہیں چل دیا
یہ یقین ہے کہ مارا نہیں گیا کیونکہ گاؤں والے کسی شکاری کو اس کا پتہ نہ دیتے تھے
مجھ سے جب یہ قصہ بیان کیا اُس وقت یہ شیر اُس جنگل میں نہ تھا۔ میں نے
دونوں لڑکوں اور اُن کے باپ کو بلا کر دریافت کیا بہت سی جرحوں کے بعد اور
تمام شہادتیں فراہم کرنے پر بھی مجھ کو یقین ہی کرنا پڑا۔ میں اُن صاحب لوگ میں
نہیں ہوں کہ سب آدمی چھوٹے جو ہماری رائے ہو صرف وہی درست خواہ واقعات

اور شہادت جو کچھ ہو۔

اس قدر ضرور ہے کہ جوان شیر کی زندگی میں جو آدم خوار نہ ہو یہ غیر معمولی سمجھ اور نیکخوئی کا مظاہرہ ہے۔

ف۔ ایک شیر نے یہ روش اختیار کی تھی کہ گاڑی کے سامنے آکر بیل کو لیا تھپیڑ دیتا وہ گاڑی سے الگ ہو جاتا اُس کے گرنے یا بھاگنے پر شیر اُس کی گردن پکڑ کر مار ڈالتا اور راستہ کے قریب ہی کھا جاتا اس قدر متواتر بیلوں کی ہلاکت کیوجہ سے وہ راستہ بند ہو گیا اور مختلف لغو قصے مشہور ہو گئے۔ چند روز بعد وہاں دَورے پہنچا مقامی شکاری جمع ہوے انہوں نے بھی متعدد واقعات بیان کیے مگر ذرا سنبھلکر۔ خیر یہ متحقق ہو گیا کہ وہ شیر آدم خوار نہیں ہے یہانتک کہ ایک گونڈ نے اپنے بیل کو بچانے کے لئے اُس وقت جب کہ شیر بیل کی گردن دبائے ہوے تھا لکڑی ماری مگر شیر نے بیل کو نہ چھوڑا نہ اس کی طرف مخاطب ہوا یہ بالکل فطرتی چیز ہے شیر جب شکار کو پکڑے ہوے اُس کو ہلاک کرنے کی کوشش میں مصروف ہوتا ہے تو مطلقاً کسی طرف متوجہ نہیں ہوتا معمولی چڑیاں اور مرغ لڑتے وقت لڑائی میں ایسے محو ہوتے ہیں کہ آسانی کے ساتھ پکڑ لیے جاتے ہیں یہ تو شیر ہے میرے کیمپ اور اہل عملہ کی گاڑیاں سب اس مقام سے اگلے کیمپ کو ۹ میل کا چکر کھا کر گئیں مگر میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں اسی راستہ سے جاؤں گا جس طرف یہ شیر ہے اور اس کو ضرور ہلاک کرونگا شیر کے حملہ کرنے کا معمولی وقت دن کے ۳ بجے سے شام تک بیان کیا گیا اور میں ٹھیک دو بجے اچھی طرح تیار ہو کر روانہ ہوا میرا اردلی اکثر شکاروں میں میرے ساتھ رہا ہے وہ گاڑی پر پشت کی طرف منھ کرکے بیٹھا اور میں سامنے سامنے کی طرف دیکھتا ہوا ایک ۵۰۰ ,۰ اکسپرس ہاتھ میں دوسری ۵۷۷ ,۰ بازو پر رکھی ہوی ایک ۰.۴۵۰ اردلی کے ہاتھ میں۔ ٹولوبور

اور ۴۰ ۳۲ بھی دوسرے پہلو پر۔ ریوالور اور چھرا سامنے۔ گاڑی ہانکنے والے شکاری کو بھی تاکید کر دی گئی تھی کہ شیر کو دیکھتے ہی گاڑی روک لے۔ دو بجے میں روانہ ہوا ساتھ رہنے والے پانچ چار سوار میری سواری کے تین گھوڑے میرے بیلوں کی جوڑی یہ سب دوسرے راستے سے صبح کو روانہ ہو چکے تھے تین کے قبل ہم اُس حصہ میں پہنچے جو شیر کی خاص جولانگاہ سمجھی جاتی تھی میں نے کئی مقامات پر بیلوں کی ہڈیاں اور سینگ پڑے ہوئے بچشم خود دیکھے تین سے چار تک میں اُسی جھاڑی سے بھرے ہوئے میدان میں چلتا رہا جو شیر کے پھرنے اور شکار کرنے کا خاص حصہ تھا مگر کہیں شیر کا پتہ نہ لگا آخر میں میں نے بیل گاڑی سے کھلوا کر چرنے کے لئے چھُڑوا دئے اور خود گاڑی پر پندرہ منٹ تک ہوشیار بیٹھا رہا۔ اس میں بھی ناکامیابی ہوی اور میں تنگ آکر منزل کو روانہ ہو گیا اور چھ بجے بہت افسردہ اور رنجیدہ کیمپ میں داخل ہو گیا دوسرے روز صبح کا پُر لطف واقعہ یہ ہے۔

ایک گونڈ پٹیل کو میں نے کسی قصور کی بنا پر معطل کر دیا تھا پہلے مقام پر وہ عرضی لے کر حاضر ہوا تو میں نے دوسرے کیمپ پر حاضری کی ہدایت کی تیسرے روز صبح کو یہ پٹیل عرضی لے آیا تو جو اہلکار اور چپراسی اور اہل مقدمہ وہاں موجود تھے سب نے مُسکرانا شروع کیا مجھکو حیرت ہوی کہ یہ سب کیوں مسکرا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کیا واقعہ ہے تو سررشتہ دار صاحب نے کہا کہ سرکار پٹیل سے دریافت فرمائیں اور یہ بھی پوچھیں کہ یہ نئے کپڑے کیوں پہنے ہوئے ہیں میں نے سوال کیا اور اُس کے جواب میں جو کچھ پٹیل نے بیان کیا اُس کا خلاصہ جو بہت سے جرحی سوالات کے بعد سمجھ میں آیا درج ذیل ہے۔

میں نے حکم کے موافق یہاں حاضر ہونے کا قصد کیا اور سرکار کے ساتھ چلنے کا ارادہ کیا تو منشی صاحبان نے مجھ کو منع کر دیا کہ اُس شیر کو مارنے کی غرض سے صاحب تنہا جائیں گے تم ساتھ نہ جاؤ میں ٹھیر گیا اور ارادہ کیا کہ صاحب کے روانہ ہونے کے

ایک گھنٹہ بعد روانہ ہوں مگر جاؤں اُسی راستہ سے یہ سب لوگ نو دس بجے دوسرے
راستہ سے چل دیئے میں ٹھیرا رہا دو بجے آپ تشریف لے گئے میں یہ سمجھا ہوا تھا کہ آپ
شیر ماریں گے راستہ صاف ہو جائے گا میں ساڑھے تین کے قریب روانہ ہوا جب
فلاں مقام پر پہنچا تو شیر سامنے سے دوڑتا ہوا آیا اور گاڑی سے چار گز پر آکر ایک
زور کی بھپکی دی۔ بیل وہیں کھڑے رہ گئے شیر آگے بڑھا اور اطمینان کے ساتھ
گاڑی کے جوئے پر ایک ہاتھ رکھکر دوسرے ہاتھ سے بیل کی گردن پر تھپیڑ مارا بیل کے
گلے کی رسی ٹوٹ گئی اور بیل پانچ چار منٹ تک لڑکھڑاتا ہوا گھٹنوں پر گر گیا شیر نے
جھپٹ کر اُس کی گردن پکڑی اور گرانا چاہا میں خود گاڑی ہانک رہا تھا بیلوں کی رسیاں
میرے ہاتھ سے چھوٹ گئیں اور میں گاڑی کے گرنے سے زمین پر کھڑا رہ گیا میں نے
شیر کو گردن پکڑتے دیکھا تو میں زور زور سے چلایا مگر شیر نے میری پروا بھی نہیں کی
بیل شیر کے گرانے سے نہ گرا اور اُس کے مُنھ سے چھوٹ کر جنگل کو بھاگ گیا
اب شیر نے میری طرف دیکھا ایک ڈانٹ بتائی کہ میرے حواس گم ہو گئے۔ مگر
شیر نے مجھ پر حملہ نہیں کیا میں صرف پانچ چھ قدم پر کھڑا تھا جب چاہتا مجھ کو شیر
مار ڈالتا مگر اُس نے بجائے میرے دوسرے بیل کو جو قریب ہی کھڑا تھا گردن پکڑ کر
گرا دیا اور مار ڈالا میں اس عرصہ میں وہاں سے چلدیا اور تقریباً بیس گز پر ایک بڑا
درخت تھا اُس پر چڑھ گیا شیر دس منٹ تک بیل کو جھنجوڑنے اور اُس کا گلا بار بار
دبانے میں مصروف رہا پھر بالکل الگ کھڑا ہو گیا چند منٹ بعد شیر گاڑی کے قریب آیا
اُس کا چکر لگایا وہ مجھ کو ڈھونڈ رہا تھا میں وہاں ہوتا تو خدا معلوم کھا جاتا یا مار ڈالتا
خیر شیر نے جب گاڑی کو خالی پایا تو خوب غرایا۔ غرانے میں اُس کی نظر مجھ پر پڑ گئی دوڑتا
ہوا آیا اور دونوں ہاتھ درخت پر رکھ کر ایک ہاتھ اوپر بڑھایا مگر میں بہت بلند تھا
کئی منٹ شیر یونہی کھڑا رہا پھر زمین پر ہاتھ رکھکر شیر نے تین ڈکاریں ایسی لگائیں

کہ میں تو میں درخت ہلنے لگا اور میرے تمام کپڑے خراب ہو گئے شیر نے جو کچھ درخت کے نیچے گرا اُس کو سونگھ کر پھر ایک آواز لگائی اور میری طرف اوپر دیکھ کر غرغر زور سے کرتا رہا چند منٹ بعد شیر نے بیل کے پاس جا کر اُس کی دُم کتری اُس کو منھ سے چار فٹ پر پھینک دیا اور دیر تک دُم کو دیکھتا رہا پھر دُم کے نیچے نیچے پھاڑا اور کھانا شروع کیا۔ آدھے گھنٹے میں شام ہو گئی مجھ کو کچھ کچھ نظر آتا تھا شیر بیل کے پاس سے اُٹھا اور میرے درخت کے پاس آکر اوپر دیکھا اور پھر زور زور سے غرایا مجھ سے خطا ہو گئی میں بالکل برہنہ ہو گیا تھا اور دو شاخوں کے بیچ میں پھنس کر بیٹھا تھا جو کچھ پیٹ سے خارج ہوتا وہ سیدھا زمین پر گرتا اُس کی آواز پر شیر غر کرتا تھا چند منٹ ٹھیر کر پھر شیر بیل کے پاس گیا پھر کچھ کھایا اور پھر درخت کے نیچے آیا اپنے آنے کی اطلاع اب کی مرتبہ لمبی ڈکار لے کر دی۔ میں درخت سے مضبوط لپٹ گیا اور اپنے کرتے سے اپنے بازو شاخ میں مضبوط باندھ دیے کہ اگر گر دن تو اُس کے سہارے سے سنبھل جاؤں۔ شیر رات کو میرے اور بیل کے درمیان میں رہا سوتا تھا یا لیٹا تھا یا بیٹھا تھا میں نہیں دیکھ سکا۔ رات یونہی گذری صبح ہونے مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا مگر کرتے کی بندش نے بازو کو جھٹکا لگا اور میں جھونکا کھا کر ہوشیار ہو گیا روشنی ہونے پر شیر نے بیل کی لاش پر جھاڑی اور کانٹی ڈالی اور معلوم نہیں کہاں چلدیا لیکن میں مارے خوف کے نیچے نہ اترا۔ جاتے وقت شیر مجھ کو غر کر کے بتا گیا تھا کہ میں تجھ کو بھولا نہیں ہوں ۹ بجے کچھ آدمی دور سے جاتے ہوئے نظر آئے میں چلایا وہ سب مِل کر آئے اور مجھ کو کپڑا دیا میں اُن کے ساتھ فلاں گاؤں کو گیا۔ کپڑے خریدا اور اب نئے کپڑے پہن کر حاضر ہوا ہوں یہ اُس کا خلاصہ ہے جو بلا مبالغہ سینکڑوں جرح کے سوالات کے جواب میں گنپتی پٹیل نے بیان کیا۔ اِس میں کوئی بات غلط نہیں ہو سکتی کیونکہ جرح نے سب

بیان صاف کرلیا ہے زخمی بیل جو شیر کے منھ سے چھوٹ کر بھاگ گیا تھا پٹیل کے ساتھ تھا یہ واقعہ شیر کی جرأت اور اُس کے افعال کا بے شک عجیب اور غیر معمولی ڈراما ہے اور اِس سے بہت سے مفید اور تحقیقات طلب مسائل پر روشنی پڑتی ہے۔

ف۔ ایک شیر نے چند آدمیوں کو تالاب کے کنارے ماٹھ میں بیٹھے ہوئے دور سے غالبًا دیکھ لیا۔ یہ رات کے وقت کمبل اوڑھے اور آگ کو چھپائے تاپ رہے تھے۔ دور ہی سے شیر نے ایک آواز دی یا اِن کو ڈرانے کے لئے یا محض تفریحًا یہ سب کمبل چھوڑ ماٹھ سے نکل بھاگے قریب ہی درخت تھے اُن پر چڑھ گئے شیر سیدھا ماٹھ پر آیا اُس میں اُترا کمبلوں کو پارہ پارہ کر ڈالا اور آگ کو پنجوں سے بجھا دیا۔

ف۔ اِسی شیر نے اِسی تالاب کے کنارے مجھ کو ماٹھ میں بیٹھے دیکھا غرایا اور چل دیا۔

ف۔ غیر معمولی افعال و حرکات کے واقعات یہاں کافی درجہ تک بیان ہو چکے ہیں اب میں شیر کی زندگی کے تیسرے حصّہ یعنی بڑھاپے کے حالات قلمبند کرتا ہوں۔ اِس کا بڑا حصّہ آدم خواری اُس کے وجوہ و واقعات پر مشتمل ہے۔
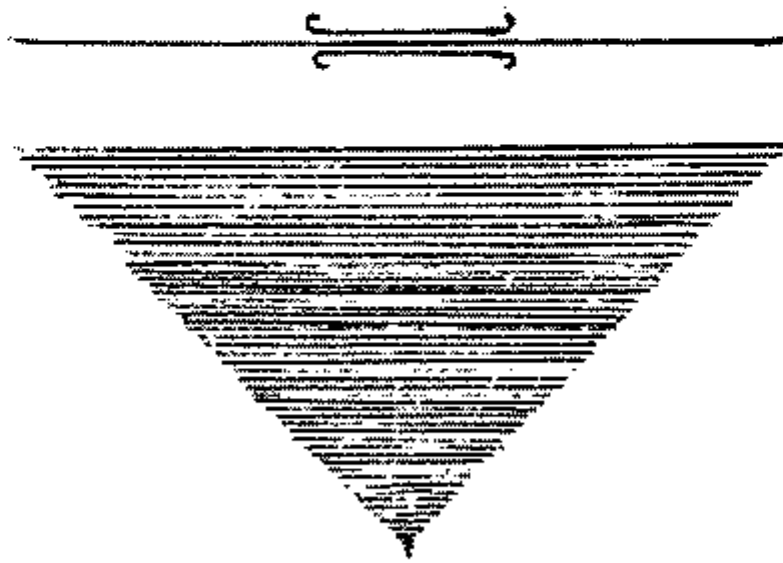
باب سوم

شیر کا بڈھاپا اور اُس کی آدم خواری وغیرہ

جب شیر بڈھا اور اس قدر کمزور ہو جاتا ہے کہ وہ زراعت کے پلے ہوئے جانوروں کو بھی نہیں گرا سکتا تو وہ ایسے شکار کو تلاش کرتا ہے جس کا ہلاک کرنا آسان ہو اور جس کے پکڑنے کے لئے زیادہ جدوجہد اور جسمانی محنت کی ضرورت نہ ہو۔ چوپایوں میں غالباً بکری سب میں زیادہ کمزور جانور ہے۔ بڈھا شیر ابتدائے ضعف پیری میں بکریوں کے مندوں کے پاس پہنچکر اُن کا تعاقب کرتا ہے مگر جان کے خوف سے وہ بھی اتنا تیز بھاگتی ہیں کہ بڑے میاں کو پکڑنے میں تکلیف و ناگواری ہوتی ہے۔ طوعاً و کرہاً یا ضرورت کی مجبوری سے چندروز یہ عمل جاری رہتا ہے اول اول یہ خیال گذرتا ہے کہ بور بچہ بکریاں مار رہا ہے۔ مگر جب ایک دو مرتبہ شیر نظر آجاتا ہے تو بکری والے فوراً وہ جنگل چھوڑکر چلدیتے ہیں۔ شیر کے جرائم کا الزام بور بچے کے ذمہ عاید کیا جائے اِس کا تمام عمر میں یہی ایک موقعہ ہے ورنہ اکثر و بیشتر بور بچے کے مظالم اور لوٹ مار کا ملزم شیر ٹھیرایا جاتا تھا بکریوں کے پکڑنے میں شیر یہ چال چلتا ہے کہ جب بکری کسی بلند جھاڑی کی کونپلین اور نرم پتے کھانے کے لئے پچھلے پیروں پر کھڑی ہوکر پیٹ بھرنے کے شغل میں مصروف

محسوس ہوتی ہے اُس وقت شیر کو پاس پہنچنے میں آسانی ہوتی ہے دوڑنا بھی نہیں پڑتا دبا ہُوا آہستہ آہستہ آتا اور گردن پکڑ کر اُٹھا لیجاتا ہے۔ گاؤں والوں اور جنگل میں رہنے والوں کا خیال ہے کہ دوپہر کے جاندار کو کھانے اور دوپایہ انسان کا خوف دل سے نکلجانے کا آغاز اور ابتدا اسی فعل سے ہوتی ہے۔ دوپہر پر کھڑی ہوی بکریوں کو پکڑتے پکڑتے شیر کا اگر کسی چرانے والے سے مقابلہ ہو جاتا ہے تو شیر بھوک کی جھلاہٹ میں اُس کو بھی ہلاک کر دیتا ہے۔ ہلاک تو غصہ میں کرتا ہے مگر پیٹ بُری بلا ہے خون منہ سے لگنے اور گوشت کا مزا چکھنے کے بعد شیر کے دل سے خوف تو پہلے ہی کم ہو چکا تھا اب چاٹ پڑ جاتی ہے اور یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ انسان سُب میں کمزور اور سب میں مزیدار تر نوالہ ہے۔

اسی قسم کی کوئی اتفاقی واردات مردم خواری کی ابتدا ہوتی ہے مگر گونڈوں کلاموں اور جنگل کے رہنے والوں کا اعتقاد یہ ہے کہ آدم خواری کی وجہ بھی بکریاں ہیں اور اس خوفناک عادت کی ابتدا صرف دوپہر پر کھڑی ہونے والی بکریوں سے ہوتی ہے واقعات صحیح اور بہت زیادہ قرین قیاس ہیں مگر صرف اسی واقعہ کو تنہا ذریعہ اور طریقہ ابتدائے آدم خواری کا تسلیم کرنا نا ممکن ہے۔

شکاری مصنفین یورپ میں سے صرف دو چار نے اس کا ذکر کیا ہے۔ مگر چونکہ کسی کو یہ ہیبت ناک نظارہ دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا اس لئے یہ موثق و معتبر واقعہ نہیں خیال کیا جاتا۔

آدم خوار ہو جانے کے بعد شیر کو بمقابلہ سابق یعنی جب کہ وہ جنگل کے جانوروں کا شکار کرتا یا مویشی کو مار کر پیٹ بھرتا تھا بہت زیادہ ہوشیار۔ چالاک۔ مکار اور بہت سے احتیاط کے ساتھ چلنے پھرنے کا عادی ہونے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔ پہلے اُسکو جانوروں سے واسطہ تھا اب اشرف المخلوقات سے مقابلہ ہے۔ پہلے کوئی جانور انتقام کی تدبیر نہ کرتا تھا اب اس آفت کے پر کالے کو جو زمین۔ سمندر۔ ہوا اور آگ کو تابع کر چکا ہے

چھیڑتے ہی تمام دنیا شیر سے متنفر ہو جاتی ہے۔ اعزہ اور اقربا تو ایک طرف دُور دُور کے شکاری مجرم شیر سے بدلہ لینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں جرم کے ارتکاب کا اگر دو چار مرتبہ اعادہ عمل میں آیا تو حکومت شیر کے خلاف اخباروں اور اشتہاروں کے ذریعہ سے اعلان جنگ کر دیتی ہے اُس کی جان لینے پر انعام مقرر ہوتا ہے اور جو ایسے مجرم کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرے اُس کو ہر شخص مدد دینے کے لئے تیار ہوتا ہے الا اس صورت میں کہ شیر شیطان یا بھوت یا کسی کی روح مشہور ہو گیا ہو اگر یہ آخرالذکر واقعہ پیش آ گیا اور گاؤں والوں کے دل پر آسیب کی بلا یا جادو کا شیر ہونیکا اعتقاد جم گیا تو پھر کوئی مدد نہیں دیتا ایسے اعتقاد والے اور تقریباً گاؤں کا ہر شخص اسمیں شامل ہے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جس نے شیر کا پتہ بتایا یا جس نے کوئی ایسا فعل کیا جو شیر کی ہلاکت کا مؤید ہو شیر اُسی کو کھا جائے گا۔ شیر انسان کی مخالفتوں کے طوفان اور انسان کی تدابیر کا مقابلہ صرف اپنی چالاکی اور مکاری سے کرتا ہے اور اس کوشش میں ایسی ایسی عیاریوں اور احتیاطوں نیز ایسی دلیری اور جرأت کا اظہار کرتا ہے کہ بڑے بڑے پرانے تجربہ کار شکاری ہفتوں اور مہینوں صرف پتہ و نشان معلوم کرنے میں ناکامیاب رہتے ہیں اگر پتہ چل بھی گیا تو اس قہر خدا کی نشانی کو نشانہ بنانے میں سخت دقتیں پیش آتی ہیں مجھ کو کئی آدم خوار شیروں کو ہلاک کرنے کی عزت حاصل ہوئی ہے اور اُس کی وجہ ضلع عادل آباد کا ۸ سال کا قیام اور اُس کے ساتھ وہ اعتبار ہے جو بربنائے عنایت و حسن ظن میرے چند بالا دست عہدہ داروں کو میرے شکاری ہونیکی نسبت تھا بعض اوقات موسم یا کسل یا ناسازی طبع کی بنا پر میں نے پہلو تہی بھی کی مگر صدر کے باضابطہ احکام اور عہدہ داروں کے پرائیویٹ اصراروں سے میں بادل ناخواستہ مردم خوار کی جولانگاہ یا مظالم کے میدان کو پہنچنے پر مجبور ہو گیا۔ اس بادل ناخواستہ کا دائرہ یا دوران صرف مستقر تک محدود تھا جب نکل کھڑا ہوا۔ اور

میدان کارزار میں جس کی وسعت بیس تیس میل تک ہوتی تھی پہنچ گیا تو پھر سبھی کچھ کرنا پڑتا تھا حتیٰ کہ رات کو سرکاری کام سے فارغ ہونے کے بعد جب کسی جسمانی حرکت کی ضرورت نہ ہوتی تھی تو معتبر اور مشہور شکاریوں سے بتوسط اُن کی تصنیفات کے ملاقات ہوتی بغرض یا انتظام بلحاظ مقام و موقعہ سمجھ میں آتا اُس کو نوٹ کر لیتا اور صبح کو اُس کی آزمائش کرتا ایک تو کڑوا کریلا اُس پر چڑھا نیب۔ ذاتی خبط اور پھر بالادست افسروں کی شہ سونے پر سہاگہ کا کام دیتی تھی جلیل القدر حکام جب شکار کا ارادہ فرماتے تو مجھ کو بذات خود انتظام کرنے کا حکم وصول ہوتا۔ کوئی آدم خور راستہ روک دیتا اور سرکاری ڈاک رُک جاتی تو مجھکو لکھا جاتا کہ افسوس ہے آپ کے موجود ہوتے ہوے شیر نے سرکاری خطوط اور احکام کے پہنچنے کو روک دیا ہے براہ کرم اُس کی ہلاکت کا جلد سے جلد انتظام فرمایئے۔

ڈائرکٹر جنرل صاحب نے لکھا کہ افسوس ہے کہ تمھارے زمانہ میں اور تمھارے احاطہ حکومت میں شیر اس قدر جانوں کو ضائع کرے اور بغیر سزا پانے کے نکلجائے تم فوراً اُس طرف کا دورہ کرو اور خاص توجہ کے ساتھ اِس مضرت رساں خوفناک جانور کو ہلاک کرو پھر لکھتے ہیں میرا خیال تھا کہ تم جتنے گذرے کے شیر کو اب سے بہت دن قبل اپنے کمرے کا فرش بنا چکے ہونگے بہرصورت جلد اس بلا کو دور ہونا چاہیئے تمھاری تحریک کے موافق میں نے ۵۰۰ روپیہ انعام کی منظوری دیدی ہے۔

جناب معتمد صاحب نے سرکاری روبکار میں لکھا کہ قطب الدین احمد صاحب تعلقدار عادل آباد سے درخواست کیجائے کہ وہ اُس طرف دورہ کرکے اس موذی کا خاتمہ کردیں۔

بہرصورت شکار کے انتظامات مجھ کو کرنے پڑے اور اس حکومت اور فراخ دستی کے ساتھ اس کے علاوہ متوسط درجہ کے حکام اور مہمان اکثر و بیشتر یورپین فوجی

جرنل میجر اور کپتان وغیرہ یہ سب حضرات میرے نام سفارشی خطوط لاتے کہ خاص طور پر ان کی مدد اور شکار کا انتظام فرمایئے۔ سر فریدون الملک مرحوم نواب نظامت جنگ بالقابہ کے پرائیوٹ خطوط میرے لئے بمنزلہ حکم کے ہر طرح قابل تعظیم و تعمیل تھے۔ میں بسرو چشم ان احکام کی تعمیل اور ان کے احباب کے شکار کا انتظار کرتا تھا اس پر طرہ یہ تھا کہ تقریباً ہر شکاری نے یہ خواہش ظاہر فرمائی کہ وہ دورے میں میرے ساتھ رہیں گے۔ گرمی کا زمانہ شکار اور دورے کا زمانہ ہے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ میرا اس میں یہ نقصان ہوتا تھا کہ خانۂ مروت خراب مجھ کو شکار کے اپنے مواقع میں سے اکثر اُن کے نذر کرنے پڑتے تھے مگر حقیقتاً سوسائٹی کا لطف اور اُس کی قدر ہر سال دو چار اور نو برس میں سب ملاکر دس بیس شیر مار لینے کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے بعض جلیل القدر حضرات سے اب تک خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہے اور وہ اصحاب میرا ذکر بہت محبت کے الفاظ میں کرتے ہیں الغرض اتفاقیہ طور پر مجھ کو ایسے مواقع حاصل ہونے کی بنا پر فطرتاً مجھ کو حضرت شیر سے بہت واسطہ پڑا ہے میں مصنفین کا بھی بالخصوص ٹریول اور اسپورٹ پر کتابیں لکھنے والوں کا شوقین رہا ہوں اور اُن کی قابل قدر رایوں اور تجربوں کے قیمتی خرمن سے بھی میں نے بہت خوشہ چینی کی ہے۔

شیر کی مردم خواری کے حالات اور واقعات درج کتاب کرنے میں زیادہ تر اور اوّل میں یوروپین مصنفین کے بیانات اور اُن کے تجربات نیز اُن کی رایوں کو پیش کرنا مناسب خیال کرتا ہوں اس کے بعد میں اپنے ذاتی دو چار واقعات کا ذکر کرونگا

آدم خوار ابتدا میں جنگل کے چرواہوں اور لکڑی کاٹنے والے کمبل پوشوں کو کھاتا ہے اس وقت شیر کو جو بڑی محنت کرنی پڑتی ہے وہ اپنے آپ کو چھپاتا ہے۔ فطرت نے اُس کی حفاظت یا ذریعہ بہم رسانی رزق کی غرض سے شیر کو چھپنے کا فن کمال کے درجہ تک سکھا دیا ہے شیر جب شکار پر داؤں لگاتا ہے یا جب اسکو پوشیدہ رہنا منظور ہوتا ہے

تو چھوٹے چھوٹے پتھر یا جھاڑیوں اور زمین کی ناہمواریوں سے پورا فائدہ اٹھاتا ہے جتنا چوڑا اُس کا چہرہ ہوتا ہے اور وہ غالباً ایک مربع فٹ سے زیادہ نہیں ہوتا شیر اپنے ہی بڑی چیز کے سامنے یا اُسی جسامت کی چیز کے پیچھے اپنے پورے جسم کو چھپا لیتا ہے۔ جب آدمی کو پکڑنے کے لئے شیر دبتا ہوا آتا ہے اُس وقت نہ کسی قسم کی آہٹ ہوتی ہے اور نہ اپنے مظلوم کو وہ نظر آتا ہے اپنی جست کے اندر پہنچکر یا تو شیر غرّا کر کے شکار کو دابِ لیتا ہے یا بغیر جست اور بغیر آواز کرنے کے خاموشی اور تیزی کے ساتھ جس کو بجلی سے تشبیہ دینا جائز ہے۔ گردن یا کمر سے پکڑ لیتا ہے جس طرح بلّی چڑیا یا چوہے کو آسانی کے ساتھ اٹھا کر لیجاتی ہے اُسی طرح بلکہ بلّی کے مقابلہ میں زیادہ آسانی کے ساتھ شیر انسان کو کھینچتا ہوا لیجاتا ہے۔ اگر گردن پکڑی ہو آواز کا نکالنا ناممکن ہے اگر کمر پکڑی ہو تو بعض جری اور ہمت والا انسان جس کے حواس بجا رہے ہوں دو چار بار ہائے ہائے چلاتا ہے ورنہ بالعموم شیر کے پکڑنے کے بعد ہی بیہوشی طاری ہو جاتی ہے جن لوگوں نے یہ منظر دیکھا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ شیر کے پکڑتے ہی ہاتھ پیر ڈھیلے ہو جاتے ہیں اور آواز نہیں نکلتی زمین پر ہاتھ پیر مردے کی طرح لٹکتے اور ہر جھاڑی یا پتھر سے رگڑتے ہوے جاتے ہیں مگر مظلوم ذرا بھی جنبش نہیں کرتا تا آنکہ مقتول و مظلوم کے ساتھی چلاتے ہیں مگر شیر مطلقاً پروا نہیں کرتا نہ ٹھیرتا ہے نہ پیچھے دیکھتا ہے نہ اُسکی رفتار میں فرق ہوتا ہے گنجان جھاڑی یا گھانس میں پہنچنے کے بعد کس کی جرأت ہے کہ شیر کا ایسے وقت پر تعاقب کرے۔

ایک موقعہ پر دس بارہ لکڑہارے لکڑی کاٹ رہے تھے آدم خور حسب معمول دبکتا ہوا آیا اور کنارے پر جو آدمی تھا اُس کو گردن پکڑ کر لے چلا۔ یہ سب لکڑہارے ایک دوسرے سے تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر اپنے کام میں مصروف تھے۔ ایک لکڑہارے نے جھاڑی پر نعش کے گھسیٹے جانے کی آواز پر اُس طرف دیکھا تو یہ

منظر نظر آیا یہ ہمت والا تھا زور سے چلایا اور لکڑہاروں نے بھی غل مچایا اور سب نے یکجا ہو کر اور کلہاڑیاں سنبھالکر شیر کا تعاقب شروع کیا شیر کچھ زیادہ دور نہیں تھا اس مجمع کو آتے دیکھکر لکڑہارے کی لاش کو منھ سے چھوڑ دیا مگر اس کو اپنے ہاتھوں کے بیچ میں رکھکر ان کی طرف مخاطب ہوا اور وہیں سے دو تین ایسے نعرے لگائے کہ غریبوں کا خون خشک ہو گیا شیر نے پھر لاش کو اٹھا لیا مگر اس مرتبہ کمر پکڑ کر اور سیدھا جھاڑی کا رخ کیا۔ آدم خوار کی ایک مشہور عادت یہ ہے کہ وہ دیہات کے بازار کے دن کسی گاؤں کے قریب عین آمد و رفت کے راستہ پر چھپ کر بیٹھ جاتا ہے عموماً عورتیں خرید و فروخت میں دیر کر دیتی ہیں اور اپنے گاؤں کو مغرب کے قریب پہنچتی ہیں یہ امر کہ وہ ایک ایک کی قطار میں آگے پیچھے چلتی ہیں ان کی عادت میں داخل ہے سر پر ٹوکریاں اکثر گاتی اور غل مچاتی ہوئی جاتی ہیں ان میں سے ایک آدہ دو چار قدم پیچھے رہجاتی ہے۔ نئے آدم خوار کے لئے یہ اور تجربہ کار خونخوار کے لئے قطار میں سے کوئی جو اس کو پسند آجائے شیر کا نوالہ ہے کبھی آواز دیکر جس کا مقصد صرف بدحواس کرنا ہوتا ہے اور کبھی خاموشی کے ساتھ شیر اپنی منتخب کردہ عورت کو لے اڑتا ہے یہ عجیب واقعہ ہے اور اس کو بڑے بڑے کٹر کسی بیان کو تسلیم نہ کرنے والوں نے تسلیم کیا ہے۔ کہ شیر اکثر عورتوں کو پکڑتا ہے اور اس سے زیادہ عجیب اور وہ بھی مسلمہ امر یہ ہے کہ جوان اور تندرست عورت کو جس میں بہت سا گوشت نکلے شیر انتخاب کر لیتا ہے۔ شیر کے مظالم کا حلقہ بہت وسیع ہوتا ہے اور جس گاؤں سے شیر ایک انسان کو لے جاتا ہے وہاں کم از کم ایک مہینے تک نہیں آتا اس کے تاخت و تاراج کے میدان کی وسعت کا اندازہ یہ کیا گیا ہے کہ ایک مرکزی مقام سے یہ ہر جانب تیس تیس میل تک انسانوں کی جانوں پر ڈاکہ ڈالتا اور جسم کا خراج وصول کرتا ہے۔

ممالک متوسط میں ۱۸۴۲ء اور ۱۸۶۰ء کے درمیان آدم خواروں کی یہ کثرت ہوگئی تھی کہ گورنمنٹ کو اس مسئلہ پر غور کرنا پڑا کہ یہ حصہ ملک آباد رہ سکیگا یا نہیں۔ اُس زمانہ میں ذرائع آمد و رفت بھی مفقود تھے سفر صرف بیل گاڑیوں یا گھوڑے پر منحصر تھا پھر زمانہ حال کے تباہ کن اور زوردار جلد فائر کرنے والے اور دور تک اثر کرنے والے ہتھیار بھی موجود نہ تھے آخر کار سرکار کی طرف سے آدم خواروں کو مارنے کے لئے بیش بہا انعام مقرر ہوئے نیز عام شیر کی ہلاکت کا انعام بھی (مار) مقرر تھا جو ۱۹۱۲ء تک جاری رہا اِن کوششوں کے بعد برتیچ لوڈروں کی ایجاد اور متعدد ریلیں کھلنے کی وجہ سے فوجی افسروں میں شیر کا شکار فیشن میں داخل ہوگیا حتیٰ کہ صنف نازک نے زمانہ کورٹ شپ میں اپنے جان نثار خریداروں سے یہ سوال کرنا شروع کردیا کہ کیا آپ نے شیر مارا ہے ان نعمتوں کے حصول اور رحمت باری کے نزول نے شیروں کی تعداد میں معتدبہ درجہ تک کمی پیدا کردی اس کمی میں مسلسل زیادتی جاری رہی اور اُسی کمی کے تناسب سے موذی آدم خوار بھی فنا ہوتے جارہے ہیں مگر ۱۹۱۴ء سے ۱۸ء تک کی جنگ عظیم نے شیر افگنی میں یکایک کمی پیدا کردی سب آفسر معرکہ آرائی میں شامل اور مصروف ہوگئے۔ ضلع کے حکام میں چند ہی کو شیر کے شکار کا موقع اور فرصت ملی میں معافی چاہتا ہوں ان میں شکاری ہوتے بھی معدودے چند ہی ہیں۔ آدم خواروں کی پھر یہ کثرت ہوگئی کہ گورنمنٹ گزٹ میں ہر ہفتہ انیس بیس اشتہارات انعام ہلاکت آدم خوار کے شائع ہوتے ہیں۔

ایک مصنف نے لکھا ہے کہ صرف یوروپین شیر کا شکار کھیلتے ہیں اور وہی اس ایذادہندہ کی تعداد کو کم کرتے ہیں۔ اہل ہند میں یہ صلاحیت یا ہمت ہی نہیں ہوتی انکا شکار صرف ہرن اور چرندوں تک محدود ہے۔ ممکن ہے کہ یہ درست اور صحیح ہو مگر میرا یہ جواب ہے کہ اگر ہم کو بھی وہی سہولتیں، ہتھیاروں۔ دولت اور حکومت کی حاصل ہوں تو پھر ہمیں میدان ہیں گوے۔ علاوہ بریں قلم درکف کا معاملہ بھی قابل غور ہے ہم میں

جن کو استطاعت ہے بالخصوص واجب التعظیم والتکریم طبقۂ امرا میں اور اُن سے بڑھکر فرمانروایان ملک میں نیز اُن متوسط الحال شرفا میں جن کو اس کا موقعہ ملجاتے ایسے ایسے متعدد افراد موجود ہیں جنکا اِس کورصدی سے بہت آگے بڑھا ہوا ہے راجہ صاحب والی سمستان کا انتقال حال ہی میں ہوا ہے انہوں نے ایک سو باون شیر مارے اور اِن کی سیزدہ سالہ صاحبزادی نے بارہ شیر ہلاک کئے۔ سو شیر مارنے والے تو میں صرف دو کو جانتا ہوں مگر بفضلہٖ اپنے ملک میں درجنوں اور کوڑیوں کے حساب سے مارنے والے شکاری اِس وقت بھی دس بارہ سے کم موجود نہیں ہیں۔

ان جھگڑوں سے قطع نظر کرکے بالفعل ہمارے ملک میں آدم خوار بہت کم رہ گئے ہیں۔ باہر کے ممالک میں جو مردم خوار موذی تماشے کرچکے ہیں اور کررہے ہیں اُن کے شبُہ کاریوں اور سیاہ نامہ اعمال کے اندراجات پر پھر متوجہ ہونا مناسب ہے۔

یہ معلوم کرنے کے بعد کہ جب شیر بڈھا یا کسی وجہ سے معذور ہوجاتا ہے یا اُس کے دانت کسی جنگ میں ضائع ہوجاتے ہیں یا وہ لنگڑا ہوجاتا ہے تو وہ انسان کو آسان ترین لقمہ سمجھکر اُس کو مارنے اور کھانے کا عادی ہوجاتا ہے انسان کو کھانیکے بعد بالعموم شیر بندھے ہوے جانوروں کو نہیں مارتا کتنے ہی جانور حتیٰ کہ گدھا جو کسی طرح شیر کو نقصان نہیں پہنچا سکتا گارے کے لیئے باندھا جائے تب بھی آدم خوار اُس کی پرواہ نہیں کرتا اور جانور کی طرف ملتفت نہ ہونے کی وجہ کیا ہوسکتی ہے یا تو انسان کے گوشت میں کسی خاص لذت کا موجود ہونا یا شیر کی قوت کا اس درجہ تک زائل ہوجانا کہ وہ کسی جانور کو گرانے اور مارنے کی ہمت ہی نہ کرسکتا ہو ایک انگریزی مصنف کا تجربہ ہے کہ آدم خوار شیر اور جانوروں پر نہ آتا ہے مگر پاڑیو اور سُور پر آتا اور گارا کرتا ہے مگر کسی اور مصنف نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ اکثروں نے عام شیروں اور شکاری شیروں کی نسبت لکھا ہے کہ وہ سور کے گوشت کے بڑے قدر دان اور

شائع ہوتے ہیں انسان کو شیر وقت واحد میں کھاجاتا ہے صرف سر اور ہاتھ پیر چھوڑ دیتا ہے
اور ان کو کھانے کے لئے دوبارہ نہیں آتا یہ دو وقتیں یعنی آدم خوار شیر کا بڑھے ہوئے
جانوروں پر گارا نہ کرنا اور انسان کی نعش پر دوبارہ نہ آنا اس مجرم کے گرفتار نہ ہوسکنے کے
بڑے اسباب ہیں۔ تیسرا سبب جس کی وجہ سے آدم خوار کی ہلاکت میں سخت وقت
پیش آتی ہے۔ وہ اس قاتل ڈاکو کی چالاکی اور عیاری ہے اگر یہ معمولی شیروں کے مانند
اپنے شکار کردہ انسان کو کھاکر کہیں قریب کی جھاڑی میں یا پانی کے پاس سو رہے
تو بہت سے آدمیوں کی ورد سے اُس کو ہانکہ کرکے نکال لانا ممکن ہے۔ لیکن یہ ظالم
انسان کو کھانے کے بعد کوسوں نکل جاتا ہے اور ہفتوں پھر اس طرف کا رخ نہیں کرتا
انہی مجبوریوں اور لاینحل پیچیدہ اسباب کی بنا پر آدم خوار باوجود سخت کوششوں کے
اور باآنکہ ہر ممکنہ طریقہ پر تلاش کیجائے نظر نہیں آتا۔

ف ۔ ناگپور کے قرب وجوار میں ایک مرتبہ پانچ یوروپین شکاری وقت
واحد میں ایک آدم خوار کو گھیرنے کی غرض سے مختلف مقامات پر خیمہ زن ہوئے
اور یہ تدبیر کی کہ مقررہ دن پر ہر شکاری چند میل مرکز مقررہ کی طرف بڑھے اور اپنے
اپنے کیمپ کے گرد و پیش میں جہاں جہاں شیر کا ماگھہ (نشان پا) نظر آئے وہاں
ہانکہ کرائے جو شیر مل جائے وہ ہلاک کر دیا جائے اسی طرح ہر شکاری مارچ کرتا ہوا
دائرہ کو تنگ کرتا آئے۔ خواہ مخواہ شیر بیچ میں پھنسکر مرکزی مقام کے جنگل میں
مار کھا جائے گا یا اتنے بڑے دائرے میں جو رفتہ رفتہ تنگ ہوتا آیا ہے۔ اور
جہاں اتنے شکاریوں نے ہانکہ کرایا اور شکار کھیلا ہے کہیں نہ کہیں مارا جائے گا
یہ تمام اسکیم تین ہفتہ میں اختتام کو پہنچی نو شیر شکار ہوئے جنرل نانگیل حیدرآباد
کنٹنجنٹ کے چوتھے یا تیسرے رسالے کے کرنل کمانڈنگ تھے اور دکن میں اپنے وقت کے
سب میں بڑے شکاری مانے جاتے ہیں اس مہم کے حکمران تھے مرکز پر پہنچنے سے

ایک روز قبل وہ روانگی کے لیے سوار ہو رہے تھے کہ ایک گاؤں کے پٹیل نے خود آ کر رپورٹ کی کہ صاحب کے گذشتہ کیمپ کے قریب آدم خوار ایک مسافر کو لے اڑا اور صاحب کے کیمپ کی زمین پر جہاں صاحب کا ڈیرہ تھا وہاں اُس کو کھایا جو صاحب اس واقعہ کے راوی ہیں رسالدار شاہ میر خانصاحب وہ اُس وقت جنرل صاحب کے ہمراہیوں میں وہاں موجود تھے اُن کا بیان ہے کہ جنرل صاحب نے غصہ میں اپنی ہیٹ اتار کر پھینک دی اور فرمایا کہ یہ جنگلی لوگ سچ کہتے ہیں یہ جادو کا شیر ہے ہم کو نہیں ملیگا یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آدم خوار اور مردم کش شیر میں بڑا فرق ہے مردم خوار کی غذا اور اُس کا رزق آدمی ہو جاتا ہے بہ خلاف اُس کے مردم کش وہ شیر ہے جس نے کسی مقابلہ میں یا کبھی ناگہانی طور پر سامنے آجانے کی صورت میں کسی دباؤ میں آجانے یا ہانکنے کے وقت دق ہو کر کسی انسان کو مار ڈالا ہو۔ شیر زخمی ہو کر نکل جاتا ہے اُس کی تلاش میں شکاری بے احتیاطی کے ساتھ اُس کے قریب آجاتے ہیں تو شیر اُس وقت ایک کو کیا پانچ چھ آدمیوں کو زخمی کر دیتا ہے اِن میں سے دو ایک ضرور مر جاتے ہیں شیرنی جب بچے دیتی ہے اُس وقت بچوں کی حفاظت کی غرض سے بہت زیادہ غضبناک اور بدمزاج ہوتی ہے۔ صبح یا شام شیرنی اپنے بچوں کو لیکر باہر آتی ہے خود کسی بلند جگہ پتھر یا میدان کے کنارے بیٹھ جاتی ہے۔ بچے آس پاس کے کھلے ہوے جنگل یا میدان میں دوڑتے پھرتے ہیں۔ اگر کوئی اجل رسیدہ جاندار شیرنی اور اُسکے بچوں کے درمیان میں آگیا تو صرف بچوں کے حفاظت کی غرض سے شیرنی غراتی ہوی دوڑ پڑتی ہے۔ اِس کے بعد جیسا موقع ہو عمل کرتی ہے اِسی قسم کے حملوں میں چند آدمی ہلاک بھی ہو جاتے ہیں اگر مداخلت بیجا کا مرتکب قوی ہوا اور شیرنی مقابلہ نہ کرسکے یا اُس کو اپنی جان معرض خطر میں معلوم ہو تو شیرنی اپنی حفاظت کو مقدم اور بھاگ نکلنے کو ترجیح دیتی ہے۔ معمولی دشمن اور کمزور جانور مثل گائے بیل وغیرہ۔ نیز

تنہا گاؤں والا غیر مسلح انسان کو بھی مار ڈالتی ہے یا بُری طرح زخمی کر دیتی ہے۔ شیر بھاگتے ہوئے انسان کو دوڑ کر پکڑ لیتا ہے عموماً ران پکڑتا ہے اور دو تین جھٹکے دیکر چھوڑ دیتا ہے دانتوں کے زخم اور جھنجوڑ موت واقع ہونے کے لئے کافی ہوتے ہیں بعض خوش قسمت بچ بھی جاتے ہیں۔

بچوں کی حفاظت کے لئے مردم کُشی کرنے کے علاوہ شیر جب کسی مقام پر گھر جاتا ہے تب بھی اپنی جان بچانے کے لئے انسان کو ہلاک کر دیتا ہے۔ ہانکہ میں جو شیر اس کے خطرات سے واقف ہوتے ہیں وہ آگے بڑھنے میں بہت ضد کرتے ہیں اور جب زیادہ دبائے جاتے ہیں تو پلٹ پڑتے ہیں۔ اس کو شیر کا پلٹنا یا لائن توڑ کر نکلنا کہتے ہیں۔ بعض بعض شیر لائن توڑتے وقت پانچ پانچ چار چار آدمیوں کو زخمی کر دیتے ہیں ان میں سے دو ایک مر بھی جاتے ہیں مردم کُشی کے اور مواقع بھی اسی طرح پیش آجاتے ہیں مگر مردم خواری اور انسان کو کھانے کی عادت دوسری چیز ہے شیر کی مردم خواری انسان کے لئے سخت مصیبت اور بدترین بلا ہے سینکڑوں ہزاروں گاؤں ایک دوسرے سے تھوڑے فاصلہ پر اس طرح واقع ہوئے ہیں کہ اُن کے درمیان میں اُن کی زراعت کے گرد اور اُن کے قریب جنگل اور پہاڑ ہیں یہ ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کو جانے کے لئے جنگل میں سے گذرنے پر مجبور ہیں جب آدم خوار شیر گرد و نواح میں پیدا ہو جاتا ہے تو ہر شخص کو جو باہر جاتا ہے واپس آنیکا یقین نہیں ہوتا جب متعدد دیہات سے ایک ایک دو آدمیوں کی جان و جسم کا شیر ٹیکس وصول کر چکتا ہے تو یہ غریب چندروز کے لئے جلاوطن ہو جاتے ہیں یا اگر کہیں زمین مل گئی تو ہمیشہ کے لئے اپنے وطن مالوف کو خیرباد کہہ کر وہیں بس جاتے ہیں اس کا اثر سرکاری دفاتر کے کاغذات میں ردوبدل کی وجہ سے سرکاری کام اور آمدنی پر پڑتا ہے۔

ف ۔ بڑا غضب یہ ہے کہ اِس آدم خوار موذی کی عیاری کی وجہ سے اِس کا ہلاک کرنا سخت دشوار ہوتا ہے ۔ اچھے اور مشہور شکاری جب اِس کا تعاقب کرتے اور ناکام رہتے ہیں تو گانوں والے جن کو شکاری صاحب کی طرف سے اعتقاد کے درجہ تک یقین کامیابی تھا مایوس ہو کر شیر کی نسبت طرح طرح کے توہمات ظاہر کرنے لگتے ہیں کوئی شیر کو بھوت کہتا ہے ۔ کوئی جادو کا بنا ہوا کہتا ہے اور کوئی سمجھتا ہے کہ یہ کسی کی نجس اور ظالم روح ہے ۔ سب میں مشہور اور بہت عام توہم یہ ہے کہ شیر نے اخیر مرتبہ جس شخص کو کھایا ہے ۔ اُس کی روح شیر کے سر پر سوار یا ساتھ رہتی ہے جب کوئی شخص شکاری کو شیر کا پتہ بتاتا ہے یا کوئی فعل ایسا کرتا ہے کہ وہ شیر کی ہلاکت میں مدد دے ۔ تو یہ روح شیر کو بتانے والے کے پاس کسی نہ کسی طریقہ سے پہنچا دیتی ہے اور شیر اِس کو کھانے کے بعد سابقہ مظلوم کی روح کو آزاد اور مقتول نو کی روح کو گرفتار کر کے اُس سے بھی جاسوسی کا کام لیتا ہے ایک دوسرا وحشیانہ اعتقاد یہ ہے کہ آخر مظلوم کی روح بغرض انتقام شیر کے ساتھ ساتھ رہتی ہے اور جب تک یہ شیر مارا نہ جائے اس وقت تک آخری مقتول کی روح کو چین و آرام نصیب نہیں ہوتا یہ روح نہایت بھونڈے اور تکلیف دہ طریقہ پر شکاریوں کو مدد دینے کی کوشش کرتی ہے بجائے مفید ہونے کے یہ امداد مضر ثابت ہوتی ہے اور بعض جاہل آدم خوار کی ہلاکت سے محض روح کی مداخلت کی بنا پر احتراز کرتے ہیں ۔ اِس وسوسے کے موجود ہونے کی میں اپنے ذاتی تجربہ سے شہادت دیتا ہوں ۔ ایک گاؤں کے شریف مگر جاہلانہ خیال کے شکاری نے باآنکہ کئی معمولی شیروں کے شکار میں مدد دے چکے تھے ۔ مجھ کو آدم خوار شیر کے مارنے سے روک دیا ۔ اس کا مفصل واقعہ میں آئندہ بیان کرونگا ۔ آدم خوار شیر علاوہ چالاکی و عیاری کے بعض اوقات غیر معمولی دلیری کا بھی اظہار کر بیٹھتا ہے ۔

ایک یوروپین شکاری ایسے مقام پر دورہ کناں تھا جہاں آدم خوار شیر کا خطرہ تھا اور شہرت یہ تھی کہ شیر شام سے پہلے آدمی کو پکڑتا ہے شکاری نے حکم دیا اور یہ انتظام کیا کہ کیمپ کا ہر فرد بشر سائیس اور قلی تک ۴ بجے سے قبل کیمپ کے احاطہ یا حدود میں آجائیں اور سب ایک جگہ جمع ہو کر بیٹھیں۔ خانساماں اور چپراسیوں کے جمعدار کو ایک ایک بندوق دی گئی کہ اگر شیر نظر آئے تو فوراً فائر کریں یہ کیمپ والے دن ہی سے آگ روشن کرکے اس کے گرد تاپتے ہوئے بیٹھے۔ ان کے قریب ایک چھوٹا درخت تھا جس کے تنے کا دور زیادہ سے زیادہ آٹھ نو انچ ہوگا۔ خانساماں اس درخت سے کمر لگا کر اور ہاتھ میں بندوق لیکر بیٹھا کیمپ کے کل ۳۲ آدمی یہاں جمع تھے۔ چار بجے شکاری ان ملازمین سے ۲۵ گز کے فاصلہ سے آرام کرسی پر بیٹھے اور ہر طرح مسلح ہوشیار۔ جب مغرب کا وقت آگیا اور تاریکی شروع ہوئی تو ان کیمپ والوں نے یہ گفتگو شروع کی کہ کیسا شیر کہاں کا شیر اب اندھیرا ہو رہا ہے گاؤں والوں کا بیان غلط ہے۔ آنا ہوتا تو شیر اب تک آچکتا یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ شیر نے اس درخت کی آڑ میں سے سر نکالا۔ خانساماں کی گردن پیچھے سے پکڑی اور گھسیٹتا ہوا لے کر چلدیا ہم اہیوں نے غل مچایا صاحب بھی آگئے ادھر اُدھر تلاش ہوئی۔ خانساماں کے ہاتھ میں جو بندوق تھی وہ تھوڑی دور نالہ میں ملی۔ جھاڑی میں کپڑے بچے ہوئے ملے مگر شیر نہ ملا پانچ روز صاحب کا وہاں قیام رہا پھر کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ چھٹے روز ۳۰ میل سے خبر آئی کہ شیر ایک عورت کو لے گیا یہ سنکر شکاری صاحب نے کیمپ برخاست کرکے اپنا راستہ پکڑا۔

ایسے ایسے سیکڑوں قصے جو واقعات پر مبنی ہیں سُنے یا پڑھے ہونگے ان کا بیان کرنا غیر ضروری ہے البتہ جادو کے شیر اور ارواح خبیثہ کے شیروں کے

چند واقعات ضیافت طبع کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔
(یہ خیال کہ (Man eaters bear n charmed life
بالکل عام ہے۔ ہم کالے تو سبھی کچھ مان لیتے ہیں مگر مندرجہ بالا فقرہ خالص یورپین ہے
تسلیم کرنا اور چیز ہے مگر دل میں کی کھٹک الفاظ سے ظاہر ہے۔ مقتول کی روح سے
گاؤں والے کس طرح ڈرتے ہیں اس کی مثال میں میں پہلے اپنا ذاتی تجربہ بیان
کرتا ہوں ضلع عادل آباد کے اکثر شکاریوں سے بربنائے شوق شکار میرے اچھے
تعلقات تھے۔ ان میں سے اکثر میرے ساتھ شکار میں رہے ہیں جب میں بتقریب
دورہ سالانہ ان کے تعلقہ میں پہنچا تو یہ ساتھ ہو جاتے۔ افضل خان مرحوم اجارہ دار
پاٹن راجورہ اور عادل آباد کے متعدد شکاروں میں میرے ساتھ رہ چکے تھے
ایرگوان کے پہاڑ پر ایک زبردست بڈھا شیر تھا میں اور افضل خان شام کے
وقت جنگل سے پا پیادہ آرہے تھے کہ یہ شیر ملا۔ ہم دونوں نے ارادہ کیا کہ اسکو
ماریں لیکن یہ مجھکو دیکھتے ہی ایسی ہوشیاری سے غائب ہو گیا کہ میں متحیر رہ گیا
میں نے افضل خان سے کہا کہ یہ شیر بہت بڈھا ہو گیا ہے اور چالاکی بھی سیکھ گیا ہے
اس کو ضرور مارو ورنہ یہ آدم خوار ہو جائے گا اور بہت تکلیف دیگا۔ چنانچہ پھر
دو مرتبہ اس کو پہاڑ پر تلاش کرنے کے لئے ہم گئے۔ ماگہ بھی ملا اس کے سونے کے
مقام تک کو دیکھا مگر وہ ہاتھ نہ آیا۔ اس کے بعد میں آگے کو روانہ ہو گیا دوسرے
سال وہاں دورہ کرتا ہوا میں پھر پہنچا افضل خان نے بیان کیا کہ وہ شیر آدمخوار
ہو گیا مگر ایک ہی گونڈ کو کھایا ہے روز شام کو گاؤں کے قریب آتا ہے اور اب
ڈر ہے کہ اور وارداتیں کرے گا میں نے کہا کہ تم نے اس کو مار ڈالا ہوتا خیر میں
اس کا خاتمہ کرتا ہوں دن کے تین بجے میں بیل گاڑی پر اس کے مارنے کے لئے
تیار ہو کر روانہ ہونے لگا تو افضل خان نے کہا کہ آج اس کو اگر مل بھی جائے تو

نہ مارئیے۔ میں نے پوچھا کیوں جواب دیا کہ پھر عرض کرونگا۔ تین روز میں وہاں ٹھیرا۔ خانصاحب روزانہ ٹالتے رہے میں نے پوچھا کہ خانصاحب کیا معاملہ ہے۔ پہلے تو تم اُس کی ہلاکت میں کوشاں تھے اب جب کہ وہ آدمی کھا چکا تو اُس کو کیوں بچاتے ہو کیا تمھارے دل میں بھی جاہلوں کا وسواس جاگزیں ہے۔ میں نے کئی آدم خور مارے ہیں میں کبھی نہیں ڈرا خانصاحب نے باتیں تو بہت سی کیں مگر میرے سوال کا جواب نہیں دیا یہ کہتے رہے کہ پھر کہونگا۔ میں وہاں سے روانہ ہوگیا اور کئی مہینے تک نہ اسکا خیال آیا نہ ذکر۔ کئی مہینے بعد میں رائفل اینڈ رومینس اِن انڈیا" ایک شکار کی کتاب پڑھ رہا تھا۔ یٰسین خان کو جو میرے ساتھ اکثر شکاروں میں رہے تھے۔ لنگڑے کا قصہ سنایا۔ یٰسین خان نے اُس وقت بیان کیا کہ افضل خان نے بھی مجھ سے تقریباً ایسا ہی قصہ ایرگوان کے شیر کی نسبت بیان کیا تھا۔ میں نے دریافت کیا کہ مجھ سے کیوں نہیں بیان کیا تو کہا کہ وہ ڈرتے ہیں آپ اُن پر ہنسیں گے اور بنائیں گے آپکو انہوں نے ایرگاوان والے شیر کو مارنے سے اِس لئے روکا کہ آپ کو خدانخواستہ کوئی ایسا واقعہ پیش نہ آئے۔ یہ قصہ میں نے یٰسین خان سے سُنا اور بعد میں افضل خان نے تصدیق کی یہ سُنا ہوا افسانہ من وعن درج کتاب کرتا ہوں مگر مجھ کو اس کا مطلقاً یقین نہیں ہے۔

روایت از یٰسین خان حسب بیان افضل خان:۔

گونڈ کو جو میری رعایا تھا جب یہ شیر کھا گیا تو مجھ کو بڑی پریشانی ہوئی اور میں نے اُس کو ہلاک کرنے کا مصمم ارادہ کیا چنانچہ میں نے فلاں درخت پر جو شیر کے آنے جانے کے راستہ پر واقع ہے مچان بندھوایا اور دن کے چار بجے تنہا جا بیٹھا بیٹھے بیٹھے رات کے گیارہ بج گئے میں نے احتیاطاً درخت سے بنس گز پر ایک بھینسا بندھوادیا تھا میں نے جھُک کر بھینسے کی طرف دیکھا تو ایک آدمی اُسکو

پیار کر رہا تھا۔ چاندنی زیادہ نہ تھی میں چہرہ نہ پہچان سکا مگر کپڑوں اور جسم کے انداز سے مجھ کو یہ وہی گونڈ معلوم ہوا جس کو شیر نے کھایا تھا تھوڑی دیر میں نے صبر کیا میں جب اس پریشانی کی زیادہ تاب نہ لاسکا تو سیٹی بجائی۔ سیٹی کی آواز ہوتے ہی یہ آدمی غائب ہوگیا مگر قہقہہ مار کر۔ آواز سُنکر میرے ساتھی اور درختوں پر سے اتر کر میرے پاس آگئے اور لرزتا کانپتا میں گھر پہنچا۔"

میرا خیال ہے کہ تنہا، گھنٹہ خاموش بیٹھنے سے خانصاحب گھبرا گئے اور ہمراہی کی خواہش نے دماغ میں اُسی مقتول کی تصویر کا نقشہ کھینچ دیا جو بھینسے کے پاس نظر آیا۔

ف۔ لنگڑے کا مشہور اور نہایت دلچسپ قصہ یہ ہے :-

ایک فوج کے یوروپین ڈاکٹر کے بیان کا خلاصہ یہ ہے یہ رجمنٹ کے تمام افسروں کے سامنے ڈاکٹر صاحب نے بیان کیا کہ میں رخصت لے کر ممالک متوسطہ کے ایک مشہور شکاری مقام جنگلی پور کے قریب شکار کے لئے گیا وہاں میں نے سنا کہ کسی قرب وجوار کے جنگل میں ایک لنگڑا شیر رہتا تھا جس مقام پر وہ سکونت پذیر تھا وہ چاروں طرف بلند اور سرسبز پہاڑوں سے محصور ہے۔ اس محصور دائرہ میں جانے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور چونکہ اُس میں سے کوئی جاتا آتا نہیں ہے۔ اس لئے وہاں گنجان جھاڑی بڑھ گئی ہے۔ شیر اُسی محصور دائرہ میں رہتا اور معلوم نہیں کیا کھاتا پیتا ہے یہ معلوم کر کے میں نے پہلے اُس دائرے کے دروازے کی جھاڑی کٹوا کر اِس قابل کر دیا کہ اُس میں سے مویشی گذر سکے اہل دیہہ سے میں نے یہہ خواہش کی کہ وہ اپنی مویشی کو اُس دائرہ میں چرنے کے لئے چھوڑیں۔ جو گائے یا بھینس شام کو واپس نہ آئے گی اُس کی قیمت میں دیدوں گا۔ گاؤں والے بھی اس لنگڑے سے بہت دق ہوگئے تھے۔ میری تجویز پر راضی ہوگئے۔ دوسرے دن

پچاس ساٹھ جانور شمار کر کے اُس دائرے میں ہانک دیے گئے۔ دن بھر وہ چرتے رہے شام کو جب واپس آنے کا وقت ہوا تو دروازے پر کھڑے ہو کر جانور گنے گئے۔ ایک کم تھا میں نے اُس کی معقول قیمت ادا کر دی۔ میں نے یہاں تک تو معلوم کر لیا کہ شیر ابھی محصور دائرے میں ہے لیکن اب اُس کے رہنے کے مقام کا یقین کرنا ضروری تھا دوسرے دن چند آدمیوں کو لے کر میں اندر داخل ہوا جہاں بھینس کو شیر نے کھایا تھا وہ مقام معلوم کیا اور آئندہ کے لئے مچان بنانے اور گارا باندھنے کی جگہ تجویز کر کے دوسرے دن بھینسا باندھنے کا حکم دیا۔ جب میں کیمپ کو واپس آیا تو ایک تقریباً سو برس کا بڈھا جس کی پلکوں تک کے بال سپید ہو گئے تھے میرے پاس آیا کسی نے بتایا کہ اِس گاؤں کا پرانا شکاری ہے اور اکثر یوروپین شکاریوں کو اِس نے اِس نواح میں شکار کھلایا ہے میں نے اُس کو پاس بلا کر بٹھایا۔ مختلف شکار اور شکاریوں کے اِس نے قصے سنائے اُس نے مجھ سے یہ بھی پوچھا کہ کیا تم لنگڑے کے شکار کو جا رہے ہو میں نے جواب دیا کہ ہاں مجھ سے جھک کر کہا کہ دیکھو تم دولتمند ہو ہم غریب ہیں تم راجہ ہو ہم رعیت ہیں تم عزت والے ہو ہم حقیر ہیں لیکن ہم اگر کچھ کہیں تو مانو گے۔ میں نے کہا ہاں۔ اُس نے بڑی متانت سے اور اِس طرح جیسے کوئی بڑی راز کی بات کہتا ہے مجھ سے کہا کہ سونا نہیں پھر کہا دیکھو سونا نہیں مجھ کو حیرت ہوئی کہ یہ کیا کہہ رہا ہے اور اِس قدر تجربہ کار ہونے کے بعد یہ معمولی سے معمولی اصول مجھکو بتا رہا ہے خیر میں خاموش رہا۔ بھینسا وغیرہ بندھوا کر میں دن کے پانچ بجے مچان پر گیا۔ پانی قندیل وغیرہ پاس رکھکر میں نے دو ملازمین کو دور ایک درخت پر بٹھایا اور خود بالکل تیار بھینسے کی طرف ٹکٹکی لگائے ہوشیار بیٹھا بعض تجربہ کار شیر مچان کی سیڑھی کو پہچانتے اور اُس سے ڈرتے ہیں اِس لئے

ہمیشہ سیڑھی کو ہٹا دینا چاہیئے چنانچہ میں نے بھی سیڑھی کو درخت کے نیچے لٹا دینے کی ہدایت کر دی تھی۔ رات کو دس کے قریب جب یکساں بیٹھے بیٹھے میں تھک گیا تو میں نے آہستہ سے پیر پھیلا دیئے اور پیروں پر کمبل ڈال لیا۔ کمبل کی گرمی اور آرام سے بیٹھتے ہی مجھ کو نیند آ گئی اور میں غافل سو گیا۔

بارہ بجنے کے دو چار منٹ بعد مجھ کو یکایک ایک شخص نے پیر پکڑ کر اٹھایا اور انگلی سے بتایا کہ مارو شیر وہ بیٹھا ہے بغیر اس امر کے کہ میں کچھ اور سوچوں کسی اور طرف میرا خیال جائے میں نے بندوق اٹھا کر فائر کر دیا۔ شیر بغیر آواز دینے کے چت ہو گیا پیر اوپر اور کمر زمین سے متصل میں مسلسل شیر کی طرف اس وقت تک دیکھتا رہا کہ جب تک شیر کے مرنے کا یقین نہ ہو گیا اگر شیر ذرا بھی جنبش کرتا تو میں دوسرا فائر کرنے کو تیار تھا شیر کے مرنے کے بعد مجھکو خیال آیا کہ مجھکو کس نے جگایا۔ اس کے ساتھ ہی مجھ کو اس قسم کی نہایت تیز بو آئی کہ جیسے کسی کا زخم سڑ گیا ہو بڑی حیرت کے ساتھ میں نے سوچنا شروع کیا کہ یہ کیا واقعہ ہے۔ دونوں سوالوں کا کوئی حل سمجھ میں نہ آیا۔ بو کی طرف سے یہ خیال ہوا کہ لنگڑے کا پیر سڑ گیا ہے اس کی بو ہے۔ میں نے قندیل روشن کی اور نوکروں کو سیٹی بجا کر بلایا مگر کسی نے جواب نہ دیا آخر میں بڑی مشکل سے نیچے کودا۔ پھر سیڑھی لگا کر اوپر چڑھا قندیل اور رائفل لے کر نیچے آیا۔ قندیل کی روشنی سے اچھی طرح زمین کو دیکھا وہاں بجز میرے نوکر کے بوٹ کے نشانوں کے جن کو میں پہچانتا ہوں کسی غیر کے پاؤں کا نشان نظر نہ آیا زخم کی بو مسلسل آ رہی تھی اور شیر کے مرنے کا مجھ کو یقین تھا۔ شیر کے پاس جا کر دیکھا تو کہیں اس کے جسم پر کسی زخم کا نشان نہ تھا۔ میری گولی گردن پر لگی تھی لنگڑانے کی وجہ ایک پرانی گولی تھی جو اگلے پیر کے جوڑ پر لگی تھی اور اب تک وہیں چمڑے کے نیچے موجود تھی اس کو خاص طور پر ہاتھ سے دبا کر بلکہ سونگھ کر دیکھا

مطلقاً بو نہ تھی اِس کے بعد میں قندیل اور رائفل لیکر کیمپ کو روانہ ہوگیا۔ مجھ کو کس نے جگایا اور بو مٹرے ہوے زخم کی کیوں اور کہاں سے آئی یہ خیال باوجود سخت کوشش کے دل سے نہیں گیا۔ کیمپ کو پہونچکر میں پلنگ پر لیٹ گیا مگر اُس سوچ میں نیند نہ آتی تھی۔ بہت دیر میں آنکھ لگی اور صبح نو بجے تک سوتا رہا اُٹھنے کے بعد میں نے غسل کیا کپڑے بدلے باہر آکر حکم دیا کہ بیل گاڑی لے کر جاؤ اور لنگڑے کو لاؤ۔ گاؤں میں غل ہوگیا عورتیں اور بچے تک کیمپ میں جمع ہوگئے ہیں بھی انتظار کی وجہ سے بہ شغل بیکاری انتظار میں خیمہ کے باہر آکر درختوں کے سایہ میں ٹہلنے لگا۔ گاؤں کے دو ایک بڑے میرے پاس آگئے اور لنگڑے کی ہلاکت کی مبارکباد دی۔ وہ بوڑھے شکاری بھی لکڑی ٹیکتے ہوے آئے اور بجائے مبارکباد دینے کے پوچھا کہ سوئے تو نہیں۔ میں نے جواب دیا کہ سوگیا پھر بڈھے نے دریافت کیا کہ دیکھا میں نے کہا ہاں۔ اِس پر اُس نے کہا اور دیکھو گے میں نے چونکہ میں خود متفکر اور معمہ حل کرنے کا مشتاق تھا اور سونا نہیں کے معنی سمجھ چکا تھا جواب دیا کہ ہاں ضرور دیکھونگا۔ دکھاؤ۔ بڈھے نے اشارہ کیا کہ آؤ اور آگے آگے ہولیا میں اُس کے ساتھ روانہ ہوا اور تقریباً پاؤ میل جانے کے بعد اُس نے ایک کسیقدر چھدری جھاڑی میں داخل ہوکر مجھ کو پتھر کی ایک مسطح سل دکھائی جو مٹی میں کچھ دبی ہوئی کچھ باہر اُس پر مٹی کی باریک تہ چڑہی ہوی وہاں پڑی ہوئی تھی بڈھے نے کہا کہ صاحب اِس کو اُٹھاؤ اور صاف کرکے پڑھو۔ اُس کی ہدایت کے موافق میں نے دونوں ہاتھوں سے سل کو کھڑا کیا اُس پر سے مٹی پونچھی۔ تو اُس کے ایک جانب حروف اور مسلسل عبارت سی کندہ نظر آئی۔ اب میں نے اُس کو رومال سے خوب صاف کیا اور مندرجہ ذیل کتبہ کندہ کیا ہوا پایا:۔

"بیادگار میرے بڑے بھائی کیپٹن فلاں کے جو فلاں سنہ میں یہاں ل

شکار کھیلنے آیا۔ یہاں کے مشہور لنگڑے نے اُس کو زخمی کیا اور زخم سڑ جانے کی وجہ وہ دار فانی سے منزل جاودانی کو روانہ ہوا"۔

قصہ ختم ہوا۔ ناظرین نتیجہ اور واقعہ سمجھ گئے ہوں گے بڈھے کو لنگڑے کی ہلاکت کی کوشش میں تجربہ ہو چکا تھا اسی واسطے محض نیک دلی سے نصیحت کی تھی کہ سونا نہیں۔

ف۔ ایسے ایسے متعدد قصے مختلف کتابوں میں پڑھنے کا اتفاق ہوا کچھ یاد نہیں رہے اور کچھ مصنفین کے مشاہدہ کئے ہوئے نہیں ہیں بلکہ سماعی جو بطور کہانی درج تصنیف ہوئے ہیں اِن میں سے لمبے لمبے افسانوں کو نظر انداز کر کے صرف دو ایک کا جو پُر لطف اور بہت حیرت انگیز ہیں مختصر خلاصے پیش کئے جاتے ہیں۔ ہر شکاری کو خواہ دیسی ہو یا یوروپین اثنار شکار میں دو ایک مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا ہو گا کہ اُس کے گاؤں والے ہمراہیوں نے بعض اوقات بہ ظاہر بلا وجہ فائر کرنے سے روکدیا اور فائر نہ کرنے پر سخت اصرار کیا۔ مجھ کو ایک مرتبہ ہرن اور دو مرتبہ چیتل اور ایک مرتبہ شیر پر فائر کرتے وقت یہ واقعہ پیش آیا ہرن اور چیتل کے معاملات کو تو میں نے اپنی ضد سے فائر کر کے صاف کر لیا۔ ہرن اور چیتل کے بیان میں یہ درج ہو چکے ہیں شیر کے معاملہ میں جو واقعہ پیش آیا بیان کرنا باقی اور اس طرح پر ہے کہ ایک روز سہ پہر کو میں اسد خان۔ یٰسین خان۔ مقبل شاہ دو گاڑیوں پر شکار کو روانہ ہوئے میری گاڑی ہانکنے والا مشہور شکاری اور میرے لئے خاص طور سے بلایا گیا تھا اس کو شکار کے اکثر مقامات معلوم تھے کیونکہ یہ وہیں کا رہنے والا اور ہمیشہ جنگل میں پھرا کرتا تھا جب ہم جنگل میں داخل ہوئے تو اس نے مقبل شاہ سے پوچھا کہ فلاں جانب چلوں۔ اُنھوں نے انکار کیا۔ ہانکنے والے کہا کہ وہاں بہت ہے۔

کیا مضائقہ ہے مقبل شاہ نے کہا چل مگر میں صاحب کے ساتھ بیٹھونگا۔ یہ کہہ کر وہ میرے پاس آ بیٹھے اور یٰسین خان کو اپنی جگہ بھیج دیا۔ میرے ساتھ میرا شکاری اور میرا سائیس اور دو آدمی اور کتّے لئے ہوئے تھے۔ دو چار میل چکر لگانے کے بعد میں نے ایک نیل بہت دور سے مارا وہ گر گیا۔ اُس کو ذبح کرنے اور لادنے میں کچھ دیر لگی اور مغرب کا وقت قریب آ گیا۔ ہنوز آفتاب کی کچھ کچھ شعاعیں باقی تھیں۔ ہم کیمپ کا رُخ کر چلے تھے کہ یکایک مقبل شاہ نے گھبرا کر کہا کہ وہ موذی آ ہی گیا۔ اور مجھ کو انگلی سے دکھایا جھاڑی سے سر نکالے ایک بہت بڈھا بڑے بڑے گلمچھے والا شیر ہم کو دیکھ رہا تھا۔ فاصلہ ساٹھ گز سے زیادہ نہ تھا یٰسین خان بھی اپنی گاڑی سے اُتر کر ہمارے پاس آ گئے اور چپراسی وغیرہ بھی میرے پاس جمع ہو گئے معلوم نہیں خوف سے یا صرف دیکھنے کے لیئے غرض سب نے شیر دیکھا میں نے سیفٹی کیچ کھولا تو مقبل شاہ نے پوچھا کیوں کیا ارادہ ہے میں نے جواب دیا کہ مارتا ہوں ایسا موقعہ کہاں ملتا ہے۔ پیشانی سامنے ہے اپنی جگہ سے کبھی نہیں ملیگا انہوں نے اصرار کیا کہ نہیں اس شیر کو نہ ماریئے۔ یہ سب کا خرابا کر دیگا۔ میں نے ہنسکر کہا کہ بچیگا تو خرابا کریگا یا مرے بعد بھی کچھ کریگا۔ مقبل شاہ نے بڑی منت سے کہا کہ نہیں صاحب اس کو تو نہ ماریئے۔

یٰسین خان میرے ساتھ پانچ سات شکاروں میں رہ چکے تھے اُن کو یہ اصرار تھا کہ فائر کیا جائے۔ مقبل شاہ سے کہا کہ آپ کو کیا معلوم ہم نے سیکڑوں شیر مار دیئے یہ ایسا کہاں کا فرعون یا شیطان ہے۔ میں نے بندوق اٹھائی تو مقبل شاہ نے بندوق پکڑ لی اور کہا کہ صاحب للّٰہ رحم فرمایئے۔ اس کو نہ ماریئے میں آپ کو کل صبح دو شیر دلوا دونگا اس کو اور اس وقت کہ اندھیرا قریب ہے نہ ماریئے ناچار میں نے بندوق نیچی کر لی اور خاموش ہو گیا۔ رات کو کھانے پر

سب ساتھ تھے۔ مزمل شاہ صاحب ایک متقی و پرہیزگار بزرگ ہیں یہ راستباز صاف گو اور تجربہ کار بھی ہیں۔ انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی مقبل شاہ کی بڑی تائید کی اور کہا کہ اُس شیر کا نہ مارنا ہی بہت اچھا ہوا۔ آئی گئی بات ہو گئی۔ رات کو معلوم ہوا کہ سائیس بخار سے بے ہوش ہے اور باگھ باگھ پکار رہا ہے میں نے اُس کو دوا پلائی اور اُس کے سمجھانے کو پانی دم کر کے دیا کہ اب شیر خواب میں نہ آئے گا اِس کو کوئی فائدہ نہ ہوا دو دن بعد یہ حیدرآباد بھجوا دیا گیا۔ اور یہ تیسرے دن مر گیا سیتل دھوبی اور ایک چپراسی یہ دونوں بخار میں مبتلا ہو کے بغیر اجازت حیدرآباد چلے گئے۔ بیمار ہوئے اور دو ہفتہ کے اندر مر گئے۔

اس شیر نے دو ایک دن کے اندر ایک لکڑہارے گونڈ کو مار کر کھا لیا معلوم ہوتا ہے کہ اِن حضرات کو پہلے ہی سے اُس شیر پر ارواح خبیثہ یا جادو سے بنا ہوا ظالم شیر ہونے کا گمان تھا مگر مجھ سے نہیں کہا۔

ف۔ دو نہایت حیرت انگیز واقعات ٹائمز آف انڈیا کے شائع شدہ درج کیے جاتے ہیں۔ انگریزی دان حضرات غالباً پڑھے ہوں۔

ایک یوروپین غالباً فوجی افسر اور ایک سپرنٹنڈنٹ پولس نے کسی صحرائی مشہور شکارگاہ کو جانے کا قصد کیا وہاں ایک آدم خوار شیر نے سخت ہنگامہ بپا کر رکھا تھا۔ یہ دونوں ایک مقام پر نہیں علحدہ علحدہ مختلف مقامات پر متعین تھے خط و کتابت سے قرارداد یہ ہوی کہ دونوں وہاں تاریخ مقررہ پر پہنچیں اور ریلوے اسٹیشن کے قریب جو ڈاک بنگلہ ہے اُس میں قیام کر کے اس آدم خوار کی ہلاکت کا انتظام کریں۔ چنانچہ فوجی افسر صاحب تاریخ مقررہ پر وہاں پہنچ گئے مگر پولس کے افسر نہ آئے اور اُن کا تار وصول ہوا کہ ایک قتل کے مقدمہ کی وجہ سے وہ آج نہ آسکے ایک روز بعد آجائیں گے۔ اِن کے آنے کے انتظار میں یہ ڈاک بنگلہ میں

ٹھیرے رہے۔ اور مشغلتاً انھوں نے ڈاک بنگلہ کی پرانی بہت برسوں قبل کی کتابوں کو اُٹھاکر پڑھنا شروع کیا تاکہ دیکھیں کون کون یہاں آیا ہے پڑھتے پڑھتے انھوں نے ایک دیرینہ چالیس پچاس سال قبل کی کتاب میں اپنے دادا کی دستخط اور تحریر دیکھی ان کے دادا نے لکھا تھا کہ میں فلاں سنہ میں یہاں فلاں دوست کے ساتھ شیر کا شکار کھیلنے آیا۔ اس گرد و نواح میں اُس وقت ایک آدم خوار گاؤں والوں کو سخت تکلیف دے رہا تھا اور سب بہت پریشان تھے۔ میں نے اور میرے دوست نے پہلے اسی آدم خوار کو مارنے کا ارادہ اور انتظامات شروع کئے۔ اُسی روز شام کو ہم دونوں نے ساتھ کھانا کھایا اور نو دس بجے کے قریب میرا ساتھی پلنگ پر جاکر سو رہا اور میں برآمدے میں آرام کرسی پر بیٹھا ہوا چرٹ پیتا رہا خیال یہ تھا کہ چرٹ ختم کرکے سوؤنگا۔ اتفاقاً میری آنکھ لگ گئی اور بارہ کے قریب تک میں غافل سوتا رہا بارہ کے بعد میرے بائیں ہاتھ میں شدید درد معلوم ہوا میری آنکھ کھل گئی۔ دیکھتا کیا ہوں کہ ایک زبردست شیر میری کلائی کو مضبوط پکڑے ہوئے کھینچ رہا ہے۔ میرے پاس کوئی چارہ کار نہ تھا۔ اگر میں زور کرتا تو یہ مجھ کو یقیناً مار ڈالتا۔ ناچار خاموشی کے ساتھ کرسی سے اُٹھکر میں شیر کے ساتھ ہو لیا۔ جب ڈاک بنگلے کے احاطہ کی دیوار کے قریب پہنچا تو مجھ کو خیال ہوا کہ اب یہ شیر مجھ کو اس دیوار پر سے کھینچ کر لے جائیگا۔ میرا گرنا اور مارا جانا لازمی ہے موت تو ہر طرح سر پر سوار ہے۔ لاؤ کوشش کرکے دیکھوں شاید کوئی مدد کو آجائے اور جان بچنے کی کوئی صورت نکل آئے یہ سوچکر میں زور زور سے چلایا کہ چلو مجھ کو بچاؤ۔ شیر مجھ کو پکڑے ہوئے ہے۔ میری آواز سنکر میرا دوست جاگ پڑا اور فوراً بندوق لے کر پہنچا۔ میں دیوار کے قریب پہنچ چکا تھا کوئی دم میں شیر یا مجھ کو مار ڈالتا یا زندہ لے کر دیوار پر سے کودتا کہ یکایک بندوق فائر ہونے کی آواز آئی میرے دوست نے شیر کو گولی سے گرا دیا تھا اور میں تقریباً بیہوش

پڑا تھا آخر کشمکش میں میرا ہاتھ زخمی ہو گیا تھا۔ میں ہوش میں لایا گیا اور ہاتھ میں مرہم پٹی لگی"
دادا کی تحریر پڑھ کر فوجی افسر صاحب غرق حیرت ہو گئے مگر دل میں یہ وسوسہ بھی پیدا
ہو گیا کہ اگر مجھ کو آدم خوار شیر نے اس طرح پکڑا تو میرے ساتھ کوئی دوست نہیں ہے
مجھ کو کون بچائے گا۔ شام کو انہوں نے ایک دوست کو خط لکھا اس میں یہ قصہ درج
کر کے اخیر میں اپنا وسوسہ بھی ظاہر کر دیا یہ خط میز پر رکھ کر صاحب نے کھانا کھایا اور
نوکروں کو تاکید کی کہ ہوشیار رہیں۔ صبح کو معلوم ہوا کہ ایک آرام کرسی برآمدے میں
پڑی ہے اور صاحب کی لاش کا کچھ حصہ ڈاک بنگلے کے احاطہ کی دیوار کے باہر پڑا ہے
تھوڑی دیر بعد اِن کے دوست آئے اب کیا کرتے یہ قصہ لکھا اور شام ہونے سے قبل
واپس ہو گئے۔

ف۔ اس سے بھی زیادہ عجیب قصہ یہ ہے۔
اس کو بھی راوی کی زبان میں جیسا کہ ٹائمس آف انڈیا میں شائع ہوا ہے
قلمبند کرتا ہوں۔

برسات کا موسم تھا میں رخصت سے واپس آکر مستقر کو جا رہا تھا۔ میری
بیوی جس کے ساتھ شادی کو ایک آدھ ہفتہ گذرا تھا میرے ساتھ تھی مستقر کے
قریب پہنچنے کے بعد ہم کو ایک ڈاک بنگلہ میں کثرت بارش کی وجہ سے کئی روز ٹھہرنا پڑا
اور صدر سے یہ حکم بذریعہ تار وصول ہوا کہ فوراً فلاں جگہ پہنچ کر شیر کی ہلاکت کا انتظام کرو
اور جو افواہیں مشہور ہیں اُن کی تحقیقات کر کے رپورٹ کرو۔ صدر کے احکام کی تعمیل
لازمی ہے مگر دقت صرف بیوی کے سفر کی تھی ولایت سے نئی آئی ہوی۔ چند روز کی
بیاہی ہوی۔ ملک سے ناواقف جنگلوں میں سفر کرنے کی عادی نہیں اور بارش کی
یہ کثرت سب میں زیادہ یہ کہ ساٹھ بلکہ ستر میل کی مسافت سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کروں
افواہوں کی تحقیقات اور رپورٹ جس میں ہر چیز مکمل اور بہت تفصیلی ہونا ضروری ہے

معلوم نہیں کب ختم ہو اور افواہیں کیا ہیں اس کی بھی اب تک کوئی خبر نہیں اس
فکر میں پریشانی میں بیٹھا تھا کہ بیوی آ گئیں اور مجھ کو پریشان دیکھ کر دریافت کیا کیا
معاملہ ہے تم بہت متفکر معلوم ہوتے ہو۔ میں نے حکم سنایا پھر اپنے انکار کی کہانی سنائی
بیوی نے ہنس کر کہا کہ یہ تو نہایت لطف کا سفر ہوگا میں تمہارے ساتھ چلونگی۔ اس
جواب سے بہت سی دقتیں دور ہو گئیں مگر میم صاحبہ کی تکلیف کا خیال بہت پریشان
کر رہا تھا میم صاحبہ کو سمجھایا مگر انہوں نے ایک نہ مانی تیسرے دن ہم اس مقام کو
روانہ ہوگئے جہاں کا حکم تھا جنگل کے عہدے داروں کے ٹھیرنے کے لئے اس
گاؤں میں ایک ڈاک بنگلہ تھا اس کی درستی اور صفائی کا حکم دیکر ایک چپراسی کو
روانہ کیا کہ وہ سیدھا چلا جائے۔ ہم بیچ میں دو ایک مقام کرتے ہوئے آئیں گے
چوتھے روز میں اس مقام کو پہنچا اور سب سے اول قیام کا انتظام ضروری خیال کرکے
پٹیل کو بلا کر دریافت کیا کہ بنگلہ صاف ہو گیا اس نے جواب دیا کہ صاف تو ہے۔ مگر
میری غرض یہ ہے کہ بنگلہ کی کھڑکیوں میں لوہے کی سلاخیں نہیں ہیں اور وہاں ٹھیرنا
کسی طرح مناسب نہیں میں نے وجہ دریافت کی تو بیان کیا کہ میم صاحب کے ساتھ
وہاں کا قیام بہت خطرناک ہے کیونکہ یہ آدم خوار شیر سوائے عورت کے کسی مرد کو
نہیں کھاتا اس گاؤں میں سے بھی پانچ عورتوں کو لے گیا ہے۔ مرد موجود ہوتے ہیں پر
عورت کو انتخاب کر لیتا ہے اور دیکھتے دیکھتے اٹھا لیجاتا ہے۔ عورت کے انتخاب کو تو
میں محض اتفاق پر مبنی سمجھا مگر شیر کی جرأت سے اندیشہ ہوا اور میم صاحب کی
حفاظت کے خیال سے میں اس پر راضی ہو گیا کہ دوسرے بنگلہ میں جو بستی سے
متصل تھا ٹھیر جاؤں۔ اس میں چند کھڑکیاں تھیں اور لوہے کی سیخوں سے بند
ایک آدھ میں سیخیں نہ تھیں یا شکستہ تھیں اس کو جنگلات کے چپراسیوں اور پٹیل نے
درست اور بنگلہ صاف کر دیا تھا میں وہیں ٹھیر گیا اور سامان پہنچنے پر آرام کے موافق

درست کرلیا سیخوں اور دروازوں کا از سرِ نو معائنہ کیا اور ہر قسم کا انتظام کرکے مطمئن ہوگیا۔ گاؤں والوں سے معلوم کیا تو انہوں نے اُس کی چالاکی کے عجیب عجیب واقعات بیان کیے ایسے کہ باوجود یقین نہ آنے کے میں پریشان ہوگیا میں نے اپنی بیوی کو نہایت اصرار کے ساتھ ہدایت کی کہ وہ بنگلہ کا کوئی دروازہ کسی وقت کھلا نہ رکھیں۔ کسی سے بات کرنا ہو تو سیخ دار کھڑکی سے بات کریں رات کو ہم آرام سے سوئے۔ چند آدمیوں کا پہرہ بھی تھا اور آگ بھی روشن تھی رات کو بارش ہوئی۔ پہرے والے برآمدے میں آکر سو گئے۔ صبح کو بارش کی وجہ سے زمین نرم اور نم تھی اُس پر ایک زبردست شیر کے پنجوں کے صاف نشان تھے اور اس شیر نے بنگلہ کے چاروں طرف چکر لگایا تھا۔ یہ دیکھ کر میں حقیقتاً سخت مشوش ہوا اور ارادہ کیا کہ اُسی وقت پیروں کے نشان پر جاکر اُس کا تعاقب کروں چھوٹی حاضری کھاکر میں تیار ہوگیا گاؤں کے چند مضبوط اور ہوشیار آدمیوں کو ہمراہ رہنے کے لئے طلب کیا۔ اُن کے آنے میں کچھ دیر تھی میں برآمدے میں ٹہلنے لگا چپراسی اور پٹیل سے دریافت کیا کہ ایک جوگی منش یوروپین یہاں رہتے تھے اور انہوں نے بہت سے مختلف جانور پال رکھے تھے یہ صاحب کہاں ہیں۔ پٹیل نے کہا کہ دو سال ہوئے وہ چلے گئے اور سب جانور انہوں نے چھوڑ دیے۔ اُن میں ایک اچھا بڑا شیر کا بچہ بھی تھا۔ یہ سُنکر میں خاموش ہوگیا اور اُن فلاسفر کے متعلق سوچنے لگا میں کئی سال قبل اسی مقام پر اُن سے ملا تھا۔ انھوں نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ وہ اس منطق مسئلہ کا کہ انسان کا دماغ اگر جانوروں کے سر میں بھیجے کی جگہ رکھدیا جائے تو اُس کا کیا اثر ہوتا ہے امتحان کر رہے ہیں۔ اب معلوم نہیں کہ اُن کی تحقیقات میں کیا ثابت ہوا اور وہ کہاں ہیں خیر سب آدمی جمع ہوگئے تو میں ماگھہ پر روانہ ہوا دو میل کے قریب نقش پا پر چلنے کے بعد ماگھہ گم ہوگیا پتھریلی زمین پر کوئی نشان معلوم نہ

میں ایک پتھر پر بیٹھ گیا لیکن مجھ پر ایک ایسی عجیب وحشت اور گھبراہٹ کی حالت طاری ہوی کہ میں اُس کو زبان قلم سے ادا نہیں کر سکتا۔ مجھ کو اپنی بیوی کا خیال تھا اور یہ سوچتا تھا کہ وہ سخت خطرے میں مبتلا ہے۔ خیالات بہت سے آتے ہیں۔ مگر قلب کی کبھی ایسی اور مضطربانہ مایوسانہ حالت نہیں ہوتی ہیں وہ حالت بیان کرنے سے قاصر ہوں الغرض میں فوراً اُٹھا اور کیمپ کو تیز تیز روانہ ہو گیا جب کیمپ چار سو پانچ سو گز رہ گیا تو مجھ کو ایسے مقام سے گذرنا پڑا جس میں صرف گھانس تھی ابتدائے موسم بارش کی وجہ سے گھانس بھی بلند نہ تھی اور یہ حصہ تقریباً میدان تھا۔ دو چار قدم چل کر جو منظر میں نے دیکھا وہ میرے لیے جس قدر اہمیت رکھتا تھا اُسی قدر ہیبناک خوف ناک اور خطرناک بھی تھا دو چار سکنڈ تو سر چکرانے کی وجہ سے میں بے حس و حرکت جسم بے جان کی طرح کھڑا رہ گیا انکھوں میں اندھیرا چھا گیا اور معلوم ہوا کہ قلب ساکت ہو جائے گا مگر انتہائی کوشش کے بعد کچھ سنبھلا۔ اور بغیر یہ سوچے کہ کیا کرنا ہے اُس مصیبت انگیز منظر کی طرف بے تحاشہ دوڑا۔ منظر یہ تھا کہ میری بیوی میدان کے کنارے پر ساکت اور بے حس و حرکت بت کیطرح زمین میں گڑی ہُوی کھڑی ہے اور شیر اُس سے چند گز کے فاصلہ پر کھڑا ہوا میری بیوی کی طرف نگاہ جمائے ہُوے دیکھ رہا ہے معلوم نہیں دونوں کی آنکھیں دوچار ہیں یا نہیں مگر بظاہر دونوں میں کسی قسم کی حرکت یا جنبش نہیں تھی مجھ میں چلّانے یا غل کرنے کی قوت ہی باقی نہ تھی نہ میں کوئی بات سوچ سکتا تھا میں قریب پہنچا مگر معلوم نہیں کیا فاصلہ تھا شیر نے مجھ کو دیکھا اور اُس کی نظر پڑتے ہی یہ معلوم ہوا کہ میرے ہاتھ پیروں میں کسی نے برق کی لہر دوڑادی میں تقریباً بیکار ہو گیا اور قریب تھا کہ گر جاؤں بے انتہا کوشش کے بعد میں نے اُسی حالت میں گھبرا کر یا سنبھلکر شیر پر فائر کیا اُس وقت یہ بھی نہیں معلوم ہوا کہ گولی کہاں پڑی نہ یہ یاد ہے

کہ نشان کہاں کا لیا تھا البتہ شیر کو گرتے دیکھکر میں خوشی سے یا مسمریزم جیسی قوت کا اثر زائل ہونے سے ہوش میں آ گیا اور اچھلا اور دوڑتا ہوا میم صاحب کے پاس پہنچا ہاتھ لگانے سے معلوم ہوا کہ بیہوش ہو چکی ہے اور گر رہی ہے میں نے گود میں سنبھال لیا اور بیٹھ گیا۔ رومال سے ہوا دیتا رہا کہ اس عرصہ میں کوئی آ گیا۔ میں نے پانی مانگا اور پانی منہ پر چھیڑکا تھوڑی دیر بعد بیوی نے آنکھیں کھول دیں مگر بات کرنا ممکن نہ تھا میں نے چارپائی لانیکا حکم دیا یہ دیر میں آئی اور اس عرصہ میں میری نگاہ شیر پر پڑی جو چند قدم پر پڑا ہوا تھا میں نے اُس طرف دیکھا اور اس پورے قصہ کا سب سے زیادہ عجیب اور مہیب دل کو ہلا دینے والا حصہ نظر آیا۔ شیر کے دل سے انگل دو انگل گولی اوپر لگی تھی مگر دونوں شانوں کی ہڈیاں چکنا چور ہو گئیں تھیں۔ شیر کیلئے ہلنا یا بیٹھنا ناممکن تھا مگر کمبخت اب تک زندہ اور سانس لے رہا تھا۔ یہ دیکھتے ہی میں اُٹھا اور تین چار فٹ پر اس ارادے سے کھڑا ہوا کہ دوسری گولی سے اس کا کام تمام کر دوں۔ فائر کرنے سے قبل میری نگاہ اُس کی آنکھوں پر پڑی۔ یہ بالکل انسان کی آنکھ تھی اور اس میں میری طرف سے جو نفرت اور انتقام کا جوش بھرا ہوا تھا وہ اس قدر نمایاں تھا کہ معمولی سے معمولی درجہ عقل کا انسان اس کو پہچان سکتا تھا۔ اس کے علاوہ یہ نیم مردہ شیر صاف طریقہ پر اس طرح لب ہلا رہا تھا کہ گویا بول رہا ہے یا کوشش کر رہا ہے کہ آواز نکال کر کوئی لفظ ادا کرے اس حالت کو دیکھکر یا آنکھ نے کچھ ایسے میرے قلب پر وہی مسمریزم کا اثر محسوس ہوا جو نشانہ لیتے وقت معلوم ہوا تھا۔ مگر میں نے سخت کوشش کی اور نہایت جلد اُس کے کان کے نیچے دوسرا فائر کر دیا۔ یہ بغیر آواز کے تھرتھرایا اور مر گیا۔ اب میں پھر میم صاحب کے پاس آیا وہ بات کر سکتی تھیں۔ مجھ سے کہا کہ میں آہستہ آہستہ چل سکتی ہوں چارپائی کی ضرورت نہیں۔ ہم بنگلہ پر پہنچے۔ میری بیوی نے اپنی سرگذشت اس طرح پر بیان کی :-

صبح بارہ بجے کے قریب مجھ کو اسی کشادہ جھاڑی کی طرف سے کسی کے
بچے کے رونے کی آواز آئی بچہ اس طرح رو رہا تھا کہ مجھ کو بے حد رحم آیا تم جانتے ہو
بچوں کے ساتھ عورت کا کیا تعلق ہے اس ولولہ میں دروازہ کھولکر اُس کی آواز
جھاڑی کی طرف چلی - وہاں پہنچی تو بچہ نظر نہ آیا بلکہ آواز اور آگے سے آتی سُنائی
دی میں اُدھر بڑھی تو آواز بھی دور ہو گئی - غرض مجھ پر ایک حالت سی طاری
ہو گئی اور میں مُسلسل تقریباً ایک گھنٹہ تک اس آواز کے پیچھے پیچھے پھرتی رہی
جب میں اُس کھلے ہوئے حصّہ میں پہنچی ہوں تو میں نے دور سے اُس شیر کو
دیکھا کہ میری طرف آرہا ہے یہ دیکھکر میں نے واپس آنا چاہا مگر مجھ کو کسی
قوت نے محض بے کار کر دیا میرے ہاتھ پیروں میں جنبش کی قوت باقی نہیں رہی
وہ شیر جس کی آنکھیں عجیب قسم کی تھیں میری طرف بڑھتا آتا تھا - اس کے بعد
جو کچھ ہوا وہ تم نے دیکھا ہے - مجھ کو معلوم نہیں شیر تو مارا گیا تھا مگر میم صاحب
کے لئے اس صدمہ کی وجہ سے آرام ضروری تھا اور مجھے رپورٹ مرتب ورواںہ
کرنی تھی دو چار روز میں اُسی بنگلہ میں مقیم اور مختلف روایتوں کی نسبت دریافت
کرتا رہا فلاسفر یا سائنٹفک مسائل کی دریافت اور امتحان کرنے والی کی نسبت
معلوم ہوا کہ اپنے جانے سے چند روز قبل وہ ناگپور گئے تھے وہاں سے وہ
بہت کوشش کے بعد ایک ڈاکو کا سر لائے تھے جس کو پھانسی دی گئی اور
جسم لاوارث تھا یہ ڈاکو صرف عورتوں کو لوٹتا اور اُنہی کو مار ڈالتا تھا یہ سُنکر
سب سلسلہ میری سمجھ میں آگیا -

ناظرین سمجھ گئے ہوں گے - بیان کرنا غیر ضروری ہے اب ان قصّوں کو
چھوڑ کر میں دوسری طرف متوجہ ہوتا ہوں -

شیر کو شکار کرنے کے طریقے

ف۔ آدم خوروں کے واقعات جن کو قصّے کہنا بے جا نہ ہوگا سیکڑوں کی تعداد میں مشہور اور کتابوں میں بھی درج ہیں ان سب کو لغو اور غلط مان لینا مشکل ہے ساتھ ہی اس کے ان سب کو تسلیم کر لینے میں بھی دشواری معلوم ہوتی ہے قصّے کہانیاں افسانے یا واقعات جو اس پیرایہ میں بیان کئے گئے ہوں۔ مگر سچ اور جھوٹ کی تمیز کر لینا ناممکن اور کسی پہلو پر رائے قائم کر لینا نہایت آسان ہے گھر میں بیٹھے ہوئے دائرہ احباب میں خوش گپی ہو رہی ہے جو شخص جو کچھ چاہے بیان کر دے اعتراض کیا جائے تو کہدے کہ دروغ برگردن راوی۔ لیکن جنگل میں اور شیر کے جنگل میں جب کندھے پر بندوق لے کر گنجان جھاڑیوں اور خمدار نالوں سے گذرنا پڑتا ہے اور یہ خیال ہوتا ہے کہ فرمانروائے صحرا اور پھر قہر الٰہی آدم خوار دیو ہر لمحہ ہر جانب سے نکل کر بغیر حملہ کرنے کے ہم کو ادنیٰ چوہے کے مانند اٹھا لیجا سکتا ہے اُس وقت بہت سے چھوٹے قصوں پر بھی سچے ہونیکا یقین آجاتا ہے۔ ڈرائنگ روم یا صحن چمن میں بیٹھکر کہانی سننے والوں کو غریب جاہل شکاریوں کی باتوں کو بالکل بے سر و پا نہ تصور کرنا چاہئے ہاں اس درجہ تک ان پر اعتراض کرنا درست ہے کہ یہ کم استطاعت گاؤں والے جاہل اس Cause and affect اسباب و نتائج کے مسئلہ کو حل نہیں کر سکتے اسی وجہ سے ممکن ہے کہ کسی امر کے سمجھنے میں ایسے غلطی ہوئی ہو لیکن یہ سمجھنا کہ شروع سے آخر تک سب من گھڑت ہے۔ اور ایک لاکھ بھیڑیے کا وجود صرف پتہ کھڑ کنے تک محدود ہے بڑی سخت غلطی ہے۔ ناظرین سے امید ہے کہ

وہ مجھکو بھی انہی جاہلوں کی قطار میں شمار فرماویں۔ لیکن نو مشق اور ناتجربہ کار شکار کے شوقینوں کو جن کی معلومات اور مدد دینے کی غرض سے یہ کتاب لکھنے کی محنت گوارا کی گئی ہے نہایت زور اور اصرار کے ساتھ میں متنبہ کرتا ہوں کہ وہ کبھی اس غلطی اور غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ واقعات اور کہانیوں کو جو بڑے بڑے مصنفین نے اور ایسے شکاریوں نے جن کی عمر اس شغل میں بسر ہوئی ہے۔ درج کتاب کیا ہے بہ غور پڑھیں تو مفید نتائج پیدا کرنے کا عمدہ موقعہ اور سامان ہاتھ آئے گا۔

شیر کو فطرت نے اس قوت و رعب کے ساتھ پیدا کیا ہے کہ روئے زمین کا کوئی جانور اُس پر حملہ نہیں کرتا اور حقیقتاً یہ امر شیر کی سمجھ سے باہر ہے کہ کوئی جانور اُس پر حملہ کرے۔ حتیٰ کہ فطرت نے بھی شیر کو سوائے ذرا سی دیر کے لئے ہٹ جانے کے اپنے بچانے کا کوئی خاص طریقہ نہیں سکھایا ہے۔ نہ اس میں ہرن کی دوڑ ہے نہ سانبھر کے سینگ نہ ریچھ کے بال نہ سیہی کے کانٹے۔ صرف اُس کا رُعب اور اُسکی قوت اُس کی سپر ہے۔ ایسے قوی اور اس خیال کے جانور سے جو جرأت اور جو غیر مترقبہ حرکت ظہور پذیر نہ ہو غنیمت ہے۔

ف۔ جنگل میں جب نوجوان شکار کھیلنے کے لئے داخل ہوں تو اُن کو اس امر کا یقین اور اس کے لئے تیار ہونا چاہیئے کہ ہر لحظہ اُن کو کسی نہ کسی قسم کی دشواری اور خدانخواستہ مصیبت کے پیش آنے کا امکان ہے یہ خصائل اور انہی دشواریوں کے برداشت کرنے اور ہمت کے ساتھ اُس کے مقابلہ کرنے کا عادی ہونا اور ہر مصیبت کے وقت میں مردانہ وار مستقل رہنا اپنی قوت اپنی سمجھ پر اعتماد ہونا اور معمولی مشکلات کی بنا پر اپنے ارادہ سے پسپا نہ ہونا شکار کے جواز اور اُس کی عزت کی بنا ہیں۔ جب تک یہ خصائل موجود اور دماغ میں اِن کا نمو اور پرورش نہ ہوئی ہو اُس وقت تک "شکار کار بیکاران است" درست ہے۔ اگرچہ خصائل

اور ان کے ساتھ کے لوازمات موجود ہیں اور شکار سے انکا Devoolspment نمو اور ترقی پیش نظر اور ممکن ہے تو حضرت اورنگ زیب کا فرمانا صرف بچوں کو دھمکانا ہے یا حضرت نے بچے میں یہ خصائل مفقود پائے ہونگے نیک چلنی اور منہیات سے احتراز شکار کے لئے اس قدر ضروری ہے۔ جس قدر مشنری کے واسطے تیل۔ تھوڑی دیر انجن یا موٹر بغیر انجن آئیل کے چلیگا مگر تھوڑی ہی دیر بعد پرزہ پرزہ فنا ہوجائیگا یہ شکاری کی خصلت کے لوازمات میں ایک لوازمہ ہے۔ اسی سے ناظرین اندازہ فرما سکتے ہیں کہ شکار کیا چیز ہے اور کیوں اہل یورپ جو آج دنیا پر حکمران ہیں اس کے اس قدر دلدادہ اور فریفتہ ہیں۔ شکار اور شکاریوں ہی کے طفیل سے آفریقہ کے اندر کا حال معلوم اور آفریقہ مفتوح ہوا شکاریوں ہی نے امریکہ پر سکہ جمایا اور اسٹریلیا کی سرزمین کو شکاریوں ہی نے صاف کیا۔

اس یاوہ گوئی کا مقصد یہ ہے کہ جب نومشق و نوآموز شکاری شیر کو ہلاک کرنے کے ارادے فرمائیں تو جنگل میں بے پروائی یا فلسفیانہ یا شاعرانہ خیالات میں محو نہ ہوں ہر وقت اس سے دوچار ہونے کے لئے تیار رہیں شیر بھی مثل اور حیوانات اور انسانوں کے مختلف المزاج ہوتے ہیں۔ کونسا شیر کس وقت کیا عمل کرے گا یہ یقین کے ساتھ کوئی نہیں بتا سکتا تاہم عام عادات اور شیر کے افعال کے لحاظ سے جو طریقے اُس کی ہلاکت کے معلوم ہوچکے ہیں وہ بہ تفصیل بیان کئے جاتے ہیں اور ان طریقوں میں کسی ایک کو کام لانے کے قبل جن امور کا ہر شکاری کو قطعی تصفیہ کرلینا چاہیئے وہ یہ ہیں۔ اس کے تصفیہ کے لئے مندرجہ ذیل امور پر غور کرنا چاہیئے۔

(۱) زمین کی ساخت (۲) جنگل اور جھاڑی کی نوعیت (۳) پانی کی قلت وکثرت (۴) بڑے درختوں کا یعنی جو انسان کے چڑھنے اور پناہ دینے کو کافی ہیں

موجود ہونا یا مفقود ہونا (۵) شیر کے آرام لینے کے موزوں مقام کی قربت یا بُعد (۶) ہانکے کے لئے کتنے آدمی ہونا جمع ہو سکیں گے (۷) ہانکے والوں کو ہدایتیں اور اُنکو اپنے قابو میں رکھنے کے لئے یعنی تجربہ کار مدد دینے والے جن کو غلط طور پر شکاری کہتے ہیں کتنے موجود ہیں (۸) خطرے کے وقت بچا کر نکل جانے کے راستے (۹) موسم (۱۰) اپنی صحت کی ضروریات اور محنت (۱۱) برداشت کرنے کی حد یا وسعت یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ شکاری جس قدر زیادہ شیر کی عام عادات اور ان کے حالات سے واقف ہوگا جس قدر مقامی جنگل کے ندی نالوں اور نشیب فراز کو سمجھا ہوا ہوگا اور جس قدر زیادہ اس مخصوص شیر کی جس کو شکار کرنا مقصود ہے۔ مخصوص عادات سے واقف ہوگا اُسی قدر زیادہ کامیابی کا امکان ہے۔

ف۔ مختلف طریقے جن کی تفصیل و قواعد جدا جدا بیان کئے جائیں گے یہ ہیں۔

(۱) سب سے آسان طریقہ اور مبتدیوں کے لئے موزوں یہ طریقہ ہے کہ شیر کے گارا کرنے کے بعد شیر جو کچھ چھوڑ جاتا ہے اُس کے قریب درخت پر چھپکر بیٹھنا

(۲) جب شیر گارا کرکے چلا جائے تو دوسرے دن شیر کا ہانکہ کرانا۔ اور خود درخت پر بیٹھنا۔

(۳) ہاتھی پر بیٹھکر جنگل میں پھرنا۔

(۴) شیر کے رہنے کی جگہ معلوم کرکے اُس کے قریب درخت یا بلند پتھر پر بیٹھنا

(۵) جس مقام پر شیر شکار کرکے بالخصوص گاؤں کے مویشی کو مار کر کھا رہا ہو وہاں پہنچ جانا۔

(۶) پاپیادہ نالوں کے کنارے سایہ دار درختوں کے نیچے جہاں شیر دن کو آرام لیتے ہیں شیر کو تلاش کرکے مارنا۔

(۷) شیر کے آنے جانے کے راستہ پر یا اُس کی نہفت افزائی اور سیر کے میدان کو کھلی بیل گاڑی میں جا کر شیر پر فائر کرنا۔

(۸) گاؤں کے مویشی کے ساتھ رہنا جب شیر کسی گائے بیل کو مارے تو خود اُس کو شکار کرنا۔

(۹) کتوں سے گھروا کر شیر کو پریشان کر دینا اور اُس وقت شیر کو مارنا۔

یہ وہ طریقے ہیں جو شکاری کے مصالح تدابیر و ارادے پر منحصر ہیں۔ یوں اتفاق سے کسی موقعہ پر شیر سے مڈبھیڑ ہو جائے اور آپ مار لیں یہ اتفاقی امر اور شکار کرنے کے مقررہ طریقوں سے جدا معاملہ ہے۔

(۱) اِس طریقے کے اختیار کرنے میں یعنی شیر کے گارے کے نزدیک کسی محفوظ مقام پر بیٹھنے کے لئے ان چند باتوں پر کافی غور اور ادنیٰ ادنیٰ ہدایتوں پر کمال توجہ کے ساتھ عمل کرنا لازمی ہے۔ ورنہ بہت چھوٹی سی بداحتیاطی تمام محنت وقت اور روپیہ کے ضائع کرنے اور ناکامی کا منھ دکھانے کے لئے کافی ہے۔ یہ تو سیدھے سچے اور سپاہی منش اصحاب کے الفاظ اور دستور العمل کا خلاصہ ہے لیکن ہمارے ملک اور سوسائٹی میں ایک اور بڑی مصیبت ہے۔ "نقصان مایہ و شماتت ہمسایہ" کوئی شوقین دل چلا نوجوان اپنا وقت عزیز اور روپیہ صرف کر کے اگر شکار کا ارادہ کرے تو بعض بزدل اور کم ہمت مسخرے اُس کو طرح طرح سے بناتے اور اِس ارادہ سے باز رکھنے پر اصرار کرتے ہیں پھر اگر وہ شخص ناکام واپس آیا تو پھبتیوں کی بوچھار اور طعنوں کی بھرمار سے اُس کا ناک میں دم کر دیتے ہیں۔

بخلاف اِس کے یوروپین سوسائٹی کے اخلاق اور شریفانہ خیال کا ادنیٰ نمونہ یہ ہے کہ ہر شخص چلتے وقت wish you good luck کہنے کو اپنا فریضہ سمجھتا ہے۔ اور ناکامی کی صورت میں اُس کا الزام اُس کی نادانی نااہلی کم ہمتی پر

نہیں رکھتا بلکہ تسلی دیتا ہے اور آپ کی تمام کمزوریوں اور بے وقوفیوں پر
کے الفاظ کا عیب پوش پردہ ڈھک دیتا ہے ۔ ببیں تفاوت
رہ از کجا ست تا بکجا ۔ خیر بدنصیب قوم کے بدترین نمونوں کو چھوڑ کر آپ میدان
میں آئیے ۔ ان بد اندیشوں کے طعن اور ہمت گھٹانے والے زنانہ منش الفاظ کا
خیال نہ کرکے مردانہ وار کام شروع کیجئے ۔

ف ۔ سب سے اوّل وہ مقام تجویز کیا جائے جہاں گارے کے لئے
بھینسا باندھا جائے گا ۔ اس مقام کی تلاش میں اس کا خیال رکھنا چاہیئے کہ
ہم کو ایسی جگہ درکار ہے جہاں جانور کو مارنے اور نصف کھانے کے بعد شیر کا
دوبارہ آنا آسان ، ممکن ، اغلب ، بلکہ یقینی ہو ۔ ہانکہ کے شکار میں جانور باندھنے کی
ایسی جگہ تجویز کیجاتی ہے کہ شیر کو گارہ کرنے کے بعد گارے کے پاس آرام کرنیکا
موقع ملے یعنی سایہ ۔ پانی گنجان جھاڑی موجود ہو جب گارے پر بیٹھکر شکار کرنا
مقصود ہے تو وہ جگہ تجویز کرنی چاہیئے جہاں انسان وحیوان کی آمد و رفت
نہ ہو اور بڑے جنگل سے وہ جگہ اتنی دور نہ ہو کہ وہاں سے آنے میں کسی کھلی ہوئی
زمین یا میدان کا طے کرنا ضروری ہو ان دو احتیاطوں کا لحاظ رکھنے کے بعد گارا
نمایاں تر مقام پر باندھا جائے ۔ دو نالوں یا جنگل کی کئی پکھ ڈنڈیوں کے
اتصال کی جگہ جو کسی قدر بلند ہو بہترین مقام ہے ۔ بشرطیکہ اس مقام پر موزوں
درخت شکاری کی مچان کے لیئے موجود ہو ان سب ضروریات کا جمع ہونا ہر جگہ
ممکن نہیں ہے ۔ اس لئے مصنوعی مچان تیار کرا لینا مشکل نہیں ہے لیکن اس میں
یہ شرط لازمی ہے کہ پتوں اور شاخوں سے مچان اس طرح ڈھک دیا جائے کہ
درخت سے مشابہ ہو جائے یا کم از کم بے وقوف جانور کو شبہ نہ ہو ۔ گارا درخت سے
جس پر بیٹھنا منظور ہے تیس اور حد چالیس گز سے زیادہ فاصلہ پر نہ ہو ۔ گارے کے

جانور کا اگلا ہاتھ اِس قدر مضبوط رسّی اور کسی جھاڑی کی جڑ یا میخ سے باندھا جائے کہ شیر رسّی کو توڑ کر یا میخ کو اُکھاڑ کر جانور کو لے کر چل نہ دے۔ اِس کے لئے چار فٹ لمبی تین انچ قطر کی میخ جس میں سے تین فٹ زمین کے اندر ہو ہونی چاہیئے کافی ہے اِسی طرح نصف انچ موٹی سُوت کی رسّی جو پیر اور میخ یا جڑ میں تین مرتبہ لپیٹی گئی ہو کافی ہے۔ میخ یا جڑ میں کم از کم تین فٹ کا فصل ضروری ہے تاکہ جانور کو جنبش اور بیٹھنے اٹھنے میں تکلیف نہ ہو۔ بعض شکاری میخ گاڑنا پسند نہیں کرتے مگر مجبوراً اِس کے استعمال کو جائز سمجھنا چاہیئے۔ جانور کو باندھنے سے قبل پانی پلوا دینا اور گرد و پیش کا حتی الامکان ہمرنگ چارہ ڈلوا دینا رحم دل شکاریوں کا فریضہ ہے۔ جانور کو ایسی جگہ باندھنا چاہیئے کہ ابتدائی حصّہ شب میں اُس پر کسی درخت کا سایہ نہ پڑے۔ شیر کے گار کرنے اور سیر و تفریح کا یہی وقت ہے۔

درخت اور مچان کے انتخاب میں اُس کا خیال رکھنا چاہیئے کہ وہ شیر کے راستہ میں نہ واقع ہو بلکہ آنے کے راستے کے مقابل ہو اگر شیر کے آنے کا راستہ پہاڑ پر سے ہو تو درخت ایسی جگہ انتخاب کیا جائے کہ پہاڑ پر سے نظر نہ آتا ہو عموماً جب شیر گارے پر آتا ہے تو اگر اُس کو کوئی بلند مقام مل جائے تو وہاں سے اپنے شکار اور گرد و پیش کو غور سے دیکھ لیتا ہے۔ بلندی پر ہونے کی وجہ سے درخت کا مچان صاف نظر آجاتا ہے۔ غالباً یہ بتانا غیر ضروری ہے کہ شکاری کو کلیتاً خاکی کپڑے پہننے چاہئیں۔ سپید کالر اور سپید کف یا رومال دور سے نظر آتے ہیں جس درخت پر مچان باندھا جائے اُس کے سایہ پڑنے کی جگہ پر جانور کو نہ باندھنا چاہیئے۔ یہ یاد رکھئے کہ آفتاب اور ماہتاب کے راستے کرۂ سماوی میں الگ الگ ہیں یہ ضرور نہیں ہے کہ جہاں دن کو آفتاب کا سایہ پڑتا ہو وہیں ماہتاب کا سایہ بھی پڑے چاند بلکہ درخت کا سایہ رات کو کس لائن پر پڑے گا پہلے سے معلوم کر لینا چاہیئے۔

مچان پر بیٹھنے کی جگہ نرم اور آرام کی ہونی چاہئے پانی کچھ کھانے کا سامان قندیل۔ بلینکٹ۔تکئے۔ باران کوٹ مضبوط بارہ فٹ کی رسی یہ نہایت بکار آمد سامان ہے۔ساتھ رہے تو بعض وقت کام دیتا ہے۔مچان شکاری کی جنبش سے آواز نہ کرتا ہو مچان سے پلنگ باندھنے کی رسّیاں لٹکتی ہوی نظر نہ آئیں نہ اس طرح باندہی جائیں کہ بندوق کو ایک طرف سے دوسری جانب لے جانے میں ہارج ہوں سیڑہی درخت کے پاس سے ہٹا کر لٹا دیجائے۔

مچان زمین سے ۱۲ فٹ رکھنا مناسب ترین بلندی ہے مگر مچان درخت کے تنہ پر نہ ہو بلکہ شاخ پر تنہ سے ہٹا ہوا ہونا لازمی ہے میں نے چودہ اور بارفٹ پہ مچان باندہ کر شکار کھیلا ہے لیکن صرف اُس صورت میں کہ شیر کو کہیں سہارا اور ٹیک کا موقعہ نہ تھا مثال یہ ہے۔

شاخ

تنہ پہ ہاتھ کو سہارا دے کر شیر اپنی لمبان کے مساوی اور اوپر چڑہ جاتا ہے اس طرح ۲۴ فٹ تک راست درخت پر مچان نہ باندہنا چاہئے۔ مچان کے گرد پتوں سے ایسی ٹیڑھی اور ناہموار دیوار بنالینی چاہئے کہ وہ فطرتی قسم کی گنجان جھاڑی معلوم ہو دیوار کا اُس پر شبہ نہ ہو۔ اگر درخت کی شاخیں گارے کو دیکھنے میں ہارج ہوتی ہوں تو اُن کو چھانٹ دینا چاہئے مگر توڑی ہوی شاخیں دور چھپا دی جائیں۔ نئی ٹوٹی ہوی شاخوں کی بُو سے شیر کو انسان کے موجود ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔ شیر خود گھانس اور جھاڑیوں کی شاخیں توڑ کر گدوں سے محفوظ رکھنے کی غرض سے

اپنے پس ماندہ شکار کو ڈھک دیتا ہے۔ یا کسی گنجان جھاڑی میں جہاں چیلوں اور گدوں کا گذرنا ممکن ہو۔ کھینچ کر چھپا دیتا ہے یہ عمل یعنی ڈھکنا یا چھپانا اس امر کی علامت ہے کہ شیر یہاں پر آنے گا۔ میں نے ایک شیر کو گھانس نوچتے دیکھا ہے۔ اس نے اس مقام سے دس گز پر ایک گائے کو مار کر آدھا کھا لیا تھا۔ اور اس پر چند شاخیں اور کچھ گھانس ڈال چکا تھا۔

مسٹر ڈنبار نے ایک شیر مارا ہے جس کے منھ میں گھانس کا سالم مٹھ تھا اگر شیر یہ دیکھ لے کہ گدھ اس کے شکار پر آ گئے ہیں تو پھر وہاں بقیہ جانور کو کھانے کے لئے نہیں آتا جانتا ہے کہ "حریفاں بادہا خوردند و رفتند" گدھ دو تین منٹ میں نصف اور پھر شیر جیسے استاد قصاب کے چرے ہوئے جانور کو صاف کر دیتے ہیں تعجب ہے کہ شیر اس کو سمجھتا ہے اگر شیر انسان کو اپنے گارے کے قریب یا درخت پر چڑھتا ہوا دیکھ لے تو پھر نہیں آتا یا بہت دیر میں آتا ہے اس لئے اس کے شبہ کو دور کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ جب شکاری درخت پر بیٹھ جائے تو اس کے ہمراہی درخت کے نیچے سے تھوڑی دور کھڑے ہو کر صرف اس قدر بلند آواز سے باتیں کریں کہ شیر اگر کہیں سے چھپا ہوا دیکھ رہا ہے تو اس کی توجہ انکی طرف منعطف ہو جائے پھر یہ لوگ باتیں کرتے ہوئے (چلاتے ہوئے ہرگز نہیں) دور چلے جائیں۔ شیر ان کو دیکھتا رہتا ہے اور درخت کے آدمی کو بھول جاتا ہے یا یہ سمجھتا ہے کہ سب چلے گئے۔

ایک شیر نے مجھ کو درخت پر چڑھتے یا اردلی سے بندوق لیتے دیکھ لیا میں نے مندرجہ بالا طریقہ پر عمل کیا۔ شیر کو میرا وجود یاد رہا لیکن غالباً درخت بھول گیا کیونکہ معمول سے دو تین گھنٹہ بعد آیا تالاب کے کنارے اور پانچ چھ درخت تھے ہر درخت کے پاس آکر اس کو غرا کر جانچا۔ رات کے گیارہ بجے تھے اور چاندنی تیرہویں

تاریخ تھی میرے درخت کے قریب آیا اور پانچ گز پر کھڑے ہو کر اوپر دیکھا۔ دُم اُٹھا کر غرایا یہ عجیب سماں تھا میں بد قسمتی سے زیادہ برداشت اور انتظار نہ کر سکا سینہ کی سیدی کے بائیں جانب کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ شیر اُچھلا مگر صرف دو تین فٹ بڑھ کر گر گیا۔

مُبتدی شکاری کو دن اور رات کے نشانہ میں فرق معلوم ہونا ضروری ہے یہ بھی معلوم کر لینا لازمی ہے کہ اُن کی بندوق کے نشانہ میں کوئی خصوصیت تو نہیں ہے اس کی نسبت قبل از وقت سب اُمور سے واقف ہونا مبتدیوں کے لئے نہایت اہم معاملہ ہے۔ نئی بندوق جس کو پہلے چند فائر کر کے آزمانہ لیا ہو ہرگز استعمال نہ کیجائے کارتوس معتبر کارخانہ کے ہونے چاہیئے۔ میگزین رائفل کیسی ہو عمدہ ہو خوفناک شکار کے مقابلہ میں غیر قابل اعتبار ہے میں نے بارہا کارتوس پھنستے یا ایکشن کو جیم jam دیتے دیکھا ہے۔

مچان پر مغرب سے کم از کم دو گھنٹے قبل بیٹھ جانا چاہیئے بعض شیر جو جلد باز طبیعت کے ہوتے ہیں یا جو گذشتہ شب کے کھانے کو جلد ہضم کر کے بھوکے ہو جاتے ہیں وہ دن چھپنے سے پہلے ہی گارے پر پہنچ جاتے ہیں۔ اگر مصنوعی روشنی کا سامان موجود ہو تو بجائے گارے کے مقام پر روشنی ڈالنے کے اپنے دیدبان اور مچان پر روشنی ڈالنا زیادہ مفید ہے۔ جانور کو مضبوط رسی سے باندھنے کی ہدایت کی جا چکی ہے اگر موقعہ کے لحاظ سے اُس کو پانچ چار گز ہٹانا پڑا ہو تو یہ جائز ہے۔ گارے کے پیر مضبوط باندھ دینا چاہیئے۔ بعض شیر لپک کر آتا ہے اور آنِ واحد میں جانور کو جھاڑی میں لیجاتا ہے گارہ مضبوط رسی سے بندھا ہوا ہو تو زور کرتا ہے یا وہیں کھانا شروع کر دیتا ہے دونوں حالتوں میں شکاری کو فائر کرنے کے لئے کافی وقت ملتا ہے۔ ایک مرتبہ ایک

صاحب کے سامنے سے شیر گارے کو لے اُڑا اور پاس ہی گھنی جھاڑی میں بیٹھکر کھانا شروع کیا ہڈیوں کے توڑنے اور چبانے کی آواز آتی تھی مگر جب نظر ہی نہ آئے تو کیا کریں آخر ش اِن کو اتنا غصہ آیا کہ انھوں نے اپنی رائفل یہ کہہ کر فائر کر دی کہ لو اب کھاؤ۔ شیر نے زور سے آواز دی مگر شکار کو نہ چھوڑا اور کھاتا رہا کس کی مجال تھی کہ اِن کو ڈر ختم ہونے سے پہلے نیچے اتارے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک اِن کو درخت پر قید رہنا پڑا۔ پھر پندرہ بیس آدمیوں کے جمع ہونے پر یہ اُترے۔

ف۔ بجائے اِس کے گذشتہ شب کے نصف کھائے ہُوئے جانور کی لاش (اِس کے لئے صرف گارے کا لفظ کافی ہے) باندھی جائے یا ہٹائی جائے یا پتوں سے ڈھکی جائے زیادہ مناسب یہ ہوگا کہ ایک دوسرا جانور اُسی پہلے گارے کے قریب باندھ دیا جائے اور پہلا گارا اٹھالیا جائے جب شیر اِس کی تلاش میں آئیگا کیونکہ اُسی امید پر شکاری بیٹھا ہے تو نئے جانور کو دیکھ لیگا اور یقینی طور پر اِس کو ہلاک کریگا یہ سین دیکھنا بھی شکاری کے لئے نہایت پُرلطف اور سبق آموز تجربہ ہے۔ میں نے اِسی طریقہ پر تین مرتبہ شیر کو بھینسا مارتے دیکھا ہے۔

ف۔ اگر شکاریوں کو مچان پر پہنچنے میں دیر ہوجائے اور یہ گمان ہو کہ شیر گارے پر یا اُس کے آس پاس آگیا تو مچان تک پانچ چار آدمیوں کو لیکر جانا چاہئیے اُن کی آہٹ سے اور باتوں کی آواز سے شیر ہٹ جائے گا شکاری کو مچان پر بٹھانے کے بعد یہ ہمراہی دور تک باتیں کرتے جائیں۔ اِس کی وجہ بیان کیجا چکی ہے۔ مچان پر قبل از مغرب پہنچ جانے سے فطرت کی ہیئت میں تبدیلی واقع ہوتے ہُوئے دیکھنے کا لطف روشنی اور اندھیرے کے ملنے کا سین جنگل کا سناٹا دِن کا شور و غل موقوف اور شب زندہ دار جانوروں کی آوازوں کی ابتدا عجیب و غریب مناظر کے معائنہ کا موقع دیتا ہے۔ بجائے شیر کے انتظار کے "جعلنا الیل لباساً" کیطرف ذہن منتقل ہوجاتا ہے

معلوم ہوتا ہے کہ دنیا اب اس لباس کی چادر کو آہستہ آہستہ اپنے اوپر تان رہی ہے شکاری کو آرام اور آسانی کی نشست اختیار کرنی چاہیئے۔ بار بار نشست کا بدلنا مقاصد شکار کے مخالف عمل ہے۔ اب صبر و استقلال کا سماعت اور بصارت دونوں حواس کو پوری طرح کام میں لانے کا وقت ہے بعض وقت شیر اپنے آنے کی اطلاع دیدیتا ہے۔ اطلاع اور گارے پر پہنچنے کے درمیان کا وقت سخت انتظار و اضطراب کا ہوتا ہے خوف سے نہیں بلکہ جوش کی وجہ سے قلب کی حرکت بہت تیز ہو جاتی ہے پسینہ آجاتا ہے۔ نئے شکاریوں پر جو حالت طاری ہوتی ہے اُس کے لحاظ سے اگر جلد اور بغیر پوری طرح غور کے ساتھ نشانہ جمانے کے فائر کردیا جائے۔ اور دہوف یا ہاؤں کی آواز سُنا کر شیر غائب ہو جائے تو ذرا بھی تعجب کی بات نہیں ہے اُس وقت بہت استقلال اور ٹھنڈے دل سے کام لینا چاہیئے اب شیر جاتا نہیں اِلّا اس صورت میں کہ شکاری بھگادے جب شیر کا منھ شکاری کیطرف نہ ہو اُس وقت ٹھیک دل کا اور اگر اپنے نشانہ پر اعتبار ہو تو گردن کا مکھی کے اُوپر لے کر آہستگی اور اطمینان کے ساتھ لبلبی کو دبانا چاہیئے جھٹکہ دینا اور جلد کھینچ لینا عین اناڑی پن ہے۔ شکار میں اکثر نشانے اونچے پڑتے ہیں اُس کی وجہ یہ ہے کہ جلدی میں مکھی کو دیدبان کی جڑ سے نہیں مِلاتے۔ نشانہ صحیح یہ ہے [illegible] غلط یہ ہے [illegible] غلط میں مکھی ۷ کے اندر بہت زیادہ بلند ہے صحیح نشانہ میں ۷ کی اخیر نوک سے مکھی متصل ہے۔ اصول نشانہ اندازی میں یہ کسی قدر زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

کبھی تو شیر اطلاع دے کر اور کبھی کمال احتیاط اور آہستگی کے ساتھ آتا تو معلوم ہوتا کہ ایک سایہ کبھی سیاہ اور کبھی سپید کھسکتا ہوا بڑھ رہا ہے۔ جس جانب روشنی پڑتی ہے وہ پہلو میلا میلا سپید اور جو پہلو تاریکی میں ہوتا ہے

وہ بالکل سیاہ نظر آتا ہے۔ یہ ایسا عجیب بلکہ مہیب اثر پیدا کرتا ہے کہ میں نے ایک کم عمر اور پہلی مرتبہ شیر کے لئے مچان پر بیٹھنے والے کو کانپتے اور پسینہ میں تر ہوتے دیکھا ہے شیر کے گر جانے کے بعد کھال کو خراب کرنے کا خیال نہ کرنا چاہئے خوب سوچ سمجھکر فوراً دوسری گولی مارنی چاہئے الا اس صورت میں کہ شکاری کو شیر کے مرنے کا یقین کلی ہو۔ کھال کو خراب نہ کرنے کے خیال میں دوسرا فائر نہ کرنے کی وجہ سے مجھ کو ذاتی علم ہے کہ میرے متعدد احباب کے زخمی کردہ شیر غائب ہو گئے اور بعض نے کئی کئی جانیں ضائع کر دیں۔

دو فائر کرنے کے بعد بھی کم از کم آدھے گھنٹے تک انتظار کرنا چاہئے اس عرصہ میں اگر شیر جنبش نہ کرے تو اشارہ مقررہ کے ذریعہ سے ساتھیوں کو بلانا چاہئے یہ ہمراہی کافی روشنی اپنے ساتھ لائیں اور باتیں کرتے ہوئے آئیں۔ کیونکہ یہ بالکل ممکن ہے کہ دوسرا شیر آس پاس موجود ہو۔ مجھکو تو نہیں مگر کئی شکاریوں کو یہ موقعہ پیش آیا ہے۔ مسٹر بسٹ کو یا کالنس کو دوسرے شیر نے سخت تکلیف پہنچائی۔ مسٹر ڈنبار نے بچشم خود مشاہدہ کیا ہے کہ ایک شیر نے مردہ شیرنی کو آکر سونگھا اور بغیر اس کی طرف یا مرنے کے واقعہ کی طرف خیال بھی نہ کیا۔ بے تکلف خاصہ تناول فرمانے میں مصروف ہو گئے ساتھیوں کو بلانے میں سخت احتیاط ضروری ہے میرے مرحوم دوست میجر شاہ مرزا بیگ کے شکار کا واقعہ کسقدر افسوسناک ہے باوجود ہر قسم کی احتیاط کے شیر نے کیا نقصان پہنچایا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ شاہ نے شیر کی گردن پر گولی ماری شیر گر گیا اور خود شاہ مرحوم کا بیان ہے کہ کامل آدھے گھنٹے کے انتظار کے بعد انہوں نے ساتھ کے آدمیوں کو بلایا ہانکے کا شکار اور دن کا وقت تھا۔ بہت سے ہانکے والے بھی ان ساتھیوں کے ہمراہ آگئے شیر کے گرد کھڑے ہو کر ایک نے شیر کی دم پکڑ کر کھینچی۔ شیر ایک دم پورا کھڑا ہو گیا

اور چار آدمیوں کو جھنجھوڑ کر جنگل کا راستہ لیا۔ اِن میں سے دو وہیں مر گئے۔ ایک
دواخانہ میں مَرا۔ صرف ایک بچا وہ بھی چار مہینے بعد بخار سے مر گیا۔ اِن کو جلد جلد
پکڑنے اور مارنے میں بہ مشکل تین چار سکنڈ صرف ہوئے اور بدترتیب طور پر
ہر طرف آدمیوں کے پھیل جانے کی وجہ سے فائر کرنے کا موقعہ بھی نہ ملا۔

ایسے مواقع پر سیکڑوں مثالیں سیکڑوں آدمیوں کو نقصان پہنچنے یا
ہلاک ہونے کی موجود ہیں مگر سب باستثنائے ۲ یا ۳ فیصدی کے شکاریوں کی
بداحتیاطی کا نتیجہ ثابت ہونگی جس شکاری کے شکار میں کسی کو شیر کی وجہ کبھی کوئی
نقصان نہ پہنچا ہو اُس کو رحمت الٰہی کا شکرادا کرنا چاہیئے۔

ف۔ اگر شیر نہ گرے اور زخمی ہو کر نکلجائے تو صبح تک کسی شخص کو کسی
حالت میں درخت سے نہ اترنا چاہیئے سردی اور بارش کی برداشت کرنا آسان ہے
مگر زخمی شیر کے جنگل میں زمین پر پیر رکھنا خودکشی کا اقدام ہے۔ جو ہوگا صبح کو دیکھا جائیگا

ف۔ بعض حضرات اِس طریقہ کو ذرا پایۂ وقار سے گرا ہوا سمجھتے ہیں لیکن
ہر مصنف نے اِس کو نوآموزوں کے لئے بہترین اور نظارہ ہائے فطرت کے
دلدادہ شکاریوں کے لئے موزوں ترین طریقہ تسلیم کیا ہے جب شکاری مصنفین کی
جو حقیقتاً ماہرینِ فن ہیں رائے یہ ہے تو اعتراض کرنے والے صرف وہ اصحاب
ہو سکتے ہیں جو مرد میدان نہیں ہیں برج کھیلتے کھیلتے قصے سُن لیتے ہیں اور
چونکہ ہمہ دانی کا دعویٰ ہر دماغ میں ہے اِس لئے جس چیز سے ناواقف محض ہوں
اُس پر وثوق کے ساتھ رائے دینے کو تیار۔ مسٹر بسٹ کہتے ہیں کہ بہتر ہوتا کہ
اِن کا وجود صرف خیال تک محدود ہوتا یا بالکل مفقود۔

بعض کو زمانہ حال کی ایجاد یعنی بجلی کی قندیلوں کو استعمال کرنے پر بھی اعتراض ہے
وہ یہ کہ شیر کو اپنی قوتوں اور فطری احساسات سے فائدہ اُٹھانیکا موقعہ نہیں ملتا

شکاری کو اپنی سمجھ اور تجربے سے شیر کی عیاری اور اُس کے حزم و احتیاط کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ بڑے درجہ تک یہ اعتراض قابل تسلیم ہے اگر اُس کا جواب یہ ہے کہ جب شیر کی قوت اور اُس کے پنجوں اور دانتوں کے مقابلہ کے لیئے انسان کی طرف سے بندوق استعمال جائز مان لیا گیا تو کیا وجہ ہے کہ اُس کی اِس قوت کا کہ وہ اندھیرے میں دیکھتا اور شکار کرتا پا کھاتا ہے بجلی کی قندیل سے کام نہ لیا جائے بے شک یکایک گارے کے مقام کو بجلی کے ذریعہ سے روز روشن کی طرح منور کر دینے سے شیر گھبرا جاتا ہے اور گھبرا کر اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑاتا ہے یعنی اُس کی قوت نگاہ کے فوائد مفقود ہو جاتے ہیں وہ مصیبت زدہ ہے جانیکا مستحق ہو جاتا ہے۔ مگر کیا ہانے ولاسٹی رائفل کی گولی کھاتے وقت اُس کے حقوق زائل نہیں ہوتے کیا اُس وقت وہ رحم کا مستحق نہیں ہوتا۔ مگر کوئی شکاری اِس کا خیال ہی نہیں کرتا۔ ہونا تو یہ چاہیئے کہ جس طرح شیر بغیر کسی ہتھیار کے صرف اپنی جسمانی قوت اور دلیری کے اعتماد پر انسان سے لڑنے کو تیار ہو جاتا ہے اُسی طرح انسان بھی نہتا اُس سے مقابلہ کرے۔ لیکن یہ تسلیم کر لیا گیا کہ شیر کی جسمانی قوت کے مقابلہ میں عقل سے کام لینا یعنی انسان کا اپنے ایجاد کردہ ہتھیاروں کو استعمال کرنا جائز ہے تو پھر کیوں بجلی کی قندیل کا استعمال معرض اعتراض ہے اگر رائفل جائز ہے تو بجلی کی قندیل بھی جائز ہے۔ اس بحث کا نتیجہ جو کچھ ہو ہم کو ایک خاص درجہ تک اسپورٹ اور مردانہ روش کا بھی خیال رکھنا ہے۔ موجودہ زمانہ کی ایجاد کے ذرائع سے شیر کو طیاروں اور بم کے گولوں سے یا بجلی کا بٹن دبا کر ہلاک کر دینا ممکن بلکہ آسان ہے لیکن یہ شکار نہیں ہے۔ پس یہی اِک حد ہے اُدھر چیز کی حد مقرر ہونا لازمی ہے۔ میری ذاتی رائے یہ ہے اور الحمدللہ کہ بڑے بڑے شکاری اِس سے متفق ہیں کہ بجلی کی قندیلوں اور اسی قسم کی اور ایجادات کا استعمال مقاصد شیر افگنی اور یقیناً شکار کے اُس جز کے خلاف ہے

جو دلیری۔ ہمت اور جوانمردی کے قابل فخر نام سے موسوم ہے۔

اگر کسی موذی ظالم مردم خوار کو ہلاک کرنا ہو یا اُن شیروں کو فنا کرنا منظور ہو۔ جو انسان کی جان و مال کو تباہ و برباد کر رہے ہوں تو ہر چیز حتیٰ کہ زہر کے استعمال کرنے کو بھی جائز سمجھ سکتے ہیں لیکن مردانہ شکار اور وہ شکار جس کی اصل شدہ کار ہے۔ اِن لغویتوں اور بزدلوں کے ہتھیاروں سے مستغنی نہیں متنفر ہے۔

گارے پر بیٹھ کر شیر کا شکار کرنے کی نسبت جو کچھ بیان کیا گیا غالباً وہ مبتدیوں کی آگاہی اور رہنمائی کے لئے کافی ہو لیکن جنگل اور شکار دونوں ایسے موقع ہیں کہ اُن میں متعدد اور مختلف صورتوں کے پیش آنے کا ہر وقت امکان ہے شکاریوں کو سب سے اول ٹھنڈے دماغ کی جس کو انگریزی میں Cool Nerve کہتے ہیں۔ خصلت کو اپنی طبیعت ثانی بنا لینا چاہیئے اس سے مشکلات پیش آنے کے وقت بڑی مدد ملتی ہے جو حضرات گھبرا کر کوئی فعل کر بیٹھتے ہیں وہ بغیر سوچے ہوئے ہوتا ہے اور اُس کے نتائج بھی ویسے ہی اٹکل پچو اور اتفاق پر منحصر ہوتے ہیں۔ ٹھنڈے دماغ سے سوچنے میں زیادہ وقت صرف نہیں ہوتا مشکل سے دو تین سکنڈ کا فرق پڑتا ہو۔ جو حرکات میں نے بغیر سوچے کی ہیں اُن میں سے ۹۰ فیصدی کا نتیجہ میری خواہش اور امید کے خلاف ظاہر ہوا ہے اور جب کبھی ذرا سے تامل یا تحمل سے کام لیا گیا کامیابی یقینی طور پر ظہور پذیر ہوئی۔ یہ شکاریوں اور نوجوان مبتدیوں کے لئے ہدایتیں ہیں اخلاق کا لکچر نہیں ہے لیکن دنیا کے اور کاروبار میں بھی یہ تحمل و استقلال بدرجہ کمال مفید ثابت ہوگا اسی قبیل کی اور عادات بھی ہیں جن کا شکاری کی فطرت اور دماغ کی ساخت میں موجود ہونا اور پھر اُن میں ترقی اور نمو ہونا لازمی ہے۔

جب یکایک اور خلاف اُمید کوئی صورت پیدا ہو جائے تو شکاری کو اوّل اپنی قابلیت اور اُس کی قوت کا اندازہ اور پھر پیش آئی ہوئی مشکل کی اہمیت کا توازن کر لینا چاہیئے میری رائے میں پہلا جُز یعنی اپنی قوت کا اندازہ ہر شکاری کے دماغ میں شکار کا قصد کرنے سے پہلے ہی صاف اور مکمل طور پر ہونا چاہیئے دوسرا جُز یعنی مقابلہ اور توازن یہ سکنڈ سے بھی کم وقت میں ہو جاتا ہے بشرطیکہ پہلا جُز شکاری کے دماغ میں صحیح اصولوں پر مبنی اور طے شدہ مسئلہ کی صورت میں موجود ہو جب شکاری کو یہ نہ معلوم ہو کہ اُس کی بندوق کی قوت کیا ہے۔ کس کام کے لئے وہ موزوں ہے کارتوس کب کے بھرے ہوئے ہیں۔ مس فائر کا تو اندیشہ نہیں ہے۔ پھر اپنے نشانہ پر کس درجہ تک اعتبار ہے اُس وقت تک وہ یکایک مشکل میں پھنس کر کیا توازن اور کیا تصفیہ کر سکتا ہے میں نے اپنے برادران وطن میں ایک دو نہیں سینکڑوں حضرات ایسے دیکھے ہیں کہ وہ ٹوٹو پو اور بازار کے بھرے ہوئے کارتوسوں کو ہاتھ میں لے کر یہ سمجھتے ہیں کہ اب کوئی جانور ایسا نہیں ہے کہ جس کو وہ شکار نہ کر سکتے ہوں اُن کے علم کا یہ حال ہے کہ وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ چھرے کس نمبر کے ہیں یا بارود کے ڈرام کارتوس میں ڈالی گئی ہے۔ ایسے محترم بزرگوں سے بہ کمال ادب التماس ہے کہ وہ ہرگز ہرگز جنگل کو جانے کی زحمت گوارا نہ فرمائیں۔ اسی کے متعلق چند مثالیں صرف غلطیوں کے اقسام کی تفصیل بتانے اور نومشق شکاریوں کو متنبہ کرنے کی غرض سے پیش کرتا ہوں۔ اِن کو پڑھکر ہمہ دانی کے گھمنڈ کا بھی اندازہ ہو سکیگا

ف۔ ایک صاحب کو شکار کی غرض سے نہیں بلکہ ضرورتاً شیر کی ہلاکت کا انتظام کرنا پڑا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ جب فلاں شخص مارتا ہے تو کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ ہم نہ ماریں۔ چنانچہ اُنھوں نے ایک حجام سے ایک توڑے دار بندوق لیکر ہی

خرید فرمائی اور یہ ارادہ ظاہر کیا کہ ایک زرہ مہیا کر لیں تو وہ خود سب شیروں کو ہلاک کر دیں گے۔ سبحان اللہ کیا حوصلہ ہے اور شیر کے مارنے کا کیا سہل ذریعہ اور سامان ہے۔

ف۔ ایک صاحب نے ایک سکنڈ ہنڈ ٹو لوبور ریسہ میں خریدی۔ میکر نامعلوم۔ بازار کے پھرے ہوئے، اکارتوس اُن کے ساتھ تھے۔ چغتا گوڑ سے مشہور آدم خوار شیر کی نسبت سُنا گیا کہ وہ آج کل فلاں جنگل میں ہے فوراً مندرجہ بالا سامان لے کر روانہ ہو گئے۔ اور فرماتے یہ تھے کہ جب کولی اور گونڈ توڑے دار سے شیر مارتے ہیں تو یہ بُرج لوڈ شیر کے ٹکڑے اُڑا دیگی۔ اُن کو یہ نہیں معلوم تھا کہ ، اکارتوسوں میں کس نمبر کے چھرے اور کتنی بارود بھری ہوی ہے انھوں نے ایک تیتر پر فائر کیا اُس کا ایک پیر ٹوٹ گیا تھا مگر پھر بھی اڑ گیا۔

ف۔ ایک صاحب زخمی شیر کو تلاش کرنے چلے اُن کے پاس میکر نامعلوم کی ایک اسنائڈر کار بائن تھی اُس کے خار گھس گئے تھے اِس کو اُنھوں نے ہاتھ میں لیا اور مجھ سے بالکل متصل چلنے لگے میری نگاہ جب اُن کی بندوق پر پڑی تو میں نے کہا کہ آپ اچھی بندوق لے لیجئے کئی رائفلیں ساتھ ہیں یہ نازک موقعہ ہے زور دار بندوق ہونا ضروری ہے انھوں نے ہنسکر کہا نہیں اس سے زیادہ زور دار اور کونسی بندوق ہوگی خاموش ہو گیا اُن کی اس قدر قربت میری اغراض کے خلاف تھی اس لئے میں نے اُن سے معافی مانگ کر کہا کہ آپ ذرا اور دور چلئے میں جس مقام پر ہوں سیدھا شیر یہیں آئیگا۔ یہ سُنکر اُن کے مُنھ سے صرف اس قدر نکلا کہ پھر آپ یہاں ...... اور فوراً پیچھے کی لائن میں چلدئے اور میرے آدمی سے کہا کہ صاحب کو پیچھے بلالو وہ خود کہتے ہیں کہ یہ جگہ بہت خطرناک ہے۔ ملازم نے کیا بہتر جواب دیا ہے۔ صاحب شکار کھیلنے آئے ہیں یا گاؤں الو

جان لینے۔ آگے بڑھنے کے بعد شیر نے آواز دی۔ میں نے پچھلی لائن سے کہا کہ ہوشیار یہ سنتے ہی بعض گاؤں والے درختوں کی طرف جھپٹے مگر یہ صاحب سب سے آگے تھے شیر میری ہی طرف بڑھا اور مارا گیا یہ صاحب آئے اور فرمانے لگے میں بالکل تیار تھا مگر آپ نے مار ہی دیا۔

ف۔ ایسے ایسے سیکڑوں واقعات ہیں شکاریوں کو ان تمام نقائص اور غلط فہمیوں سے مُبرا اور برتر ہونا چاہیئے۔

ف۔ شیر کے شکار کا دوسرا طریقہ ہانکہ کرکے مارنا ہے۔ یہ طریقہ بمقابلہ گارے پر بیٹھ کر شکار کرنے کے زیادہ اونچے درجہ کا سمجھا جاتا ہے بشرطیکہ شکاری اُس کا انتظام بذات خود کرے اور انتظام میں جن اُمور پر غور کرنا پڑتا ہے اُن سے واقف ہو اور انتظام کی تکالیف کو برداشت کر سکے اگر صرف مچان پر چڑھ کر بیٹھ جانے اور شیر کے نظر آنے پر لبلبی دبا دینے تک شکاری کی شرکت محدود ہے تو یہ سب سے سہل صرف اُمراء و رؤساء والیاں ملک اور لیڈیز کے لئے موزوں ہے۔ نہ اِس میں اصلی شکار کا لطف ہے نہ شکاری کے خصائل حمیدہ میں سے کسی خصلت کے ظاہر ہونے کا موقع۔ رؤسا امرا اور والیان ملک اِس سے اِس لئے مستثنیٰ ہیں کہ اُن کا وقت عزیز اِس سے بدرجہا مفید اور اہم کاموں میں صرف ہو سکتا ہے اور نگ زیب رحمتہ اللہ علیہ نے ایسی ہی اور اِسی درجہ کے عالی مرتبت اصحاب کے لئے لکھا ہے کہ شکار کار بیکاراں است شکاریوں کو اور جنٹلمن شکاریوں کو اِس سے اُن فوائد کا حصول مقصود ہے جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

اِس کارروائی کا آغاز اِس طرح ہوتا کہ سب سے پہلے شیر کے وجود کا پتہ لگایا جاتا ہے مقامی شکاری اگر اُن سے مہربانی کا برتاؤ کیا جائے تو جلد بتا دیتے ہیں کہ جنگل کے کس حصہ میں شیر رہتا یا آتا جاتا ہے اگر مقامی شکاریوں کی مدد نہ لیجائے

اور شکاری صاحب اپنے ساتھ اپنے شکاری لے گئے ہوں تو اگر یہ شکاری مشاق اور دل والے ہوں تو دو چار دن میں شیر کے ماگھ سے اُس کا پتہ لگا لیتے ہیں اگر ساتھ کے شکاری صرف چڑی مار شکاری ہی ہوئے تو وہ ڈر سے جنگل میں جاتے نہیں۔ شام کو صاحب سے رپورٹ کر دیتے ہیں کہ اِس جنگل میں شیر نہیں ہے۔

اِس کا مجھکو بیسیوں بار تجربہ ہوا ہے یوروپین شکاری جن کو سیاسیات کے محکمہ سے عادل آباد میں شکار کی اجازت ملتی تھی وہ پروانہ لے کر میرے پاس آتے تھے اکثر سکندرآباد کے چڑی مار شکاریوں کو جن کا تجربہ سنائیپ اور بط تک یا کسی پہاڑی پر بور بچہ کے لئے بکری باندھنے تک محدود ہوتا ساتھ لاتے تھے اِن یوروپین شکاریوں کو کئی کئی ہفتے تک شیر کا پتہ بھی نہ معلوم ہوتا اور اکثر بے نیل و مرام بغیر ایک چکارہ یا بکری مارنے کے واپس جاتے۔ لیکن وہ شکاری صاحب جنھوں نے مقامی شکاریوں سے مدد لی ہمیشہ کامیاب رہے۔ کم از کم شیر کا پتہ ملا گارا ہوا۔ ہانکہ ہوا نشانہ نہیں لگا یا فائر کا موقعہ نہیں ملا مگر حسرت نکل گئی شیر آیا اور دیکھ لیا میرے احباب فوجی افسروں میں سے ابتداءً بعض نے سکندرآباد کے چڑی ماروں کو لانے کی غلطی کی مگر بعد میں میرے سمجھانے پر تین مقامی شکاریوں کو ملازم رکھ لیا یہ اُن کی خوش حوصلگی تھی کہ جن کو ساتھ لائے تھے اُن کو برطرف نہیں کیا اُن سے ہانکہ کے انتظام میں کام لیا جس سے وہ بہت سیکھ گئے۔

ف۔ جب شیر کا رہگزر یا آرام گاہ کا پتہ مل جائے تو وہاں جس طریقہ پر کہ سابق میں بیان ہو چکا ہے۔ گارا باندھا جائے سابقہ گارا گارے پر بیٹھ کر شکار کی غرض سے باندھا گیا تھا اب ہانکہ کر کے شکار کرنا مقصود ہے اس لئے کمزور رسّی کام میں لائی جائے تاکہ شیر گارا کرنے کے بعد جانور کو کھینچ کر لیجائے

اور اپنی مصلحت وقت کے مطابق اُس کے چھُپانیکا انتظام کرے اور وہیں قریب ہی لیٹ رہے۔ شیر کبھی کبھی صبح آٹھ نو بجے تک اپنے گارے پر کھانے میں مشغول رہتا ہے اس لئے عام طور پر شکاری یہ معلوم کرنیکے لئے کہ شیر نے جانور مارا نہیں نو بجے جاتے ہیں یہ مضمون صرف ہانکے کے شکار کے متعلق ہے اس لئے میں اِس موقعہ کی نسبت اور قاعدوں اور اصولوں کو جو دوسرے شکار سے تعلق رکھتے ہیں قلم انداز کر کے سیدھا ہانکہ کے راستہ پر چلتا ہوں۔

یہ شکاری بہت آہستہ اور احتیاط کے ساتھ دور سے دیکھ لیتے ہیں کہ گارا ہوا یا نہیں اگر شیر نے گارا کیا ہے تو اُن کا فریضہ ہے کہ شیر کے آرام کرنے کی جگہ معلوم کریں۔ اگر گنجان جھاڑی سایہ دار درخت پانی کہیں پاس ہو تو شیر کا وہاں ہونا لازمی ہے اگر اِن تین سامانوں سے کوئی قرب میں موجود نہ ہو تو شیر دور جاکر سو جاتا ہے۔ گرمیوں میں پانی جس پر درخت کا سایہ ہو جنت کا حکم رکھتا ہے شیر اکثر پانی ہی میں بیٹھ جاتا ہے سر باہر نکالے رہتا ہے۔ یا اگر کوئی درخت پانی پر سایہ فگن نہ ہو تو شیر پانی میں جسم کو تھوڑی تھوڑی دیر بعد تر کر کے جھاڑی کے سایہ میں پڑا رہتا ہے گارہ ہونے کے بعد شیر کی جگہ تلاش کرنے میں بڑا لطف آتا ہے۔ بہت سی مفید باتیں سمجھ میں آجاتی ہیں۔ اور ہانکہ کس رُخ سے کس رُخ پر ہوگا اِس کا تصفیہ اسی مقام کی نوعیت پر منحصر ہے۔ شکاری صاحب کا اِس تلاش اور تعین مقام میں شریک ہونا اور تصفیہ طلب امور کا فیصلہ کرنا نصف کامیابی اور نصف منزل طے ہو جانے کے مساوی ہے۔

مچان اگر پہلے سے تیار نہیں ہے تو اب کمال حزم و احتیاط اور کامل خاموشی کے ساتھ حسب ہدایت سابقہ باندھی جائے۔ اِس مچان کی جگہ کا انتخاب

سب میں زیادہ اہم امر ہے اور یہ منحصر ہے اُس مقام پر جو شیر کی قیام کی جگہ قرار دیا جائے
اور اس کے ساتھ ہی اُس راستہ پر جو شیر اپنی جائے پناہ تک پہنچنے کے لئے ہانکہ شروع
ہونے کے بعد اختیار کرے گا۔ اس فقرے کے شروع میں میں نے یہ جملہ استعمال
کیا ہے۔ مچان اگر پہلے سے تیار نہیں ہے اُس کی نسبت یہ ظاہر کرنا ضروری ہے کہ
مچان کا پہلے سے تیار ہونا صرف اس حالت میں ممکن ہے کہ شکاری صاحب نے
اس جنگل کو شکار سے قبل نظر غور کے ساتھ دیکھا ہو اور اُن کو اس امر کے معلوم کرنیکا
موقعہ مل چکا ہو کہ شیر اپنی آرام گاہ سے اُٹھکر کس طرف جاتا ہے جب بڑے آدمیوں
اور عالی مرتبت حکام یا اُمرا کے لئے پہلے سے شکار کا انتظام کیا جاتا ہے اور
کوئی ہوشیار شکاری عہدہ دار اس کام پر متعین ہوتا ہے تو اُس کو اِس قسم کی
معلومات کے حاصل کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔

عہدہ دار کا لفظ اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ بغیر کامل اختیارات و
حکومت کے ایسے بڑے انتظامات کا مکمل ہونا ناممکن محض ہے حکومت کے رعب سے
بہت سے کام اس طرح اور ایسی سہولت سے انجام پا جاتے ہیں کہ کسی باہر والے کی
خواہش پر اُن کی تکمیل و تعمیل ناممکن ہے۔ جنگل سے جس قدر زیادہ علم ہوگا اُسی قدر
ہانکہ کا انتظام آسان اور شیر کے مارے جانے کا زیادہ امکان ہے۔ شاید یہ میں
کہیں پہلے بھی لکھ چکا ہوں۔

ف۔ گار ا بلند جگہ پر ہونا چاہیئے کہ شیر کی نگاہ بہ آسانی پڑ سکے مگر مچان
ایسی جگہ پر ہونا چاہیئے کہ وہ حتی الامکان نظر سے پوشیدہ ہو اور ساتھ ہی اسکے
کم از کم تیس گز تک اُس پر بیٹھنے والا سامنے داہنے بائیں دیکھ سکے اس کیلئے
صاف میدان کا ہونا غیر ضروری بلکہ مضر ہے کیونکہ شیر جب کہ دشمن اُس کے
پیچھے غل کرتا ہوا آتا ہو کھلے میدان میں جانا کسی طرح پسند بلکہ منظور نہیں کرتا

علیٰ ہٰذالقیاس شیر بلندی یا پہاڑی کا رُخ نہیں کرتا۔ اِلّا اِس صورت میں کہ پہاڑ یا پہاڑ کا دامن اُس کا قدیم ملجا و ماوا ہو۔

بعض دیہاتی شکاریوں کو بعض درختوں کی طرف سے اعتقاد ہوتا ہے اِس بنا پر کہ کسی صاحب نے وہاں سے شیر مارا تھا یہ ہر وقت ہر موسم میں اُسی درخت پر مچان باندھتے یا تجویز کرتے ہیں۔ ایک خاص درجہ تک یہ مفید اور قابل تقلید تجربہ ہے لیکن اِس پر اعتماد کلّی کرنا نامناسب ہے۔ شکاری صاحب اگر بچشم خود میدان کارزار کو ملاحظہ کریں تو ممکن ہے کہ اُن کی رائے ان گاؤں والوں کے مقابلہ میں قابل ترجیح ثابت ہو میرا ذاتی تجربہ ہے کہ جب میں نے بہ چشم خود جنگل کو دیکھکر مچان کی جگہ تجویز کی ہے یا اپنے ٹھیرنے کے واسطے کسی مقام کا انتخاب کیا ہے تو مجھ کو شیر کے دیکھنے میں کبھی ناکامی نہیں ہوی۔

اگر ہانکہ کا انداز اس طرح واقع ہوا ہو کہ شیر کے راستے گارا کیا جانور پڑا ہو اور ملنے کا امکان ہے تو گارے کو ہٹا دینا چاہیے ورنہ راہ میں شیر گارے کو دیکھ کر سمجھہ جاتا ہے۔ ع ایں ہمہ از اثر لطف شمامی بینیم "۔ اور پھر گارے سے احتراز کرتا ہے۔ اِلّا سخت بھوک سے مجبور ہو کر یہ عمل یعنی گارے کو اُٹھوا دینا (بشرطیکہ شیر اُس کی گڑبڑ سے اُٹھ نہ جائے) آئندہ شکاریوں کے حق میں مفید ممکن ہے شیر آپ سے نکل جائے۔

ف۔ مچان شیر کی آرام گاہ سے کس قدر فاصلہ سے باندھا جائے یہ زمین کی نوعیت اور جنگل کی مقامی حالت نیز ہانکہ کے آدمیوں کے تعداد پر منحصر ہے۔ مسٹر بریندرسن نے لکھا ہے کہ چانڈے کا مشہور شکاری آنتو اسی گز کا ہانکہ کرتا تھا انتو کا سا تجربہ کار شکاری ہر شخص نہیں ہو سکتا یہ مُسلم ہے کہ ہانکہ جس قدر چھوٹا ہو کئی وجوہ سے مفید ہے۔ میرا ذاتی اندازہ ڈھائی سَو گز سے لیکر

۵۰۰ گز تک ہے۔ میں نے آدھے میل اور ہزار گز کے ہانکے بھی دیکھے ہیں اور چھوٹے سے چھوٹا ہانکہ پچاس گز کا مگر اس میں مچان پہلے سے بندھا ہوا تھا اور اوّل الذکر ہانکہ میں جس کو حضرت غفران مکان علیہ الرحمہ کے لئے جرنل صاحب مرحوم نے ترتیب دیا تھا ۵۰۰ آدمی معہ چار ہاتھیوں اور تیس سواروں کے حاضر تھے۔

ف۔ مچان کا مقام تجویز کرنا محض اپنی سمجھ اور مقامی ضروریات پر منحصر ہے اس کی نسبت نہ کوئی کتاب مدد دے سکتی ہے۔ نہ کسی شکاری کی ہدایات جو شکاری صاحبان جنگل کو بچشم خود معائنہ کرتے ہیں اور شیر کی عام عادتوں اور اس شیر کی خصوصیات سے کچھ واقف ہو چکے ہوتے ہیں اُن کی رائے سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا حج ہے۔ اس کے بعد اس کا اعادہ لازمی ہے کہ مچان باندھنے میں شور و غل تو کجا اتنی آواز بھی نہ ہونی چاہیئے کہ پچیس تیس گز سے کوئی اُسکو سُن سکے۔ یہ کن کھڑا جانور بہت دور سے سُن لیتا ہے فطرت نے اسکو کھڑے کان اسی لئے عطا فرمائے ہیں۔

مقام مچان تجویز کرنے میں ہوا کا لحاظ بالکل غیر ضروری ہے۔ اُس طوفان بدتمیزی جو ہانکہ کے وقت بپا ہوتا ہے اور اُس پریشانی میں جو اس غریب پر طاری ہوتی ہے۔ شیر کو سونگھنے کا موقعہ نہیں ملتا۔ علاوہ بریں شیر کی قوت شامہ بہت کمزور ہوتی ہے۔

ف۔ اب اس شکار کا دوسرا پُر لطف اور انسان کی عقل و سمجھ کا امتحان کرنے والا حصہ شروع ہوتا ہے یعنی ہانکہ اور اُس کا انتظام ہانکہ دو حصوں پر مشتمل ہے ایک حصہ میں وہ لوگ شامل ہیں جو غل اور شور مچا کر شیر کو اُس کی آرام گاہ سے اُٹھاتے اور شکاری کی مچان کی طرف لیجاتے ہیں دوسرا حصہ وہ ہے کہ جس میں چند آدمی درختوں پر بیٹھکر شیر کو ادھر اُدھر نکلنے سے

روکتے ہیں ان کو انگریزی میں اسٹاپ Stops اور ہماری اصطلاح میں ناکہ بندی والے کہتے ہیں۔ ان دونوں کی تعداد جنگل کی نوعیت میدان کی وسعت اور شکاری صاحب کی استطاعت قرب وجوار کی مردم شماری کی قلت وکثرت پر موقوف ہے۔ ہانکہ اور اسٹاپس کی صورت نقشہ سے اچھی طرح سمجھ میں آ جائیگی
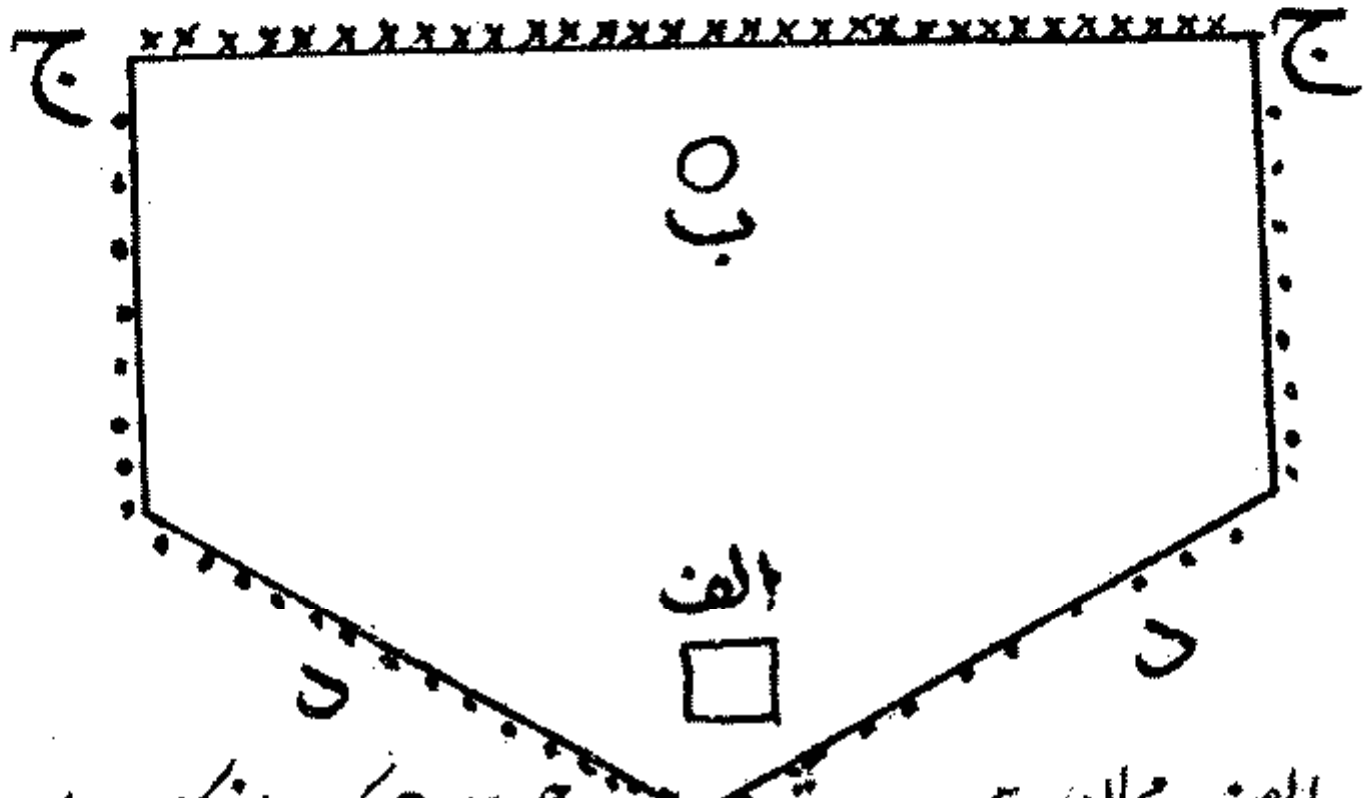
الف۔ مچان ہے۔ ب۔ شیر ہے۔ ج سے ج تک ہانکنے والے ہیں۔ د د د د یہ درختوں پر بیٹھے ہوئے اسٹاپ ہیں عام ہانکہ کا نقشہ یہی ہے۔ پہلے ایک مستطیل اس کے بعد مثلث کے دو ضلع۔ دونوں ضلعوں کے زاویہ پر مچان مستطیل کا وہ خط جو زاویہ مچان سے بعد ترین ہے ہانکنے والوں کی لائن ہے۔

مثلث کے دونوں ضلع جس قدر مضبوط ہونگے یعنی آدمی بکثرت اور ہوشیار اسی قدر شیر کا ٹھیک مچان کے سامنے پہنچنا یقینی ہوگا۔ اسٹاپس کے سب آدمیوں کو نہایت خاموشی کے ساتھ اپنی اپنی جگہوں پر ہانکہ شروع ہونے سے دس منٹ قبل پہنچ جانا چاہیے اگر شکاری صاحب اس انتظام کو اپنے ہاتھ میں رکھیں تو زیادہ بہتر ہے یا کوئی سمجھدار اور تجربہ کار مددگار کو اسٹاپس بٹھانے کا کام تفویض کیا جائے بعض مقامات اور مواقع ایسے ہوتے ہیں کہ وہاں اسٹاپ کی

ضرورت نہیں ہوتی جیسے کھلا میدان یا پتھریلی پہاڑی بخلاف اس کے بعض جگہوں پر
زیادہ اور ہوشیار اسٹاپوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً نالہ کا اتار یا پہاڑوں کے
بیچ کی گھاٹی یہ چیزیں کتاب پڑھکر سمجھ میں نہیں آتیں۔ قصہ زمین بر سر زمین۔
کسی دو ہانکوں کی زمین اور مقامی حالت یکساں نہیں ہوتی۔ اس کے سمجھنے
اور فیصلہ کے لیے جس قدر زیادہ تجربہ کار اور سمجھدار شکاری ہوگا اُسی قدر
زیادہ کامیابی کی امید ہے پھر میں اعادہ کرتا ہوں کہ صاحب شکار کو خود
نگرانی کرنی چاہیے۔ شکار بھی یہی ہے اور لطف شکار بھی اسی سے کافی درجہ
حاصل ہوتا ہے۔

ف۔ ہانکہ کا وقت دن کے گیارہ سے تین تک ہے لیکن اگر مئی (تیر) کا
مہینہ اور ہوا گرم ہو تو پانچ تک بھی جائز ہے پانچ کے بعد شیر لازمی طور سے
نکل تو نہیں پڑتا مگر ہوشیار ہو جاتا ہے اور دوپہر کی گرمی میں جو بدحواسی دماغ
مسلط تھی وہ اب باقی نہیں رہتی۔ زمین گرم ہونے کی وجہ سے شیر فطرتاً مجبور ہوتا ہے
کہ اپنی جائے پناہ کو Holding ground قریب ترین راستے
جائے۔ شکاری صاحب پہلے سے جائے پناہ کا اندازہ کر لیتے ہیں ہانکہ بالعموم
اور حتی الامکان اُسی رُخ پر ترتیب دیا جاتا ہے اور شیر سیدھا اُسی جانب کا رُخ
کرتا ہے اور مجبوراً اُس کو مچان کے پاس سے گذرنا ہوتا ہے۔ پانچ کے بعد
زمین بمقابلہ دوپہر کے کم گرم ہوتی ہے اور شیر کو چلنے میں تکلیف کم اور دماغی
حالت بھی دوسری ہوتی ہے اسی لئے جب جی میں آیا ہانکہ پر پلٹ پڑتا ہے
یا اسٹاپوں کے چیخنے چلانے کی پروانہ کر کے کسی طرف ہانکہ سے نکل جاتا ہے
میں نے دن کے دس بجے اور شام کو قبل از مغرب ہانکہ ہوتے دیکھا ہے
بلکہ خود کیا ہے لیکن یہ معاملات و حالات بلند پایہ طبقات سے متعلق اور عمل

بہ تعمیل احکامات کیئے گئے ہیں۔

مسٹر فریزر کو بہ اصرار تمام مغرب سے ۵ منٹ قبل بغیر سیڑھی کے شکاری کے کندھے کے ذریعہ سے مچان پر بٹھا دیا۔ پانچ آدمیوں نے ہانکہ کیا۔ شیر سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور مارا گیا۔ مسٹر فریزر نے فرمایا کہ "تمھارا تعلقہ اور تم دونوں جادوگر ہو گیا قطب الدین صاحب شیروں کو بھنگ کھلاتا ہے"۔ اُس روز چار شیر مارے گئے اس کی وجہ وہی انتظام تھا جو مہینوں پہلے سے عمل میں لایا گیا تھا۔ اس شیر کی آرام گاہ سے جہاں مسٹر اسٹرائپ کی ڈنر اور آبنوشی کا سامان روزانہ مہیا کیا جاتا تھا اُن کو چار مرتبہ باہر قدم رنجہ فرمانے کی زحمت دیکھا چکی تھی اور یہ معلوم تھا کہ آرام گاہ سے نکلکر یہ فلاں ٹیکری پر تشریف فرما ہوتے ہیں یہاں مچان بندھا ہوا تیار تھا چھ بج چکے تھے۔ پیٹ بھر کر کھانے کی وجہ سے شیر اتنی دیر تک وہاں ٹھیرا جب آدمیوں کی آواز سُنی تو بغیر کسی شبہ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا اُس کے بھولے پن کے ساتھ اور بے رُکے ہوئے آنیسے بھنگ کھلانے کا شبہ ہونا کچھ تعجب خیز امر نہیں ہے۔ تسلیم کر لیا گیا کہ مچان باندھا جا چکا ہے۔ شکاری صاحب یا صاحبان اپنی مچان پر پہنچ گئے ہیں شیر سو رہا ہے ایک بجا ہے اسٹاپ خاموش ہیں مچان کی لائن صف بستہ ہے۔ ہر شخص کے درمیان تین گز سے چھ سات گز تک فاصلہ ہے ہر دس بارہ آدمیوں پر ایک شکاری لائن کو سیدھا رکھنے کی نگرانی کے لیئے حاضر ہے آدمیوں کی تعداد لائن میں ساٹھ اسٹاپ پر ستر ہے۔ مچان سے شیر تین سو گز پر ہے۔ ہانکہ کی لائن شیر سے سو گز پیچھے ہے۔ اب لائن والوں کو آغاز جنگ کا حکم دیا گیا اِن کو چاہیے کہ اپنی جگہ پر قائم رکھ کر یا خالی فائر کر دیں یا دھپڑا وغیرہ بجائیں غل کریں مگر مہر کی قوت سے زیادہ قوت کا آئندہ موقع ہے (تھوڑی

اپنی جگہ پر قائم رہیں پھر دوبارہ غل کریں اور ٹھیرے رہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ
شیر غافل سوتا ہوتا ہے۔ غل سے جاگ جاتا ہے انگڑائی لے کر سوچتا ہے کہ
یہ کیا غل تھا جو موقوف ہو گیا اُس کو سوچنے کا موقعہ ملتا ہے کہ یہ جگہ محفوظ و
موزوں نہیں ہے اپنی جائے پناہ کو چلنا مناسب ہے۔ اس عرصہ میں پھر
غل ہوا اب شیر نے جلد بھے کا مصمم ارادہ کر لیا مگر چونکہ پھر غل ٹھیر گیا اس لئے
جلدی کیا ہے آہستہ آہستہ جائے پناہ کا سیدھا رستہ اختیار کیا دس بیس گز
طے بھی کر لیا۔ بہ خلاف اس کے یکبارگی پوری قوت کے ساتھ اگر ہانکہ شروع ہوا
اور لائن نے فوراً ہی بڑھنا بھی شروع کر دیا تو شیر سوتے سے اُٹھکر گھبرا جاتا ہے
بغیر سوچے سمجھے اور بغیر اپنی جائے پناہ کا خیال کرنے کے جس طرف منھ اٹھا چل دیتا
ہے اور چونکہ ہانکے والے بڑھتے چلے آرہے ہیں تیز بھاگتا ہوا جاتا ہے۔ تیز
بھاگنا اور بغیر کسی خاص رُخ اختیار کرنے کے شیر کا اِدھر اُدھر منتشر طور پر دوڑنا
مقاصد شکار کے خلاف ہے ہانکہ شروع کرنے کا میں نے باریک اصول اور
اُس کی وجہ اور ضرورت بیان کر دی ہے بہت کم شکاریوں کو یہ معلوم ہے اور
میں نے بجز میرے تعلیم دادہ شکاریوں کے کسی کو اس پر عمل کرتے نہیں دیکھا
کسی اور وجہ سے جو سب بہ تفصیل بیان کیجائیں گی۔ ممکن ہے شیر نکل گیا یا شیر
آرام گاہ میں موجود ہی نہ ہو ورنہ ۱۴۷ ہانکوں میں سے جو میری زیر نگرانی یا حسب
ہدایت ترتیب دئے گئے اور اُن کا آغاز اس اصول پر کیا گیا ایک میں بھی نہ شیر
گھبرا کر تیز بھاگتا ہوا آیا اور نہ پریشان ہو کر اسٹاپوں سے ٹکرایا۔

ہے ف

ف ہانکہ کی لائن مفصلہ بالا شور کرنے کے پانچ منٹ بعد سامنے کیطرف
روانہ ہوا۔ صف جہاں تک ممکن ہو سیدھی اور ہانکہ والے اپنا فصل قائم رکھیں
گچھا نہ بن جائیں ایسے خطرے کے وقت یہ مقتضائے فطرت ہے لیکن نگرانی کروانا

شکاری ہمت دلا دلا کر نرمی کے ساتھ اِن کو جُدا جُدا چلنے کی تاکید کرتے رہیں جب کوئی گنجان جھاڑی یا نالہ یا غار نما پتھروں کی چٹانیں سامنے آجائیں تو زیادہ شور کریں بلکہ پتھر پھینک کر شیر کی عدم موجودگی یقین کے ساتھ معلوم کرلیں اسّی فیصدی یہ گمان غالب ہے کہ شیر آگے بڑھ گیا ہے لیکن بعض شیر ایسے مقامات سے فائدہ اُٹھا کر وہاں چھُپ جاتا ہے یہ حرکات وہی تجربہ کار شیر کرتا ہے جو قبل ازیں ایک دو مرتبہ ہانکہ میں جا چکا ہو۔ اِس چھُپنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ آدمیوں کی صف اُس پر سے غافل گزر جائے یا یہ خود ایک آدھ کو ڈرا کر ہانکے کے جانب پشت نکلجائے اِس کو ہانکہ توڑنا کہتے ہیں۔

ف۔ درختوں پر بیٹھے ہوے اسٹاپوں کو کیا کرنا چاہیئے اِس مسئلہ کے متعلق مختلف مصنفین اور مختلف شکاریوں کی رائے میں اختلاف ہے بعض کی رائے میں ہر اسٹاپ کو خاموش رہنا چاہیئے سوائے اُن کے جن کے مقابل ہانکہ کی لائن آجائے بقیہ کو صرف اُس وقت درخت پر کلہاڑی یا لکڑی مار کر آواز کرنی چاہیئے جب اُن کو شیر اُن کی جانب آتا ہُوا نظر آئے اگر شیر سامنے سے جاتا ہُوا نظر بھی آئے مگر وہ سیدھا چان کی طرف جارہا ہو تو اسٹاپ کے لئے آواز کرنا یا شیر کو ٹوکنا غیر ضروری ہے۔ بعض کی یہ رائے ہے کہ شروع ہانکہ سے اسٹاپ والوں کو بھی آہستہ آہستہ درختوں پر لکڑی یا کلہاڑی سے آواز کرتے رہنا چاہیئے اِس کا فائدہ یہ ہے کہ شیر ابتدا سے سیدھا ہی جاتا ہے اور پہلوؤں پر آواز ہونے کی وجہ سے شیر کو اُس طرف جانے کی جرأت ہی نہیں ہوتی۔

یہ دونوں طریقے محض قیاس پر مبنی ہیں میں نے دونوں کو آزمایا ہے شیر کی طبیعت پر سارا معاملہ منحصر ہے اگر شیر کو ابتدا میں شبہ آگیا یا غصہ آگیا تو وہ دو چار بلکہ دس بیس اسٹاپوں سے بھی نہیں رُکتا۔ غراتا ہوا بیچ میں سے نکلجاتا ہے

اگر شیر کو شبہ نہ ہوا اور وہ غریب نو گرفتار بلا ہوا تو صرف بہ مقتضائے فطرت غل اور شور سے گھبرا کر اپنی جائے پناہ کا راستہ لیتا ہے اگر کسی وجہ سے اسٹاپ کی طرف گیا تو ادنیٰ اشارے پر حتیٰ کہ درختوں پر قلت آدمیوں کی وجہ سے جو کپڑے اور چھیچھڑے لٹکا دئے جاتے ہیں اُن کو دیکھکر پلٹ جاتا اور ہانکہ کے بیچ میں آجاتا ہے میں نے اعلیحضرت غفران مکان کے شکار یا کھال و مانکونڈہ میں کئی سال ہانکہ میں شریک رہکر یہ تماشہ دیکھا ہے اور ہر مرتبہ نئی صورت پیش آئی ہے۔ جرنل صاحب مرحوم اکثر حکم دیتے کہ آپ نے آج کے مشاہدات اور واقعات بیان کرو اس خیال سے میں حتیٰ الامکان شیر کو دیکھنے اُس سے اتصال قائم رہنے اور اُس کی حرکات و سکنات کو غور سے دیکھنے کی کوشش کرتا تھا میں نے اِن دس پندرہ مواقع کبھی دو شیروں کی رفتار اور اُس کا رنگ ڈھنگ شروع سے آخر تک یکساں نہ پایا کوئی چپ چلتا ہے کوئی غراتا ہوا کبھی ہانکے کی لائن سے قریب اور اس قدر قریب کہ خوف معلوم ہوتا تھا کہ پلٹ کر ایک آدہ کو لے مریگا کبھی اس قدر دور کہ اُس پر نگاہ رکھنا ناممکن ہو جاتا تھا کوئی بالکل سیدھا چلنے والا کوئی ہر ممکنہ نکاس کا رخ کرنے والا۔ غرض جتنی مختلف صورتیں ممکن ہیں ترتیب وار اور بدترتیب مختلف سب نظر آتی تھیں اس لئے میری قطعی رائے یہ ہے کہ اسٹاپیوں کا پہلے غل کرنا یا صرف شیر کو دیکھکر ٹوکنا دونوں افعال یکساں اثر رکھتے ہیں البتہ لائن والوں کو اپنی رفتار تیز نہ کرنی چاہیئے اگر کوئی شیر ہانکہ والوں کو دہمکائے تو اُس وقت بھاگنا یا درخت پر چڑہنے کی کوشش فضول ہے شیر نے اگر حملہ کرنے کا ارادہ کر ہی لیا ہے تو نہ وہ بھاگنے دیگا نہ درخت پر چڑہنے کی مہلت الا اس صورت میں کہ کوئی شخص نہایت مشاق کھچر تیلا اور ڈاروِن تھیوری کے ثبوت میں اپنے آپکو پیش کرنے کے لئے آمادہ ہو اپنی جگہ پر دو چار آدمی مل کر کھڑے رہیں۔ اور

کلھاڑیوں یا لکڑیوں کو ہلا کر اگر غل کریں تو شاید ہی کوئی شیر حملہ کی جرأت کر سکے جب ہانکہ والوں کی صف اسٹاپ سے آگے بڑھ جائے تو اس اسٹاپ والے کو چاہیے کہ درخت سے اتر کر ہانکہ میں شریک ہو جائے مچان کے قریب اور اس سے متصل جو اسٹاپ قائم کئے جاتے ہیں اُن میں ہوشیار تجربہ کار گاؤں والوں یا شکاریوں کا انتخاب ضروری ہے اکثر و بیشتر انہی کو یہ ضرورت واقع ہوتی ہے کہ شیر کو مچان کی طرف پھیریں یہاں پر میدان تنگ یعنی محصورہ زمین کی وسعت کم ہو جاتی ہے اس لئے شیر کا پہلوؤں کے قریب سے نکلنا یا ان اسٹاپوں کو نظر آنا بہت زیادہ ممکن بلکہ لازمی ہے ان اسٹاپ کے شکاریوں کے دلوں میں اس امر کا خیال ہونا چاہیئے کہ شیر کو جس قدر ممکن ہو صاحب کے قریب پہنچا دیں ان قریب والے اسٹاپوں کا درخت سے اتر کر ہانکہ کے ساتھ شریک ہونا نامناسب ہے۔ کیونکہ یہ نہیں معلوم کہ شیر کب صاحب کو نظر آتا ہے اور کب بندوق چلتی ہے پھر نتیجہ کیا ہوتا ہے۔

ف۔ شکاری کو ابتدائے ہانکہ سے اُس وقت تک کمال صبر و سکون کے ساتھ خاموش بیٹھنا چاہیئے مگر آنکھیں انتہائے شوق کے ساتھ منتظر۔ کان چون گوش روزہ دار بر اللہ اکبر۔ اور دماغ بالکل ٹھنڈا اور ہوشیار موقع کے موافق عمل کرنے کو تیار رہنا لازمی ہے جو حضرات ٹورنامنٹ کی دوڑوں یا شرطوں میں خود شریک ہوئے ہیں اور جنھوں نے گھوڑے دوڑائے ہیں وہ اس وقت کی حالت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ اُس وقت کے جوش اور جسم کے تمام اعصاب کی آمادگی کی تصویر الفاظ میں ادا نہیں ہو سکتی۔

ف۔ جب شیر نظر آجائے تو فوراً اُس پر نشانہ لے لینا ضروری اور بہترین موقعہ اور وقت کا انتخاب و انتظار لازمی ہے جس مقام یا جس ہیئت کی نسبت

دماغ فیصلہ کرے اُس کو سکنڈ کے ہزارویں حصّہ تک بھی ہاتھ سے نہ دینا چاہیے
یہی وہ موقعہ ہے کہ جب دماغ کو جلد اور صحیح فیصلہ کرنے کی شدید ضرورت لاحق
ہوتی ہے۔ ڈانواڈول مذبذب یاس وپیش کرنے والا دماغ یا طبیعت یا قلب
اگر فوراً فیصلہ نہ کرے اور فیصلہ کے موافق عمل نہ کرے اور عمل میں اگر اطمینان
اور فائر کرنے کے قواعد کی پابندی کا لحاظ نہ رکھا جائے تو ناکامی یا بدنامی یعنے
اوچھا زخم پہنچانے کا الزام لازمی نتیجہ ہے شیر اگر مچان کی طرف سیدھا آرہا ہے
تو شکاری سر یا گردن کے نشانہ لینے پر مجبور ہے۔ اگر شیر کسی قدر فاصلہ سے
اور سیدھا نہ آرہا بلکہ پہلو دکھا کر ترچھا جارہا ہو تو دل اور شانہ یا گردن کا نشانہ
بہترین نشانہ ہے۔ اُس وقت اور اس حالت کی اس قدر مختلف اور متعدد
صورتیں ہونی ممکن ہیں کہ وہ کتاب میں درج نہیں ہوسکتیں نہ اُن کی تفصیل حیز
تحریر میں محدود ہوسکتی ہے شکاری خود ہر صورت وضرورت پر غور کرکے تصفیہ
کرسکتا ہے میں صرف اس قدر مدد دے سکتا ہوں کہ بہ صحت وہوش وحواس
اور بہ سکون قلب جس قدر عجلت مناسب ہو وہ عمل میں لائی جائے۔ فرض کریجیے
کہ فائر کرنیکا موقعہ ہی نہیں ملا۔ شیر بہت تیز نکل گیا یا شکاری متحرک چیز پر نشانہ
لینے کے مشاق نہیں تھے یا اعضائے رئیسہ میں سے کوئی عضو نظر ہی نہ آیا تو صبر
کرنا چاہیئے بے موقعہ مشتبہ اور محض اس اُمید پر کہ شاید گولی کہیں نہ کہیں پڑ جائگی
ہرگز فائر کرنا جائز نہیں ہے بغیر اس یقین کے کہ شیر پر زخم کاری اور مہلک صدمہ
پہنچیگا۔ اپنا شکار خراب آئندہ اس شیر کی ہلاکت کی امید منقطع اور دیگر بنی نوع
انسان کو مضرت رسانی کا سامان مہیا کرنا عقل اور اخلاق دونوں کے خلاف ہے
اگر آپنے فائر نہیں کیا اور شیر بغیر دھماکے کا صدمہ برداشت کرنے کے نکل گیا تو
اس کے فوائد اور نتائج کو پیش نظر رکھکر مردانہ صبر واستقلال کے دامن کو ہاتھ سے

نہ جانے دیجیے اولاً ہر ہمراہی خواہ پڑھا لکھا ہو یا جاہل یہ سمجھا جائے گا کہ موقع نہیں ملا صاحب بہت ہوشیار ہیں اندھا دھن فائر نہیں کرتے دوبارہ پھر آپ کی خدمت کو خوشی اور اعتبار کے ساتھ آمادہ اور حاضر ہونگے شیر بھی کچھ بھڑکا ہوا نہیں ہے اپنی جگہ سے ضرور ہٹایا گیا ہے مگر اُس کو یہ خیال نہیں پیدا ہوا ہے کہ یہ سب سامان میری ہلاکت کا ہے۔ دوسرے دن پھر گارا کریگا اور پھر مار کھائیگا اسوقت شکاری کی محنت اُس کے وقت اور اُس کے روپئے کا معاوضہ کافی درجہ تک تجربہ کی صورت میں حاصل ہو چکا ہے ہانکہ کے انتظامات اسٹاپ لگانے کی ضروریات جنگل کے حالات اور ایسے زبردست دشمن کو گھیرنے کی مشکلات یہ سب شکاری نے بچشم خود مشاہدہ کر لی ہیں مزید برآں جنگل میں درخت پر تنہا بیٹھنے اور دشمن کے سامنے آنے کا انتظار خود اتنا بڑا تجربہ اور وسیع لطف ہے کہ جس طرح انسان بڑھاپے میں جوانی کے مزوں کو یاد کرتا ہے اور خوش ہوتا ہے اُسی طرح سالہا سال تک اِس سین کا بھی تصور کر کے محظوظ ہو سکتا ہے دل شکستہ اور برہم ہونا چاہیے خندہ پیشانی کے ساتھ اپنے ہمراہیوں کو دلاسا دینا اور یہ کہنا کہ تم لوگوں نے بڑی محنت کی مگر اتفاق ہے اور اتفاق شکار میں پیش آنا لازمی ہے فائر کا موقعہ نہیں ملا اگر شکاری اپنی ناکامی کا ملزم اپنی ذات کو قرار دیگا اور ہمراہیوں کو الزام سے بری رکھیگا تو یقیناً وہ آئندہ ہانکے میں بمقابلہ گذشتہ ہانکے کے دوچند بلکہ دہ چند محنت کریں گے اور شکاری کی طرف سے ہمیشہ کے لئے اُن کے دل میں جگہ ہو جائے گی۔ برسوں کے بعد یہ گاؤں والے اُن حضرات کے سامنے جو شکار کو آئیں اور شکار کا ذکر کریں آپ کو اِن الفاظ میں یاد کریں گے "صاحب فلاں صاحب کا سا پکا شکاری تو پیدا ہی نہیں ہوا وہ بڑا بہادر صاحب اور پھر دل کا بہت اچھا" یہ الفاظ میں نے اپنے کانوں سے سُنے ہیں بخلاف اِس کے

غصّہ کرنے والے شکاریوں کی نسبت جو کچھ سُنا ہے وہ اِس کتاب میں لکھنے کے قابل نہیں۔

ف۔ جب کامیابی ہو اور شیر گر جائے تو اس کو ختم کرنے اور یقین ہو جانے کے بعد کہ وہ مر گیا اور ٹھنڈا ہو گیا۔ ہمراہیوں کو سیٹی یا بگل سے بلانا چاہئے مقتضائے احتیاط یہ ہے کہ خود بندوق لے کر کھڑا رہے تاکہ اگر شیر ذرا بھی جنبش کرے تو اُس کے لئے دونوں نالیں تیار رہیں ہانکے والے ہوشیار ہوتے ہیں خود دور سے پتھر مار کر اطمینان کر لیتے ہیں اِس کے بعد شکاری جس طرح چاہے جشن منائے شیر کو ناپے ہیں جھوٹے قصوں اور ذلتوں کو پیش نظر رکھنا ہر جنٹلمن شکاری کا فرض ہے۔ لارڈ ریڈنگ جیسے عالی مرتبت حاکم کے گیارہ فٹ نے کیا طوفان برپا کیا

ف۔ اگر شیر صرف زخمی ہو کر غائب ہو گیا تو فوراً ہانکے والوں کو اشارہ مقررہ کے ذریعہ سے مطلع کر دینا چاہئے ہر شخص اپنی جگہ پر ٹھیر جائے اور دوسرے اشارہ کے ساتھ ہی درخت پر نظر آئے اشارے میں اِس طرح مقرر کرتا تھا تین سیٹیوں پر ٹھیر جاؤ چوتھی سیٹی سنتے ہی درخت پر چڑھ جاؤ مسلسل سیٹیاں بجیں تو آ جاؤ۔ جو حضرات بگل بجا سکتے ہوں وہ خطرہ کی حالت میں بگل بجائیں سیٹی صرف نعرۂ مسرت کے لئے کام میں لائی جائے تو مناسب ہے۔

میں یہ بیان کرنا بھول گیا کہ حتی الامکان شکاری کو اس امر کا خیال رکھنا چاہئے کہ جب شیر اُن کی مچان سے چار پانچ قدم سامنے کی طرف بڑھ جائے اُس وقت فائر کریں۔ شیر گولی کھا کر پھر دوبارہ مچان کے سامنے سے گذرنے میں بہت پس و پیش کرتا بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ پلٹتا ہی نہیں۔ سیدھا چلا جاتا ہے اور اگر واپس بھی ہو تو شکاری کو دوسرے تیسرے فائر کا موقعہ مِل جاتا ہے علاوہ بریں اِس کا یہ فائدہ ہے کہ بندوق کا رُخ ہانکہ والوں کی طرف نہیں ہوتا اور

گولی اگر خالی جائے تو ہانکہ والوں کی صف سے نہیں گزرتی۔

ف۔ اِن فوائد کے ساتھ اس میں ایک نقص بھی ہے۔ وہ یہ کہ شیر کے آگے بڑھ جانے کی وجہ سے دل اور گردن کا نشانہ ذرا ٹیڑھا اور زاویہ کا خیال کر کے لینا پڑتا ہے۔ اِس لئے اُن شکاریوں کو جو قادر انداز نہ ہوں معمولاً اپنے سامنے ہی فائر کرنا مناسب ہے۔

ف۔ شیر کے غائب ہونے کے بعد جب ہانکہ والے درختوں پر چڑھ جائیں تو اسٹاپ میں سے دو تین کو جو درخت پر چڑھنے میں خوب مشاق ہوں سمجھانا چاہیئے کہ وہ اپنے درخت سے اگلے درخت پر جو ان سے قریب تر ہو چڑھ جائیں اور وہاں سے دیکھیں کہ شیر کس طرف ہے اگر شیر کہیں بیٹھا یا لیٹا نظر آجائے تو شکاری کو نہایت احتیاط کے ساتھ اس درخت پر جا کر اس شیر کو ختم کر دینا چاہیئے اگر شیر نظر آئے تو اس تلاش اور طریقہ تلاش کو جاری رکھنا چاہیئے۔ لیکن فوراً زمین سے اتر کر تلاش کرنا سخت غلطی ہے۔ مندرجہ بالا طریقہ مخصوص ہے اُسوقت اور اس موقعہ سے کہ جب شیر زخمی ہو کر اسٹاپ والوں اور ہانکے والوں کے گھیرے ہوئے حصہ میں موجود ہو اور اس کے متعلق یہ یقین ہو کہ کہیں قریب میں پڑا ہوگا۔ لیکن اگر شیر مچان سے دور ہو جائے اور اسٹاپ والوں اور لائن والوں کے درختوں سے نظر نہ آئے تو اُس کی تلاش کے لئے اگر وقت ہو تو دو تین گھنٹے اور اگر وقت نہ ہو تو کم از کم ایک گھنٹہ انتظار کرنا چاہیئے۔

بعض شیر جو کئی مرتبہ ہانکے سے نکل چکے ہیں اور جنکو ہانکہ کا تجربہ ہو چکا ہے اور جو ہانکہ کے مقصد سے واقف ہو چکے ہیں وہ ہانکہ کے وقت کسی گنجان جھاڑی یا پتھروں کے نشیب و فراز یا چھوٹے موٹے غار میں چھپ جاتے ہیں ہر چند کوشش کیجائے باہر نہیں آتے ہر طرح غل شور کرنے اور پتھر پھینکنے کے بعد

۲۴۶

ہانکے والوں کو یقین ہو جاتا ہے کہ یہاں شیر نہیں ہے وہ آگے بڑھ جاتے ہیں اور شیر میدان خالی پاکر جانب پشت سے کسی طرف کو نکلجاتا ہے۔ اسی قسم کے ایک شیر کے لئے مسٹر برینڈر نے یہ ترکیب کی کہ اپنی مچان پر کسی اور کو بٹھا کر خود ہانکہ کی لائن کی جانب پشت کسی ایسے درخت پر جو قریب کے پہاڑ کی طرف جانے کے راستے پر واقع تھا جا بیٹھے۔ ہانکہ شروع اور قریب ختم پہنچ گیا لیکن شیر نظر نہ آیا یہ مایوس ہو گئے کہ آج بھی یہ موذی دھوکہ دیکر کسی اور طرف سے نکل گیا درخت سے اترا ہی چاہتے تھے کہ شیر اُسی میدان سے جس پر ہانکے والے ابتک موجود تھے آہستہ آہستہ دبکا ہوا پہاڑ کی طرف جاتا ہوا نظر آیا جب موقعہ پر آگیا تو اُس کو شکار کیا۔

خود مجھ کو ایک مرتبہ ایسا ہی اتفاق پیش آیا۔ چیلا پلی ایک ویران موضع تعلقہ سرپور میں ہے کسی زمانہ میں آباد ہوگا مگر میرے زمانہ تعلقداری میں بالکل بے چراغ تھا۔ یہاں گنجان جنگل پہاڑوں کے دامن سے ملحق ہے۔ اور پھر اُس مقام کے گرد جہاں موضع کا نشان ہے دور تک اچھی گھنی جھاڑی ہے سُنا گیا ہے کہ شیروں کی کثرت کی وجہ سے جو متصلہ پہاڑوں پر رہتے ہیں یہاں کی رعایا نے کاشت چھوڑدی۔ اور کہیں اور چلے گئے اس جھاڑی کے وسط میں بڑا چوڑا اور بلند کناروں کا نالہ ہے جو پہاڑوں سے نکلتا ہے۔ یہاں شیروں کا ایک چور یعنی چھپ کر نکلجانے والا جوڑا مدت سے رہتا تھا شیرنی کے متعلق تو زیادہ شہرت نہ تھی مگر شیر کی نسبت بہت سے قصے مشہور تھے ان قصوں کا ذکر تو فضول ہے مگر تحقیق سے یہ امر ثابت ہوا کہ متعدد شکاریوں نے اس کے شکار کی کوشش کی مگر یہ ہاتھ نہ آیا۔ مسٹر سیکزی۔ مسٹر ہنکن مسٹر ویکفیلڈ اور کئی ابنائے وطن نے اس کا ہانکہ کرایا تعاقب کیا درخت پر بیٹھے مگر اس نے مار نہ کھایا

کسی نہ کسی طرح نکل گیا یہ واقعات سُنکر مجھ کو شوق پیدا ہُوا کہ میں بھی کوشش
کروں چنانچہ میں نے اُسی نالہ میں گارا بندھوایا۔ رات کو شیر نے سالم بھینسا کھا لیا
جس سے معلوم ہوا کہ جوڑے کا جوڑا معہ دو بچوں کے موجود ہے۔ چاؤش صالح
بن عامر بالعباک نے ہانکہ کا انتظام کیا میں مچان پر بیٹھا مگر دو گھنٹے کے انتظار کے
معلوم ہوا کہ چاروں شیر نالے نالے جنگل کو پہنچ گئے مجھ کو نظر بھی نہ آئے دوسرے
روز پھر گارا باندھا گیا۔ پھر شیر پورا بھینسا کھا گئے اور اُس روز میں نے چاؤش
کے ساتھ رہکر خود اسٹاپس کا انتظام کیا میں ہنوز مچان پر بیٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ
کچھ چلانے کی آواز آئی غور سے معلوم ہوا کہ شیر کو پہاڑ کے جانب کے اسٹاپوں نے
ہانکہ شروع ہونے سے قبل واپس کیا ہے۔ میں ہنوز درخت پر نہ چڑھا تھا کہ
شیر کے دہاڑنے کی آواز آئی۔ نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو ایک شیر دوڑتا ہوا سیدھا
میری طرف آرہا تھا۔ میں نے آدمی کے ہاتھ سے بندوق لی اس جنبش کی وجہ سے
شیر نے مجھکو دیکھ لیا بڑے زور سے آواز دی اور حملہ کرنے کی تیاری میں کچھ
رُکا۔ دُم پوری بلند کی اور تن کر پورا کھڑا ہوگیا اس قدر مہلت کافی تھی میں نے
مجبوراً سر کا نشانہ لے کر فائر کیا اور یہ وہیں ڈھیر ہوگیا۔ قریب جاکر دیکھا تو مادہ
تھی مگر بہت بڑی۔ تقریباً ریکارڈ ۹ فٹ ۱-۱ انچہ اس کو مارنے کی کچھ خوشی
نہیں ہوی کیونکہ جس مشہور یا مشہور بدنام کی ہلاکت کا انتظام تھا وہ نکل گیا۔
یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ کدھر سے نکل گیا دوسرے روز پھر گارا باندھا گیا۔ اگرچہ
امید نہ تھی مگر شیر نے گارا کیا اور دن کے دس بجے وہاں پہنچکر بڑی احتیاط کیتھ
ایک ایک مقام کو دیکھکر میں نے ناکہ بندی کی اور معمولی تعداد سے اسٹاپس
دوچند کر دئے ایک خاص بات میں نے اس انتظام میں یہ کی کہ میری مچان کے
پس پشت تقریباً سو گز پر بجائے دو آدمیوں کے میں نے جمدار یدہ ترتیب

لائن میں دس بارہ آدمی بٹھائے تاکہ جدھر سے شیر نکلے نظر آئے ہانکہ میں بھی نگرانکار زیادہ رکھے اور تاکید کر دی کہ کسی مشتبہ مقام سے بغیر پوری طرح جانچے ہوئے آگے نہ بڑھیں۔ بلکہ ہانکے والوں کے ساتھ دو چار بندوقچی بھی مقرر کردئے تاکہ اگر ضرورت ہو تو فائر کرکے شیر کو روکیں یا اٹھائیں جب انتظام پورا ہوگیا تو میں ذرا آرام لینے کی غرض سے مچان کے درخت کے نیچے بیٹھ گیا ارادہ یہ تھا کہ دس منٹ بعد ہانکہ شروع ہونے کا حکم دونگا۔ میرا آدمی ۵۰۰ ر ایکسپریس مچان پر رکھ آیا تھا صرف ۵ ،، ر اور شاٹ گن نیچے رکھی تھی۔ یکایک مچان کے جانب پشت کے آدمیوں نے غل مچایا اور ان کے زور زور سے چلانے کی آواز آئی یہ آدمی ۶۰ گز سے ۲۰۰ گز تک پھیلے ہوے تھے مگر یکبارگی چلا رہے تھے۔ سمجھ میں نہ آیا کہ خلاف ہدایت خلاف عادت سب یکبارگی کیوں غل کر رہے ہیں شیر نے کوئی آواز نہیں دی اور نہ اُس طرف شیر کے ہونے کا خیال تھا دس بجے کے بعد تک یقینی طور سے یہ معلوم ہوا تھا کہ شیر میرے سامنے جانب مشرق ۲۵۰ گز کے فاصلہ پر پانی کے گڑھے کے پاس لیٹا ہوا ہے۔ بھینسا بھی اسی نے میرے مچان سے ۲۰۰ گز پر اسی جانب مارا تھا۔ اب یہ شور میری جانب پشت یعنی مچان کی جانب غرب سے آرہا تھا وہاں شیر کیونکر پہنچ گیا میں اسی شش و پنج میں تھا کہ میرے ملازم نے کہا اٹھئے شیر یہ آرہا ہے اور بہت تیز آرہا ہے میں نے ۵ ،، ہاتھ میں لے کر اُس طرف دیکھا شیر نہایت تیز دوڑتا ہوا جیسے ٹائگر سگریٹ پر تصویر بنی ہوئی ہے۔ چاروں ہاتھ پیر پھیلائے ہوئے میرے درخت کی طرف آرہا ہے۔ یہاں جھاڑی بہت تھی کسی جگہ پانچ چار گز کھلا ہوا میدان نہ تھا کہ میں نشانہ لیکر فائر کروں۔ دوڑتے ہوئے جانور پر فاصلے اور رفتار کے لحاظ سے بہت آگے نشانہ لینا پڑتا ہے۔ یہاں اس کا کوئی موقعہ نہ تھا

شیر کہیں کہیں جھاڑی کی جالی میں سے نظر آتا تھا۔ بندوق میں کندھے پر لاکر نشانہ لے چکا تھا مگر کسی جگہ فائر کا موقعہ نہیں ملا۔ میں جس مقام پر کھڑا تھا وہاں سے تیس گز پر چوڑا نالہ تھا اور شیر کا اُس پر سے گذرنا لازمی تھا۔ یہ سوچکر میں نے شیر کا نشانہ چھوڑ دیا اور اپنے نشانہ سے اس نالہ کو روک لیا۔ شیر دوڑتا ہوا نالے پر پہنچا اور نالے کے بیچ میں کودا مگر اتنا تیز کہ میں فائر نہ کرسکا اُس کے بعد نالہ کے دوسرے کنارے پر چڑھنے کے لیے کودا۔ نالہ کا یہ مقام مجھ سے (بعد میں ناپا گیا) ۴۲ گز تھا شیر داہنے جانب سے بائیں جانب جارہا تھا رفتار کم از کم فی گھنٹہ تیس میل کی ہو۔ میں نے کودتے ہی سر سے ایک گز آگے نشانہ لیکر ٹرگر دبادی یہ عمر بھر کے اُن چند نشانوں میں سے ایک نشانہ ہے جو زندگی بھر لطف و مسرت کے ساتھ یاد آئینگے گولی ٹھیک کان کے نیچے لگی شیر کی کھال کو دیکھکر کوئی شخص نہیں معلوم کرسکا کہ گولی کہاں پڑی ہے کیونکہ وہ حصہ بالوں سے چھپا ہوا اور کان کی کھال سے متصل ہے۔ جب میں چمڑے کے نیچے سے کان کی جلد میں انگلی ڈال کرتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ گولی کا یہ مقام ہے۔ اس گولی کے بعد شیر سیدھا نہیں گرا بلکہ پہلے اُس کا سر زمین پر ٹکا اور پھر شیر اُلٹ گیا یہ منظر اس قدر مسرت انگیز اور پُر لطف تھا کہ آج تک اُس کا ذکر کرکے میں اتنا خوش ہوتا ہوں کہ میرا دل جانتا ہے۔

ف۔ زخمی شیر کی تلاش شکار کا سب میں زیادہ اہم سب میں زیادہ خوفناک سب میں زیادہ تجربہ سب میں زیادہ ہمت سب میں زیادہ سمجھ کا کام ہے آسان ترین شکار فاختہ کا ہے۔ مشہور ہے تھکا شکاری فاختہ مارے اور خطرناک ترین شکار جنگلی بھینسے۔ ہاتھی۔ گینڈے۔ ببر۔ اور شیر کے شکار سمجھے جاتے ہیں۔ اِن تمام شکاروں میں کوئی وقت اور کوئی موقعہ ایسا نہیں ہے

جو زخمی شیر کی تلاش اور اُس کے تعاقب سے زیادہ خطرناک ہو مصنفین اور دنیا کے نامور شکاریوں میں اِس مسئلہ کی نسبت کہ دنیا کے تمام جانوروں میں سب سے زیادہ پُرخطر شکار کس جانور کا ہے۔ نہایت طول طویل اور دلچسپ مباحث ہوئے ہیں سلیوس۔ لیڈیکر۔ بلنڈن۔ بیکر۔ شیکسپیر۔ فورسیتھ۔ سینڈرسن۔ رسل بلینفورڈ۔ ببٹ۔ برینڈر۔ یہ اُن مصنفین میں سے چند کے اسمائے گرامی ہیں جنھوں نے سائنٹفک طریقہ اور محققانہ اصول پر شکار اور جانوروں کے متعلق اپنی گراں بہا تصانیف سے انگریزی لٹریچر کو اپنا ممنون و مشکور بنایا ہے ان ماہرین علم الحیوانات اور شاندار شکاریوں نے جو متعدد ممالک میں شکار کھیلے ہیں۔ اِس مسئلہ پر خامہ فرسائی اور میدان قلم میں شہسواری دکھلائی ہے حیرت ہے کہ باآنکہ اِس شعبۂ تصنیف کو شروع ہو کر ایک صدی سے زیادہ زمانہ گزر گیا ہے مگر گذشتہ ۱۳۰ سال کے تجربہ اور بے شمار تحریروں مباحث اور مضامین نویسی کے باوجود یہ مسئلہ اِس وقت تک تصفیہ طلب ہے گذشتہ صدی اور رواں صدی کے تیس سال میں یورپ بالخصوص انگلستان نے تصنیف و تالیف میں جو ترقی کی ہے اُس کے ذکر کے لئے یہ کتاب ناموزوں ہے نہ اِس میں اتنی گنجائش مگر اِس موقعہ پر اِس کی طرف اشارہ کرنے کی ضرورت اس لئے لاحق ہوئی کہ اِس زمانہ میں جب کہ عناصر اربعہ کو انسان اپنے قابو میں لا چکا ہے اور زمین۔ پانی۔ ہوا اور بجلی اِن سب کی موشگافی ہو رہی ہے۔ اِس کے علاوہ یہ خاک کا پتلا جو تماشے دکھا رہا ہے اُس سے زمانہ واقف ہے تو پھر اِس مسئلہ کو حل کرنا کیا مشکل ہے تمام مصنفین میں آج تک اختلاف رائے قائم ہے اور میرے خیال کے موافق یہ اختلاف قائم رہیگا بعض آفریقہ کے شکاری بھینسے اور ہاتھی کے شکار کو اور بعض ببر کو چیند وہ

مصنفین جنھوں نے آفریقہ اور ہندوستان دونوں مقام پر شکار کھیلا ہے۔ شیر کے شکار کو سب میں زیادہ پُرخطر ہونا تسلیم کرتے ہیں ہاتھی اور بھینسے بہ لحاظ اپنی جسامت کے شیر سے زیادہ ہیں مگر خود یہ عرض وطول اُن کے مضرت رسانی کے خوف کو دل سے دور کر دیتا ہے جب ہاتھی یا زبردست بھینسا انسان پر حملہ آور ہو تو بے شک اتنے بڑے جانور کا سر ہلاتے ہوئے آنا یا بھینسا ہو تو ایک انجن کا سینگ جھکائے ہوے اور لڑھکتے ہوے تیز آنا دل پر اثر کرتا ہوگا لیکن اس اثر کو شیر کے حملہ کے مقابلے میں ایک اور دس کی نسبت ہے جب شیر حملہ کرتا ہے تو صرف اُس کی اُس آواز سے جو ابتدا میں سُنائی دیتی ہے مبتدی اور معمولی انسان تو کیا چیز ہے اچھے اچھے سورما اور تجربہ کار شکاریوں کے حواس نہیں باقی رہتے۔ میں بغیر کسی کم وکاست کے حقیقی واقعہ اور تجربہ بیان کرتا ہوں کہ آنکھیں بند ہو جاتی ہیں اور چند سکنڈ تک دماغ معطل ہو جاتا ہے جب اس کیفیت سے نجات ملتی ہے تو شیر نصف فاصلہ اپنے حملہ کے میدان کا طے کر چکتا ہے۔ بقیہ نصف میں اگر خدا نے مردانہ ہمت عطا فرمائی ہے۔ تو اس حملہ کو دیکھنے والا فائر کر سکتا ہے مگر یہ غور کے قابل اور توجہ طلب امر ہے کہ یہ جوانمرد کس قدر مشاق اور کس بلا کا قادر انداز ہونا چاہیئے یہ سرگذشت اور تصویر اُس دیکھنے والے کی ہے جو تھوڑی دور ساتھ ساتھ چل رہا تھا اور خود اپنے کو حملہ سے محفوظ سمجھ چکا تھا۔ اُس غریب کا کیا حال ہوتا ہوگا جس پر شیر حملہ کرتا ہے اور جو یہ معلوم کر چکا ہے کہ اس تیر بلا کا ہدف مرا دیں اور میری ہلاکت ہے۔

ف۔ جب شیر انسان پر حملہ کرتا ہے تو اُس کی ہیبت ناک آواز غوہوں سے مشابہ ہوتی ہے اس کی قوت اور چوڑے پن کی وجہ سے یہ

نہیں معلوم ہوتا کہ یہ آواز کس جانب سے آ رہی ہے۔ میں نے کئی مرتبہ شیر کو انسان پر حملہ کرتے دیکھا ہے میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ آغاز حملہ سے قبل یہ آواز شروع ہوتی ہے۔ اور آواز ختم کرنے سے قبل شیر اپنی جگہ سے روانہ ہو جاتا ہے۔ اس آواز کی وجہ سے اُس فصل کا نصف حصہ جو شیر اور انسان کے درمیان ہے نظر سے غائب ہو جاتا ہے یعنی آواز کے صدمے سے جو فضائے ہوا کی لہر کو یکایک پہنچتا ہے اور ان لہروں میں حرکت پیدا ہونے سے غیر قابل بیان حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ ہر جاندار کا صرف اُس آواز کے سننے میں محو ہو جانا لازمی ہے۔ جب ایک قوت حس اور عضو احساس پر اتنا زور یا بار پڑے تو دوسرے احساسات اور قوائے احساسات کا معطل ہونا فطرتی نتیجہ ہے۔ آنکھیں بند نہیں ہوتیں مگر نظر بیکار ہو جاتی ہے یا یہ سمجھئے کہ دماغ معطل ہو جانے کی وجہ سے نظر نہیں آتا اور ایسی صورت کے پیدا ہو جانے کی بنا پر میں نے لکھا ہے کہ نصف حصہ اُس فاصلہ کا جو شیر اور انسان کے درمیان ہو نظر سے غائب ہو جاتا ہے اوروں کو تو شیر نصف فاصلہ تک نظر نہیں آتا۔ اس اجل رسیدہ کو اگر یہ دو چار مرتبہ کا تجربہ کار اور مئے دلیری و ہمت کا پُرانا بادہ خوار نہیں ہے تو اخیر تک شیر نظر نہیں آتا آناً فاناً شیر پہنچ جاتا ہے مُنھ سے اکثر و بیشتر شانہ یا ران پکڑ کر دو تین جھٹکے دیتا اور چھوڑ کر چل دیتا ہے۔ یہ پکڑ اور اُس پر یہ جھنجوڑ مظلوم بدنصیب کی ہڈیاں اور جسم کی چول چول ہلا دیتی ہے زخم اس قدر چوڑے اور گہرے ہوتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کی کلمہ کی اونگلی زخم کے عمق کو دریافت کرنے کے لئے کافی نہیں ہوتی۔ ان سب آفتوں کے علاوہ شیر کے دانت کا زہر اس غضب کا ہوتا ہے کہ اگر علاج میں دیر یا ذرہ برابر بھی غفلت یا بے پروائی عمل میں آجائے تو مجروح کا ہلاک ہونا لازمی نتیجہ ہے

میں نے بچشم دیکھا ہے کہ ایک ہانکہ والے کا شیر نے شانہ پکڑا تھا دونوں دانت بغل سے گذر کر شانہ کی بالائی ہڈی تک پہنچے تھے۔ آر پار گوشت اور ہڈی میں سوراخ ہو گیا تھا اِس زخم کے اندمال میں کئی مہینے صرف ہوئے۔ میں اُس کو دیکھنے کیلئے کئی مرتبہ دواخانہ گیا اور اُس سے دیر تک گفتگو کرنے کا موقع ملا وہ مجھ سے بیان کرتا تھا کہ ہاؤں ہوں کی آواز کے ساتھ میرے حواس گم ہو گئے آنکھیں کھلنے کے بعد مجھ کو ایک زرد تھالا یا سینی نظر آئی جس نے مجھکو ڈھاک لیا۔ آنکھ کھلنے اور زرد تھالے سے ڈھک جانے کے درمیان میں مجھ کو صرف تین الفاظ کے سوچنے کی مہلت ملی۔ شیر۔ صاحب۔ دَن۔ شیر نے جس مقام پر اسکو پکڑا ہے میں وہاں سے چھ فٹ سامنے کی طرف تھا میں نے شیر کو مطلقاً دیکھا ہی نہیں دیکھنے والے کہتے ہیں کہ شیر مجھ سے بمشکل تین چار فٹ کے فصل سے گذرا بعض کو خیال ہوا کہ شیر نے مجھ کو داب لیا چنانچہ غلام محبوب اور یسین خان نے چلا کر کہا بھی کہ صاحب گئے۔ یہ چلانیوالے اسی لائن میں مجھ سے ۲۰ گز داہنی جانب تھے اِن کو بھی بعینہ وہی تجربہ ہوا یعنی نصف فاصلہ تک آنکھیں بند اور بدحواسی اور اس کے بعد دوسرے حصہ میں صرف ایک زردرنگ کا تیری رفتار سے آگے بڑھنا۔

ہاتھی اور بھینسے کے حملہ کی رفتار شیر کے حملہ کی اس تیزی کا کہ حرکت کرنے میں نظر سے غائب ہو جائیں کیا مقابلہ کر سکتی ہے۔ شاید ان میں ایک اور پچاس کی نسبت ہو مزید برآں ہاتھی اور بھینسے حملہ کرنے کی حالت میں آواز نہیں کرتے۔ کریں بھی تو اُس کا اثر ایسا دہشتناک اور حواس کو معطل کرنے والا نہیں ہوتا اِس کے علاوہ جسامت اور عرض و طول کے لحاظ سے نشانہ لینا بمقابلتاً بہت آسان ہوتا ہے۔

سُب میں اہم اور بڑی بات یہ ہے کہ شیر کا رزق اُس کی گذر اوقات اُس کی بقا و حیات صرف دوسرے جاندار کو ہلاک کرنے چیرنے پھاڑنے اور جان ستاں صدمہ پہنچانے کی قابلیت اور قوت پر منحصر ہے۔ معمولی روزانہ غذا حاصل کرنے میں شیر کو ہلاکت اور تباہی کے کیا کیا طریقے اور داؤں پیچ نہ کرنے پڑتے ہونگے پھر دشمن کی ہلاکت میں شیر کیا کیا اور کن کن قوتوں کام میں نہ لاتا ہوگا یہ زخمی شیر کا ذکر ہے اس لئے جوش انتقام ایسے قوی اور مشاق جانور کیلئے کیا کم اُبھارنیوالا آلہ ہے۔

بخلاف اس کے ہاتھی اور بھینسے کو تمام عمر میں شاید ایک ہی بار ایسی جنگ اور اِن قوتوں کو کام میں لانے کا موقعہ آتا ہے۔ یہ قوتیں اور خصائل بھی وہ ہیں جو فطرت نے ان کی ساخت اور اِن کی ضروریات کے لحاظ سے ان کی خلقت میں ودیعت نہیں فرمائیں جب یہ پہلی مرتبہ اپنے دشمن کو ہلاک کرنیکی کوشش کرتے ہیں تو خود اِن کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کریں۔ سیکڑوں مثالیں اور سیکڑوں قصّے شکار کی تصنیفات میں نظر سے گذرے ہیں کہ ہاتھی یا بھینسا حملہ کرکے بالکل قریب آگیا۔ خاموش کھڑا رہا اور واپس ہوگیا۔ ایک ہاتھی نے بجائے اپنے دشمن شکاری کے ایک پتھر پر دو تین ٹھوکریں لگائیں غالباً ناخون ٹوٹ گیا غصہ ختم۔ ابواب دلیری مسدود۔ چیختا ہوا بھاگا۔ یہ قصّے ہاتھیوں کے بیان میں زیادہ موزوں ہوں گے۔

ایک بھینسے نے بجائے شکاری کے درخت کو پانچ چار ٹکریں لگائیں درخت ایک طرف کو جھک گیا شکاری جس کے پاس بندوق نہ تھی خاموش بیٹھا رہا بھینسا تھوڑی دیر بعد ٹہلتا ہوا چلدیا۔

ہاتھی کے شکار کے ضمن میں مسٹر سلیوس نے لکھا ہے کہ ایک بڑے

دانت والے ہاتھی کو انھوں نے زخمی کیا وہ کسی قدر کھلے ہوئے یعنی چھدرے
جنگل میں گھس گیا اس کا موقعہ نہ تھا کہ اُس پر حسب معمول دس پندرہ گز سے فائر
کیا جا سکے دور سے مارنے کی بندوق ساتھ نہ تھی اور ایسے بیش قیمت دانتوں کو
چھوڑ دینے پر طبیعت راضی نہ ہوتی تھی ۔ناچار انہوں نے اپنے ایک ساتھی سے
کہا کہ وہ سامنے کی طرف جا کر ہاتھی کو اپنی آواز سے ڈرائے تاکہ وہ گنجان جنگل میں
آجائے پھر یہ درختوں کی آڑ میں قریب پہنچکر اُس کا خاتمہ کر دیں گے اس میں کامیابی
ہوئی غور کرنے کی بات ہے اور شکاریوں کے خیال میں مضحکہ انگیز ۔کیا کوئی بڑے سے
بڑا شکاری یا کوئی احمق سے احمق انسان زخمی شیر کے مقابلہ میں بھی ایسی جرأت
کرسکتا ہے ۔ اگر لشکر کا لشکر زخمی شیر کے مقابلہ میں اس طرح بڑھے یا اُس کو
گھیرنے کی کوشش کرے تو یقینی امر ہے کہ شیر صفیں کی صفیں چشم زدن میں پلٹ دیگا
ہاتھی اور بھینسے کے دعوائے برتری کے خلاف کافی استدلال پیش کیا
جا چکا ہے اب ببر باقی ہے ۔ بعض مصنفین نے ان کی طرف سے وکالت نامہ اور
یہ دعویٰ پیش کیا ہے کہ ببر کا شکار سب میں زیادہ خوفناک ہے ۔ اسکے خلاف
مندرجہ ذیل استدلال دعوے کو خارج کرنے کے لیے کافی ہے ۔ شیر کو حق کلا نیت
حاصل ہے یہ مسلم ہے کہ شیر ببر سے بڑا ۔ ببر سے زیادہ قوت والا چلت پھرت
پھرتی اور رفتار میں بہت زیادہ قابل ترجیح حقوق رکھتا ہے ۔ ببر میں نہ اسقدر
دوڑنے اور کودنے کی قوت ہے نہ اس قدر سکڑنے اور تیزی کے ساتھ مڑنیکی
شیر چھپنے کے فن کا ماہر ہے ببر کو اس کا موقعہ ہی نہیں ہے کیونکہ شیر سرسبز اور
گنجان جنگلوں میں رہتا ہے اور ببر ریتلے ٹیلوں پر یا کھلے ہوئے پہاڑوں پر ۔
شکار کی غرض سے پانی کے کنارے چھپ کر بیٹھتا ہے مگر کھائی کر پھر میدان کو
چل دیتا ہے ۔ شیر حملہ میں نہیں رکتا ۔ تیر کی طرح آتا ہے ۔ ببر تیز تڑاٹ یا گیلپ سے

آکر شکاری کے سامنے ٹھیر جاتا ہے پھر پنجہ اُٹھا کر جسم کو تولتا ہے اس کے بعد مارتا ہے اس عادت کی وجہ سے بہت سے شکاری ببر کے مقابلہ سے جانبر ہوگئے ہیں۔ قصہ مختصر ببر قوت میں قد و قامت میں اپنے آپ چھُپانے کی سمجھ میں اور حملہ کی تیزی اور جسم کی پھُرتی میں ہمارے شیر سے گھٹا ہوا ہے۔ بوجوہ بالا ان تینوں مدعیان خطرناکی کا دعویٰ بہ مقابلہ شیر کے خارج ہونے کے قابل ہے۔

لہٰذا حکم ہوا کہ دعویٰ مدعیان خارج شیر کے سر خوفناک ترین ہونے کا سہرا باندہ دیا جائے۔

زخمی شیر کا تلاش کرنا اُس کے خوفناک ہونے کی وجہ سے نہایت اندیشہ ناک کام ہے اور کامیابی کے ساتھ اس کارروائی کو ختم کرنے کے لئے نہایت احتیاط اور اُن قواعد کی پابندی جو ہزاروں جانیں تلف ہونے کے تجربوں کے بعد مقرر کئے گئے ہیں بکمال توجہ اور باریکی کے ساتھ لازمی ہے ادنیٰ فرد گذاشت کا نتیجہ انسان کی بلکہ انسانوں کی جانیں تلف کرنا ہوتا ہے یا کم از کم عمر بھر کے لئے ہاتھ پیر سے معذور ہوجانا۔

مختلف موقعوں پر اس کی نسبت متعدد ہدایتیں درج کیجا چکی ہیں لیکن معاملہ کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ ہدایتوں اور احتیاط کے اصولوں کا اعادہ جتنی بار کیا جائے جائز ہے۔ چیدہ چیدہ اشارات اور ہدایات اب سلسلہ وار قواعد کی صورت میں بنظر سہولت ایک جگہ جمع کر دیجاتی ہیں۔

(۱) شیر کے زخمی ہونے اور اُس کی تلاش شروع ہونے میں کم از کم دو گھنٹے کا فصل ہونا لازمی ہے۔ اس عرصہ میں اگر شام قریب ہوجائے اور یہ خیال ہو کہ جلد اندھیرا ہو جائے گا تو اس کو دوسرے دن تک ملتوی رکھنا نہایت مفید ہے۔ مغرب سے تھوڑی دیر قبل تلاش کو روانہ ہونا جان کا

(۲) شیر کی تلاش میں زیادہ تعداد آدمیوں کی مضر اور اندیشہ ناک ہے۔ اولاً
سب تلاش کرنے والے اگر بہت سے ہوں تو اُن میں سب کا ہوشیار تجربہ کار اور مشاق
ہونا ناممکن ہے۔ دوسرے زیادہ آدمیوں کو قابو میں رکھنا اور اُن کی حرکات اور
افعال کی نگرانی کا بار شکاری کے دماغ پر نہایت غیر ضروری ہے۔ شکاری کا دماغ
پوری طرح اپنے حصول مقصد کی طرف متوجہ اور کلیتاً شیر کا مقام دریافت کرنے میں
مصروف اور محو ہونا چاہیے گاؤں والوں کی حفاظت کرنا اور بار بار اُس جانب توجہ
کرنے پر مجبور ہونے سے علاوہ اصلی مقصد تلف ہونے کے اپنی جان کو معرض خطر میں
ڈالنا ہے۔

(۳) پانچ ہمراہی کامل درجہ تک قابل اعتبار اور اگر ممکن ہو تو معمولی نشانہ
لگانے کے مشاق بہت کافی تعداد ہے اپنے اوپر بھروسہ رکھنے والے شکاری صرف
دو ساتھیوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ زائد بندوق لے کر ہمراہ رہنے والا یقین کے ساتھ
بھروسہ کا آدمی ہو اور عین ضرورت کے وقت بندوق لیکر بھاگ جانیوالا نہ ہونا چاہیے

(۴) یہ ہمراہی درخت پر چڑھنے کے مشاق ہوں۔

(۵) اگر کوئی اور جنٹلمین شکاری موجود ہوں تو اُن کو ساتھ رکھنا چاہیے
الگ الگ اور فاصلہ سے چلنا مضر اور اندیشہ ناک ہے۔

(۶) تلاش میں بڑی اور وزنی رائفل بیکار ہے اگر ممکن ہو تو ہلکی بڑے بور کی
دونالی زیادہ موزوں ہے اگر یہ موجود نہ ہو تو چھرے کی دونالی جس کے کارتوس میں
لیتھل یا ڈسٹر کرڈ گولی بھری ہو بہترین ہتھیار ہے۔ چھرے کی بندوقیں بھی قریب
فاصلوں یعنی پندرہ بیس گز تک سخت صدمہ پہنچاتی ہیں اور چونکہ اِن کا بور عموماً
۱۲ ہوتا ہے۔ اِس لئے ۱۵۔۲۰ گز تک اِن کی دھکہ دینے کی قوت Shock.
اور روکنے یا بیکار کرنے کا مادہ عمدہ رائفلوں کے and Stopping power

برابر ہوتا ہے۔

چھوٹے بور کی رائفلیں بالخصوص ہائی ولوسٹی کی مثلاً ۳۰۔ اسپرنگفیلڈ سیویج مین لکر۔ راس۔ ۳۰۳، اس موقعہ کے لئے بیکار ہیں میرا ذاتی خیال اور تجربہ یہ ہے کہ خوفناک شکار کے لئے بھی قدیم فیشن کی ۴۵۰، ۵۰۰، اور ۵۷۷، رائفلیں جدید ہائی ویلاسٹی رائفلوں سے بہت زیادہ بکار آمد اور بہترین ہیں۔ انتخاب بندوق پر اس پر بہ تفصیل بحث کی گئی ہے۔

ہمراہیوں کے ہاتھ میں اگر مل سکیں تو دونالی یا ایک نالی بڑے بور کی بھر بٹانوں (اگر اپ) یا صرف اچھی مقدار بارود سے بھری ہوی کافی ہے۔ ضرورت ہو تو یہ کام آتی ہیں ورنہ ابتدائی مقصد آواز سے کام لینا ہے۔

(۷) ہمراہیوں میں سے اگر کسی کو فائر کرنے کی اجازت دیجائے تو اس کو اچھا نشانہ انداز ہونا چاہئے۔

(۸) ساتھیوں کی جیبوں میں ایسے پتھر بھرے ہوئے ہونے چاہئیں جنکو وہ آسانی کے ساتھ تیس گز پھینک سکیں ہر موقعہ چھوٹے اور موزوں پتھر نہیں ہیں

(۹) ان ہمراہیوں کے علاوہ چار آدمی درخت پر چڑھنے کے مشاق شریک تلاش ہوں یہ چاروں پانچ کی پارٹی سے جدا رہیں اور سامنے کے درختوں پر چڑھ کر شیر کو دیکھیں۔

(۱۰) اس وقت خاص مقصد شیر کا مقام دریافت کرنا پیش نظر ہے اس لئے اگر بولنے والے کتے ساتھ ہوں تو نصف بلکہ سہ ربع محنت بچ جاتی ہے بہت سے شکاریوں نے صرف ایک کتے اور ایک ہمراہی سے کئی کئی شیروں کو تلاش کیا ہے خود میرے کتوں نے وقت واحد میں دو شیر ایک نالہ میں سے اٹھائے۔ اور دونوں دس سکنڈ میں مارے گئے۔

(۱۱) یہ ضروری سامان مہیا کرنے کے بعد پہلا کام شیر کے پنجوں اور ناخون کے نشانات کو معلوم کرنا ہے۔ درختوں پر جو آدمی چڑھے ہوئے ہیں اگر انہوں نے کہیں شیر کو دیکھ لیا تو فبہا ورنہ جہاں تک اُن کو صاف نظر آتا ہے۔ شکاری اطمینان اور خاموشی کے ساتھ بڑھ سکتا ہے۔ لیکن ہر وقت مقابلہ کے لئے تیار۔ اگر کوئی ایسی جھاڑی یا سایہ دار درخت یا نالہ یا پانی راستہ میں واقع ہوا کہ وہاں زخمی شیر کا ٹھہرنا ممکن ہو تو اُس کو بغیر پوری طرح پر دُور سے جانچنے اور اِس کا یقین ہو جانے کے کہ شیر یہاں نہیں ہے۔ ہرگز آگے نہ بڑھنا چاہیئے۔ پتھر پھینک کر آسانی سے شیر کا عدم و وجود معلوم ہو جاتا ہے شیر تیس گز سے زیادہ فاصلہ سے حملہ نہیں کرتا لیکن اگر پتھر اُس کے پاس گریں اور وہ انسان کو دیکھ لے تو بہت دور سے غراتا اور اپنے موجود ہونے کی اطلاع دیدیتا ہے۔

(۱۲) خون کی مقدار اور اُس کے رنگ سے اِس امر کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ شیر کے کاری زخم لگا ہے یا خفیف۔ کاری زخم ہے تو شیر تھوڑی دور جا کر بیٹھ جائیگا اگر پانی پاس ہے تو غالب ترین قیاس یہ ہے کہ شیر پانی کے گرد و پیش میں ملے۔ ایسی جگہ اور اُس نواح کی جھاڑی کو کامل طور پر دیکھ بھال لینا چاہیئے۔ اگر نالہ ہے اور نالہ میں کوئی خم ہے تو اِس خم کے قریب ہرگز بغیر جانچے اور تحقیقات کے نہ جانا چاہیئے اگر خون بکثرت گرا ہے تو زخم خفیف ہے اور شیر دور نکل گیا ہوگا۔

(۱۳) زخم خفیف ہو یا گہرا شیر کی مضرت رسانی اور اتنی مضرت رسانی میں جو اِنسان کی ہلاکت کے لئے کافی ہو فرق اور کمی نہیں واقع ہوتی دونوں صورتوں میں ہوشیاری اور احتیاط میں کمی نہ ہونی چاہیئے۔

(۱۴) شیر اپنی جگہ سے عموماً صرف ایک بار اور کبھی کبھی دو بار اُٹھتا ہے یعنی جگہ بدلتا ہے اِس سے زیادہ اپنی جگہ چھوڑنے پر آسانی کے ساتھ آمادہ نہیں ہوتا

حملہ کر بیٹھتا ہے اس کے لیے تیار رہنا چاہیئے۔

(۱۵) شیرنی اپنی جگہ دو تین مرتبہ بدلتی ہے اور حملہ کرنے میں بمقابلہ نر کے زیادہ دیر لگاتی ہے۔ لیکن ہر مرتبہ جب وہ جگہ بدلے فائر کے لیئے تیار رہنا ضروری ہے

(۱۶) ہر قسم کی آواز پیدا کرنے سے احتراز لازمی ہے۔ آواز سُنکر اکثر شیر چھُپ جاتا ہے اور اپنا موقعہ دیکھکر حملہ کر دیتا ہے۔

(۱۷) ڈھلوان اور ناہموار پہاڑی پر زخمی شیر اگر زخم کاری ہے تو نہیں چڑھتا اگر کسی دباؤ کی وجہ سے ایسے مقام پر جا پڑے تو ہرگز ہرگز نیچے کی جانب سے اُس کی طرف نہ بڑھنا چاہیئے چند آدمیوں کو گرد و پیش کے درختوں پر سے پتھر پھینکنے کی ہدایت دینی چاہیئے۔ جب شیر نیچے آکر کہیں ٹھیر جائے تو اُس کی جگہ درخت کے جاسوسوں کے ذریعہ سے معلوم کرے اور خود شیر سے بلند مقام پر جاکر فائر کیجئے اگر شیر نیچے کی طرف سے اوپر کی طرف حملہ کریگا تو اپنی بلندی کی وجہ سے شکاری کو فائر کرنے کا عمدہ موقعہ ملیگا۔

(۱۸) شیر کے تلاش کرنے میں کبھی نالہ کے اندر نہ چلنا چاہیئے۔ ہمیشہ کنارے پر جھانک کر دیکھیے اگر یہ معلوم ہو جائے کہ شیر نالہ کے کنارے یعنی اوپر لیٹا ہے تو آپ مخالف کنارے سے فائر کیجئے یعنی نالہ آپ کے اور شیر کے درمیان میں آجائے۔

(۱۹) شیر کبھی اس حالت میں کہ وہ خود دوڑ رہا ہو کسی جاندار کو نہیں پکڑتا جب شیر حملہ کرے تو ہرگز بھاگنے یا درخت پر چڑھنے کا ارادہ نہ کرنا چاہیئے ایسا کرنا اپنی موت کو دعوت دینا ہے۔ اپنی جگہ پر بالکل تیار ہو کر استقلال سے کھڑے رہئے شیر قریب آکر ٹھیرتا اور سنبھلکر تھپیڑ یا منھ کو کام میں لاتا ہے۔ اُسوقت آپ اپنی بندوق سے کام لیجئے مگر ایک نال سے فائر کرنا چاہیئے اِلّا اِس صورت میں کہ

نالوں کا منھ شیر کے جسم سے بہت ہی قریب ہو دونوں نالیں ایکدم فائر کرنے سے بارود کا زور نالوں کو اوپر اٹھا دیتا ہے۔

بڑا فائدہ اس استقلال کا یہ بھی ہے کہ شیر کبھی اس جرأت سے ڈر کر کھڑا ہو جاتا ہے اور غراتا ہوا واپس ہو جاتا ہے۔

مجھ پر ایک مرتبہ دو شیروں نے حملہ کیا میرے ہاتھ میں بندوق بھی نہ تھی میں خاموش کھڑا ہو گیا دونوں مجھ سے ۳ فٹ پر آ کر کھڑے ہو گئے تقریباً ۲ سکنڈ تک غرغر کرتے ہوئے جھاڑی میں گھس گئے مگر یہ زخمی نہ تھے۔

(۴۰) زخمی شیر جب نظر آ جائے تو کھال کے خراب ہونیکا مطلقاً خیال نہ کرنا چاہیئے جب تک اس میں ذرا سی بھی جنبش باقی رہے اس پر گولیاں برسائی جائیں ہر موقعہ پر اس اصول کو یاد رکھنا چاہیئے۔

(۴۱) جب شیر کو اٹھانے اور اس کی تلاش میں کامیابی نہ ہو تو مجبوراً مویشی سے کام لینا چاہیئے یہ صرف اس وقت جائز ہے کہ پہاڑ۔ پتھر۔ گنجان درخت یا زمین کی ناہمواری کی وجہ سے وہ مقام غیر قابل گزر ہو مویشی کو سونگھنے اور سونگھنے کا موقعہ نہ دینا چاہیئے۔ جلدی جلدی ہانک کر اس حصہ میں جہاں زخمی شیر ہو بھینسوں یا گایوں کو ٹھیرا دینا ضروری ہے اگر یہ جانور آہستہ آہستہ چرتے ہوئے جائینگے تو بوپاتے ہی واپس ہونے کے علاوہ یہ اندیشہ ہے کہ شیر اٹھکر اور زیادہ محفوظ مقام میں جا گزیں ہو جائیگا۔ بخلاف اس کے اگر جانور دوڑتے ہوئے پہنچ جائیں تو شیر یا ایک طرف ہٹنے میں نظر آ جاتا ہے یا ایک جانور کو لپٹ جاتا ہے آخرالذکر صورت میں شکاری کا موقعہ واردات پر پہنچنا اور شیر کو مارنا کار دارد ہے۔ اور بڑا خطرہ یہ ہے کہ جانور خود اس قدر پریشان ہو جاتے ہیں کہ آدمی پر حملہ کر بیٹھتے ہیں ان خطرات اور مشکلات کی وجہ سے میری رائے یہ ہے کہ حتی الامکان جانوروں سے

کام لینا انسانیت سے بعید ہے مجھکو کئی موقعوں پر گاؤں کے شکاریوں نے یہ رائے دی۔ ایک مرتبہ میں نے گایوں کا منہ مانگا یا بھی مگر مجھکو درخت پر چڑھنا پڑا اُس کے بعد میں نے کئی تصانیف میں اس کی مذمت اور اس عمل کے خلاف شکاریوں کی رائیں پڑھیں خود اس کا تجربہ ہو چکا تھا۔ میں نے پھر کبھی اس کا ارادہ ہی نہیں کیا۔

(۲۲) اگر شیر کے پیر یا پیٹ یا جگر پر گولی لگی ہے یا صرف جلد کٹ گئی ہے تو شیر کا حملہ نہایت خوفناک اور پوری قوت کے ساتھ ہوگا۔ اگر کمر یا پھیپھڑے یا شانہ یا کولہے کے جوڑ پر گولی پڑی ہے تو حملہ کمزور ہوگا اور شیر اُس تیزی سے نہ آسکیگا۔ جو کسی اور مقام پر بیان کی گئی ہے۔

(۲۳) زخمی شیر کی تلاش میں کبھی خود جُھک کر زمین کی طرف نہ دیکھنا چاہیئے خون اور پنجوں کا نشان دیکھنا شکاریوں اور ہمراہیوں کا کام ہے۔ آپ شیر کیلئے تیار اور اُس کے منتظر رہیئے۔

(۲۴) اگر کسی شیر آڑ کے مقام سے خود اپنے موجودگی کی اطلاع غرا کر دیدے مگر نظر نہ آتا ہو تو پاس نہ جائے آس پاس کے درخت پر کسی ہمراہی کو چڑھنے کا حکم دیجئے اگر اُس کو شیر نظر آتا ہے تو آپ بھی وہیں پہنچ جایئے اور درخت پر سے فائر کیجئے۔

(۲۵) جب شیر کی جگہ کا پتہ مل جائے مگر نظر نہ آتا ہو چاروں طرف درختوں پر آدمی بٹھا دینے چاہئیں اور خود اس جانب جو شیر کے نکلنے کا غالب ترین راستہ ہو درخت پر بیٹھکر پتھروں اور خالی فائروں کی بوچھار کرنی چاہیئے۔ شیر اپنی جگہ چھوڑنے پر مجبور ہوگا اگر اس پر بھی نہ اُٹھے تو نہایت حزم احتیاط کے ساتھ دائرے تنگ کرنا چاہیئے اس وقت ہر درخت سے جو قرب میں ہو کام لینا ضروری ہے بغیر درخت کو انتخاب کئے بڑھنے کا جو شخص قصد کرے اسکی جان معرض خطر میں ہے

ایک درخت سے اتر کر دوسرے پر جانے کے لئے یہ خیال رکھنا چاہئے کہ شیر اپنی جگہ سے جنبش نہ کر رہا ہو پتھر پھینک کر آزما لینا محفوظ ترین طریقہ ہے۔

(۲۶) شیر کی تلاش میں نیچے سے اوپر کسی پہاڑی یا گھاٹی کے اوپر کی جانب پہنچکر نیچے کی طرف تلاش کرنا چاہئے ورنہ نیچے سے اوپر جانا اور اوپر سے شیر کے حملہ کا مقابلہ بہت مشکل ہے۔ شکار کرنے والے صاحب کو ہمیشہ یہ خیال رکھنا چاہئے کہ وہ خود بلندی پر ہوں اور شیر نیچے کی طرف۔

(۲۷) اگر جنگل گنجان نہ ہو اور میسر آسکے تو زخمی شیر کی تلاش ہاتھی پر سے بھی بہ آسانی ممکن ہے مگر ہاتھی شکار کا عادی اور قابل اعتبار ہو ورنہ معمولی ہاتھی سے پیدل چلنا بہت زیادہ بہتر اور مقابلتاً کم خوفناک ہے۔

(۲۸) ہر موقعہ پر مقامی حالت کے لحاظ سے عمل کرنا چاہئے۔ شکار میں جنگل زمین۔ پہاڑ۔ جھاڑی نالے اور گھانس یا ان سب کی مشترکہ نوعیت کی وجہ سے سیکڑوں مختلف النوع صورتیں اور متعدد اقسام کے مواقع پیش آتے ہیں ہر موقعہ اپنی نوعیت اور شان وقوع کے لحاظ سے جداگانہ حیثیت رکھتا ہے شکاری کو اپنی سمجھ سے تحمل و غور کے ساتھ کام لینا چاہئے۔

(۲۹) زخمی شیر کی تلاش میں جب فائر کرنے کا موقعہ مل جائے تو فوراً فائر کرنا مناسب ہے۔ آئندہ بہتر موقعہ کا انتظار غلطی ہے۔ خاصکر اس وقت جب کہ شیر جگہ بدل رہا ہو بعض وقت بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیر ایک مقام سے دوسرے مقام کو جا رہا ہے مگر شیر زخم کی تکلیف اور تکان کی وجہ سے چلنے کی ہمت ہار کر آناً فاناً پلٹ کر حملہ کر دیتا ہے۔ اس لئے نظر آتے ہی اس پر جچا ہوا فائر مناسب ہے۔

(۳۰) جو شکاری صاحب جلد نشانہ نہ لے سکتے ہوں اور فائر کرنے میں ان کو دیر لگانے کی عادت ہو وہ ہرگز زخمی شیر کی تلاش میں نہ جائیں۔

(۳۰) زخمی شیر کی تلاش خوفناک ترین کام ہے جتنے حادثات شیر کے
ہاتھ سے مارے جانے کے پیش آتے ہیں اُن میں سے ۹۹ فی صدی زخمی شیر کی
کارروائی اور اُس کی تلاش میں بد احتیاطی کا نتیجہ تھے۔

(۳۱) شروع سے آخر تک تلاش میں یکساں طور پر احتیاط کا پہلو اور اسکی
اہمیت اور خطرہ کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ اِس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ہر آدھ گھنٹے کے
بعد ٹھہر کر اپنے آدمیوں کو آرام دینا چاہیئے اور دو ایک ہمت افزا باتیں کر کے
اُن کے حواس پھر مجتمع اور دماغ کو تازہ کر دینا مناسب ہے یہ ہر وقت خیال میں
اور زبان پر ہو کہ دیکھو ہوشیار فلاں غلطی یا فروگزاشت نہ ہونی چاہیئے۔

(۳۲) یہ قواعد زخمی شیر کی تلاش کے ضمن میں لکھے گئے ہیں مگر یہ ہر خوفناک
شکار کی احتیاطوں کا لب لباب ہیں میرے ۴۵ سالہ تجربے کے علاوہ میں یہ ظاہر
کرنا چاہتا ہوں کہ متعدد مصنفین اور بہترین شکاریوں کی تصنیفات میں جو ہدایتیں
درج ہیں اُن میں سے میں نے ایک بھی قلم انداز نہیں کی ہے۔

(۳۳) اِس کی مشق اور اِس کے عمل پر قادر ہونے کا سہل طریقہ یہ ہے
کہ آپ کسی معمولی سمجھ کے آدمی کو زخمی شیر بنائیں اور مختلف صورتوں کے متعدد
مقامات پر اُس کو صرف ہدایت دیکر روانہ کریں کہ تم شیر ہو۔ جو تمھارے خیال میں
آئے کرو۔ کبھی چھپو۔ کبھی دھمکاؤ۔ کبھی پلٹ جاؤ۔ کبھی حملہ کرو۔ کبھی مار ڈالنے کی
نقل کرو۔ آپ خود وہی مقررہ تعداد یعنی دو چار آدمی ساتھ لے کر اِس مصنوعی شیر
پر پیچھا کریں۔ آپ کے فرزند یا کوئی دوست پڑھے لکھے جنٹلمن شکاری بنیں مگر
کارتوس ساتھ نہ ہوں یہ قاعدے ایک کاغذ پر لکھے ہوئے آپ کے ہاتھ میں ہوں
مصنوعی شیر کو حکم دیجئے کہ جو چاہو کرو۔ شکاری صاحب کے ہاتھ میں پورا انتظام
چھوڑ دیجئے پھر دیکھئے وہ کیا کرتے ہیں۔ جہاں وہ غلطی کریں آپ اپنی سمجھ

ان قواعد کی مطابقت اور موقعہ کی مناسبت کے لحاظ سے اصلاح فرماتے رہیئے یا اگر مناسب ہو کسی اور تجربہ کار دوست کو بلا لیجئے وہ بھی رائے دیتے رہیں۔ یہ مشق کم از کم تین سو گز تک ہونی چاہیئے اور مختلف مقامات پر جہاں زمین جھاڑی یا گھانس وغیرہ مختلف النوع ہوں ایسی ایسی پانچ سات مشقوں کے بعد کوئی بات آپ کے ذہن سے باہر نہیں رہ سکیگی اور آپ نیز صاحبزادے یا دوست جو شکاری بنے تھے کوئی غلطی اور فروگذاشت نہ کر سکینگے۔

افسوس ہے کہ یہ مشق شہر و آبادی میں مشکل ہے مگر آبادی کے پانچ چار میل کے اندر موزوں مقامات دستیاب ہو سکتے ہیں۔ میں نے کئی احباب اور چند یوربین اور نو وارد تازہ ولایت مہمانوں کو اس طرح کامل کامیابی کے ساتھ مشق کرائی۔ ہز اکسی لنسی کمانڈر انچیف نے ملاحظہ فرما کر بڑی تعریف کی اور فرمایا کہ فوج کے افسروں کو اور کیا سکھایا جاتا ہے۔ یہ تجربہ تمھارا اوہیں کا ہے۔

ف۔ اس طویل بیان کے ضمن میں چند واقعات جو غلطیوں کی وجہ سے پیش آئے دلچسپی اور آگاہی کی غرض سے درج کرنے کے بعد تیسرے طریقہ شکار پر متوجہ ہونگا۔

ف۔ ایک شکاری صاحب نے ہانکہ کا پورا انتظام کرنے کے بعد اسٹاپوں کو خود ملاحظہ کرنا مناسب خیال کیا۔ مچان سے اتر کر داہنی جانب کے اسٹاپوں میں کچھ رد و بدل کیا شاید کچھ اس میں بے احتیاطی ہوئی۔ ان کے مچان پر پہنچنے سے قبل شیر اُٹھ کر سیدھا ان کی مچان کے نیچے آبیٹھا۔ جب ان کو آتے دیکھا تو اُٹھ کر آگے چلدیا۔

(۱) اسٹاپوں کا انتظام ہانکہ کے انتظام سے پہلے ہونا چاہیئے۔ ہانکہ والوں کے جمع ہو جانے کے بعد مچان سے اُترنا ہی غلطی ہے۔

(۲) ایک یوروپین شکاری رات کو مچان پر بیٹھے۔ بوتل ساتھ تھی کام میں لائے ہونگے۔ تھوڑی دیر بعد سگریٹ سلگا لیا۔ پیر لٹکا کر بیٹھ گئے چار شیر کھیلتے ہوئے آئے ان کو دیکھکر چلے گئے۔ مچان پر بالکل خاموش اور بدرستی عقل و ہوش بیٹھنا چاہیئے۔

(۳) رات کو شیر پر گولی چلائی۔ شیر زخمی ہوا۔ آدھے گھنٹے کے بعد انھوں نے سیٹی دی اور ہمراہیوں کے آنے پر کیمپ کو روانہ ہوگئے۔ شیر نے دو ہمراہیوں کو سخت زخمی کیا۔ بمشکل بچے۔

رات کے وقت فائر کرنے کے بعد ہرگز مچان سے نہ اترنا چاہیئے۔

(۴) ایک مقام پر تین چار شیروں کو کھیلتے ہوئے میں نے بچشم دیکھا مجھکو دیکھتے ہی وہ وہاں سے ہٹ گئے۔ شام سے قبل میں نے وہاں بھینسا بندھوانیکا انتظام کیا چونکہ مغرب قریب تھی ان گارا باندھنے والوں نے دو ایک گاؤں والوں کو ساتھ لے لیا۔ یہ بالکل نئے تھے۔ گارا اور مچان باندھنے میں انھوں نے کئی مرتبہ آوازیں کیں۔ چاروں شیر غالباً نو وارد تھے وہاں سے جنگل چھوڑکر چلے اور وہاں سے دس بارہ میل پر جاکر ٹھیرے۔

مچان اور گارا باندھنے والے مشاق شکاری ہونے چاہئیں نہ کہ محض اناڑی۔

ف۔ مندرجہ بالا قسم کی ادنیٰ غلطیوں سے ناکامیابی ہوتی ہے۔ وقت محنت اور روپیہ ضائع ہونے سے شکاری دل شکستہ بلکہ بیزار ہوجاتے ہیں

شیر کے شکار میں کامل حزم و احتیاط ہر وقت اور ہر موقعہ پر کام میں لانا ہے۔

ف۔ تیسرا طریقہ شیر کے شکار کا ہاتھی پر بیٹھکر اور شیر کے جنگل میں تلاش کرکے شیر کو ہلاک کرنا ہے اس کے لئے متعدد اور تعلیم یافتہ ہاتھیوں کی ضرورت ہے۔ اور یہ شکار ہمارے ملک کے لئے موزوں کبھی نہیں ہے۔ ترائی میں جہاں لمبی لمبی

گھانس ہوتی ہے اور جہاں شیر اس گھانس میں کسی درخت کے نیچے یا نالہ میں رہنے کا عادی ہوتا ہے یہ شکار ممکن اور موزوں ہے۔ ہمارے ملک کا جنگل اگر گنجان ہو تو ہاتھیوں کی قطار کے لیئے ناموزوں ہے اگر کھلا ہوا جنگل ہو تو اُس میں رہنے کے شیر عادی نہیں۔ سب سے اہم یہ امر ہے کہ کثرت سے ہاتھی نہیں سوائے شاہی فیلخانہ کے کوئی رئیس دو چار ہاتھیوں سے زیادہ نہیں رکھتا۔

ف۔ ہاتھیوں کی قطار نصف دائرے شکل میں کھڑی کیجاتی ہے پندرہ بیس سے کم ہاتھی کام نہیں دیتے۔ بڑے بڑے شکاروں میں سو ڈیڑھ سو ہاتھیوں کی لائن بنائی جاتی ہے ہاتھیوں کے بیچ میں جس قدر کم فصل ہو بہتر ہے۔ شکاری صاحب عموماً لائن کے وسط میں ہوتے ہیں۔ ہاتھیوں کے ملازمین اور گاؤں کے شکاری لائن کے پیچھے یا اپنے اپنے ہاتھی کے ساتھ ہوتے ہیں لائن کا بڑھنا ہانکہ کا کام دیتا ہے شیر گھانس میں سے اُٹھتے ہیں اور عموماً آواز دیتے ہوئے شکاری صاحب کا ہاتھی اُس طرف بڑھایا جاتا ہے اور شیر کے اُٹھتے ہی اُس پر فائر کیئے جاتے ہیں یہ شیر زخمی ہو کر نکلجاتا ہے تو بھی ہاتھیوں کی لائن ہی اُس کو تلاش کرتی ہے۔ جب پتہ ل جاتا ہے تو شکاری صاحب کا ہاتھی اُس کے قریب لایا جاتا ہے۔ اور شیر کو اُٹھا کر اُس کا خاتمہ کر دیا جاتا ہے۔ ہاتھی تعلیم یافتہ ہونے چاہئیں۔ شکاری صاحب نشانہ اندازی میں مشاق۔ بندوقیں موزوں اور متعدد۔ ایک مقامی شکاری جو جنگل سے واقف ہو صاحب کے ساتھ ہاتھی پر رہنا ضروری ہے۔ مہاوت مقامی اور ہاتھی کا قدیم شناسا ہونا چاہیئے جو ہر طرح ہاتھی سے واقف ہو اور اُس کو بڑھنے پھرنے اور روکنے پر مجبور کر سکے۔ بعض نئے ہاتھی شیر کی طرف کسی طرح قدم نہیں بڑھاتے بلکہ اُلٹے بھاگ پڑتے ہیں یہ نہایت خوفناک حادثہ ہے بدقسمتی سے خود مجھ پر یہ وہشتناک واقعہ گذر چکا ہے۔ اُس وقت کے خوف اور بے کسی کا منظر

مجھ کو ابتک یاد ہے۔ ہاتھی پر شکار کھیلنے کا مجھ کو صرف ایکبار اتفاق ہوا ہے وہ بھی اس طرح کہ میں شام کو وہاں پہنچا۔ صبح کو شکار میں شریک ہوا اور اُسیدن شام کو واپس ہو گیا اس لئے میرا ذاتی علم اس طریقہ کی نسبت نہایت محدود ہے ممکن تھا کہ یورو پین مصنفین کے بیانات کا اقتباس درج کر دیا جاتا۔ لیکن جب ہمارے ملک میں یہ طریقہ رائج ہی نہیں اور نہ اس کا موقعہ ہے تو غیر ضروری مضمون کو طوالت دینا لاحاصل ہے۔

ف۔ شیر کے شکار کا چوتھا طریقہ یہ ہے کہ شیر کے رہنے کا مقام معلوم کر لیا جائے بالعموم یہ پہاڑ کا غار یا پہاڑ کے ڈھال پر کسی بلند اور جھکے ہوئے پتھر یا چٹان کا سایہ ہوتا ہے۔ کبھی کبھی گرمیوں کے موسم میں پانی کے قریب سایہ دار جھاڑی یا درخت کے نیچے سونے کا شیر عادی ہو جاتا ہے۔ اس کو بھی اُس کا گھر تصور کرنا چاہیئے۔

اگر پہاڑ کا غار ہو تو اُس کے دہانے کے قریب محفوظ مقام پر بیٹھنا مناسب ہے یہ خیال رہے کہ یہ درخت یا مقام ایسا ہو کہ شیر کی غار کے اندر سے نکلتے ہی اس پر نظر نہ پڑے۔ اگر شیر نے انسان کو دیکھ لیا تو بغیر اندھیرا ہونے کے باہر نہیں آئیگا۔ اگر کوئی اور راستہ ہوا تو اوپر سے نکل جائیگا۔ اگر شیر کو شبہ نہ ہوا تو معمولی وقت پر غار سے نکلکر خراماں خراماں آپ کی منتخبہ جگہ پر آجائے گا۔

ف۔ اگر شیر کو غار سے نکال کر مارنا مقصود ہو تو غار سے نکلنے کے راستے معلوم کرنے کے بعد صرف ایک بڑے راستہ کو کھلا چھوڑ دینا چاہیئے۔ یا اگر کسی دوسرے رستہ کے مقابل موزوں مقام ملجائے تو اس بڑے راستے کو روک دینا ضروری ہے۔ اگر کوئی جگہ غار سے بلند ملجائے تو وہاں سے پتھر پھینکنے چاہئیں اور ممکن ہو تو دو ایک خالی فائر بڑی اور دھویں دار بارود

بھری ہوئی بندوق کے بہت کافی ثابت ہونگے۔ دھویں اور آواز سے شیر باہر آجائیگا مگر تیز اور گھبرایا ہوا نکلیگا اور جو جاندار اُس کے راستہ میں سامنے آگیا اُس کو نقصان پہنچائے گا۔ شکاری کو محفوظ مقام کا انتخاب کرکے وہاں ٹھیرنا مناسب ہے۔ اس قسم کے شکاری کے لئے زیادہ آدمیوں کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف پانچ چھ آدمی گردوپیش کے پتھروں یا درختوں پر بیٹھکر شیر کی حرکات کو دیکھتے رہیں اور مقررہ اشاروں سے شکاری کو مطلع کرتے رہیں تو کافی ہے۔ غار سے نکالنے والے البتہ بہت پھرتیلے ہونے چاہئیں۔ یا تو وہ پہلے ہی سے درختوں پر چڑھ کر اپنے آپ کو محفوظ کرلیں یا پہلے سے قریب ترین مقام و درخت اور وہاں تک پہنچنے کے راستہ کا انتخاب کرلیں تاکہ وقت ضرورت فوراً پناہ لے سکیں۔ بغیر اس انتظام کے شیر کو اُس کی گوی سے نکالنے کا ارادہ نہ کیا جائے۔ شکاری کو وہ جگہ اختیار کرنی چاہئے کہ جہاں سے بہ لحاظ وقوع زمین کا سب سے بڑا کھلا ہوا حصہ سامنے ہو ایسا مقام کہ جہاں سے گذرتا ہوا شیر بہت کم دیر تک اور اُس کی صرف جھلک نظر آئے بالکل بیکار ہے صرف جھلک پر نشانہ لینا اور موثر مقام پر گولی کا پڑنا تقریباً ناممکن ہے۔ کم از کم پندرہ بیس گز تک دوڑتا ہوا شیر نظر آئے تو کامیابی ممکن ہے کیونکہ گوی سے نکالے جانے کے بعد کوئی شیر آہستہ آہستہ نہیں چلیگا۔

میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ شیر غار سے نکلکر سیدھا یعنی غار کے سامنے نہیں دوڑتا تین مرتبہ میں نے یہ عمل کیا ہے یعنی شیر کو غار سے نکالا ہے اس میں سے دو مرتبہ شیر گوی سے نکلتے ہی اُس بلند پتھر پر چڑھ گیا جو گوی کے اوپر تھا اور ایک مرتبہ گوی کے ایک جانب دو یا تین قدم تک نہایت آہستہ آہستہ دبکا ہوا گیا اور پھر پوری گیلپ سے دوڑتا ہوا جھاڑی اور پتھروں کی آڑ میں غائب ہوگیا مجھکو صرف ایک مرتبہ جب کہ میں گوی سے ساٹھ گز ایک درخت پر بیٹھا تھا فائر کا موقعہ ملا اور شیر شکار رہوا۔ دو مرتبہ

فائر کا موقعہ ہی نہیں ملا۔

اِس قسم کے شکار کے لئے دن کے دو بجے کا وقت مناسب ہے۔ دھوپ کی شدّ اور پتھر گرم ہوجانے کی وجہ سے شیر تھوڑی دور چل کر کہیں سایہ میں بیٹھ جاتا ہے اور تعاقب نہ کیا جائے، تو وہیں ٹھیر جاتا ہے۔ شیر بھی تمام جانداروں اور انسان کی طرح مختلف المزاج ہوتے ہیں بعض بدمزاج ۔ ٹرے ۔ خواہ مخواہ دھمکانے والے اور خوفناک بعض نرم مزاج ہمیشہ صلح کی طرف مائل موقعہ پڑے تو ٹال جانے والے اور بے ضرر۔ اِس لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ شیر فلاں موقعہ پر کیا کریگا۔

ف۔ گوی معلوم ہوجائے اور وہاں شیر کا شکار کھیلنا منظور ہو تو آسان طریقہ یہ ہے کہ اُس کے انتظام میں کئی دن صرف کئے جائیں۔ جس وقت یہ یقین ہو کہ شیر گوی میں نہیں ہے۔ اُس وقت اُس کے پنجوں کے نشانات سے معلوم کیا جائے کہ گوی سے نکلکر وہ کس جانب گیا ہے بعد ازاں اُس کے راستہ پر کوئی موزوں مقام یا درخت کا انتخاب کرکے اُس پر خاموش بیٹھ جانا چاہیئے۔ مچان باندھنے اُس کو نظر سے محفوظ رکھنے اور کسی قسم کا شور نہ کرنے کی نسبت کافی ہدایات درج ہوچکی ہیں۔

شیر کی رہگذر کا معلوم کرنا اہم ترین کام ہے ممکن ہے اِس میں کئی دن صرف ہوجائیں اُس کے بعد کوئی امر دشوار نہیں ہے شیر کے اٹھنے کا وقت بہ لحاظ اختلافِ موسم دن کے تین سے ساڑھے چھ بجے شام تک ہے۔ اور واپس آنے کا وقت صبح کے نو بجے تک۔ گوی سے نکلکر شیر اکثر پانی کا رخ کرتا ہے۔ اور واپسی کے وقت بھی پانی پیکر آتا ہے۔ رہگذر کی تلاش میں اِس سے بہت مدد ملیگی۔

ف۔ جو شیر گوی میں نہیں رہتے بلکہ نالوں اور درختوں کے سایہ میں پڑے رہتے ہیں اُن کی نسبت بھی یہ معلوم کرنا کہ وہ اُٹھکر کدھر جاتے ہیں آسان ہے مگر اِس کے لئے دلیر اور سچ بولنے والے شکاری متعین کئے جائیں یا خود اچھے گھوڑے پر

سوار ہو کر پنجوں کے نشانات سے معلوم کر لیا جائے۔
مسر قریزر کے شکار میں میں نے شیروں کو بھینسے کھلا کھلا کر اور صرف مقام مقررہ پر پانی مہیا کر کے اُن کے عارضی مسکن مقرر کر دیے تھے وہیں کھاتے وہیں پیتے اور پاس کے نالے میں یا درخت کے نیچے لیٹ رہتے تھے۔ مچان باندھنے کے لیے ان کو نرمی کے ساتھ اٹھانا اور یہ دیکھنا کہ کدھر جاتے ہیں ضروری تھا۔ ایک آدمی کی آواز وہ بھی دور سے اس کام کے لیے کافی ثابت ہوی۔ ہمیشہ ایک آواز بھی شبہ پیدا کرنے والی چیز ہے۔ کبھی آواز۔ کبھی لکڑی کاٹنے کا انداز۔ کبھی گھوڑے کے سُموں کی آہٹ۔ کبھی گاڑیوں کے پتھر پر چلنے کی کھڑکھڑاہٹ شیر کو جگانے کے لیے کافی ہے۔ جاگنے کے بعد پورا ہوشیار ہونے میں اور روانگی کی تیاری میں کچھ وقت صرف ہوتا ہے شیر فوراً گھبرا کر نہیں نکل پڑنا چاہیئے ورنہ مقصد فوت ہو جائے گا۔ انگڑائیاں لیتا ہوا اُٹھتا ہے اوپر کی طرف دیکھتا ہے غالباً کان لگا کر سنتا ہوگا یا وقت کا اندازہ کرتا ہوگا پھر تھوڑی دور ہٹکر زمین سونگھتا ہے۔ پنجے سے زمین کھودتا ہے۔ اُس پر پیشاب کرتا ہے پھر جسم کو چاٹتا ہے۔ پنجہ کو نب سے تر کر کے منہ پر پھیرتا ہے۔ جسم کو جھٹکتا ہے اور بڑے انداز سے نالے کے کنارے پر چڑھکر ادھر اُدھر دیکھتا ہے۔ اور ٹہلتا ہوا چل دیتا ہے یہ سب تماشہ میں نے بچشم خود دیکھا ہے جس جانب یہ دو ایک مرتبہ جائے وہیں مچان باندھنا مناسب ہے۔ مسر فریزر کیلئے میں نے تمام مچان پہلے سے بندھوا دیے تھے اور کوئی مچان شیر کی آرام گاہ سے ۵۰ گز سے زائد فاصلہ پر نہ تھا سب شیروں کو یا دو شیروں کو ایک دن دیکھنا ناممکن تھا باری باری سے روزانہ میں ایک شیر کو اٹھواتا اور اُس کے راستہ کے درخت پر ذرا سی چھال چھیل کر نشان بنا دیتا تھا ویسی ہی دیر ہو جاتی تھی اور مقامات کے شیر خود بخود اٹھ جاتے تھے۔ راستہ میں کبھی کبھی کوئی مل جاتا تھا مگر پیٹ بھرے ہونیکی وجہ سے

کبھی کسی نے تکلیف نہیں پہنچائی الّا ایک مرتبہ کہ ایک شیرنی نے تقریباً نصف میل پیچھا کیا مجھکو یہ منظور نہ تھا کہ وہ اپنے گھر سے دور نکل جائے اس لئے گھوڑے کو تیز کرکے اُس کو مایوس کردیا اور وہ صبح تک بخیریت اپنے آرام گاہ کو پہنچ گئی کیونکہ وہ دن اُس کو بھینسا ملنے کا تھا اور صبح کی رپورٹ میں بھینسے کا مارا جانا اور شیرنی کا پانی پینا دونوں امر درج تھے۔

ف۔ شیر کو اُس کے مقام سے جب شکاری مچان پر بیٹھ چکا ہے چھیڑ کر نکالنا نہایت غیر ضروری ہے۔ ہر شخص کا اُس آہستگی پر جو لازمی ہے۔ قادر ہونا اور اُس اندازے جو اس موقعہ کے لئے ضروری ہے واقف ہونا مشکل ہے۔ شیر کو اگر ذرا سا بھی شبہ ہوگیا یا ذرہ برابر بھی اُس کو انسانی دباؤ کا شائبہ محسوس ہوا تو وہ یقینی طور پر دوسری جانب نکلجائیگا اور تیز جائیگا بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ جگہ چھوڑ دے زیادہ مناسب یہ ہے کہ شیر کے اُٹھنے کو اُس کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے اس میں اندھیرا ہو جانے کی وجہ سے ممکن ہے کہ دو تین چار دن صرف ہو جائیں مگر کامیابی ضرور ہوگی۔

بعض شیر بڈھے کاہل یا پیٹ بھرے ہوتے ہیں اور اندھیرا ہونے تک نہیں اُٹھتے ان کے لئے صبح کا وقت زیادہ مناسب ہے۔ جاتے ہیں گھر سے دیر کو۔ آتے ہیں گھر کو دیر سے۔ صبح کو مچان پر بیٹھنے کے لئے یہ چاہیئے کہ آپ روشنی سے قبل مچان پر پہنچ جائیں۔ معمولاً سانبھر اور چیتل وغیرہ کے شکار کو جانے کا بھی یہی دستور ہے جنگل میں روشنی ہونے سے قبل پہنچنا کامیابی کے اتفاقات کو وہ چند زیادہ کر دیتا ہے۔ ایک بڑے عہدہ دار کو تین مہینے کی کوشش میں شکار نہیں ملا یہ عادل آباد کے دورے کو آئے تھے اور میں بھی ضلع کا دورہ کر رہا تھا خط و کتابت سے یہ طے ہوا کہ فلاں مقام پر دونوں ملیں گے۔ عندالملاقات رات کے کھانے پر انہوں نے اپنی ناکامی کی بڑی شکایت کی میں نے اُن سے پوچھا کہ آپ کس جانور کا شکار چاہتے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ جو مل جائے۔ میں نے کہا کہ کل آپ کو سب جانور مل جائیں گے۔ اُن کو

حیرت ہوئی اور پوچھا کہ کیونکر۔ میں نے کہا رات کو چار بجے صبح سے دو گھنٹے قبل آپ میرے ساتھ میں گاڑی پر چلنے کو تیار رہیئے۔ میم صاحب ساتھ تھیں انہوں نے بھی ہمراہ چلنے کا ارادہ ظاہر کیا اس قرارداد کے بعد صبح ساڑھے تین بجے میں اُن کے کیمپ کو پہنچ گیا۔ چائے پینے میں کچھ دیر ہوئی سوا چار بجے ہم روانہ ہوگئے یہ عادل آباد کی مشہور شکارگاہ اور میرا خاص طور پر منتخب کیا ہوا مقام تھا سن ۱۹۴۰ء سے ۵۰ء تک کے مشہور شکاری اور مصنفین نے اس کو دنیا کی بہترین شکارگاہوں میں سے ایک لکھا ہے جب خفیف سی روشنی نمودار ہوئی تو ہم جنگل میں تین میل زمین طے کرچکے تھے پہلی چیز ہم کو سؤر ملے۔ دس بارہ گاڑی کے سامنے کھڑے ہوگئے پھر آدمی کی آواز سُنکر چلدیئے یورپین اس کو شگون نیک خیال کرتے ہیں اور ٹوپی اُتار کر سلام کرتے ہیں معلوم نہیں ان صاحب نے سلام کیا یا نہیں مگر گڈ لک ضرور کہا اس کے بعد چیتلوں کا متدابلا۔ پھر دو سانبھر ملے۔ جنگلی بکری ملی اور جب آفتاب نکل آیا تو دو شیر ملے دس منٹ تک اِن کا لطف دیکھتے رہے صاحب نے میم صاحب کی رفاقت کی بناء پر زمین سے فائر کرنا مناسب نہیں خیال کیا نہ مجھکو اجازت دی۔ اس کے بعد ایک یوریچہ ملا۔ جنگلی مرغیاں ملیں۔ مور۔ ہرنل۔ خرگوش ملے۔ تیتر۔ بٹیر۔ کبوتر بھی کثرت نظر آئے صبح کو نو بجے ہم کیمپ میں پہنچ گئے۔ مگر شکار بہت کم ساتھ تھا۔ میں نے ادباً فائر نہیں کیا۔ صاحب بہادر کچھ مس کر گئے۔ اور کہیں فائر کا موقعہ ہی نہیں ملا

اِن نظاروں اور سیر کے شکریہ میں صاحب نے مجھکو خط لکھا اُس میں بخفوں نے اس طریقہ شکار پر سخت حیرت ظاہر کی ہے۔ یہ سب صبح اُٹھکر روشنی سے قبل پہنچ جانے کا نتیجہ تھا۔

میرا مقصد یہ ہے کہ صبح کو چار یا پانچ بجے مچان پر پہنچنا کچھ بھی مشکل نہیں ہے اور دو چار مرتبہ کی کوشش میں یقینی ہے۔ خاموشی اور جنبش نہ کرنیکی تمام ہدایات

عمل لازمی ہے۔ مچان پر پہنچانے کے لیے زیادہ آدمی ساتھ نہ جائیں جو جائیں وہ واپس نہ ہوں۔ سیدھے سامنے کی طرف باتیں کرتے ہوئے چلے جائیں۔ سیڑھی مچان ہٹا کر کہیں اور لٹا دی جائے۔ شیر اپنے راستہ میں کوئی نئی چیز دیکھکر سمجھ جاتا ہے کہ کوئی انسان میری ہلاکت کا انتظام کر رہا ہے۔ یوں اگر رستہ چلتے ملجائے تو پروا بھی نہیں کرتا اس کا ذکر آئندہ آتا ہے۔

ف۔ مچان کے درخت کا انتخاب مقامی ضروریات کو پیش نظر رکھکر آرامگاہ شاہی سے پندرہ گز کے اندر ہو تو مناسب ہے مچان پنجوں کے نشان اور عین راستہ سے پچیس گز پیچھے ہٹا ہوا ہونا بہتر ہے۔

ف۔ فائر کے بعد کامیابی اور ناکامیابی دونوں صورتوں کی نسبت بہت کافی ہدایات نذر کیجا چکی ہیں۔

ف۔ پانچواں طریقہ شیر کے شکار کا یہ ہے کہ جب یہ معلوم ہو کہ شیر نے کسی جنگلی جانور یا گاؤں کی مویشی میں سے کسی کو مارا ہے اور کھا رہا ہے تو فوراً وہاں پہنچ جانا چاہئے۔ جانے اور پہنچنے کی نسبت جس احتیاط کی ضرورت ہے اُس کا اعادہ غیر ضروری ہے۔ جنگلی جانور مارنے کا پتہ اس طرح ملتا ہے کہ چیلیں اور گدھ اس مقام کے گرد سیکڑوں کی تعداد میں اُڑتے اور چکر لگاتے رہتے ہیں جب تک شیر شکار کے پاس موجود اور کھانے میں مصروف رہتا ہے۔ یہ پاس نہیں آتے نہ نیچے اترتے ہیں۔ اگر شیر نے شکار کو چھپایا نہیں تو یہ فوراً اُتر کر کھا جاتے ہیں ورنہ مایوس واپس ہو جاتے ہیں کیمپ سے دو تین میل کے اندر گدوں کا حلقہ نظر آئے تو وہاں پہنچنا مشکل نہیں ہے کیونکہ شیر تین گھنٹے تک بلکہ اس سے بھی زیادہ تناول طعام میں مصروف رہتا ہے۔ مقام واردات پر پہنچکر کیا کرنا چاہئے اس کی تفصیل غیر ضروری ہے۔ دور سے دیکھ لو۔ اپنی حفاظت کا

پہلے انتظام کر لو اور مار دو۔ جن کو اپنے نشانہ اپنی بندوق اور کارتوسوں پر پھر خدا پر بھروسہ ہے وہ سامنے جاکر دھمک دیتے ہیں۔

ف۔ اگر شیر نے گاؤں کے کسی جانور کو مارا ہے تو اُس کے ساتھ چرنے والے جانور گھبرائے ہوئے اور بھاگتے ہوئے آتے ہیں یا اُن کا چرانے والا آپ کو اطلاع دیگا مناسب اور مقررہ قواعد کے موافق پہنچا اور ہلاک کرنا چاہئے اگر شیر کھاتے وقت آپکو دیکھ لے اور آپ فائر کرنے کو تیار نہ ہوں تو گمان غالب یہ ہے کہ شیر تھوڑی دیر کے لئے شکار پر سے ہٹ جائیگا لیکن آپ اس وقفہ سے فائدہ اُٹھائیے فوراً کسی درخت پر چڑھ کر اور چھُپ کر بیٹھ جائیے۔ شیر ضرور آئیگا مگر کچھ دیر بعد یا اگر شیر آپ کو دیکھنے کے بعد اپنا شکار منہہ میں اٹھا کر یا کھینچتا ہوا گنجان جھاڑی یا محفوظ مقام پر لیجا رہا ہو تو فائر میں عجلت کرنی چاہئے۔ شیر کو دوبارہ نظر آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہو سکتی لیکن ایسا فائر کہ جس سے شیر صرف زخمی ہو جائے نہایت ناموزوں اور شکاری کی شان کے خلاف ہے اچھے مقام پر گولی پہنچانے کا موقعہ نہ ملے تو صبر فرمائیے پھر موقعہ ملیگا یا ممکن ہے کہ یہی شیر دوسری جانب سے نظر آجائے۔

ف۔ چھٹا طریقہ شیر کے شکار کا پاپیادہ تلاش کر کے مارنا ہے۔ اس کی یوروپین مصنفین نے شکار کی جان شکار کا اعلیٰ طریقہ بلند ترین طرز عمل اور اسی کے ہم معنیٰ الفاظ میں تعریف کی ہے۔

مسٹر برینڈر لکھتے ہیں۔ Cream of the Sport

مسٹر بسٹ لکھتے ہیں Highest form of sportsmanship

Real sport of a man – Seal of a man's Courage.

Highest development of a man's Courage –

غرض ہر شخص بجز ہند کے چند قابل نفرت شیخی بازوں کے جنھوں نے عجائب خانہ کے

علاوہ شیر نہیں دیکھا اور جو ہندیوں کے مسلمہ مرض ہمہ دانی میں مبتلا ہیں یہ تسلیم کرتا ہے کہ زمین سے شیر کا شکار حقیقی دلیری اور جوانمردی ہے۔ میرا ذاتی خیال بھی یہی ہے مگر میں ان تعریفوں میں اس قدر اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ محض دلیری اور جوانمردی نہیں بلکہ تجربہ اور علم پر عمل کا بہترین نمونہ ہے۔ جب تک جوانمرد اور دلیر کو تجربہ نہ ہو اور جب تک اس کو فن شکار کا کافی علم نہ ہو اور علم پر عمل کرنے اور علم کو کام میں لانے کا عادی نہ ہو اس وقت تک صرف جوانمردی اور تنہا دلیری اس موقعہ پر کام نہیں دیتی مقتضائے فطرت یہ ہے اور ہر معمولی سمجھ کا آدمی اس سے اتفاق کریگا کہ عالم جوانی میں جب کہ انسان کے دماغ میں شباب کا نشہ بھرا ہوا ہوتا ہے اور جب کہ انسان اپنی قوت اور جسمانی پھرتی کے بھروسہ پر خوفناک کام کرنے سے کبھی نہیں ڈرتا اس وقت دلیری اور بہادری کے اظہار کی زیادہ امید ہو سکتی ہے یا اس وقت کہ جب بڑھاپے کے آثار نمایاں اور پیدا ہو چکے ہوں۔ عام خیال یہ ہے اور ہونا چاہیے کہ جہاں تک جسمانی قوت و محنت یا دلیری و ہمت کا تعلق ہے۔ انسان جو کچھ جوانی میں کر سکتا ہے وہ بڑھاپے میں کرنا ناممکن ہے بڑھاپے سے میرا مقصد وہ بڑھاپا نہیں ہے کہ جس میں ہاتھ پیر نے جواب دیدیا ہو اور انسان چلنے پھرنے سوچنے سمجھنے سے معذور ہو بقول غالب۔

مضمحل ہو گئے قوی غالب
اب عناصر میں اعتدال کہاں

بلکہ ایسا بڑھاپا مقصود ہے جو جوانی اور شہزوری کے گھمنڈ کے زائل ہو نکلنے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ محنت ہو سکتی ہے مگر انسان کو تکان معلوم ہوتی ہے۔ سخت محنت شاق گذرتی ہے اور قوی میں انحطاط کا احساس شروع ہو جاتا ہے۔ الغرض میرے خیال میں یہی ابتدائی بڑھاپا ہے اس وقت کو بھی عین جوانی پر بہ لحاظ دلیری

وشجاعت کے ترجیح نہیں دی جا سکتی جس شخص نے عین جوانی میں کبھی زمین سے شیر نہ مارا ہو وہ بڑھاپے میں کیونکر اس عمل پر قادر ہو سکتا ہے اگر کوئی اسی درجہ کا بڈھا جوانی میں شیر کو بالمقابلہ زمین سے نہ مار سکا ہو اور اب اس حالت انحطاط میں مسلسل اور متعدد بار زمین سے شیر کو ہلاک کرے تو کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ محض دلیری اور جوانمردی سے کام لیتا ہے بالمقابلہ جوانی کے اب زیادہ بہادر ہو گیا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں یہ مزید دلیری کا مظاہرہ مبنی ہے محض اُس کے تجربہ اور علم پر صرف یہی نہیں بلکہ تجربہ سے کتابوں کے مطالعہ سے جو علم حاصل ہوا ہو اُس کو عملی جامہ پہنا کر آزمانے اور ہر پہلو پر غور کرنے سے۔

ف۔ یوروپین مصنفین نے جو کچھ لکھا ہو اور جتنے شاندار الفاظ میں اس طریقہ کو تعریف کی ہو مگر وہ تعریف بغیر میرے الفاظ کے ناقص و ناکمل ہے یہ کہنا چاہیئے کہ شیر کو بالمقابلہ زمین سے شکار کرنا جوانمردی تجربہ کاری اور ماہر فن ہونے کا بہترین ثبوت ہے

ف۔ اس کا پہلا حصہ بندوق کا موزوں ہوتا ہے۔ موزوں بندوق کس کو کہتے ہیں اس کا مفصل بیان انتخاب بندوق کے ضمن میں آچکا ہے۔

علاوہ موزونیت کے بندوق میں یہ صفت ہونی چاہیئے۔ کہ اس کا شاکنگ پاور یعنی دھکہ دینے اور صدمہ پہنچانے کی قوت زیادہ ہو گولی کا دھد جانا یا فولادی چادر میں زیادہ دور تک سوراخ کرنا اور چیز ہے اور ایک دیوار کو ہلا دینا اور مٹی کا ڈھیر نیچے گرا دینا دوسری قوت ہے چابک کی مار اور لٹھ کی مار اچھی مثال ہے زمین سے اور مقابلہ سے شکار کے لیئے ایسی بندوق چاہیئے کہ جو لٹھ کی مار کا حکم رکھتی ہو نئی ایجاد شدہ کارڈائٹ فائر کرنے والی اور ہائی ولاسٹی ہائی پاور کی بندوقیں اس شکار کے لیے محض بیکار ہیں اس وقت تک کوئی ہائی ولاسٹی بندوق چھوٹے بور کی ایسی موجود نہیں ہے جو پرانی ۵۰۰ ایکسپرس یا ۵۷۷ ایکسپرس کا اس کام میں مقابلہ کرے

مچان پر بیٹھکر مارنا اس وقت کے فائر سے بالکل علحدہ اور جداگانہ ضروریات کا خواہاں اور متقاضی ہے۔ میرے پاس نئی اور پرانی دونوں قسم کی متعدد بندوقیں ہیں۔ مگر چونکہ میں زمین سے یا بیل گاڑی پر شکار کرتے وقت ہمیشہ قدیم نمونہ کی ۵۰۰، اکسپرس استعمال کرتا ہوں۔ اس لئے میری زبان پر میری بندوق کا لفظ چڑھ گیا ہے۔ جب میں ملازم سے ۵۰۰ اکسپرس طلب کرنا چاہتا ہوں تو کہتا ہوں کہ میری بندوق لاؤ۔

میرے عزیز دوست ابو سعید مرزا اور مولوی احمد اللہ صاحبان نے جو کئی سال میرے ساتھ شکار میں رہے ہیں۔ مجھ سے دریافت کیا کہ یہ اور بندوقیں کیا کسی اور کی ہیں یا عاریت لی ہوئی ہیں کہ آپ صرف اس ۵۰۰، کو میری بندوق کہتے ہیں میں نے جواب دیا کہ مجھ کو صرف اسی پر اعتماد ہے اور کسی اور جدید بندوق کو ہاتھ میں لیکر میں یہ نہیں کہہ سکتا ہوں کہ اب کیا ڈر ہے۔

ف۔ ایک مرتبہ ایک شیر پر جو صرف تین چار گز سے بہت تیز جا رہا تھا میں نے ۵۷۷، فائر کی گولی نہ گردن پر لگی نہ دل پر بلکہ بائیں ران پر۔ شیر وہیں گر گیا۔ اور اپنی ران کو چبانے میں ایسا مشغول و محو رہا کہ مجھ کو یا میری طرف دیکھا بھی نہیں۔ میں خود اس کے دہکہ سے گر چکا تھا۔ مگر شیر کو اس صدمہ نے جو اس کے نظام عصبی کو پہنچا تھا۔ کلیتاً بدحواس کر دیا شیر جس وقت میری طرف توجہ کرتا میرا مارا جانا یقینی تھا میں تھوڑی دور لڑ ہکتا ہوا کھسکا۔ پھر کھڑے ہوکر دوسرا فائر کر دیا۔ کوئی بندوق سوائے ۵۰۰ یا ۵۷۷، اکسپرس کے یہ زور اور صدمہ پہنچانے والی قوت نہیں رکھتی کئی اور خطرناک مواقع پر ان بندوقوں نے جان بچائی ہے ہر دوست کو میں نے اس کے استعمال کی ترغیب دی اور جن حضرات نے آزمایا اُن سب نے شہادت دی کہ اس سے زیادہ قابل اعتماد کوئی بندوق نہیں ہے۔ ایک محترم دوست نے ایک ہفتہ میں چار شیروں کو ان نئی بندوقوں سے زخمی کیا اور ایک بھی مو سم

اور جنگل کی گنجانی کی وجہ سے نہ مل سکا مجھ سے ملاقات ہوی اور واقعات بیان کئے تو میں نے جواب دیا کہ یہ آپ کی بندوقوں کا قصور ہے۔ آپ میری بندوق لیجائیے اور آزمائیے۔ دوسرے دن انہوں نے میری بندوق سے فائر کیا۔ شیر بھینس کو اُس کے قریب بیٹھا ہوا کھا رہا تھا۔ گولی پڑتے ہی بھینس کے اوپر پھیل گیا۔ تھرتھرایا اور مر گیا۔ فوٹو میں عجیب ہیت معلوم ہوتی ہے۔ اتنے تجربوں اور واقعات معلوم ہونے کے بعد امید ہے کہ کوئی شکاری صاحب نئی ہائی ولاسٹی بندوق جس کا بور ۴۵۰ سے کم ہو زمین سے شکار کھیلنے میں استعمال نہ فرمائیں گے وزن اگر بار خاطر نہ ہو تو ۵۷۷، ورنہ اُس کے بعد ۵۰۰، اکسپرس اور بحالت مجبوری ۴۵۰ اکسپرس ہاتھ میں اور ڈبل بیرل اچھے میکر کی شاٹ گن ساتھ رہنی چاہیے۔ گولیاں اس موقعہ کے لئے لازمی طور پر نرم سے نرم سیسہ کی ہونی چاہئیں۔ شل اور سخت فولادی نوک کی گولیاں جو گھستی بہت اور روکتی کم ہیں بیکار ہیں نرم سیسہ پھیل کر ٹکیا بن جاتا اور سخت صدمہ پہنچاتا ہے حملہ کے وقت اس سے زیادہ کوئی گولی کام نہیں دیتی عام طریقہ یہ ہے کہ ایسے نالہ میں جس کے کنارے پر گنجان جنگل ہوتا ہے شکاری معہ اپنے دو یا ایک ساتھی کے بندوق لے کر آہستہ آہستہ ایک رُخ پر بڑھتا ہے نالے کے دونوں جانب دو دو تین تین آدمی درختوں کو لکڑیوں سے مارتے ہوے اُسی طرف بڑھتے ہیں (یا اس موقعہ پر میں اُن تمام مراتب کو طے شدہ فرض کر لیتا ہوں جو شیر کے پتہ لگانے کے لئے ضروری ہیں) لیکن اس امر کو اچھی طرح سمجھ لینا اور سمجھا کے زور دینا چاہیے کہ اس موقعہ پر کسی طرح ہانکے کی صورت نہ پیدا ہونے پائے صرف ایسی وضع اور طرز اختیار کرنا ضروی ہے کہ شیر آدمی کے مقابلہ یا سامنے آنے سے جو فطرتی نفرت رکھتا ہے اُس کے لحاظ سے وہ بہ آہستگی اپنی جگہ بدلنے پر

مجبور نہیں مائل ہو جائے اگر مجبور ہونے یا دباؤ ڈالنے کا شبہ ہو گیا تو غالباً شیر یا
تو اُٹھیگا نہیں۔ غرّائیگا اور اطلاع دیدیگا کہ ادھر نہ آؤ۔ سرکار آرام فرما رہے ہیں۔
یا تیزی کے ساتھ جنگل جھاڑیوں میں چھپتا ہُوا سامنے نکل جائیگا جھاڑی
اور درختوں کے آسرے کو نہیں چھوڑے گا۔ نالوں کے کنارے گنجان جنگل ہوتا ہے
آہستہ اُٹھانے کا مقصد یہ ہے کہ شیر آدمیوں کو آتے دیکھکر اُن کا راستہ چھوڑنے
یا اُن کی نگاہ سے بچنے کے لئے نالہ کے دوسری جانب چلا جائے دوسری جانب
جانے کے لئے شیر کو نالہ میں سے گذرنا لازمی ہے۔ یہاں شکاری کے دس بیس
یا تیس چالیس گز سامنے سے نکلنا ضروری ہے شکاری کے لئے یہی موقعہ ہے
شیر نالہ میں آہستہ اُتر کر دوسری جانب جاتا ہے نالہ جس قدر چوڑا ہو اُسی قدر
شکاری کو زیادہ وقت ملتا ہے اور ہمیشہ شیر کا پہلو شکاری کی جانب ہوتا ہے
گردن دل دونوں سامنے ہوتے ہیں آسانی کے ساتھ فائر اور کامیابی ممکن ہے
اگر شیر شکاری کو دیکھ لیتا ہے تو عموماً رفتار تیز کر کے نکلجاتا ہے اور کبھی کھڑا
ہو کر دیکھتا ہے اگر شیر کا رُخ شکاری کی طرف ہو جائے تو فائر کرنا بہت
خوفناک ہے۔ اول تو صرف سر سامنے رہتا ہے۔ دوسرے گولی کھا کر اگر
قوت باقی رہے تو فطرتاً شیر سیدھا بھاگتا ہے میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ حملہ
کرتا ہے۔ حالت اضطراب و تکلیف گولی کے صدمہ سے جاندار پر طاری ہوتا ہے
وہ فطرتاً جنبش کرنے پر مجبور کرتی ہے اور اگر قوت باقی ہو تو جس طرف منہ ہو
اُسی طرف جاندار بڑھتا ہے۔ یہی قاعدہ شیر کا بھی ہے۔ جب اُس کا منہ شکاری
کیطرف ہو تو وہ بہ تقاضائے فطرت اُس طرف یعنی سامنے کی طرف دوڑتا ہے
یہ دوڑ سوچ سمجھ کر نہیں ہوتی بلکہ اعصاب کی جنبش کا فطرتی اثر ہے۔ غالباً
میں نے اب تک یہ امر کہیں نہیں بیان کیا ہے کہ ۱۰۰ واقع میں سے ۹۵ مواقع

شیر پہلی گولی کھا کر بھاگتا ہے۔ میرا آزمایا ہوا ہے اور ہر مصنف شکاری کا یہی بیان ہے۔ صرف فرق ان الفاظ میں ہے بعض لکھتے ہیں۔

usually, Generally, In most cases
Probably, most probably

لیکن اگر شیر کا منھ آپ کی جانب ہو گا تو سیدھا دوڑنے اور اپنے اعصاب کی فطرت سے مجبور ہو کر سامنے ہی بڑھنے پر مجبور ہو گا۔ حملہ نہ بھی دوڑے سہی لیکن اس کے سامنے آجانے سے ہر وقت احتراز ہی اولیٰ تر ہے۔

شیر شکاری کے سامنے نالہ میں کتنے فاصلہ سے گذرتا ہے یہ کوئی شخص نہیں بتا سکتا اگر شکاری اور کناروں کے جنگل میں چلنے والے ایک لائن میں چل رہے ہیں تو غالباً شیر ساٹھ گز کے فاصلہ سے نالے میں اترتا اور دوسری جانب جاتا ہوا نظر آئیگا یہ شیر کی طبیعت پر منحصر ہے اگر شیر آدمیوں کو دور سے دیکھکر یا آواز سنکر جلد اٹھ گیا تو کبھی کبھی شکاری کو نظر بھی نہیں آتا مگر اس سے مایوس نہ ہونا چاہئے یہی شیر ممکن ہے کہ ادھر سے پھر پلٹ کر سامنے سے گذرے یا دوسرا شیر کسی جانب سے نکل آئے۔

ف۔ اس شکار میں نیز ہر طرح کے پیدل شکار کی صورت میں نکتہ کی بات اور استادانہ چال یہ ہے کہ شیر پر کسی طرح یہ اثر نہ ہونے پائے کہ شکاری اس کی تلاش میں ہے یا جن آدمیوں کو اس نے دیکھا ہے وہ اس کو اٹھانے یا دیکھنے آرہے تھے۔ جنگل میں آتے جاتے شیر کبھی نہ کبھی انسان کو دیکھتا ہی رہتا ہے بلکہ جو شیر آبادی کے قریب رہتے ہیں ان کو تقریباً روزانہ انسان سے ملاقات کا شرف حاصل ہو جاتا ہے۔ انسان کو دیکھتے ہی یہ کسی چیز کی آڑ میں چھپ جاتا ہے یا اس کے راستہ سے سرک جاتا ہے۔ ع (دیکھ لیتے ہیں تمھیں راہ میں آتے جاتے) کا

معاملہ تو مطلقاً برہمی کی کوئی بات نہیں لیکن یہ بات سمجھ میں آنا کہ یہ عقل کا پتلا میری تلاش میں ہے، دوسرا اثر رکھتا ہے اگر شیر کو یہ شبہ ہو گیا تو پھر معاملہ دوسرا ہو جاتا ہے مواقع جو کچھ پیش آئیں یہ وقت اور مزاج کی کیفیت پر منحصر ہے مگر شیر کا جنگل چھوڑ دینا اور آس پاس کہیں پھر نہ ٹھہرنا قیاس غالب ہے۔

بعض شیر ضدی یا بے پروا ہوتے ہیں یا اُن کی سمجھ سے یہ امر باہر ہوتا ہے کہ انسان اُن کو نقصان پہنچا سکتا ہے وہ البتہ ایک مرتبہ یا ایک دن اُٹھ جانے کے بعد پھر پہلے مقام پر آجاتے ہیں مگر بہت کم۔

ف۔ انسان کو درخت پہ دیکھکر شیر معلوم نہیں کیوں بہت گھبراتا ہے یا تو اُس کو اتنی عقل ہوتی ہے کہ اب یہ یعنی انسان میری زد یا میرے اختیار سے باہر ہے یا بلندی کی وجہ سے انسان کو زیادہ خوفناک و برتر سمجھتا ہے یا زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ: "ازاں کز تو ترسد بترس اے حکیم" شیر یہ سمجھ جاتا ہے کہ انسان کے دل میں کھوٹ ہے جب تو یہ اس طرح اپنی حفاظت کا سامان کر رہا ہے۔

بہرصورت جب تک صاف طور پر اعلان جنگ نہ ہونا ہو لیکے کنارے جنگل میں چلنے والوں کو درخت پر نہ چڑھنا چاہیئے۔ علیٰ ہذا القیاس شکاری کو جو پیدل شکار کھیلتے ہیں کسی طرح یہ عمل نہ کرنا چاہیئے کہ شیر کو دیکھ کر آڑ پکڑیں یا قریب کا نشانہ لینے کی غرض سے اُس کی طرف دوڑ پڑیں یا کسی اور غیر معمولی طریقہ پر گھبراہٹ کا اظہار کریں۔ آہستگی اور بے خیالی کا اظہار کرتے ہوئے بیٹھ جانا یا دو چار قدم پیچھے ہٹنا جائز ہے۔ نشانہ لینے کے لئے اگر مقام موزوں نہ ہو اور بہتر مقام کا تلاش کرنا منظور ہو تو آگے بڑھنے سے پیچھے کی جانب ہٹنا زیادہ مفید ہے۔ نال سے شکار کرنے کی حالت میں آپ اور آپ کے

ہانکے والوں کے درمیان پچیس تیس گز سے زیادہ فصل نہیں ہوتا اگر آپ کے ہمراہی ہوشیار ہیں تو وہ آپ کو اشارے سے وقتاً فوقتاً بتا سکتے ہیں کہ شیر کیا کر رہا ہے اور کہاں ہے۔ مثلاً شیر سیدھا جا رہا ہے۔ شیر رُک گیا۔ شیر اب نیچے اُترتا ہے۔ شیر آپ سے اتنے گز آگے ہے۔ اِن اشاروں پر آپ اپنی رفتار کم و بیش اور اپنے فائر کرنے کی جگہ کو تلاش کر کے اُس کو نگاہ میں رکھ سکتے ہیں جس وقت آپ بڑھ رہے ہوں تو مسلسل یہ دیکھتے جائیے کہ اگر شیر سامنے آگیا تو میں کس مقام سے فائر کرونگا۔

زیادہ مناسب یہ ہے کہ آپ ہانکے والوں سے بیس گز آگے چلیں۔ مگر اس میں اِس امر کا امکان ہے کہ شیر کنارے کے جنگل سے اُٹھ کر آپ سے بالکل قریب آکھڑا ہو۔ بہرحال یہ امر آپ کی صوابدید پر منحصر ہے۔

ف۔ جب آپ پا پیادہ جنگل میں تلاش کر کے شکار کو نکلے ہیں تو غالباً بلکہ یقیناً آپ کی طرف سے یہ خیال کرنا سوءِ ظن ہے کہ آپ شیر کو دیکھکر گھبرائیں گے یا خدانخواستہ راہ فرار اختیار فرمائیں گے۔ دونوں افعال بدترین نتائج پیدا کر نیوالے عمل ثابت ہونگے اگر شکاری تنہا ہے اور بھاگ پڑا تو شیر اُس کو دوڑ کر اس طرح منہ میں دبا لیتا ہے جیسے چوہے کو بلی اور اگر دو تین آدمی ہوں تو ایک آدہ کو تھپڑ مار کر زمین دوز کر دیتا ہے اور ایک آدہ کو جھنجوڑ کر پھینکدیتا ہے بہرصورت ایسے موقعہ پیش آنے کا امکان نہ عملاً ہونا چاہیئے نہ دل میں اِس کا خیال۔

شیر پر فائر کرنے کے بعد مُطلقاً کھال خراب ہونے یا کسی اور امر کا خیال نہ کرنا چاہیئے اور فوراً بلا تامل اچھے مہلک مقام پر فائر کرنا لازمی بلکہ فریضہ سمجھنا چاہیئے اگر پہلی گولی کھا کر شیر گر جائے اور اس میں حس و حرکت نہ باقی رہے تو جائز ہے کہ آپ چند قدم ہٹکر اپنے لئے بہتر مقام تجویز کریں اور وہاں پہنچکر

فائر کریں لیکن درآں حالیکہ شیر تڑپ رہا ہو اور اُس میں جنبش کرنے کی قوت
موجود ہو بغیر دوسری تیسری گولی لگانے اور اُس کو ٹھنڈا کرنے کے اُس مقام
ہلنا گناہ کبیرہ تصور کرنا چاہیے۔

ف۔ اگر گولی خالی گئی یا نشانہ اُوچھا پڑا تو غالباً شیر بھاگ جائیگا۔ لیکن
اگر شیر پلٹ پڑا اور حملہ کر بیٹھا تو اس کے لیے اُن قواعد پر جو بہ تفصیل بیان کیے
جا چکے ہیں عمل فرمایئے۔

ف۔ نالہ کے شکار میں جہاں تک ممکن ہو تیس پینتیس گز سے زیادہ فاصلے سے
فائر کیجیے۔ ہر حالت میں آپ انشاءاللہ محفوظ رہینگے۔ یہ کئی مرتبہ بیان کیا جا چکا ہے
کہ شیر اس سے زیادہ فاصلہ سے بالعموم حملہ نہیں کرتا۔

ف۔ نالہ کے شکار کے علاوہ پا پیادہ شکار کا پُر لطف طریقہ یہ بھی ہے کہ
اُن مقامات پر بالعموم خشک نالے یا بڑے سایہ دار درخت جن کے قریب یا
جن کے نیچے پانی ہو یا نالوں میں کہیں کہیں پانی ہو یا کسی چٹان کے نیچے
جہاں ہوا آتی ہو۔ دوپہر سے کچھ قبل اور دن کے تین بجے تک یا شدید گرمی
ہو تو چار بجے تک شیر کی تلاش کیجائے۔ اس کے لئے ربر یا سنّی کے تلے کا
جوتہ پہننا بہت ضروری ہے۔ اس کا لحاظ کبھی نظر انداز نہ کیا جائے۔ رفتار
فی گھنٹہ دو میل سے ہرگز ہرگز زیادہ نہ ہو۔ جس قدر کم ہو مناسب ہے اس کے
ساتھ درختوں کے خشک پتوں پر چلنے سے احتراز ضروری ہے۔ اس پر چلنا
بالخصوص ساگوان کے سوکھے ہوئے پتوں پر چلنا بہت آواز پیدا کر دیتا ہے
یہ بیان ہو چکا ہے کہ شیر کی سماعت بہت تیز ہوتی ہے۔ ان سوکھے ہوئے
پتوں پر چلنے کی آواز شیر دو سو گز سے سُن لیتا اور فوراً جگہ بدل دیتا ہے۔
میرا ذاتی تجربہ ہے اور دو تین مرتبہ میں اسی غلطی اور مجبوری کی وجہ سے ناکامی کا

منہ دیکھ چکا ہوں۔ مجھ کو پہاڑ پر سے اُتر کر دو پہاڑوں کے اتصال کی جگہ جہاں گھنا جنگل اور پانی تھا۔ جانا پڑا۔ تیر کا مہینا تھا اور ساگوان کے پتے خشک اور گھٹنوں گھٹنوں تک جمع تھے یہ معلوم تھا کہ یہاں کئی شیر بیٹھے ہوئے ہیں دن کا ایک بجا تھا اور وہاں پہنچنے کے لیے کوئی اور راستہ نہ مل سکا مجبوراً میں انہی پتوں میں سے روانہ ہوا۔ مقابل کے پہاڑ پر چند اشخاص بطور اسٹاپ بٹھائے گئے تھے اُن کو میں نظر آرہا تھا۔ اُن کا بیان ہے کہ میں اُن پتوں میں بہ مشکل پانچ چھ گز چلا ہونگا کہ شیر کھڑے ہوگئے اور دس بارہ سکنڈ کے اندر ہی مخالف جانب پہاڑ پر چڑھ گئے۔ کچھ بلندی پر آنے کے بعد غالباً انہوں نے مجھ کو دیکھ لیا۔ کیونکہ میں نے کئی آوازیں سنیں اور شیر باوجود اسٹاپ والوں کے روکنے بغیر آوازوں کی پرواکرنے کے پہاڑ کی دوسری جانب اُتر گئے۔ ان میں دو شیر ایک شیرنی اور تین بچے تھے ایک بچہ ماں کے پاس سے بھٹک گیا تھا۔ اور میاؤں میاؤں کر رہا تھا۔ بلّے کے برابر تھا پھر بھی ساٹھ ستر آدمیوں کو گھنٹہ بھر حیران کرنے کے بعد پکڑا گیا۔ اور کمبل سے جس کو اُس پر ڈال کر پکڑا تھا۔ نوچ نوچ کر ٹکڑے اڑادئے تھے۔

اسی طرح ایک مرتبہ مجھ کو شیر کے متعلق پتہ لگا کہ وہ ندی کے کنارے سایہ دار درخت کے نیچے لیٹا ہوا ہے۔ میں ندی کے دوسری جانب تھا اور اور پانی سے گذر کر میں شیر تک پہنچ سکتا تھا وہ درخت جہاں لیٹا ہوا تھا مجھ سے ۵۰ گز کے قریب تھا۔ میں پانی سے بے پروائی کے ساتھ چھپڑ چھپڑ کرتا ہوا گذر گیا اس آواز سے شیر نے اُٹھکر پہاڑ کی راہ لی اور میں دیکھ بھی نہ سکا۔ ہر موقعہ پر بالعموم اور پاپیادہ شکار میں بالخصوص کسی قسم کی آواز نہ کرنی چاہیئے۔

ف۔ آپ جب ایسے مقام پر پہنچ جائیں کہ جہاں سے شیر نظر آتا ہو تو

اُس فاصلہ پر پہنچنے کی کوشش کیجئے جہاں سے آپ اپنے نشانہ کو یقینی ہونیکا اعتماد رکھتے ہوں اگر شیر لیٹا ہوا ہو تو اُس کے اُٹھنے کا انتظار کیجئے اور اس میں زیادہ دیر ہونیکا بہت کم امکان ہے۔ بُو یا کوئی اور قوت یا انسان سے فطرتی نفرت کا مادہ شیر کو بہت جلد بیدار کر دیتا ہے۔ Natural instinct to avoid human beings

یہ دو ایک بار سے زیادہ آزمایا ہوا معاملہ ہے اور اُس میں زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ گاؤں والے اور بے ضرر انسان کی نظر پڑنے سے شیر نہیں اُٹھتا یا بہت دیر میں اٹھتا ہے بخلاف اس کے جنٹلمن شکاری یا مسلح اشخاص کی نظر پڑتے ہی ہوشیار ہو جاتا ہے۔ میرا ذاتی واقعہ یہ ہے کہ میں میواڑ ہی کے دورے کو گیا ہُوا تھا۔ خاص موضع میواڑ سے دو سو تین سو گز کے فاصلہ پر ندی کے کنارے میرے خیمے تھے۔ یہاں بہت گنجان بانس کا جنگل اور شیروں کا معدن ہے ایک روز بارہ کے قریب ایک بیل چرانے والے نے اطلاع دی کہ ندی کے کنارے درخت کے سایہ میں شیر سو رہا ہے وہ وہاں اپنے بھائی کو بٹھا کر آیا ہے۔ میں جلد جلد تیار ہوا اور اُس کے ساتھ روانہ ہو گیا یہ جگہ کیمپ سے تقریباً نصف میل تھی اس کا نصف حصہ میں نے بہت تیز چل کر طے کیا اس کے بعد میں آہستہ ہو گیا اور پوری احتیاط سے بڑھا۔ ربر سول بوٹ میں پہنے ہوئے تھا۔ اور ہر ایسی چیز کو جس پر پیر پڑنے سے آواز ہو بچاتا ہوا چل رہا تھا مجھکو یقین ہے کہ شیر نے میرے آنے کی آواز نہیں سُنی جب میں اُس آدمی کے پاس پہنچا جو شیر پر نظر رکھنے کے لئے وہاں بٹھایا گیا تھا تو اُس نے اشارے سے مجھ کو دکھایا شیر ۵۰ گز پر لیٹا ہوا تھا میرے اور شیر کے درمیان میں ساٹھ گز کے فاصلہ پر نشیب تھا میں کوشش کے ساتھ آہستہ چل کر وہاں پہنچ گیا اچھی طرح دم لیا

پھر بندوق سنبھال کر سر نکالا اُس وقت تک شیر سو رہا تھا۔ بندوق کندھے پر لاتے ہی شیر یکبارگی کھڑا ہو گیا گویا کسی نے اُس کے کان میں کہدیا کہ ہوشیار خطرے کا وقت ہے دشمن آگیا۔ مجھ کو حیرت اس امر سے ہوئی کہ شیر پریشان معلوم ہوتا تھا پہلے پہاڑ کیطرف دیکھا پھر میری طرف دیکھا غالباً میں نظر نہ آیا ہوں کیونکہ جھاڑی کے پتے میرے سر اور سینے کے سامنے تھے۔ پھر دوسری جانب دیکھا ہی ہیں چاہتا تھا۔ میں نے فائر کیا اور گولی دل پر لگی بغیر ایک انچہ بڑھنے کے یہ دیوار کی طرح کھڑا کھڑا گر گیا

ف۔ اسی طرح ایک اور موقعہ پر میرے اردلی نے شیر کو سوتے ہوئے دیکھا اور تقریباً پندرہ بیس منٹ تک دیکھتا رہا۔ یہ شیر ندی کے کنارے کٹے ہوئے کنارے میں سو رہا تھا اور دوسری جانب کے کنارے سے جو کم و بیش پچاس ساٹھ فٹ بلند ہوگا صاف نظر آتا تھا اردلی خود وہاں ٹھیرا رہا اور ایک گاوں والے کو بھیجا کہ مجھ کو اطلاع کردے میرے ساتھی کئی یوروپین اصحاب بطور مہمان دورہ کر رہے تھے میں نے ایک کو اطلاع دی اور کہا کہ جاؤ مارو مگر شیر کو کسی اشارے سے اُٹھا دینا پھر اچھی جگہ نشانہ لیکر فائر کرنا۔ یہ بہت خوش ہوئے اور دوڑتے ہوئے گئے میں بھی اِن کے پیچھے ٹہلتا ہوا چلا گیا کیونکہ یہ جگہ خیمے سے بمشکل دو سو گز ہوگی یہ پہنچے۔ اردلی نے اشارے سے کہا کہ آہستہ آؤ۔ صاحب پنجوں کے بل بڑھے اور جھانک کر دیکھا۔ اُس وقت تک شیر سو رہا تھا۔ بندوق کندھے پر لائے اور ارادہ کیا کہ حسب ہدایت کوئی آواز شیر کو اٹھانے کیلئے کریں شیر خود بخود کھڑا ہو گیا اور اِس زور سے آواز دی کہ جیسے کسی نے اُسکو مارا ہو آواز سے صاحب جو بالکل نو وارد تھے کچھ گھبرا گئے فائر کیا مگر گولی پیر پر پڑی خیر یہ شیر چار گھنٹے کی محنت کے بعد مارا گیا۔ شیر کے خود بخود جاگ پڑنے سے انکو بھی حیرت تھی۔ یہ انہی کے الفاظ ہیں کہ کسی قوت نے شیر کے کان میں کہدیا کہ ہوشیار"

اردلی بیس منٹ تک دیکھتا رہا شیر نہ اُٹھا اور شکاری کے پہنچتے ہی خود بخود ایسا ہوشیار ہو گیا۔

ف۔ شیر اُٹھانے کا مقصد اظہار دلیری یا شیخی نہیں ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ لیٹے رہنے کی صورت میں نشانہ لینے کا موقعہ عمدہ نہیں ہوتا موٹے سے موٹے شیر کی بلندی جب وہ لیٹا ہوا ہو ڈیڑھ فٹ سے زیادہ نہیں ہوتی اس ٹارگٹ پر جسم اور زمین کے زاویے کو معلوم کرنا اور دل یا دماغ کی لائن کا صحیح اندازہ کرنا بہت مشکل ہے۔ بخلاف کھڑے ہونے کی صورت کے ہر عضو کا صرف نشانہ لینا کافی ہوتا ہے آپ پچاس یا تیس گز پر بکرے کو جو آج آپ کے دستر خوان کے لئے ذبح کیا جائیگا۔ لٹا کر یا کسی اور جانور پر ایسی پوزیشن میں فائر کرکے آزما لیجئے لیٹے جانور اور کھڑے جانور پر فائر کرنے اور اُس کے موثر یا کم موثر ہونیکا فرق معلوم ہو جائیگا مشاق نشانچی اور پُرانے شکاری خوب جانتے ہیں۔ مگر میں یہ تفصیل لکھنے اور موٹی موٹی باتیں بیان کرنے کی زحمت صرف مبتدی نوجوانوں کی آگاہی کے لئے گوارا کر رہا ہوں۔

ف۔ زمین سے اور مقابلے سے شیر پر فائر کرتے وقت ہمیشہ ہمیشہ بڑے بور کی دونالی استعمال کرنی چاہئے۔ چھوٹے بور اور میگزین رائفل پر بھروسہ کرنا اور خود کشی کرنا ہم معنی اور اور اغراض میں متحد ہیں گولی نرم سیسہ کی ہو اور دوسری تازہ دونالی بندوق پیروں کے پاس یا بیٹھ کر فائر کرنا ہو تو بازو پر رکھ لینا ضروری ہے۔ کسی اردلی یا ملازم پر اعتماد کرنا نہایت غیر ضروری بلکہ بیہ ...... ہے۔ نوکر تو نوکر میں ایسے موقعہ پر تین جنٹلمنوں کا جو تجربہ کار اور حقیقتاً یار وفادار تھے خلاف امید تماشہ دیکھ چکا ہوں۔ شاید میں نے اسکا کہیں ذکر کیا ہے۔ بہر حال یہ وقت اور صحرا کے بادشاہ کا رعب جو اس باختہ کردیتا ہو

بہت زبردست آلہ ہے۔ مال عرب پیش عرب اسی موقعہ پر ہر طرح قابل تتبع ضرب المثل ہے۔ بندوق پیروں میں ہو یا پہلو پر ہر صورت میں آپ کے ہاتھ اور قابو کی چیز ہے دوسرے ناگنا اور لینا یا ملنا صرف اتفاق اور قسمت پر منحصر ہے۔

ف۔ شیر پر زمین سے فائر کرنے کے بعد دوسرا فائر کرنے کی ضرورت بیان کیجا چکی ہے۔ اب ایک اور بات یاد آگئی وہ یہ کہ اگر شیر تڑپ رہا ہو اور ابھی اذیت مبتلا اپنے جسم یا قریب کے درخت کو کاٹنے میں مصروف ہو۔ دوسرا فائر جھاڑی یا کسی اور چیز کے حائل ہونے کی وجہ سے نہ ہو سکتا ہو اور اس کے ساتھ آپ کو یہ بھی یقین ہو کہ شیر آپ کو نہیں دیکھ رہا ہے تو بہت بہتر یہ ہے کہ آپ اپنی جگہ یعنی اُس جگہ سے جہاں سے فائر کیا ہے۔ ہٹ جائیں۔ لیکن بھاگ کر ہرگز نہیں بھاگنا موت کو بلانا ہے۔ آہستگی اور خموشی کے ساتھ کھسک جائیے ہندی مثل ہے "مارے اور ٹل جائے" حقیقتاً اس موقعہ کے لئے یہ مثل قابل عمل اور نہایت بکار آمد ہے گولی کھا کر شیر تکلیف اور صدمہ کی وجہ سے حواس معطل ہو جاتے ہیں مگر تھوڑی دیر بعد وہ سنبھل جاتا ہے اور پھر چاروں طرف دشمن کو دیکھتا اور تلاش کرتا ہے موقعہ اور زخم کے اثر پر منحصر ہے لیکن اگر کچھ بھی دم باقی ہے۔ تو شیر کا اس غصہ کی حالت میں حملہ کرنا لازمی ہے۔ فائر کا موقعہ ہو تو خوب دیکھئے ایک دو تین چار جتنی ممکن ہوں اُس پر گولیاں برسائیے لیکن فائر کا موقعہ نہ ملنے کی صورت میں کھڑے ہو کر ہرگز یہ تماشہ نہ دیکھئے الّا اس صورت میں کہ حملہ کی بہار دیکھنا یا اُس کی قوت کا آزمانا اور بجلی کی چمک کا نظارہ منظور خاطر عاطر ہو۔

میں تماشہ دیکھنے کے شوق اور بے وقوفی میں ایک مرتبہ مبتلا ہو چکا ہوں مگر میری زندگی تھی کہ آواز کی دہل سے اس نظارے کو دیکھنے کا ارادہ اور شوق دونوں معہ میرے درخت پر چڑھ گئے اگر اس حماقت نے میرا ہاتھ درخت کے نیچے

پکڑ لیا ہوتا تو میں آج یقیناً یہ قصہ نہ بیان کر سکتا۔

دل میں یہ خیال مدت سے تھا کہ شیر زخمی کر کے اُس کا تماشہ دیکھنا چاہیئے ایک مرتبہ متعدد شیر مل گئے اور کچھ دل بھر سا گیا۔ قصد کیا کہ اب جو شکار کا موقعہ ہو تو دل یا دماغ پر گولی نہ مارونگا۔ چنانچہ ایک روز ایک شیر کسی گاؤں کی گائے کو مار کر آدھا کھا گیا میں نے نعش کے پاس جھولے کا انتظام کیا اور چار بجے سہ پہر کو وہاں جا بیٹھا۔ موسم برسات کا تھا اور سبزی نہایت پُر لطف و دلفریب تھی پانچ اور چھ کے درمیان شیر آیا۔ زخمی کر کے تماشہ دیکھنے کا خیال دماغ میں تھا اسلئے میں نے دُم کی لائن میں ڈیڑھ فٹ اوپر نشانہ لیکر فائر کر دیا۔ پہلے شیر گرا اور تڑپا پھر پچھلے پیروں پر بیٹھ گیا غور کرنے سے معلوم ہوا کہ کمر ٹوٹ گئی ہے چل نہیں سکتا بجائے فائر کرنے کے شیر کو اپنی آواز سُنا کر یہ بتایا کہ میں یہاں بیٹھا ہوں شیر نے گردن اُٹھا کر دیکھا۔ اللہ اکبر غصہ کی مجسم تصویر نظر آئی کہ میری طرف صرف ہاتھوں کے بل کھسک رہی ہے اُس کی وحشتناک آواز دل سے چاروں طرف کے پہاڑ گونج اُٹھے اور لطف و لطف سب غائب ہو گیا مگر اس خیال سے کہ دیکھوں اب یہ کیا کرے گا کب تک چلائیگا میں نے فائر نہیں کیا دس بارہ آوازوں کے بعد شیر خاموش ہو گیا اور کھسک کر ایک جھاڑی کی آڑ میں جا پڑا مجھکو یقین تھا کہ یہ نہ چل سکتا ہے نہ کہیں جا سکتا ہے۔ اور ہمراہی آجائیں تو تماشہ دکھا کر مار دونگا مغرب کا وقت قریب آگیا تو میں نے سیٹی بجائی کوئی جواب نہ ملا نہ کوئی آیا۔ پھر آواز دی تب بھی کوئی نہ آیا مگر میری ہر آواز کے ساتھ شیر نے آواز دینا موقوف کر دیا۔ اندھیرا ہو گیا۔ اب رات شروع ہو گئی سیٹی بجاتے بجاتے گلے میں درد ہو گیا۔ دس بجے رات کے قریب آواز آئی کہ درخت سے نہ اتریئے زخمی شیر کیساتھ دو اور شیر ہیں اور نہ ہم کو آپ کے پاس نہیں آنے دیتے اب ہم درخت پر ہیں

رات بھر درخت پر رہنا پڑا۔ بھوک کا تو میں کچا نہیں ہوں مگر سردی اور ہوا نے سخت تکلیف پہنچائی۔ صبح کو میرے ہمراہیوں نے چلا چلا کر چند آدمیوں کو بلایا جو ہیر ہنگامے میں چٹان سے اترا درخت کے آس پاس دو شیروں کے پنجے نظر آئے مگر زخمی شیر کہیں نظر نہ آیا کیمپ پہنچکر کچھ آرام کے بعد دس بارہ آدمی ساتھ لے کر میں شیر کی تلاش کو روانہ ہوا۔ شیر درخت سے ۳۰ ۲ گز پر مرا پڑا تھا یہ دو شیر جن کے پنجے نظر آئے اور جنھوں نے میرے آدمیوں کو دھمکا کر درخت پر چڑھا دیا آج تک معلوم نہ ہو سکا کہ کہاں سے آئے اور کدھر گئے۔ غالباً یہ شیر کی آواز پر کہیں سے آ گئے تھے اور اس کی حالت زار دیکھکر یا خون کی بو پاکر برہم ہو گئے .... زیادہ تعجب کی بات

یہ ہے کہ میرے حال پر اس قدر نظر عنایت کیوں تھی کہ میرے درخت کے گرد دو تین مرتبہ چکر لگا کر رات بھر نگہبانی کی زحمت گوارا فرمائی اور پھر رات بھر میرے آدمیوں میں سے کسی کو میری مدد کے لئے میرے درخت کے پاس نہیں آنے دیا۔ میرا قیاس ہے کہ ان میں سے کوئی تجربہ کار شیر تھا۔ بارود کی بو سے وہ پہچان گیا کہ حضرت رسان دشمن اس مقام پر موجود ہے۔ اصلی واقعہ جو کچھ ہو مگر یہ یقینی امر ہے کہ زخمی شیر کے لئے میرے درخت کو بتانے کا کوئی ذریعہ موجود نہ تھا زخمی شیر کا اور ایسے زخمی کا جو صبح تک مر گیا۔ دو سو ڈھائی سو گز تک کھسک کر جانا بھی عجیب قوت کا نمونہ ہے۔ یا ممکن ہے ان دو شیروں نے مدد دی ہو۔ جس طرح ریچھ زخمی ساتھی کو مدد دیتے ہیں۔ مگر یہ صرف قیاس ہی قیاس ہے۔ نہ شہادت نہ کوئی اور ثبوت۔ میں نے اب تک کوئی ایسا واقعہ نہ سنا نہ کسی کتاب میں پڑھا۔

مقصد اور نتیجہ اس واقعہ کا یہ ہے کہ کسی حالت میں شیر کو زخمی چھوڑنا نہ چاہئے

اُس کی ہلاکت میں تاخیر اپنی موت میں تعجیل اور دوچار اور غریبوں کی زندگی کو معرض خطر میں ڈالنے کی تدبیر ثابت ہوگی۔

ف۔ زمین سے شیر کو شکار کرنے میں تماشہ۔ تجربات اور تلاش معلومات ان تینوں کو رخصت کر دینا چاہیئے ورنہ آپ کا اور آپ کی لیاقت کا تجربہ اور آپ کی خیریت کی خبر آخیر کسی اخبار میں شائع ہو جائے گی۔

ف۔ چھٹا اور ساتواں طریقہ تقریباً ایک ہی ہے۔ فرق صرف اسقدر ہے کہ چھٹے میں شیر کو پیدل تلاش کرنا ہے اور ساتویں طریقہ میں گاڑی میں بیٹھکر۔ پیدل تلاش کرنے کے مقابلہ میں گاڑی پر بیٹھکر تلاش کرنا بہت زیادہ محفوظ طریقہ ہے نالوں۔ کھوریوں۔ گھاٹیوں اور غاروں میں یا اُن کے قریب گاڑی جا نہیں سکتی شکاری کا گذر کیونکر ممکن ہے اور شیر کے رہنے اور ملنے کے یہی مقامات ہیں اب باقی ہی کیا رہا۔ میدان یا راستہ ان دونوں جگھوں میں شیر دس گز سے پچاس گز تک کے فاصلہ سے نظر آتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ شیر یو لو گراونڈ پر نہیں ملتا جھاڑ اور گھانس تو کم از کم وہاں ضرور موجود ہوگی۔ شیر کے نظر آنے پر اُس اُستادانہ نکتے اور اصول پر عمل پیرا ہونا لازمی ہے جو میں پہلے بیان کر چکا ہوں یعنی شیر کو اس امر کا احساس اور اُس کے دل پر یہ اثر نہ ہونا چاہیئے کہ انسان خواہ وہ گاڑی ہانکنے والا ہو یا شکاری یا شکاری کا کوئی ہمراہی میری تلاش میں ہے یا برسر پرخاش

یہ خیال پیدا نہ ہونے کی صورت میں شیر نہ غراتا یا دھمکاتا ہے نہ حملہ کرتا ہے بلکہ بعض وقت محض اپنی شیخی دکھانے یا رعب شاہی آزمانے کو بیچ راستہ میں بیٹھ جاتا ہے۔ گاڑی والے گاؤں والے۔ مسافر بیسیوں کی تعداد میں جمع ہو جاتے ہیں۔ غل کرتے ہیں ڈھنڈورے بجاتے ہیں مگر یہ بادشاہ فرعون کیطرح دوسری طرف منھ پھیر کر بیٹھ جاتا ہے۔ کسی طرح جنبش نہیں کرتا بلکہ انتہائے غرور

یہ ہے کہ اِن عمل کرنے والوں کو حقیر ثابت کرنے کے لیئے اُن کی طرف دیکھتا بھی نہیں دیکھتا تو ضرور ہوگا لیکن کن آنکھوں سے۔ گردن نہیں پھرا تا۔ ہاں دُم ہلاتا رہتا ہے یہ یا تو لوازمات شاہی کا چنور ہے یا اِس کا مقصد یہ ہے کہ میں تمھاری حرکتوں سے واقف ہوں غافل نہیں۔ یہ میرا چشم دید واقعہ ہے۔ میں خود ان حقیروں کے گروہ میں شامل ہو گیا تھا گھوڑے پر سوار تھا بندوق نہ تھی تھوڑی دیر بعد بندوق آ گئی میں نے بندوق ہاتھ میں لے کر اُس میں کارتوس ڈالنے کے لئے برجیح کی طرف نظر کی پھر جو نگاہ اٹھا کر دیکھا تو شیر غائب تھا۔ کس قدر حیرت انگیز امر ہے اور وہی خیال صحیح معلوم ہوتا ہے کہ خطرے سے مطلع کرنے والی کوئی غیر معمولی اور فطرتی قوت شیر کو عطا ہوئی ہے۔

ف۔ اِسی طرح ایک مرتبہ شیر نے راستہ روک دیا تھا میں بندوق لے کر پہنچا قبل اِس کے کہ میں اِن آدمیوں کی صف میں پہنچوں جو جمع تھے شیر نے اچھی دھمکی کی آواز دی اور سامنے کی جھاڑی میں کود گیا۔

گاڑی پر سے شکار کھیلنے کے لئے جو شکاری صاحب جنگل کو روانہ ہونگے وہ خود سمجھتے ہونگے کہ کہاں جا رہے ہیں اور کیا کرنا ہے۔ تیاری اور سامان کے متعلق کچھ لکھنا غیر ضروری۔ ہے آدمی ایک دو سے زیادہ ساتھ نہ ہوں وہ بھی گاڑی سے متصل رہیں شیر کو دیکھ کر تو خود متصل ہو جاتے ہیں مگر یوں بھی اُن کا پیچھے کے پایہ چلنا مناسب ہے جب شیر نظر آئے اور فوراً فائر کا موقعہ نہ ہو تو گاڑی کو ہرگز روکنا نہ چاہیئے۔ آہستہ آہستہ چلتے رہنا یا ضرورت ہو تو چکر دینا صحیح طریقہ ہے جب شیر آڑا ہو کر نظر آئے اور اُس کا منھ آپ کی طرف نہ ہو تو گاڑی کو سرد کیجئے اور رکتے ہی فائر کر دیجئے۔ روکنا صرف اِس غرض سے ضروری ہے کہ چلتی گاڑی کی حرکت اور بیلوں کی جنبش سے نشانہ بالکل صحیح اور جما ہوا لینا بہت مشکل ہے ٹھیرنے پر بھی بیلوں کے تنفس سے کچھ نہ کچھ جنبش ضرور باقی رہتی ہے لیکن

نہ اتنی کہ نشانہ نہ لیا جا سکے۔ اس موقعہ کے لیے تیس گز کے فاصلہ سے فائر کرنا مناسب اور کافی ہے۔ اس سے کم کا موقعہ مل جائے تو داتا کی دین۔ دل کا نشانہ۔ سبحان اللہ لیکن اس میں گولی کے بھٹکنے کا زیادہ امکان اور اس کے لیے زیادہ وسیع میدان ہے اتنا وسیع کہ ممکن ہے گولی دل سے پیچھے یا نیچے پڑے۔ یہ دونوں مقامات اس نازک موقعہ کے لیے موزوں نہیں ہیں۔ اس لئے میں یہ رائے دیتا ہوں کہ سر اور گردن کے نشانہ کو ترجیح حاصل ہے۔ کان کے پیچھے یا گردن کے اُس حصہ پر جو کان کے زیرین حصہ سے متصل ہے۔ چھ انچ تک اور کان کے ٹھیک نیچے سے اُسی لائن میں دو انچ اوپر تک یہ حصہ زیادہ سے زیادہ چار انچ چوڑا اور چھ انچ لمبا مستطیل ہے اس مستطیل کا صرف زیرین حصہ نشانہ کے لئے موزوں ترین مقام ہے۔ مستطیل کا نصف بالائی حصہ چھوڑ کر مثلث نما کا بہت کم رقبہ باقی رہ جاتا ہے گولی کہاں بھٹکے گی۔ ننگی کیا نہائیگی۔ کیا نچوڑیگی۔ اگر گولی بھٹک گئی تو صاف مِس ہے۔ کہیں شیر کو چھوئے گی بھی نہیں۔ اگر نشانہ پر پہنچی تو خاتمہ ہے۔ شیر وہیں گر جائے گا۔

ف۔ کبھی کبھی شیر گاڑی کا پیچھا کرتا ہے۔ جب شیر پیچھے آ رہا ہو تو گاڑی روک لیجئے۔ رُکتے ہی شیر بھی رُک جائیگا۔ آپ فائر کے لئے تیار رہئے۔ جیسے اپنے مطلب کا حصہ سامنے آجاتا ہے فائر کیجئے۔ اگر دیر تک انتظار کیا جائے تو شیر پچھلے پیروں پر کتے کی طرح بیٹھ جاتا ہے اس وقت اُس کی سینہ کی سپیدی گردن اور پیٹ صاف نظر آتا ہے۔ سینہ اور گردن کے جوڑ پر نشانہ لینا۔ اس پوزیشن کے لیے بہترین مقام ہے۔ اگر گولی اونچی پڑی تو گردن کی ہڈیاں چکنا چور ہو جائیں گی۔ اگر نیچی پڑی تو دل سے گذر کر ریڑھ کی ہڈی میں رُکے گی۔ اگر خدانخواستہ شکاری نشانہ اندازی پر قادر نہیں ہیں اور اُن کی

گولی داہنے بائیں بھٹکتی ہے۔ تب بھی شانہ کی ہڈی اور ہنسلی کی ہڈی کا ٹوٹنا یقینی ہے الّا اس صورت میں کہ بندوق اور گولی دونوں بیکار ہوں۔ نشانہ بندوق۔ گولی اگر ان تین چیزوں پر اعتماد کلی نہ ہو تو جنگل کی رونق اور شکاری مکان کی زینت افزائی بدرجہا بہتر اور صحت آور ہے۔

مندرجہ بالا تمام صورتیں میری ذاتی تجربہ کا نتیجہ ہیں کسی یوروپین شکاری نے کبھی گاڑی پر شکار کھیلا نہ اس کے متعلق کہیں ذکر کیا اہل وطن شکاریوں میں سے کسی ایسے صاحب کو میں نہیں جانتا جو اس طریقہ پر شکار کھیلے ہوں۔

اُمراء و روسا کے لئے تو یہ طریقہ یقیناً نہایت نازیبا اور ناموزوں ہے میں عام جنٹلمین شکاریوں کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اگر اس لُطف اور اُس آسانی کا جو اس طریقہ میں حاصل ہے آزمانا چاہیں تو صرف اُن تین چیزوں کا قابل اعتبار درجہ تک انتظام فرما کر جو میں نے اوپر بیان کی ہیں یعنی نشانہ بندوق۔ اور گولی ضرور اس طریقہ کو کام میں لائیں۔ البتہ ایک اور چیز کی ضرورت ظاہر کر دینا ضروری ہے وہ جنگل کی معلومات ہے

یعنی جنگل کے حالات جنگل کے مواقع اور جنگل کے جانوروں کے خصائل و عادات اُن کے رہنے کے مقامات اور جنگل کے جانوروں کو مغلوب کرنے کی ضروریات یہ سب جنگل لور میں شامل ہیں اِن کا معلوم کرنا اور حصول علم کے بعد چند روز کا عملی تجربہ بے شک اس شکار کے لئے لازمی ہے۔ ہر موقعہ پر میں نوجوان شکاریوں کو بھی مشورہ دیتا آیا ہوں اور اس قسم کے مردانہ شکار کے لئے اس شرط کو لازم گردانتا ہوں۔

جن حضرات نے میرے ساتھ شکار کھیلا ہے اُن میں سے بعض شکاری بھی نہ تھے مگر اُن کو جو لطف حاصل ہوا اور شکار ملنے کی آسانی جو

اُن کو جو حیرت ہوی وہ اُنہی کی زبانی سُننے کے قابل ہے۔ اِن میں سے چند عزیز محترم احباب کے اسمائے گرامی محض بیادگار لطف و محبت اور اُس عیش فرحت و انبساط کے وقت کی یاد میں جو اِن اصحاب کے ساتھ گزارا ہے میں اِس موقعہ پر درج کرتا ہوں خدا اِن سب کو سالہا سال تک صحیح و سلامت اور کامیاب و باعزت رکھے۔ میں اِن سب میں بڑھا ہوں۔ میں نہ ہونگا مگر میری کتاب شاید اِن کو میری یاد دلائے گی اور یہ دعائے خیر سے مجھکو یاد فرمائیں۔

مولوی ابو سعید مرزا صاحب .... ناظم عدالت بلدہ
مولوی سید احمد اللہ صاحب .... ناظم عدالت
مولوی مرزا حسین احمد بیگ صاحب .... ناظم عدالت
مولوی سید اصغر علیخانصاحب .... ناظم عدالت
مولوی سید ہاشم علی صاحب .... ناظم عدالت
نواب صمد یار جنگ بہادر .... جج ہائیکورٹ
مولوی مشتاق حسین صاحب .... مہتمم آبکاری
مولوی فیض الدین صاحب .... صدر مہتمم تعلیمات
مولوی عبد العلی صاحب .... مہتمم لوکلفنڈ
مولوی سید عبد المنعم صاحب .... مددگار صدر محاسب
مولوی سید مظہر علی صاحب .... انسپکٹر عراق
مولوی سید ایجاد علی صاحب .... مددگار ناظم جنگلات
مسٹر انکلے ساریا .... ڈویژنل انجنیر
مسز انکلے ساریا ....
ہز اکسی لنسی مسٹر جان مارشل کمانڈر انچیف ....

کیپٹن نائٹ ....

میجر لیننگٹن ....

کیپٹن جانن سن ....

میجر ہیرس ....

زماں خان مرحوم ....

سید علی اکبر مرحوم ....

جان محمدؐ صاحب مرحوم ....

یہ میرے اُن احباب کی نامکمل فہرست ہے جو میرے ساتھ گاڑی کے شکار میں رہے ہیں۔ یورپین مہمانوں کے نام یاد نہیں مگر یہ یاد ہے کہ یہ حضرات اس کامیاب طریقہ کو دیکھکر محفوظ نہیں متحیر ہوگئے۔

ف۔ گاڑی پر بیٹھکر شکار کھیلنا نہایت آسان اور پُر لطف طریقہ ہے اس میں ہرن سے لے کر شیر تک ملجاتا ہے مگر معمولی شکاروں کے مقابلہ میں گاڑی سے شکار کے لئے زیادہ مشاقی اور جنگل لور کی ضرورت ہے۔ گاڑی بیل بہت تیز اور قوی بیکار ہیں۔ معمولی رفتار والے اور بہت ہی اطاعت گذار جانور درکار ہیں تیزی اور مڑنے یا رُکنے میں ضد شکار کو برباد کردیتی ہے گاڑی کے پہیوں میں سَن اور تیل اچھی طرح بھروا دینا چاہیئے تاکہ چوں چوں نہ کرے یہ آواز جانور کو بھڑکا دیتی ہے۔ بانس کے نلوے میں ارنڈی کا تیل ساتھ رہنا چاہیئے دو ایک زائد رسیاں سَن کی یا سُوت کی تیز کلہاڑی اور ایک پاؤنڈ کی ایک ہتھوڑی دو چار تار کی سوئی کیلیں بھی ایک ٹاٹ کی تھیلی میں ہمراہ ہوں۔ گاڑی گھانس یا پیَال سے پُر ہو۔ اُس پر موٹی شطرنجی یا روئی کا گدا۔ گدے پر بندوقیں بندوقوں پر کمبل کمبل پر چمڑے کے تکیے اور تکیوں کے بیچ میں آپ۔ یہ سامان اس قدر کافی ہے کہ آپ

ہفتوں صبح سے شام تک شکار کھیل سکتے ہیں۔ ضرورت ہو تو رات کو بشرطیکہ گرمی کا موسم ہو اس پر سفر بھی کر سکتے ہیں۔ چاندنی رات میں بڑا لطف آتا ہے۔ مگر سر ہمیشہ ہانکنے والے کے پاس رکھئے ورنہ شیر کے جنگل میں پہلے سر کا پکڑا جانا مہلک ہے۔ پیروں کو اگر کسی جانور نے پکڑا بھی تو آپ ریوالور سے جو ہمیشہ ساتھ اور تکئے نیچے یا بازو پر ہونا چاہیئے کام لے سکتے ہیں یہ سفر کا ذکر یہاں شکار کے ساتھ غیر ضروری ہے۔

ف۔ آٹھواں طریقہ شیر مارنے کا یہ ہے کہ دیہات کی مویشی کے ساتھ چرانے والے کے ہمراہ رہیئے اور ایک آدھ بچھڑے یا لاغر یا بوڑھی گائے کو گایوں کے منڈے سے الگ (پیچھے ہو تو بہتر ہے) چرانے کا حکم دیجئے۔ یہ عمل یعنی شکار بھینسوں کے ساتھ ہرگز نہ کرنا چاہیئے۔ بھینس اپنے چرواہے کو بیچ میں لے کر اس کی حفاظت کرتی ہیں لیکن ان کا غصہ اور جوش اس درجہ تک بڑھا ہوا ہوتا ہے کہ وہ ہر غیر شخص پر سینگوں سے حملہ کر بیٹھتی ہیں۔ یہ شکار اسی حالت میں ممکن ہے کہ جب ایک آدھ روز قبل معلوم ہو چکا ہو کہ شیر گایوں کے منڈے کا تعاقب کر رہا ہو یا گائیں عمداً اس حصہ میں چرائی جائیں جہاں شیر کے وجود کی بنا پر مویشی کا چرانا مدت سے مسدود تھا۔ جب شیر گائے کو ہلاک کرے اور دوسرے ساتھ چرنے والے جانور گھبرا کر بھاگتے ہوئے آئیں تو آپ کو پہنچنا چاہیئے۔ مگر تمام قواعد احتیاط کو عمل میں لا کر اگر شیر آپ کو آپ کی زد پر پہنچنے سے قبل دیکھ لے تو غالباً عارضی طور پر کسی جھاڑی میں چھپ جائیگا یا گائے کو کھینچکر آڑ میں لیجانے کی کوشش کریگا۔ آپ بھی اس عرصہ میں شیر کی نگاہ کو بچا کر اپنی حفاظت کا سامان کر کے تیار رہیئے۔ شیر پھر گائے پر آئیگا۔ اگر شیر گائے کو کھینچکر لے گیا۔ اور آپ فائر نہ کر سکے تو آپ کو کوئی دوسرا طریقہ شکار اختیار فرمانا چاہیئے۔ بدقسمتی سے

یہ موقعہ تو ہاتھ سے جاتا رہا اگر زمین سے بالمقابل مارنے کا قصد اور جرأت ہو تو شیر کو مارنے کا یہ آسان موقعہ اور طریقہ اسی وقت تک بکار آمد ہے کہ جب تک شیر خود بخود سامنے آئے یا شکاری کو دیکھکر غرانے لگے۔ ایک مرتبہ آمد سے میں آجانیکے بعد شکار کو بھی آڑ میں کھینچ کر لیجا چکا ہے تو پھر سامنے نہ آئیگا آپ کو مچان اور ہانکہ کا عمل مجبوراً کرنا ہوگا۔

ف۔ میں نے کبھی خود گائیں چرا کر شیر نہیں مارا مگر مخبر جو کروں کی اطلاع کہ شیر نے فلاں جگہ گائے کو مار لیا ہے وہاں پہنچکر کبھی پیدل اور کبھی درخت پر بیٹھکر کئی شیر مارے ہیں زمین سے شکار کرنے میں مخبروں کو تھوڑا سا انعام دینے کے سوا کوئی اور مصارف عاید نہیں ہوتے۔ مچان باندھنے اور ہانکہ کے اخراجات کے بار سے شکاری بچ جاتا ہے۔ میں لڑکوں کو جو خبر لاتے تھے کبھی ۴ ر کبھی ۸ ر انعام دیتا تھا اور انہی کے ساتھ ایک آدمی بندوق اٹھانے کے لیے ساتھ رکھتا تھا۔ اس میں بفضلہ کئی بار کامیابی ہوی۔

ف۔ نواں طریقہ شیر کے شکار کا ابنائے وطن کے لئے عجیب اور بالکل نیا ہے۔ ہمارے مسلمان بھائی غالباً اس کو مذہباً ناجائز تصور فرمائیں کیونکہ بالعموم جہلا اور نیم ملا کتے پالنے کو حرام یا ممنوع سمجھے ہوئے ہیں اور اس خالق مطلق کی صناعی کے اعلیٰ نمونے کو جس کی سرشت و فطرت سرتاپا خصائل حمیدہ سے بھری ہوی ہے قابل نفرت جانور سمجھے اور سمجھانے میں سعی بلیغ فرماتے ہیں۔ حالانکہ بڑے کامل اور جید علماء بجز ان دو تین الفاظ کے کہ کتے کا لب نجس ہے کتے کے خلاف اور زیادہ ردوکد اور لغو روایتیں نہ بیان فرماتے ہیں نہ ان کا یقین رکھتے ہیں۔ اگرچہ یہ مضمون میرے لئے بہت دلچسپ ہے اور اس پر طول وطویل مباحث و استدلال کرنے کو جی چاہتا ہے لیکن شیر کے ذکر میں اس پر زیادہ

۳۰۰

خامہ فرسائی غیر ضروری ہے کتّے کے شکار کے ضمن میں یہ ذکر زیادہ موزوں ہوگا
شیر کے شکار کا کتوں کے ذریعہ سے یہ طریقہ ہے کہ جس جنگل میں شیر کے
موجود ہونے کا پتہ مل جائے وہاں چند عمدہ نسل کے کتے لیکر پیدل شکار کرنے کے
ارادے سے جانا چاہئے ہمارے ملک کے کتے مثلاً رامپوری۔ پشاوری۔ تیرا اور
شولا پور ہاؤنڈ نیز بنجارے وغیرہ اور ولایتی کتوں میں گرے ہاؤنڈ۔ ڈیر ہاؤنڈ اور
تمام وہ نسلیں جو دوڑ کر اپنا شکار پکڑتی ہیں محض بیکار اور اس شکار کو تباہ کرنیوالے
ہیں۔ شیر کو کتوں کے ذریعہ سے شکار کرنا مقصود نہیں ہے اور ہو بھی تو ان کتوں
سے ناممکن ہے دیسی نسلوں میں سے تو سب بغیر استثنار کے اور ولایتی نسلوں میں سے
جن کی تعداد سو ڈیڑھ سو کے قریب ہے تمام دوڑنے والے نیز قدآور کتے
بہ استثنائے بیسٹ ہف اور گریٹ ڈین کے کوئی کتا شیر پر حملہ کرنے کی جرأت
نہیں رکھتا۔ ان میں سے بہترین کتے شیر کی بُو سے پریشان ہو کر بھاگ جاتے ہیں
اور بغیر گھر پہنچے دم نہیں لیتے۔ البتہ بل ڈاگ۔ بل ٹیریر اور ایر ڈیل ٹیریر اور شاید ہی
کوئی اور چھوٹے ٹیریر اس قدر دلیر اور شجیع ہوتے ہیں کہ بغیر انجام سوچے
شیر کو لپٹ جاتے ہیں شیر کے ایک ہی اشارے میں پنجہ کی ایک ادنیٰ حرکت میں
اور غالباً دو ایک سکنڈ میں ان بہادروں کا مارا جانا لازمی نتیجہ ہے۔ اس لئے
کوئی صاحب اپنے ان قیمتی اور عزیز کتوں کو شیر پر نہیں چھوڑتے اور جو کتے ان
نسلوں کے اتفاقاً چھوٹ گئے وہ ضائع ہو گئے۔ مسٹر برینڈر کا ایک بل ڈاگ
آدمی کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور فوراً لپک کر شیر کی گردن پکڑ لی۔ صاحب
موصوف نے لکھا ہے کہ شیر نے پچھلے پنجے سے اس کو آن واحد میں مکھی کیطرح
جھٹک دیا۔ تین زخم ایسے گہرے لگے کہ کئی مہینوں کی سخت نگہداشت اور
علاج کے بعد کتا اچھا ہوا۔ جنرل شکسپیر نے دو بل ٹیریر اور چار بڑے ہاؤنڈ

ایک زخمی بوربچہ پر چھوڑے ہاؤنڈ تو پاس ہی نہیں گئے دونوں بُل ٹیریر جھپٹ گئے اور منٹ بھر کے اندر مارے گئے۔

میری بُل ٹیریر کتیا اشرفی بوربچے سے لڑ گئی۔ کئی آدمی حمایت اور مدد کو پہنچ گئے۔ بوربچہ چھوڑ کر بھاگ گیا ورنہ ماری جاتی یا بوربچہ اڑا لیجاتا تو موٹے موٹے گوشت کے لقمے خوب مزے سے کھاتا۔ کئی مہینے کے باضابطہ علاج کے بعد اچھی ہوگئی۔ زخموں کے نشان گردن اور کمر پر باقی ہیں الغرض شجرے دار اور قیمتی کتوں کو بچانے کی غرض مناسب یہ ہے کہ قیمتی کتوں کے بچے معمولی نسلوں سے لے کر بڑی تعداد میں جمع کر لینا چاہیے۔ ان میں سے اکثر بلکہ سب ایسی ہمت والے ثابت ہوں گے جو شیر کو لپٹ نہیں جائیں گے تو اُس کے مقابل ٹھیر سکینگے۔ اور اُس کو گھیر کر اُس کے گرد تھوڑی دور سے غل مچائیں گے۔

میں یہ بتانا بھول گیا کہ اِن کتوں میں چند بولنے والے کتے ہونا ضروری ہے تاکہ وہ خود بخود شیر کا پتہ لگا لیں۔ عمدہ بولنے والے کتے میں نے بچشم خود ایسے دیکھے ہیں کہ ایک مرتبہ بو پا جانے کے بعد میلوں وہ شکار کا تعاقب نہیں چھوڑتے اس کے علاوہ میل دو میل عریض میدان یا کھیت یا جنگل میں بو بھی خود ہی تلاش کر لیتے اور پھر تعاقب کرتے ہیں۔ جن حضرات کو ہنٹ میں شریک ہونے دیکھنے یا اُس کے حالات پڑھنے اور تصاویر دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے وہ اِس کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔

بُل ٹیریر اور فاکس ہاؤنڈ یا پائنٹر کے میل کے بچے اس شکار کے لئے موزوں ترین کتے ہوں گے۔ قیمتی جانوروں کی ضرورت نہیں۔ شیر کتوں کا خاندان اور اُن کا شجرہ دریافت نہیں کرتا جب یہ غول بیابانی قل قل کرتا۔ بو لیتا۔ اور بو لینے کے لئے جنگل میں اپنی گردشوں سے جال بنتا ہوا قریب آجاتا ہے تو

شیر غرا کر خود اپنا صحیح مقام بتا دیتا ہے۔ یہ نیم دلیر کتے اس پر جا نہیں پڑتے مگر چاروں طرف سے گھیر کر بھونکنا شروع کر دیتے ہیں صرف کتوں کی آوازہی شکاری کی رہنمائی کر کافی ہے لیکن مزید برآں شیر بھی غصہ میں آکر بڑے زور سے ڈنکارتا اور ڈہکتا ہے۔ اس پر کبھی کسی جانور نے نہ حملہ کیا نہ اس کو ڈرایا غالباً سوائے سور کے کسی نے مقابلہ بھی نہ کیا ہو۔ شیر کے لئے اس قدر حقیر اور چھوٹے جانوروں کا اس طرح گستاخی سے پیش آنا نہایت حیرت انگیز معاملہ ہے اس کا دماغ معطل ہو جاتا ہے اگر حملہ کرتا ہے تو یہ بھاگ جاتے ہیں چلنے کا ارادہ کرتا ہے دم کے پاس آکر ستاتے ہیں کھڑا رہتا ہے تو چاروں طرف سے مسلسل گالیوں کی بوچھار اور منھ چڑھانے کی بہار یا پھٹکار برداشت کرنی پڑتی ہے تمام شکاریوں نے جن کو یہ واقعہ دیکھنے کا اتفاق ہوا یہ رائے ظاہر کی ہے کہ حقیقتاً شیر ایسا مجبور اور پاگل وحشی ہو جاتا ہے کہ اس سے کچھ بن ہی نہیں پڑتا یہی وجہ ہے کہ جنگلی کتوں جیسا حقیر جانور شیر کو ہلاک کر دیتا ہے۔ جہاں جنگلی کتے ہوں وہاں سے شیر جنگل چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے۔ اس واسطے جنگلی کتوں کی ہلاکت پر اس وقت تک (صمہ) انعام مقرر ہے۔ جنگلی کتوں کے غول دس بارہ سے لے کر تیس چالیس تک ہوتے ہیں اور وہ اپنی غذا کے حصول کی غرض سے شیر کو گھیرتے ہیں۔ گو آج تک یہ سنا نہیں کہ کتوں نے شیر کو کھا لیا ہو۔ مگر ہمارے رفیق اور پلے ہوئے کتوں کا غول جو پانچ چھ سے زاید نہیں ہوتا اور نہ زیادہ ہونا ضروری ہے شیر کو کلیتاً بدحواس کرنے کے لئے کافی ہے۔

اب آپ ذرا احتیاط سے پہنچئے اور کچھ تماشہ دیکھنے کے بعد اپنے موقعہ پر فائر کیجئے متعدد مصنفین نے لکھا ہے کہ اس وقت جب کہ یہ کتے شیر کو گھیرے ہوئے ہوں۔ شیر کو انسان کی طرف یا کسی اور جانب توجہ کرنے کی مطلقاً فرصت یا مہلت

ہوش سنبھال کر کسی چیز کو دیکھنے کی قدرت نہیں ہوتی۔ اگر انسان سامنے کھڑا ہو جائے تو اُس کی طرف شیر متوجہ ہی نہیں ہوتا۔ خیر یہ استادوں کی باتیں ہیں۔ ہم کو اِس پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں۔ بس آڑ لیکر جانا اور فائر کرنا ہی مناسب اور موزوں طریقہ ہے۔

اِس کتوں کے معاملہ میں میری ایک ذاتی رائے اور بالکل انوکھی رائے ہے وہ یہ کہ اِن کتوں کا پیک یا غول کبھی ہمرنگ اور یکساں قد و قامت کا نہ ہونا چاہیے کتے چھوٹے بڑے اور مختلف رنگوں کے ہوں تو بہت بہتر ہے۔ اِس رائے اور تجدید کی بنا یہ ہے کہ میں نے معتبر راویوں سے سُنا ہے اور کئی کتابوں میں پڑھا ہے کہ جنگلی کتوں کے خوف سے اور اُن کے متواتر حملوں سے تنگ آ کر شیر انسان کی پناہ ڈھونڈھتے ہیں اور سب سے قوی دشمن سے مدد مانگنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ یہ واقعات جنگلی کتوں کے ذکر میں بیان کئے جائیں گے۔ ہمارے شکار میں اگر شیر کو اِن کتوں پر جنگلی کتوں کا شبہ ہو گیا اور بدحواسی میں یہ ممکن ہے تو غالباً شیر آپ کے پاس دوڑ کر آ جائے گا جو آپ پر گذرے گی وہ ظاہر ہے جنگلی کتے سب یکرنگ اور تقریباً سب ہم قد و قامت ہوتے ہیں۔ اِس لئے شکار کھیلنے والے صاحب کے کتے نہ ہم رنگ ہوں اور نہ وہ خود شیر کی بدحواسی کے اعتماد پر سامنے آئیں۔ شیر جب غصہ میں آ چکا ہو تو اُس کے مقابل آنا عزرائیل کے سامنے خم ٹھوک کر کشتی مانگنا ہے۔ مقصد شکار کرنا ہے نہ جان دینا۔

میں کہیں اِس کا ذکر کر چکا ہوں کہ میری ایک بل ٹیریہ کتیا نے تنہا ایک نالے کے کنارے سے دو شیروں کو بھونک بھونک کر اُٹھا دیا۔ اب میں یہ بتانا ضروری خیال کرتا ہوں کہ یہ دونوں شیر نہ بدحواس تھے نہ گھبرائے ہوئے مگر شاید یہ اثر صرف ایک کتے کے وجود اور دور سے بھونکنے کا ہو۔ زیادہ کتے ہوتے تو ممکن ہے کہ حسب بیان

یوروپین مصنفین شیر "پاگل وش" ہوجاتا۔ میرا ذاتی تجربہ اسی بُل ٹیریر کے بھونکنے تک محدود ہے۔

ف۔ شیر کا شکار کھیلتے (کھیلنے غلط لفظ ہے۔ یہ کھیل نہیں شہ کار ہے) شکار کرنے کے مختلف اور متعدد رائج الوقت طریقوں کا ذکر بہ تفصیل پیش کیا جاچکا ہے اب پرانے اور غیر رائج طریقوں کا بیان گو بکار آمد نہ ہو مگر معلومات کے لئے خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

ہند کا انتہائی شمال و مشرق کا حصہ جو برما سے متصل بلکہ برما ہی میں شامل ہے بے حد وسیع اور گنجان جنگل سے بھرا ہوا ہے یہاں شیر بکثرت ہیں اور آبادی بہت کم ہونے کی وجہ سے وہاں کے باشندوں کو یہ شیر بہت تکلیف دیتے ہیں یہاں جنگلی قومیں آباد ہیں۔ ہمیشہ سے یہ بغیر کار آمد اور قابل اعتماد ہتھیاروں کے یہ ان لق و دق جنگلوں میں زندگی بسر کرتے ہیں اب بھی تقریباً وہی حال ہے لیکن یوروپین شکاریوں کے شوق اور ذرائع آمد و رفت کی وجہ سے شیر کی تعداد میں کمی ہوگئی ہے رعایا کو تو بندوقیں نہ اُس وقت نصیب ہوئیں نہ اب ملنے کی امید ہے گر جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا شیر کم ہوتے جاتے ہیں۔ اس لئے پرانا طریقہ شیر مارنے کا مسدود ہوگیا ہے۔ سنا ہے کہ خال خال اب بھی بعض جنگلی شکاری صاحب لوگ کی فرمائش و اصرار پر یہ تماشہ دکھا دیتے ہیں۔

طریقہ یہ ہے یا تھا کہ جنگلی اقوام جنگل سے جو اُن کا مسکن بلکہ ملجا و ماوی تھا خوب واقف ہوتے ہیں وہ پنجوں کے نشانوں سے شیر کی رہگذر معلوم کرکے وہاں دور تک ہزاروں پتے زہر سے بھرا ہوا لاسہ لگا کر پھیلا دیتے تھے جب شیر ان پتوں پر پیر رکھتا تو اُس کے پنجے میں دو ایک پتے چپک جاتے جب چلنے میں شیر کو ان پتوں کی وجہ سے ناگواری ہوتی ہے تو وہ دوسرے پنجے کی مدد سے

اِن کو دور کرنا چاہتا ہے۔ دونوں پنجوں کو ملنے سے دونوں میں پتے لپٹ جاتے ہیں اور چونکہ پتے بکثرت اور قریب قریب بچھے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے بجائے اُن سے نجات ملنے کے اور تکلیف بڑھ جاتی ہے۔ لاسہ بہت چیک دار چیز ہے۔ جو چیز اُس سے چھو جائے پھر بمشکل چھوٹتی ہے پتوں پر پتے چپک کر ڈھیر ہو جاتا ہے اور شیر مجبور ہو کر اپنے منھ اور سر سے مدد لینا چاہتا ہے۔ منھ پر پتے لگے کہ انکی تعداد وہاں بھی بڑھتی ہی جاتی ہے۔ آخر میں شیر لوٹ جاتا ہے۔ یہاں بھی وہی مصیبت قائم رہتی ہے۔ دو ایک پتے آنکھ میں چھو جاتے ہیں۔ لاسہ میں زہر شامل ہوتا ہے اور تھوڑی دیر میں اُس کے اثر سے اندھا ہو جاتا ہے جب وہ اِدھر اُدھر ٹکریں کھانا اور چیخنا شروع کر دیتا ہے تو یہ جنگلی لٹھوں اور کلہاڑیوں سے اُس کا کام تمام کر دیتے ہیں۔

اب یہ طریقہ مضحکہ انگیز معلوم ہوتا ہے لیکن پرانی کتابوں میں اس کا ذکر موجود اور اِس کے جاننے والے اب بھی زندہ ہیں۔

دوسرا قدیم طریقہ شیر کو گڑھے میں گرا کر مارنے کا ہے گڑھا عمیق اور شاید زخمی کرنے والے اسلحہ سے مرتب ہوتا ہے۔ گڑھے کے منھ کو باریک سرکنڈے بچھا کر اُس پر ہلکی تہ مٹی کی بچھا دیتے ہیں۔ اِس مٹی سے جب گھانس اور جنگلی جھاڑیوں کے سر نکل آتے ہیں تو یہ بالکل فطری زمین معلوم ہوتی ہے اِس پر بکری یا سور یا کوئی اور ہلکا جانور باندھ دیا جاتا ہے۔ شیر اِس پر گرتا ہے تو یہ سرکنڈے اُس کے بوجھ سے گر جاتے ہیں اور شیر تحت الثریٰ کو پہنچ جاتا ہے وہاں خنجر تلواریں اور برچھیوں کے ٹکڑے زمین میں گڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ غصہ میں شیر اُچھل کود کر زخمی ہو جاتا ہے۔ کمزور ہونے کے بعد اُس کو مار لیتے ہیں۔

ف۔ ایک قدیم یا جدید ترین طریقہ پنجرے میں پکڑنے کا اب بھی رائج ہے

لیکن اِس قدر ذلیل رذیل قابلِ نفرت نامردانہ اور بے رحمانہ بلکہ شرمناک طریقہ ہے
کہ ہر جنٹلمین کو خدا اُس سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ شیر پھنسنے کے بعد جو حرکات
غصہ اور مایوسی کی حالت میں کرتا ہے اُن کو دیکھکر کوئی شکاری دوبارہ اُس طرف نظر
اُٹھانے کی جرأت نہیں کرسکتا ہے۔ ناخون اور دانت توڑ لیتا ہے۔ سر کی کھال تک
ٹکڑوں سے نکل جاتی ہے۔ کان نوچ لیتا ہے اور اپنے جسم کو ہر جگہ سے کاٹ ڈالتا ہے
اگر شیر جیسے دلیر اور بہادر بلکہ شجاعت کے دیوتا کے ساتھ جس کا نام جوانمردی کا ہم معنی
ہے۔ جس کی صرف آواز سے تمھارے مثل و مشابہ سیکڑوں اشخاص کا قبض رفع
ہو جاتا ہے اُس کے ساتھ یہ برتاؤ تمھاری اپنی دنایت پست ہمتی اور کم حوصلگی کا ثبوت ہے

ف۔ قدیم طریقہ شیر کو برچھے سے مارنے کا بہت مشہور ہے اور بالعموم
وہ بادشاہوں اور روسا بڑے بڑے جنگجو جنرلوں یا غیر معمولی بہادروں کے
نام سے منسوب ہے۔ برسوں تک مجھکو اِس کا یقین ہی نہ آیا پھر چند علم دوست
روسا کے کتب خانوں میں مجھ کو چند قدیم تصویریں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ ان میں
شیر کے شکار کی تصویریں بھی موجود تھیں معلوم ہوا کہ بادشاہ یا رئیس یا حاکم کے
آنے سے قبل چند زرہ پوش پہلوان جن کے پاس بڑی بڑی ڈھالیں اور لمبی
لمبی پتلی برچھیاں ہوتی تھیں شیر کو گھیر کر چاروں طرف سے اُس کو برچھیاں
چبھا چبھا کر بے جان کر دیتے تھے جب شیر حملہ کرتا تو یہ ڈھال کے پیچھے پناہ
لیتے اور اِن کے ساتھی برچھیوں سے پھر شیر کو اپنی جگہ پر لے آتے۔ اِس طرح شیر
کئی گھنٹے تک دِق کیا جاتا حتیٰ کہ وہ تقریباً بے دم ہو کر بیٹھ جاتا اور اب اُسمیں
حملہ کی قوت ہی باقی نہ رہتی۔ اگر جنبش کی تو پھر وہی زرہ پوش ڈھال والے
اپنی برچھیوں سے اُس کا مزاج دُرست کر دیتے۔ بادشاہ سلامت وہاں پہنچتے
تو یہ سب ہٹ جاتے اور جہاں پناہ گھوڑے کو کاوا دے کر شیر کے دل پر برچھے

وار کرتے۔ اگر شیر اُٹھ جاتا تو تلوار سے اُس کا کام تمام کر دیا جاتا۔ یہ کسی فارسی شکار نامہ کا اقتباس ہے۔ اگرچہ مجھکو اس کے کئی اجزا پر اعتراض ہے اور ایسا اعتراض کہ اس کا جواب میں خود سوچنے سے قاصر ہوں لیکن یہ پرانے بزرگ بھولے بھالے۔ ہر بات کا یقین کرنے والے حضرات تھے جو یہ فرمائیں اسکو سننا اور درست و بجا کہنا زیادہ مناسب و سعادت مندانہ عمل ہے۔

ف۔ باوجود اس قدر مفصل و مطول واقعات اور مدلل و صاف ہدایات کے شیر کے کسی فعل اور کسی عادت پر پورا بھروسہ اور یقین نہ کرنا چاہئے۔ ایک، دو نہیں بیسیوں واقعات ایسے سننے میں آتے ہیں کہ شیر نے ایسی عجیب اور معمولی عادت کے خلاف حرکت کی کہ وہ ہر شکاری اور ہر جاننے والے کی سمجھ سے باہر ہے۔ ان واقعات کو معتبر ذرائع سے سننے کے بعد یہ خیال قائم کرنا پڑتا ہے کہ یا تو شیر غیر معمولی سمجھ اور عقل کا جانور ہے یا بالکل دیوانہ جو کچھ بھی نہیں سمجھتا۔

میں اس قسم کے چند واقعات بیان کرنے کے بعد شیر کے ذکر کو ختم کرتا ہوں

ف۔ ایک مقام پر ایک ڈاک بنگلہ چھوٹی سی ٹیکری پر واقع ہے۔ ٹیکری کی تقریباً چالیس فٹ بلند ہے اور اس کے پائین میں ایک چوڑا نالا بہتا ہے جو گرمیوں میں خشک ہو جاتا ہے۔ اور برسات میں لبریز ہو کر بہتا ہے بالخصوص جس زمانہ میں بارش ہو رہی ہو اگر کئی دن تک مینھ نہ برسا تو یہ نالا خشک تو ہو جاتا ہے مگر کہیں کہیں اس کے گڑھوں میں پانی ٹھیرا رہتا ہے۔ ٹیکری کے نیچے جس پر بنگلہ بنا ہوا ہے ایک بڑا گڑھا ہے جو کنارے سے متصل دور تک پانی سے بھرا ہوا تھا اس لمبے گڑھے میں موضع کے مویشی پانی پیا کرتے تھے۔ بنگلہ میں بھی تقریباً ہر روز دو ایک عہدہ دار یا مسافر آجاتے اور ہمیشہ دو چار آدمی اس بنگلہ میں حاضر رہتے تھے اس آبادی سے قبل ایک شیر نے یہ معمول کر رکھا تھا کہ کسی نہ کسی وقت ایک مرتبہ

اس گڑھے پر جو ٹیکڑی کے نیچے تھا آکر پانی پیتا تھا۔ مگر کبھی کسی کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائی۔ حتیٰ کہ مویشی میں سے بھی کسی کو ہلاک نہیں کیا۔ ایک آدھ نیم شکاری نے اس کو دق بھی کیا مگر اس نے نہ وہاں کا پانی پینا چھوڑا نہ کسی کو ستانا اختیار کیا۔ آبادی اس نواح کی بڑھتی گئی پکی سڑک بھی بن گئی۔ مسافروں کی آمد و رفت میں بھی ترقی ہو گئی اور میں نے اس مقام کو تقریباً ہر تعطیل میں چند احباب کیساتھ پک نک کی جگہ مقرر کر لیا۔ جب میں وہاں پہنچا مجھکو نالے میں شیر کے پنجے نظر آئے پانچ چار مرتبہ میں نے ٹیکڑی کے اوپر رات کو بیٹھکر اس کے مارنے کا ارادہ کیا مگر غالباً اہل دیہہ اور پٹیل گل محمدؐ کے اعتقاد کی وجہ سے کبھی بیٹھنے کا موقعہ نہ آیا ۲۹ف کے قحط میں اس نالے والے گڑھے کا پانی خشک ہو گیا اور اس مقام سے تقریباً نصف میل اوپر آبادی کے قریب نالے کی تہ میں چشمے کھدوا دیے گئے۔ تاکہ پانی میسر آسکے۔ شیر نے یہاں آکر پانی پینا شروع کیا۔ رات کو آتا اور نیچے اتر کر پانی پیتا۔ مگر کبھی نہ کسی مویشی کو ہلاک کیا نہ انسان کو ڈرایا۔ انسان کو اگر ملتا تو چپکا چلا جاتا۔ اس کے پانی پینے کی عادت میں اس قدر پختگی پیدا ہو گئی کہ ایک مرتبہ اس نے بنگلہ کے ٹب میں جو برآمدے میں رکھا ہوا تھا۔ اور میرے آنے کی تیاری میں پانی سے بھر دیا گیا تھا رات کے دس بجے اپنی پیاس بجھائی۔ اس کے بعد غالباً یہی شیر ٹیکڑی کے ڈھال پر جو جھاڑی اور سیتا پھل کے گنجان درخت تھے اُن میں دن کے وقت سوتا ہوا ملا۔ یہ ڈھال بنگلہ سے صرف ساٹھ گز پر ہے۔ زمین ناہموار اور اس میں چند گڑھے درختوں سے بھرے ہوئے ہیں معلوم نہیں اس شیر کو اس مقام سے کیوں اس قدر محبت ہے۔ میرے تبادلہ کے بعد میں نے سُنا کہ وہ غائب ہو گیا شیر کا آبادی کے اس قدر قریب آکر برسوں تک پانی پینا اور پھر کسی کو نہ ستانا

نہایت عجیب واقعہ ہے۔ ایک صاحب نے شیر پر گولی چلائی مگر فائر خالی گیا۔ شیر حسب معمول بھاگا تقریباً چالیس گز جاکر پلٹا اور سیدھا دوڑتا ہوا آیا۔ شکاری صاحب گھبرا کر درخت پر چڑھ گئے ان کے ایک ہمراہی کو منھ میں پکڑ کر جنگل میں گھس گیا۔

ایک کھیت میں دس بارہ آدمی کام کر رہے تھے۔ ایک شخص بھینسوں کی جوڑی سے چونہ پیس رہا تھا شیر قریب کے جنگل سے نکلا۔ سب لوگ چلائے چیخے مگر شیر نے مطلق پروا نہ کی۔ جوڑی میں سے ایک بھینسے کو مارا اور وہیں بیٹھ کر کھایا مالک غریب آدمی تھا۔ غصہ میں اس نے دوسرے بھینسے کو وہیں باندھ دیا کہ جا اس کو بھی کھا جا میں ایک بھینسے سے کیا مزدوری کماؤں گا۔ ایک ہفتہ کامل یہ بھینسا اسی کھیت میں چرتا رہا۔ دو مرتبہ شیر آیا مگر بھینسے کی طرف توجہ نہ کی اس کے بعد جب مالک اس بھینسے کو لیجا رہا تھا یہ شیر راستہ میں ملا اور چپکا چلا گیا غریب آدمی کو نقصان پہنچا کر شیر شرمندہ ہوتا ہے۔

ف۔ ایک یوروپین شکاری لکھتے ہیں کہ میں نے درخت پر سے رات کے دو بجے کے قریب ایک شیر پر فائر کیا۔ شیر نے آواز دی اور وہیں لوٹ گیا میں نے دو گولیاں اور چلائیں مگر دونوں خالی گئیں اور شیر اٹھکر غائب ہوگیا۔ چونکہ شیر نے پہلی گولی کھاکر آواز کی تھی اس لئے مجھکو یقین تھا کہ شیر زخمی ہوا ہے میں مچان پر بیٹھا رہا بلکہ سوگیا۔ کسی کو بلانا بھی خوفناک تھا۔ صبح ہوی اور اچھی روشنی کے بعد میں نے سیٹی دیکر اپنے آدمیوں کو بلایا معلوم ہوا کہ شیر اس درخت کے نیچے سو رہا ہے جس پر میں بیٹھا تھا آدمیوں کو دیکھکر غرایا مجھکو یہ کسی طرف سے نظر نہ آتا تھا۔ میں نے کسی ہمراہی کو اجازت دی کہ تم فائر کرو یا شیر مرجائے گا یا اپنی جگہ چھوڑے گا۔ مجھکو نظر آجائے گا۔ ان صاحب نے اس پر تین فائر کئے

تینتوں میں۔ اب ان کے پاس کارتوس نہ تھے۔ حیرت یہ ہے شیر کسی طرح اپنی جگہ سے
نہ ہلا آخر کار میں نے ارادہ کیا کہ مچان چھوڑ کر کسی اور شاخ پر جاؤں تا کہ شیر نظر آسکے
جب مجھ کو اس نے حرکت کرتے دیکھا تو پہلے غرایا اور پھر پوری قوت کیساتھ لپک کر
درخت کی تقریباً بارہ فٹ بلندی پر پنجے ٹیک دیئے۔ میں اس سے دور تھا میں نے
اطمینان سے گردن پر گولی ماری اور یہ گر کر مر گیا۔ پہلی گولی پیٹ پر پڑی تھی اور
انتڑیاں نکل پڑی تھیں۔ رات بھر یہ خاموش میری تاک میں بیٹھا رہا گرابھی نہیں۔
زخمی ہونے کے بعد یہ حرکت عجیب بات ہے۔

پرنس آف ویلز بالقابہ نے ایک شیرنی کو زخمی کیا۔ وہ اس وقت نکل گئی
پرنس کو پروگرام سیاحت کی پابندی ضروری تھی۔ کسی مشہور شکاری کو مقامی حکام نے
اس کی تلاش کے لئے مقرر کر دیا اور ہز رائل ہائی نس روانہ ہو گئے ان شکاری صاحب کا
بیان ہے کہ یہ شیرنی ان کو نو روز بعد کسی ندی کے کنارے ملی۔ اس عرصہ میں اس کو
کوئی چیز کھانے کی نہ ملی ہوگی۔ کیونکہ اس کے ہاتھ کی ہڈی شانہ کے قریب سے
ٹوٹ گئی تھی اور اس میں چلنے کی قدرت نہ تھی باوجود اس فاقہ اور ایسے بیکار
کر دینے والے زخم کے وہ حملہ کرنے کو اس طرح آمادہ تھی۔ کہ گویا اس پر کوئی مصیبت
گزرا ہی نہیں۔

ایک شیر کو ڈیوک آف کناٹ بالقابہ نے زخمی کیا اور وہ نکل گیا۔ زخمی
ہونے کے سترہ دن بعد یہ پانی میں بیٹھا ہوا ملا۔ اس کے سر میں زخم تھا اور اس میں
کیڑے پڑ گئے تھے۔ باوجود اس امر کے کہ آنکھ کے نیچے سے سر کی ہڈی میں سوراخ
کر کے اوپر کے جبڑے اور نیچے کی داڑھ اور دانتوں کو گولی نے چکنا چور کر دیا تھا
یہ شیر مسٹر برینڈر کو دیکھتے ہی کھڑا ہو کر پانی سے باہر آگیا۔ مسٹر برینڈر کا بیان
ہے کہ اگر وہ اس کا خاتمہ نہ کر دیتے تو غالباً وہ حملہ کرتا۔ اس سترہ دن کے عرصہ میں

یقیناً یہ کوئی چیز نہ کھا سکا ہوگا۔ بھوک۔ اور زخم کی برداشت اُس پر یہ ہمت سترہ دن تک کس قدر عجیب قوت ہے۔

ترائی کے ایک رئیس نے اپنی رعایا سے خواہش کی کہ وہ پُرانے طریقہ پر شیر کو گڑھے میں گرا کر شکار دکھائیں۔ دو ہفتہ میں اس کا سامان تیار ہوا۔ یہ زمیندار معہ چند یوروپین مہمانوں کے تماشہ دیکھنے کی غرض سے اُس موضع کو گئے جہاں گڑھا تیار کرکے اُس پر کوئی جلد بڑھنے اور نکلنے والا اناج بودیا گیا تھا۔ اتفاقاً دو ایک روز شیر نہ آیا اور یہ اناج اچھا بڑا ہوگیا۔ رات کے وقت ایک زبردست بھینسا اُس پر سے گزرا گڑھے کی چھت ٹوٹ گئی بھینسا اندر گر گیا اور چلایا اُس کی آواز پر دو شیر آئے اور جانور کی لالچ پر گڑھے میں اتر گئے دوسرے تیسرے دن وہاں آدمی بھیجا گیا کہ جاکر دیکھے۔ شیر آیا اور پھنسا یا نہیں۔ اس نے بجائے ایک کے دو شیر دیکھے اور مالک کو اطلاع دی ان کے یوروپین احباب فوراً کیمرا لے کر دوڑے کہ تصویریں لیں گے۔ جب وہاں پہنچے تو انہوں نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ ایک شیر گڑھے سے نکل کر باہر آچکا تھا اُس پر صاحب نے فائر کیا مگر گولی نہیں پڑی شیر بھاگ گیا۔ گڑھے میں جھانک کر دیکھا تو دوسرا شیر بھی غائب تھا۔ ان شیروں نے گھسیٹ کر بھینسے کو دیوار سے متصل کر دیا تھا۔ معلوم نہیں اُس کی لاش کے سہارے سے یا کسی اور طریقہ پر یہ دونو نکل گئے۔ بھینسے کو انہوں نے مطلقاً نہیں کھایا صرف مار ڈالا تھا۔ میں نے شام کے قریب ایک چیتل شکار کیا۔ جس گاڑی پر میں خود سوار تھا۔ اُسی پر چیتل کو لادلیا۔ میں کیمپ سے تقریباً چار میل تھا ابھی کیمپ تین میل پر تھا کہ اچھا اندھیرا ہوگیا۔ تھوڑی دور جاکر معلوم ہوا کہ کوئی جانور گاڑی کے پیچھے آرہا ہے۔ پہلے بوربچہ کا شبہ ہوا پھر غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ شیر ہے

غل مچانے سے یہ جھاڑی کی آڑ میں آگیا مگر گاڑی کا تعاقب نہ چھوڑا بنگلے کے پاس تک ساتھ آیا اور کسی جگہ آگ جلتی ہوئی اور بہت سے آدمیوں کی آواز سنکر ٹھیر گیا۔ کیمپ میں چھ گھوڑے دس بارہ بیل اور دو بھینسیں موجود تھیں۔ اندیشہ تھا کہ یہ رات کو ضرور آئیگا۔ کیونکہ یہ سب جانوروں کو اچھی طرح دیکھکر گیا تھا۔ میرے ہمراہیوں میں سے تین صاحب تین طرف مچانوں پر بیٹھے مگر شیر نہ آیا۔

گاڑی کا اس طرح تعاقب غیر معمولی حرکت ہے۔

میرے خیال میں شیر کے متعلق تمام ضروری معلومات اور اُس کے شکار کیلئے جو احتیاطیں اپنی اور اپنے ہمراہیوں اور غریب گاؤں والوں کی حفاظت کے لئے لازمی تصور کیجاتی ہیں وہ سب میں نے ناظرین کتاب کے نذر کردی ہیں۔ اگر ان ہدایات پر عمل کرنے سے ہمارے ابنائے وطن نوجوانوں میں ایک فرد بھی کامیاب شکاریوں کی فہرست اور حقیقی اسپورٹ مین کے زمرہ میں شریک ہو گیا۔ اور اگر یہ ہدایتیں فرد واحد کی جان بچانے کا ذریعہ ثابت ہوئیں تو میری یہ محنت جو اس کتاب پر صرف ہوئی ہے۔ سہارت ہوئی اور مجھ کو کافی صلہ مل گیا۔

اب شیر کا بیان ختم کرنے سے قبل میں اپنے ملک کے نوجوانوں اور ابنائے قوم کو ایک خاص امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں اور امید ہے کہ یہ حضرات میری استدعا اور التجا کو شرف قبولیت عطا فرماکر جو علاج اس مرض کا اور جو جواب اس اعتراض کا ممکن ہے اُس کو پیش نظر رکھیں اور ایسا طرز عمل اختیار کریں کہ آئندہ کسی فرعون کو اعتراض کا موقعہ نہ ملے۔ اس معاملہ کو میں مختصر الفاظ میں بیان کرتا ہوں۔ العاقل تکفیۃ الاشارت۔ تمام یوروپین شکاری اپنی تصنیفات میں نہایت کریہہ الفاظ اور ذلت آمیز طرز رنگ میں ہندوؤں کی

مذمت کرتے ہیں۔ جہاں تک جو واقعہ صحیح ہو اُس کو جن الفاظ میں دل چاہے بیان کیا جائے۔ لیکن اُن الزامات کی نسبت جو صدق و حقیقت پر مبنی نہ ہوں سخت اور توہین آمیز فقرے کسنا کس قدر دل شکن اور اشتعال دینے والے ہوں گے۔

متعدد شکاریوں کا بیان ہے کہ نیٹیو شیر کا شکار نہیں کھیلتے صرف پیٹ بھرنے کی فکر میں ہرن اور بے ضرر اقسام کے چرندے مارتے ہیں۔ یہ کہاں تک صحیح ہے۔ خود سوچیے اور اگر یہ الزام حقیقت پر مبنی ہے تو اِس سے احتراز فرمائیے۔ بغیر ضرورت اور بغیر جائز اور ناجائز امتیاز کے جان لینا درست نہیں ہے۔ تیتر۔ کبوتر۔ بط وغیرہ کے شکار میں جو بے رحمی برتی جاتی ہے اور جس قصابانہ طریقہ پر ہزاروں جانیں بلا ضرورت تلف کر دی جاتی ہیں اُن پر میں پرندوں کے ذکر میں اپنے خیالات ظاہر کر چکا ہوں۔ اب اعادے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے نوجوانوں کو مقررہ قواعد کو گو وہ نہایت غلط اُصول پر مبنی ہوں توڑ کر غیروں کو طعنوں کا موقعہ نہ دینا چاہئے۔ دوسرے نیٹیوؤں کی بے رحمی یہ یوروپینوں کا متعصبانہ خیال ہے۔ نیٹیو مرغی کو الٹا ذبح کر لیجاتا ہے تو ہندی بے رحمی کے مجرم ہیں۔ مگر یوروپین اِس کے مقابلہ میں انسان کے ساتھ جو برتاؤ کرتے ہیں وہ کس قدر ظالمانہ اور دیوانہ عمل ہوتا ہے۔ خیر۔ حقیقت جو کچھ ہو ہمارے نوجوانوں کو ضرور اِس کا خیال رکھنا چاہئے تا کہ مخالف کا جو ہر فعل کو بہ نظر بدبین دیکھتا ہے۔ منھ بند رہے۔

تیسرا امر یہ ہے کہ نیٹیوں کا ہر بیان غیر قابل اعتبار ہے گو بظاہر یہ بہت تلخ اور گراں گذرتا ہے اور ہر بیان کا لفظ تعصب یا قومی منافرت پر مبنی ہے لیکن انصاف شرط ہے۔ غور کے بعد ایک خاص درجہ تک مجبوراً اِس کو صحیح ماننا پڑتا ہے۔ اِس کی وجہ صرف جہالت۔ لاعلمی بغیر تحقیقات کے بات کہنے اور رائے ظاہر کرنے کی عادت۔ اور (ابنائے وطن معاف فرمائیں) سوسائٹی کی عام حالت ہے۔

ان تمام عیوب سے اسپورٹ مین اور سچے شکاریوں کو پاک ہونا چاہیئے۔ بڑی چوٹ ہے مگر دبی زبان میں کہنا مثو بمقابلہ گورے چمڑے والوں کے بزدل ہیں۔ اس کا جواب بھی بہت آسان ہے۔ قلم درکف کے علاوہ عملی طور پر بارہا امتحان ہو چکا ہے اور جب جی چاہے کر لیا جائے۔ برابر کے ہتھیار اور سہولتیں مہیا کرنے کے بعد اس کی آزمائش ہر وقت ممکن ہے۔

میرا ذاتی تجربہ اس وقت تک اس کے خلاف ہے۔ میں نے کئی حضرات کو بچشم خود کپڑے بدلتے دیکھا ہے اور دو چار چشم دید مثالیں ایسی یاد ہیں کہ جب وہ قصے بچوں کے سامنے بیان کئے گئے تو ہنستے ہنستے بچوں کو پسینہ آگیا۔ واقعات جو کچھ ہوں مگر خودداری بلکہ ہوشیاری کا مقتضا یہ ہے کہ شیر ہاتھی گینڈے۔ بھینسے یا کسی اور خوفناک جانور کے شکار سے قبل اپنے قلب کی قوت کا خود اندازہ کر لینا چاہیے عین میدان کارزار اور جانور سے حقیر جانور کے مقابلہ میں جو بہت ناسمجھی کیساتھ حملہ کرتا ہے۔ منھ پھیر دینا یا سپید پر دکھانا۔ اصالت۔ شرافت۔ مردانگی اور غالباً ہمارے مذہب کے بھی خلاف ہے۔ معمولی سمجھ سے اگر اطمینان کے ساتھ کام لیا جائے تو سخت ترین حملہ بھی روکا جا سکتا ہے۔ نوجوانوں بہتریوں کو جب تک اپنے نشانے اور بندوق پر پورا بھروسہ نہ ہوا اور جب تک اپنی دماغی اور قلبی حالت کا وہ اندازہ کر کے اس امر کا یقین نہ حاصل کر لیں کہ خوف کے وقت یا یکایک حملے کی صورت میں وہ جم کر اور حواس کو قائم رکھکر فائر کر سکیں گے۔ اُس وقت تک خوفناک شکار یا خوفناک طریقہ پر شکار کا ارادہ ہی نہ کرنا چاہیئے۔ میں نے بعض نوجوانوں کو دیکھا ہے کہ وہ جنگل میں ہرن اور چیتل کو دیکھ جوش کی وجہ سے کانپنا شروع کر دیتے ہیں۔ بڑے جانور یا درندے کو دیکھکر یا اُس کے مقابلہ کے وقت یہ کیونکر صحیح نشانہ لے سکینگے۔ خوفناک سے خوفناک جانور کے شکار میں دیری کی

ضرورت اس درجہ تک واقع نہیں ہوتی جتنی کہ بالعموم ضروری خیال کیجاتی ہے بیشک تھوڑی ہمت لازمی ہے مگر زیادہ ضروری اور کامل طور سے قابل اعتماد ہتھیار سمجھ ہے اس میں اطمینان ٹھنڈا دماغ یعنی استقلال اور جلد فیصلہ کرنے والی قوت عنصر عظیم ہے شکار میں عام طور پر اور درندے کے حملہ کے وقت خصوصیت کیساتھ شکاری کو یہ فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ اب کیا کرنا اور کیونکر کرنا اور کب کرنا چاہیئے۔ بے سوچے سمجھے۔ بے موقعہ اور ناوقت فائر کردینا خطرے کو اُس کی انتہائی حد تک پہنچا دیتا ہے۔ اتنا وقت ملتا کہ شکاری دوسری بندوق اُٹھا کر نشانہ لے سخت دشوار ہے اور دوبارہ بھرنا اُس سے بھی زیادہ مشکل بلکہ ناممکن۔ جو کچھ کرنا ہے وہ اُنہی دو کارتوسوں سے جو نالوں میں بھرے ہوئے ہیں۔ ایک نالی یا میگزین لیکر جانا ہرگز ہرگز درست نہیں ہے میں نے بجز فوجی لی انفیلڈ کے اور ہر میگزین میں کارتوس پھنستے دیکھا ہے۔ وجہ یہ ہے میگزین رائفلیں بہت ارزاں قیمت کی ہوتی ہیں۔ جو قیمتی بندوق خرید سکتے ہیں وہ میگزین کیوں خریدینگے۔

اِن دو کارتوسوں کو جن پر خطرے کے وقت حفاظت اور جان بچنے کا دارومدار ہے بے پروائی سے پھونکدینا اور خودکشی کرنا دونوں ہم معنی الفاظ ہیں۔ اِن کارتوسوں کو اچھی طرح اور عین وقت پر جب اپنے حدیقین تک یہ سمجھ میں آجائے کہ یہ نشانہ خالی نہ جائیگا اور موثر مقام پر گولی پڑے گی فائر کرنا چاہیئے۔ اِن تمام اُمور پر غور اور اِن کا فیصلہ سکنڈ کے بیسیوں حصہ میں کرنا پڑتا ہے اور ساتھ ہی اس کے اِس فیصلہ پر عمل کرنا بھی لابدی ہے۔ اس طرز عمل اور استقلال پر قادر ہونے کیلئے تھوڑی سی مشق کی ضرورت ہے۔ نشانہ کی مشق کا طریقہ نشانہ اندازی کے بیان میں درج ہے۔ خطرے کے وقت مستقل رہنے کا سہل اور کامیاب ترین طریقہ مشق یہ ہے کہ ابتدا میں کسی اچھے مشاق شکاری کے ساتھ رہکر ایسے مواقع کو صرف دیکھنا

اور غور کرنا چاہیئے کہ وہ کس طرح کس وقت اور کیا عمل کرتے ہیں۔ دیکھنے اور اُس پر غور کرنے سے علاوہ اور بہت سی باتیں سمجھ میں آجانے کے دل کا خوف۔ یا جوش کی مضطرانہ حالت قلب کی تیز رفتار و گھبراہٹ سب دور ہو جاتی ہے۔

میں جب پہلی بار شیر کے شکار میں درخت پر تنہا بیٹھا ہوں۔ تو ہانکہ شروع ہوتے ہی میرا تمام جسم بید کی طرح لرزنا شروع ہو گیا۔ بمشکل میں بندوق کو پکڑے بیٹھا رہا۔ جب حضرت غفر انمکان کا فائر ہو لیا۔ اور شیر کے چیخنے کی آواز آئی تو میرے حواس بجا ہوئے اس سے قبل میں جنگل میں ہاتھی پر سے شیر کو دیکھ چکا تھا مگر اس سے مطلقاً کوئی اثر دل پر محسوس نہ ہوا چند روز کی مشق کے بعد جب ہانکہ میں دو ایک مرتبہ شیر نظر آ گیا اور اُس کو بطور فرض منصبی کے آگے بڑھنے یا روکنے پر مجبور کرنا پڑا تو دل سے دہشت جاتی رہی اب اخیر زمانہ میں جب زمین پر بیٹھکر شیر کے شکار کا اتفاق ہوتا تو میں اپنے نوجوان احباب اور اپنے بچوں کو اپنے ساتھ بٹھالیتا ہوں

مولوی عبد العلی صاحب مہتمم لوکلفنڈ۔ جان محمد صاحب۔ مولوی افتخار حسین صاحب
مولوی سید اصغر علیخانصاحب۔ عبید اللہ خانصاحب۔ یٰسین خانصاحب۔ افضل حسین صاحب
مولوی فیض الدین صاحب۔ محمد اسحاق صاحب۔ محمد علی صاحب پیشکار۔ سراج حسین صاحب
تحصیلدار۔ مولوی حفیظ احمد صاحب۔ عبد الرحمن خانصاحب۔

ان سب نے بارہا یہ لطف دیکھا ہے اور مجھکو یقین ہے کہ ان میں سے کوئی صاحب بھی اب شیر کو دیکھکر مطلقاً بد حواس اور از کار رفتہ نہیں ہوتے۔ اگر ان صاحبوں میں سے کوئی صاحب اس کتاب کو پڑھینگے تو واکڑی۔ ارٹے۔ سرپور۔ اندھار بن۔ بیل گاؤں۔ وغیرہ وغیرہ کے مقامات اور وہ لطف سے کے چند گھنٹے جو وہاں گذرے۔ شاید ہیں اُن کو یاد آجاؤ نگا۔

یوروپین اصحاب کا یہ خیال کہ نیٹیو کے ہر بیان کو صحیح نہ تسلیم کرنا چاہیئے۔

ایک خاص حالت اور چند ایسے اسباب پر منحصر ہے۔ جن کا ان حضرات کی زندگی اور طرز معاشرت میں پیدا اور پیش آنا لازمی ہے۔ قوی ترین وجہ ان خیالات کے پیدا ہونے کی یہ ہے کہ یورو پینوں کو جن میں کالے آدمیوں کے ساتھ ہمدردی کا مادہ بہت ہی کم ہوتا ہے تمام عمر میں شاید ہی کسی شریف ہندی سے واسطہ پڑتا ہو۔ جو چند غریب شریف ان کے ماتحت ہوتے ہیں اُن سے بجز دفتری اور سرکاری کام کے بات بھی نہیں کرتے۔ اب باقی رہے اراذل اور اہل خدمت وہ بھی ان شاب لوگ کی آدھی باتیں نہیں سمجھتے اور یہ اُن کا ایک لفظ غلط۔ سلط الفاظ اور ٹیڑھا تلفظ ہی گھر چلانے والا آلہ ہے اراذل اہل قلم نہیں کہ کتابوں میں شاب لوغوں کو گالیاں دیں۔ صاحب لوگ قصے کہانیاں لکھنے میں دل کا غبار نکال لیتے ہیں۔ جن یورپینز کو شرفا عالی خاندان علما یا اُمرا سے واسطہ پڑا ہے اور پڑتا ہے اُن کے نہ ایسے خیالات ہوتے ہیں۔ نہ وہ رایوں کا اظہار کرتے ہیں۔ اس کتاب کو پالٹیکس سے تعلق نہیں ورنہ یہ ایسا دلچسپ مضمون تھا کہ اس پر ہزاروں صفحے سیاہ کر دیے جاتے تو کم تھا بہر نوع اہل وطن کم از کم شکار کے واقعات بیان کرنے میں اپنے آپ کو ان الزامات کے تیروں سے محفوظ رکھیں۔

اب میں جنگل کے بادشاہ سے جو اپنی قوت اپنی ہمت اور مزید براں اپنے حسن میں بھی یکتا اور لاجواب جانور ہے۔ رخصت ہوتا ہوں۔ اپنے حافظہ کی حد تک مجھ کو اس کے حالات کے متعلق جو کچھ معلوم تھا میں نے ہدیہ ناظرین کر دیا ہے لیکن شاید میں اس کے نقش پا کا حال اور اُس کی شناخت جس کو شکاریوں کی اصطلاح میں پاگہہ اور انگریزی میں اسپُور (بہ ضم پ و بہ فتح و) کہتے ہیں کتاب میں شامل کرنا بھول گیا ہوں وہ اب مختصر طور پر ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

شیر کے ہاتھ کا نشان اُس کے پیر کے نشان سے زیادہ چوڑا ہوتا ہے

چھوٹے شیر کے پنجہ کا نشان معمولی نرم مٹی پر چھ انچ اور بڑے شیر کا نشان ساڑھے
سات بلکہ آٹھ انچ تک چوڑا ہوتا ہے۔ نم زمین اور کیچڑ میں یہ ایک انچ زائد معلوم ہوتا ہے
بیچ میں گول دائرے کی شکل کا حلقہ ہوتا ہے یہ پیر کی گدی کا نشان ہے اس کے گرد چار
انگلیوں کا نشان ہوتا ہے۔ تین انگلیوں کا بنایا ہوا گڑھا ایک لائن میں گدی کے نشان
کے سامنے ہوتا ہے مگر چوتھا نشان جو انگوٹھے کا ہے وہ لائن سے ذرا پیچھے ہٹا ہوا
اور بڑا ہوتا ہے۔ شیر کی تلوے کی گدی کا نشان بعینہ انسان کی ہتھیلی کے نشان سے
مشابہ ہوتا ہے۔ نر اور پرانے شیر کی گدی سامنے سے فراخ اور خفیف سا خم کھائے
ہوئے ہوتی ہے۔ مادہ کی گدی میں ذرا سی نوک نکلی ہوئی ہوتی ہے اور پوری
گدی کی جسامت کسی قدر کم۔ بڑے پرانے نر کا پنجہ زمین پر زیادہ ٹکتا ہے۔ جوان
شیر کا پنجہ کسی قدر کم اس لئے ماگھ کا آخری حصہ یعنی جسم کی طرف والا جوان شیر میں
زمین پر ہلکا نشان ڈالتا ہے۔ دو تین سال کے پٹھوں کے پیر کے نشان میں یہ
حصہ تقریباً غائب ہوتا ہے۔ یہ باتیں اور یہ باریک مابہ الامتیاز فرق دیکھنے اور
تجربے سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو لوگ جنگل میں پھرتے نشانوں کو دیکھتے اور ان پر
غور کرتے ہیں وہ آسانی کے ساتھ بتا سکتے ہیں کہ یہ نشان چھوٹے شیر کا ہے۔ یہ پٹھے کا
یہ نر کا یہ مادہ کا۔ ہر شیر کے قد و قامت کا اندازہ بھی اسی ماگھ سے ہو جاتا ہے۔

انگلیوں اور انگوٹھے کے نشان سب گول اور گہرے ہوتے ہیں ماگھ پر
جو جنگل کا خس و خاشاک ہوا سے اڑ کر جمع ہو جاتا ہے اس کی مقدار سے یہ معلوم
ہو جاتا ہے کہ شیر یہاں سے کب گزرا ہے آج یا کل یا اس سے قبل۔ کیچڑ میں بعض
بڑے اور وزنی شیر کے پنجے کا نشان اتنا بڑا اور واضح ہوتا ہے کہ گاؤں والے
اس کا ذکر اس طرح کرتے ہیں۔ ماگھ میں چار بڑے بڑے لیموں سما جاتے ہیں
عمر بیان کرنے کا عام طریقہ گاؤں والوں کا یہ ہے کہ اس کے بیضے (انکی زبان میں)

اونٹ جیسے ہیں ۔ جنگل کے شکاری ماگھ سے بہت سی باتیں معلوم کر لیتے ہیں اور رُخ دیکھکر اپنے دیکھے ہوئے جنگل میں یہ بتا دیتے ہیں کہ یہ شیر کونسے خاص حصّہ کو گیا ہے ۔ یا کہاں ملیگا ۔ کانٹوں اور جھاڑیوں کی تکلیف سے بچنے کے لئے شیر ہمیشہ پک ڈنڈی اور گاڑی کے راستہ کو جہاں کہیں یہ میسّر آسکیں پسند کرتا ہے میلوں انہی نشانات پر چلتا ہے ۔ گاڑیوں کے راستے میں پس پس کر مٹی نرم ہو جاتی ہے ۔ اِس مٹی پر لیٹنے اور لوٹنے کا شیر عادی ہو جاتا ہے اور بعض اوقات کسی خاص جگہ کو اِس حرکت کے لئے مقرر کر لیتا ہے ۔ اگر دو چار مرتبہ دق کیا جائے اور گاڑی والے اپنی آمد و رفت کے لئے اِس کو راستہ چھوڑنے پر مجبور کریں تو وقت بدل دیتا ہے میں نے راستہ پر بیٹھے ہوئے دو اور گاڑی کا تعاقب کرتے ہوئے تین شیر مارے ہیں دو دن کو ایک رات کے وقت چونکہ یہ بہت قریب تھے اس لئے کوئی بچہ ایک کے اُٹھا بھی نہیں گرا اور مر گیا ۔ ایک اخبار نے یہ خبر شائع کی تھی کہ میں نے گاڑی پر شیر کا تعاقب کر کے مارا ۔ جس شکاری نے پڑھا ہوگا وہ ہنسا ہوگا ۔ واقعہ یہ تھا کہ شیر نے میرا تعاقب کیا تھا اور میں نے گاڑی روک کر اُس کو مارا ۔ جب شیر زخمی ہو کر نکلجاتا ہے اور زخم خفیف ہوتا ہے تو اُس کے تعاقب میں اوّل خون جو تھوڑی دیر اور تھوڑی دور جا کر بند ہو جاتا ہے ۔ دوسرے ماگھ جو گھانس جھاڑی اور پتھریلی زمین میں غائب ہو جاتا ہے ۔ تیسرے بالوں سے جو درختوں اور جھاڑیوں میں کھنچ کر رہ جاتے ہیں اُس کا سُراغ تلاش کیا جاتا ہے ۔ میں نے جنگلی شکاریوں کو دیکھا ہے کہ اِس معاملہ میں وہ کمال کرتے ہیں ۔ ہم شہر والوں کی جہاں نظر کام ہی نہیں کرتی وہاں یہ شیر کے پنجہ سے پتہ پلٹا ہوا پہچان لیتے ہیں ۔

ف ۔ شیر کے متعلق جنگل والوں میں بہت سے توہمات موجود و رائج ہیں میں کہیں اس کا پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں ماگھ کے متعلق یہ روایت مشہور ہے کہ

بعض گونڈ ماگھہ پر کسی درخت کے پتہ کا عرق نچوڑ دیتے ہیں۔ اس عمل کے بعد وہ جانور جس کے ماگھہ پر عرق ٹپکایا گیا ہو ایک انچ بھی اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتا۔ میں نے سالہا سال تک کوشش کی کہ اس عمل کا جاننے والا کوئی گونڈ ملے۔ مگر ایک نے بھی یہ تماشا نہ دکھایا۔ اسی طرح شیر کے منھ باندھنے یا بند کرنے کا بہت مشہور اعتقاد گاؤں والوں اور بالخصوص گونڈوں میں مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کے عامل ایک وقت مقررہ کے لئے اپنے عمل سے شیر کا منھ باندھ دیتے ہیں شیر پھر کسی جانور کو نہیں مار سکتا اس کی زندگی اور گذر بسر کے لئے ہفتہ میں ایک روز یا دو روز اس کا منھ بذریعہ عمل کھول دیا جاتا ہے۔ اس دن وہ شکار کر کے اپنا پیٹ بھر لیتا ہے۔ تحقیقات سے یہ عمل بھی لغو پایا گیا۔ مگر اس کے یقین کرنے والے ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔

تیسرا اعتقاد یہ ہے کہ بعض گونڈ شیر کو جہاں چاہیں بلا سکتے ہیں۔ میں نے بہت بہت انعام کا وعدہ کیا مجھ کو اس کا کوئی عامل نہ ملا۔ لیکن ایک ایسے شخص نے اپنا چشم دید واقعہ بیان کیا کہ میں اس کو باور کرنے پر مجبور ہوں۔ گو دل کسی طرح قبول نہیں کرتا۔ رائفل اینڈ رونس ان انڈیا میں چھاپ دی گونڈ کا واقعہ یا قصہ اسی توہم کی تائید کرتا ہے۔ پھر بھی یقین نہیں آتا۔ نیل کے ماگھہ پر ایک بنجارا کیل ٹھوک رہا تھا۔ کسی چپراسی نے اس کو دیکھ لیا اور پکڑ کر میرے پاس لایا کہ یہ جانور کو ٹھیرانے کا عمل کر رہا تھا میں نے انعام دینے کا وعدہ کیا۔ اخیر میں دھمکایا بھی مگر اس نے اقرار نہ کیا۔ دق ہو کر میں نے اس کو چھوڑ دیا رات کو میرے چپراسیوں اور منشیوں نے اس بنجارے کو خوب شراب پلوائی اور صبح ہونے سے قبل اس کو ساتھ لے کر شکار کو گئے۔ معلوم نہیں کیا ہوا مگر نہایت حیرت یہ ہے کہ صبح کو اس پارٹی نے ایک نیل شکار کیا میں اس کو محض اتفاق سمجھتا ہوں۔

شیر کی جسامت کی وجہ سے جو بمقابلہ بور بچہ یا تیندوے کے بہت زیادہ ہوتی ہے کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ بور بچے کے ماگھہ پر شیر کا شبہ ہو۔ معمولی تجربہ کار شکاری جس نے دو چار مرتبہ شیر اور بور بچے کے پنجوں کے نشان دیکھے ہوں دونوں میں بہ آسانی تمیز کر سکتا ہے۔ علاوہ بڑے ہونیکے شیر کے ماگھہ میں یہ خصوصیت ہے کہ اوس کا سامنے کا حصہ مدور تو نہیں خمدار یا ایک بڑے دائرے کا معلوم ہوتا ہے۔ بخلاف بور بچے کے ماگھہ کے کہ اوس میں بیچ کی دو انگلیاں سامنے کو نکلی ہوی ہوتی ہیں مجھکو صرف ایک مرتبہ بور بچے کے ماگھہ پر شیر کا شبہ ہوا وہ اس طرح کہ رات کو دس بجے میں نے اپنے خیمے میں سے دو جانوروں کے چیخنے اور زور زور سے دہاڑنیکی آواز سنی اور کئی شخص میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ سب نے یہ رائے ظاہر کی کہ شیر اور سور کی جنگ ہو رہی ہے۔ یہ مقام کیمپ سے قریب ہی معلوم ہوتا تھا مگر صبح کو نصف میل ثابت ہوا۔ دس بجے کے قریب ہم وہاں پہنچے یہ پہاڑ کے نیچے ایک چھوٹا تالاب تھا اور پانی کے کنارے اس جنگ کا اکھاڑا تھا معلوم ہوتا ہے کہ مبارزین میں سے کوئی ہلاک نہیں ہوا کیونکہ کسی کی لاش وہاں موجود نہ تھی۔ البتہ پانچ چار جگہ خون کے بڑے بڑے نشان نظر آئے تیس گز کے دائرے کے اندر دونوں کے پیروں کے نشان تھے اور ماگھہ اتنے بڑے اور چوڑے تھے کہ مجھکو شیر کا یقین ہوا۔ گردن کے دو بجے کے قریب ایک بکری چرانے والے نے اطلاع دی کہ پہاڑ کے نیچے ایک جھاڑی میں بور بچہ لیٹا ہوا ہے میں سوار ہو کر گیا۔ اور غالباً گھوڑے کی ٹاپ کی آواز سے بور بچہ چلد یا جھاڑی کے پاس جا کر دیکھا تو جھاڑی میں پتوں پر کئی جگہ خون لگا ہوا نظر آیا۔ اس لئے یقین ہو گیا کہ رات کی جنگ کا زخمی بور بچہ یہاں آکر پڑ گیا تھا۔ یہ کتنا بڑا

بور بچہ تھا معلوم نہ ہو سکا۔ ماگہہ زیادہ چوڑا ہونے کی گاؤں والوں نے وجہ یہ بتائی کہ غصہ میں بور بچے اور شیر کا پنجہ بہت پھیل جاتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ صرف تھپڑ مارنے کے وقت پنجہ کھلتا اور ناخون باہر نکل آتے ہیں۔ زمین پر جب پنجہ ٹکتا ہے تو اپنی اصلی حالت پر آجاتا ہے۔ اگر گاؤں والوں کا بیان صحیح تسلیم کر لیا جائے تو ماگہہ میں ناخونوں کے نشانات شامل ہونے چاہیں۔ تالاب کی مٹی پر ان کا معلوم ہونا ناممکن تھا۔

ف۔ شیر کے ناخون جڑمیں چوڑے سامنے کی طرف اندر کو مُڑے ہوئے اور خوب تیز نوکدار اور سخت ہوتے ہیں۔ یہ ہر شخص نے دیکھے ہونگے۔ جہلا کا اعتقاد یہ ہے کہ بچوں کو گلے میں پہنانے سے اون پر آسیب کا اثر نہیں ہوتا اور بچہ دلیر ہوتا ہے۔

جو بچے تعویذ اور ناخون پہنا کر پلے ہوں میرے خیال میں وہ بزدل ہوتے ہوں گے۔

بور بچہ یا تیندوا یا گلدار یا گلباگھہ

میں نے ۱۸۹۰ء میں اس بحث کے متعلق کہ تیندوے اور بور بچے
Panther و Leopard میں کیا فرق ہے ٹائمس آف انڈیا
یا کسی اور انگریزی اخبار میں ایک طول طویل مضمون پڑہا تھا۔ یہ تو یاد نہیں کہ
مضمون نگار نے کیا رائے دی تھی مگر یہ یاد ہے کہ اوس کے بعد میں نے جب کبھی
کسی شکاری سے ملاقات ہوی اس کے متعلق ضرور دریافت کیا کہ لیوپرڈ اور
پنتھر میں کیا فرق ہے۔ نیز انگریزی اخباروں میں جب کبھی کوئی مضمون نظر آ گیا
تو اوس کو غور کے ساتھہ پڑہا۔ ۱۸۹۶ء میں پھر شکاری مضمون نگاروں میں اس
بحث کا سلسلہ شروع ہوا اور متعدد مضامین مختلف اخباروں میں شائع ہوئے۔
اوس زمانہ میں میں جرنل نواب سر افسر الملک بہادر مرحوم و مغفور کی خدمت
بہ حیثیت آرڈرلی افسر حاضر رہتا تھا اور جرنل صاحب مرحوم کی انگریزی اور
پرائویٹ خط و کتابت کا کام نیز اخباروں کے مضامین کا انتخاب اور اون کو
پڑھ کر سنانا بھی میرے ہی ذمہ تھا۔ ابتدائے ۱۸۹۶ء میں اسی مضمون پر پھر
اخباروں میں بحث شروع ہوی۔ اور جرنل صاحب مرحوم نے ایک ضخیم ڈھیر
پرانے اخباروں میں سے کاٹے ہوے مضامین کا مجھکو عنایت فرما کر پڑہنے کا حکم
دیا۔ ان کے پڑہنے میں دس بارہ دن صرف ہوئے اور اخیر نتیجہ جس پر اس
دماغ سوزی کے بعد میں پہنچ سکا یہ تھا کہ پنتھر اور لیوپارڈ میں

بجز مقامی آب و ہوا اور گرد و پیش اور کوئی مابہ الامتیاز اور بین فرق نہیں ہے۔
آخری مضمون میں جو اوس وقت شائع ہو رہے تھے مضمون نگار شکاری نے بھی یہی فیصلہ کیا تھا اور یہ غلبہ آرا یہ طے ہو چکا تھا کہ دونوں میں بجز لفظی اختلاف کے کوئی حقیقی فرق نہیں ہے۔

ف۔ باوجود اس تفحص و تحقیقات کے ہر چوتھے پانچویں سال کوئی مشتاق سخن اور متمنی شہرت مبتدی اس مسئلہ کو تازہ کر دیتے ہیں۔ الحمدللہ کہ اب یہ بحث چند قدیم تحقیقاتوں اور علم الحیوانات کے مضامین کا حوالہ دیکر جلد ختم ہو جاتی ہے۔ اور دریافت کرنے والے صاحب کو جواب ملجاتا ہے کہ دونوں ایک ہیں علم الحیوانات Zoology اس وقت بہت وسیع اور مستقل ذریعہ معلومات ہے اور اوس کی ہر تحقیقات صحیح اور سائنٹفک اصولوں پر مبنی ہے۔ جب ماہرین فن نے قطعی فیصلہ کر دیا تو اس کتاب میں تفصیلی استدلال و مباحث کا ذکر بھی غیر ضروری ہے۔

ف۔ مختلف حصص ہند میں اس کے مختلف نام ہیں۔ اون میں سے چند ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔
نینی تال اور گرد و پیش کے پہاڑوں کے باشندے اس کو بگھیرا کہتے ہیں چیتا۔ سون چیتا باگھ۔ ادنارا اور تیندوا۔ ہندی نام ہیں۔ فارسی پلنگ۔ بلوچی ڈیہو۔ سوہ کشمیری۔ تیندوا اور سری گمس بندیل کھنڈ۔ گور بچہ یا بور بچہ دکنی۔ کروا۔ اسنیا۔ سنگمل۔ اور بی بیا باگھ مرہٹی۔ تیندوا۔ اور چیبلا۔ دکن کے بوری اقوام۔ ہونیگا۔ اور کرکل۔ کنڑی۔

برکل اور گردک گونڈ
تیون کوا .... کول

جرکوس .... راج محل،
سنورا .... کورکس
چروتہائی .... ٹامل
چیتا بلی .... تلنگی
یالی .... فلیباری
تشیا .... سنگھالی
بھیرا
تیہرے .... شملہ کے پہاڑی اقوام
گرل بے
گورہے
کا جنگلا .... منی پور

وغیرہ وغیرہ

مختلف ممالک اور متعدد اقوام میں بور بچے کے ناموں کی فہرست طوالت بیجا ہے۔

مسٹر لیڈیکر کی فہرست میں سے میں نے چند نام نقل کر دئے ہیں۔ اردو داں شایقین کے لئے تیندوا اور دکن کے شکاریوں کے واسطے بور بچہ کہنا کافی ہے۔ خانگی بلی سے کسی قدر بڑا اور شیر سے کسی قدر چھوٹا یہ اس کے قدوقامت کا اندازہ ہے۔ سینکڑوں شکاریوں نے اپنے اپنے مارے ہوئے بور بچوں کے ناپ اپنی تصانیف میں درج کئے ہیں۔ اونکا بیان کرنا مضمون کو طوالت دینا ہے۔ ۱۸۹۶ء کی ابتدا سے دم تحریر تک (آخر ۱۹۳۱ء تک) مجھکو متواتر مسلسل بور بچہ سے واسطہ رہا ہے۔ آصف نگر کے شمال میں ٹنی پہاڑ سے شروع کرکے درنگل۔ کریمنگر

عادل آباد۔ عثمان آباد۔ بیڑ تعلقہ ہنگولی لسبتہ۔ ٹانڈور ان تمام مقامات پر میں بور بچے بہ کثرت دیکھے ہیں اور کہیں کہیں شکار بھی کئے ہیں۔ مگر میں اس چھتیس سال کے تجربہ کے بعد بھی بور بچہ کے قد و قامت کا کوئی معیار مقرر نہ کر سکا۔ میں نے آصف نگر کے پہاڑوں میں حضرت باد پا رحمت اللہ علیہ کی درگاہ سے منسوب سب سے بڑا بور بچہ مارا ہے یہ ۷ فٹ ۵ انچہ لمبا تھا۔ بعض چھوٹی شیرنی بھی اس کے برابر ہوتی ہے۔ دیکھنے سے بھی یہ شیر سے کم زبردست نہ معلوم ہوتا تھا۔ تصانیف میں اس سے بڑے بور بچوں کا ذکر ہے۔ مگر شاید ہی کوئی ۵ یا چار انچہ اس سے بڑا ہو۔ حضرت بادپا کی درگاہ سے منسوب بور بچے کے بڑے ہونے کی وجہ یہ بھی تھی کہ مدت سے اعتقاد کی بنا پر کوئی اس کو ہلاک کرنے کا ارادہ نہ کرتا تھا۔ تقریباً پندرہ سال سے یہ ان پہاڑوں پر مسکن گزین تھا اور ہر دوسرے تیسرے دن رسالے کی بکریوں میں سے ایک آدھ لے اڑتا اور آرام سے بیٹھا کھاتا تھا نہ اس کو کسی دشمن کا خوف تھا نہ کھانے کی کمی۔ خوب موٹا اور اعضاء کا پورا نشو و نما ہونا اس کا لازمی نتیجہ ہے۔

جب میں نے اس کا تعاقب شروع کیا رسالے کے متعدد رسائیدار اور جمعدار وغیرہ بہت اصرار کے ساتھ مانع ہوئے۔ ادن کو اس امر کا یقین تھا کہ یہ حضرت باد پا قدس سرہٗ کا پالا ہوا یا ادن کے ظل عاطفت میں پلا ہوا جانور ہے۔ ادن کے مزار پر دم سے جھاڑو دیتا ہے۔ اول تو کوئی اس کو مار نہیں سکتا۔ پھر اگر کسی نے اس کو مارا تو وہ نقصان اوٹھائیگا۔ انہی اعتقادات کی وجہ سے بور بچہ سالہا سال تک محفوظ رہا اور اکثر شکاریوں کے تجربہ اور خیال کے موافق بھاری پڑتا گیا۔ طول کے متعلق بڑھنے کا گمان نہیں ہو سکتا۔ غالباً یہ بڑے اور زبردست ماں باپ کا بچہ ہو اس کے شکار کئے جانیکا واقعہ خالی از لطف نہ ہوگا۔

ف۔ میری گائے کی بڑہیا تین سال عمر کی تقریباً اچھی خاصی گائے تھی۔ اوسکو اس نے پتھروں میں گھیر کر مارا۔ گھیرنے میں مادہ شریک تھی چرانے والا پندرہ برس کا لڑکا تھا اور اوس کے ساتھہ اس کے ہم عمر سالے کے دو اور لڑکے تھے۔ مادہ اس بڑہیا کو گھیر رہی تھی یہ انہوں نے اپنی آنکھہ سے دیکھا اور ڈر کر پہاڑی کے اوپر کی طرف بھاگ گئے وہاں سے ان کو بڑہیا کا پتھروں میں بھاگ کر آنا اور بوربچے کا اوس کو گرانا سب اچھی طرح نظر آیا۔ جب بوربچوں کے جوڑے نے ملکر گائے کو کھانا شروع کیا تو یہ اوپر ہی اوپر پہاڑ کے راستہ سے دوڑ کر میرے پاس اطلاع دینے آئے۔ میں اوسی وقت رائفل لے کر روانہ ہوا۔ ایک بڑے پتھر پر چڑہنے کی کوشش میں جوان سے چالیس گز کے قریب تھا غالباً بوٹ کیوجہ سے کچھہ آواز ہوی اور جب میں نے جہانک کر دیکھا ہے تو یہ دونوں دو پتھروں کے بیچ میں بیٹھے نظر آئے۔ غالباً یہ میری طرف دیکھہ رہے تھے کیونکہ فوراً پتھروں کے شگاف میں اندر کی طرف بڑھ کر نظر سے غایب ہو گئے۔ دن کے گیارہ بجے تھے۔ میں ایک اور پتھر کی چٹان پر پہرے پتوں کی ٹٹی لگانے کی ہدایت دیکر چلا آیا اور ایک جوان کو بنگلے پیر وہاں بٹھا آیا کہ بوربچوں کے نکلتے ہی مجھکو اطلاع کرے۔ میرا بنگلہ اس مقام سے دوسو گز کے قریب تھا۔ پانچ بجے مجھکو اس جوان نے اطلاع دی کہ دونوں بوربچے اپنی گوی کے منھ پر بیٹھے ہوئے گائے کو گھور رہے ہیں۔ گائے ان پتھروں کے شگاف یا انکی گوی سے پینتیس گز پر پڑی تھی۔ اوس کا سینہ چاک کر کے یہ دل پھیپھڑے گردے وغیرہ اور ایک ران کھا چکے تھے۔ اطلاع ہوتے ہی میں پہنچا اور اب کی مرتبہ برہنہ پا پتھر پر چڑھ کر ٹٹی کی آڑ سے دیکھا تو مادہ باہر اور نر منھ کے قریب اس طرح بیٹھا تھا کہ صرف اوس کا ایک ہاتھہ نظر آتا تھا پہلے تو خیال آیا کہ مادہ کو ماردوں مگر میں ان کے شوہر پر جو ہر سے بہت جلا ہوا تھا۔

ان کے تعاقب میں مجھکو ایک مرتبہ بخار آگیا تھا اور رسالے والوں نے اپنے دعوے کی تائید میں یہ کہا تھا۔ اوس کے پیچھے پڑنے سے اجیٹن صاحب کو بخار آگیا یہی بخارات میرے دل میں بھرے ہوئے تھے اور یہی خیالات مادہ پر فایر نہ کرنے کے اسباب ہوے۔ میں شام تک نر کے نکلنے کا انتظار کرتا رہا۔ مگر وہ کسی طرح اپنچہ بھر بھی نہ بڑھا نہ سامنے آیا۔ جب تاریکی زیادہ ہوگئی تو ناچار یہ سوچکر کہ کم از کم اس کا پیر توڑدوں نہایت باریکی اور کمال غور کے ساتھہ نشانہ لیکر فایر کر دیا۔ بوربچہ نے بڑے زور سے آواز دی اور اندر کیطرف بڑھ گیا۔ مادہ کود کر اوس پتھر کے پشت کی طرف بھاگ گئی۔ مجھکو نظر نہ آئی۔ ورنہ دوسرے نال کی گولی اون کے نذر ہوتی فایر کی آواز سن کر رسالے کے متعدد جوان اور رکروٹ جو ادہر اودہر چھپے ہوے تماشہ دیکھہ رہے تھے میرے پاس آگئے اور پوچھا کہ کیا ہم گوی کے پاس جائیں میں نے منع کر دیا اور کہا کہ قندیلیں اور اگر مل سکیں تو مشعلیں لاؤ۔ کلب میں کٹس لائٹ کی دو قندیلیں ہیں وہ بھی اوٹھا لاؤ۔ ہر شخص برچھا اور چند باڑہ دار تلواریں لائے۔ اب اچھا اندھیرا ہو گیا تھا مگر ہم سب وہیں کھڑے رہے۔ گوی ہم سے تیس گز پر ہوگی۔ بیس منٹ میں یہ سب سامان اور اوس کے ساتھہ تقریباً سو ڈیڑہ سو جوان۔ سائیس لڑکے جمع ہو گئے۔ باڑھ کی تلواریں صرف چار ملیں۔ رسالے کی تلواروں پر دھار نہیں دی جاتی الا میدان جنگ کو روانہ ہونیسے قبل۔ دو چار بندوقچی بھی اپنی پرایویٹ بندوقیں لے کر آگئے۔ غرض حضرت کے بوربچے کے خلاف اچھی خاصی لشکر کشی ہوگئی لیکن بڑے جمعداراور رسائیداروں میں سے کوئی نہ آیا۔ کیوں بلا میں مبتلا ہوں میں نے گوی کے سامنے نصف دائرے کی شکل میں برچھے والوں کا حلقہ ایک دوسرے سے بالکل متصل کھڑا کرکے بنایا۔ بیچ میں میں اور بندوق سے مسلح جوان کھڑے ہوے۔ کٹس لائٹ کی

قندیلیں تھیروں پر اس طرح رکھدی گئیں کہ گوی کا دہانہ دن کی طرح روشن ہوگیا۔ پھر چار آدمیوں کو تلواریں اور مشعل دے کر گوی کی طرف بڑھایا کہ وہاں گھانس کے ٹوکرے رکھکر اوس میں آگ لگادیں۔ گھانس پر تیل چھیڑ کوادیا تھا اور ٹوکرے اس طرح رکھوائے تھے کہ منھ کھلا رہے مگر سب دھواں اندر جائے۔ یہ سامان مکمل ہونے میں رات کے نو بج گئے اور اب حملہ شروع ہوا۔ آگ لگانے والوں نے بڑی ہمت کے ساتھ قدم بڑھایا اور گھانس کو جو تیل سے تر تھی مشعل سے آگ دکھا کر پیچھے ہٹ آئے اور برچھیوں کی صف کے پیچھے آگئے غالباً آگ مشتعل ہونے کے ایک منٹ بعد بور بچہ نے ٹوکروں کے بیچ میں سے سر نکالکر دیکھا کہ باہر کیا ہورہا ہے۔ نیم دائرے کے وسط والوں نے اوس کو دیکھ لیا اور غل مچایا کہ صاحب بور بچہ آیا۔ اس غل سے بور بچہ نے سر اندر کھینچ لیا۔ یہ غل کرنے والے بہت ڈانٹے ڈپٹے گئے اور یہ ہدایت کی گئی کہ تم صرف ہمت سے لئے ہوئے کھڑے رہو۔ آنا نہ آنا میں دیکھ لونگا اس کے بعد پھر سب نے تابانہ اور مشتاقانہ انتظار شروع ہوا غالباً دھویں اور تیل کی بو بہت ناگوار تھی۔ اور گوی بھی زیادہ گہری نہ تھی۔ دو منٹ کے بعد بور بچہ نے پھر سر نکالا اور گردن تک باہر آگیا۔ روشنی خوب تھی۔ مگر دھویں کی وجہ سے گوی کا دہانہ دھندلا ہوگیا تھا پھر بھی دونوں سائٹیں نظر آتی تھیں۔ میں نے گردن اور شانہ کے جوڑ کے قریب نشانہ لیکر فایر کردیا فایر کا ہونا تھا کہ برچھیوں کی لائن برہم ہوگئی۔ بھاگا تو کوئی نہیں مگر وہ گریک فلینکس" نہ قایم رہی۔ بور بچے نے غالباً باہر آنے کی کوشش کی کیونکہ اوس کا سر تو وہیں زمین پر ٹک گیا۔ مگر جسم باہر آگیا اور ٹوکرے کی گھانس کے قریب گرا۔ خواجہ محمد خان ایک رکروٹ نے مشعل بائیں ہاتھ میں لے کر واہنے ہاتھ سے لپک کر بور بچے کی دم پکڑلی۔ یہ حرکت خواجہ محمد خان نے

اس طرح یکایک کی کہ میں پریشان ہو کر چلایا کہ ہٹ اوس میں جان باقی ہے۔ مگر بوربچے کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ خواجہ خاں نے ہنسکر کہا کہ اب کرتا کیا ہے۔ سر اوٹھائیگا تو پیروں سے کچل دونگا اسپر دو چار آدمی بڑھے اور دم پکڑ کر آگ کے پاس سے بوربچے کی لاش کو کھینچ لائے۔ بوربچے نے ایک مرتبہ منہہ کھولا۔ یہ سب ہٹ گئے مگر یہ اوس کا دم واپسیں تھا۔ پھر سانس نہ آیا۔

یہ تمام سین یعنی دوبارہ سر نکالنے سے اوس کے مرنے تک بیس سکنڈ میں ختم ہو گیا۔ پہلی گولی شانہ کے جوڑ سے تین انچ نیچے پڑی تھی۔ اگر چھ انچ پیچھے ہوتی تو دل پر پڑتی مگر وہ حصہ نظر کے سامنے نہ تھا۔ دوسری گولی دونوں شانوں اور گردن کے جوڑ پر گردن کو چھیدتی ہوئی سینہ کے سامنے تک پہنچ گئی تھی۔ سیس نرم تھا۔ گولی چوڑی پڑ گئی تھی اس لئے ہڈی کو نہ توڑ سکی اس سے قبل میں ایک شیر اور ایک ریچھ شکار کر چکا تھا مگر یہ میرا پہلا بوربچہ تھا۔ اسی وجہ اور ناتجربہ کاری کی بنا پر میں نے جوش میں اس قدر غلطیاں بلکہ حماقتیں کیں کہ اون کا ظاہر کرنا ضروری ہے۔

نوجوان شائقین شکار کے لئے میں اپنی تمام غلطیاں ترتیب وار بیان کرتا ہوں تاکہ بوربچے کے شکار میں ان سے احتراز کیا جائے۔

(۱) بوٹ پہنکر پتھر پر چڑھنا۔

(۲) ایک جوان کو پہرے پر بٹھا کر خود واپس آجانا۔ جوان کے اطلاع دینے اور میرے پہنچنے میں جو وقت صرف ہوا اس میں ممکن تھا کہ دونوں بوربچے گائے کو ازر کھینچ لیجاتے۔

(۳) تاریکی شروع ہو جانے کے بعد جب صرف اوس کا ہاتھ نظر آرہا تھا

ایسے خوفناک جانور پر فایر کرنا۔
(۴) بور بچے کے زخمی ہو جانے کے بعد اوس کو گوی سے نکالنے کی کوشش رات کے وقت کرنا۔
(۵) گوی کے منھ پر حلقہ بنانا۔ اگر بور بچہ نکل آتا تو بجز اس کے کہ فوراً صحیح مقام پر گولی پڑے اوس کے حملہ کرنے میں کیا امر مانع تھا۔ ضرور حملہ کرتا۔ علاوہ بریں اس قدر جلد ایسے تنگ مقام میں گولی کے ٹھیک پڑنے کا کسی کو اور کیونکر یقین ہو سکتا ہے۔
(۶) فوراً دوسرا فایر نہ کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے ج محض ناتجربہ کاری
(۷) اپنے شوق کے جوش میں ایسے ناموزوں وقت اسقدر آدمیوں کو معرض خطر میں ڈالنا بڑی بیوقوفی ہے۔
ف۔ اب پھر بور بچہ کے حالات اور عام عادات بیان کی جاتی ہیں بور بچہ کو رنگ میں ہند کی وسعت اور مختلف صوبوں کے اختلاف آب ہوا کے ساتھ خفیف تبدیلی واقع ہوتی گئی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جنگل اور پہاڑوں۔ پانی کی کمی اور زیادتی نیز غذا کی نوعیت سے بھی بور بچہ کے قد و قامت میں معتد بہ فرق پڑتا گیا ہے اس کی تفصیل کے لئے علم حیوانات سے واقفیت حاصل کرنا اور سائنس کے اصولوں کے حوالے دیکر لمبے چوڑے مضامیں لکھنا غیر ضروری طول کا باعث ہوں گے۔ اس قدر بیان کرنا کافی ہے کہ کہیں کے بور بچوں پر گل قریب قریب ہوتے ہیں بخلاف اس کے بعض مقامات پر اس کے جسم کے گل دور دور اور زیادہ کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔ کہیں جسم کا رنگ زردی مایل اور کہیں سرخی مائل ہوتا ہے۔ اسی طرح کمر کی سیاہ پٹی بعض مقامات پر گہری سیاہ ہوتی ہے۔ بعض جگہ بھوری۔ بور بچہ کی دم نسبتاً شیر سے بڑی ہوتی ہے۔

مسٹر برینڈر نے دم کا طول ۲۸ انچ سے ۳۸ انچ تک اور دم کی ہڈیاں ۲۲ سے ۲۸ تک بیان کی ہیں۔ اس کا وزن ۶۰ پاونڈ سے ۱۳۰ پاونڈ تک ہوتا ہے۔ لیکن بعض شکاریوں نے اس سے زیادہ وزن کے بوربچے شکار کئے ہیں۔ پھر بھی ان اوزان کا مقابلہ شیر کے ساتھ کیا جائے تو بوربچہ مقابلتاً شیر سے بہت کم وزن ہوتا ہے۔ جسم کی اندرونی ساخت کے لحاظ سے شیر اور بوربچے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ لکی بون۔ یا گیہ تک بوربچے کے بھی ہوتا ہے۔ مگر چھوٹا بوربچہ اور شیر کی عادات میں بہت مشہور اور بین فرق یہ ہے کہ شیر بالعموم درخت پر نہیں چڑھ سکتا۔ بخلاف اس کے بعض بوربچے درختوں پر مستقل طور سے رہتے ہیں اور شکار کو درخت پر چھپا کر رکھنے میں ہر جنگلی بوربچہ مشاق ہوتا ہے۔ چاندور کا مشہور بوربچہ جس کو میں نے دو سال کی تلاش میں ہلاک کیا اور جو اس عرصہ میں ۱۲۶ بچے کھا چکا تھا درخت پر سے کود کر بھاگتا ہوا مارا گیا اسکا دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ ایک بچے کی نصف لاش کو جو یہ موذی شب گذشتہ ماں کے پہلو سے اوٹھا لے گیا تھا اس نے گانوں کے قریب کے جنگل میں برگد کے بڑے اور گھنے درخت پر چھپا دیا تھا۔ میں نے صبح کو اس کی تلاش میں اس لاش کو نیچے سے دیکھ لیا گوشت کے رنگ کو دیکھکر جو سرخ اور کھر پر نظر آ رہا تھا۔ مجھکو گمان ہوا کہ بوربچہ اس کو ابھی کھا رہا تھا کیونکہ گوشت تازہ نچا ہوا معلوم ہوتا تھا اور ہوا کے اثر سے جو سیاہی پیدا ہو جاتی ہے وہ نہ تھی اس لئے میں نے خیال کیا کہ بوربچہ بھی درخت ہی پر ہوگا۔ اس خونخوار کے ملنے کی امید سے مجھکو اس قدر خوشی ہوئی کہ میرا دل کانپنے لگا۔ مسٹر ویکفیلڈ ڈائرکٹر جنرل۔ اور صوبہ دار صاحب کے متواتر احکام آ رہے تھے کہ جب تک میں بذات خود کوشش نہ کروں یہ بلا گانوں والوں کے سر سے دور نہ ہوگی۔

پانچ سات آدمیوں کو درخت کے گرد پندرہ پندرہ گز پر کھڑا کیا اور خود
رائفل لے کر درخت کے نیچے کھڑا ہوگیا۔ دو چار آدمیوں سے کہا کہ درخت پر
پتھر پھینکو درخت گنجان اور بڑا برگد تھا پتھر پھینکنے سے بور بچہ نہ کودا نہ نظر آیا
صرف ایک مرتبہ اوس نے غون کی آواز کی۔ اس سے اوس کے وجود کا پتہ لگ گیا
میں نے دو اور بندوق چلانیوالے گانوں کے شکاریوں کو بلاکر درخت کے گرد
کھڑا کردیا اور اجازت دیدی کہ اوپر نظر آئے تو اوپر فایر کردیں۔ نیچے کود کر
بھاگے تب بھی موقعہ کو ہاتھ سے نہ دیں۔ بقیہ آدمیوں سے کہا کہ اب پتھر پھینکو
مگر پھر بھی کامیابی نہ ہوی۔ ناچار دو گانوں والوں کو میں نے حکم دیا کہ تم اپنی
بندوقوں میں بہت سے چھرے اور بارود بھر کر درخت پر دونوں ایک ساتھ
فایر کرو۔ شاید کوئی چھرہ۔ اس کے لگ جائے اور یہ کود پڑے۔ میں نے اپنے
گھوڑے کو بھی پاس بلالیا کہ اگر یہ بھاگے تو اس کا تعاقب کرونگا۔ دونوں
شکاریوں نے دو فائر کئے مگر نہ یہ اوترا نہ کہیں جگہ بدلتا ہوا نظر آیا۔ دس
بارہ منٹ تک پتھر پھینکنے اور فایر کرنے کا عمل جاری رہا مگر یہ نظر نہ آیا۔ اس
عرصہ میں قریب کے گانوں والے جمع ہو گئے اور تقریباً دو سو ڈھائی سو آدمیوں کا
مجمع ہوگیا۔ ہر شخص اس کے مارے جانیکا دل و جان سے خواہاں اور کوشاں
تھا اور میری محنت کے کامیاب ہونے کی دعا کر رہا تھا۔ جب زیادہ دیر
ہوی تو خیال پیدا ہوا کہ بور بچہ درخت پر نہیں ہے اور وہ آواز غون کی
کسی اور جانور کی تھی یا غلط شبہ ہوا تھا۔ مجھکو یقین تھا کہ بور بچہ درخت پر ہے
میں اوس کی تلاش میں درخت کے گرد اوپر کی طرف دیکھتا ہوا چکر لگا رہا تھا
مگر پتوں کی گنجانی اور موٹی موٹی شاخوں کی وجہ سے اکثر مقامات ایسے تھے
کہ جہاں بور بچے کا چھپکر بیٹھ جانا اور نظر نہ آنا بالکل ممکن بلکہ آسان تھا۔

گانوں والوں نے درخت کو اس طرح گھیر لیا کہ بوربچے کو کہیں نکلنے کا موقعہ ہی نہ تھا اگر اس وقت وہ کود پڑتا تو یقیناً دو چار کو زخمی کرنے پر مجبور ہوتا یا کسی من چلے کی کلہاڑی سے مارا جاتا۔

ان سب گانوں والوں کو میں نے سمجھا کر دو جانب کھڑا کیا اور دو جانب میدان صاف چھوڑ دیا تاکہ وہ کود کر اوترنے میں آسانی کا موقعہ دیکھکر کود پڑے۔ ان تمام انتظامات اور کوششوں کے بعد بھی اس عیار نے نہ جنبش کی نہ نظر آیا تقریباً دو گھنٹے تک پریشان ہونے کے بعد مجھکو خیال گذرا کہ چند آدمیوں کو درخت پر چڑہانا چاہئیے۔ درخت پر اگر بوربچہ نے کسی پر حملہ بھی کیا تو کیا کریگا بچہ بڑہا ہوگا چڑہنے والا اگر سنبھل کر کھڑا ہو جائے۔ یا کسی موٹی شاخ پر گھوڑے پر سوار ہونے کی صورت سے جم کر بیٹھ جائے تو کلہاڑی سے وہ بوربچہ کو اچھی ضرب پہنچا سکتا ہے۔ یہ سوچکر میں نے چند مضبوط آدمیوں کو جو کھڑے کھڑے بہت باتیں بنا رہے تھے بلا کر یہ ترکیب سمجھائی۔ سب تو نہیں مگر پانچ چار اس پر راضی ہوگئے اور کہا کہ دو ایک بندوقچی بھی ہمارے ساتھ چڑہا دیجئے اور اجازت دیجئے کہ اگر بوربچہ نظر آجائے تو فایر کریں۔ میں نے اجازت دی اور خوب سمجھا دیا کہ دیکھو ہرگز ہرگز نیچے کیطرف فایر نہ کرنا یہاں آدمی کھڑے ہیں۔ یہ زخمی ہو جائیں گے دو بندوق والے اور چھ کلہاڑی سے مسلح جوان آدمی تیار ہوگئے۔ میں نے بوربچہ کی جست اور دوڑ کے لئے میدان چھوڑ کر دو طرف ان کو جمع کر دیا۔ میں خود درخت کے نیچے ہی کھڑا رہا۔ تاکہ ہر طرف یا اوپر سے آتے ہوئے فایر کر سکوں

ان سب تیاریوں کے بعد درخت پر ایک ایک کرکے ان لوگوں نے چڑہنا شروع کیا۔ میں متعدد شاخیں نیچے سے بتاتا رہا کہ ادہر جاؤ۔ مشکل سے [illegible] تین چار گز چڑھے ہونگے کہ غرانے کی آواز آئی۔ درخت کے بلند حصے سے نہیں

بلکہ برگد کی ایک جٹا کے اوپر سے جو غالباً پندرہ فٹ بلندی سے نکلکر زمین سے تین فٹ اوپر لٹک رہی تھی۔ اس جٹا کے اوپر کا حصہ جو درخت سے متصل تھا خوب گنجان تھا اور وہاں یہ چور خدا معلوم کب سے چھپا بیٹھا تھا۔ جگہ معلوم ہوگئی مگر اب بھی چور نظر نہ آیا۔ غرانے کی آواز سنکر تمام گانوں والوں نے بڑا غل مچایا۔ اور درخت کے بندوقچیوں نے اوسی طرف بندوقیں تان لیں کوئی بڑا نہیں۔ یہ سخت انتظار اور انتشار کا وقت تھا۔ میری سمجھ سے یہ بات بالاتر تھی کہ مجھکو فایر کا کہاں موقعہ ملے گا۔ اوس جٹا سے میں چار گز پر کھڑا ہوگیا سامنے سے سب کو ہٹادیا اور بندوق والوں سے کہا کہ جہاں سے غرانے کی آواز آئی تھی اوسی طرف اندازاً پتوں اور شاخوں پر فایر کرو فایر میں یہ خوف نہ تھا کہ چھرے زمین پر گرینگے کیونکہ یہ فایر کرنے والے اوس مقام سے نیچے تھے۔ فایر ہوتے ہی یہ اوس جٹا کے جھنڈ سے اوپر کیطرف کودا۔ چند آدمیوں کو بھی نظر آیا مگر میں نے اچھی طرح دیکھ لیا۔ میں نے بندوق اٹھائی مگر وہ غایب ہوگیا۔ اب یقین ہوگیا کہ یہ نیچے کو دیگا۔ بندوق بھرنے کے بعد یہ دونوں بندوقچی پھر جس طرف جاتا ہوا نظر آیا تھا بڑھے تاکہ اب کی بار نشانہ لے کر فایر کریں گے۔ اسی امید پر یہ اوپر کیطرف دیکھ رہے تھے اور ہم لوگ اس خیال میں تھے کہ وہ پھر جگہ بدلنے میں نظر آئے گا کہ یکایک غل کی آواز آئی اور اوس کے ساتھ ہی بورا بچہ زمین پر نظر آیا۔ کسی نے نہ اس کو اوترتے دیکھا نہ کوئی یہ معلوم کرسکا کہ وہ کہاں سے کودا مجھکو یہ زمین پر مجھسے آٹھ نو فٹ پر نظر آیا۔ میں نے اوس کو پورا کھڑا ہوا دیکھا۔ یہ بھی یاد نہیں کہ اوس کا منھ کس طرف تھا فطرتاً وہ اس کھلے ہوئے حصہ کی طرف بھاگا جہاں آدمی نہ تھے۔ صرف گھانس تھی۔ یہ پہلے ہی سوچکر اس حصہ کو میں نے خالی

چھوڑدیا تھا۔ سیدھا میرے سامنے سے جنگل کیطرف یہ جست کرکے روانہ ہوا دو جست تک
میں نشانہ نہ لے سکا۔ تیسری جست کے بعد جب یہ زمین پر اوترا ہے تو مجھ سے یہ
پینتیس گز پر ہو گا۔ تو میں نے فایر کیا گولی خالی گئی۔ ٹھیک اوس کے اگلے ہاتھ کی
داہنی جانب غالباً دو انچ کے فاصلہ سے زمین پر پڑی۔ میں نے گرد اوڑتے دیکھی
اور فوراً ذرا نشانہ بایں کو بکر دوسرا فایر کیا۔ بور بچے کی کمر پر سر سے دم تک
ایک سیاہ نالی ہوتی ہے۔ اور کولوں کے جوڑ پر جو دو ہڈیاں چوپایوں کی کمر
کے آخری حصہ میں اوٹھی ہوی نظر آتی ہیں۔ بالخصوص لاغر جانوروں کی پشت پر
اون ہڈیوں سے ۶ انچہ آگے سیاہ نالی کے بیچوں بیچ میں گولی لگی۔ چونکہ بور بچہ
تقریباً میرے لیول پر تھا گولی نیچے کی طرف نہیں گئی بلکہ ہڈی کو توڑ کر سیدہی
چلی گئی اور دونوں شانوں کے بیچ میں سخت پٹھوں اور نرم ہڈیوں میں ٹھہر گئی۔
میں اکثر نرم سیسہ کی گولی استعمال کرتا ہوں شیر وغیرہ کی ہڈیوں میں یہ سوراخ
کردیتی ہے۔ پاش پاش نہیں ہوتی۔ صرف پھیل جاتی ہے۔ اور اسی وجہ سے اکسپرس
کے شاک کو تمام بندوقوں پر تفوق حاصل ہے۔ ناظرین یہ یاد رکھیں کہ زیادہ مضبوط
دبیز اور سخت ہڈیوں پر جیسے بھینسا۔ گینڈا ہاتھی وغیرہ کے لئے یہ گولی محض بیکار ہے
نرمی کیوجہ سے دل تک پہنچ ہی نہیں سکتی۔ چونکہ نوجوانوں کی معلومات میں اضافہ
کرنا میرا مقصد ہے۔ اس لئے میں ہر امر کو بہ تفصیل اور بعض جگہ طول نویسی کے
خطرے کو برداشت کرکے قلم برداشتہ لکھہ رہا ہوں ممکن ہے کہ اس میں غیر ضروری
اعادہ کی غلطی بھی شامل ہو جائے۔

ف۔ گولی دل اور پھیپھڑوں کو بچاتی ہوی گذری مگر ریڑہ کی ہڈی پر
کافی صدمہ پہنچنے کیوجہ سے بور بچہ وہیں گر گیا۔ جیسے کوئی بیٹھ جاتا ہے۔
لیکن سر اوٹھائے ہوئے غل کر رہا تھا۔ گانوں والوں نے اس قدر شور مچایا۔

الامان والحفیظ جب تک بور بچہ ہاؤں ہاؤں کرتا رہا یہ بھی اپنی زبان میں اوس کو گالیاں دیتے رہے بعض عنایت فرما قدر دانی اور عزت افزائی کا اظہار ان لفظوں میں کرتے تھے۔ واہ رے سرکار واہ۔ تو خوب مارتا ہے۔ جب بور بچے نے گردن ڈالدی اور چپ ہوگیا۔ تو دوسری رسم شروع ہوی۔ گانوں کے رہنے والے تقریباً سب جاہل مطلق ہیں اور جب کوئی ایسا شخص جس کو وہ اپنے سے زیادہ رتبے کا خیال کرتے ہیں سامنے آجاے تو اوس کی عزت اور اپنی عقیدتمندی کا اظہار پاؤں پڑنے کے عمل سے ہوتا ہے۔ اور یہ تقریباً سجدہ کرنے کے مسادی ہے میں اس وحشیانہ حرکت سے بہت گھبراتا ہوں اور ہمیشہ میری یہ تاکید رہی کہ کوئی میرے پانو نہ پڑے۔ اس موقعہ پر دیہاتیوں کی مسرت کا دلولہ اس قدر جوش پر تھا کہ سب تاکید داکید رہ گئی۔ جس قدر حلقہ میں آسکتے تھے یہ غریب جمع ہوتے پیر چومکر دوسروں کے لئے جگہ خالی کردیتے۔ اس سے فارغ ہوکر میں نے کہا کہ بور بچہ پر پتھر پھینکو۔ دس بیس پتھروں میں دو چار اوس پر پڑے مگر وہ عین حالت نزع میں تھا۔ ل کھایا۔ پیر اوپر ہوگئے مرتے وقت کی مخصوص آواز کی اور ٹھنڈا ہوگیا۔ مجھکو بھی اس کے ہلاک کرنے سے بڑی مسرت ہوی۔ بالخصوص اس لئے کہ یہ ۲۶ بچے کھا چکا تھا متعدد گردوپیش کے کاشت کار جلاوطن ہونے پر آمادہ تھے۔ دوسرے یہ کہ میرے افسروں نے دو ایک مرتبہ طنزاً لکہا کہ آپ بے ضرر جانوروں کے شکار سے اس موذی ظالم کے ظلم کیطرف کیوں توجہ نہیں فرماتے۔

ف۔ جب بور بچہ آدم خوار ہوجاتا ہے تو وہ شیر کے مقابلہ میں بہت زیادہ جانیں تلف کرتا ہے۔ شیر کتنا ہی پرانا مشاق ہو۔ مگر گھروں میں گھسکر یا سرشام گاؤں میں داخل ہوکر انسان کو نہیں لیجاتا۔ مگر بور بچہ اکثر گھروں کے دروازے

جوٹی کے ہوتے ہیں اور چھپروں کی چھتیں پھاڑ کر بچوں کو اوٹھا لیجاتا ہے۔ اس مذکورہ بالا بور بچے نے بھی کئی مرتبہ یہ عمل کیا تھا۔ اس کا طول چھ فٹ ۹ انچہ تھا۔ رنگ اچھا زرد اور سیاہی مائل کمر کی لکیر بھی اچھی سیاہ تھی۔ متوسط قد و قامت کا اور خوب موٹا تھا۔ عمر بھی دس بارہ سال سے زائد نہ تھی۔ تیاری کیوجہ میرا قیاس ہے یہ ہوگی کہ علاوہ انسان کے یہ بکریاں وغیرہ بھی کھاتا ہوگا۔

ف۔ جب دو مہینے تک اوس گرد و پیش میں کوئی واردات نہ ہوی۔ تو میں نے ما، جو اوس کے مارنے کا انعام مقرر تھا اپنے شکاریوں کو دلوا دئیے۔ ان میں درخت پر چڑھنے والے معہ بندوقچیوں کے شامل تھے۔

ف۔ شیر اور بور بچہ میں درخت پر نہ چڑھ سکنے اور چڑھنے کا فرق مسلم ہے مگر میں اس رائے سے اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر متفق نہیں ہوں۔

میں نے کئی مرتبہ کم از کم پانچ چھ بار شیر کے بچے پالے ہیں غالباً میں اس کا ذکر پہلے بھی کر چکا ہوں۔ ایک بار ایک مردم کش اور راستہ روک دینے والی شیرنی کو جس کے ساتھہ چھ بچے تھے ہلاک کر کے میں نے اوس کے پانچ بچے گرفتار کئے۔ پکڑنے والوں کا بیان ہے کہ ایک بچہ جنگل میں چھپ گیا ہاتھہ نہیں آیا مجھکو پانچ بچے ملے اون میں سے ایک پہلی ہی رات کو مر گیا۔ میں نے چار کو محنت اور محبت سے پالا یہ کئی ماہ غالباً سات آٹھہ مہینے میرے ساتھہ رہے۔ میں دورہ پر تھا۔ یہ چاروں ایک پنجرے میں رات کے وقت سفر کرتے تھے۔ عام طور پر گرمیوں کے موسم میں کیمپ درختوں کے سایہ میں لگایا جاتا ہے دو ایک درخت کیمپ کے قریب ضرور ہوتے تھے۔ یہ چاروں بچے پنجرے کھلتے ہی درخت پر چڑھ جاتے تھے دوپہر کی گرم ہوا سے بچانے کے لئے یہ صرف

دودھ کا برتن دکھا کر اوتارے جاتے اور میرے خیمہ یا سمر ہاوس میں ٹھنڈی ریت پر بٹھا دئے جاتے تھے۔ اگر ان کو موقعہ مل گیا تو پھر چپکے سے نکل کر درخت پر چڑھ جاتے۔ اور شام تک وہیں شاخوں پر کھیلتے رہتے۔

اس تجربہ اور مشاہدے کے بعد میری رائے کا اس عام خیال کے خلاف ہونا فطرتی امر ہے۔ شیر درخت پر اس لئے نہیں چڑھتا کہ بالعموم اوس کے وزن کو سنبھالنے کے لئے درختوں کی شاخیں نہیں مل سکتیں۔ اگر تنہ پر وہ محنت کر کے چڑھ بھی جائیں تو آگے بڑھنا مشکل ہے۔ اپنے جسم کے طول کی وجہ سے اون کو آزادی کے ساتھ چلنے پھرنے کا لطف نہیں حاصل ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ شیر اس فضول حرکت کا مرتکب نہیں ہوتا۔ اسی بنا پر عام خیال یہ پیدا ہو گیا کہ شیر درخت پر چڑھتا ہی نہیں۔ اس کے علاوہ مسٹر برینڈر نے مسٹر سلیوس کا سماعی مقولہ بیان کیا ہے کہ کتوں کے ڈر سے مسٹر سلیوس کے کسی دوست نے شیر کو درخت پر کھڑا دیکھا ہے۔ مسٹر برینڈر نے خود درخت پر شیر کے پنجوں کے نشان دیکھے ہیں۔

ف۔ دوسرا بین فرق شیر اور بوربچہ میں شکار کردہ جانور کے کھانے کے طریقہ میں ہے۔ شیر اپنے شکار کردہ چوپایہ کی اگر دم بڑی ہو تو اوس کو کھانے سے پہلے کتر دیتا ہے۔ بوربچہ نہیں کترتا۔ شیر مردہ جانور کے پچھلے حصے یعنی دم کے نیچے اور دونوں رانوں کے بیچ سے کھانا شروع کرتا ہے۔ بخلاف اس کے بوربچہ سینے کے پاس سے چیر کر کھانا شروع کرتا ہے۔ برینڈر نے ایک بہت بڑے بوربچہ کو اس معاملہ میں شیر کی نقل و تتبع کرتے دیکھا ہے۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ یہ بوربچہ شیرنی کا بچہ ہوگا۔ چھوٹی شیرنی کبھی کبھی بحالت شباب و جوانی جب برابر کا دولہا نہیں ملتا تو نیچے خاندان میں شادی کرنے پر راضی ہو جاتی ہے۔ اس کی نسبت میں

آگے چلکر بہ تفصیل لکھوں گا۔

چند دیگر مصنفین کی رائے ہے کہ جو بوربچے صرف بڑے جنگلوں میں رہتے اور بڑے قد و قامت کے ہوتے ہیں وہ بالعموم شیر کی عادات کا تتبع کرنیکے عادی ہو جاتے ہیں۔

جو بوربچے آبادی کے قریب رہتے ہیں اور جو ہمیشہ انسان کو دیکھنے کے عادی ہوتے ہیں اور قد و قامت میں بھی بہت چھوٹے ہوتے ہیں وہ سب میں زیادہ ہوشیار بے حد چالاک نڈر اور سخت مضرت رساں ہو جاتے ہیں رات کو گاؤں میں پھرنا۔ گھروں میں داخل ہونا۔ احاطہ کی دیواریں کودنا بطوں اور مرغیوں کے گھروں کو ٹٹولنا اور کتوں کو اوٹھا لیجانا انہی کے کرتوت ہیں۔ ان سے بڑے یعنی متوسط قد و قامت کے بوربچے وہ ہیں جو کھلے جنگلوں میں رہتے اور بالعموم بکریوں یا شکارگاہوں کے محفوظ ہرنوں اور چھوٹی موٹی گائے بھینس کی پاڑھیوں پر بسر کرتے ہیں۔

یہ بھی مضرت رسانی میں چھوٹے بوربچوں سے کم نہیں ہوتے مگر گھروں اور گانوں کی گلیوں میں نہیں پھرتے۔

میرے ایک پڑوسی دوست کے بنگلہ کا احاطہ آٹھ فٹ بلند تھا اون کے ۱۲ قازوں کو ایک مہینے میں بوربچہ کھا گیا اور اوسی زمانہ کے قریب میں میرے دو کتے اور دو بکریاں غایب ہو گئیں۔ پنجوں کے نشان سے پتہ لگا کہ بوربچہ ان جرایم کا مجرم ہے۔ میں نے کئی چاندنی راتوں میں پتھر پر بیٹھکر اس کو مارا۔ یہ صرف چار فٹ ۱۰ انچہ لمبا اور ۲۲ انچہ اونچا نر بوربچہ تھا۔ دم اکتیس انچہ لمبی تھی۔ ۵۸ انچ پورے جسم کے طول میں سے ۳۱ انچ منہا کرنے کے بعد جسم کا طول صرف ۲۷ انچہ رہجاتا ہے۔ اس کا چھوٹا قد و قامت ہی اس کے

اس قدر پھرتیلے ہونیکا سبب تھا۔

ف۔ میرے پاس ۲۴ انچہ اونچا اور خوب بھاری ایک ہیسٹف کتا تھا۔ ایک روز
میں نے متوسط القامت ایک بوربچے کو میرے احاطہ کے کنارے پر صبح چار بجے
کے قریب میرے پلنگ سے ۳۰ گز پر کھڑا ہوا دیکھا۔ غالباً یہ کتے یا پاڑی وغیرہ پر
داؤں لگا رہا تھا۔ اگر میں اوٹھتا تو یہ بھاگ جاتا۔ اس لئے میں نے لیٹے لیٹے
اسی ہیسٹف کو جو میرے پلنگ سے تین چار قدم پر سو رہا تھا۔ چٹکی بجا کر ہوشیار
کر دیا کتے کے کھڑے ہوتے ہی یہ بھاگا کتے نے دیکھ لیا اور اس کا پیچھا کیا
روشنی نہ تھی میں دیکھ نہ سکا بوربچہ کتنا تیز گیا مگر یہ یقینی ہے کہ دو سو گز تک اس
کتے کے ہاتھ نہ آیا۔ یہاں پہاڑ شروع ہو جاتا تھا۔ پتھروں میں غائب
ہو گیا ہو گا۔

اسی ٹی پہاڑ کا واقعہ ہے کہ میرے اور رسالے کے پانچ کتوں نے جن
سب کو رسالے کے ایک دفعدار ساتھ لے کر خرگوش کے شکار کو گئے تھے ایک
بوربچے کا تعاقب کیا پہاڑ پر میدان اچھا کھلا ہوا ہے۔ کتوں نے جس میں
دو انگلش ہاونڈ اور دو بنجارے شامل تھے تھوڑی ہی دور میں اس بوربچے کو
آلیا۔ یہ ایک پتھر سے کمر لگا کر کھڑا ہو گیا۔ کسی کتے کی مجال نہ ہوئی کہ پاس
جا سکے۔ اس کے بعد بل ٹیریر اور رسالے کے کتے پہنچ گئے اور حلقہ باندھ کر سب نے
حملہ کرنا اور بھونکنا شروع کر دیا۔

دفعدار کی بندوق مزل لوڈر تھی اور اوس میں چھرے بھرے ہوئے
تھے۔ کتے بالخصوص بل ٹیریر بوربچے کے قریب تھے دفعدار چھروں فایر نہ کر سکتے
تھے۔ انہوں نے سوچا کہ میرے بنگلہ کو آئیں اور رائفل لیجا کر فایر کریں اون کا
بیان ہے کہ وہ بمشکل پانچ چار قدم وہاں سے ہٹے ہوں گے کہ بوربچے نے

حملہ کیا کتے بھی دم دبا کر پیچھے ہٹے۔ بور بچے نے رسالے کے کتوں میں سے ایک کو
کمر پکڑ کر اوٹھا یا اور جس پتھر سے کمر لگائے بیٹھا تھا اور جو چار فٹ سے زیادہ اونچا
تھا اوس کے پیچھے لے گیا۔ وہاں اس کی گوی تھی اوس میں غائب ہو گیا
دفعدار اوس کو بھاگتے اور کتے کو پکڑتے دیکھکر وہاں پہنچے تو گوی کے منہ پر سب
کتوں کو بھونکتے پایا۔ گوی کا منہ تنگ تھا۔ دفعدار نے پتھروں سے اوس کو
بند کیا۔ ایک دو آدمی اور آگئے سب نے ملکر خوب پتھر ٹھونسے اور کتوں کو لیکر
واپس آئے۔ میں مکان پر نہ تھا مجھکو بریگیڈ آفس میں ٹیلیفون دیا گیا۔ میرے
آنے میں تقریباً دو گھنٹے صرف ہوے۔ بندوقیں اور رسالے والوں کا ایک
جم غفیر لے کر میں وہاں پہنچا۔ پتھر ہٹے ہوئے تھے۔ خیال گذرا کہ بور بچہ نکل گیا
مگر پتھر باہر کیطرف پڑے ہوئے اور معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے پتھروں کو باہر سے
ہٹایا ہے۔ پہلے تو یہ خیال گذرا کہ بکری چرانے والے لڑکوں نے یہ حرکت کی ہے
پھر جو سامنے تھے اون کو بلا کر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ دوسرا بور بچہ اوس میں
ان کے سامنے پتھروں کو پیچھے اور منہ سے ہٹا کر گھسا ہے۔ حیرت بھی ہوی اور
خوشی بھی۔ پتھروں کے چاروں طرف پھر کر دیکھا تو کہیں دوسری طرف نکلنے کا
راستہ نظر نہ آیا۔ خوب گھانس اور پتے جمع کر کے اوس پر تیل اور دیسی بارود
چھڑک کر آگ دکھا دی گئی۔ بارود اور تیل کی وجہ سے لمبان میں ڈیڑھ گز گھانس
اور پتے سب مشتعل ہو گئے ہیں اور سب آدمی ایک طرف تیار کھڑے ہوئے
مگر بور بچہ نہ نکلا پھر پتے اور گھانس جمع کی گئی اور پھر وہی عمل کیا گیا۔ کوئی
نتیجہ نہ نکلا۔ کئی بار غالباً چار مرتبہ کوشش کے بعد شام قریب ہونے پر دفعدار
اور چند اور رسالے کے شوقینوں نے گوی کے منہ میں گھانس بھر کر اوس کو
بانسوں سے خوب اندر کی طرف ڈھکیلا۔ تھوڑی بارود پتوں پر ڈالی اور بارود کا

ایک موٹا فلیتہ بنا کر گوی کے منھ میں بڑے بڑے پتھر اڑا دیے۔ ایسے کہ
اگر بور بچہ نکلنا بھی چاہے تو نہ نکل سکے۔ فلیتہ کو آگ دی گئی اور جب
اندر سے پتے بارود اور تیل کی وجہ سے بھُر بھُر بھر جلنے لگے تو سب نے ہرے
کا نعرہ لگایا اور واپس آ گئے۔ دوسرے دن کسی کو وہاں جانے کا موقعہ نہ ملا
کوئی اہم پریڈ یا انسپکشن تھا۔ تیسرے دن بارہ بجے کے بعد سب ڈیوٹیوں سے
فارغ ہو کر وہاں پہنچے پتھر سب اپنی جگہ پر قایم تھے اور پتوں کے دھوئیں
سے سیاہ ہو گئے تھے۔ بہت سونگھا مگر گوشت کے جلنے یا سڑنے کی بو نہ آئی
کتوں نے اندر جانے سے قطعی انکار کر دیا۔ شاہجہاں پور کے دلوانے پٹھان
افراط علی خان مرحوم پتھروں کو ہٹوا کر ریوالور لے کر گھسے تو بو آئی مگر اندھیرے
کی وجہ سے نہ کچھ نظر آیا نہ آواز آئی۔ ڈائنامٹ کا کارتوس رکھ کر گوی کے
منھ پر جو پتھر مثلث نما کھڑے تھے وہ اوڑا دیئے گئے۔ پہاڑوں سے پتھر اور
مٹی ہٹا کر منھ چوڑا کر دیا گیا اور پھر خانصاحب ایک ہاتھ میں قندیل اور
ایک ہاتھ میں ریوالور لے کر بیٹھے بیٹھے آگے بڑھے تو اندر سے گوی چوڑی
نظر آئی مگر بور بچے نظر نہ آئے۔ گوی واو کی شکل کی تھی اور تقریباً چار گز
لمبی۔ واو کے سرے پر غالباً یہ بور بچے آڑ میں بیٹھے ہونگے۔ یہ دیکھکر اور یہ سوچکر
خانصاحب یہ تجویز لیئے ہوئے باہر آئے کہ گوی کے اندر دو کارتوس ڈائنامٹ
کے ایکدم اوڑا دیئے جائیں تو گوی کی چھت اوڑ جائے گی۔ اس تجویز پر
سب متفق ہوئے۔ مگر مجھکو میگزین کی کنجی دینے کے لیئے مکان جانے اور کارتوس
آنے میں بہت دیر ہوی۔ مغرب سے کچھ قبل فلیتہ میں آگ دی گئی اور پتھر
اور مٹی کا ڈھیر کئی ٹن کے قریب اس طرح گرا کہ واو کے سر کا منھ بند ہو گیا
شوق اور جوانی کا شوق۔ ٹھہری یہ کہ کھانا کھا کر آئیں گے اور رات ہی کو

کھدوائیں گے۔ دس بجے وہاں سب پہنچ گئے چاندنی رات تھی۔ قندیلیں بھی متعدد تھیں۔ رسالے کے سائیسوں نے کھودنا شروع کیا۔ گیارہ سے قبل کتے کی دم نظر آئی اس کو کھینچا تو یہ ہاتھ میں آگئی۔ دس ہیں پھاوڑے اور لگائے گئے تو بور بچے کی دم ملی۔ اس کو کھینچا تو نہیں نکلی۔ معلوم ہوا کہ جسم میں لگی ہوئی ہے۔ قصہ مختصر بارہ بجے دونوں بور بچوں کی لاش مل گئی۔ یہ نہ سڑے تھے نہ پھولے تھے۔ غالباً ان کو مرے ہوئے دو چار ہی گھنٹے گذرے تھے ممکن ہے کہ ڈائنامٹ کی زہریلی ہوا یا صدمہ سے مرے ہوں۔ یہ بہت نامعقول شکار تھا۔ اور نہایت غیر شکاری طریقہ پر یہ دونوں بور بچے ہلاک ہوئے۔

ف۔ قد و قامت عیاری شکار کو کھانے کے طریقے اور درخت پر چڑھنے اور رہنے کے فرق شیر اور بور بچے میں تمیز کرنے والے اسباب ہیں مگر خود بور بچوں کے رنگ میں بہت اختلاف ہوتا ہے۔ کسی مقام کے بور بچوں پر گل بہت قریب قریب ہوتے ہیں اور بعض مقامات پر بڑے بڑے اور کشادہ ہوتے ہیں۔ ہر گل کے بیچ میں چند سفید کبھی زرد کبھی بھورے بالوں کا چھوٹا سا دائرہ ہوتا ہے کہیں مٹر کے دانہ کی برابر اور کہیں دو آنی کے برابر اس کے علاوہ جلد کا رنگ کہیں زرد ہوتا ہے کہیں سیاہی مایل۔ گردن کے بالوں میں بھی چھدرے اور گنجان۔ لمبے اور چھوٹے ہونے کا فرق ہوتا ہے۔ مزید برآں بالکل سیاہ بور بچے بھی اکثر جنگلوں میں دیکھے گئے ہیں۔

مسٹر برینڈر کا بیان ہے کہ معمولی بور بچوں کے بچوں میں کبھی کبھی ایک بچہ سیاہ دیکھا گیا ہے۔

ف۔ بخلاف شیر کے بور بچوں کا جوڑا مستقل ہوتا ہے۔ ایام حمل میں بھی نر مادہ کے ساتھ رہتا ہے۔ یہ زمانہ ۱۵ ہفتہ قرار دیا گیا ہے۔ بعض مصنفین نے ۱۲ ہفتہ لکھا ہے مگر وہ غلط ہے۔ بچے پیدا ہوتے ہیں تو آنکھیں بند ہوتی ہیں اور چودہ دن سے اکیس دن میں کھلتی ہیں۔ جسم پر گل ابتدا میں ہلکے رنگ کے ہوتے ہیں۔ جسم کے بڑھنے کے ساتھ یہ زیادہ واضح ہوتے جاتے ہیں۔ بمقابلہ شیرنی کے مادہ بور بچہ بچوں سے زیادہ محبت کرتی ہے اور اونکی حفاظت کے خیال میں سخت حملہ کر بیٹھتی ہے۔

بور بچہ بہ استثنائے نر نیل۔ نر سانبھر اور نر بارہ سنگھے کے تقریباً جنگل کے اور تمام جانوروں کو مارتا اور کھاتا ہے۔ چھوٹے سور۔ سورنی۔ گیدڑ۔ ہرن چکارے۔ جنگلی بکری۔ جنگلی ہینڈہی۔ جنگلی مرغی۔ مور۔ بکریاں۔ گائے اور بھینس کی پاڑھیاں۔ گدہے۔ ٹٹو۔ کتے اور سیہی۔ سانپ۔ غرض جو کچھ مل جائے۔ اور یہ اوس کو مغلوب کر سکیں۔ انکی غذا میں شامل ہے۔ باانکہ سیہی کو بور بچہ مار کر کھا جاتا ہے۔ مگر سیہی اور یہ بعض اوقات ایک ہی کوہ میں رہتے سہتے دیکھے گئے ہیں۔ بمبئی نیچرل ہسٹری جورنل میں ایک عجیب واقعہ درج کیا گیا ہے۔ وہ یہ کہ ایک مردہ بور بچہ پر سیہی نے حملہ کر کے اوس کے جسم کو اپنے کانٹوں سے بھر دیا۔ بور بچے جنگلی کتوں سے بہت ڈرتے ہیں۔ اوس کو دیکھتے ہی درخت پر چڑھ جاتے ہیں ان کے شکار کو اکثر ترس یا چرخ بور بچے سے چھین کر کھا جاتا ہے۔

شیر اگر ایسے موقعہ پر پہنچ جائے تو وہ بور بچے کو بھی مار کر کھا جاتا ہے اسی خطرے کی وجہ سے بور بچہ جب جنگل میں شکار کرتا ہے تو اوس کو درخت پر لے جا کر کھاتا ہے۔ مگر یہ عمل آبادی سے قریب رہنے والے بور بچوں کیلئے

غیر ضروری ہے کیونکہ وہاں شیر کا گذر نہیں ہوتا۔

بالعموم بور بچے رات کو شکار کرتے ہیں مگر متوسط قد و قامت والے جو جنگل اور آبادی کے قریب مشترکہ طور پر رہنے کے عادی ہوتے ہیں دن دوا لے بکریاں اوٹھا لیجاتے ہیں۔ میں نے خود بور بچے کو عین دوپہر اور قبل شام بکری پکڑ کر لیجاتے دیکھا ہے۔

ایک روز مغرب سے کچھ دیر قبل میں اپنے نئے گھوڑے کو پہاڑ پر چلنے کی مشق کرانے کی غرض سے پہاڑ کے دامن پر لیجا رہا تھا۔ ایک پتھر کے قریب گڑھے میں سے کچھ آواز آئی گھوڑے نے قریب جانے سے انکار کیا۔ میں نے ایک رسالے کے جوان کو دور سے اشارہ کرکے بلایا اور اپنا گھوڑا دیکر کہا جلد میرے بنگلہ سے بندوق لاؤ۔ یہاں سے میرا مکان دو سو گز ہو گا یہ بندوق لایا میں نے گھوڑا ایک تیسرے شخص کو دیا اور اس سوار سے کہا کہ اس گڈھے میں پتھر پھینکو۔ میں خود بندوق لے کر تیار کھڑا ہوا۔ پتھر پھینکتے ہی یہ بور بچہ نکلا اور اس قدر تیز پہاڑ پر چڑھا کہ پچاس گز تک بانکہ اوس زمانہ میں متحرک نشانہ پر میری مشق خوب بڑھی ہوئی تھی اور میں بڑی بڑی رائفل میٹنگ سے متعدد انعامات حاصل کر چکا تھا۔ میں اس پر نشانہ نہ لے سکا پہاڑ کے اوپر اس کی یہ رفتار غالباً ہرن سے بھی زیادہ تھی۔ مگر پچاس گز کے بعد یا تو یہ تھک گیا یا کسی اور وجہ سے یہ رکا اور پلٹ کر دیکھا۔ یہ اس کے موت کا باعث ہوا۔ دل پر گولی لگی اور چار یا پانچ فٹ دوڑ کر یہ گر گیا یہ اوسی متوسط قد و قامت کا بور بچہ تھا جو جنگل اور آبادی میں مشترکہ طور پر رہتے ہیں۔

عادل آباد میں میں ایک لیڈی کے ساتھ ایک بلند پہاڑ پر چڑھا۔ دور سے ایک سانبھر پہاڑ کے نیچے نالہ سے گذرتا ہوا نظر آیا۔ جب یہ ٹھہر گیا

تو میم صاحب نے اسپر فایر کیا اور لنگڑاتا ہوا بھاگا۔ میں نے فایر کیا تو وہ بھی بہت برا نشانہ ثابت ہوا۔ گولی پیٹ کے نیچے کے حصے پر پڑی۔ سانبھر کی آنتیں باہر آگئیں اور وہیں بیٹھ گیا میم صاحب اور میں تنہا تھے۔ ایسی جگہ جہاں تھوڑی دیر پہلے ہم شیر کی آواز سن چکے تھے ایک لیڈی کو تنہا چھوڑ کر جانا ممکن نہ تھا۔ اس لئے میں نے گاڑی والے اور ہمراہی شکاری اور چپراسی کو آواز دی۔ یہ بیس منٹ میں پہاڑ پر پہنچے۔ میں نے ان کو دکھایا کہ فلاں درخت کے پاس نالہ میں سانبھر پڑا ہے اس کو ذبح کرو اور ہنڈی لیجاکر اوٹھا لاؤ۔ ان کو وہاں پہنچنے میں راستہ نہ ہونے کی وجہ سے دیر لگی۔ میں اور میم صاحب اپنی گاڑی کی طرف روانہ ہوئے۔ اور شکار کھیلتے ہوئے مکان پہنچ گئے۔ یہ شکاری اور چپراسی وقت روانگی سے چار گھنٹے بعد آئے اور بیان کیا کہ جب اوس نالے میں ہم اوترے تو سانبھر کو دو بوربچے لپٹے ہوئے تھے۔ ہم ذرا رکے تھے کہ شیر آگیا دونوں بوربچے غرائے مگر دم دباکر بھاگ گئے ہم درختوں پر چڑھکر تماشہ دیکھتے رہے کیونکہ سانبھر مردار ہوچکا تھا۔ شیر نے خوب پیٹ بھر کر کھایا۔ جب وہ چلا گیا تو ہم گردن اور سینگ لے گھر آئے ہیں افسوس ہے کہ ہم نے یہ تماشہ نہ دیکھا۔ سانبھر کی گردن پر بوربچے کے دانتوں کے نشان تھے۔ یہ بڑی قسم کا بوربچہ یا گلباگہہ تھا قوت شامہ بوربچے کی قوی نہیں ہوتی۔ پھر بھی شیر سے زیادہ ہوتی ہے۔ اسی طرح بوربچہ کی بصارت اور سماعت بھی شیر سے زیادہ ہوتی ہے۔ جو بوربچے اکثر انسان کو دیکھتے رہتے ہیں وہ ہر ہیت میں اور چھپ کر بیٹھے ہوئے انسان کا پتہ لگالیتے ہیں۔ میں ایک بلند چٹان پر جو تقریباً تیس فٹ بلند تھی ایک بکری کو نیچے باندھ کر لیٹا ہوا تھا بوربچہ گوی سے نکلکر آیا۔ پچاس گز پر بیٹھکر خوب غل مچایا۔ بکری چیخ رہی تھی

اوس کی طرف نہ آیا یقیناً اس نے خواہ نظر سے خواہ سونگھہ کر معلوم کر لیا تھا کہ انسان چٹان پر بیٹھا ہے۔ چاندنی رات تھی مگر دو بجے چاند غروب ہو گیا تاریکی چھا جانے پر بھی یہ چٹان یا بکری کے پاس نہ پھٹکا۔ میری آنکھہ لگ گئی اور دہوپ نکلنے تک میں غافل سوتا رہا۔ سات کے قریب میرے اردلی نے مجھکو اوٹھا کر دکھایا کہ بوربچہ اپنی گوی کے سامنے پتھر پر بیٹھا ہے۔ یہ غالباً مجھکو دیکھہ رہا تھا۔ بندوق اوٹھاتے ہی کھڑا ہو گیا۔ مگر آڑا فاصلہ سوا سو گز نپا ہوا تھا۔ دل پر نشانہ لے کر فایر کیا بجائے دل کے گولی گردن پر لگی۔ بوربچہ تڑپکر نیچے لڑھکتا ہوا گرا اور ختم ہو گیا۔ اس کی مادہ کو بھی اوسی روز شام کو رسالے کے ایک جوان نے مار دیا۔

نر جس کو میں نے مارا ۶ فٹ آٹھہ انچہ تھا۔ وہی متوسط القامت جو جنگل اور آبادی میں شریک رہنے والا ہے۔

بوربچے کے متعلق یہ رائے قایم کرنا کہ وہ دلیر جانور ہے یا بزدل مشکل امر ہے بعض اوقات وہ دلیرانہ حملہ کرتا ہے۔ بے باکانہ گھروں اور خیموں میں گھس جاتا ہے۔ بالخصوص رات کے وقت اور کبھی کبھی وہ بہت بزدلی کا اظہار کرتا ہے مثلاً جب اوس کے پیچھے گھوڑا ڈالا جائے۔ کم ہمت گیدڑ کی طرح یہ دم دبا کر بھاگتا ہے اور سو ڈیڑہ سو گز کے اندر برچھے سے شکار ہو جاتا ہے۔

جنرل نائٹ انجیل اسی قسم کے شکار میں قلب کی حرکت ٹہر جانے سے مر گئے۔ یہ انگریزی مصنفین کا بیان ہے۔ میں نے میجر نواب ماہر الدولہ اور رسالدار شاہ میر خان مرحوم سے اون کا چشم دید واقعہ اس طرح سنا ہے۔

یہ دونوں حضرات خدا جنت نصیب کرے اوس موقعہ پر موجود تھے۔

جنرل صاحب کو برچھے سے بوربچے شکار کرنے کا بڑا شوق تھا مومن آباد

اور ہنگولی کی چھاونیوں میں اس کا اکثر موقعہ ملجاتا تھا ناگ پھنی میں بوربچوں کا نکالکر جنرل صاحب جو مشہور شہسوار تھے اکثر عرب گھوڑوں پر اس کا تعاقب کرتے تقریباً بیس پچیس بوربچوں کو جنرل صاحب نے سوڈیڑھ سو گز کے اندر مار لیا۔ اکثر عبداللہ بیگ صاحب (نواب میجر ماہرالدولہ بہادر) اور جنرل سر نواب افسرالملک بہادر بھی جنرل صاحب کے ساتھ رہتے تھے جب کنٹنجنٹ کے رسالے کا تبادلہ الوال پر ہوا تو یہاں نہ میدان تھا نہ ناگ پھنی میں بوربچے۔ صاحب نے پنجرہ بنا کر کئی بوربچے گرفتار کرائے اور سکندرآباد کی پریڈ گراؤنڈ پر اون کو شکار کیا۔

اکثر حیدرآباد کے معززین جب خبر ملجاتی تو یہ تماشہ دیکھنے سکندرآباد جاتے۔ الوال سے چند میل پر مجھکو یاد نہیں کسی بزرگ کا مزار ہے۔ اور یہ مشہور تھا ایک بوربچہ دم سے جھاڑو دیا کرتا ہے۔ جنرل صاحب نے وہاں پنجرہ لگا کر اوسکو گرفتار کرایا اور دوسرے دن صبح کو پنجرہ پریڈ گراونڈ پر لایا گیا۔ کئی بڑے بڑے رسائیداروں رسالداروں نے جنرل صاحب کو منع کیا کہ آپ اس بوربچے کو نہ ماریں مگر صاحب نے ہنسکر ٹالدیا۔ صاحب کا ایک بہت اچھا عرب گھوڑا تھا اوسی پر صاحب اکثر و بیشتر اس طرح شکار کھیلتے تھے۔ اوس روز جب صاحب اوس پر سوار ہوئے تو وہ اڑ گیا۔ اس سے قبل اوس نے کبھی یہ فعل نہیں کیا تھا اس پر پھر بڈھوں نے جو صاحب سے بے تکلف تھے۔ اصرار کیا کہ آپ آج اس بوربچہ کا شکار نہ کریں۔ مگر صاحب نے ایک نہ سنی اور گھوڑے کی پھیر کرکے روانہ ہوگئے ماہرالدولہ اور شاہ میر خان جو اس واقعہ کے راوی ہیں وہ بھی ساتھ آئے۔ پنجرہ آچکا تھا۔ پریڈ گراونڈ کے بیچ میں رکھکر ایک سوار نے دروازے کی رسی کھینچکر دروازہ کھولدیا اور گھوڑا دوڑا کر چلا آیا۔

جرنل صاحب اپنے بابو کو کاوا دے رہے تھے۔ گھوڑا چونکہ اس شکار کا عادی تھا اس لئے عرب کی عادت کے موافق پنجرہ دیکھتے ہی بے چین ہو جاتا تھا اور اکثر جرنل صاحب اوس کو کاوا دیا کرتے تھے۔ آج بھی یہ عمل معمولی کام سمجھا گیا بور بچہ پنجرے سے دیر میں نکلا۔ پھر نکلکر پنجرے کے اوپر کود گیا اور بیٹھکر تماشائیوں کی طرف جو بہ کثرت جمع تھے۔ دیکھنے لگا۔ دستور یہ تھا کہ جب بور بچہ بیس پچیس گز دوڑ لیتا تب گھوڑا اوس کے تعاقب میں دوڑایا جاتا۔ جرنل صاحب چالیس پچاس گز پنجرے سے جانب غرب گھوڑے کو کاوا دے رہے تھے۔ سب یہ سمجھے کہ بور بچے کے اوترنے اور دوڑنے کے انتظار میں صاحب کاوا دے رہے ہیں۔ بور بچہ پنجرے پر سے کودا اور سیدھا انگریزی قبرستان کے مشرقی کنارے کی طرف دوڑا اگر آہستہ۔ یہ فاصلہ چار سو گز سے کم نہ تھا۔ بور بچہ احاطہ کی دیوار کے قریب پہنچ گیا مگر صاحب کاوے میں مصروف رہے۔ اس پر دو چار نے بڑھ کر آواز دی کہ صاحب بور بچہ دور نکلا جا رہا ہے۔ صاحب نے کوئی جواب نہ دیا پھر زیادہ آواز سے چلا کر کئی آدمیوں نے کہا مگر نہ صاحب نے گردن پھیر کر دیکھا نہ گھوڑے کو روکا۔ اس پر دو ایک صاحب بڑھے پاس جا کر دیکھا تو جرنل صاحب کی آنکھیں بند تھیں۔ لپک کر کسی نے باگ پکڑ لی۔ گھوڑا رکا ہاتھ لگا کر دیکھا تو جرنل صاحب میں کچھ باقی نہ تھا۔ گھوڑے سے نیچے اوتارنے کی کوشش کی تو معلوم ہوا کہ ٹانگیں زین پر اور ہاتھ باگ پر اکڑ کر جم گئے ہیں کھینچکر زین سے جدا کیا اور یقین ہوا کہ صاحب کو مرے ہوئے دس بارہ منٹ سے زیادہ گذر چکے ہیں جسم میں گرمی باقی نہ تھی۔ عقیدتمند جو کچھ سمجھے اور جو کچھ کہتے ہوں۔ یورپین مصنفین لکھتے ہیں کہ قلب ساکت ہو گیا۔ فیلو ایسا قوی شخص کا جس کے شکار اور شہسواری کی آج تک شہرت ہے یکایک اس طرح قلب ٹھہر جائے

حیرت ہے۔ جنرل صاحب نے ۱۴۲ شیر مارے تھے۔ اس میں سے گیارہ شیر زمین سے بالمقابلہ ان کی مصنفہ کتاب اب نایاب ہے سر افسر الملک مرحوم کے پاس ایک جلد تھی میں نے پڑھی تھی۔

ف رات کے وقت بوربچے کی دلیری کا یہ حال ہے کہ میرے خیمے میں جہاں بڑا لیمپ روشن تھا۔ باہر آگ جل رہی تھی کتے کی بو پر بوربچے خیمہ کی قنات کو ٹھیک اوس گوشہ میں جہاں کتا آرام کرسی پر بندھا ہوا بیٹھا تھا۔ پنجہ سے چاک کر کے اندر داخل ہوگیا۔ کپڑے کے پھٹنے کی آواز پا کر کتا ہوشیار ہوگیا اور چیخ کر میرے پلنگ کیطرف جست کی۔ بیچ میں ایک میز پر لیمپ جل رہا تھا۔ آرام کرسی نے میز میں ٹکر کھائی وہ اولٹ گئی لیمپ چھن سے زمین پر گرا اور گل ہوگیا۔ میں گھبرا کر اوٹھا تو کوئی جانور میرے پلنگ پر معلوم ہوا۔ میں بھی چلایا کہ کوئی آؤ۔ اور سرہانے سے ٹٹول کر میں نے ریوالور اٹھا لیا مگر اندھیرا گھپ پریشان بیٹھا تھا کہ کیا کروں۔ اس عرصہ میں خلاصی چپراسی پولیس کے پہرے والے دو ایک قندیلیں لیکر آئے تو عجیب سماں نظر آیا۔ کتا میرے پلنگ پر بیٹھا کانپ رہا تھا اور خیمہ کا حال تو آپ سن ہی چکے ہیں جنرل شاہ صاحب بھی ہنستے ہوئے بازو کے ڈیرے سے پہنچے اوسی وقت سب نے دیکھا قنات کے باہر بوربچے کے پنجے کے نشانات تھے۔ پہلے اس نے زمین کھودنے کی کوشش کی تھی۔ زمین کو سخت پایا تو قنات کو چاک کر ڈالا اس کا اثر یہ ہوا کہ کوئی کتا رات کو خیمے کے باہر نہ ٹھیرتا تھا نہ جاتا تھا اور نہایت لطف کی بات یہ ہے کہ میرے سررشتہ دار مولوی قاسم الدین صاحب نے رخصت کی درخواست پیش کر دی کہ میں ان جنگلوں میں دورہ کرنے کے ناقابل ہوں۔

اسی طرح بور بچے کی دلیری کا یہ واقعہ ہے کہ میں ہز اکسلنسی سر جان مارشل کمانڈر انچیف سے رات کے آٹھ بجے اپنے خیمے کے سامنے کھڑا ہوا باتیں کر رہا تھا۔ مولوی عبد العلی صاحب مہتمم لوکلفنڈ اور دو تحصیلدار صاحبان آٹھ نو قدم پر کھڑے تھے میرا کتا میرے پیروں کے پاس کھڑا تھا وہاں روشنی بھی تھی کچھ فاصلہ پر متعدد کیمپ والے کھانا پکا رہے تھے باوجود ان تمام رکاوٹوں کے بور بچہ آن واحد میں کتے کو کمر سے پکڑ کر اوٹھالے گیا۔ خود کمانڈر انچیف صاحب میں اور تقریباً تیس چالیس آدمی اوسی وقت اوس کے پیچھے دوڑے۔ مگر کہیں اوسکا پتہ نہ لگا۔

اور مصنفین نے بھی ایسے ہی متعدد قصے بور بچوں کی دلیری کے بیان کئے ہیں۔

میں نے اپنے ایک کتے کو بور بچے کے منھ سے دو فایر کرکے چھڑا لیا مگر کتا باوجود محنت اور علاج کے کانپ کانپ کر مر گیا۔ اس کی گردن پکڑ کر رات کے نو بجے بور بچہ اس کو لٹکائے ہوئے لیجا رہا تھا۔ پچیس گز سے میں نے یکے بعد دیگرے دو فایر کئے شاید گولی نہ لگی ہو مگر کتے کو چھوڑ دیا۔

بور بچہ دلیری کے معاملہ میں کوئی کڑکا جانور نہیں ہے۔ البتہ اس کا صبر اور استقلال بہت تعریف کے قابل ہے۔ شیر پنجرے یا جال میں پھنستا ہے اس قدر غل اور شور کرتا ہے کہ الاماں۔ اوس کی آواز نہایت دہشتناک ہوتی ہے۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اب آزاد ہوتا ہے۔ اور ہم سب کو ہلاک کردیگا میں نے اعلیحضرت مرحوم و مغفور کے کیمپ میں شیر کو جال میں پھنستے دیکھا ہے پانچ منٹ میں شیر کے چیخنے کے علاوہ لوٹ پوٹ اور تڑپ تڑپ کر پانچ فٹ بلند پتوں ڈالیوں اور جال کی رسیوں کا اپنے اوپر ڈھیر بنا لیا۔ اور پنجرے کے

متعلق میں نے سنا ہے کہ شیر نے اپنے ناخون پیشانی اور کان اور دانت تیلیوں سے ٹکرا ٹکرا کر توڑ ڈالے اور خون سے تر ہو گیا بخلاف اس کے بور بچے کی نسبت متعدد شکاریوں نے لکھا ہے کہ پنجرے میں گرفتار ہونے کے بعد اس نے جنبش نہیں کی اور رات کو خاموشی کے ساتھ کوشش کر کے جس میں اوس کے ناخون اور دانت تک ٹوٹ گئے پنجرے سے نکل گیا۔ اکثر ناکام رہا تو چپکا پڑ گیا آواز نہیں نکالی۔ شیر سے کس قدر زیادہ استقلال اس کے مزاج میں ہے۔

ایک مصنف شکاری جنھوں نے متعدد بور بچے پنجروں میں گرفتار کئے ہیں بیان کرتے ہیں کہ کبھی کسی بور بچے نے گرفتار ہونے کے بعد کسی قسم کی کوئی آواز نہیں کی۔ وہ ایک بور بچے سیخوں کو کھول کر نکل گئے مگر جس قوت کا اس عمل کے لئے ہونا لازمی ہے۔ اوس کا اتنے جانور میں موجود ہونا غیر قابل یقین ہے

ایک صاحب لکھتے ہیں کہ ہانکے میں ایک بور بچہ ان کے بہت قریب سے گذرا انھوں نے ۷۷ء ۵۰۰ اکسپرس فایر کر دی گولی پیٹ پر لگی اور آنتیں باہر نکل پڑیں یہ بور بچہ اوسی رفتار سے چلتا رہا۔ چونکہ آنتیں جھاڑیوں میں اولجھتی تھیں اور چلنے میں سخت تکلیف ہوتی ہوگی اس لئے بور بچہ نے ان آنتوں کو منھ سے کتر کر پھینک دیا۔ اور چلتا رہا۔ منتظر ترحم انھوں نے دوسری گولی سے اوس کو ہلاک کر دیا۔

ف۔ شیر کے ہانکہ میں جب سینکڑوں آدمی غل مچاتے ڈھول پیٹتے اور گر گرے بلکہ فایر کرتے ہوئے جنگل کو ہلا ڈالتے ہیں۔ اوس وقت یہ نہایت استقلال کے ساتھ کسی گنجان درخت پر بیٹھا ہوا ان ہانکہ والوں کی بے سود مساعی پر ہنستا رہتا ہے جب وہ درخت کے نیچے سے گذر کر آگے بڑھ جاتے ہیں تو چپکے سے کود کر چلدیتا ہے۔

درختوں پر چڑھ کر بور بچہ لنگوروں اور بندروں کا شکار کرتا اور کھاتا ہے۔ شکاریوں کا بیان ہے۔ میں نے خود نہیں دیکھا کہ لنگور بالکل بدحواس ہو جاتے ہیں اور اون میں سمجھ اور عقل مطلقاً نہیں باقی رہتی۔

بجائے بلند شاخوں پر بیٹھے رہنے کے جہاں بور بچہ کا گذر ناممکن ہے۔ لنگور نیچے کود جاتے ہیں یہی ان کی موت ہے۔

میں نے یہ بھی سنا ہے کہ لنگور بور بچے اور شیر تیز بھیڑیے کو دیکھکر آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ اوپر سے نیچے کود پڑتے ہیں۔ اور زمین پر بے حس و حرکت بیٹھ جاتے ہیں۔ بور بچہ بھیڑ یا جس کو پسند کرتا ہے۔ منھ میں اوٹھا کر لیجاتا ہے

ف۔ بور بچے کو جنگل میں دیکھکر مینائیں۔ غوغائی۔ اور دیگر پرند غل مچاتے ہیں مور اور کوے شکاری کو اس کا مقام بتانے میں بہت مدد دیتے ہیں۔

حملہ کے وقت بور بچہ بھی شیر کی طرح آواز دیتا ہے مگر۔ اس کی اور شیر کی آواز میں بہ لحاظ دہشت اور رعب کے بڑا فرق ہوتا ہے۔ نیز یہ دو یا تین آوازیں دیتا ہے۔

ف۔ بعض شکاریوں کا خیال ہے کہ بور بچہ بہ نسبت شیر کے زیادہ خوفناک ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بور بچہ کو بہت کم جگہ کی چھپنے کے لئے ضرورت ہوتی ہے اور بمقابلہ شیر کے اوس کی جسامت کا خیال کرتے بور بچہ پر نشانہ لینا مشکل ہوتا ہے۔ علاوہ اس کے شیر انسان کو دور سے دیکھکر غراتا اور شکاری ہوشیار ہو جاتا ہے۔ بخلاف اس کے بور بچہ انسان کے قریب آنے تک خاموش بیٹھا رہتا ہے۔ مزید براں بور بچہ کبھی بہ ظاہر سامنے سے چلے جانے کے بعد پھر پلٹ کر اور چھپ کر آتا اور قریب آکر حملہ کرتا ہے۔ شیر کبھی یہ حرکت نہیں کرتا لیکن ان تمام وقتوں کے بعد بھی شیر کے

مقابلہ میں بور بچہ کے حملہ کو روکنا۔ یا اوس کا مقابلہ کرنا بہت آسان ہے۔
اگر انسان قوی الجثہ اور قوی دل کا ہو تو بور بچہ سے کشتی کر سکتا ہے۔ اس کی
متعدد مثالیں سننے اور دیکھنے میں آئی ہیں۔ مگر شیر کو لمحہ بھر بھی روکنے والا انسان
اس وقت تو دنیا میں موجود نہیں ہے۔

سنے ہوئے واقعات بہت ہیں۔ میرا ذاتی مشاہدہ اور تجربہ یہ ہے۔
میرے ایک صاحب دوست اور میں تنگم پلی کے پہاڑوں میں بندوقیں لئے
تیتروں کی تلاش میں پھر رہے تھے۔ سامنے سے ایک بور بچہ دوڑتا ہوا نظر آیا
میں نے اوس پر منوا اتر دو اور میرے رفیق نے ایک فایر کیا بور بچہ نکلا ہوا
چلا گیا اور ہم یہ سمجھے کہ تینوں نشانے خالی گئے۔ ہم پھر ادہر ادہر ٹہلنے
لگے۔ بور بچے کا خیال بھی نہ رہا۔ کامل ایک گھنٹہ کے بعد ہم بڑے بڑے
پتھروں کے پاس پہنچے جو اوپر تلے جمع تھے میں پتھروں کے ایک طرف تھا
اور میرے ہمراہی دوسری جانب یکایک مجھکو بور بچے کے حملہ کی آواز آئی
میں جھپٹ کر دوسری جانب پہنچا تو دیکھا کہ یہ صاحب بور بچہ کو اپنی بندوق پر
سنبھالے ہوئے پیچھے ہٹانے کی اور وہ ان کا شانہ یا گردن پکڑنے کی کوشش
کر رہا ہے۔ بندوق کی نال آڑی کرکے یہ دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے
اور پیر پھیلائے ہوئے زور کر رہے تھے بور بچے کے دونوں ہاتھ نال پر تھے
اور گردن نال سے رکی ہوئی تھی۔ یہ دیکھکر میری بھی ہمت بڑھ گئی اور
میں نے بدحواسی میں اپنی بندوق کے کندے سے بور بچہ کے کندھے کو
دھکا دیا مگر اوس نے نالی پر سے گردن نہ ہٹائی صرف میری طرف مڑ کر دیکھا
ان صاحب نے چلا کر کہا کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ فایر کیجئے میں نے دو قدم
پیچھے ہٹ کر نال کو اوس کے دل پر رکھ کر فایر کیا اگرچہ اس میں چار نمبر کے

چھرے تھے مگر بور بچہ وہیں اپنے داہنی جانب گر گیا۔ ان صاحب کے سینہ پر
ایک ناخون لگا تھا اور داہنے شانہ پر ایک دانت۔ دونوں زخموں سے
تھوڑا تھوڑا خون بہہ رہا تھا۔ ساتھ کے آدمی بور بچہ اور بندوق کی آواز
سنکر آگئے۔ اون کے پاس صراحی تھی۔ رومال کو تر کرکے زخم پر رکھہ دیا
مکان آکر ڈاکٹر صاحب کو بلایا۔ اونہوں نے دہو دھا کر پٹی باندھ دی
یہ صاحب اچھے ہوگئے۔ اپنا نام بتانا نہیں چاہتے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ قوی
اور بڑے دلیر آدمی تھے۔

بور بچے کو کلہاڑی اور لٹھ سے مارنے کے بہت سے واقعات سننے میں
آئے ہیں۔

بور بچے کی انتہائی بزدلی کا واقعہ مسٹر برینڈر نے یہ بیان کیا ہے کہ
اونہوں نے بچشم خود ایک سینگ والے مینڈھے کے مقابلہ سے بور بچے کو
بھاگتا دیکھا ہے۔

اس کی دلیری اور خونخواری کا ایک چشم دید واقعہ یہ ہے مولوی جان محمد
صاحب مہتمم پولیس اور میں دورے میں ساتھ تھے۔ کسی گاؤں کے باہر
کیمپ تھا۔ کوئی شخص خبر لایا کہ کسی گاؤں کے مکان میں بور بچہ چھپا بیٹھا ہے
میں اور مہتمم صاحب بندوقیں لے کر پہنچے۔ معلوم ہوا کہ مکان قریب قریب
ایک لائن میں بنے ہوئے ہیں۔ مکانوں کی تین لائنیں ہیں اور دوسری لائن
کے چوتھے یا غالباً پانچویں مکان میں بور بچہ ہے۔ گاؤنکا کولی بہت دل چلا
جوان آدمی تھا اوس نے بتایا کہ میں چھت کا چھپر درانتی سے کاٹ کر سوراخ
کرتا ہوں۔ اوس میں سے جھانک کر بور بچہ کو گولی مارینگے۔ وہ گیا اور
تقریباً ڈیڑھ فٹ قطر کا سوراخ بنایا۔ اوس کے بعد اوس میں وہ جھانکا

چھانکتے ہی بور بچہ لپکا۔ یہ کولی پیچھے ہٹا۔ آن واحد میں بور بچہ نکلا اور
تین مکانوں کی چھت پر دوڑ کر چوتھے مکان میں کود پڑا۔ صحن میں کودا تھا
وہاں ایک بڑھیا کھانا پکار ہی تھی۔ وہ چلائی تو مکان کے اندر گھس گیا
گاؤں والے دوڑے اور بانس میں درانتی باندھ کر دروازے کو باہر سے
کھینچکر چھپر بور بچے کو مقید کر دیا۔ اب چھپر بجز اس کے کوئی اور ترکیب نہ تھی
کہ چھت کاٹی جائے لیکن یہ تجویز ہوی کہ اب کی مرتبہ سوراخ کاٹ کر فوراً
اوس پر کوئی چیز ڈہک دی جائے اور جب سب شکاری ہر طرف تیار ہو جائیں تو
رسی کے ذریعہ سے سوراخ کا ڈھکنا ہٹا لیا جائے۔ بور بچہ نکلے تو سب اوس پہ
فایر کریں۔ یہ تدبیر عمل میں لائی گئی۔ میں ایک طرف مہتمم صاحب دوسری طرف
گاؤں کا شکاری کولی تیسری طرف اور دو بندوق والے چوتھی طرف
گھیر کر کھڑے ہوئے۔ ہم سب زمین پر چھپر سے تیس تیس چالیس چالیس گز پہ
کھڑے تھے۔ چھپر اور سوراخ کا مقام اوس پہ ایک ٹوکرا ڈھکا ہوا ہم سب کو
نظر آرہا تھا۔ جب ٹوکرا سوراخ پر سے بذریعہ ایک رسی کے ہٹا یا گیا تو ہم سب
بندوقیں شانوں پر لے آئے اور بور بچہ کے نکلنے کے لئے تیار ہو گئے۔ بور بچہ
باہر نہ نکلا۔ تین چار آدمیوں کو بھیجا کہ مکان کے صحن میں کھڑے ہو کر غل
کریں۔ جو ہیں یہ صحن میں چلاتے ہوئے داخل ہوئے بور بچہ اس تیزی سے
باہر کودا کہ کسی شخص کو فایر کا موقعہ نہ ملا۔ ایک زرد گیند اوچھلتی نظر آئی
اور سیدہی کولی کی طرف جاتی ایک لمبے زرد ڈورے کی شکل کی جھلک سی
معلوم ہوی۔ غل ہوا اور پھر یہ سنائی دیا کہ کولی کا سر بور بچے نے چبا ڈالا۔
اور جنگل کی راہ لی۔ وہ کے چھپروں پر کتنی دور تک گیا۔ کب اور کہاں نیچے
کودا۔ کتنی دور زمین پہ دوڑا اور کب کولی کا سر چبایا۔ کسی کو یہ تفصیل نہ معلوم ہو سکا

میں نے گیند کا اوچھلنا دیکھا۔ کسی نے چھپر پر دوڑتے دیکھا۔ کسی نے اوپر سے کود کر کولی کا سر چباتے دیکھا اور کسی نے جنگل کی طرف بھاگتا دیکھا۔ گاؤں کے پچاس ساٹھ ہمارے کیمپ کے دس بیس آدمی۔ ہم دو خود وہاں موجود تھے۔ سب کو نظر آیا مگر کوئی شخص پورا چشم دید واقعہ بیان نہیں کر سکتا تھا۔ ٹکڑے ٹکڑے مختلف مشاہدات کے بیانات کو سلسلہ وار جوڑ کر واقعہ سمجھ میں آیا۔ کولی کے مرنے کا افسوس اور اوس پر اس موذی کا اس طرح نکل جانا کئی دن تک تصور میں وہم رہا۔ کولی گاؤں کا چوکیدار تھا چونکہ ادائے فرض منصبی میں مارا گیا اس لئے اوس کی بیوہ اور بچہ کا وظیفہ سرکار نے منظور فرمایا خدا اس فیاض رحمدل رعایا پرور ریاست کو قیامت تک قایم رکھے۔ سیلف گورمنٹ ملنے کے بعد دیکھنا ہے کہ سوراجی کتنے غریبوں کو وظیفہ دیتے ہیں۔ ابھی تک تو غریب کولیوں کو اپنے خدا کے سامنے بھی نہیں جانے دیتے۔

ف۔ مندرجہ بالا عیاریاں بے شک بہت خوفناک ہیں لیکن عموماً بور بچہ کا پہنچایا ہوا زخم زیادہ گہرا نہیں ہوتا۔ اوس کا اندمال اور خبر گیری زیادہ آسان ہے۔ شیر کا پہنچایا ہوا زخم گہرا ہوتا ہے۔ اوس کا دھونا اور نگہداشت اور اس وجہ سے اوس کا اندمال زیادہ مشکل ہے۔ حملہ۔ حملے کی قوت زخموں کا اندمال ان تینوں امور کے لحاظ سے شیر زیادہ خوفناک جانور ہے۔ البتہ عیاری اور خاموشی اور چھپنے کے معاملہ میں بور بچہ بڑھا ہوا ہے۔

ف۔ صبر و استقلال اور بغیر حرکت کرنے کے بیٹھنے کی عادت اور تکلیف کی برداشت بور بچہ کے شکار میں بڑی شکاری کے لئے مدد دینے والی صفات ہیں۔ ہانکہ بور بچے کے شکار کے لئے زیادہ مناسب طریقہ نہیں ہے کیونکہ اس کے چھپنے اور درخت پر چڑھ جانے کی عادات اکثر ہانکہ والوں کو دھوکے میں

ڈالدیتی ہیں اور کہیں نہ کہیں سے دبکر یہ نکلجاتا ہے۔ اگر ہانکہ کرنے کی ضرورت واقع ہو تو بہت چھوٹا ہانکہ کرنا لازمی ہے۔ اور ہانکے والوں کو تاکید کرنی چاہیے کہ وہ جھاڑی کے چھوٹے سے چھوٹے جھنڈ اور درختوں کو اچھی طرح دیکھتے اور جانچتے ہوئے بڑہیں۔

ف۔ اس کو درخت پر یا کسی پتھر کی آڑ میں بیٹھکر اور اپنے سامنے بکری کتا۔ گدھا وغیرہ باندھکر شکار کرنا بہتر طریقہ ہے۔

جو جانور گارے کے لیئے باندہا جائے اگر وہ چلاتا رہے تو بوربچہ آواز پر جلد آتا ہے۔ جانور کو چلانے پر مجبور کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ ایک چھوٹا سا کنکر اوس کے کان میں دباکر ڈوری سے لپیٹ دیا جائے۔ مگر اس میں زیادہ بیرحمی معلوم ہوتی ہے۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ جب جانور باندھا جائے۔ تو اوس کی آنکھیں ڈہک دی جائیں جب شکاری اطمینان وسکوت کے ساتھہ اپنی جگہ پر بیٹھ جائے تو اوس کو آنکھیں کھولکر باندہنے والا نظر سے باہر ٹہرے یا چلا جائے۔ جب کتا یا بکری اپنے آپ کو بالکل تنہا پاتی ہے تو خوب چلاتی ہے۔ اگر شکاری کو یہ جانور دیکھہ لیتے ہیں تو اون کو اطمینان ہوجاتا ہے اور خاموش بیٹھ جاتے ہیں۔

اکثر بوربچہ شکار کے بہت قریب تک چھپا ہوا آتا ہے۔ اس لیئے اگر شکار پر گرنے سے قبل اچھا موقعہ ملجائے تو بوربچہ کو گرادینا مناسب ہے۔ ورنہ مجبوراً جانور کو ہلاک کرنے کے بعد اطمینان کے ساتھہ یہ قابل ذکر بات ہے کہ میں جب بکرا باندہ کر بیٹھا ہوں ہمیشہ اوس کی جان بچانے میں کامیاب ہوا ہوں۔ رات کے وقت یہ احتیاط یا بکرے کے ساتھہ ہمدردی ناممکن ہے۔

بعض شکاریوں کا بیان ہے کہ اگر گارے کے جانور پر قندیل لٹکا دیجائے تو

بور بچہ نہیں ڈرتا اور جانور پر آتا ہے۔ یہ میں نے نہیں آزمایا ممکن ہے کہ صحیح ہو بعض مصنفین نے آزمایا تو نہیں مگر صحیح تسلیم کیا ہے۔

میں ایک مرتبہ بارش کی وجہ سے کیمپ تک نہ پہنچ سکا ایک گانوں میں کسی کے برآمدہ میں پلنگ بچھوا کر لیٹ گیا۔ وہاں قندیل روشن تھی اور دیوار سے متصل رکھی ہوئی تھی۔ چبوترہ بلند تھا اس کی وجہ سے سامنے کے نصف راستے پر روشنی پڑتی تھی۔ نصف میں اندھیرا تھا۔ رات کو بور بچہ اوس طرف سے گذرا۔ ماگہہ سے معلوم ہوا کہ اوس نے روشن حصہ کو چھوڑ کر اندھیرے حصہ میں چلنا اختیار کیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روشنی سے بور بچہ ڈرتا یا احتراز کرتا ہے۔

ف۔ زخمی بور بچے کی تلاش میں اون تمام قواعد پر کار بند ہونا چاہئے جو زخمی شیر کے لئے ترتیب وار درج کئے جاچکے ہیں۔

ف۔ بور بچے کے صرف تین دشمن قابل ذکر ہیں۔ انسان شیر اور مگر شیر اگر بور بچہ کو موقعہ سے دبالے تو مار کر اوس کو کھا جاتا ہے۔ ایک بور بچہ دوسرے کو نہیں کھاتا مگر اکثر پانی کے کنارے سے اس کو اندر کھینچ لے جاتا ہے۔ مگر یہ شاذ اور صرف سماعی واقعہ ہے۔

ف۔ بور بچے کی آواز عام طور پر میاہوں میاہوں سے مشابہ ہوتی ہے لیکن اون کی وہ آواز جو آرہ چلنے کی آواز سے مشابہ ہوتی ہے۔ اور جو اکثر آبادی میں سنائی دیتی ہے۔ یہ بہت تعجب انگیز آواز ہے۔ ماہرین فن علم حیوانات میں اسپر طول طویل مباحث ہوئے ہیں۔ اس کی کوئی خاص وجہ نہیں معلوم ہو سکی۔ بیان یہ کیا گیا ہے کہ بور بچہ جب آبادی کے قریب آتا ہے یا جب اوس کے مسکن کے قریب اوس کو کوئی نئی چیز نظر آتی ہے یہ آواز کرتا ہے۔ مصنفین نے اس کا نام

سانگ رکھا ہے یعنی آرہ کشی رکھا ہے۔
میں نے یہ آواز جب ٹٹی پہاڑ کے نیچے رسالے کے بنگلہ میں رہتا تھا اور جہاں متعدد بور بچے سینکڑوں بارسنی ہے۔ شام کے سات بجے سے صبح تک بلاتعین وقت یہ آواز پہاڑ پر سے آتی تھی۔ کبھی میں نے میدان سے آتی ہوی نہیں سنی۔ اس تجربہ کے لحاظ سے یہ بیان کہ بور بچہ آبادی کے قریب آکر یا جب اوس کے مسکن کے پاس کوئی نئی چیز نظر آتی ہے۔ یہ آواز کرتا ہے۔ بالکل غلط ہے۔ رات کو کون شخص پہاڑ پر جاتا ہوگا اور بور بچے پہاڑ کے نیچے آکر جو آبادی سے قریب تر حصہ تھا یہ آواز کیوں نہیں کرتے تھے۔
ٹٹی پہاڑ پر حضرت باوٹا کی درگاہ سے حسین شاہ ولیؒ کی درگاہ تک کم از کم بور بچوں کے پانچ چھ جوڑے رہتے تھے۔ ان کے بچے بھی ہوتے ہی ہوں گے۔ ان کے علاوہ ایک مرتبہ تین بور بچے جن کو اعلیحضرت مرحوم نے بنظر ترحم رہا کر دینے کا حکم دیا تھا میرے سامنے اس پہاڑ کے نیچے پنجرے سے نکالکر پہاڑ پر چڑہا دئے گئے جس جگہ اس کثرت سے بور بچے ہوں، وہاں تقریباً ہر روز ایک آدہ رسالے کے جوان کو دو ایک نظر ہی آجاتے تھے مگر ان کو اپنی گوی کے پاس دیکھکر کبھی کسی بور بچے نے آرہ کشی نہیں کی۔ مغرب کے بعد سے البتہ صبح تک کسی نہ کسی وقت انکی آواز آتی تھی اور جہاں تک مجھکو یاد ہے اکثر موسم گرما میں اس کی وجہ یا تو یہ ہو سکتی ہے۔ کہ گرمیوں میں ہم بنگلہ کے باہر دیر تک بیٹھے تھے یا یہ کہ یہ زمانہ انکی مستی کا ہوتا ہے۔ ان بور بچوں میں کئی قد و قامت کے بور بچے تھے۔ معلوم نہیں یہ آواز کنکی ہوتی تھی بڑے بور بچے کو جو حضرات کی درگاہ سے منسوب تھا۔ اور جس کو میں نے شام کے وقت ہلاک کیا میں نے دو مرتبہ بچشم خود اپنی گوی کے سامنے بیٹھے ہوئے دیکھا۔ جہاں سے یہ نظر آتا تھا وہاں سے اس کی گوی پانچ چھ سو گز سے

کم نہ تھی۔ دوربین سے یہ بہت صاف نظر آتا تھا۔ مغرب تک تو یہ خاموش بیٹھا ہوا رسالے کی طرف دیکھتا رہتا تھا مگر اندھیرا ہوتے ہی بولنا شروع کر دیتا تھا۔ رسالے میں اس کو انسان گھوڑے۔ گائیں۔ بیل۔ بھینسے۔ بکریاں۔ کتے۔ گاڑیاں بگھیاں۔ رتھیں سبھی کچھ نظر آتے ہوں گے مگر کبھی دن کو اس کی آواز نہ سنائی دی۔ اگر شکار کو یا عجیب چیز کو دیکھکر آواز کرنے کا خیال صحیح سمجھا جائے تب بھی یہ غلط ثابت ہوتا ہے۔

ایک خیال یہ ہے کہ بور بچہ یہ آواز اس لئے کرتا ہے کہ جنگل کے جانور اس آواز کو سنکر خوف کی آوازیں کرتے ہیں اور بور بچہ ادن کے چلانے سے اپنے شکار کا ٹھکانا معلوم کر لیتا ہے۔ مگر مسٹر بریڈر کا بیان ہے کہ اونہوں نے جنگل میں کبھی یہ آواز نہیں سنی صرف آبادی یا کیمپ کے قریب یہ سنائی دی ہے مجھکو بھی کسی بڑے جنگل میں جہاں دور تک آبادی نہ ہو۔ یہ آواز سننے کا اتفاق نہیں ہوا نیز کئی مرتبہ گھنٹوں ان جنگلوں میں مچان پر رات رات بھر بیٹھا ہوں بور بچے شیر اور متعدد جانور چاندنی رات میں دیکھے ہیں مگر بور بچے کی یہ آواز نہیں سنی۔

ف۔ بور بچے کی یہ عادت بھی بیان کرنے کے قابل ہے کہ وہ اپنے شکار کردہ جانور کو کھانے میں بڑا حریص ہوتا ہے۔ یا یہ سمجھنا چاہئے کہ اوس کو چھوڑنے میں بڑی ضد کرتا ہے۔ فایر کرنے کے بعد جانور کی لاش پر اس کا دوبارہ آنا ضروری ہے بعض مرتبہ دو دو تین تین فایر کے بعد گارے پر واپس آیا ہے۔ بخلاف شیر کے کہ ایک مرتبہ شبہ ہو جانے کے بعد وہ بمشکل گارے کا قصد کرتا ہے۔ فایر ہو جانیکے بعد ہرگز نہیں آتا لیکن ان جانوروں کی ہر عادت میں عربی نحو کیطرح مستثنے کا صیغہ موجود ہے مجھکو معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا کہ ایک شیر کو فایر کے بعد دو مرتبہ گارے پر

واپس آیا یا تو یہ بے حد بھو کا تھا یا اس کی موت اس کو کھینچ کھینچ کر لاتی تھی۔ تیسری مرتبہ میرے بڑے بچے سراج الدین احمد سلمہ کی گولی گردن پر لگی اور یہ ٹھنڈا ہو گیا۔

ف۔ بور بچے کا شکار شیر کے شکار سے کم درجہ کا سمجھا جاتا ہے۔ (بڑے شکاری اس کی طرف کم توجہ کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جنگلوں میں جہاں شیر موجود ہوں ان پر مساوی وقت اور محنت صرف کرنا ظاہر ہے کہ غیر ضروری فعل ہے۔ اگر آبادیوں کے قریب بور بچے کا شکار منظور ہو تو ایک بکری باندھ کر بیٹھنا کافی ہے۔ اکثر شکاریوں کو بور بچے جنگل اور پہاڑوں میں چلتے پھرتے نظر آجاتے اور مارے جاتے ہیں۔ ایک لیڈی کو گاڑی پر سے ایک بڑا بور بچہ میس گز پر نظر آیا۔ یہ فوراً اس پر فایر کرنے کو تیار ہو گئیں مگر وہ گاڑی کے رکنے سے فوراً جھاڑی کی آڑ میں آ گیا۔ جس جانور کے رعب کی یہ شان ہو اس کے شکار کو شیر سے کیا نسبت۔ انہی لیڈی نے اسی جنگل میں شیر کی آواز سنی۔ رنگ فق ہو گیا سپید سنگ مرمر کی تصویر معلوم ہوتی تھیں۔

ف۔ بور بچے کبھی کبھی بلا وجہ اور بغیر چھیڑے انسان پر حملہ کر بیٹھتے ہیں۔ اگر ایسا اتفاق پیش آئے تو بھاگنا نہیں چاہئے۔ استقلال سے کھڑا رہنا بہت کام دیتا ہے۔ سو میں پچاس مواقع پر بور بچہ قریب آکر رک جاتا ہے۔ اور پھر دم دبا کر بھاگ جاتا ہے۔ اس کا ایک ذاتی تجربہ جو نہایت دلچسپ ہے۔ بیان کرنے کے بعد اپنے ملک کے بور بچہ کا بیان ختم کرتا ہوں۔

ایک دن شام کے وقت میں اور میجر نواب سید ولایت حسین صاحب رسالے کے نوجوانوں کو لے کر ایک بور بچہ کی تلاش و تعاقب میں نکلے۔ نواب صاحب کے ایک مصاحب یا دوست چھنو میاں بھی ساتھ تھے۔ اول تو چھنو میاں نے

اپنے غلط اشاروں سے مجھکو بوربچے کے اوپر کودا دیا۔ یہ بور بچہ چٹان کے نیچے
بیٹھا تھا۔ اگر قریب جاتے تو یہ نظر نہ آتا تھا۔ پتھر آڑ میں آجاتے تھے تجویز یہ ہوی
کہ میں چکر کھاکر پہاڑ پر چڑھ جاؤں اور جس چٹان کے نیچے بور بچہ بیٹھا ہے۔
اوس کے اوپر پہنچکر فایر کردں۔ چنو میاں میدان میں کھڑے رہیں اور رومال
کے اشارے مجھکو بور بچہ کا پتہ بتاتے رہیں تاکہ میں ٹھیک اوس کے اوپر پہنچ سکوں
جب میں دور کا چکر لے کر میدان کے سامنے آگیا اور چنو میاں نظر آنے لگے
تو یہ رومال ہلا ہلا کر مجھکو ٹھیک بوربچے کی چٹان پر لے آئے۔ جب میں
ٹھیک بوربچے کے اوپر پہنچ گیا تو بجاے اس کے کہ یہ فایر کرنے یا بور بچہ کے
موجود ہونے کا اشارہ کرتے انہوں نے کئی بار جلد جلد نیچے اوترنے کا اشارہ کیا
میں اوس چٹان سے جس پر بور بچہ بیٹھا تھا تقریباً آٹھ فٹ بلند تھا۔ اتنا
کودنا کوئی مشکل امر نہ تھا۔ میں بندوق سنبھالکر نہایت آہستگی کے ساتھ
نیچے کی طرف پھسل پڑا اور ٹھیک بور بچہ کے پچھلے حصہ پر گرا۔ یکایک اس
آفت ناگہانی بلکہ بلائے آسمانی سے جو اوپر سے نازل ہوی بور بچہ ایسا گھبرایا
کہ اوس سے سوائے بھاگنے کے کچھ بن نہ پڑی مسلسل پچاس گز تک دم دبائے
غرغر کرتا ہوا بھاگتا رہا۔ میری یہ حالت ہوی کہ اوس کے اوٹھنے سے میں تقریباً
گر گیا اور ہاتھ جس میں بندوق تھی زمین پر ٹک گیا۔ بدحواسی میں یہ سمجھ میں
نہ آیا کہ بھاگتے بوربچے کو ماروں۔ دور سے چنو میاں نظر آئے اونکو اچھے ناموں سے
یاد کرکے نیچے اوتر آیا۔ ان حضرات اور نواب صاحب تک پہنچنے میں شام
ہوگئی خوب قہقہے بھی ہوئے اور لعنت ملامت بھی ہوی۔ اس کے بعد ہم لوگ
مکان کو واپس ہوے۔ پہاڑ کے نیچے نیچے بالکل اوس کے دامن پر جانوروں
کے آنے جانے سے پک ڈنڈی بن گئی تھی۔ آگے میں میرے بعد ولایت حسین صاحب

اوراون کے پیچھے چنومیاں آہستہ آہستہ آرہے تھے۔ اندھیرا ہو گیا تھا اور محض کاہلی کی وجہ سے میں نے اپنی بندوق چنومیاں کو دیدی تھی نواب صاحب نے بھی اپنا بوجھ اردلی کے سر مار دیا تھا اردلی اور سب جوان اوباً ہم سے پچیس تیس گز ہٹے ہوئے رمنے میں چل رہے تھے۔ جب ہم مکان کے قریب پہنچے تو یکبارگی پہاڑ پر سے دو بور بچے جو غالباً جوڑا ہو ہم پر غرائے اور دونوں نے غاوں غاوں کرکے ہم پر حملہ کر دیا۔ میں اور ولایت حسین صاحب رک گئے اور چلائے کے جلد بندوق دو۔ اس عرصہ میں دونوں بور بچے ہم سے تین گز پر پہنچ گئے مجھکو اچھی طرح نظر آئے۔ میں پھر زور سے چلایا کہ کمبخت بندوق دے۔ بور بچے غالباً اس آواز سے رک گئے اور غف کی دھمکی دیکر پھر پہاڑ پر چڑھ گئے پلٹ کر دیکھا تو چنومیاں بندوق لے کر بھاگ رہے تھے جب رسالے کے جوانوں کے ساتھ پھر ہم تک پہنچے تو میں نے کہا کہ تم نے یہ کیا حرکت کی کہ بندوق لے کر بھاگ گئے تو اونہوں نے قسم کھاکر جواب دیا کہ میں بھاگا نہیں بلکہ برچھا لینے گیا تھا اگر ہم بھی ان شجاعت پناہ کی حماقت میں شریک اور بھاگے ہوتے تو آج یہ کتاب نہ لکھی جاتی اور نہ چنومیاں کی یادگار قائم ہوتی۔ ایسے مواقع پر استقلال بہت کام آتا ہے۔ بھاگ پڑنے سے ادنی دشمن بھی دلیر ہو جاتا ہے شیر اور بور بچہ کے حملہ کے وقت بھاگنا اور خودکشی دونوں ہم معنی ہیں۔

ف۔ یہ تمام حالات اور واقعات اپنے ملک کے بور بچوں سے متعلق تھے۔ ہند کے تمام صوبوں میں اور ایشیا اور آفریقہ کے تمام ممالک میں باستثنائے کوہستان قاف بور بچے موجود ہیں۔ کہیں بکثرت اور کہیں کم۔ مختلف ممالک کے بور بچوں کے رنگ انکے گل اور گلوں کی تعداد نیز قد و قامت میں آب و ہوا اور غذا کی نوعیت کے اثرات سے خفیف سا فرق ہونا لازمی اور تقاضائے فطرت ہے

مگر طویل مباحث و تحقیقات کے بعد یہ قطعی طور سے طے ہو چکا ہے کہ یہ سب بور بچے ایک ہی قوم اور ایک ہی نسل کی زنجیر کی مختلف حلقے یا کڑیاں ہیں۔ آفریقہ کے تمام ممالک کے بور بچے اپنے رنگوں میں مختلف الشکل ہیں وہ ادن کے مختلف ٹائپ قرار دئے گئے ہیں۔ مگر ٹائپ میں اس قدر خفیف فرق ہے کہ ماہرین فن اس وقت عرب ایران۔ ترکستان۔ بلوچستان اور سندھ میں اس کے موجود ہونے پر متفق الرائے ہیں۔ کہاں آفریقہ کہاں سندھ مگر واقعہ یہی ہے کہ سب ایک ہیں حتیٰ کہ سیاہ بور بچے اور ہمالیہ۔ کشمیر اور تبت کے سپید بور بچوں کی ساخت میں بھی کوئی فرق بجز رنگ یا بالوں اور پیٹ کے نیچے کی نرم پشم کے نہیں پایا جاتا تا ۱۹۱۱ء میں میں ملٹری انجینئرنگ کی تعلیم کے لئے روڑکی کالج کو بھیجا گیا تھا۔ وہاں سے واپس ہو کر چند ہی روز بعد میں معلم سروے انگ کی حیثیت سے روڑکی طلب کیا گیا۔ ایک پارٹی سرویرز کی جس کے سردار جنرل ہنڈرسن تھے۔ لداخ اور بخارا کی لائن کے وسط میں ملٹری روش دریافت کرنے کے لئے روانہ ہو رہی تھی پرنسپل صاحب نے یہ کہکر کہ بہ نسبت معلمی کے حقیقی سروانگ اور انجینئرنگ کی تعلیم پانیکا موقعہ اس مہم کے ساتھ ہے۔ مجھکو اسسٹنٹ مقرر کرکے اس پارٹی کے ساتھ کر دیا۔ افسوس ہے کہ آفریدی وار کیوجہ سے ہم کو جلد واپس ہونا پڑا اور ہم منزل مقصود تک نہ پہنچ سکے پھر بھی مجھکو برف پوش پہاڑوں کے دیکھنے اور نہایت سرد ملک سے گذرنے کا موقعہ ملا میں نے غور سے دیکھا کہ ہر جانور کے بال یا پشم جو کچھ کہا جائے اس ملک کے جانوروں کے مقابلہ میں بڑے تھے۔ یہاں جن جانوروں کے بال عموماً بھورے نظر آتے ہیں وہ وہاں سپیدی مائل ہوتے ہیں۔ سپید گیدڑ (کولا) سپید لومڑی۔ سپید خرگوش یہ سب انہی سرد ملکوں کی پیدائش اور خصوصیات سے ہیں اسی طرح سپید بور بچے بھی

ہمالیہ کے نیچے ۸۰۰۰ فٹ سے ۱۸ اور ۲۰ ہزار فٹ تک بلند مقامات پر ملتا ہے۔ اسکی غذا کی فہرست میں بالعموم چھوٹے چھوٹے چرند مثل خرگوش مشک کا ہرن بہارل۔ شاپو۔ آرگلی جنگلی بکرا (آئبکس) اور کبھی کبھی پہاڑی پرند مثل تمار۔ ہنس۔ مختلف اقسام کے بگلے جیسے سارس وغیرہ شامل ہیں۔ میرے استاد سر ماریسن نے المورہ سے چند ہزار فٹ زیادہ بلندی پر سپید بور بچہ کو بکری کھاتے ہوئے شکار کیا۔ بکری کی پہاڑی اقسام میں سے یہ بڑی بکری تھی نام مجھکو یاد نہیں۔

اور شکاریوں نے بھی لکھا ہے کہ اگر موقعہ ملجائے تو یہ بڑے جانوروں پر حملہ کرکے اون کو مار لیتا ہے۔ سردی کے موسم میں یہ نیچے یعنی ۸۰۰۰ فٹ تک اوتر آتا ہے۔ اور آبادی کے قریب آکر پلی ہوئی بھیڑ بکریاں کھا جاتا ہے۔ معلوم نہیں کہ کتے کا یہ معمولی بور بچہ کی طرح شوقین ہوتا ہے یا نہیں۔ ہمالیہ کے کتے جو بہت بڑے ہوتے ہیں اس کے قابو سے باہر ہوتے ہیں۔

ف۔ سپید تیندوے یا بور بچہ کے قد کا اوسط ۲۴ انچ ہے۔ اور جسم کا طول بہ شمول دم ۶ فٹ ۴ انچہ سے سات فٹ تک کا دیکھنے میں آیا ہے۔ ایک چمڑا جو نمونتاً لندن کے میوزیم میں رکھا ہے۔ سات فٹ چار انچ ہے۔ اس میں صرف دم کا طول ۳۶ انچ ہے۔

ف۔ علیٰ ہذا القیاس ہند اور خاص ہمارے ملک کے سیاہ بور بچے کوئی جداگانہ نسل نہیں ہیں۔ ان کا ذکر میں پہلے بھی کر چکا ہوں۔ اب اعادہ غیر ضروری ہے۔ یہ خیال کہ سیاہ بور بچہ زیادہ دلیر یا زیادہ قوی ہوتا ہے۔ محض قیاس پر مبنی ہے عجائب خانوں اور فقیروں کے ساتھ میں نے کئی سیاہ بور بچے دیکھے ہیں۔ دلیری کے آزمانے کا تو موقعہ کیونکر ملتا مگر جسم بظاہر بالکل قوی نہ تھا بلکہ معمولی

جنگلی بور بچوں سے کم تھا۔ شاید قید کی وجہ سے کمزور اور لاغر ہو گئے ہوں۔
ف۔ شیر کے مانند بور بچے کے جسم سے بھی لکی بون (باگھہ نگ) نکلتی ہے مگر چھوٹی۔

یہ خیال کہ شیر کے جسم سے فوراً لکی بون نکال لیجائے۔ ورنہ گل جاتی ہے بالکل غلط ہے۔ چونکہ گاؤں کے شکاری اس امر سے واقف ہیں کہ میم صاحبان اور اکثر مارواڑی اور بنیے اس کی بڑی قدر اور اچھی قیمت ادا کرتے ہیں اس لئے یہ گانوں والے اوس کو چرا کر نئے شکاریوں سے کہدیتے ہیں کہ شیر چیرنے میں دیر ہوی اس لئے لکی بون گل گئی۔ لکی بون کے اثرات کے متعلق میں نے صرف اس قدر آزمایا ہے کہ اوس کا نذر دینا لیڈیز کے خوش کرنے کے لئے عمدہ حب کا عمل ہے مگر صرف دو چار منٹ کے لئے میٹی میٹی تھیکس کہنے کے بعد اس عمل کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔

چیتا یا شکاری چیتہ
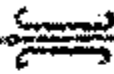
عام خیال یہ ہے کہ تیندوے یا بور بچہ کو چونکہ بعض مقامات پر چیتا یا سون چیتا کہتے ہیں اس لئے یہ جانور بھی جس کو ہم شکاری چیتے کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اونہی کی قسم کا یا اوسی خاندان کا ممبر ہے لیکن تحقیقات اور غور سے یہ ثابت ہوا کہ شکاری چیتا بالکل مختلف النوع جانور ہے۔ قد و قامت رنگ عادات حتیٰ کہ جسم کی ساخت میں یہ تیندوے سے علحدہ ہے۔ رنگ میں ظاہری بڑا فرق یہ ہے کہ بور بچے کے گل بیچ میں ہلکے زرد میلے سپید

ہوتے ہیں۔ انگریزی مصنفین اس شکل کے گل کو رازٹے کہتے ہیں۔ بخلاف اس کے شکاری چیتے کے جسم کا گل پورا سیاہ داغ ہوتا ہے۔ تقریباً دائرے کی شکل میں ہا ہے چیتے کے گل بہ مقابلہ جوان کے کسی قدر زیادہ بڑے ہوتے ہیں۔ چیتے کی کمر پر بھی سیاہ لکیر ہوتی ہے۔ مگر بوربچے کی کمر کے سیاہ خط سے عرض میں کم اور سیاہی میں زیادہ ہاتھ پیروں کے اندر کی جانب گل نہیں ہوتے۔ سر اور گردن پر کے گل چھوٹے اور ہلکے ہوتے ہیں۔ کانوں کے کناروں پر زرد بالوں کی تحریر ہوتی ہے۔ کان اوپر سے سیاہ چھوٹے اور گول ہوتے ہیں۔ ٹھڈی سے حلق تک کے بال میلے سپید ہوتے۔ گردن کے اوپر بال کسی قدر لمبے ہوتے ہیں لیکن نہ اس قدر کہ اوس کو ایال کہہ سکیں۔ جسم کی ساخت بمقابلہ تیندوے کے بہت سبک ہوتی ہے۔ ہاتھ پتلے اور گرے ہاؤنڈ کے مانند سید ہے۔ کمر پتلی۔ پیٹ اوپر کو کھچا ہوا۔ پٹھوں کا ڈھال بدنما نہایت صاف اور ممیز فرق تیندوے اور چیتے میں یہ ہے کہ تیندوے کا پنجہ (مثل تمام اون جانوروں کے جو بلی کی نسل) فیلائن (سے تعلق رکھتے ہیں یا جو اوس قسم میں شامل ہیں) جب وہ پنجے کو بند کرتا ہے تو اونگلیاں اس طرح خم ہوتی ہیں کہ ناخون ڈھک جاتے ہیں۔ بہ خلاف اس کے کتے کی قسم کے جانور (کینائن) اپنے پنجے کو بند اور ناخون کو اونگلیوں کے نیچے چھپا لینے سے قاصر ہوتے ہیں۔ جسم اور رنگ میں بوربچے سے مشابہ ہونے کے باوجود چیتے کے پنجے کتے کے مانند بند ہونے کے ناقابل ہوتے ہیں علم حیوانات کے ماہرین کا یہ خیال ہے کہ یہ جانور فطرت نے دوڑنے کے لیے بنایا ہے۔ مگر حیرت یہ ہے کہ شکاری چیتا صرف سو گز سے بہ مشکل ۲۰۰ گز تک دوڑتا ہے۔ یا دوڑ سکتا ہے۔ اس سے زیادہ اپنے شکار کا تعاقب نہیں کرتا۔ البتہ یہ دوڑ اس قدر تیز ہوتی ہے کہ کسی جانور کی سرعت رفتار اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی

یہ مسلم امر ہے اور اس کا میں ذکر بھی کر چکا ہوں کہ روئے زمین پر کوئی جانور کالے ہرن سے تیز دوڑنے والا نہیں ہے۔ اس کالے کو شکاری چیتا سو گز کے اندر پکڑ لیتا ہے۔ اگرچہ اس وقت میں ہرن کے دیکھنے۔ سنبھلنے اور رفتار کی پوری قوت حاصل کرنے کا معتدبہ جز شامل ہے۔ پھر بھی شکاری چیتے کی یہ مختصر جھپیٹ دنیا کے سب سے تیز دوڑنے والے جانور کے مقابلہ میں بہت قابل قدر ہے اگر ہرن نے فوراً دیکھ لیا اور دیکھتے ہی وہ سنبھل کر اپنی کامل رفتار پر آ گیا تو چیتے کے قابو سے باہر ہو جاتا ہے۔ اور مایوس ہو کر چیتا یا تو گردن ڈالے ہوئے واپس آتا ہے۔ یا وہیں بیٹھ جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہرن کو چیتے کا پکڑ لینا ایک قسم کے دھوکے پر منحصر ہے۔ جو کبھی کامیاب ہوتا ہے۔ اور اکثر ناکامیاب جو حضرات خود اسکول اور کالجوں میں دوڑے ہیں یا جنھوں نے خود گھوڑے دوڑائے ہیں وہ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ ابتدائے دوڑ میں جلد سنبھل جاتا اور پیروں کے اعصاب کا پوری طرح حرکت میں آ جانا کیا اثر رکھتا ہے۔ اس کو اصطلاحاً اسٹارٹ کہتے ہیں جس کو اسٹارٹ اچھا مل گیا اوس کو بشرطیکہ اور شرائط اور ضروریات مساوی ہوں جیتنے میں بہت آسانی ہوتی ہے۔ شکاری چیتے اور ہرن کا بھی یہی حال ہے بلکہ ہرن کی غفلت اس میں بہت بڑا جز ہے۔ ہرن کو دیکھنے سمجھنے اور تیار ہونے میں بہت وقت صرف ہو جاتا ہے۔ اور میرا یہ خیال صحیح ہے کہ چیتے کی کامیابی صرف دھوکے پر منحصر ہے نہ کہ رفتار کی تیزی پر سرعت رفتار کا سہرا کالے ہرن کے سر ہے۔

چیتے کو شکار کرتے تقریباً ہر شکاری نے دیکھا ہو گا۔ اوس کی تفصیل غیر ضروری ہے۔ یہ امر اس کے سلسلہ میں قابل بیان ہے کہ چیتا شکار کرنا اپنے ماں باپ کے ساتھ جنگل میں سیکھتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ بچہ پال لیا جائے اور وہ اس طرح

شکار کرے۔ اسی واسطے جو چیتے شکار کی غرض سے رکھے جاتے ہیں وہ جوان اور شکار کھیلتے ہوئے جال سے پکڑ کر صرف انسان سے مانوس ہونے کی تعلیم کے محتاج ہوتے ہیں۔ اون کو شکار کرنے کی تعلیم نہ دی جاتی ہے۔ نہ اس کی ضرورت ہے۔ شکاری چیتے کا قد ۲½ فیٹ کے قریب ہوتا ہے۔ بعض اس سے کچھ کم ہوتے ہیں بعض ۳۲ اور تینتیس انچہ اونچے ہوتے ہیں۔ مہاراجہ مرسان ضلع علی گڈھ کے پاس ایک شکاری چیتا ۲½ ۳۴ انچ قد کا تھا۔ اس نے ۱۹۳ء کی نمائش میں دو ہرن کا شکار پبلک کو دکھایا۔ نواب مزمل خاں کا مشہور گھوڑا امیر اس کے ساتھ دوڑایا گیا مگر قبل اس کے گھوڑا ۱۶ ار پر آئے یہ ہرن کو مار چکا تھا۔ یہ صرف ۹۲ گز کی دوڑ تھی۔ سنا تھا کہ اس چیتے نے بحالت غلامی مہاراجہ اوس وقت تک ۱۷۵ ہرن شکار کئے تھے اس کی عمر کا اندازہ اوس وقت ۹ سال تھا معلوم نہیں یہ پھر کب تک شکار کھیلتا رہا اور کب تک زندہ رہا۔ یہاں کے سرکاری چیتے والوں سے میں نے دریافت کیا۔ اون کا بیان ہے کہ بعض چیتے بیس برس کی عمر تک شکار کھیلتے ہیں اوس کے بعد چھوڑ دئے جاتے ہیں یا مرنے تک شکار کھیلنے کا امکان غیر قابل اعتبار ہے۔ بیس برس کے بعد شیر مویشی خواری چھوڑ کر مردم خواری شروع کر دیتا ہے۔

باوجودیکہ بہت سے شکاری چیتے حیدرآباد کی گرد و پیش میں چھوڑے گئے مگر کہیں ان کی نسل کا اس نواح میں پتہ نہ ملا۔ سب سلحدار برار شمالی ہندوستان سے خرید کر لاتے اور سرکار میں ملازم کرا دیتے ہیں۔ خود اس کی نگہداشت کرتے اور کھلاتے پلاتے ہیں۔ جب بندگان عالی کسی مہمان کو تماشہ دکھانا چاہتے ہیں تو یہ بلائے جاتے ہیں۔ پہلے یہ کارخانہ جرنل سر افسر الملک کے تحت تھا اکثر سنا گیا کہ چیتا بیمار ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بخلاف شیر اور بوربچے کے کہ وہ بہت ہی کم

بیمار ہوتے ہیں۔ چیتے زیادہ بیمار ہوتے ہیں۔ یا یہ سلحداروں کا بہانہ ہوگا۔ کم خوراک دینے سے چیتا کمزور ہو جاتا ہوگا تو یہ بیماری کا بہانہ کر دیتے ہونگے اس کے علاوہ یہ بھی قرین قیاس امر ہے کہ انسان کی غلامی اور قیدی کی زندگی بسر کرنے کی وجہ سے بیماریوں کو قبول کرنے کا مادہ چیتے میں پیدا ہو جاتا ہے۔

ھ۔ ان سلحداروں کو ہر مہینے میں مشق کی غرض سے سرکاری شکار گاہ میں دو ہرن شکار کرانے کی اجازت ہے۔ جوان اور تیز چیتا ہرن کو دیکھتے ہی خود گاڑی کے پلنگ پر سے پھول کی طرح پیچھے کیطرف کود پڑتا اور وہیں چھپ جاتا ہے۔

سلحداروں کے چیتوں کو سر سے ٹوپی اوتارنے اور ہرن دکھانے کے بعد پلنگ پر سے دھکا دینا پڑتا ہے۔ یہ کم غذا یا زیادہ عمر کا باعث ہوگا۔

چیتے کا طول سات فٹ تک ہوتا ہے۔ اس میں سے ۲½ فٹ کی دم ہوتی ہے۔ بور بچے اور شیر کیطرح شکار کو دیکھ کر یہ بھی دم ہلاتا رہتا ہے۔

چیتا انسان پر حملہ نہیں کرتا۔ جب سوار شکاری اس کا تعاقب کرتے ہیں تو یہ تھوڑی ہی دور دوڑ کر برچھے کا شکار ہو جاتا ہے۔ جب گھر جاتا ہے۔ تو بدتمیزی کے ساتھ ناسمجھی کے دو ایک حملے کرتا ہے۔ لیکن اس حملے کو سور کے سوچے سمجھے ہوئے اور آخری وقت تک دلیری کے ساتھ جان دینے کے ارادے سے کوئی نسبت نہیں ہے۔

مسٹر جارڈین ایک قدیم مشہور مصنف نے لکھا ہے کہ سلاطین مغلیہ ہرن کے شکار کے لئے ہزاروں چیتے رکھتے تھے۔ یا تو یہ بیان غلط ہے۔ یا اوس زمانہ میں

چیتے بڑی کثرت سے ہونگے۔

اس زمانہ میں آٹھ سلحداری کی جگہوں میں سے جو جائداد کھلاتی ہیں۔ دو دو۔ تین تین سال تک خالی رہتی ہیں۔ چیتا نہ ہو تو سلحدار کی تنخواہ بند ہو جاتی ہے۔ اس لئے سلحدار چیتوں کو تلاش کرنے میں بڑی کوشش کرتے ہیں۔

عادل آباد میں چند سلحدار چیتے پکڑنے کے لئے میری اجازت کے لئے میرے پاس آئے تھے۔ میں نے اجازت دیکر ان سے خواہش کی کہ وہ مجھکو اس کا شکار دکھائیں اونہوں نے کئی ہفتے جنگلوں میں تلاش کی کہیں پتہ نہ لگا۔ میری خاطر سے اونہوں نے پور بچے کے لئے پہاڑ پر جال لگایا۔ بدقسمتی سے اوس میں تین چار سانبھر یا کوئی اور بڑے جانور جا پھنسے۔ بیچاروں کا جال اس بری طرح توڑ کر نکل گئے کہ جال کی مرمت پر کئی روپیہ صرف کرنے پڑے۔

ف۔ چیتے کا وزن ساٹھ ستر پاونڈ کے قریب ہوتا ہے۔ زیادہ بھاری ہو جائے تو جھپٹ میں ضروری تیزی باقی نہ رہنا لازمی نتیجہ ہے۔

جنگل میں یہ کئی کئی غالباً ایک ہی خاندان کے ملکر رہتے ہیں اور بڑی آسانی سے چھوٹے جانوروں کو از قسم ہرن شکار کر لیتے ہیں۔ مور اور بندر بھی کثرت سے مارتے اور کھاتے ہیں۔ بڑے جانوروں پر حملہ کرنے کی ان میں نہ ہمت ہوتی ہے نہ قوت۔ کوئی بچہ ملگیا تو خوش قسمتی ہے۔

جب ان پر اچھی قسم کے قوی اور دلیر کتے چھوڑے جائیں تو یہ گھبرا کر درخت پر چڑھ جاتے ہیں۔ نیچے اگر کتے ان کو آلیں تو یہ پنجوں سے گہرے زخم پہنچاتے ہیں۔ پور بچے کی طرح ایک آدھ کتے کو منہ میں دبا کر چل نہیں دیتے شاید اس کی قوت ان میں نہیں ہوتی۔

میں نے اپنے پلے ہوئے چیتوں میں سے جو بڑا سا صفدر جیری یا بوجہ

علاالت چھوڑ دئے جاتے ہیں۔ ایک چیتے کو اڈک میٹھ کے رمنے میں خرگوش پر
دوڑتے دیکھا دونوں سو گز کے اندر ہی گھانس میں نظر سے غائب ہو گئے معلوم نہیں
نتیجہ کیا ہوا۔ یہی پلا ہوا چیتا کئی ہفتہ تک ایک گاؤں میں مہمان رہا۔ تماشہ
دیکھنے کو یا بنظر ترحم گاؤں والے اس کو چھچھڑے وغیرہ کھلاتے رہے۔ کسی خاص
شخص سے یہ مانوس نہ تھا مگر عام طور پر ہر شخص کو تین چار گز تک آنے دیتا تھا
آگے بڑھو تو غالباً اس خیال سے کہ مجھکو پکڑنے آتے ہیں دانت نکالکر پھنکار
مارتا تھا۔ ایک روز یہ رات کو کسی کے بستر پر قابض ہو گیا۔ اوس نے لکڑی سے
دھمکا کر بھگا دیا۔ یہ سیدھا کوہ مولا پہنچا جہاں اعلیٰحضرت مرحوم رونق افروز تھے
اوس زمانہ میں ربیع الاول کے فاتحہ ہو رہے تھے۔ پلاؤ بریانی روزانہ پکتی اور
غربا کو کھلائی جاتی تھی۔ ہڈیوں کا ڈھیر باورچیخانہ سے دور ڈالدیا جاتا تھا۔
یہ چیتا جمع شدہ ہڈیاں کھاتا ہوا دیکھا گیا۔ سرکار کو خبر ہوی تو پکڑا کر پنجرے
میں رکھوا دیا اور حکم دیا کہ روزانہ پیٹ بھر کر اس کو گوشت دیا جایا کرے۔
بعض لوگ کہتے تھے کہ یہ بادشاہ وقت کی بارگاہ میں فریاد لایا تھا کہ جوانی بھر
میرے شکار کا لطف دیکھا۔ اب بڑھاپے میں فاقے کر رہا ہوں کوئی کھانے کو
نہیں دیتا۔

شکار کے قابل مختلف اور متعدد جانور

مندرجہ بالا مشہور و معروف جانوروں کے علاوہ ہمارے ملک کے جنگل

اور پہاڑوں میں بہت سے چھوٹے چھوٹے ایسے جانور رہتے ہیں جو یا عام طور پر نہ نظر آتے ہیں نہ اون پر توجہ کیجاتی ہے۔ یا نظر آتے ہیں اور توجہ کے قابل نہیں سمجھے جاتے تیسری صورت یہ ہے کہ وہ نظر ہی نہیں آتے۔ انسان کے پالے ہوئے جانوروں اور کھیتی کو ان سے بہت نقصان پہنچتا ہے۔ یہ سب فیلائن یعنی بلی کی نسل میں شامل نہیں ہیں۔ بعض کینائن یعنی کتے کی نسل سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔ بعض علم حیوانات کی تقسیم کے موافق اور نسلوں سے متعلق ہیں۔

اگر نوجوان شکاری ابتدائے شوق میں ان کے فنا کرنے کی طرف توجہ فرمائیں تو علاوہ مشق کے کسانوں کو فائدہ اور اون پر احسان ہوگا۔

فیلائن یعنی بلی کی قسم میں سے ہمارے ملک دکن کے رہنے والے جانور جنگلی بلا۔ بن بلا۔ شیر بلاد۔ وغیرہ ہیں جو مرغیوں۔ بطوں۔ کبوتروں۔ اور بکری کے بچوں کو سخت نقصان پہنچاتے ہیں۔ یہ بلے خانگی بلی سے کچھہ بڑے اور چھوٹے بوربچہ سے کچھہ کم ہوتے ہیں۔

ان کا رنگ بھورا یا زرد یا سرخی مائل زمین اور شیر کی سی دھاریوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ بعض پر بجائے دھاریوں کے گل بھی ہوتے ہیں۔ اگر ان کا قد و قامت اس قدر چھوٹا نہ ہوتا تو ان پر بوربچہ کا شبہ ہوتا آسان تھا یہ رات کو نکلتے ہیں دن کو پہاڑوں پتھروں کے شگافوں۔ درختوں کے جوف۔ نالوں کے کناروں پر سیہی کے سوراخوں میں چھپے رہتے ہیں اور رات کو نکلکر آبادی کے قریب آجاتے ہیں۔ یہ شکل وصورت اور جسم کی ساخت میں بلی اور شیر و بوربچہ سے بالکل مشابہ ہوتے ہیں۔ صرف رنگ اور قد و قامت میں فرق ہوتا ہے۔

ف۔ ان بڑی بلیوں یا چھوٹے شیروں کے علاوہ کینائن ریس یعنی کتے کی

نسل کے مندرجہ ذیل جانور دکن کے جنگلوں میں بہ کثرت پائے جاتے ہیں۔
لومڑی۔ کولہ یا گیدڑ۔ بھیڑیا یا لانڈگا۔ جنگلی کتے۔
اس کے بعد تیسری نسل جو بلی اور کتے کے درمیان میں تسلیم کی جاتی ہے
اس کا نام۔
فیلس کیراکال ہے۔
اس جنس میں قابل بیان جانور سیاہ گوش ہے۔

ان بڑی تقسیموں کے علاوہ۔ بندر۔ لنگور۔ ریتیل۔ دو قسم کے نیولے یا مشگوش۔ سیہی۔ گلہری اور مگر اور اژدہے ایسے جانور ہیں جو دکن کے جنگلوں میں بہ کثرت مسکن پذیر ہیں۔ ان میں سے چند ہی جانور اس قابل سمجھے جا سکتے ہیں کہ ان کا ذکر شکار کرنے کے لئے موزوں جانوروں میں شامل کیا جائے۔ بقیہ بالکل بیکار یا صرف جنگل کی رونق و آبادی یا فطرت کی دیگر ضروریات کو پورا کرنے کی غرض سے پیدا کئے گئے ہونگے۔ شکار سے اون کو تعلق نہیں۔ البتہ ان سب سے جدا اور دوسری نوع کا جانور ریچھ ہے۔ اوس کا ذکر آگے آئے گا۔

ف۔ مندرجہ بالا جانوروں میں سے سب سے معمولی جانور لومڑی ہے۔ یہہ اپنے بڑے بھائی کولے سے بہت زیادہ مشابہ ہوتی ہے اگرچہ رنگ میں بین فرق ہوتا ہے۔ خانگی بلیوں سے قدوقامت بالخصوص جسم کے طول میں کچھ زیادہ ہوتی ہے۔ اس کی دم بہت خوبصورت اور شروع سے آخر تک بڑے بڑے بالوں سے بھری ہوی گیارہ سے چودہ انچ تک لمبی ہوتی ہے ہاتھہ پیر بہت سبک بلی سے ذرا بھاری۔ سر چھوٹا اور گول مگر تھوتھنی نوکدار اور سیاہ ہوتی ہے۔ کان کھڑے اور اون پر کسی قدر بڑے بال سیاہ تحریر کے ساتھہ خوشنما ہوتے ہیں

اس کا رنگ بالعموم بھورا ہوتا ہے۔ مگر سیاہی اور زردی نیز سرخی مائل لومڑیاں بھی دیکھنے
دیکھنے میں آئی ہیں۔ یہ بظاہر تیز دوڑتی ہوئی نظر نہیں آتی پھر بھی اس کی رفتار
معمولی ہاؤنڈ کو دق کرنے کے لئے کافی ہوتی ہے۔ تیز کتے اس کو جلد گھیر لیتے ہیں
مگر یہ ایسے چکر دیتی اور عین کتے کے منھ مارنے کے وقت اس طرح مڑ جاتی ہے
کہ کتے اپنی تیزی میں دس دس بارہ بارہ گز دوسری طرف نکل جاتے ہیں۔ کبھی
کبھی داؤں پیچ کا یہ سلسلہ اس قدر دیر تک جاری رہتا ہے کہ کتے تھک کر
کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ دوڑتی ہوئی کسی بلند مقام پر جا کر ٹھیر جاتی ہے اور
کتوں کی طرف دیکھ کر قہقہہ لگاتی ہے۔ نگاہ کتوں پر رکھتی ہے۔ اگر کوئی کتا ہمت
کرکے پھر دوڑا تو چل دیتی ہے۔ اگر اس کا بل قریب ہو تو اوس میں گھس جاتی ہے
کتوں میں اگر فاکس ٹیریر شامل ہوئے تو یہ ظالم اس غریب کو بل میں گھس کر
باہر گھسیٹ لاتے ہیں۔ بل کے اندر یہ کتوں کا کچھ مقابلہ کرتی ہے۔ مگر آخر مغلوب
ہو جاتی ہے۔ یہ شکار بیرحمانہ قابل نفرت اور کنجوں کا طریقہ ہے۔ میدان کی
دوڑ تک تو شکاری کو اپنے کتے اور لومڑی کی دوڑ کے مقابلے کا لطف ملتا ہے
لیکن بل میں پناہ لینے کے بعد اوس کو تیز اور قوی کتوں سے مردہ نکلوانا ظلم ہی
ظلم ہے۔ میں نے ایک یورپین صاحب سے اپنا خیال اور اونکی بے رحمی پر
اعتراض بیان کیا تھا۔ کیونکہ فاکس ٹیریر زمین کھودنے والا کتا یورپ ہی کا بنایا
ہوا کتا ہے۔ اونہوں نے بے رحمی کے اعتراض کو تسلیم کیا مگر یہ عذر کیا کہ ابتداً
یہ کتے اس قدر چھوٹے اور کمزور ہوتے تھے کہ لومڑی کو مار نہیں سکتے تھے۔ صرف
ڈرا کر باہر نکال دیتے تھے۔ کیونکہ لومڑی ہمیشہ اپنے بل کے کئی دروازے بناتی
ہے اور پھر دوڑ کا مقابلہ ہو جاتا تھا۔ مگر رفتہ رفتہ فاکس ٹیریر چونکہ وہ گھر کی
حفاظت اور مالک کی رفاقت کا کام کرنے لگا اس لئے بل کا عمل دیگر زبردست

اور ولیر لیسنس قائم کر دیا۔ بیشک اس سے اصلی مقصد مفقود ہوگیا مگر کتے کی نہایت بیکار آمد نسل ہاتھ آگئی۔ بہر حال لومڑی پر جب وہ اپنے بل میں پناہ لے چکی ہو کتے چھوڑنا صریحاً بے رحمی ہے۔

لومڑی کا وزن ... سے ۰ پاونڈ تک ہوتا ہے۔ سرد ملکوں کی لومڑیاں سپید ہوتی ہیں اور ان کے بال نرم اور لمبے ہوتے ہیں۔ یورپین لیڈیز اس کے اُدر کوٹ اور گلوبند جاڑوں میں شوق سے استعمال کرتی ہیں۔

لومڑی بلند مقامات پر جہاں پانی جمع ہونے کا اندیشہ نہ ہو اپنا بل خود کھود کر بناتی ہے اور اوس میں کئی راستے رکھتی ہے یہ چار سے کم نہیں ہوتے اور سب راستے ایک مختصر ہال کو پہنچتے ہیں۔ جہاں میاں بیوی اور بچے نرم مٹی پر بہ آرام لیٹ سکیں۔ بل کے متعدد دروازوں کے متعلق ایک لطیفہ قابل ذکر ہے کسی شاعر کا شعر ہے۔

وہ گھر امکان بنایا ہے رہنے کو یار نے
جب میں گیا اِدھر وہ اُدھر سے نکل گیا

اس شعر کو سن کر ایک صاحب نے فرمایا کہ شاید یار لومڑی کا بچہ ہوگا۔

ف۔ کویا یا گیدڑ۔ یہ لومڑی سے بڑا اور شیطک کتے کے برابر ہوتا ہے۔ اس کی تمام حرکات اور سکنات نیز عادات لومڑی کے مانند ہوتی ہیں۔ یہ بھی شکاری صرف کتوں سے شکار کئے جاتے ہیں بیکار آمد اور ذریعہ لطف ہے۔ یہ اس قدر دوڑنے والا جانور ہے کہ اس کو ساٹھ ساٹھ ستر ستر فاکس ہاونڈز کے پیک (غول) سے شکار کرتے ہیں۔ میلوں دوڑتا اور بیسوں شکاری عمدہ عمدہ گھوڑوں پر ساتھ ہوتے ہیں۔ کتے زیادہ تر بو سے شکار کرتے ہیں اور میدان اور کھیتوں میں گھوڑوں کی قوت جست کا اچھا امتحان ہوتا ہے۔ یہی اس کا لطف ہے۔

گیدڑ اور لومڑی دونوں غذا کے لحاظ سے ان جانوروں میں ہیں جو گوشت اور پھل دونوں چیزیں کھاتے ہیں۔ باغوں میں گیدڑ خربوزے۔ انگور، انجیر امرود وغیرہ جنگل میں بیر اور میدان اور گھروں میں۔ چڑیاں۔ انڈے۔ مرغی۔ بط وغیرہ کو مار کر کھا جاتے ہیں۔ اس کی آواز سے ہر شخص واقف ہے۔ یہ شام اور صبح سے کچھ قبل بہت سے ملکر یہ گوش آشنا شور مچاتے ہیں۔ دوسرا غول اوس کی متابعت کرتا ہے۔ اور مسٹر چلینڈر لکھتے ہیں کہ بمبئی سے کلکتہ تک یہ سلسلہ وار صبح کے آنے کی خبر دیتے ہیں۔

بخلاف لومڑی کے گیدڑ دس دس بارہ بارہ ساتھ رہتے ہیں اور ان کے غول ہرنوں کا پیچھا کرتے ہوئے دیکھے گئے ہیں۔ میں نے ایک کالے کو زخمی کیا۔ دو گیدڑوں نے اوس کو تھکا کر بٹھا دیا۔ میں نہ پہنچ جاتا تو اوس کو مار ڈالتے۔

ش۔ بھیڑیا۔ یا لانڈگا۔ یہ جنگل کے رہنے والے اور کینائن (کتے) کی جنس کا سب میں زیادہ قوی اور بڑا جانور ہے۔ دکن کا بھیڑیا زیادہ زبردست اور مضرت رساں نہیں ہوتا۔ بکریوں اور ہرن۔ چکاروں اور جنگلی بکریوں پر اسکا گذارہ ہے۔ آبادی کے قریب کم آتا ہے مگر پنجاب۔ اودھ اور روہیلکھنڈ نیز ممالک مغربی اور شمالی کا بھیڑیا بڑا۔ زبردست اور سخت ظالم ہوتا ہے۔ گورمنٹ نے اب تک اس کے مارنے کا انعام جاری رکھا ہے۔ ان ممالک میں اب سے پچاس ساٹھ سال قبل اس کی بہ کثرت اور ہیبت تھی کہ رات کو تنہا آدمی گھوڑے پر بھی سفر کرتے ڈرتے تھے۔ میں اس کی آدم خواری کے بیسوں قصے جماعت متعدد حضرات سے سن چکا ہوں۔ یہ گھروں میں کود کر بچوں کو لیجاتا تھا اور جوان آدمی کو بھی اگر تنہا ملجائے تو دو بھیڑیے ملکر مار ڈالتے تھے۔ سوار کو یہ گرد اوڑا اوڑا کر

پریشان کرتے اور پھر پیچھے سے حملہ کر کے گرا لیتے تھے۔ دکن میں یہ حالت کبھی نہیں ہوی۔ اور اس وقت صرف ہرن کے میدانوں میں کبھی کبھی نظر آتے ہیں۔ وہ بھی صرف دو یا تین شمالی ہند میں پہلے ان کے دس دس بارہ بارہ کے غول نظر آتے تھے۔ صحیح نشانہ لینے والی اور قوت دار بندوقوں اور رائفلوں کی ایجاد نیز فی راس ضمہ انعام کی لالچ اور آبادی کی ترقی نے انکی تعداد میں بہت کمی کر دی ہے۔

ان کا قد ہمارے ملک دکن میں ۲۶ حد اٹھائیس انچ تک ہوتا ہے۔ ہاتھ پیر اچھے تیار اور قوی ہاونڈ سے کسی قدر زیادہ بھاری پیٹ تنا ہوا سینہ متوسط مگر گردن بٹے ہوئے پٹھوں سے تنی ہوی اور سڈول سر بلڈاگ سے زیادہ چوڑا مگر تھوتنی لمبی ناک نوکدار۔ رنگ سیاہی مایل بھورا۔ دم چھوٹی مگر لومڑی کی سی گچھے دار ہوتی ہے۔ وزن ساٹھ ستر پاونڈ تک ہوتا ہے۔ بجز گریٹ ڈین یا میسٹف وغیرہ غیر معمولی قوی اور بہادر کتوں کے کوئی کتا نہ اس کا مقابلہ کر سکتا ہے نہ اس کو مار سکتا ہے۔ میں نے ہندوستان کے بھیڑیے کو کئی بار چھ چھ کتوں سے لڑایا ہے۔ اس میں دو بلڈاگ دو بل ٹیریر ایک عمدہ ٹیریر اور ایک بڑا کئی نسلوں کا مجموعہ کتا تھا۔

کتوں نے اس کو مار ڈالا مگر اس نے دو کتوں کو اچھے گہرے زخم پہنچائے علاوہ جھاڑی کے یہ کوہ کے گوی یا بھٹ میں بھی رہنا اختیار کر لیتا ہے۔ اور وہیں بچے دیتا ہے۔

اس کی نسبت یہ واقعہ مشہور ہے کہ یہ آدمی کے بچوں کو لیجا کر پالتا ہے یورپ میں بھی اس کے متعلق متعدد قصے ہیں۔ یہ واقعہ بالکل صحیح ہے۔ میں نے علیگڈھ کے شفاخانہ میں بچشم خود ایک لڑکا غالباً دس بارہ سال کا دیکھا ہے

جو بھیڑیے کے بھٹ سے گرفتار ہو کر آیا تھا۔ اس کے سر کے بال اور ناخون بڑھ جانے سے یہ بالکل جنگلی جانور سے مشابہ ہو گیا تھا۔ سیدھا نہیں چل سکتا تھا آدمی پاس سے جائے تو دانت نکال لیتا تھا۔ سوائے گوشت کے کچھ نہیں کھاتا تھا۔ پانی جھک کر منھ سے چوستا تھا۔ رنگ معلوم نہیں کیوں زرد ہو گیا تھا۔ جب اس کے بال اس کو پکڑ کر منڈوائے گئے تو یہ بہت چیخا۔ ناخون بھی کتر دیے گئے۔ یہ دو مہینے دواخانہ میں زندہ رہا۔ اس نے ہاتھ کا استعمال بجز نوچنے کے کسی طرح نہ سیکھا۔ البتہ روغنی روٹی کھا لیتا تھا۔ بھونا ہوا گوشت بھی کھا لیتا تھا مگر شوق سے کچا ہی کھاتا تھا ڈاکٹر مریارٹی سول سرجن کا خیال تھا کہ وہ بھیڑیے کی زیر پرورش کم از کم آٹھ نو سال رہا ہے۔ یہ زندہ رہتا تو معلوم نہیں کیا ثابت ہوتا۔

ف۔ بھیڑیا گھنے جنگل میں نہیں رہتا۔ زیادہ تر ندیوں اور نالوں کے بلند کناروں میں جنگل کے سفر بینا یعنی سیہی یا گیدڑ کے گھر میں گھس جاتا اور وہیں بچے دیتا ہے یا میدان اور چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں میں چھپا رہتا ہے یہ شکار دن اور رات دونوں وقتوں میں کرتا ہے۔ مگر رات زیادہ تر آبادی کے قریب بسر ہوتی ہے۔

یہاں کے بھیڑیے کا طول بہ شمول ۱۴ انچ لمبی دم کے ۵ فٹ ۴ انچ سے ۶ فٹ ۳ انچ تک ہوتا ہے۔ شمالی ہند کا بھیڑیا قد میں ۳۰ انچ تک اور طول میں ۷ فٹ تک کا دیکھا ہے۔

ف۔ کینائن رس کتے کی جنس میں جنگلی کتا اپنے ظاہری قد و قامت کے لحاظ سے نہیں بلکہ اپنی عادات، خصوصیات طرز شکار اور مضرت رسانی کیوجہ سے خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اسی بنا پر اس کا ذکر ایک جداگانہ باب کا طالب ہے لیکن چونکہ اس باب میں یہ شامل ہو چکا ہے۔ اس لئے اسی سلسلہ میں اس کا

تفصیلی حال بیان کر دیا جاتا ہے۔

ھت۔ یہ جنگل کے تمام جانوروں کو تباہ کرنے والا قد و قامت میں اتنا بڑا اور ایسا نہیں ہوتا کہ اس کو دیکھکر یہ خیال بھی ہوسکے کہ یہ شیر کو عاجز اور اس کو جنگل سے جلاوطن ہونے پر مجبور کر دینے والا جانور ہے اس کے قد کا اوسط ۲۲ انچ اور وزن ۴۳ پاونڈ تسلیم کیا گیا ہے مگر میں نے جو پچاس ساٹھ کتے مارے ہیں ان میں کسی کا قد ۲۱ انچ سے کم نہ تھا۔ دو نر کتے ۲۳ ½ انچ اونچے تھے۔ تولنے کا موقع نہیں ملا۔ جنگلی کتے کا رنگ اچھا سرخ ہوتا ہے۔ جیسے سرنگ گھوڑا۔ کمر پر گردن سے دم تک خفیف سیاہی کی پٹی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس جگہ کے بالوں کی نوکیں سیاہ ہوتی ہیں۔ پیٹ اور پیروں کے اندرونی حصہ کا رنگ میلا زرد ہوتا ہے۔ کان کھڑے ہوئے اور چھوٹے کانوں کی نوکیں سیاہ۔ دم کے سرے پر سیاہ بالوں کا گچھا ہوتا ہے اور اس گچھے کے اخیر حصہ میں چھوٹا سا سفید بالوں کا دائرہ ہوتا ہے۔ ہاتھ پیر سپید ہے۔ کمر پتلی۔ سینہ گہرا گرے ہاونڈ کے مانند۔ سر اور جبڑا چوڑا بل ٹیریر کا سا۔ پنجہ کتے اور ریچھ کے پنجہ سے مشابہ ہوتے ہیں۔ پنجہ کے نشان میں کتے سے یہ فرق ہوتا ہے کہ بیچ کی دو انگلیوں کا نشان ذرا لمبا اور پتلا یا نوکدار ہوتا ہے۔ پنجوں پر ذرا ذرا بال ہوتے ہیں۔

مسٹر بلینڈر کا مقولہ ہے کہ فطرت نے اس کو اس غرض سے بنایا ہے۔ کہ یہ روئے زمین کے سب سے تیز دوڑنے والے جانور اور دنیا کے سب میں بڑے جانور کے علاوہ سب کو کھائے حقیقتاً سوائے ہرن کے جنگلی کتا ہر جانور کو دوڑ کر پکڑ لیتا ہے۔ اور سوائے ہاتھی کے سب کو مار ڈالتا اور کھا جاتا ہے۔ ان میں عجیب عادت یہ ہے کہ یہ تنہا یا جوڑا جوڑا

الگ نہیں رہتے اگر کبھی کوئی اتفاق بھی آ جاتا ہے تو وہ ضرور تاً علیحدہ ہو گئے ہونگے
دس بارہ سے لے کر چالیس پچاس تک کا غول ساتھ رہتا اور ساتھ شکار کھیلتا
ہے۔ میں نے سترہ کتوں سے زیادہ کا غول نہیں دیکھا۔ مسٹر برینڈرز نے ان کے
غول چالیس ممبروں پر مشتمل دیکھے ہیں۔ یہ انسان پر حملہ نہیں کرتے اور نہ
کوئی واقعہ ان کی اس جرات کا سننے میں آیا ہے۔ لیکن دنیا میں کم از کم ہند
جیسے بڑے ملک میں جس کو براعظم کہنا درست و جائز ہے بجز ایک ہاتھی کے کوئی
اور جانور ایسا نہیں ہے جس کو یہ مار کر کھانے کی کوشش اور سخت کوشش
نہ کرتے ہوں۔ میرا خیال یہ ہے کہ جب جنگلی کتے جنگلی بھینسوں پر حملہ کرتا ہے
اوس کو گرا لیتا اور کھا جاتا ہے تو ہاتھی پر ضرور حملہ کرتا ہوگا یہ اور بات ہے کہ
کسی شکاری کو اس واقعہ کے مشاہدے کا موقعہ نہ ملا ہو۔ یہ لازمی نہیں ہے کہ
جنگل میں جس قدر واقعات جنگلی جانوروں کو از قسم باہمی جنگ و جدال پیش
آتے ہوں اون سب کو کسی نہ کسی شکاری یا شکاریوں نے ضرور دیکھا ہو۔
جب اور جہاں ملتا ہوگا۔ یہ ہاتھی پر بھی حملہ کر بیٹھتا ہوگا۔

یہ غول کے غول ملکر شکار کرتے ہیں۔ شکار کا طریقہ اوس جانور کی
قوت اور رفتار (نیز جنگل کی نوعیت اور کتوں کی تعداد) پر منحصر ہے جس [illegible]
کے تعاقب کا یہ غول ارادہ کرے۔

مختلف اور مستند ماہرین فن میں اس امر کے متعلق کہ ہمارا پلا ہوا
کتا اس جنگلی کی اولاد ہے یا بھیڑیے کی بہت طویل طویل مباحث ہوئے ہیں
مگر غلبہ آرا اس طرف ہے کہ پلا ہوا کتا یا تو بھیڑیے کی نسل سے ہے۔ یا ان کا علیحدہ
بجائے خود کتا ان رہیں کا ایک جداگانہ مجموعہ ہے۔ لیکن یہ سب نے متفق ہو کر
کر لیا ہے کہ جنگلی کتے کو کسی طرح ہمارے کتے کا باپ دادا ہونے کا فخر

حاصل نہیں ہوسکتا۔

بھیڑیے اور لومڑی سے پلا ہوا کتا یا کتیا کو ملا کر بچے پیدا کرائے گئے اور کئی کئی نسلوں تک اون میں وحشت اور اپنے باپ یا ماں کا اثر باقی رہا۔ لیکن گیدڑ اور جنگلی کتے سے پلے ہوئے کتے کو ملانے یعنی بچے لینے میں کامیابی نہیں ہوی۔ اسٹون ہنج کتوں کے فن میں مستند اور مشہور مصنف ہیں انکی کتاب موسوم بہ ڈاگ ہیلتھ اینڈ ڈزیز میں لومڑی اور ٹیریر کتے کی اولاد کی مسلسل تین پشت تک کی تصویریں دی ہوی ہیں۔ ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تیسری پشت کی کتیا میں تمام وضع قطع نیز نانی یا دادی لومڑی کی وحشت موجود ہے۔

رامپور کے تازی کتوں میں لعل بے بہا سب میں مشہور اور بہتر نسل ہے۔ اس کی بنسبت مشہور ہے کہ اس میں بھیڑیے کا میل دیا گیا ہے۔ والی ریاست نواب کلب علی خان مرحوم نے بڑی کوشش سے یہ نسل قائم کی تھی۔ افسوس ہے کہ ہمارے ملک کی علمی حالت کے موافق اس کی بنسبت کہیں کوئی تحریر یا حوالہ نظر سے نہیں گذرا۔ لیکن میں اپنے پچاس سالہ تجربہ کی بنا پر جس میں میں نے مختلف قسم کے سینکڑوں کتے پالے اور ہزاروں دیکھے بہ وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ لعل بے بہا سے زیادہ کسی کتے کی آنکھ میں خونخواری اور جنگلی پن کے آثار نہیں دیکھے۔ مزید برآں یوں تو عام طور پر ہاونڈز مالک سے کم محبت کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ صرف شکار کے لئے بنائے گئے ہیں۔ لعل بے بہا کا سا غیر مانوس غیر مطیع اور ضدی کتا نہیں دیکھا۔ حتیٰ کہ عین شکار کی حالت میں جبکہ بدترین سے بدترین کتا صرف شکار میں مصروف و متوجہ ہوتا ہے۔ لعل بے بہا دوسرے کتے کو پکڑ لیتا ہے۔ مار و تو غراتا ہے۔ ابھی آٹھ سات سال کا ذکر ہے کہ میرے ایک عنایت فرما نے لعل بے بہا کی ایک جوڑی تین تین مہینے کے پلے مجھکو عنایت فرمائے تھے

چونکہ میں پہلے سے انکی عدم محبت کی خاصیت اور غیر مانوس ہونے کی عادت سے واقف تھا اس لئے میں نے انکو بہت محنت اور توجہ کے ساتھ پالا اس امید پر کہ یہ مجھسے مانوس اور محبت کریں گے۔ مادہ مر گئی۔ نر باقی رہا۔ اس کو میں نے جوان ہونے کے بعد زخمی ہرن پر چھوڑا اس نے ہرن کو پکڑ لیا مگر ذبح کرنے کو جب ملازم پاس گئے تو اس نے اس خوفناک طریقہ پر غرانا شروع کیا کہ کسی کی ہمت نہ پڑی کہ نزدیک جاکر ہرن کو ذبح کرے۔ میں جب پہنچا تو یہ مجھپر بھی غرایا میں نے اس کو پہلے تو بہت پیار سے سمجھایا جب یہ غرانے سے باز نہ آیا تو میں نے اس کو بید سے مارا۔ مارتا تھا کہ یہ ہرن کو چھوڑ کر میرے اوپر دوڑ پڑا۔ کاٹا تو نہیں مگر مقابلہ میں کھڑا ہو کر غراتا رہا۔ ہرن تو اس عرصہ میں ذبح کر لیا گیا مگر اس نالائق کو باندھنے کی مشکل پیش آئی۔ خیر غصہ کم ہونے کے بعد یہ باندھا گیا اور میں نے دوسرے دن کسی شخص کو جو اس کا خواہاں ہوا دیدیا۔ مجھکو یقین ہے کہ یہ سب بدمزاجی اور وحشت مالک سے بے پروائی اور ناسمجھی بھیڑیے کے خون کا اثر ہے ورنہ بلڈ اگ مسٹف۔ گریٹ ڈین وغیرہ بھی ایسے وحشی نہیں ہوتے۔

ہمارے عام پلے کتوں کے آباو اجداد جو کوئی ہوں مگر جنگلی کتا ہرگز اس عزت کا مستحق نہیں ہو سکتا۔

ف جنگلی کتے کی افزائش نسل کا زمانہ اخیر اکتوبر اور نومبر کے پہلے دو ہفتے ہیں ممکن ہے اور صوبوں میں اختلاف آب و ہوا سے کچھ تفاوت واقع ہوتا ہو۔ اس ملک میں ان کے بچے فبروری اور مارچ میں نظر آتے ہیں۔ پلے ہوئے کتے کی مدت حمل ۶۳ دن سے ۶۵ تک ہے۔ یقیناً جنگلی کتا بھی اتنے ہی دن میں جنتی ہوگی۔ نومبر میں حاملہ ہونے کے بعد ابتدائے جنوری میں بچے پیدا ہوتا

پھر اون کے باہر نکلنے اور ماں کے ساتھ نظر آتے ہیں تقریباً دو ماہ سے کم نہ صرف ہوتے ہوں گے۔ فبروری اور مارچ میں پلوں کے نظر آنے سے گرم ہونے کا زمانہ نومبر ہی قرار پاتا ہے۔ بعض شکاریوں کی رائے ہے کہ ہر زمانہ میں بچے ہوتے ہیں مگر مارچ میں زیادہ جنگلی کتے باانکہ پچاس پچاس کے قریب ملکر رہتے ہیں مگر پھر بھی ان کے جوڑے الگ الگ ہوتے ہیں بچوں کا باپ اونکی پرورش میں ماں کو مدد دیتا ہے۔ جب بچے ماں کے ساتھ جنگل میں پھرنے کے قابل ہو جاتے ہیں تو جنگلی کتوں کے جوڑے ایک خاص نمود یا فخر کے ساتھ اون کو ہمراہ لے کر نکلتے ہیں۔ پھر چند روز میں غول کے پہلوانوں سے انٹروڈیوس کرنے کے بعد انکو بھول جاتے ہیں۔

برسات اور گرمیوں میں جنگلی کتوں کی بڑی بڑی پارٹیاں نظر آتی ہیں موسم سرما میں غول کی تعداد کم ہوجاتی ہے۔ اس کی وجہ وہی افزائش نسل کا زمانہ ہے۔ جنگلی کیتا کسی غار یا چٹان کے سایہ یا کسی سیہی کے بل میں بچے دیتی ہے۔ تین یا چار بچے ہوتے ہیں مگر کسی کُتیا کے چھ ہوتے ہیں۔ اس لئے پانچ چھ بچوں کا پیدا ہونا بھی ممکن ہے۔ فطرت نے اوس کا سامان مہیا کر دیا ہے بعض شکاریوں نے لکھا ہے کہ ایک ہی جگہ کئی کئی کُتیان جنتی ہیں۔ ممکن ہے کہ موزوں مقام میسر نہ آسکنے کی صورت میں یہ صورت اتحاد قائم ہوجاتی ہو جنگلی کیتا اپنے بچوں کے لئے اپنے پیٹ میں گوشت بھر کر لاتی اور قے کر کے کھلاتی ہے۔

جب یہ بچے غول میں ملجاتے ہیں اور بڑے کتے کسی جانور کو ہلاک کرتے ہیں تو خون کی بو پاکر انکی خوشی اور جوش میں ناچنے اور کودنے کا منظر دیکھنے کے قابل ہوتا ہے۔ یہ غریب بڑوں کے خوف سے مردہ شکار کے پاس

نہیں جاتے۔ اوس کے گرد غول کے حلقہ سے باہر چکر لگاتے رہتے ہیں۔ جب بڑے کتے گوشت کے تکے نوچکر کھانے میں مصروف ہوتے ہیں۔ تو یہ بہت جلدی سے ایک آدہ منھ مار دیتے ہیں۔ مگر ہون کی آواز سے پھر ہٹنا پڑتا ہے اخیر میں بچا کھچا کچھ گوشت کچھ چھیچھڑے ان کا حصہ اور انکی قسمت ہے۔ انکی زندگی بڑے ہونے تک ایسی ہی ذلیل اور ہمیشہ نیم گرسنگی کی ہوتی ہے ماں بچوں سے اور حقیقتاً یہ سب کسی سے بہت کم محبت کرتے ہیں۔ غول میں سے کوئی زخمی ہو کر گر جائے یا مر جائے۔ تو کوئی مطلقاً پروا نہیں کرتا۔ بعض نے لکھا ہے کہ یہ اپنے ساتھی کو کبھی کبھی کھا جاتے ہیں۔

ف۔ یہ بیان کہ یہ رات کو شکار نہیں کرتے ممکن ہے کہ صحیح ہو مگر بے شک صرف دن کو بالخصوص صبح کے وقت جنگلی کتے شکار کا تعاقب کرتے دیکھے گئے ہیں۔

یہ ہر جانور کا شکار کرتے ہیں مگر سانبھر۔ نیل۔ بارہ سنگھا۔ چیتل اور جنگل کے تمام اقسام کے چھوٹے ہرن۔ سور۔ انکی خاص غذا اور ان کا مرغوب ترین شکار ہیں۔ کبھی کبھی یہ پلی ہوی مویشی۔ بکریوں۔ بھیڑوں اور بھینسوں کو بھی کھا جاتے ہیں۔ جنگلی بھینسوں اور آرنے کو بھی مار کر کھا جانے کے واقعات بھی بیان کئے گئے ہیں۔ چکارے اور کالے ہرن ان کے بس کے باہر ہیں اوس کی وجہ ہے کہ کتے جنگل میں رہتے ہیں اور کالے اور چکارے میدان میں۔

جب یہ کسی جانور کے شکار کا ارادہ کر لیتے ہیں۔ لفظ ارادہ اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ کبھی کبھی یہ تھوڑی دور صرف شغلتاً محض کھیل یا تفریح کی غرض سے جانوروں کو دوڑاتے اور تماشہ دیکھتے ہیں (تو اوس کا جابر ہونا ممکن ہے) چند یا صرف دو مضبوط جوان کتے جانور کو دباتے اور تعاقب کرتے ہیں۔

اور جب تک جانور تھک کر کھڑا نہ ہو جائے اوس کو دوڑائے جاتے ہیں۔ کھڑا ہوتے ہی یہ بقدر گنجائش جانور کے سر۔ گردن۔ کان۔ منھ اور حلق پر لپٹ کر اوس کا کام تمام کر دیتے ہیں۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جب اصل شکار کرنے والے جانور کے اگلے حصہ سے مصروف اور اوس کے مارنے میں مشغول ہوتے ہیں تو غول کے بعض نوجوان یا زیادہ بھوکے ممبر بھوک کی تاب نہ لاکر جانور کے پیٹ کو نوچکر آنتیں وغیرہ جو کچھ باہر آجائیں کھانا شروع کر دیتے ہیں۔ اس طرح شکار شدہ جانور کے مرنے سے قبل اوس کے جسم کے ٹکڑے ان ڈاکوؤں کا لقمہ ہو چکتے ہیں۔

مسٹر برینڈر نے ایک سانبھر کو اس طرح شکار ہوتے دیکھا ہے کہ دوڑتے ہیں قبل ازاں کہ سانبھر ٹہرے اوس کے تعاقب کرنے والے غول میں سے چند کتوں نے اوس کے پیٹ کی نرم کھال پر اتنے زخم پہنچائے کہ چمڑا پھٹکر آنتیں باہر آگئیں۔ اوسی دوڑ اور تیز تگ و دو کی حالت میں ان شیطانوں نے آنتوں کو نوچنا اور کھانا شروع کر دیا۔ سانبھر اس حالت میں بھی سو گز دوڑ کر گرا۔ پھر کیا تھا۔ دم سے لے کر تھنوں تک کتے ہی کتے نظر آتے تھے جب سانبھر مر گیا تو پھر سب نے اطمینان سے بیٹھکر اوس کو کھایا۔ بقیہ جس میں زیادہ تر ہڈیاں اور بال تھے چھوڑ کر چلدئے۔

بالعموم یہ جانور کو تھکا کر کھڑا کر دیتے ہیں۔ انگریزی میں اس عمل کیلئے نہایت موزوں لفظ haunch ہے اس اصطلاح میں یہ خیال بھی شامل ہے کہ جانور تھک کر محصور ہو کر اور تنگ آکر جہاں تک اوس کی قوت اور دلیری کا تقاضہ ہو مقابلہ بھی کر بیٹھتا ہے۔ جب یہ کسی چرند کو گھیر لیتے ہیں تو بلا خوف و خطر اوس کے سر کو لپٹ کر مرتے تک نہیں چھوڑتے لیکن اگر شیر یا اور جگہ گھیر جاتا ہے

پاس نہیں آتے دور ہی دور سے بھبکیاں دیتے ہیں۔ جب موقعہ ملجاتا ہے۔ منھ مار کر فوراً پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ ریچھ کو مار کر کھانا سننے میں نہیں آیا تڑس اور گیدڑ کو جنگلی کتے بر بنائے اخوت ہم جنسی نہ کھاتے ہیں نہ چھیڑتے۔ شیر کو مار کر کھاتے ہوئے اکثر مصنفین نے نہیں دیکھا مگر سماعی واقعات اور معتبر روایتوں کی بنا پر سب اس امر کو تسلیم کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شیر کا مارنا کسی جانور حتیٰ کہ انسان کے لئے بھی آسان نہیں ہے۔ لیکن شیر کسی جانور کی گستاخی کا بھی متحمل نہیں ہوتا۔ کجا کہ اوس پر حملہ۔ شیر کے دماغ کی ساخت میں اس امر کا امکان نہیں ہے۔ کہ کوئی اوس پر حملہ کرے جب یہ حقیر اراذل اوس کا تعاقب کرتے ہیں یا حملے کا ارادہ کر کے شیر کو گھیر لیتے ہیں تو واقعہ خلاف عادت سے وہ اس قدر پریشان اور متاثر ہو جاتا ہے کہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اوس کا دماغ معطل اور سمجھ زائل ہو جاتی ہے۔ فطرت نے شیر کو اپنی حفاظت کے بہت ہی کم داؤں پیچ سکھائے ہیں۔ اس لئے اس معاملہ خاص میں شیر کی سمجھ بھی بہت ہی کمزور ہوتی ہے۔ یہ حادثہ پیش آتے ہی شیر بالکل بدحواس اور فاتر العقل ہو جاتا ہے۔ کسی درخت سے کمر لگا کر پچھلے جسم کو زمین پر ٹیک دیتا ہے۔ اور ایک پنجہ کو حملے کے جواب کے لئے تیار رکھتا ہے۔ ان اراذل میں جو منچلا پنجے کی رسائی کے اندر پہنچ گیا وہ واپس نہیں آتا۔ ایک دو نہیں پانچ چار اس طریقہ پر ہلاک ہو جاتے ہیں مگر یہ موذی اپنے ساتھیوں کو زخمی یا مردہ دیکھ کر ہمت نہیں ہارتے اور حملوں کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں۔ آخر ش تا کے شجاعت کے دیوتا کو مار ہی ڈالتے ہیں۔ بعض مولفین کی رائے ہے کہ کتے شیر کو کھاتے نہیں اور اس کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ مسٹر برینڈر تے دو کتوں اور ایک شیرنی کی لاش ایک ہی جگہ پڑی دیکھی۔ اس مقام سے جہاں یہ منظر نظر آیا گذشتہ شب کو

جنگ وجدل کی آوازیں آئی تھیں۔ اگر کتوں نے پیٹ بھرنے کے لئے شیر کو مارا تھا تو پھر کھایا کیوں نہیں۔

کئی شکاریوں نے معتبر ذرائع سے سنا ہے کہ کتوں کے ڈر سے یادق ہو کر شیر درخت پر چڑھ جاتا ہے کئی شکاریوں نے شیر کے ناخونوں کا نشان درخت کے اوپر دیکھا ہے۔ مرزا کیا نہ کرتا ممکن ہے کہ کتوں ہی کے طفیل شیر کو خلاف عادت درخت پر جا بیٹھنا نصیب ہوا ہو۔

اس میں تو کوئی شک نہیں ہے کہ شیر کتوں سے بہت ڈرتا ہے۔ اور جس جنگل میں یہ غول بیابانی پہنچ جائے اوس کو چھوڑ دیتا ہے۔ چنانچہ اعلحضرت مرحوم کی مشہور شکارگاہوں موسوم بہ پاکھال و مانکوٹہ میں سواری شاہی رونق افروز ہونے کی خبر معلوم ہوتے ہی علاوہ اون تاکیدوں کے جو ملازمین شکارگاہ کے نام اجرا ہوتی تھیں۔ کرنل صاحب مرحوم فوج کے چند جوانوں کی ایک پارٹی صرف کتوں کو مارنے یا شکارگاہ سے بھگا دینے کے لئے کئی ماہ قبل شکارگاہوں کو روانہ کر دیتے تھے۔

ان کو علاوہ معمولی انعام فی راس صمہ کے اور صمہ فی کتا زائد انعام دیا جاتا تھا۔

ایک سال غالباً ۱۹۰۴ء یا پانچ عیسوی میں کرنل صاحب نے مجھکو اس پارٹی کے ساتھ جانے کا حکم دیا مجھکو شکارنامہ نظام کے سلسلہ میں شکارگاہوں کا نقشہ تیار کرنا اور کچھ اور مزید مواد فراہم کرنا تھا۔ میں دو مہینے پاکھال اور مانکوٹہ کے جنگل میں دورہ کرتا رہا۔ آغاز مئی میں جب حضور مرحوم نے شکار کا ارادہ ملتوی فرما دیا تو ہماری پارٹی واپس بلالی گئی اس دو مہینے میں مجھکو شکار بالخصوص شیر کے متعلق بہت مفید اور معتبر مواد جمع کرنے کا موقع ملا۔ مرزا رضا علی بیگ صاحب

مہتمم شکارگاہ اور اون کے مددگار محمد منور خاں صاحب قیام حدود اور راونکی نشاندہی کے لئے میرے ہمراہ تھے۔ رات دن سوائے انہی اذکار کے کوئی اور گفتگو نہ ہوتی تھی اس دو مہینے میں جنگلی کتوں کی تعداد دونوں شکارگاہوں کیا ملاکر ۶۶ ہوی۔ غالباً اس سے دوچند زخمی ہوکر نکل گئے ہونگے۔ چھ فوج کے اچھے نشانہ انداز۔ مرزا صاحب۔ خانصاحب۔ اور میں کل نوشکاریوں کو دو مہینہ میں صرف ۶۶ جانور ملنے سے جنگلی کتوں کی کثرت یا قلت کا اندازہ ہوسکتا ہے مرزا صاحب کا جو سالہا سال سے وہاں کے مہتمم تھے یہ بیان تھا کہ ان موزیوں کی ۳ پارٹیاں جو دس سے لے کر تیس کتوں پر مشتمل تھیں ان جنگلوں میں مستقلانہ رہتی تھیں۔ ان کے علاوہ علاقہ مدراس کے جنگلوں سے کبھی کبھی دو تین پارٹیاں گرمی کے موسم میں یہاں آجاتی تھیں۔ اونہوں نے یہ بھی فرمایا کہ اوس سال اور سالوں کے مقابلہ میں زیادہ کتے نظر آئے میرا خیال ہے کہ اگر ان کے مارنے کا خاص انتظام نہ رکھا جائے تو یہ شاہی شکارگاہ کو دو چار سال میں جانوروں بالکل صاف کردیں۔ کئی سال بعد میں مرزا صاحب سے ملا۔ اور دریافت کیا کہ کتوں کا کیا حال ہے۔ ۶۶ مارے جانے سے کچھ کم ہوئے یا نہیں اونہوں نے جواب دیا کہ جس قدر کتے ہر سال زہر سے مارے جاتے تھے اون کی تعداد میں دو سال تک کمی رہی یعنی ہر سال تیس پینتیس کتے زہر سے مارے جاتے تھے۔ دو سال تک ۶۶ مارے جانے کے بعد ۲۲ اور سولہ مارے گئے۔

جنگلی کتوں کا وجود شکار کے لئے بے حد مضر ہے۔ چونکہ یہ زیادہ تر بستے شکار کرتے ہیں۔ اس لئے ان سے دور تک ہر قسم کے چرندوں کو پناہ نہیں ملتی۔ حد یہ ہے کہ پانی میں کود پڑنے کے بعد بھی یہ ظالم شیطان جانور کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ پانی میں اچھے فاصلے یعنی ۲۰۰ سو گز تک تیر کر یہ اپنے مظلوم

شکار کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ اور اوس کی کمر پر بیٹھکر اوس کے سر اور گردن کو نوچنے میں کمی نہیں کرتے مگر یہ بھی عجیب قطرت کا سامان ہے کہ گہرے پانی کے جنگلی تالابوں (ممالک دکن کے) میں دو ایک نگر ضرور ہوتے ہیں۔ اون کو جب خون کی بو پہنچی ہے تو شکار اور شکاری دونوں کو پکڑ کر تر لقمہ کا لطف اوٹھاتے ہیں یہ خیال صحیح ہے کہ سوائے نگر کے کوئی اور جانور اس نجس جنگلی کتے کو نہیں کھاتا۔ بریسیڈر نے بہت مگر مارے ہیں۔ اکثر کے پیٹ میں کتوں کی لاشیں نکلیں۔

پانی میں انکا شکار نگر چھین لیتا ہے۔ لیکن خشکی میں یہ اور جانوروں یعنی شیر، بور بچے اور بھیڑیوں وغیرہ کے شکار کو اون سے چھین لیتے ہیں شیر کا شکار اون سے چھین لینا آسان کام نہیں ہے مگر کتے جب تعداد میں کم ہوتے ہیں تو یہ چال چلتے ہیں کہ شیر کو شکار کرتے یا کھاتے وقت نہیں چھیڑتے نہ سامنے آتے ہیں۔ ادہر ادہر چھپے رہتے ہیں۔ جب حسب معمول شیر نصف جانور کو کھاکر اوس کو چھپاکر چلا جاتا ہے تو یہ چور بقیہ شکار کو کھا جاتے ہیں۔ بخلاف اس کے اگر کتوں کا غول بڑا ہوتا ہے تو یہ شیر کو اپنی کثرت تعداد اور شرارتوں سے دھمکاکر بھگا دیتے ہیں۔ یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ شکار کے جانور کو یہ خود مارتے ہیں یا شیر سے یہ کام لینے کے بعد اوس کو دق کرکے ہٹاتے ہیں۔

یہ مسلم ہے کہ ہر مرتبہ جنگلی کتے شیر کو ہلاک کرنے میں کامیاب نہیں ہوتے۔ اکثر شیر دق ہوکر اور دو چار کو مارنے کے بعد نکل جاتا ہے۔ میں نے خود ایک جگہ تین کتے مرے ہوئے دیکھے ہیں۔ ان سب کے پیٹ اور کمر پر گہرے زخم تھے اور معلوم ہوتا تھا کہ شیر کے پنجے سے پہنچے ہیں۔ لیکن یہاں شیر کی لاش کا کوئی

نشان نہ تھا۔ اگر کتے شیر کو مارنے میں کامیاب ہوئے ہوتے تو لاش کا کچھ تو نشان باقی ہوتا۔ اندازہ یہ ہے کہ شیر ان تین کو مارنے اور چند اور ڈاکوں کو زخمی کرنے کے بعد اس غول بیابانی کو دھمکا اور ڈرانے میں کامیاب ہوا۔ اور نکل گیا۔

شیر کے ڈرنے اور پریشان ہونے کا ایک واقعہ مجھسے ایک ایسے شخص نے بیان کیا جس کو میں پوری طرح سے سچ بولنے والا سمجھتا ہوں اور جو میرے دس سالہ تجربہ میں مجھسے کبھی ایک مرتبہ بھی جھوٹ نہیں بولے۔ ان کا نام مولا بخش خان تھا وہ ایک جنگل کے رمنہ کو گھانس کا اندازہ کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے۔ وہ ایک گانوں کے آدمی کو جو جنگل کا رہنے والا اور شکاری بھی تھا۔ دن کے تین بجے کے قریب اپنے ساتھ لے کر رمنہ میں پھر رہے تھے کہ یکایک اون کو زمین پر کمر کے بل لیٹا ہوا شیر نظر آیا۔ یہ شکاری نہ تھے۔ بہت ڈرے اور گانوں والے سے کہا کہ جلد بھاگ اوس نے جواب دیا کہ ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ شیر خود مصیبت میں ہے۔ اگر تماشہ دیکھنا چاہتے ہو تو درخت پر چڑھ جاؤ۔ خانصاحب راضی ہو گئے اور دونوں ایک قریب کے درخت پر بیٹھ گئے۔ اس کے پندرہ منٹ کے بعد ادہر اُدہر کی گھانس میں سے آٹھ نو کتوں نے سر نکالا۔ شیر اوٹھکر سیدھا بیٹھ گیا تھا کتوں کو دیکھتے ہی پھر چت لیٹ گیا۔ میں یہ بیان کرنا بھول گیا کہ شیر جس مقام پر لیٹا ہوا تھا وہ جگہ سطح زمین سے کسی قدر بلند تھی اور اوس کے پاس پانچ پانچ چھ چھ گز تک گھانس چھوٹی تھی۔

آہستہ آہستہ کتے بڑھے اور بڑی گھانس کے کنارے تک آکر کھڑے ہوگئے شیر خاموش لیٹا رہا۔ جب یہ بڑی گھانس سے دو ایک منٹ آگے بڑھے شیر نے غرانا شروع کیا۔ کتوں نے اس غرانے کی مطلق پروانہ کی ایک دوسرے کو

دیکھتے تھے اور دو چار انچ بڑھ جاتے تھے اس عمل میں بیس پچیس منٹ صرف ہوگئے اور کتے چار پانچ فٹ تک آ گئے۔ شیر نے ایکبارگی اوٹھکر پوری قوت سے ایک ڈنکار یا دھاڑنے کی آواز لگائی۔ اور دو کتوں پر جو سب میں زیادہ قریب اور آپس میں ملے ہوئے تھے۔ جاکر گرا۔ یہ کتے شیر کے پیٹ کے نیچے سے نکلکر بجلی کی طرح بڑی گھانس میں گھس گئے۔ اور کتے نظر نہ آئے کدہر گئے۔ خان صاحب کا بیان ہے کہ شیر کی آواز اس قدر مہیب اور چوڑی اور گونج دار تھی۔ کہ سارا جنگل گونج اوٹھا۔ ہمکو یہ معلوم ہوا کہ ہمارا درخت کانپ رہا ہے۔ ہم تو اچھی طرح یقینی کانپے۔ قریب کی شاخیں ہاتھ سے پکڑ لیں تاکہ گر نہ پڑیں شیر اپنی جگہ کھڑا ہوا اِدہر اُدہر دیکھتا رہا۔ ہمکو کتے وغیرہ باآنکہ ہم درخت پر تھے نظر نہیں آئے۔ شیر دس بارہ منٹ تک اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ گھانس میں قدم نہیں رکھا۔ پھر اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گیا۔ اپنے ساتھی شکاری سے میں نے کہا کہ اب ہم کیونکر جائیں گے۔ اوس نے کہا کہ خاموش رہو۔ ابھی بہت تماشہ باقی ہے۔ پندرہ منٹ کے بعد ہمکو کتوں کی لال لکیر تقریباً پچاس گز پر گھانس میں سے ہمارے درخت کیطرف آتی ہوئی نظر آئی جب وہ بڑی گھانس کے کنارے سے دس بارہ گز تک پہنچ گئے تو خدا معلوم شیر کو کیونکر معلوم ہو گیا۔ وہ فوراً چیرحیت لیٹ گیا۔ جب کتے آہستہ آہستہ اور آگے بڑھے تو میں نے گنا۔ ۲۳ کتے نظر آتے تھے۔ ممکن ہے اور بھی چھوٹے قد کے یا کم عمر بچے بھی گھانس میں ہوں۔ ان کتوں میں پھر تین چار نے گھانس میں سے سر نکالا۔ میرے ساتھی نے کہا کہ اب شیر کی موت آگئی۔ کتے بہت جمع ہو گئے۔ پہلے کم تھے اب یہ شیر کو تھکا کر مار لیں گے۔ مجھکو شیر سے بہت ہمدردی پیدا ہو گئی تھی۔ میں نے اوس سے کہا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ شیر کی جان کیونکر بچ سکتی ہے۔

یہ سنکر اوس شکاری نے مجھسے کہا کہ زور سے چلاؤ۔ کتے بھاگ جائیں گے۔ اگر شیر ٹھہرا رہا تو بچ جائے گا۔ آگے بڑھ گیا تو یہ کتے اس کو گھانس میں مار لیں گے اب چھوڑتے نہیں۔ یہ سن کر میں نے کہا کہ چلاؤ۔ ہم دونوں سے ایک ساتھ زور زور سے دہت دہت کرنا شروع کیا۔ ہماری آواز سے کتے فوراً بھاگ گئے اور شیر نے ہماری طرف درخت پر بیٹھے لیٹے دیکھا۔ شاید اس نے ہمکو نہیں دیکھا تھا۔ وہ ہمارے درخت سے تیس چالیس گز پر لیٹا ہوا تھا۔ وہ چار ہی منٹ میں کتے نظر سے غائب ہو گئے۔ شیر بھی کھڑا ہو گیا۔ مگر کبھی ہم کو دیکھتا تھا کبھی گھانس کی طرف جدہر کتے گئے تھے۔ دس منٹ بعد شکاری کی رائے کے موافق ہم پھر چلائے۔ مگر بجائے اس کے کہ شیر چل دیتا وہ سیدھا مگر ادہر اُدہر دیکھتا اور بالکل بدحواس ہمارے درخت کے پاس آیا۔ میں تو بہت ڈرا کہ اب یہ ہماری خبر لیتا ہے۔ مگر وہ ساتھ کا شکاری ہنسا اور زور زور سے باتیں کرنے لگا۔ مجھسے کہا کہ خانصاحب تم بھی بلند آواز سے بات کرو۔ میرے حواس درست نہ تھے مگر شکاری کے ہمت دلانے پر اتنا منہہ سے نکلا کہ بابا جا اب ہمکو کیوں ستاتا ہے۔ مگر شیر وہاں سے نہ ٹلا۔ ہم باتیں کرتے رہے۔ بجائے کچھہ دور کھڑے رہنے کے شیر درخت کے سایہ میں ہمارے نیچے آکر بیٹھ گیا۔ اب مجھپر بڑی مصیبت آئی نہ بیٹھا جاتا نہ کہیں جا سکتا تھا۔ شکاری نے یہ بھی سنا دیا کہ اب شیر کو چونکہ ان کتوں سے نجات مل گئی ہے۔ اور صرف ہماری آواز اور موجودگی کیوجہ سے اس لئے اب یہ رات بھر یہیں بیٹھا رہے گا۔ شام کے پانچ بج چکے تھے۔ میں بہت پریشان ہو گیا۔ مگر کرتا کیا۔ ہاورسیک میں دیکھا تو دو روٹیاں کچھہ چنے تھے وہیں رات گذارنے کا ارادہ کر لیا۔ شکاری نے کہا کہ جب تک شیر کو یقین نہ ہو جائے کہ کتے چلے گئے اور پھر اس کو گھانس میں نہ گھیریں گے یہ یہاں سے

نہ جائیگا۔ آدمی کی آواز اور اوس کا وجود یہی اس کی پناہ ہے خاں صاحب کی رات درخت پر گذری اندھیرا ہونے کے بعد بھی شیر وہیں بیٹھا رہا لیٹ گیا یہ دونوں دیکھ نہ سکے صبح کو شیر نے روشنی ہوتے ہی اپنا راستہ لیا۔ اس کے ساتھ سب میں زیادہ اہم واقعہ یہ ہے کہ رات کو دو مرتبہ جب یہ دونوں بالکل خاموش ہو کر بیٹھ گئے تھے شیر نے آہستہ آہستہ گرگر کی آواز کی جس طرح بلی پیار میں جسم کو پیروں سے رگڑ کر کرتی ہے۔ اس کا مطلب و مقصد یا وجہ سمجھ میں نہیں آتی شکاری نے خان صاحب سے یہ کہا کہ شیر کہتا ہے۔ بات چیت کرتے رہو۔ ورنہ کتے آجائیں گے۔ واقعہ کو میں صحیح تصور کرتا ہوں۔ نہ مولا بخش خاں جھوٹ بولتے تھے نہ اون میں شیخی یا بہادری کے دعویٰ کی عادت تھی مگر دو مرتبہ شیر کے گرگر کی نرم آواز کیوجہ جو شکاری نے بیان کی وہ نہایت حیرت انگیز ہے۔ اوس کے صدق و کذب کی نسبت مانو تو سچ۔ نہ مانو تو جھوٹ مقولہ صحیح ہے۔

کئی شکاریوں کو یہ واقعہ پیش آیا ہے کہ اونہوں نے سانبھر اور چیتل کو جب اون کا بور بچے یا کتوں نے تعاقب کیا ہے انسان کے پاس آتے اور اوس کی پناہ لیتے دیکھا ہے۔ آبادی میں دن کیوقت ایک سانبھر کو گھبرائے ہوئے آتے اور ایک نا سمجھ۔ بے رحم شکاری کے ہاتھ سے مارے جاتے میں نے بھی دیکھا ہے جب کوئی پناہ کی جگہ باقی نہ رہے تو جان کے خوف سے اگر جانور انسان کی پناہ ڈھونڈے تو کیا تعجب ہے۔ مگر افسوس ناک امر یہ ہے کہ اکثر و بیشتر چرو دیدم عاقبت خود گرگ بودی کا دردناک منظر ان غریب جانوروں کو دیکھنا نصیب ہوتا ہے۔ گانوں والے تو سمجھتے نہیں۔ لیکن سپید پوش شکاری یا پیٹ بھرنے والے اناڑی پناہ گزینوں کو بھی مار کر کھا جاتے ہیں۔ افسوس

ف۔ جنگلی کتا جنگل کے کسی جانور سے دوستانہ تعلقات نہیں رکھتا۔ کبھی کوئی جانور جنگل میں اس کے ساتھ دیکھنے میں نہیں آیا۔ اور جہاں ان موذیوں کا غول نظر آیا اوس کے گرد و نواح میں پانچ پانچ بلکہ سات آٹھ مائل تک سانبھر بارہ سنگھا۔ نیل اور چیتل وغیرہ کا پتہ نہیں ملتا۔ کہتے ہیں کہ شیر بھی فوراً بھاگ جاتا ہے۔ لیکن مجھکو کبھی کسی ایسے جنگل میں جہاں کتے نظر آے ہوں۔ شیر کو تلاش کرنے کا موقعہ اور ضرورت پیش نہیں آئی۔

ہز اکسلنسی دی کمانڈر انچیف کے شکار کے لئے جب شیروں کو تلاش اور جمع کر رہا تھا تو مجھکو حلقہ کے مہتمم نے رپورٹ کی کہ اون کو چاندور کے حلقہ میں جنگلی کتے نظر آے اوس وقت میرا کیمپ وہاں سے قریب تھا۔ میں نے فوراً پانچ سات عربوں کو بھیجا کہ وہ پورے حلقہ میں پھیل کر دن بھر ان کتوں کی تلاش کریں جہاں ملیں ماردیں۔ دو تین دن یہ پھرتے رہے۔ کہیں پتہ نہ ملا۔ اور شیر برابر اپنی اپنی جگہوں پر گارا کرتے اور قایم رہے۔ اس کے چوتھے دن بہ ضرورت سرکاری سرپور وہاں سے تیس میل گیا۔ وہاں مجھکو یہ غول بیابانی پہاڑ سے اوترتا ہوا اور اوسی رخ یعنی چاندور کی طرف سے آتا ہوا نظر آیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی مقام پر نہ مستقل طور سے رہتے ہیں۔ نہ ٹہیرتے ہیں۔

پلے ہوے کتوں کے ساتھ ان کا طرز عمل بہت تعجب خیز ہوتا ہے۔ میں ایک یورپین شکاری کے بیان کا اقتباس درج کرتا ہوں۔

اگر بڑے اور زبردست کتے ان پر چھوڑے جائیں تو یہ منتشر ہو جاتے ہیں۔ اور جس کو کتا دوڑ کر آلیتا ہے وہ انتہائی قوت کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے۔ معمولی قوت اور قد و قامت کے کتوں پر یہ سب ملکر حملہ کر دیتے ہیں اور اس

کے ساتھ کہ میرے چند عمدہ اور دلیر کتوں کو بھگا کر میرے خیمہ تک لے آئے۔ میں نے
ان پر متعدد فایر کئے۔ کئی ایک کے مر جانے کے بعد بھی ان کی شاندار پسپائی
قابل دید تھی۔ ان دو صورتوں کے علاوہ اگر ان پر چھوٹے اور کمزور کتے مثل
ٹیریر وغیرہ چھوڑے جائیں تو یہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور ان پلے ہوئے کتوں
کے ساتھ دوستی کرنے کا شوق اور دم ہلانا شروع کر دیتے ہیں۔ کُون کُون کر کے
دم ہلاتے اور اگلے پانوں پر جھک کر کھیلتے ہیں۔ یہ ٹیریر پاس نہیں گئے اور
یہ سمجھکر کہ کہیں یہ ابلہ فریبی کی چالیں نہ ہوں بھاگ کر خیمے میں گھس آئے۔ یہ
جنگلی کتے بھی اون کے ساتھ آگئے ان پر کئی فایر کئے گئے۔ اور چند کتے مارے
گئے لیکن پھر بھی یہ ان کتوں کے پاس واپس آئے اور اون سے کھیلنے کے
خواہشمند معلوم ہوتے تھے۔ مجھکو جنگلی کتے پر فایر کرنے میں پہلی بار رحم معلوم ہوا۔
بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ بد نصیب جنگلوں میں بے در اور بے گھر آوارہ پھرنیوالے
مکتوب قسمت میں بجز تکلیف اور مصیبت کے آرام و آسایش کا کوئی صفحہ یا سطر مسطور
نہیں ہے۔ اپنے ترقی یافتہ بھائیوں سے اون کی ظاہری تہذیب اور انسان کی
غلامی میں آنے کی آسائشوں اور نعمتوں کا حال دریافت کرنے کے متمنی تھے۔
ھ۔ انسان کے ساتھ بھی یہ جنگلی کتے عجیب برتاؤ کرتے ہیں۔ میرا ذاتی
تجربہ بیس پچیس بلکہ زیادہ مرتبہ کا یہ ہے کہ یہ آدمی سے بالکل نہیں ڈرتے
گھوڑے پر سوار پیدل اور بیل گاڑی پر تینوں حالتوں میں یہ بارہا مجھکو
ملے ہیں۔ مگر دیکھنے کے ساتھ ہی گھبرا کر بھاگنے کا انہوں نے کبھی ارادہ بھی نہیں
ظاہر کیا۔ کمال اطمینان کے ساتھ کھڑے دیکھتے رہتے ہیں۔ دو ایک آپس میں
کھیلتے اور دو ایک دوسری طرف دیکھتے رہے ہیں گویا انسان انکی توجہ کے قابل
ہی نہیں ہے۔ جب ان پر گولی برسائی گئی تو دو چار کے گرنے کے بعد یہ منھ پھیر کر

صرف ڈراٹ سے بغیر دم ہلانے کے جنگل میں غائب ہو گئے۔ ایک مرتبہ یہ مجھکو
جب میں سوار تھا نظر آئے میرا گھوڑا غیر معمولی ہمت کا جانور تھا۔ میں نے ان کے
غول پر جو سات آٹھ سے زیادہ نہ تھا۔ اس کو دوڑایا۔ میں اس قدر ان کے
قریب پہنچ گیا کہ اگر برچھا پاس ہوتا تو میں آسانی سے ایک کو چھید لیتا۔ گھوڑے کے
سامنے سے یہ ہٹ گئے اور اوس کو راستہ دیدیا۔ جب میں ان کے بیچ میں سے گذرا
تو میں نے ان کی آنکھوں کی طرف دیکھا۔ کسی قسم کا خوف یا غصہ یا انکا منشا میں
نہ معلوم کر سکا حالانکہ پلے ہوئے کتوں کی آنکھ سے میں فوراً اون کے دل کا معلوم
کرنے میں مشاق ہوں۔ کتے کے ارادے سے یعنی یہ حملہ کرنا چاہتا ہے۔ یا ہم سے
ڈرتا ہے۔ یا یہ پیار کا خواہشمند ہے اس کی نگاہ محبت بھری ہے۔ یا نفرت آمیز
ہر شخص خاص کر کتے کے شوقین بہ آسانی معلوم کر لیتے ہیں مگر جنگلی کتوں کی آنکھ سے
کسی قسم کے خیالات کا اظہار نہیں ہوتا۔

میرے ہاتھ میں یا میرے پاس بجز سواری کی پتلی بید کے کوئی ہتھیار نہ تھا۔
ان کتوں کی اس بے باکی اور خالی نگاہ سے مجھکو خوف معلوم ہوا۔ میں یہ پڑھ چکا تھا
کہ یہ زندہ جانور کا گوشت نوچنا شروع کر دیتے ہیں۔ میں یہ سوچا کہ اگر انہوں نے
میرا تعاقب کیا تو میں کیا کرونگا۔ یہ سوچکر میں نے داہنی جانب کا رکاب دوال
مع رکاب کے زین کی کمانی کھولکر نکال لیا۔ یہ اچھا ہتھیار ہاتھ آگیا۔ رکاب کا
وزن ایک پاونڈ سے کچھ کم ہوگا۔ مگر پھر بھی ڈھائی فیٹ دو ہرے چمڑے میں
لٹکے ہوئے لوہے کو چکر دیکر مارنے میں یہ اچھی ضرب پہنچانے کے لئے کافی ہے
میں اس وقت ان کتوں سے چالیس گز پر ہونگا۔ گھوڑے کا منھ پھیر کر میں نے
پورا چارج کیا۔ یہ کتے کچھ کچھ فاصلہ سے گاڑی کے نشان پر کھڑے ہو گئے
جب میں قریب پہنچا تو یہ ذرا سا ہٹ کر جھاڑی کے آسرے میں ہو گئے۔ اب ان

چارج ہو ہی نہ سکتا تھا۔ جب گھوڑا وزمین پر دوڑتا ہوا آگے نکل گیا تو یہ پھر راستہ پر آگئے اور میری طرف دیکھتے رہے کہ یہ کیا دیوانہ جانور ہے۔ میں نے گھوڑا روک کر پھر چارج کرنے کا ارادہ کیا کہ مجھکو دور سے میرے آدمی آتے ہوئے نظر آئے۔ ان کے پاس ہی گھوڑا دوڑا کر پہنچا اور ۴۰۵/۳۲ اور کارتوسوں کا بلٹ لے کر واپس آیا۔ یہ راستہ چھوڑ کر چھدری جھاڑی میں سڑک سے ستراسی گز پر کھڑے تھے۔ میں نے گھوڑے پر سے ان پر تین فایر کئے تینوں مس ہوئے مگر یہ ویسے ہی کھڑے رہے۔ میں نے ذرا بلند جگہ پر جاکر اور گھوڑے سے اوتر کر پھر دو فایر کئے یہ دونوں بھی مس ہوئے۔ بڑا غصہ آیا۔ باگوں کو ایک جھاڑی میں ان اٹکاکر میں پیدل ان کی طرف بڑھا۔ تب بھی انہوں نے وہی پہلی سی بے اعتنائی کا اظہار کیا۔

میں نے ساٹھ گز پر بیٹھکر اور جم کر فایر کیا۔ پھر مس۔ معلوم نہیں میری نظر خراب ہوگئی تھی یا دو مرتبہ چارج کرنے اور گھوڑے کو جلد جلد روکنے اور ہاتھ پر زور پڑنے سے میں اسٹیڈی نہ تھا۔ پانچ مسلسل مس سے میں بہت جھنجلایا اور خیال کیا کہ ان کی موت نہیں ہے۔ کارتوس خراب نہ کرنے چاہیں۔ یہ سوچکر میں واپس آگیا اور سوار ہو رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ دو بڑے کتے مجھ سے بیس گز پر کھڑے ہوئے۔ مجھکو یا میرے گھوڑے کو گھور رہے ہیں۔ میں سوار ہوگیا۔ اور اپنے آدمیوں سے جو آگے تھے کہا کہ کتے مارلو انعام مل جائے گا۔

سردار خان نے کہا کہ بڑی رائفل اور چھرے کی بندوق ہے۔ اجازت دیجئے تو چھروں سے ماردوں۔ اجازت دینے پر اوس نے گراب (دبٹانوں) کا فایر کیا۔ اور یہ دونوں جو بیس گز پر کھڑے تھے دونوں ہلاک ہوگئے۔ جو دور کھڑے تھے جنگل میں غائب ہوگئے۔ یہ میرا ذاتی واقعہ ہے اور جنگلی کتوں کے

طرزِ عمل کو اچھی طرح ظاہر کرتا ہے۔ اسی واقعہ کے سلسلہ میں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ وہاں سے میل بھر بڑھنے کے بعد مجھکو چیتلوں کا ایک غول چرتا ہوا نظر آیا شاید یہ کتے اوس کو گھیرنے کی فکر میں متفرق طور پر پھیل گئے تھے۔ یہ وہ کتے جو سردار خان نے مارے بہت اور میرے خیال میں ان سب سے بڑے تھے جن پر میں نے ناکام حملے کئے

انسان پر جنگلی کتوں کے حملہ کرنیکا صرف ایک واقعہ مسٹر برینڈر نے ضلع کھنڈوے کا بیان کیا ہے جس میں اوس انسان کو ہلاک کرنا بیان کیا جاتا ہے مگر وہ لکھتے ہیں کہ ہر شکاری کو ایسے مواقع پیش آتے ہیں کہ جن سے حملہ کرنے کی صورت یا امکان کا احساس ہوتا ہے۔

جنگلی کتوں کی نسبت یہ قصہ مشہور ہے کہ وہ اپنے پیشاب میں دم کو تر کرکے انسان پر یا اپنے دشمن پر چھڑکتا ہے اور وہ اندھا ہو جاتا ہے۔ یہ از سرتا پا غلط ہے اور بجز اس کے اس کی اصلیت کچھ بھی نہیں ہو سکتی کہ کسی خوفناک حادثہ کے پیش آنے پر چھوٹوں اور بچوں کا پیشاب خطا ہو جاتا ہے۔ اوس میں اگر دم تر ہو جائے تو حیرت کی بات نہیں ہے۔ اس کے علاوہ جو حضرات کتے پالتے ہیں اور ان کو ابتدائے عمر میں شکار پر منہہ ڈالنے کی مشق خود کراتے ہیں اونھوں نے دیکھا ہوگا کہ دلیر اور من چلے پلے جب کسی زبردست جانور کو لپٹ جاتے ہیں تو تھوڑی دیر بعد جب سکھانے والے ماں باپ یا اوستاد اور زبردست کتے ہٹا لئے جاتے ہیں اور یہ قوت اور محنت کی مشق کے لئے تنہا چھوڑ دیا جاتا ہے تو جانور کی قوت یا اوس کے خوف کا اس پر یہ اثر ہوتا ہے کہ اس کے جسم سے قطرے ٹپکنے لگتے ہیں۔ اور اوٹھنے پلٹنے میں پلے کی اگر دم بڑی ہو تو تر ہو جاتی ہے۔ یہی واقعہ گاؤں والوں کو دیکھنے کا اتفاق ہوا ہوگا اور اوس کی صورت بیان کرنے میں اس طرح شکل

ہوگئی۔ جن شکاریوں نے ان کو سینکڑوں بار دیکھا ہے تعاقب اور شکار کیا ہے۔ اون میں سے کسی نے یہ واقعہ نہ دیکھا نہ بیان کیا کہ کتے نے دم کو پیشاب میں تر کرکے اون پر یا کسی اور دشمن پر چھڑکا ہو۔

جنگلی کتوں کے پلے آسانی سے نہیں پلتے مگر محنت اور توجہ سے پل جاتے ہیں۔ مالک کو پہچانتے ہیں اور جو جگہ ان کے لئے مقرر کردی جاے وہاں ذرا سی خطرہ کے احساس پر جاکر چھپ جاتے ہیں۔ کسی یورپین صاحب کے خانساماں نے دو پلے پالے تھے۔ اور مقصد یہ تھا کہ فی راس ۲۵ جو جدید قانون کے روسے انعام مقرر ہوا تھا۔ وہ ان کے جوان ہونے پر حاصل کریگا۔ لیکن آہٹہ تو ھپنے کے بعد جب وہ حصول انعام کے قابل ہوے تو ایک روز رات کو غائب ہوگئے۔ یہ پلے اظہار مسرت میں دم ہلاتے تھے۔ غراتے تھے۔ تکلیف پہنچنے سے کین کین کرتے تھے۔ کبھی بھونکے نہیں۔ یہ خیال صحیح ہے کہ جنگلی کتا بھونکتا نہیں۔ شکار کے تعاقب میں غالباً اگلے کتے پیچھے رہ جانے والے ساتھیوں کو راستہ بتانے کی غرض سے انگریزی ہاونڈز کی طرح قل قل کی آواز کرتے ہیں۔ ساتھی کو بلانے کے لئے یہ کوے سے مشابہ مگر بلند اور چھوٹی "کوک" لگاتے ہیں۔ ان آوازوں کے علاوہ کوی اور آواز نہیں کرتے۔

جنگلی کتے کے دیوانہ ہوکر آبادی میں گھس آنے اور جانوروں اور انسانوں کو کاٹنے کے قصے مشہور ہیں مگر یہ تحقیق نہیں ہوی ہے کہ آیا انکا یہ فعل اوسی دیوانگی پر منحصر ہے جو پلے ہوے کتے کو لاحق ہوتی ہے۔ یعنی ریبیز یا یہ کوئی جداگانہ دیوانگی ہے۔ جنگلی کتے نے جن آدمیوں کو کاٹا تھا وہ اچھے ہو گئے۔ اوسی زمانہ میں قرب و جوار کے جنگلوں میں متعدد کتے مرے ہوے پاے گئے۔ غالباً ان میں کوئی بیماری شائع ہوی ہو۔

جنگلوں میں ان کی تعداد گھٹتی اور بڑھتی رہتی ہے۔ لیکن اس کی وجہ معلوم نہیں ہوسکتی۔

قیاس ہے کہ یا تو ان میں کوئی بیماری پھیلتی ہے۔ یا یہ جگہ بدلتے رہتے ہیں

جنگلی کتوں کو ہلاک کرنے کا کوئی خاص طریقہ نہیں ہے۔ راستہ میں مل جائیں تو بندوق سے یا اکثر محکمہ جنگلات کے یورپین عہدہ دار زہر دیکر ان کو مارتے رہتے ہیں۔ ان کو زہر دینے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کے مارے ہوئے شکار پر سے ان کو دھمکا کر ہٹا دیتے ہیں۔ اور اس کے گوشت میں چھری سے لمبی لمبی لکیریں کاٹ کر پچھلے کے جوہر اسٹرکینا کو کسی چیز میں لیپی بنا کر داخل کر دیتے ہیں۔ زیادہ مقدار میں یہ لیپی جو مسموم ہے نہ لگائی جائے۔ ورنہ کتے قے کر کے اچھے ہو جاتے ہیں۔ جب کتے اس گوشت کو کھا جاتے ہیں تو مرنے میں دیر نہیں ہوتی۔ تین چار سو گز کے اندر ہی گر کر مر جاتے ہیں۔ میں نے ایک مرتبہ ایک غول میں سے وقت واحد میں گولی سے سات کتے مارے مگر جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا یہ نہایت بے پروائی سے کھڑے دیکھتے رہے اور تقریباً نصف ہمراہیوں کے گر جانے کے بعد بغیر اظہار پریشانی صرف تراش سے جنگل میں گھس گئے۔

سیاہ گوش۔ فلائن اور کینائن اجناس درندوں کی اقسام کے درمیان میں اور دونوں اقسام کی ترکیب و ساخت کا مشتملہ جانور ہے۔ اس کی شکل و صورت بڑی لومڑی سے مشابہ ہوتی ہے مگر قد میں یہ گیدڑ کے برابر ہوتا ہے۔ اس کا جسم بہت سبک ہوتا ہے۔ اور اس کی بے چینی حیرت انگیز چیز ہے عجائب خانوں میں میں نے متعدد بار سیاہ گوش دیکھے ہیں مگر کبھی اس کو بیٹھے ہوئے نہیں دیکھا۔ مسلسل یہ تیز قدم سے پنجرے میں پھرتا ہوا نظر آیا اور جب پنجرے یا مکان کے کنارے پر پہنچتا ہے تو اس تیزی سے پلٹتا ہے گو گویا کسی

نہایت اہم کام کے لئے اس کو وقت مقررہ پر پہنچنا ہے۔ اور وقت بہت کم باقی رہ گیا ہے۔ معلوم نہیں یہ رات کو بھی پنجرے میں سوتا ہے یا نہیں جنگل میں یقینی رات بھر نہیں سوتا۔ مگر دن کو ضرور کسی بل میں یا کسی جھاڑی کے سایہ میں آرام لیتا ہے۔ اس کا قد ۱۸ انچ کے قریب ہوتا ہے۔ رنگ ہلکے نیلے گرے گھوڑے کا سا ہوتا ہے۔ مگر اندر کے بال ہرن کے رنگ کے ہوتے ہیں۔ ہاتھ پیر بیک سید ہے اور کمال تیزی کے لئے بنائے گئے معلوم ہوتے ہیں۔ کان کھڑے نوک جھکی ہوئی اور پورا کان سیاہ ہوتا ہے۔ اسی لئے اس کا نام سیاہ گوش ہو گیا ہے۔ یہ آسانی سے پل جاتا ہے اور اس کو شکار کھیلنے کی غرض سے پالتے ہیں۔ یہ خرگوش بکریوں کے بچے اور چکارے تک کا شکار کھیلتے ہیں۔ پرندوں کو اڑتے میں کود کر پکڑ لینے میں اس کی پھرتی اور تیزی حیرت ناک ہوتی ہے۔ اس کے جسم کا طول ۲۶ سے ۳۰ انچ اور صرف نو دس انچ کی دم ہوتی ہے۔ جسم کا حصہ زیریں زرد یا میلا سپید ہوتا ہے۔ رنگ کی بنسبت مختلف مصنفین میں اختلاف ہے مگر میں نے عجائب خانوں میں جو رنگ دیکھا ہے اور مسٹر بریڈر نے جو اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔ وہ تقریباً یکساں ہے۔ لیڈیکر نے اس کا رنگ سرخ لکھا ہے مگر یہ پنجاب سندھ بلوچستان اور شمالی افغانستان کا رنگ ہوگا۔ یہ زیادہ تر کشادہ یا کچھا ہے جنگل بڑی گھاس میں رہتا ہے۔ گنجان جنگل میں نہیں رہتا ہے

چیتا اور لنگور سے ہر شخص واقف ہے۔ ان کے بیان پر زیادہ وقت صرف کرنا غیر ضروری ہے۔ وہ چاہے ضروری یا عجیب معلومات کا اندراج کافی ہوگا۔

لنگور شکاریوں کا بہت کارآمد ہوتا ہے۔ شیر، بدھچھ، رکھچھ وغیرہ کو

دیکھکر یہ بہت غل مچاتا اور درخت پر چڑھ جاتا ہے۔ شیر کے ہانکے میں اگر لنگور زمین پر نظر آئیں تو سمجھنا چاہیے کہ شیر ہانکہ میں موجود نہیں ہے۔ بندر۔ بعض ویران قلعوں میں رہتے ہیں اور باوجودیکہ اب اون کو وہاں بہت کم سامان خورونوش بہم پہنچتا ہے۔ مگر اپنی جگہ نہیں چھوڑتے۔ بعض قدیم قلعوں میں جہاں کے بڑے بڑے پرانے درخت قلعے کی قدامت کی شہادت دیتے ہیں پھلوں کے درخت موجود ہیں۔ ان میں انبہ۔ امرود۔ گولر۔ شریفہ۔ موز یا کیلا۔ بیر۔ املی وغیرہ شامل ہیں۔

قلعہ اسیر گڈھ میں اس وقت تک شہنشاہ اورنگ زیب کے لگائے ہوئے انگور بہ کثرت موجود ہیں۔ ان انگوروں کے متعلق تحقیقات کی گئی اور ثابت ہوا کہ جب اورنگ زیب دکن کے گورنر جنرل تھے اور اونکا مستقر برہان پور تھا اوس وقت اونھوں نے اس قلعہ میں انگور کی کاشت کرائی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ اورنگ زیب فردوس مکان کو انگور کا شوق تھا۔ اورنگ آباد میں بھی حال تک بہترین انگور پیدا ہوتا تھا یہ بھی سب اورنگ زیب کی برکت اور میووں اور باغ لگانے کے شوق کی یادگار ہے۔

باغ لگانے اور میووں کی کاشت کا شوق شہنشاہان مغلیہ کے لیے ایک موروثی شوق تھا۔ آج ہندوستان میں یہ دونوں چیزیں بابر جنت آرام گاہ کی یادگار ہیں۔ اوس سے قبل کچھ بھی نہ تھا۔ بابر کی تزک میں مرقوم ہے کہ یہاں یعنی ہند میں نہ باغ ہیں نہ میوہ نہ حمام ہیں نہ x

پھر بھی ہمارے بھائیوں کا حکم ہے کہ ہم بدستا پور یا سمیٹ کر مکہ کو چلے جائیں۔ بعض صاحبان راضی ہوجائیں مگر سپاہی نقش اور شکاری کب بلتے ہیں۔ بندروں کا ابی پھلوں اور میووں پر گذر ہے۔ بخلاف ان بندروں کے لنگور گنجان جنگل میں بھی بہ کثرت نظر آتے ہیں۔ ان کے مقام قیام کی

بڑی شرط پانی ہے۔ لنگور کی جست مشہور ہے۔ بعض حضرات روایت کرتے ہیں کہ لنگور ایک مقام سے جست کرکے اگر خطرہ پیش آئے تو پھر وہیں واپس چلا جاتا ہے گویا حالت جست میں پرند کی طرح مڑ جاتا ہے۔ میں نے یہ واقعہ اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا نہ کسی یوروپین مصنف نے اس کا ذکر کیا۔ لنگور اور بندر دونوں بڑی بڑی ٹولیوں میں ملکر رہتے ہیں اور انکا ایک سردار ہوتا ہے۔ میں نے مختلف جنگلوں میں لنگوروں کو عجیب عجیب حرکات کرتے دیکھا ہے۔ لنگور آپس میں چٹ چٹ اور ٹخ ٹخ کی آواز سے باتیں کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں مگر خوف کے وقت یا کسی درندے اور انسان جنگلوں میں انسان کو بھی دیکھکر بہت بڑی بلند آواز سے ہوف ہوف کا نعرہ لگاتے ہیں بندر اور لنگور پانی میں تیرتے ہیں اور اکثر ندیاں پار ہوتے ہوئے دیکھے گئے ہیں پل بنا کر پار اوترنے کا قصہ جو بھقرڈ ارڈر میں پڑھا ہوگا بہت حیرت ناک ہے۔

ان کے علاوہ رٹیل جو غالباً ریچھ اور اینٹ ایٹر (دیمک کھانے والا) کے درمیان کی ہستی ہے۔ ہمارے ملک کے جنگلوں میں بہ کثرت موجود ہیں۔ دن کو یہ کبھی نظر نہیں آتے الا اس صورت میں کہ کتے یا کراں کو انکے بلوں سے نکال لائیں۔ اس کو عام طور پر بجو کہتے ہیں مگر بجو کئی قسم کے اور مختلف وزن کے ہوتے ہیں۔ ان میں بڑا بجو ہے۔ مشہور ہے کہ بجو ہاتھی کے پیر کے نیچے آجائے تو نہیں مرتا معلوم نہیں یہ کہاں تک صحیح ہے لیکن میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ چار بل ٹیریر کتے اس کو آدھے گھنٹے تک جھنجھوڑتے رہے۔ پھر بھی یہ زندہ تھا یورپین مصنفین نے یہ لکھا ہے کہ کتوں کے مقابلہ میں یہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انڈیا ربر کا بنا ہوا ہے یہ واقعہ صحیح ہے کہ یہ قبر سے مدفون مردوں کو بچوں اور اپنے بڑے بڑے ناخنوں سے چوڑے چوڑے سوراخ کھود کر باہر نکال لاتا اور کھاتا ہے۔ ایک

مقدمہ میں جہاں ملزم کا یہ بیان تھا کہ مقتول کی لاش بجو نے قبر سے باہر نکالکر ڈالدی ہے اور پولیس نے قتل کے الزام میں اوس کو ناحق گرفتار کیا ہے۔ برنیڈر کو شہادت کے لئے عدالت میں جانا پڑا۔ بجو کے قد کا اوسط ۱۲ انچہ۔ جسم کا طول ۲۹ انچہ۔ دم ۶ انچہ سر کا دور ۱۳ انچہ۔ گردن کا دور ۱۲ انچہ اور وزن ۲۳ پاونڈ ہوتا ہے۔ سر سے دم تک ایک سپید بالوں کی دہار ہوتی ہے۔ ان کے جوڑے میں بہت محبت ہوتی ہے۔ کتے ایک کو گھیریں تو دوسرا مدد کو آجاتا ہے یہ بھی اون جانوروں میں ہے کہ جب دشمن کے مقابلہ میں جانبر ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو مردہ بنکر پڑجاتے ہیں۔ ایک مرتبہ رات کے وقت میرے کتوں نے درخت پر سے گرانے کے بعد ایک بجو کو خوب جھنجوڑا جب کتے تھک گئے تو میں نے اس کو دیکھا یہ بالکل مردہ معلوم ہوتا تھا۔ میں نے قصداً اسی خیال سے یہ اس کا مکر ہے۔ اس پر ٹوکرا رکھوا دیا۔ سردی کا زمانہ تھا۔ کتے اندر بلالئے گئے صبح تک یہ مکار ٹوکرے کو کاٹ کر غائب ہو گیا۔ اس قدر سخت جانی کسی جانور میں ہنیں دیکھی گئی۔

بجو کے بعد سیہی یا سارسل بھی اس لئے قابل ذکر ہے کہ یہ جنگل میں نہ صرف اپنے لئے بلکہ اور تمام بل میں رہنے والے جانوروں کے لئے اچھی طرح کھدے ہوئے اور اتنے وسیع کہ کبھی کبھی شیرنی بھی وہاں بچے دینے کو آرہتی ہے۔ مکان مہیا کرنے والا جانور ہے۔ اس کا نام یورپین شکاریوں نے سفر مینا کی پلٹن کا سپاہی رکھا ہے۔

سر کے سوا اس کے تمام جسم پر ابلق رنگ کے بڑے بڑے کانٹے ہوتے ہیں یہ پانچ سے ۱۳ انچ تک لمبے میں نے خود دیکھے ہیں۔ سیہی کا اوسط طول ۳۵ انچہ اور وزن ۲۸ سے ۳۵ پاونڈ تک مانا گیا ہے مگر شمالی ہندمیں بالخصوص

پیلی بھیت اور نان پارہ کی درمیانی ترائی کے جنگلوں میں میں نے اس سے
بہت بڑی سیہی دیکھی ہیں۔ یہ اپنے کانٹوں سے اپنے دشمنوں پر خوفناک زخم
پہنچاتی ہیں۔ کتے صرف اس کا سر پکڑ کر اس کو مار سکتے ہیں۔ سر بہت نازک
ہوتا ہے۔ شیر۔ بور بچے بھیڑیے اس کو مار کر کھا جاتے ہیں۔ ایک کتاب میں
میں نے پڑھا ہے کہ ایک بیمار شیر کے جگر میں جب وہ ہلاک کرنے کے بعد
چیرا گیا تو سیہی کا کانٹا چبھا ہوا دیکھا گیا۔ غالباً یہی اس شیر کی بیماری کا سبب تھی
سیہی کے تھن پیٹ کے نیچے نہیں ہوتے بلکہ پسلیوں پر ہوتے ہیں۔ قطرت نے
بچوں کو دودھ پلانے میں ماں کو بچوں کے کانٹوں سے محفوظ رہنے کے لئے
یہ انتظام کیا ہے۔ سیہی کے علاوہ نیولے گلہریاں اور ایسے ہی چھوٹے چھوٹے
اور جانور جنگل کے باشندوں میں شامل ہیں۔ ان کا ذکر غیر ضروری ہے۔
مگرمچھ اور اژدہے بھی جنگل میں موجود ہیں لیکن آخر الذکر شاذ ہی نظر آتے ہیں
اور ملجائیں تو آسانی کے ساتھ بندوق۔ لٹھ۔ پتھروں سے ہلاک ہوسکتے ہیں
جنگل کے تالابوں میں ندیوں سے بحالت طغیانی مگر آکر وہیں مقیم ہوجاتے
ہیں۔ بکری کے بچے سے شیر تک کو یہ اندر کھینچ کر کھا جاتے ہیں۔ ان کے قد
وقامت پر انکی جرات کا انحصار ہے۔ چھوٹے مگر یعنی آٹھ دس فٹ لمبے
بکریوں کتوں۔ سور کے پلوں وغیرہ کو پکڑ لیتے ہیں جس مگر نے شیر کو پکڑا تھا
وہ اوسی تالاب میں مارا گیا۔ اوس کا طول ۲۳ فیٹ تھا۔ کبھی کبھی مگر انسان کو
بھی پانی میں پکڑ کر اندر کھینچ لیتا اور کھا جاتا ہے۔ لیکن خشکی پر انسان کو نقصان
پہنچانے کی قابلیت نہیں رکھتا گوداوری عادل آباد کے جنوب اور کرمنگر کے
شمال میں واقع ہے۔ ایک مقام پر گوداوری کا ایک بہت وسیع اور عمیق ڈہا
ہے۔ یہاں ہمیشہ پانی بھرا رہتا ہے اوس میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں مگر ہیں

جب گوداوری پایاب ہو جاتی ہے تو اس لنجامڑگ کے مشرقی کنارے سے گزر کے
بیل گاڑیاں اور مسافر گزرتے ہیں۔ یہاں سے اکثر گزرنے والے پانی کے
سہارے کی وجہ سے گرمیوں میں یہاں ٹھہر جاتے ہیں۔ لنجامڑگ اس قیام گاہ
سے تقریباً ڈیڑھ میل ہے۔ میں عادل آباد جا رہا تھا۔ میرے کیمپ کے قافلے نے
بھی رات کو وہاں تھوڑی دیر کے لئے قیام کیا اور ایک گاڑی والے نے بیلوں کو
کھولکر ندی میں پانی پینے کے لئے چھوڑ دیا۔ جب بیلوں کو واپس آنے میں
دیر ہوی تو وہ خود اوس طرف گیا تو دیکھا بیل نہیں ہیں پہلے تو تنہا ادھر ادھر
تلاش کرتا رہا پھر ساتھیوں کو آواز دی۔ سب نے ملکر جستجو کی مگر جوڑی نہ ملی۔
ناچار مجھکو اطلاع دی گئی کہ گھوڑوں کا سامان اور دانہ وغیرہ جس گاڑی پر تھا
اوس کے بیل یہاں سے غایب ہو گئے مجھکو شیر کا خیال گزرا۔ میں نے بندوق
لے کر ندی کے کنارے پچاس ساٹھ گز تک دیکھا کہیں شیر کے پنجوں کا نشان
نظر نہ آیا۔ ایک گانوں والے نے بالکل ندی کی دہار سے متصل جہاں ڈیڑھ فٹ
کے قریب پانی گہرا اور پندرہ بیس فٹ چوڑی دہار تھی۔ مگر کے پیروں کا نشان
دیکھکر کہا کہ بیلوں کو ناقہی کی رسی پکڑ کر مگر لے گیا گہرے پانی میں لے جا کر
سب ملکر کھا جائیں گے اس کا مجھکو مطلقاً یقین نہ آیا اور میں واپس آگیا۔
جمعدار سے کہا کہ ایک آدمی یہاں گاڑی کے پاس چھوڑ دو میں اگلے گاؤں سے
بیل بھیج دونگا۔ ان گم شدہ بیلوں کے مالک کو بھی وہیں چھوڑ دیا کہ تو اپنے
بیل صبح کو روشنی میں تلاش کر لیجیو۔ دوسرے کیمپ کو میرے پہنچنے کے تیسرے
دن وہ گم شدہ بیلوں کا مالک اپنے بیل کا سر لایا کہ یہ لنجامڑگ سے بہکر پانی میں
آیا اور دہار میں جہاں پانی کم تھا جھاڑی میں اٹکا ہوا ملا۔ گانوں والوں کا
بیان تھا کہ اس کو مگر نے کھایا ہے اور یہاں کے مگر اس عمل کے عادی ہیں

کہ رسی پکڑ کر بیلوں کو پانی میں لیجاتے ہیں۔ اونکا یہ بھی بیان تھا کہ ہر تین چار سال میں ایسا ایک آدہ واقعہ پیش آتا ہے۔ مجھکو اس کا ابتک مطلقاً یقین نہیں ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ قرب و جوار کے چور ڈھیروں کی چوری کا طریقہ ہے۔

یہ مُسلم ہے کہ جب بارش زیادہ ہوتی ہے اور اندرونی بڑے بڑے تالابوں کو نالے ندی سے ملادیتے ہیں تو مگر ان نالوں میں سے تیرتے ہوئے تالابوں میں آجاتے ہیں اور وہیں رہ پڑتے ہیں ورنہ ندی سے تیس چالیس میل اندر کے تالابوں میں مگر ونکا موجود ہونا بہ ظاہر ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ خشکی پر بھی مگر دور دور تک نکل جاتے ہیں مگر دو ایک میل سے زیادہ خشکی پر چلنا انکے لیئے سخت محنت ہے۔

مگر کے شکار کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ صبح یا شام کو (صبح کو یہ خود ریت پر لوٹتے نظر آتے ہیں) بکری یا کتا پانی سے دس بارہ گز پر باندھ کر شکاری اچھے موقعہ کی جگہ بیٹھ جائے۔ مگر ایک دو نہیں اگر زیادہ ہوں تو دو چار پانی سے باہر آجاتے ہیں۔ پرانا طریقہ ان پر فایر کرتے کا یہ بیان کیا جاتا ہے کہ لوہے کی نوکدار گولی کو ہلدی کے پانی میں بجھا دیکر دل پر فایر کرتے تھے سنتے ہیں کہ یہ گولی مگر کے کھپروں کو پھاڑ کر اندر گھس جاتی تھی۔ اب جبکہ ہر قسم کی زوردار اور سخت گولیاں ایجاد ہوگئیں ہیں۔ یہ ترکیبیں جن کے بتانے میں انتہائی بخل کام میں لایا جاتا تھا بیکار اور غیر ضروری ہیں۔ بہترین نشانہ اگر موقع ملجائے تو بائیں ہاتھ اور جسم کے ملنے کے مقام پر زاویہ کے اندر ہے۔ اگر یہ نظر نہ آسکے تو وسط کمر سے پیچھے ہٹ کر (یہ مگر کے طول پر منحصر ہے) ریڑھ کی ہڈی توڑ دینے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ میں نے نو فٹ لمبے مگر کو ۵۰۰ کی معمولی گولی اور

پچھلے پیروں کے جوڑ سے فٹ بھر آگے نشانہ لے کر مارا گولی نے کمر کی ہڈی کو چورا چورا کر دیا۔ بہت سا خون نکلا مگر یہ رینگ کر ندی میں غائب ہو گیا یقینی مر گیا ہو گا۔ اس کی کھال کے سوٹ کیس۔ ہینڈ بیگ پرس۔ سگریٹ کیس بنتے اور اچھی قیمت کو فروخت ہوتے ہیں۔ اس کو مار کر اس کے چمڑے کو احتیاط کے ساتھ جس کا ذکر جداگانہ باب میں کیا جائے گا دباغت کے لئے بھیج دینا چاہیے۔

ریچھ

بہ لحاظ خوفناک ہونے کے اس کا شمار اگر درندوں میں کیا جائے تو ببر شیر۔ بور بچے کے بعد اس کا چوتھا اور بعض شکاری مصنفین کی رائے میں تیسرا نمبر ہے۔ لیکن چونکہ اپنی ساخت کے لحاظ سے یہ نہ کتوں کی جنس کینائن میں شریک ہے نہ فیلائن یعنی بلیوں میں یہ بالکل علیحدہ قسم کا جانور ہے۔ جو گوشت خوار بھی ہے۔ پھل میوہ اناج بھی کھاتا ہے۔ مضرت رسانی میں پنجے بھی استعمال کرتا ہے اور دانت بھی۔ پہاڑ کے غاروں میں بھی رہتا ہے۔ درختوں کے نیچے بھی پڑ رہتا ہے۔ اور درخت پر بھی چڑھ جاتا ہے ریچھ کئی قسم کے ہوتے ہیں مختلف ممالک کی آب و ہوا کے اثر سے ان کے رنگ میں بڑا فرق پڑ جاتا ہے۔ ہند میں صرف دو قسم کے ریچھ ہوتے ہیں سیاہ جو تقریباً تمام ہند میں پھیلا ہوا ہے۔ اور دوسرا بھورا میلا سپید یا زردی مائل سپید۔ دکن میں صرف سیاہ ریچھ ہوتا ہے اور بہ کثرت۔ کریمنگر۔ عادل آباد۔ محبوب نگر۔ نلگنڈہ ورنگل۔ نظام آباد اور کہیں کہیں ناندیڑ میں بھی نظر آجاتے ہیں۔ ان اضلاع کے جنگلوں میں بہ کثرت ریچھ ملتے ہیں۔ اور اس کی شکل و صورت سے ہر شخص

واقف ہے اس لئے بیان کی ضرورت نہیں ریچھ کے قد و قامت کا تعین مشکل ہے۔ ایک ہی غول میں مختلف قد و قامت کے جانور نظر آتے ہیں۔ کہیں بڑے بڑے ریچھ کہیں چھوٹے قد کے جانور بچا دیکھنے میں آئے ہیں۔ پہاڑوں کے شگاف اور غار جن کے سامنے بڑے بڑے پتھر ہوں ان کے کا اغلب ترین مقام ہے۔ ان کے قد و قامت کے اعداد شمار ذیل میں درج کئے جاتے ہیں یہ ایک بڑے ریچھ کے ناپ ہیں جسم کا طول بہ شمول دم ۵ فٹ ۷ انچہ + پیر سے لے کر سر تک جب پچھلے پیروں پر ریچھ کھڑا ہو۔ ۷ فٹ۔ ۹ انچہ + جسم کا دور سینہ کے قریب = چار فٹ ۳ انچہ بلندی شانوں کی نوک کے پاس ۴ فٹ ۸ انچہ بازو یا ڈنڈ کا دور = ۱ فٹ۔ ۱۰ انچہ + گردن کا دور ۲ فٹ۔ ۱۱ انچہ + سر کا دور ۳ فٹ۔ ۲ انچہ + وزن ۳۲۰ پاونڈ۔

اس کے علاوہ ایک جوان ریچھ کا وزن صرف ۱۹۸ پاونڈ اور دوسرے جوان ریچھ کا وزن ۴۲۳ پاونڈ تیسرے کا وزن ۴۰۰ پاونڈ پایا گیا۔ مادہ ۲۷۲ پاونڈ کی بھی ماری گئی۔

سینکڑوں ریچھوں کے وزن کرنے کے بعد اوسط وزن نر کا ۲۶۰ اور مادہ کا ۲۳۰ پاونڈ قرار دیا گیا ہے۔ ۴۰۰ اور ۴۲۳ پاونڈ کے جانور غیر معمولی اور کمیاب ہیں۔

ریچھ تین سال تک بڑھتا رہتا ہے۔ اوس کے بعد بھی کئی سال معمول کے موافق جسم کے بھرنے میں صرف ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے ۸ یا نو سال کے ریچھ کو پورا جوان جانور خیال کرنا چاہئے۔ ایک پلا ہوا ریچھ چالیس سال تک زندہ رہا جنگلی اور آزاد زندگی میں اوس کی عمر بہت زیادہ ہوتی ہوگی۔

ریچھ کا رنگ بالعموم سیاہ ہوتا ہے۔ مگر ممالک متوسط میں دو ایک بھورے رنگ کے ریچھ بھی دیکھنے میں آئے ہیں۔ میں نے کبھی بھورا ریچھ جنگل میں نہیں دیکھا۔ عجائب خانوں یا تماشہ کرنے والوں کے ساتھ ایک دیکھا ہے۔

ریچھ کے دونوں ہاتھ ٹیڑھے اور دونوں اگلے پنجے اندر کیطرف مڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ سینہ بالکل چپٹا یا چوڑا انسان کے مانند ہوتا ہے۔ دم پانچ چار انچ کی ہوتی ہے۔ سینہ پر سپید بالوں کا نعل کسیقدر گھوڑے کے نعل سے چوڑا اور بڑا ہوتا ہے۔ تمام جسم پر بڑے بال ہوتے ہیں۔ بجز سر اور آنکھوں کے جو چھوٹی اور چند ہی ہوتی ہیں۔ دونوں شانوں پر بڑے بالوں کے دو سٹھے ہوتے ہیں ٹھیک اوس مقام پر جہاں بچے پشت پر چڑھ کر پنجوں سے بالوں کو پکڑتے ہیں۔ پنجوں سے بیچ بیچ کریبان کے بالوں کو چھوٹا ہونا چاہیئے تھا۔ مگر قدرت نے بچوں کو مدد دینے کے لئے ان کو بڑا اور مضبوط بنایا ہے۔ اس کے ناخون بالخصوص اگلے پنجوں پر لمبے اور سخت اور بہت مضبوط اور قوت دار ہوتے ہیں۔ انکا طول ڈہائی انچ سے چار انچ تک ہوتا۔ ان پنجوں اور ناخونوں سے یہ اپنے دشمن پر ہلاک زخم پہنچانے پر قادر ہوتے ہیں۔

یہ عموماً چاروں پیر پر چلتے ہیں۔ ان کے پیر کا نشان انسان کے نقش پا سے بہت مشابہ ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس انکی لاش چمڑا نکال لئے جانیکے بعد انسان کی لاش معلوم ہوتی ہے۔ ان کے جسم کے تناسب سے انکی قوت اور سخت جانی بہت حیرت ناک معلوم ہوتی ہے۔ اس کا گوشت سیاہ ہوتا ہے اور چمڑا نکالے جانے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اعصاب بٹی ہوی رسی کی طرح سخت اور لچک دار ہوتے ہیں۔ اس کے قوی اور جفاکش ہونے کی وجہ ہے۔ کبھی کبھی دور تک دشمن دیکھنے کی غرض سے یہ پچھلی ٹانگ پر

کھڑا ہو کر چلتا یا دیر تک کھڑا رہتا ہے۔ مداریوں کو تماشہ کرتے دیکھا ہو گا تو یاد ہو گا کہ وہ اس کو بہت بہت دیر تک پچھلے پیروں پر نچاتے ہیں۔ سنا گیا ہے کہ جب ریچھ سیندھی یا تاڑی پیکر یا گلمہوہ کھا کر نشہ میں آجاتا ہے تو خوب ناچتا اور ایک خاص آواز نکالتا ہے۔ یورپین شکاریوں نے اس کو اس بنا پر تسلیم نہیں کیا کہ بجز انسان کے حالت نشہ میں کوئی جانور اپنی مسرت کو ناچکر ظاہر نہیں کرتا۔

میں نے صبح کے وقت آٹھ بجے اس کو مہوے کے جھنڈ کے پاس سے آتا دیکھا۔ وہ مہوے کے کھلنے اور پھول گرنے کا زمانہ تھا۔ یقیناً یہ وہیں سے خوب پیٹ بھر آرہا تھا۔ حقیقتاً اس کی چال اور حرکات مستانہ تھیں۔ یہ مجھکو دیکھ کر بھاگا نہیں بلکہ جھومتا ہوا پہاڑ کی طرف جہاں اس کے رہنے کا غار تھا۔ چلتا رہا۔ میں نے اس کی طرف دوڑ کر اس کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا مگر اس نے باوجود میری آواز کے میری طرف نہیں دیکھا۔ جب یہ میرے بالکل سامنے اور تقریباً بیس گز پر رہ گیا تو مجبوراً یعنی فایر کا بہترین وقت نکلا جا رہا تھا۔ اس پر فایر کر دیا۔ اس قدر قریب سے سر پر گولی پڑنے کی وجہ سے یہ نہ بولا نہ ہلا۔ ورنہ زخمی ہو کر یہ زور زور سے روتا ہے۔

ریچھ کی غذا میں مختلف چیزیں شامل ہیں۔ مسٹر براؤن کی مینر کا مینو یہ ہے ہر قسم کا میوہ۔ ہر قسم کا پھل تقریباً ہر قسم کے کیڑے۔ دیمک۔ پھول۔ درختوں کی جڑیں پانی کے درختوں اور بیلوں کی جڑوں کی گرہ جیسے کسیرو۔ گڈے جیسے جمیقند موسی۔ آلو وغیرہ ہر قسم کا اناج۔ خواہ کچا ہو یا پکا ہوا۔ پلنے کی صورت میں یہ ہر اناج کی روٹی بڑے شوق سے کھاتا ہے۔ اور آخر میں بہترین غذا شہد کبھی کبھی یہ مردار بھی کھا لیتا ہے۔ اور اگر بچے چڑھ جائیں تو انڈوں اور پرندوں کو بھی نوچ نوچ کر کھاتا ہے۔ پلا ہوا ریچھ گوشت رغبت سے کھاتا ہے۔

فطرت نے اس کی مختلف غذاؤں کے ساتھ حصول غذا کے مختلف طریقے بھی اس کو
سکھا دیئے ہیں۔ دیمک اور کیڑوں کو ریچھ ان کے سوراخوں میں سے اپنے
سانس سے کھینچ کر کھاتا ہے۔ ضرورت ہو تو پنجوں سے سوراخ کو کھود ڈالتا ہے
جڑیں اور گڈے پنجوں سے کھود کر نکال لیتا ہے۔ پھل درخت پر چڑھ کر نوچ لیتا ہے
پھول زمین پر سے چن لیتا ہے شہد کے چھتے کو زمین پر پھینک دیتا ہے۔ مکھیاں
اندھیرے میں بھنبھناتی رہ جاتی ہیں۔ یہ مزے سے شہد چاٹتا رہتا ہے۔ ایک ایک
درخت پر کئی کئی چھتے ہوتے ہیں مگر یہ عجیب بات ہے کہ ریچھ ایک رات کو
صرف ایک چھتے پر قناعت کرتا ہے۔ غالباً مکھیاں ہوشیار ہو کر دوبارہ درخت پر
اس کو نہیں چڑھنے دیتیں۔

اس قدر مختلف طریقوں سے واقف اور درختوں کے پھل جڑوں اور
کیڑوں کے خواص سے آگاہی نیز ریچھ کی اس قابلیت سے جو وہ پالے جانے
کے بعد مختلف اور متعدد حرکات کے سیکھنے میں ظاہر کرتا ہے یہ نتیجہ نکالنا اور یہ
رائے قائم کرنا لازمی ہے کہ تمام جنگلی جانوروں میں سب سے زیادہ سمجھدار
ریچھ ہے۔

ف۔ جب ریچھ درخت پر چڑھا ہوا کسی شکاری کو نظر آ جائے تو بظاہر یہ
خیال گذرتا ہے کہ اب اس کا مارنا کیا مشکل ہے۔ لیکن اس دھوکے میں پڑنے سے
ہوشیار رہنا چاہئے۔ ریچھ اوندھا اترتا اور اوندھا ہی درخت پر چڑھتا ہے۔
اس لئے اپنے گرد و پیش کو دیکھنے میں اس کو دقت نہیں ہوتی۔ دشمن کو
دیکھتے ہی یہ کسی موٹی شاخ کی آڑ میں بہت تیزی سے اترتا اور ذرا سی جھلک
دکھا کر دشمن کو جھانکتا جاتا ہے۔ جب تقریباً پندرہ فٹ زمین سے رہ جاتا ہے
تو وہاں سے کود کر بھاگتا اور پیچھے کو دیکھتا جاتا ہے۔ اس کے جسم کی ساخت ہی

معلوم ہوتا ہے کہ یہ تیز دوڑنے کے لئے نہیں بنایا گیا ہے پھر بھی اندازہ سے بہت زیادہ دوڑتا ہے۔ میں نے ایک مرتبہ اس کے پیچھے گھوڑا دوڑایا۔ دو سو گز تک ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ گھوڑے کے برابر دوڑ رہا ہے مگر دو سو گز کے بعد فاصلہ کم ہونا شروع ہوگیا۔ اگر میں اور دو سو گز گھوڑے کو اتنا ہی تیز دوڑاتا تو اس کو غالباً پا لیتا مگر میرے پاس نہ بندوق تھی نہ برچھا دوڑ کی آزمائش منظور تھی۔ میں واپس ہوگیا۔

ف۔ ریچھ ابتدائے موسم سرما میں بچے دیتے ہیں اور شروع مارچ میں نرومادہ ساتھ ہوتے ہیں اس لئے مدت حمل کچھ کم یا کچھ زیادہ سات ماہ قرار پاتی ہے عموماً دو اور کبھی کبھی تین بچے پیدا ہوتے ہیں۔ مادہ جننے کے لئے کسی غار یا کھو کو پہلے سے تلاش کر کر تجویز کر لیتی ہے۔ پیدائش سے تین ہفتہ تک بچوں کی آنکھیں بند رہتی ہیں۔ آنکھیں کھلنے کے بعد یہ چلنے پھرنے کے قابل ہوجاتے ہیں۔ مگر زیادہ دور پیدل نہیں جاتے۔ ماں کی پیٹھ پر سوار ہو کر چراگاہوں کی سیر کرتے ہیں ماں جس وقت اون بچوں کو لیجا کر پہاڑوں اور اونچی نیچی زمین پر سے پوری تیزی سے بھاگتی ہے تو اوس کی محنت اور بچوں کی شہسواری نہایت قابل تعریف اور حیرت انگیز منظر ہوتا ہے۔ متعدد شکاریوں نے لکھا ہے کہ اونہوں نے کبھی کسی حالت میں بچے یا بچوں کو گرتے نہیں دیکھا۔

ف۔ بچوں والی ریچھنی بہت خوفناک ہوتی ہے۔ اور بچوں کی حفاظت میں اپنی جان کو نثار کرنے میں دریغ نہیں کرتی۔ اگر انسان اس سے ایسی جگہ مل جائے جہاں اس کے بچے ہوں تو سخت حملہ کرتی ہے لطف یہ ہے کہ اس حملے میں نر اور بچے خود بھی شریک ہوجاتے ہیں۔

ریچھ انسان کو اپنے پنجوں سے سخت زخمی کر دیتا ہے۔ اور جان سے

مار ڈالنے کے واقعات بھی سننے میں آئے ہیں۔ لیکن اس کے آدم خوار ہونیکی
صرف ایک معتبر روایت کو مسٹر برینڈر نے تسلیم کیا ہے۔ اونکا بیان ہے کہ ضلع
چاندہ میں ایک ریچھ کا جوڑہ اور اوس کے دو بچے ایک زمانہ گذرا کہ انسانوں کو
ہلاک کرنے میں اس قدر مشاق اور بے باک ہوگئے تھے کہ قرب و جوار کے
راستے بند اور گانوں والوں نے جنگل میں جانا چھوڑ دیا تھا یہ نہیں معلوم کہ یہ
مارے گئے یا نہیں مگر چند روز بعد یہ غائب ہوگئے۔ انکی نسبت البتہ یہ یہ تحقیق
معلوم ہوا کہ چند لاشوں کا ایک حصہ ان ریچھوں نے کھا لیا تھا۔ ریچھ کی
زندگی کا بڑا حصہ کھانے کی تلاش میں گذرتا ہے۔ اور حقیقتاً اس کو پیٹ بھرنے
کے لئے بڑی محنت کرنی ہوتی ہے۔ دیمک اور کیڑے نکالنے میں یہ اتنی محنت
سے مٹی کھودتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مشین کام کر رہی ہے۔ بلڈن نے
لکھا ہے کہ ریچھ صرف دو آوازیں کرتا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ مسٹر برینڈر نے
اس کی کئی آوازیں مختلف اوقات میں متعدد بار سنی ہیں۔ جب یہ دیمک کے
بد کھودتا ہے تو اول سانس سے مٹی کو پھونک کر ہٹاتا ہے۔ پھر سانس ہی
سے دیمک اور کیڑوں کو کھینچتا ہے اس وقت ان دونوں افعال کی آوازیں
جدا جدا اور اتنی بلند ہوتی ہیں کہ دور سے سنائی دیتی ہیں۔ اس کے علاوہ
بجز سونے یا دشمن کو دیکھکر تیز دوڑنے کی حالت کے یہ کسی وقت چپ نہیں رہتا
ہے۔ چلتا ہے تو کچھ بڑبڑاتا ہوا۔ بیٹھتا ہے تو گنگناتا ہوا یا ساتھی سے باتیں
کرتا ہوا۔ اس کے علاوہ بچوں کو بلانے کی آواز اور سب سے اخیر میں حملہ کے
وقت کا دہاڑنا یا گرجنا۔ یہ آخر الذکر زبردست اور مہیب آواز ہوتی ہے۔ اور
لنگور کی وہوف سے دوچند بلکہ سہ چند بلند اور قوی۔ اتنی قوی کہ ف[illegible]
سے مبدل ہو جاتی ہے۔ اور شکاری کو بندوق سنبھالکر پکڑنے کی ضرورت

ہوتی ہے۔ میں صبح کے وقت تقریباً دن کے آٹھ بجے شکار سے واپس
آرہا تھا۔ ایک پہاڑ کے نیچے سے گذرا۔ یکایک تقریباً ڈیڑھ سو گز پہاڑ کے
اوپر سے تین بار یہ آواز وُہوں وُہوں کی تین بار آئی۔ میں یہ سمجھا کہ
ریچھ آپس میں لڑ رہے ہیں۔ مگر ایک تجربہ کار مقامی شکاری میرے ساتھ
تھا اوس نے کہا کہ بچوں والی ریچھنی ہے۔ اب حملہ کرتی ہے ہوشیار ہو جایئے
میں دل میں ہنسا کہ ڈیڑھ سو گز سے ریچھ کا دیکھنا پھر حملہ کرنا تقریباً ناممکن ہے
یہ سوچ ہی رہا تھا کہ پچھلا گاڑی والا جس پر شکار لدا ہوا تھا چلایا کہ صاحب
دو ریچھ دوڑتے ہوئے آرہے ہیں۔ میں نے گاڑی روک لی دیکھا تو حقیقتاً
یہ دونوں بالکل برابر برابر چھوٹی آواز سے غر بڑ غر بڑ کرتے اور تقریباً
۱۵ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے پچھلی گاڑی کیطرف چلے آرہے ہیں۔ یہ گاڑی
مجھسے قریب ساٹھ گز پیچھے تھی۔ میں اپنی گاڑی سے اوترا اور بندوق لے کر
پچھلی گاڑی کی طرف دوڑا کہ گاڑی والے اور بیلوں کو بچاؤں اور قریب
سے ان پر فایر کردوں۔ گاڑی والے نے جب یہ پچاس چالیس گز پر پہنچے تو
وہ گاڑی پر سے مخالف جانب کو دکر جنگل میں بھاگ گیا اور کمبخت چیختا ہوا
بھاگا بانکہ ریچھ اوس کو دیکھ رہے تھے اور ایدہر سے میں بھی آواز
دے رہا تھا۔ و نہوں نے میری یا اوس کی طرف مطلقاً توجہ نہ کی۔ سیدہا
گاڑی کا رخ کیا۔ جب وہ گاڑی سے آٹھ دس گز پر پہنچے تو میں بھی تقریباً
پچیس گز تک پہنچ گیا تھا۔ اسٹیڈی ہونے کی غرض سے میں بیٹھ گیا۔ افسوس
ہے کہ جلدی میں مجھکو خیال نہ رہا۔ صبر کرنا اور دیکھنا چاہئے تھا کہ وہ کیا
کرتے ہیں۔ کس پر حملہ کرنے کی غرض سے چلائے تھے۔ اور حملہ کس طریقہ پر
کرتے ہیں۔ بغیر ان باتوں کو سوچے میں نے اوس ریچھ پر جو میری طرف

آرہا تھا فایر کر دیا اور وہ سر کی گولی کھا کر وہاں ٹھنڈا ہوگیا۔ دوسرا ریچھ آہستہ آہستہ میری طرف بڑھتا رہا۔ دوبارہ کارتوس رکھنے میں مجھکو دو تین سکنڈ کی دیر ہوی یہ پندرہ گز پر آپہنچا۔ میرے ساتھ کے شکاری نے جس کے ہاتھ میں غالباً ۸ بور بھر مار تھی اس کے پیشانی پر گولی ماردی اور یہ کالے اونی گولے کی طرح بل کھا کر رہ گیا۔ اگر شیر کے ساتھ یہ واقعہ پیش آتا اور ہم اسطرح کھڑے رہتے تو ہرگز زندہ نہ چھوڑتا۔

محمد حسین آبکاری کے داروغہ نے میرے ساتھ شکار کو چلنے کی اجازت اور بندوق مانگی۔ میں نے اسپورٹنگ لی انفیلڈ اور بارہ کارتوس انکو دیئے اور کہا کہ بڑے جانور پر فایر نکرنا۔ تھوڑی دور جانے کے بعد یہ مجھسے علیحدہ ہوگئے اور پہاڑ کے نیچے انکو کچھ فاصلہ سے ریچھ نظر آیا اور اوس نے انکی گاڑی پر حملہ کیا۔ انکا بیان ہے کہ تیس گز سے انہوں نے اوسپر پانچ فایر کئے مگر وہ برابر انکی طرف بڑھتا رہا۔ ریچھ کو دیکھ کر بیلوں نے گاڑی کندھے سے گرادی۔ ریچھ گاڑی کے پاس آکر کھڑا ہوگیا اور ہاؤن ہاؤن کرتا رہا۔ یہ گاڑی کی دوسری طرف سے کود کر بھاگے اور میگزین میں کارتوس ڈالنے میں مشغول رہے ریچھ نے انکو دوڑتے دیکھ لیا اور انکا تعاقب کیا۔ اتنی گولیاں کھانے پر بھی وہ اتنا تیز دوڑ رہا تھا کہ محمد حسین صاحب کو اوس نے پچیس گز کے اندر آلیا۔ انہوں نے مڑ کر اوسپر پھر فایر کیا گیا مگر وہ گولی زمین پر پڑی۔ یہ پھر بھاگے پھر اوس نے پیچھا کیا۔ اسی طرح انہوں نے چار گولیاں اور چلائیں اور کہتے تھے کہ دو لگیں بھی مگر وہ نہ گرا نہ انکا تعاقب چھوڑا۔ اتفاق سے دو آدمی لکڑیاں کاٹتے نظر آئے یہ اودھر بھاگے اور چلائے۔ چلانا تھا کہ ریچھ پلٹ کر چیختا ہوا سیدھا اوسی لائن پر فرار ہوگیا۔ جدھر سے آیا تھا۔ راستہ میں زمین پر پڑی ہوی گاڑی کو دیکھکر

ذرا ریچھ اوس سے بچکر نکلا اور پہاڑ کا راستہ لیا۔ یہ بالکل عجیب واقعہ ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ریچھ یہ سمجھتا ہی نہ تھا کہ وہ کیا اور کس پر حملہ کر رہا ہے۔ انسان کی آواز سنکر اوسکو احساس ہوا کہ میرا مقابلہ کس سے ہے اور ڈر کر راہ فرار اختیار کی۔

ف ریچھ جب حملہ کرتا ہے تو شیر کی طرح سوچ سمجھکر اور چھپ کر نہیں آتا رفتار بھی زیادہ نہیں ہوتی۔ شیر اور بور بچہ کے حملہ میں جو اچانک بجلی کے مانند جھپٹ اور سرعت ہوتی ہے وہ ریچھ کے حملے میں مفقود ہے۔ اسلئے اسپر نشانہ لینا آسان ہوتا ہے۔ دلیر وہ اثر اور جلد فیصلہ کرنے کی ضرورت اضطراب کی صورت اور خطرے کے احساس کا بار نہیں پیدا ہوتا جسکو شیر کے مقابلہ میں باوجود گراں گذرنے کے انسان محسوس اور برداشت کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ ریچھ آتا ہوا اور دوڑتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور انسان تک پہنچنے میں آسانی کے ساتھ دو فایر کرنے نیز بندوق بدلنے کی مہلت مل جاتی ہے۔ یہ بیان کہ ریچھ ہمیشہ بالالتزام قریب آکر دو پیر پر کھڑا ہو جاتا ہے اور اپنے دشمن کو سینہ سے دباکر مار ڈالتا ہے غلط ہے۔ لیکن چونکہ ریچھ کا خاص نقصان پہنچانے والا ہتھیار اوسکا پنجہ اور ناخون ہیں اس لئے انکو کام میں لانے کی غرض سے اکثر وبیشتر قریب آکر ریچھ پنجہ کی پوری قوت کو کام میں لانے کی غرض سے کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس بیان کی بنا اور ابتدا اوس رنگین چھپی ہوئی تصویر سے ہوئی ہے جو ابسے چالیس سال قبل بازاروں میں بکتی تھی۔ اب بھی اسی قسم کی چھپی ہوئی اور رنگین تصویریں ہندو دیوتاؤں اور مذہبی پیشواؤں کی دوکانوں پر نظر آتی ہیں مگر وہ ریچھوں کے شکار کی تصویریں دیکھنے میں نہیں آئیں۔ یہ سائبیریا بلکہ اوس سے بھی اوپر پولر ریجن میں سپید ریچھ کے شکار اور اوس کے حملے کا

سین تھا۔ ایک ریچھ نے ایک کتے کو مار ڈالا تھا اور دوسرے کتے کو ایک ہاتھ میں سینہ سے دبائے ہوئے تھا اور ایک شخص اوس ریچھ پر کلہاڑی اوٹھائے ہوئے تھا۔ دوسرا ریچھ ایک آدمی کو دونوں ہاتھوں سے سینہ سے دبائے ہوئے گلے کو پکڑنا چاہتا تھا اوسکے اوپر بھی ایک شخص بھاری اور چوڑی کلہاڑی اوٹھائے ہوئے تھا۔ اکثر بچوں نے یہ تصویریں خریدیں اور بڑ ہونکو بھی اوس کے دیکھنے سے عام طور پر یہ غلط فہمی واقع ہوی کہ ریچھ ہمیشہ دو پیر پر کھڑا ہو جاتا ہے۔ انسان کو سینہ سے لگاکر زور سے دباکر مار ڈالتا ہے۔

یہ صورت شاذ اور اوس وقت کے لئے مخصوص ہے کہ جب انسان یکایک کسی موڑ پر یا کسی پتھر کی آڑ سے ریچھ کے مقابل آجاتا ہے یا کسی ہتیار سے اوسپر حملہ کرتا ہے۔ اس بحث کے سلسلہ میں یہ یاد رکھنا چاہئے۔ یہ صحیح ہے کہ ریچھ تلوار یا برچھے کو ہاتھ سے پکڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ بندوق کی نال بھی پکڑتا ہو گا لیکن توڑہ دار کی کیونکہ اوسکی نال لمبی بھی ہوتی ہے اور فایر کرنے میں دیر بھی ہوتی ہے۔ موجودہ زمانہ کی بندوقوں کو پکڑنے کے ارادے سے قبل پکڑنے والے پر دو فایر ہو سکتے ہیں۔ بہرحال برچھے کا پکڑنا مسلم ہے اور بغیر کھڑے ہوئے یہ عمل ناممکن ہے۔

ف۔ ریچھ عام طور پر دوڑ کی حالت میں دشمن کو گرا کر سر اور چہرے کو اپنے پنجوں سے کھرونچتا ہے۔ بعض موقعوں پر ریچھ منہ سے بھی زخم پہنچاتا ہے مگر نقصان رسانی کا خاص آلہ ناخون ہیں۔ اور کھڑے ہوئے انسان کا منہہ نوچنے کے لئے ریچھ کا کھڑا ہونا بھی ضروری ہے۔

ف۔ جب ریچھ کو کتے گھیرتے ہیں تو وہ پنجوں سے سخت مقابلہ اور سخت گہرے زخم پہنچاتا ہے۔ حضور مرحوم کے میلٹفن" پرنس کو میرے سامنے ایک ریچھ نے

دو پنجوں میں فریش کر دیا۔ چھوٹے کتے جو کم دلیر اور پھرتیلے ہوتے ہیں ریچھ کو بہت دق کرتے ہیں۔ ہر طرف سے متواتر حملے کرکر ریچھ کو مجبور کر دیتے ہیں کہ وہ کسی درخت سے کمر لگا کر بیٹھ جائے۔ اسوقت شکاری کو برچھے سے مارنے کا اچھا موقعہ ملتا ہے۔ کیونکہ ریچھ کے دونوں ہاتھ اپنے بچاؤ میں مصروف ہوتے ہیں۔

اگر کسی بلندی پر جس کے نیچے صاف چٹان ہو ریچھ زخمی کیا جائے تو یہ گولے کی طرح ہاتھ پیر سکیڑ کر نیچے لڑھکتا ہوا گرتا ہے۔ سطح زمین پر پہنچتے ہی ہاتھ پیر کھولکر حملہ کر دیتا ہے۔ شکاری کو اسکے لڑھکنے سے مرجانیکا دھوکہ نہ کھانا چاہیئے۔

ف۔ قدیم شکار کی کتابوں میں اسکے شکار کے مختلف طریقوں میں یہ بھی ذکر ہے کہ اسکو گھوڑے پر سوار ہو کر سور کی طرح برچھے سے مارتے تھے۔ اب یہ طریقہ کلیتاً متروک ہو گیا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اب ریچھ ایسے میدانوں میں جہاں اسکے پیچھے گھوڑا اڑا لا جاسکے نہ رہتا ہے نہ چلتا ہے۔ پہلے ریچھ ہر جگہ اور بہت کثرت سے ملتے تھے۔ مسٹر برٹن کا بیان ہے کہ صرف سنہ ۱۸۶۴ء میں ممالک متوسط میں ۲۱۰ ریچھوں پر انعام دیا گیا۔ اب ریچھ پر انعام نہیں ہے۔ صرف چند یورپین شکاری شوقیہ اسکو شکار کرتے ہیں اور یورپین شکاریوں کا خیال ہے کہ اسی وجہ سے ریچھوں کی تعداد کم ہوتی جارہی ہے۔ اسکی وجہ یہ بھی ہے کہ جنگل کے پھلوں اور شہد پر سرکار نے حفاظت کے انتظامات قائم کر دئے ہیں۔ اسلئے غذا کی کمی سے پیدائش اور بقا میں کمی ہونا لازمی نتیجہ ہے۔ لیکن انسان کی نسبت یہ مشہور ہے کہ مفلسی میں اولاد بہت ہوتی ہے۔ ممکن ہے یہ صحیح ہو لیکن یہ مسلم ہے کہ غریب آدمیوں کے بچے ضائع زیادہ ہوتے ہیں۔ غذا کی کمی اور دوا علاج کی مشکلات

بقائے نسل پر ضرور ہیں اثر رکھتی ہے۔

ف۔ برچھے سے اور کتوں کے ساتھ ریچھ کو مارنا پر لطف شکار ہے۔ جن شکاری صاحبوں کے پاس مضبوط اور دلیر کتے ہوں وہ یہ لطف اوٹھا سکتے ہیں برچھے کے استعمال میں اچھے مشاق ہونیکی ضرورت ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ برچھے سے ریچھ پر کبھی حملہ سامنے کی طرف سے نہ کیا جاوے بلکہ بازؤں سے۔ بایاں پہلو بمقابلہ داہنے کے زیادہ بہتر ہے۔ ریچھ ہاتھ سے برچھے کو نہایت خوبی کے ساتھ پھیر دیتا ہے اور کبھی نہ کبھی توڑ ڈالتا ہے۔ برچھے سے شکار کھیلنے میں اچھا افغانی چھرا یا چھوٹی تلوار جو قریب سے ضرب پہنچا سکے ضرور کمر کی بلٹ میں ہونی چاہیے۔ کتے ایسے ہوں کہ برچھا خالی جانے کی صورت میں اگر ریچھ حملہ کرے تو کم از کم اوسکو پیچھے سے پکڑ لیں پیر یا پشت کی جانب سے اگر ریچھ کو رکاوٹ اور تھوڑی سی بھی اوس جانب مصروفیت ہو تو شکاری چھرے یا تلوار سے بہت کامیاب زخم پہنچا سکتا ہے۔

ف۔ ریچھ آپس میں خوب لڑتے ہیں۔ جب ایک زخمی ہو جاتا ہے تو وہ اپنی تکلیف کی حالت میں جو پاس آجاتا ہے اوس پر حملہ کر دیتا ہے۔ اس جنگ میں متعدد ریچھ شریک ہو جاتے ہیں مگر یہ نہیں سمجھتے کہ کون۔ کسکو اور کس غرض سے کاٹ رہا ہے۔ مسٹر برینڈر نے اسی قسم کی جنگ میں ایک مرتبہ چار ریچھ مارے صاحب موصوف کا بیان ہے کہ ریچھ آپس میں بہت بے تکلفی اور ایسی بے باکانہ مار پیٹ کے ساتھ کھیلتے ہیں کہ اگر لندن کے بدمست مسخرے یہ حرکات عمل میں لائیں تو اونکو پولیس میں جانا لازمی ہو جائے۔

زخمی ہونے کے بعد ریچھ بھی سمجھتا ہے کہ میرے ساتھی نے کوئی زبردست جھپٹ رسید کیا ہے جو جائز مذاق کی حد سے متجاوز ہے۔ اوس کے جواب میں وہ پلٹ کر تھپڑ لگاتا ہے اور پھر ایک مستقل جنگ کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔

ف ریچھ کا شکار ہانکہ سے بھی ہوتا ہے مگر اسکے ہانکے میں اسٹاپ تقریباً بے کار ہیں۔ جب اس نے ایک طرف نکلنے کا ارادہ کر لیا تو پھر شاید ایک آدھ بار ذرا سا مڑنے کے علاوہ پوری طرح سے ارادہ بدلنے پر مجبور نہیں ہوتا زخمی کرنے کے بعد اس کے تعاقب میں وہ مشکلات پیش نہیں آئیں جو شیر کی تلاش میں لازمی ہیں۔ پھر بھی ہوشیار رہنا چاہیے۔ یہ اکثر ایسے وقت پر حملہ کر بیٹھتا ہے کہ انسان کو گمان بھی نہیں ہوتا۔

ریچھ ہانکہ توڑ کر یا اسٹاپ سے نکلکر سیدھا اپنے گھر یا جائے۔ پناہ کا (اگر اوسکے خیال میں کوئی ہو تو) راستہ لیتا ہے۔ کوئی چیز اس طرف جانے سے حتیٰ کہ بڑی ندی بھی اس کو نہیں روک سکتی۔ پانی میں تیرتا ہوا صاف نکل جاتا ہے۔

زخمی ریچھ کی تلاش جو صرف خون کے قطروں کے بھروسہ پر کیجائے اکثر ناکامیاب ہوتی ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ بالونکی تہیں خون میں تر ہو کر زخم پر چپک کر خون کی روانی کو روک دیتی ہیں۔ دور تک خون نہیں ٹپکتا۔ یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ ریچھ زخموں میں مٹی اور درختوں کے پتے بھر دیتے ہیں۔ اسیوجہ سے جہلا میں یہ مشہور ہو گیا ہے کہ ریچھ جڑی بوٹی کی خاصیتوں سے واقف ہوتا ہے۔

ف۔ ریچھ کو شکار کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ پہلے اوسکے رہنے کا مقام معلوم کر لیا جائے۔ یہ دو ایک دن کی محنت اور تلاش میں معلوم ہو جاتا ہے۔ اکثر پہاڑیوں پر پتھر کے شگاف یا غاروں میں یہ اپنا مسکن مقرر کرتے ہیں۔ اس مسکن سے ریچھ شام کو غروب سے کچھ قبل یا کبھی کبھی تاریکی ہونے کے بعد اپنی غذا کی تلاش میں نکلتے ہیں اور صبح کو دھوپ نکلنے سے قبل واپس آجاتے ہیں

انکی آنے جانے کی راہ میں کسی پتھر پر بیٹھنا بالخصوص راستوں کے موڑ پر بہت زیادہ مفید اور کامیابی کا یقینی ذریعہ ہے۔ ریچھ تقریباً اندھا ہوتا ہے سر جھکائے ہوئے اپنی ناک سے کام لیتا ہوا بغیر اوپر یا ادہر اُدہر دیکھنے کے سیدھا گھر کا رخ کرتا ہے۔ رفتار بھی زیادہ نہیں ہوتی۔ لمبا قدم چلتا ہے شکاری آسانی کے ساتھ دو عمدہ نشانے لے سکتا ہے۔

ایک اور طریقہ اس کے شکار کرنے کا یہ ہے کہ یہ گوہی سے نکالکر مارا جائے اس طریق کے لئے اسکو پتوں اور گھاس اور مرچ کا دہواں دیکر نکالتے ہیں اگر کوئی دوسرا راستہ نکلنے کا ہو تو اسکو جلتے ہوے پتوں اور گھاس پر سے گذرنا پڑتا ہے۔ اس سے اوس کے بالوں میں آگ لگ جاتی ہے اور وہ اسقدر پریشان ہو جاتا ہے کہ علاوہ قابل رحم ہونے کے شکاری کو نشانہ لینا بھی دشوار ہوتا ہے۔ جانوروں کو اونچے زیر زمیں یا پیچیدہ راستوں کے مسکن سے نکالنے کے لئے مرچ کا استعمال ضروری ہے۔ اسکے دہوئیں کی بو سخت ہوتی ہے لیکن دہوئیں کو اندر پہنچانا بھی سخت مشکل ہوتا ہے۔ اسکے لئے میری ایجاد کی ہوئی ترکیب میرے خیال میں مفید ترین طریقہ ہے۔ وہ یہ کہ:۔ مرچ املی کی چھال کے کوئلوں کے ساتھ باریک پیس لیجائے اور ایک لمبی تھیلی میں جس کا قطر ایک یا ڈیڑھ انچ اور طول ایک یا ڈیڑھ فٹ ہو خوب کوٹ کوٹ کر بھر دی جائے۔ پھر ہر انچ پر مضبوط ڈورے سے کھینچ کر گرہیں دیدی جائیں۔ ان گرہوں کا فائدہ یہ ہے کہ وقت واحد میں پوری تھیلی مشتعل نہیں ہوتی۔ ہر گرہ آہستہ آہستہ سلگتی ہے۔ اور دہواں نکلتا رہتا ہے۔ اس تھیلی کو پہلے سے تیار اور شکار کے سامان میں ساتھ رکھنا چاہئے۔ جب ضرورت ہو اس تھیلی کو گوہی کے اندر جہانتک امکان ہو بانس سے بڑھا کر اور آگے لگا کر ڈالدینا کافی ہے۔

اس کے دھویں کا دور تک اور دیر تک پھیلنا ضروری ہے۔ جلتی گھانس پر
مٹھوں مرچ چھڑکنے سے اور زیادہ مناسب طریقہ ہے۔ کوئی جانور ہو ریچھ ہی سے
لے کر شیر تک گوی میں آدھے گھنٹہ سے زیادہ نہیں ٹھہر سکتا۔

ایک بور بچہ نرمل کے قلعہ کی کھای کی مہری میں گر گیا۔ صبح سے دو بجے
تک غل ہوتا رہا اور ایک خلقت جمع ہوگئی۔ میں سرو محل میں ٹھہرا ہوا تھا۔ میں نے
یہ ترکیب بتائی۔ کوئلہ بنانے اور پیسنے اور تھیلی سلنے میں بڑا وقت صرف ہوا
مگر شام سے پہلے بور بچہ باہر آگیا اور میری بندوق کا نشانہ ہوا۔ یہ بہت چھوٹی قسم کا
معمولی کتے کے برابر بور بچہ تھا۔ میں نے بھی بار اس تھیلی کے عمل کو آزمایا ہے
ہمیشہ کامیاب ہوا۔

ریچھ کے شکار کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ خشک نالوں کے قریب جہاں
ریچھ پنجوں سے کھود کر چھوٹے چھوٹے چشمے بنا لیتے ہیں کسی پتھر یا درخت پر
بیٹھ کر انہیر فایر کیا جائے۔ مگر یہ اور جانوروں کے لئے جن کی پیاس کی بجھنے کا
ذریعہ یہی چشمہ ہوتا ہے موجب تکلیف ہے۔

ریچھ کو گوی سے نکالنے کا نہایت پر لطف طریقہ یہ ہے کہ:۔
جب یہ معلوم ہو جائے کہ ریچھ کسی گوی میں موجود ہے تو اسکے اوپر آہستگی
کے ساتھ پہنچ کر اوسکی گوی کے منہہ پر کوئی کپڑا یا کوئی اور چیز بانس میں باندھکر
لٹکانی چاہئے۔ اس کا خیال رہے کہ ہاتھ سے چھوا ہوا کوئی پتھر نیچے نہ گرنے پائے
بانس کو بھی ہاتھ پر پتے یا کپڑہ لپیٹ کر پکڑنے کی احتیاط ضروری ہے۔ کپڑے
یا اس کھلونے کو ہلانا چاہئے تاکہ ریچھ اس کو دیکھ لے۔ دیکھنے کے بعد ریچھ
فوراً اس سے کھیلنے کو آمادہ ہو کر گوی سے باہر نکل آتا ہے۔ کھلانے والے کو تو
اوسکی نشست کی وجہ سے فایر کا موقعہ نہیں ملتا۔ لیکن دوسرا شکاری جو گوی کے

منہہ کے سامنے ہونا چاہئے آسانی سے فایر کرسکتا ہے۔ مسٹر برینڈر نے لکہا ہے کہ اونہوں نے اس طریقہ پر کئی ریچہہ مارے ہیں۔ یہ صاحب محکمہ جنگلات کے افسر اعلیٰ تھے۔ جنگل میں رہنا ان کا کام تھا۔ انکو ایسے تماشوں کا موقعہ اور کافی وقت ملنا سہل تھا۔ ایسے شکاریوں کے لئے جو چند روز کے واسطے شکار کو جاتے ہیں ایسے موقع سے مستفید ہونا دشوار ہے۔

میرا ذاتی تجربہ ریچہہ کے متعلق محدود ہے۔ جس حصہ میں میں نو سال دل کھولکر شکار کھیلا ہوں وہاں ریچہہ کم تھے۔ مگر چونکہ میں متعدد یورپین مصنفین کی کتابیں مطالعہ کر چکا تھا اور اپنی نوٹ بک میں تمام جانوروں کی نسبتہ مختلف واقعات اور اونکی حرکات وسکنات کو درج کرلیا تھا اس لئے جب کبھی مجھکو مسٹر بروین سے ملنے کا موقع ملا میں نے غور سے اونکے افعال و حرکات کو دیکھا۔ اپنی نوٹ بک کے چند اندراجات پیش کرتا ہوں۔

ریچہہ جنگل کے کسی جانور کو نہیں چھیڑتا۔ آج میں نے کنڈم پیٹہ کے تالاب میں ریچہہ اور جنگلی بکری کو ایک دوسرے سے دس گز کے فاصلہ پر پانی پیتے دیکھا۔"

"آج دن کو دس بجے بیلگانوں کے بیرن میں تین ریچہہ دو بچے اور ایک درخت پر نظر آئے۔ میری گاڑی کو دیکھہ کر یہ بھاگے مگر موروں نے مطلقاً انکی پروا نہیں کی کہ شیر اور بور بچوں کو دیکھہ کر مور بھاگتے اور چلاتے ہیں ریچہہ کو دیکھہ کر نہیں چلائے۔"

"واکڑی میں ایک ریچہہ نالے میں بیٹھا ہوا نظر آیا۔ ہنڈی اسکی طرف بڑہائی تو یہ نکلکر بھاگا۔ سور بھی جو وہیں چر رہے تھے اس نے ایک چیٹ لگایا اور چلایا۔ نالہ پار ہونے کے بعد سو گز سے اس بھاگتے ریچہہ پر فائر کیا۔

گولی مس ہوی۔"

یہ تین اندراجات "جنگل کے جانوروں کے ساتھہ ریچھہ کے کیا تعلقات ہوتے ہیں" اس مضمون کی نسبت ہیں کہ

حقیقتاً ریچھہ کی زندگی کا اصول "حرنج دھرنجان" ہے۔ کسی جانور کو سوائے شہد کی مکھیوں کے نہ یہ ستاتا ہے نہ اسکا کوئی ستانے والا یا اسکو کھانے والا جانور موجود ہے۔ البتہ کسی جگہ پانی پر یا جگہ یا راستہ پر کسی سے مقابلہ ہو جائے تو اپنے حقوق کی حفاظت میں یہ کبھی بزدلی کا اظہار نہیں کرتا۔ سور۔ بور بچہ یا شیر تک سے بھی جنگ کو آمادہ ہو جاتا ہے اور ان تینوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کی جلد کو اس کے پنجے چیر ڈالنے پر قادر نہوں۔ مجھکو کبھی ان جانوروں سے ریچھہ کی جنگ دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا لیکن بعض شکاریوں نے اسکا ذکر کیا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ یہ کسی نے نہیں لکھا کہ انجام کیا ہوا۔

جہلا میں ریچھہ کی نسبتہ جو عورتوں کے متعلق بیہودہ قصے مشہور ہیں وہ محض لغو اور بے بنیاد ہیں۔ اونکی کوئی اصلیت نہیں۔

ف۔ مسٹر برینڈر نے ایک عجیب طریقہ ریچھہ کو شکار کرنے کا لکھا ہے میں نے کبھی آزمایا نہیں لیکن ریچھہ کی کمی بصارت اور دور کی چیز نہ دیکھہ سکنے کی کمزوری نیز اوس کی بے پروائی سے جو اوس کی طبیعت کا خاصہ ہے اس طریقہ کے امکان کا گمان غالب ہوتا ہے۔ ریچھہ جب مہوے کے پھول کھا رہے ہوں اوسوقت بیٹھ کر اونکی طرف بڑہنا چاہیے اگر ریچھہ دیکھہ لے یا اوسکو بو کی وجہ سے شبہ ہو (مہوے کی بو کے ساتھہ انسان کی بو کیا خاک پہنچتی ہوگی) اور وہ ہوشیار ہو جائے جس کے معنے

یہ ہیں کہ چرتے چرتے بیٹھ جائے توتم بھی اوسیطرح بیٹھے رہو اور جو حرکت ریچھ کرے وہی تم بھی کرو۔ (اسکا مقصد اور عبارت کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا) ریچھ بدستور اپنے کام میں مصروف ہوجائیگا۔ دو ایک مرتبہ اس عمل کے اعادے کے بعد تم فایر کرنے کے مناسب فاصلہ پر پہنچ جاؤگے"۔

اندھیرے میں بیٹھ کر چلنا مناسب ہے لیکن "جو ریچھ کرے اوسکی تم نقل کرو" کیا معنے رکھتا ہے۔ میں صرف یہانتک سمجھا ہوں کہ اندھیرے میں ریچھ کیطرف بیٹھ کر بڑھو" لیکن اسکی نسبتہ بھی مجھکو اعتراض ہے۔ مہوہ ابتدائے گرما میں پھولتا ہے۔ اوس زمانہ میں سانپ بالخصوص ناگ زمین سے باہر آجاتے ہیں۔ رات کے وقت ایسے جنگل میں جہاں درندے پھرتے ہوں بیٹھ کر چلنا میرے خیال میں نہایت نامناسب اور عقل کے خلاف عمل ہے۔

ف ریچھ جب گل مہوہ کافی مقدار میں ملجائے توخوب سیراب ہوکر کھاتا ہے اور اکثر گاؤں کے شکاری بیان کرتے ہیں کہ وہ مہوے کے درختوں کے قریب ہی مدہوش ہوکر پڑجاتا ہے۔ انسان قریب بھی پہنچ جائے تونہیں اوٹھتا مہوے میں نشہ توضرور ہوتا ہے لیکن نہ اسقدر کہ جانور بے ہوش ہوجائے۔ میں نے کبھی کوئی ریچھ اسقدر مدہوش نہیں دیکھا

سُوَرْ

سور بھی جنگل کے جانوروں میں سب سے جدا گانہ قسم کا جانذار ہے اور اپنی مضرت رسانی کی وجہ سے زراعت پیشہ رعایا کا بہت بڑا اور غالباً سب میں زیادہ نقصان رسان دشمن ہے۔ ایک شیر زیادہ سے زیادہ ہرسال فی گاؤں چار مویشی کو ہلاک کرتا ہو گا مگر سوروں کے غول ہر سال ہر کاشتکار کی زراعت کو اتنا نقصان پہنچاتے اور فصل کو اسقدر تاراج و تباہ کرتے ہیں کہ اوسکی مجموعی قیمت چار بیلوں کی قیمت سے کئی سو حصے زیادہ ہوتی ہے۔ اگرچہ گورمنٹ نے اسکے مارنے کی عام اجازت دیدی ہے مگر غریب کاشتکار بندوق کہاں سے لائیں۔ نشانہ کی مشق کیونکر کریں اور کس طرح اس موذی کو ہلاک کریں۔ اسکی کثرت کا یہ حال ہے کہ ایک چھوٹے سے پانچ چار میل کے جنگل میں پانچ چار منڈے بیس بیس پچیس سوروں کے موجود پائے گئے ہیں۔ علاوہ جنگل کے مواضع کے قریب نالوں میں۔ معمولی جھاڑی میں حد یہ کہ کھیتوں کی مینڈوں میں جب تلاش کئے جاتے ہیں دو چار نظر آجاتے ہیں۔ اسکے رہنے کے لئے صرف دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ پانی اور دوپہر کو پڑ رہنے کے لئے سایہ۔ سایہ بھی کتنا۔ چھوٹی جھاڑی کا سایہ بھی کفایت کرتا ہے۔ یہ دن بھر جنگل میں سوتے رہتے ہیں۔ شام کے قریب اندھیرے سے قبل ہی آبادی کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ اندھیرا ہونے کے بعد جب آدمیوں کی آوازیں اور چلنا پھرنا موقوف ہو جاتا ہے

یہ زراعت پر گر کر جتنا کھاتے ہیں اوس سے دہ چند زیادہ کھود کر تباہ کر دیتے ہیں۔ اگر کھیت یا باغ کا نگہبان تنہا ہو تو اوسکی ہمت نہیں ہوتی کہ ان ڈاکوں کو ڈرا و دھمکا کر بھگا سکے۔ ناچار کسی درخت پر چڑھ کر یا اگر کھیت میں کوئی مچان بندھی ہوئی ہوتی ہے تو اوس پر سے چیختا چلاتا ہے۔ یہ پروا بھی نہیں کرتے۔ اگر گوپھن کے پتھر دو چار کے جسم پر پڑ گئے تو وہ پانچ چار گز مچان سے دور ہٹ جاتے ہیں۔ ایک نگہبان نے ہمت کی لٹھ اور قندیل لے کر سوروں کو بھگانے کے لئے اوس طرف بڑھا جہاں یہ تاخت و تاراج میں مصروف تھے۔ ایک نر نے جو ہمیشہ دو دانتوں سے مسلح ہوتا ہے اسکو ڈگر ڈگر کی آواز سے ایسا ڈرایا کہ یہ الٹے پیروں بھاگا اور جہاں ہم سب باغ میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے پہنچکر یہ واقعہ بیان کیا۔ ہم میں سے چار آدمی بندوقیں لے کر پہنچے۔ اندھیرے میں کچھ نظر نہ آیا مگر غالباً سور چار کو آتے دیکھ باغ سے چلدئے۔

گورمنٹ بمبئی نے اسی مضرت رسانی اور کاشتکاروں کی امداد کے لئے سوروں کے کم کرنے کی متعدد تدابیر اختیار کیں مگر کوئی کارگر نہوی ناچار سنہ ۱۹۳۱ء کے لئے ساڑھے چار لاکھ روپیہ اس غرض سے گورمنٹ نے منظور کئے کہ سوروں کے ہلاک کرنے کے لئے چند اچھے نشانہ اندازوں کی پارٹیاں مختلف اضلاع میں متعین کیجائیں۔ معلوم نہیں اسکا پھر کیا نتیجہ ہوا۔

اہل ہند کو سور سے بجز نفرت کے کوئی اور تعلق نہیں ہے۔ چند اراذل اور وحشی اقوام اسکو کھاتی ہیں ورنہ مسلمان اور شریف ہندو اس کا گاؤں میں آنا بھی پسند نہیں کرتے۔ بخلاف اس کے یورپین حضرات کو سور سے بہت دلچسپی ہے بالخصوص برچھے سے اسکا شکار کرنے کے معاملے ہیں۔ بڑے بڑے شہروں میں

اس شکار کے کلب قائم ہیں۔ سالانہ اسکے بڑے بڑے جلسے ہوتے ہیں اور
انعام کے کپ جو ہزاروں روپیوں کی قیمت کے ہوتے ہیں مقرر ہیں۔
ان میں سے ناگپور کلب اور کیڈر کپ۔ جودھپور کلب۔ بیکانیر کلب بہت
مشہور ہیں۔ تمام ہند کے بڑے بڑے شہسوار ان شرطوں میں شریک اور ان
کپوں کو حاصل کرنے کے متمنی ہوتے ہیں۔ چونکہ اس طرز شکار میں اسقدر
اس شکار کے کلب قایم ہیں۔ سالانہ اس کے بڑے بڑے جلسے ہوتے ہیں اور
انعام کے کپ جو ہزاروں روپیوں کی قیمت کے ہوتے ہیں مقرر ہیں۔ ان میں سے
ناگپور کلب اور کیڈر کپ۔ جودھپور کلب بیکانیر کلب بہت مشہور ہیں۔ تمام
ہند کے بڑے بڑے شہر شہسوار ان شرطوں میں شریک اور ان کپوں کو
حاصل کرنے کے متمنی ہوتے ہیں۔ چونکہ اس طرز شکار میں اسقدر اہمیت
پیدا ہو گئی ہے اس لئے یورپین شکاریوں نے اس شکار کو ایک جداگانہ
فن قرار دیکر اس پر اچھی ضخیم کتابیں لکھی ہیں۔ اس شکار کا نام پگ اسٹکنگ
یعنی سور کو برچھے سے مارنا" ہے۔ یہ شکار بذات خود ایک جداگانہ فن قرار دیا
گیا ہے اور اس کی نسبتہ متعدد تصانیف اور معلومات کا کافی بلکہ کثیر ذخیرہ
موجود ہے اور اوسکا دستیاب ہونا بہت آسان امر ہے۔ علاوہ بر ان ہمارے
ملک میں اس شکار کے لئے موزوں میدان موجود نہیں ہیں۔ اس لئے اسکے
ذکر کو طول دینا غیر ضروری ہے۔ صرف چند ضروری معلومات کو جن کا دائرہ
ہمارے شکار کی حد تک محدود ہے، درج کرنا کافی ہے۔

سور مختلف رنگوں اور مختلف قد و قامت کے ہوتے ہیں مگر جنگلی سوروں
کا رنگ بالعموم سیاہ یا بھورا ہوتا ہے۔ قد و قامت کا کوئی معیار مقرر نہیں کیا
جا سکتا۔ (مسٹر بریندر خود ناگپور کلب کے ممبر تھے اونکا بیان ہے کہ ناگپور کے

گرد و نواح سے بڑا اور بہتر سور کہیں نہیں ہوتا۔ مندرجہ ذیل اعداد صاحب موصوف کی کتاب سے نقل کئے گئے ہیں۔

"وار دہا کے قریب ہیں سو پاونڈ وزن کا سور ہر موسم میں مل سکتا ہے۔ ۳۲۰ پاونڈ کے سور بھی اکثر مل جاتے ہیں۔ ۳۶۴ پاونڈ وزن کا سور اور ۳۸ انچہ قد کا سور سب میں بڑا سور ہے جو اوس نواح میں مارا گیا۔ ۴۰۹ سوروں کا جو کلب کے ممبروں نے گذشتہ تیس سال میں ہلاک کئے اوسط ۲۹۹ پاونڈ تھا اور قد ۳۰ ۲۳/۲۴ انچہ تھا۔ ان کے علاوہ ۳۹ سور ۳۰۰ پاونڈ کے مارے گئے۔"

چند سور میں نے کتوں سے شکار کئے ہیں۔ اونکا وزن مجھکو یقین ہے کہ اوزان متذکرہ بالا سے بہت کم تھا۔ شمالی ہند میں تین من وزن کا سور بہت بڑا جانور مانا جاتا ہے۔ تین من برابر ہیں ۲۴۰ پاونڈ کے۔ یہ وزن یہاں کے اوسط ۳۰۰ پاونڈ سے ۶۰ پاونڈ کم ہے۔

ف۔ سور کے قد کی نسبتہ بھی مختلف صوبوں کے سوروں میں حیرت انگیز فرق پایا گیا ہے۔ میں نے کلکتی نواج راج گھاٹ کے جنگل میں ایک پورا جوان سور شکار کیا۔ پورا جوان میں اس بنا پر کہتا ہوں کہ اوس کے دانت ساڑھے پانچ انچہ لمبے تھے۔ اس کا قد صرف ۲۵ انچ تھا۔ بخلاف اس کے ضلع عادل آباد میں میں نے ایک سور ۳۲ انچ قد کا مارا ہے۔

نر سور کے دو دانت دس انچ تک لمبے ہوتے ہیں۔ اس سے بڑے دیکھنے میں نہیں آئے۔ ۴ انچ سے سات انچہ تک لمبے معمولی دانت ہیں۔ مادہ کے بھی دانت ہوتے ہیں مگر اتنے چھوٹے کہ نظر نہیں آتے۔ مذکورہ بالا دس انچ کے دانت والا سور آدم کش تھا۔ اس کے جسم پر متعدد زخموں کے نشان تھے اور اسوجہ سے اتنا بد مزاج ہو گیا تھا کہ آدمی کو دیکھتے ہی حملہ کرتا اور اوسکو گرا کر جان نکالتے

۴۳۴

دانتوں سے چھری کی طرح چیرتا رہتا تھا۔ ایک شخص کی لاش پر جس کو اس سور نے ہلاک کیا تھا ۴۲ زخم تھے۔

ف سور ہر چیز کھاتا ہے۔ حتیٰ کہ گانوں اور جنگل میں اچھی طرح صاف کرنے والے مہتر کی خدمت کو انجام دیتا ہے۔ گوشت بھی کھاتا ہے اور ہر قسم کی ترکاریاں۔ پھل میوہ۔ جڑیں۔ کیڑے اور جو کچھ ملجائے۔

سورنی گو ہر موسم میں بچے دیتی ہے اور ان بلوں کی تعداد ۱۰ تک ہوتی ہے کبھی کبھی ایک زیادہ یا ایک کم۔ لیکن بہار کا خاص موسم آخر مارچ ہے۔ اوس وقت سورنیوں کے غول ایک گھانس کے میدان میں جمع ہوتے ہیں اور نر سور بیسوں کی تعداد میں باری باری سے اکھاڑے میں اوتر کر اپنی بہادری اور فن جنگ کے جوہر دکھاتا ہے۔ میں اس واقعہ کی نسبتہ مسٹر برینڈر کی کتاب کے اندراج کا ترجمہ پیش کرتا ہوں یہ صاحب موصوف کے روزنامچے کا اقتباس ہے۔

"میں نے آج ایک غیر معمولی منظر مشاہدہ کیا۔ جنگل میں ایک گھانس کے میدان سے مجھکو عجیب قسم کی کھٹ پٹ کی آواز سنائی دی۔ میں لمبی گھانس میں سامنے کی طرف بڑھکر گیا تو دیکھا کہ ایک افتادہ کھیت میں چھوٹی چھوٹی گھانس ہے وہاں تقریباً ایک سو ستر سور دائرہ بنائے کھڑے ہیں۔ دو سور دائرے کے بیچ میں لڑ رہے تھے بقیہ خاموش کھڑے تماشہ دیکھہ رہے تھے۔ انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ اس سے قبل ایک جوڑا ابھی ابھی لڑائی سے فارغ ہوا ہے میں دیر تک اس تماشہ کو دیکھتا رہا۔ دونوں مبارزین ناک سے ناک ملائے سر جھکائے کھڑے تھے اور یکایک گردن ٹیڑھی کر کے ایک دوسرے کی گردن پہ زخم پہنچانے کی کوشش کرتے اور اکثر کامیاب ہوتے تھے۔ پھر تھوڑی دیر ٹھہر

جاتے اور پھر حملہ کا وہی پیچ کھلتے تھے۔ شام ہوگئی۔ میں نے تین سوروں کو ہلاک کیا۔ چوتھا زخمی ہوا۔ ان تینوں کے سر اور گردن پر گہرے زخم تھے۔ اس جنگ کا مقصد مادہ اوں کی تقسیم اور اونپر قبضہ کرنے کا انتظام تھا۔ اسمیں دو امر خاص طور پر قابل غور تھے۔ ایک تو یہ کہ سب نر سوروں کا علحدہ اور بغیر کسی جانبداری کے خاموش کھڑے رہنا۔ دوسرا امر یہ کہ انکی لڑائی میں صرف وحشیانہ اور حیوانی قوت وغصہ کا مظاہرہ مفقود تھا بلکہ اس مقابلہ میں شروع سے اخیر تک اوستادانہ چلت پھرت اور باضابطہ حملے اور بچاؤ کے قواعد برتے جاتے تھے۔ میں نے ایک اور موقعہ پر دو سوروںکو پچھلے پیروںپر کھڑے ہو کر لڑتے دیکھا ہے۔"

شاید ہی کسی شکاری کو مسٹر برینڈر کے مانند مندرجہ بالا منظر دیکھنا نصیب ہوا ہو۔

سورنی چار مہینے میں بچے جنتی ہے اور جننے سے پہلے اچھا آرام کا زچگی خانہ تیار کرلیتی ہے۔ نرم گھانس اگر یہ میسر نہ ہو تو بانس کی نرم شاخیں جمع کرکے گول ڈھیر لگالیتی ہے۔ پھر اس ڈھیر کو منہ سے اوپر کی طرف اوٹھاکر اوسکے اندر بچے دیتی ہے۔ بچے سایہ میں نظر سے غایب جھوپڑی کے اندر پڑے رہتے ہیں۔ بعض مصنفین نے سوروںکو باضابطہ جھونپڑیاں غالباً مندرجہ بالا طریقہ پر بنا کر رہتے دیکھا ہے۔

سور کی قوت شامہ تیز ہوتی ہے۔ بصارت اور سماعت معمولی۔ پرانے سور اکثر بہرے دیکھنے میں آئے ہیں۔

سوروں کی سمجھ بھی اچھی ہوتی ہے۔ انکا استقلال اور مصیبت کے وقت نہ گھبرانا حیرت انگیز خاصیت ہے۔ جب گھوڑے پر اس کا تعاقب کیا جائے تو

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ قدیم ایسے تماشوں میں شریک ہونے کا قدیم مشاق
ہے۔ تعاقب کئے جانے کی حالت میں یہ کمال اطمینان کے ساتھ اپنے جائے پناہ
کا رخ کرتا ہے۔ بہت مشکل سے اسکا دماغ معطل ہوتا ہے اور بغیر زخمی ہوئیکے
یہ مغلوب الغضب ہوکر دیوانہ نہیں ہوتا۔ غصہ میں سمجھداری کے ساتھ دلیرانہ حملہ
کرتا اور اوسکے غایت ومقصد کو سمجھتا ہے۔

سور کی دلیری اور ہمت کے متعلق بڑے قصے مشہور ہیں۔ شکاری جو
گھوڑے پر برچھے سے اسکا شکار کھیلتے ہیں وہ بھی اسکی شجاعت کے معترف
ہیں۔ باوجود ہر حملے میں زخمی ہونے کے سور متواتر اور مسلسل حملے کرتا رہتا ہے
اگر ان میں سے کوئی حملہ کامیاب ہوا تو گھوڑے کے پیٹ اور ران پر کاری
اور بے کار کردینے والے زخم پہنچاتا ہے۔

برچھے لئے ہوئے بڑے بڑے آزمودہ کار شہسوار ایک نہیں دو چار
بہترین دوڑنے والے اور دلیر گھوڑے سور کا پیچھا کرتے ہیں۔ مگر وہ اپنی لائن سے
نہیں پھرتا جہانکا ارادہ کرچکا ہے وہیں کا رخ کرتا ہے اور سیدھا۔ دوڑ میں
سور بمشکل تھکتا ہے۔ صرف اوسکی ہمت اوسکی موت کا باعث ہوتی ہے۔
دیر تک اس دوڑ کی تاب نہ لاکر گھوڑوں پر پلٹ پڑتا ہے اور اچھے نبوٹ
جاننے والے کی طرح برچھوں کی چمکتی ہوی نوکوں کو بچا کر گھوڑوں پر
حملہ کرتا ہے۔ جو گھوڑے اسکے حملے سے بچتے ہیں وہ صرف سوار کی ہوشیاری
اور برچھے کے کام سے واقف اور مشاق ہونے پر منحصر ہے مبتدیوں کے
گھوڑے اکثر افسوسناک درجہ تک زخمی ہوجاتے ہیں۔ اگر مشاق ہمراہی
اپنے برچھوں اور گھوڑوں سے مدد نہ دیں تو ممکن ہے کہ تنہا مبتدی کو
سور گرا کر سخت نقصان پہنچائے۔ تنہا کوئی نئے شوقین سور کو برچھے سے

مارنے کا ارادہ نظر آیا ہیں۔ گھوڑا عمدہ۔ تیز دوڑنے والا۔ چلت پھرت اور موڑ توڑ میں آزمایا ہوا اور سب میں زیادہ ضروری صفت یہ کہ دلیر اور ہمت والا ہونا ضروری بلکہ لازمی ہے۔ پہلے زمانہ میں یعنی اب سے پچیس سال قبل عرب گھوڑے پولو کھیلے ہوئے اس شکار کے لئے سب میں زیادہ موزوں سمجھے جاتے تھے لیکن اب پولو کا ب اور چھوٹے قد کے ویلروں پر کھیلتے ہیں نہ ویلر نہ کوئی اور گھوڑا بجز اون جنس جانوروں کے جو عربی خون اپنی رگوں میں رکھتے ہیں جیسے انگلش یا ہمارے ملک کے خالص کاٹھیاوار سور پر دوڑنے اور اوس کے حملے کے وقت جمے رہنے کی ہمت رکھتا ہے۔ خالص کاٹھیاواڑ سے میرا مقصد یہ ہے کہ یہ ذات ابتدا میں دکھنی گھوڑیوں اور عرب گھوڑوں سے پیدا کی گئی تھی۔ پھر وہ خود مستقل نسل قائم ہو گئی۔ کاٹھیاواڑ میں بہت سے عیوب ہیں اور اب اوسکی نسل کو مفقود کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے لیکن ہزاروں گھوڑوں میں جو میں نے دیکھے اور جن میں رہنے کا مجھکو اتفاق ہوا میں نے ہمت اور چلت پھرت کسی قسم کے گھوڑے میں کاٹھیاواڑ سے زیادہ نہیں دیکھی۔ کرنل افسر الملک مرحوم کے قائم کردہ اسٹد فارم (کارخانہ افزائش نسل متعلقہ اسپاں) کا میں مہتمم رہا ہوں اور متعدد کتابوں کی مدد سے میں نے تاؤ کا اندازہ دیکھ کر بچھیرے مختلف ذات کی گھوڑیوں سے نکلوائے ہیں۔ میرے سالہا سال کے تجربوں کے مختلف نتائج میں سے یہ تجربہ اس موقع پر سور کے شکار کے سلسلہ میں قابل بیان ہے کہ جرأت اور ہمت کے لئے عرب یا کاٹھیاواڑ کا خون شامل ہونا شکاری گھوڑے کے لئے ضروری ہے۔ انگلش ریس یا تھر حقیقت و اصلیت میں عرب کا سپوت ہے۔ لیکن اوسکی قیمت کا بار اوٹھانا

صرف مہاراجگان اور والیان ملک کے لئے ممکن و موزوں ہے۔ یہ مضمون بہت وسیع اور دلچسپ ہے لیکن اس موقعہ پر سور کے شکار کے سلسلہ میں صرف اسقدر لکھنا کافی معلوم ہوتا ہے۔ سور ہاتھی پر بھی حملہ کر بیٹھتا ہے۔ ایک یورپین مصنف کو شکار میں یہ واقعہ پیش آیا۔ اونکا بیان ہے کہ ہاتھی کے اگلے پیروں پر سور نے اپنے دانتوں سے دو زخم لگائے مگر ہاتھی نے بیٹھ کر سور کو وہیں پیس ڈالا۔

میں قبل ازیں بیان کر چکا ہوں کہ "برچھے سے سور کا شکار کھیلنے" پر متعدد کتابیں موجود ہیں اور یہ شکار بجائے خود ایک جداگانہ فن قرار دیا گیا ہے۔ تمام تفصیلات کا بیان کرنا اس کتاب میں مشکل اور غیر ضروری ہے۔ تاہم اوسکا لطف اور شکاری کی دلی مسرت کی حد تک اوسکا ذکر شکار کی کتاب میں جائز بلکہ اوسکا ایک جز ہے۔

جب یہ سوال پیش ہو کہ تمام شکاروں میں سب سے زیادہ جوش دلانے والا اور دل کو محو و بے خود کر دینے والا شکار کون ہے تو جو حضرات متعدد اقسام کے شکار کے لئے ہیں یہی جواب دیں گے کہ سور کو برچھے اور گھوڑے کی مدد سے مارنا تمام شکاروں میں زیادہ پر لطف اور شکاری کو محو و بے خود کر دینے والا شکار ہے۔

کتوں کے شکار میں بھی انسان کو بڑا جوش ہوتا ہے اور اوسمیں بھی زمین، نالے، ندی اور بلند جھاڑیوں اور باڑھوں پر سے گھوڑے کو بے تحاشہ دوڑانے اور کدانے کا خوف دل سے محو ہو جاتا ہے مگر اسمیں دشمن سے مقابلے اور حملے کا ڈر مفقود ہوتا ہے مزید براں اوس میں شہسواری کے جوش کے علاوہ انسان کی کسی اور قابلیت کے اظہار کا

موقعہ نہیں ملتا۔ کتا شکار تک پہنچتے اور اوسکو فنا کر دیتے ہیں۔ دشمن سے مقابلے یا خوفناک جانور کو ہلاک کرنے کا لطف جو ہم کو ہمارے قدیم یعنی دو تین ہزار سال قبل کے آبا و اجداد سے ورا ثتاً پہنچا ہے وہ کتوں کے ساتھہ معمولی جانوروں کے شکار میں نہیں حاصل ہوتا۔

بخلاف سور کے شکار کے کہ اس میں تمام دقتیں جن کا مقابلہ کرنا صرف اعلیٰ درجہ کے سوار سے ممکن ہے موجود ہونے کے علاوہ انسان اسوقت اپنے قدیم آبا و اجداد کا حقیقی وارث یعنی خونریزی کا دلدادہ۔ خونفشانی پر آمادہ۔ اپنی قوت کے اظہار کا شیفتہ اپنی دلیری وہمت کے امتحان کا فریفتہ ہوتا ہے۔ اور بہ ذات خود صرف اپنے داہنے بازو کی قوت۔ ران اور بائیں ہاتھہ کے اشاروں کی مدد سے خونخوار دشمن کا مقابلہ کرتا ہے۔ ہاتھہ نے باگ کو ضرورت سے کم یا زیادہ نرم یا تنگ کیا۔ یاران نے گھوڑے کی کمر کو دباو کا غلط اشارہ دیا۔ بازو کے زور نے کمی کی یا رکب صبا رفتار نے مڑنے میں ایک سکنڈ کی دیر یا غلطی۔ خونخوار دشمن نے جس کے دو دانت تیز دہار کے خنجر سے زیادہ گہرے زخم پہنچاتے ہیں ایک ہی جھپٹ میں عزیز گھوڑے کے پیروں کو بیکار کر دیا۔ اس کے بعد کا منظر جو کچھہ ہو مگر یہ یقینی ہے کہ تمام لطف۔ جوش۔ مسرت اور دلیری سب خاک میں مل گئی۔

سور کے شکار میں انسان زمانہ حال کا مہذب انسان نہیں باقی رہتا بلکہ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا اب سے ہزاروں برس قبل کا خونخوار۔ آمادہ پیکار جنگجو اور تند خو شہسوار۔ فارس میدان و مرد کارزار انسان بن جاتا ہے۔

انہی وجوہ کی بنا پر سور کا شکار برچھے اور گھوڑے کی مدد سے سب میں زیادہ پر لطف شکار ہے۔ اس کے لئے فطرتی سامان یعنی صحت جسمانی اور دل

نیز تعلیم اور استطاعت کی بھی معتد بہ ضرورت ہے۔
سور پہلے پانچ سو گز میں گھوڑوں کی رفتار کی پروا نہیں کرتا بشرطیکہ
وہ خود سبک ۲۲۰ سے ۲۶۰ پاونڈ وزن اور ۳۰ سے ۳۲ انچ تک کے
قد کا ہو۔ لیکن بھاری جانور اتنی لمبی دوڑ کے متحمل نہیں ہوتے تعاقب کناں
سواروں پر اونچے برچھوں کی نوکوں کو بچا کر پلٹ پڑتے ہیں۔ بھاری
سوروں کا حملہ بھی تیز نہیں ہوتا ہلکے جانور تیز اور جلد جلد حملہ کرتے ہیں۔
شکاری ہر حملہ کو برچھے کی نوک پر روکتے ہیں۔ جونہی برچھا دلیر یا کسی ایسے
مقام پر جو ہلاکت کے لئے بہتر نشانہ سمجھا جاتا ہو پڑ گیا سوار فوراً گھوڑے کو
وہیں سے اوڑا کر ٹیڑھا کر دیتا ہے یہ سور کا آخری حملہ اور سوار کا آخری پیچ
ثابت ہوتا ہے۔

ف۔ سور کو گولی سے مارنے میں مطلقاً لطف نہیں آتا۔ پہلے زمانہ کے
بندوقچی جنکا شکار چڑی ماری تک محدود ہے بیان کرتے ہیں کہ سور سیدھا
بندوق کے دھویں پر آتا ہے۔ آتا ہوگا جب بندوق اور بارود بے کار کرنے
یا خوف دلانے سے قاصر رہے ہوں گے۔ میں نے اسی آزمائش کے لئے
ایک مرتبہ شام کے وقت بیس پچیس سوروں کے غول پر فایر کرنا شروع
کیا۔ اور منتظر رہا کہ انمیں سے کوئی حملہ کرے تو اوس کا لطف دیکھوں لیکن
یا تو فاصلہ زیادہ تھا۔ ساٹھ گز سے یہ دیکھ نہ سکے یا ۵۰۰ کے زور نے
انکی ہمت پست کر دی۔ یہ تقریباً ایک منٹ کھڑے میری طرف دیکھتے رہے
اور پانچ فایر کے بعد چھٹے پر بھاگ پڑے۔ میں نے قریب جا کر دیکھا۔ ایک سر
اور دوسرا دلیر گولی کھا کر دونوں وہیں پڑے۔ مجھے تیں فایر معلوم نہیں
[illegible] گئے [illegible] کہ بھاگ گئے۔ جو مارے گئے اونمیں ایک معمولی

دانتو نکا نر تھا۔ دوسری بڑی مادہ۔ میرے کارتوسوں میں سیاہ بارود تھی اور دھواں بھی پیدا کرتی تھی۔ مگر سوروں کے حملے کا انتظار نا کام رہا۔

میں ایک مرتبہ سوروں کی آواز سنکر شیر کی امید پر ندی کے کنارے پہنچا۔ شیر پانی پیکر جا چکا تھا۔ اوسکا پچھلا حصہ جھاڑی میں نظر آیا مگر ایک بڑا سور ندی میں پانی پی رہا تھا۔ ندی خشک تھی صرف ایک مقام پر دو فٹ چوڑی پانی کی دھار بہ رہی تھی۔ میں شیر کی غرض سے اس دھار کو کود کر جھاڑی کیطرف جانے لگا تو اس سور نے جو مجھسے بیس گز پر ہو گا میرے پیچھے پیچھے آنا شروع کیا۔ پہلے تو میں نے کچھ پروانہ کی شیر کے پیچھے دیکھتے رہا لیکن مڑ کر دیکھا تو یہ سور پھر مجھکو سونگھتا ہوا میرے ساتھ ساتھ آرہا تھا۔ یہ دیکھ کر میں نے مجبوراً شیر کا خیال ترک کرکے اس سور پر فایر کر دیا۔ گولی دل پر پڑنے سے یہ وہیں گر گیا۔ میں نے پاس جا کر دیکھا تو اسکے دانت بہت بڑے نظر آئے۔ کیمپ کو واپس آکر میں نے چند گونڈوں کو بھیجا کہ سور اوٹھا لاو۔ کھال و مگر دانت میرے پاس لانا۔ ان لوگوں کا جو وہیں کے رہنے والے تھے بیان ہے کہ یہ سور گذشتہ دو سال سے آدمیوں پر دوڑتا تھا اور گاؤں کے دو آدمیوں کو زخمی بھی کر چکا تھا۔ یہ دونوں زخمی پیش کئے گئے۔ ایک کی ران پر اور دوسرے کے سرین پر زخم کا نشان تھا۔ ان دونوں نے کہا کہ یہ تھوڑی دور تک تعاقب کرنے کے بعد حملہ کرتا تھا۔ اگر میں فایر نہ کرتا تو یہ ضرور مجھ پر خوفناک حملہ کرتا۔

بجز اور دو ایک سماعی واقعات کے سوروں کو اس طرح سوچ سمجھکر بلا وجہ حملہ کرتے میں نے نہیں دیکھا۔ اس کے دانت ۸ ½ انچ لمبے تھے۔ سوتے ہوئے سور پر اگر انسان اچانک جا پہنچے تو سور یقینی حملہ کر بیٹھتا ہے۔

اس کے حملے سے بچنے کا طریقہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب یہ گردن جھکا کر قریب پہنچے تو ایک طرف کو ذرکرہٹ جانا چاہئیے لیکن یہ بہت پھرتیلے آدمی کا کام ہے۔ دس بارہ فٹ کم از کم پانچ ، فٹ کودنا آسان نہیں ہے

ترس یا چرخ

جنگل کے قابل شکار جانوروں میں اسکا شامل کرنا غیر ضروری ہے۔ نہ یہ خوفناک ہوتا ہے نہ حملہ کرتا ہے نہ تیز دوڑتا ہے۔ اسکی شکل بھیڑیئے سے مشابہ ہوتی ہے لیکن پچھلا جسم اسقدر جھکا ہوا اور تمام جسم ایسا بیڈ ہنگا ہوتا ہے کہ دیکھ کر نفرت ہوتی ہے۔ اسکا رنگ زردی مائل خاکی اور اوسپر سیاہ پٹے ہوتے ہیں۔ گردن موٹی۔ سر چوڑا۔ کان کھڑے اور تھوتنی سیاہ ہوتی ہے۔ یہ مہتر کا کام خوب کرتا ہے۔ بکریاں۔ گدہے۔ مویشی کے بچے مار کر کھاتا ہے۔ مردار کھانیکا بڑا شوقین ہوتا ہے یہانتک کہ گانوں اور شہر کے باہر جہاں مذبح اور مسلخ کی ہڈیاں اور خون پھینک دیا جاتا ہے دو چار ترس شام ہوتے ہی پہنچ جاتے ہیں۔ کتونکا یہ بڑا دشمن ہے اور کمال فریب وچالاکی سے میں نے اسکو میرا کتا پکڑتے دیکھا ہے۔ کتوں کی حفاظت اور دو کتونکا انتقام لینے کے لئے میں نے متعدد بار اور مختلف طریقوں سے اسکا شکار کیا ہے گولی سے مارنے میں کوئی لطف نہیں ہے۔ گوہ سے نکالکر برچھے سے مارنا بھی مشکل نہیں ہے لیکن گھوڑے پر اسکو برچھے میں چھید لینا پر لطف طریقہ ہے۔ یہ بظاہر تیز دوڑتا ہوا نہیں معلوم ہوتا لیکن عمدہ دو ہزار قیمت کے عرب کو اس نے ڈیڑہ میل چکر دینے کے بعد برچھا کھایا۔ اس طرح میں نے تین ترس مارے ہیں اور مجھکو یقین ہے کہ میں نے اپنے کتونکا انتقام حقیقی مجرمیں سے لیا۔

ترس کا قد ۲۲ سے ۲۷ انچ تک اور وزن ۶۰ ستر پاونڈ تک ہوتا ہے۔

سنا ہے کہ دن کے وقت اسکی گوہ میں تیز روشنی لے کر گھسیں تو یہ اندھا ہوجاتا ہے۔ گلے میں زنجیریں باندھکر باہر کھینچ لاتے ہیں۔

کتوں کے سامنے چاندنی رات میں یہ دم ہلا ہلا کر ناچتا اور لوٹ جاتا ہے۔ جب کم سمجھ کتا بالکل قریب آجاتا ہے تو لپک کر گردن پکڑ لیتا اور اسطرح دباتا ہے کہ کتے کی آواز نہیں نکل سکتی۔ یہ میرا چشم دید واقعہ ہے۔

بانکہ ترس کتوں کو کھاتا ہے مگر بلڈ اگ اور بل ٹیریر جب مالک کے ساتھ ہوں اسکو فوراً لپٹ جاتے اور مار ڈالتے ہیں۔ یہ بڑا سخت جان ہوتا ہے اور جب کوئی مفر اس کو نظر نہیں آتا تو مردہ بن جانیکا فریب کرتا ہے۔

جب کتوں کے بغیر صرف گھوڑے پر اسکا تعاقب کیا جائے تو یہ ہمیشہ چالاکی کرتا ہے کہ اپنا تھوڑا دم بچاکر محفوظ رکھتا ہے۔ جب گھوڑا قریب پہنچ جاتا اور سوار برچھے کے وار کے لئے تیار ہوجاتا ہے تو یکایک یہ اپنی رفتار کو تیز کرکے باہر کی جانب نہایت سرعت کے ساتھ پھر جاتا ہے۔ اگر گھوڑا سوار کے قابو کا اور شکار کا مشاق نہ ہو تو سنبھلتے سنبھلتے اور اسکی لائن پر آنے میں اسکو تیس چالیس گز نکلجانے اور پھر رفتار کو کم کردینے کی مہلت ملجاتی ہے۔ جب پھر گھوڑا اسو دوسو گز کے بعد اس کو آلیتا ہے تو یہ پھر وہی عمل کرتا اور وہی پیچ کھیلتا ہے۔ اگر گھوڑا اچھے دم خم کا ہو تو یہ تھکا کر نکل جانے اور ایسی زمین تک پہنچ جانے میں کامیاب ہوجاتا ہے جو گھوڑے کی دوڑ کے لئے ناموزوں ہو۔

مجھکو ایک مرتبہ اتفاق سے ایک ترس گولکنڈے کے گنبدوں کے جانب غرب شام کے پانچ کے قریب ملا۔ میں چند رکروٹوں کو ننگی پیٹھ سوار کراکر اور خود ایک نئے عرب بچھیرے پر جنگل میں سواری کی تعلیم کی غرض سے ہمراہ

لایا تھا۔ میرا گھوڑا ابھی نیا ریماؤنٹ تھا مگر اچھا جاندار اور تیز دوڑنے والا تیڑس کو دیکھتے ہی میں نے ایک جوان سے برچھا مانگا سب ریکروٹوں کو جمع کیا اور چار چار کی پارٹی پر منقسم کر کے ایک ایک جوان کو تفویض کر دیا پھر یہ ہدایت کی کہ یہ میرے داہنے بائیں پہلوں پر پھیل کر تیڑس کو سیدھا جانے پر مجبور کریں۔ یہ تیڑس غالباً ندی کی طرف پانی پینے کے لئے جا رہا تھا۔ گھوڑوں کے سموں کی آواز سنکر پتھر کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ اس سے مجھکو اچھی طرح سمجھانے اور ہر پارٹی کو قائم کرنے کی پوری مہلت مل گئی۔ جس پتھر کی آڑ میں یہ چھپا ہوا تھا اوس سے داہنے بائیں پچاس پچاس گز پر دونوں پارٹیوں کے پہنچ جانے کے بعد میں نے ٹراٹ سے روانہ ہونے کا اشارہ کیا۔ غالباً ہم تیس چالیس گز گئے ہونگے کہ تیڑس ایک دوسری جھاڑی کی آڑ سے تقریباً دوسو گز پر نظر آیا۔ ہم جو پتھر کو اسکی جائے پناہ سمجھے ہوئے تھے وہ غلط تھا۔ یہ اوسکی آڑ لے کر داہنی جانب دوسو گز پہنچ چکا تھا۔ اور جلد جلد پیر بڑھاتے ہوئے ٹراٹ جا رہا تھا۔ میں نے تیز گیلپ سے سیدھا اسکا رخ کیا اور جلد اسکے قریب جا پہنچا۔ اب یہ سمجھ گیا کہ یہ میرے لئے آرہے ہیں۔ یہ بھاگا۔ بانکہ زمین ہموار تھی اور میں نے گھوڑے کو پوری گیلپ چھوڑ دیا تھا مگر میں اس تک نہ پہنچ سکا۔ ناچار میں رفتار کو چارج تک لایا اور اس کے قریب پہنچکر برچھا سنبھالکر جھکا۔ صرف اتنی دیر تھی کہ میں گھوڑے کو دبا کر برچھا لگاؤں کہ یہ دفعتاً ٹھیک نوے ڈگری پر مڑ گیا۔ گھوڑے کے لئے یہ ممکن نہ تھا گھوڑا کبھی شکار کھیلا بھی نہ تھا۔ روکنا پڑا اور روکتے روکتے یہ پچاس گز سے اوپر نکل گیا جب پھر میں نے اسکا تعاقب کیا تو یہ مجھسے ڈیڑھ سو گز تھا۔ گھوڑا اکڑ گیا تھا میں نے جلد ملا لیا۔ مگر اس نے داہنے جانب سے گھوڑوں کو آتے دیکھ کر

پھر بائیں جانب کا رخ کیا اور اب سیدھا پہاڑ کا راستہ لیا۔ میں پھر اسپر آیا مگر اس نے پھر چکر دیا اور اس چکر میں یہ پھر ساٹھہ گز آگے بڑھ گیا۔ اب میرا آخیر موقعہ تھا۔ پہاڑ کے دامن کے پتھر دور تک پھیلے ہوئے مجھ سے صرف پاؤ میل کے قریب رہ گئے تھے۔ میں نے بے رحمی کے ساتھہ گھوڑے کو دبایا مگر اس نے برچھے کا موقعہ نہ دیا۔ یہ اوسکے اوس ہوشیاری کا نتیجہ تھا یعنی اخیر دوڑ کے لئے اپنا دم محفوظ رکھا تھا۔ ناکامی تو ہوی مگر اس تین میل کی دوڑ میں بڑا لطف آیا۔ تعجب خیز واقعہ یہ ہے کہ اس گھوڑے کو پھر شکار کی تعلیم کی ضرورت نہیں ہوی۔ ایک ہی مشق میں یہ سمجھ گیا کہ سوار کیا چاہتا ہے اور اس کو حصول مقصد میں کیونکر مدد دینی چاہئے۔ اس واقعہ کے چوتھے ہی روز مجھکو قلیچ خان کی درگاہ کے سامنے پھر ایک گیدڑ کے تعاقب میں اسی گھوڑے کو ڈالنے کا اتفاق ہوا۔ اس نے اوس کوے کا اسطرح پیچھا کیا جیسے شکاری کتا کرتا ہے۔ بغیر لگام یا ران کے اشارے کے یہ خود مڑتا تھا اور جب قریب پہنچتا تو برچھے کے وار کے لئے رفتار کو بڑھا کر جھپٹتا تھا۔ افسوس ہے کہ برچھا نہ تھا۔ محض اس گھوڑے کا امتحان مقصود تھا۔ پھر دو چار روز بعد میں نے ایک پلے ہوئے سور پر اس گھوڑے کو اوسکی مشق اور اسکی خواہش پورا کرنے کے لئے دوڑایا۔ کہنے کو یہ پلا ہوا تھا مگر اس کے دم خم کا یہ حال تھا کہ کامل تین میل کے اچھے چکر اور عمدہ دوڑ کے بعد اس نے برچھا کھایا۔ گھوڑا بہت خوش ہوا اور جب سور کی لاش کو میں نے اس سے کچلوایا اور اوسکے اوپر سے کدایا تو یہ بہت بشاش اور اپنی تکان کو بھولا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

ہمارے ملک میں جس درجہ اور جس قسم کے عرب آتے ہیں اون میں یہ اچھا عرب تھا۔ بعد میں میں اسپر کئی بار جمکہانہ ریسیز میں سوار ہوا۔ اور

کئی مرتبہ جیتا۔

تڑس کو برچھے کے علاوہ کسی اور طرح شکار کرنے میں کوئی لطف نہیں آتا۔ میں نے گولی سے ایک اتنا بڑا تڑس مارا ہے کہ سو گز کے فاصلہ سے جھاڑی میں مجھکو اوس پر بڑے بوربچے یا شیر کا گمان ہوا۔

ف۔ ایک ذاتی تجربہ کی بنا پر یہ خیال ظاہر کرسکتا ہوں کہ تڑس کئی کئی ملکر رہتے اور کئی کئی مادائیں ایک گوی میں بچے دیتی ہیں۔ ۱۳۲۷ف میں میں چند شیروں کو قریب لانے کی غرض سے چاندور کے جنوب میں مصروف انتظام تھا۔ ایک دن دیر ہوگئی۔ میں کیمپ تک نہ پہنچ سکا ناچار میں اور میرا اردلی دونوں ایک کلام کی جھونپڑی کے سامنے سو رہے۔ اوس نے بہت سی لکڑیاں جمع کرکے ہم سے بیس گز پر روشن کردیں اور مجھ سے کہا کہ مالک یہاں کبھی کبھی شیر آتا ہے۔ شیر آے تو جھونپڑی کے اندر آجانا۔ میرا بندوق بردار جھونپڑی کے برآمدے میں لیٹ گیا۔ دن بھر کے ہم تھکے ہوئے تھے غافل سو گئے۔ ایک بجے کے قریب کلام نے بربنائے ہمدردی آگ کے انبار پر تھوڑی لکڑیاں ڈالیں جس سے میری آنکھ کھل گئی۔ چاند نکلکر کچھہ بلند ہوچکا تھا۔ اس کی چاندنی میں میں نے دیکھا کہ کئی چھوٹے چھوٹے جانور آگ کے انبار سے تیس گز آگے دوڑ رہے ہیں۔ میں اوٹھہ کر بیٹھ گیا۔ مجھکو یہ خیال گذرا کہ یہ کولے (گیدڑ) ہیں۔ یہ پانچ چھ سے کم نہ تھے اور ایک دوسرے پر کود کود کر کھیل رہے تھے۔ جب یہ کیقدر روشنی کے قریب تک آئے تو ان کے جسم پر سیاہ پٹے نظر آئے۔ کلام نے کہا کہ شیر کے بچے ہیں اور مجھکو بھی یہی گمان ہوا۔ تھوڑی دیر تک یہ تماشہ دیکھنے کے بعد میں نے رائفل اوٹھائی محض اس خیال سے کہ کہیں دوڑتے دوڑتے ہمپر

نہ آجائیں۔ میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ یہ سب دوہری صف
بنا کر سیدھے جھونپڑی کیطرف آرہے ہیں۔ آگ کو یہ بچا کر نکلے اور مجھ سے تقریباً
پندرہ سولہ گز سے گذرے میں نے اگلے دو پر فایر کیا۔ یہ سب پلٹے اور پھر میں نے
دوسرا فایر کیا۔ یہ سب پاس کی جھاڑی میں غائب ہوگئے۔ اس کے بعد جھاڑی
میں سے بعینہ انسان کے کراہنے کی آواز آئی۔ میں نے ہر چند منع کیا مگر وہ
کلام اور میرا اردلی بانسوں کی موٹی مشعل بنا کر جھاڑی میں گھسے اور کیقدر
محنت کے بعد دو ایک مرا ہوا اور ایک ہاتھہ پیر ٹوٹا ہوا تڑپ کے بچے گھسیٹتے
ہوئے لائے۔ یہ معمولی کتے کے برابر تھے۔ ایک بڑا تھا ایک چھوٹا یقیناً دو مختلف
ماؤں کے بچے تھے اور کھیلنے والوں میں کم از کم دو خاندان شریک تھے۔ لیڈیکر
اور بلنیڈن کے بیان کی تصدیق ہوگئی۔ اس واقعہ کے سلسلہ میں یہ بیان
خالی از لطف نہ ہوگا کہ صبح کو قبل روشنی ہونے کے میری پھر آنکھہ کھلی تو
میں نے اپنے بستر پر سے جو سیاہ کمل اور گھانس کے تکئے پر محدود تھا۔
اوس جنگل کا سب سے بڑا شیر کھڑے ہوئے دیکھا۔ نہ بستر کے پاس قندیل
تھی نہ بستر پر سپید چادر ورنہ شیر ہرگز اتنے قریب نہ آتا۔ رائفل ہاتھہ میں لیکر
میں نے بلند آواز سے آدمیوں کو جگایا۔ ادنکے اوٹھہ کر آنے سے قبل یہ شریف
جانور شاہانہ وقار کے ساتھہ خراماں خراماں جھاڑی میں چلا گیا اس جھونپڑی کا
نام یا اوس موضع کا نام جسکی یادگار یہ جھونپڑی ہے۔ چھوٹی نودہری ہے
اس کے پاس گھنی جھاڑی ہے۔ اور بڑے بڑے سانبھر ان پہاڑوں پر
رہتے ہیں۔ چاندور دنیا کی مشہور شکارگاہ ہے۔ پرانی کتابوں میں اس کا
ذکر ہے۔ وہاں سے یہ مقام جانب جنوب نو میل ہے۔ جو صاحب چاندر شکار کو
جائیں وہ رات کو نودہری میں قیام کرکے علی الصباح ان پہاڑوں میں

سانبھروں کی تلاش کریں۔ بجز پاپیادہ جانے کے پہاڑ کے اوپر چڑہنا ناممکن ہے اور کبھی کبھی جنگل کا سب میں بڑا شکاری بھی وہان شکار کو آجاتا ہے۔ اون سے ملاقات کا شان کرکے پہاڑوں پر جانا چاہیے۔ مبتدی صاحبان ارادہ نہ فرمائیں تو بہتر ہے۔ اگر دو تین شکاری ملکر جائیں تو بہتر ہے۔ مگر شکاری کا چوکنا ہو جانا لازمی نتیجہ ہے۔

گور۔ گوری گائے باپائین

اس نام کے متعلق شکاریوں۔ مصنفین اور عوام میں بہت پیچیدگیاں غلطیاں اور غلط فہمیاں واقع ہوی ہیں۔ لیکن حال کے چند مصنفین نے مثل مسٹر برینڈر اور مسٹر ایلیس نے جو علاوہ شکاری اور مصنف ہونے کے علم حیوانات کے ماہر سمجھے جاتے ہیں ان غلط فہمیوں کو دور اور پیچیدگیوں کو سلجھا دیا ہے اس کا نام ہمارے ملک کے قواعد شکار میں گور یا گوری گائے لکھا ہوا ہے اور اس میں میرے لئے یہ بات پر لطف ہے کہ یہ نام میرا قائم کردہ ہے۔

کرنل سر افسر الملک مرحوم۔ سر فریدون الملک مرحوم اور مسٹر ہنکن مرحوم ممالک محروسہ سرکار عالی کی شکار کمیٹی کے ممبر تھے اور مدت العمر ممبر رہے۔ ۱۳۰۶؁ یا ۱۳۰۷؁ف میں اس کمیٹی نے قواعد شکار مرتب کرنے کا ارادہ فرمایا اور یہ کام کرنل صاحب مرحوم کی تحریک پر مجھکو تفویض کیا گیا اوس زمانہ میں میں شکار نامہ کے متعلق بھی مواد فراہم کر رہا تھا اور تمام شاہی شکاریوں کو میرے پاس حاضر ہو کر مجھکو مدد دینے کا حکم تھا۔ جب ترتیب قواعد شکار کا حکم ملا تو میں نے نیتی تال۔ کاشمیر۔ ممالک متوسط اور برار کے قواعد شکار کی جلدیں طلب کر کے ترتیب کا کام شروع کیا۔ اوسی سلسلہ میں شکار کے جانوروں کی فہرست تیار کرنا بھی ضروری کام تھا

چونکہ اپنے ملک میں کوئی فہرست موجود نہ تھی اس لئے صحیح ناموں کے قایم کرنے میں مجھکو سخت دشواری ہوی۔ ہر جانور کا نام درج کرنے کے لئے پہلے اوس کی شکل وصورت اور تمام تفصیلی حالات معلوم کرنا ضروری تھا۔ انگریزی کتابوں میں اونکا حال پڑہنے کے بعد شکاریوں سے جو تقریباً اس ملک کے تمام جانوروں سے واقف تھے فہرست ہائے ممالک بیرونی کے مندرجہ ناموں کے ساتھہ تطابق اور تصدیق کرنی پڑتی تھی۔ متعدد فہرستوں میں اکثر ناموں میں اختلاف تھے۔ اس نے میری مشکلات میں اور بھی اضافہ کردیا۔ بعض جانور بلکہ تقریباً نصف ہمارے ملک سے مفقود ہیں۔ اونکے نام اپنی فہرست سے خارج کردینے پڑے۔ پھر یہ شبہ لاحق ہوتا تھا کہ میں جن جانوروں کو مفقود سمجھتا ہوں مبادا وہ کسی اور نام سے یہاں مشہور اور موجود ہوں۔ الغرض تحقیقات میں سخت مشکلات پیش آئیں۔ مسٹر ہنکن اور سر فریدون الملک نے دس بارہ اور کرنل صاحب سات آٹھہ کتابیں عنایت فرمائیں کہ ان میں سب نام درج ہیں دیکھہ لو۔ اور جانوروں کا ذکر چھوڑ کر صرف جنگلی بکری۔ چوسنگہا۔ جنگلی بینڈہی اور جنگلی بھیڑ کو جدا جدا قسم کے جانور قایم کرنے میں یورپین مصنفین نے ایسی ژاولیدگی پیدا کردی تھی کہ اوسکے حل کرنے کے لئے سب کتابوں کے بیانات کو پڑہنے اور صحیح نام قایم کرنے میں میرے دس روز صرف ہوئے۔

جنگلی بھینسا۔ آرنا بھینسا۔ گور۔ گوری گائے۔ توریا گائے ان کے مقابلہ میں انگریزی نام بائسن۔ وائلڈ بفلو۔ وائلڈ آکس اور ہمالائن آکس اور یاک کے متعلق متعدد اور مختلف مصنفین نے بے شمار مباحثے کئے ہیں۔ انکے پڑہنے۔ مقابلہ اور مطابقت کرنے کا کام انجام دیکر تمام بڈہے بڑے

شکاریوں کو تصویریں دکھا دکھا کر اونکی ساخت کا مفصل بیان اور خصائل و عادات کی تفصیل سنانے کے بعد اونکے مشورے سے میں نے اپنے ملک میں گور اور جنگلی بھینسے کو علیٰحدہ علیٰحدہ نام سے موسوم کیا۔ الحمد اللہ کہ تیئیس سال مباحث اور بے شمار تحقیقات و تفحص کے بعد ماہرین فن نے بھی فیصلہ کیا اور جس جانور کو بالعموم جنگلی بھینسے کے نام سے موسوم کرتے تھے وہ گور قرار پایا گانوں والے نہ ان ناموں میں تمیز کرتے ہیں نہ اونکو لاشیں دیکھنے اور تحقیقات کا موقعہ ملتا ہے۔ جو نام یہ کسی کے منہہ سے سن لیتے ہیں وہی نام بلا کسی قسم کی تحقیقات کے پشتہا پشت تک انکے زبانزد رہتا ہے۔

لیڈیکر اب بھی اس امر کے خلاف ہیں کہ جنگلی بیل کو بائسین کا نام دیا جائے مگر چونکہ پندرہ بیس مصنفین نے اسکو بائنس یا انڈین بائسین کا خطاب دیدیا ہے اس لئے صاحب موصوف بھی بمجبوری اس پر راضی ہوگئے ہیں۔

متعدد مصنف شکاریوں نے اب یہ تسلیم کر لیا ہے کہ گور انڈین بائسین ہے اور جنگلی بھینسے سے یہ جداگانہ قسم ہے۔ دوسرا اسلمہ مسلہ یہ ہے کہ گور اصل میں پلے ہوئے بیل کا بھائی ہے۔ پلے ہوئے بھینسے کا بھائی جنگلی بھینسا یا وائلڈ بفلو ہے۔ اوسکو گور یا انڈین بائسین سے تعلق نہیں۔

گور پہلے ضلع عادل آباد و کریم نگر نیز پاکھال اور محبوب آباد کے جنگلوںمیں بکثرت تھے مگر مختلف وجوہ کی بنا پر انکی تعداد بہت گھٹتی جا رہی ہے۔ سب میں بڑی وجہ انکی تنہائی پسندی کی عادت ہے۔ جو جنگل اب سے تیس چالیس سال قبل ایسے تھے کہ وہاں انسان کا گذر مشکل تھا اب ذرائع آمدورفت کی سہولت کیوجہ سے عام طور پر شکاریوں کے لئے کھل گئے ہیں۔ رعایا بھی بمقابلہ سابق چوبینہ کی قدر و قیمت بڑھ جانے کی بنا پر گنجان جنگلوں سے

جو بنیہ لائی اور جنگلوں میں آتی جاتی ہے۔ گور ان مداخلتوں کو پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھتا اور یا تو دوسرے حصوں میں منتقل ہو جاتا ہے یا شکاریوں اور جنگلی اقوام کا شکار ہو جاتا ہے جو زہریلے تیروں سے اس کو خفیہ طور پر مار کر کھا جاتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ امراض مویشی میں مبتلا ہو کر انکے غول کے غول فنا ہو جاتے ہیں۔ ۲۲ جون یعنی ۱۹۱۲ء میں میں نے انکا ایک منڈا جس میں نو گائیں اور دو نر تھے ملوگ ضلع کریم نگر میں دیکھا تھا پولیس کے سوار نے جو میرے ساتھ تھا کہا کہ جلد گھوڑا دوڑا کر نکل جائیے ورنہ یہ سب ملکر حملہ کر دیں گے میں حقیقت سے واقف تھا اور مجھکو یہ بھی یقین تھا کہ میرا گھوڑا اتنے بھاری جانور کے تھن کا نہیں ہے۔ اس لئے میں بے خطر تیس گز تک چلا گیا اور اپنی نوٹ بک میں جو مختصراً اندراج کئے وہ یہ ہیں:۔

یہ سب ناپ اندازاً ہیں صحیح طور پر ناپنا ناممکن تھا۔

رنگ سیاہ مگر گہرا چمکتا ہوا نہیں۔ بال چند۔ قد اندازاً ۵۰ فٹ۔ طول اندازاً نو فٹ۔ دم تقریباً ڈہائی فٹ۔ سر پر سفید بڑا دہبا۔ چاروں پیروں پر گھٹنے تک سپید پاتابہ۔ دم کا گچھہ سپید۔ منہہ بالکل چھوٹی گائے کا سا۔ ہاتھہ پیر اس جسامت کے لئے بہت ہلکے۔ گایوں کا کم نر کا کب اونچا جو کمر کے بیچ تک ڈہلتا ہو چلا آیا ہے۔ سینگ چاند نما تقریباً ۱۵ انچ لمبے اور خوب موٹے۔ نر مادہ میں قد و قامت کا فرق معتدبہ۔

یہ ۳ رمئی سنہ ۱۹۱۲ء کے نوٹ ہیں۔ اور اس سے زیادہ قریب سے میں نے اپنی عمر میں گور نہیں دیکھا۔ زیادہ فاصلہ سے دیکھے ہیں۔ مادا ایک بھی نہیں۔ اس لئے میں جو کچھہ لکھہ رہا ہوں وہ اوروں کے باغ کا ثمرہ ہے۔

البتہ انتخاب کا میں ذمہ دار ہوں۔

تازہ ترین یا آخر ترین مصنفین کا بیان ہے کہ " اسکو کسی ایسے نام سے موسوم کرنا جو بھینسے کا ہم معنے ہو غلط ہے۔ یہ فلاں فلاں وجوہ سے بیل کے خاندان کا بلند ترین اور قوی ترین قابل فخر ممبر ہے۔ یہ گنجان اور غیر قابل گذر جنگل میں رہنا پسند کرتا ہے۔ کھلے میدان اور پہاڑیوں پر بھی آجاتا ہے مگر انسان کی مداخلت کو گوارا نہیں کرتا۔ شمالی ہند۔ ممالک متوسط اور میسور۔ آسام برما جزائر ملایا میں بہ کثرت پایا جاتا ہے۔

ممالک متوسط کے مندرجہ ذیل اضلاع میں یہ موجود ہے۔ کھنڈوا میل گھاٹ ہوشنگ آباد۔ بتول۔ چندواڑہ۔ سونی۔ چاندا۔ بالا گھاٹ۔ مانڈلا۔ بلاسپور رائے۔ ممالک محروسہ کے شمالی اضلاع اور زمینداریاں۔ یہ پہاڑیوں پر چرنے کے بڑے شوقین ہیں۔ بشرطیکہ گھاس کے وسیع رمنے وہاں موجود ہوں۔ بخلاف بھینسے کے کہ وہ پہاڑ کے نیچے چرنے اور رہنے کو ترجیح دیتا ہے۔"

"شکل و صورت میں گور بہت زبردست۔ جسیم اور قوی شانوں والا سیاہ جانور ہے۔ بلحاظ جسامت مقابلتاً اسکا سر چھوٹا اور خوبصورت ہوتا ہے پیر بھی علیٰ ہذا القیاس اسقدر وزنی جسم کو اوٹھانے کے لئے موزوں نہیں معلوم ہوتے نسبتاً سبک ہوتے ہیں۔ پیٹ پر۔ پیروں کے اندر کے بال سنہرے بھورے ہوتے ہیں اور چاروں ہاتھ پیر گھٹنے سے نیچے تک سپید ہوتے ہیں۔" ایک صاحب لکھتے ہیں کہ سپیدی دم کے نیچے سے شروع ہوتی ہے۔ سنہرا بھورا رنگ بھی میری سمجھ میں نہیں آیا۔" اسکی جسامت خوفناک اثر پیدا کرتی ہے شانہ کے اوپر جو کب نکلا ہوا ہوتا ہے اور جو کمر تک پھیل جاتا ہے اوس سے اسکی جسامت اور بھی زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ بال سپید حصوں میں ہوں یا نہ ہوں

جلد خود سپید ہوتی ہے۔ آنکھ میں پتلی کے گرد نیلا بلکہ آسمانی رنگ کا حلقہ ہوتا ہے۔ بعض جانوروں کی ناک پیشانی تک اندر کو دبی ہوی خمدار ہوتی ہے اور ناک کی نوک سامنے کو جھکی ہوی رومن ناک سے مشابہ ہوتی ہے۔ پیشانی اندر کو جھکی ہوی ہوتی ہے۔ گور کے سینگ پہلے باہر کیطرف پھیل کر پھر اندر کو خم ہو جاتے ہیں۔ بڑے ہلال کی مثال بالکل صحیح ہے۔ سینگوں کا سب میں زیادہ طول ۴۶ انچ بیان کیا گیا ہے۔ حالانکہ متوسط کے گور کے سینگ برما والوں سے چھوٹے ہوتے ہیں۔ گور بیل کی قسم کے جانوروں میں سب سے زیادہ بلند قامت جانور ہے۔ برمایں گور کا قد ۸۴ انچ تک دیکھا گیا ہے۔ حالانکہ متوسط میں ۷۲ انچ سے زیادہ کا کوئی جانور ابتک نہیں مارا گیا۔ جو گوریں نے کریم نگر اور عادل آباد میں دیکھے ہیں وہ اس ۷۲ سے چار پانچ انچہ کم ہونگے۔ مسٹر برنیڈر نے ایک نرگور کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پانچ سو پاونڈ تک تولنے کے ترازو پر تلوایا۔ اس کا وزن ایک ہزار نوسو پاونڈ ثابت ہوا یعنی ہمارے آٹھ بیلوں سے دس سیر کم۔

بیلوں کی گردن کے نیچے جو کھال لٹکتی ہوی ہوتی ہے وہ گور کے جسم میں نمایاں ہوتی ہے یا نہیں۔ بعض شکاری کہتے ہیں کہ ہوتی ہی نہیں بعض کا بیان ہے کہ ہوتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسکا وجود جانور کی عمر پر منحصر ہے۔ بچھڑوں کے نہیں ہوتی۔ جوانوں کے خفیف اور بڈھوں کے اچھی خاصی قابل تمیز لیکن نہ اتنی بڑی جیسے پلے ہوئے بیلوں کے ہوتی ہے۔

پہاڑوں کے اوپر گھانس کے میدان آٹھ ماہ تک انکا مرغوب چراگاہ اور آرامگاہ ہیں۔ گرمیوں میں پانی کی قلت سے مجبور ہو کر

نیچے اتر آتے ہیں۔

انکی خوراک موٹی گھانس۔ بانس کی نرم پتیاں اور چھوٹی شاخوں تک محدود ہے۔ یہ جھاڑی اور درختوں کے پتے نہیں کھاتے بعض درختوں کی چھالیں بالخصوص ہلداوے کی چھال رغبت سے کھاتے ہیں۔ پھلوں میں کیتھ۔ بیل اور بیر بھی کھالیتے ہیں۔ مگر ریچھ اور سور کی طرح اوپر جان نہیں دیتے۔

ماداؤں کے گابھن ہونے کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں لیکن اکثر ابتدائے موسم بہار فبروری اور مارچ میں نر ماداؤں کے ساتھ دیکھنے میں آئے ہیں۔ غالباً مادہ نو یا دس مہینے میں بچے دیتی ہیں۔ ایک مصنف نے لکھا ہے کہ ایک یا دو بچے ہوتے ہیں۔ یہ یقیناً غلط ہے۔ اتنا بڑا جانور دو کے بار کا متحمل اور چلنے پھرنے پر قادر نہیں ہوسکتا۔ جب مادہ گور جنے کو ہوتی ہے تو گلے سے جدا ہو جاتی ہے۔ جب بچہ چلنا پھرنا شروع کر دیتا ہے تو پھر مندے میں آملتی ہے۔ بچہ دو سال ماں کے زیر پرورش رہتا ہے۔ تیسرے سال اوسکی ماں اوسکے بھائی بہن کی آمد کے انتظام میں اسکو چھوڑ دیتی ہے۔ مندے کا سردار نر سب پٹھوں کو بھگا دیتا ہے گو نر زیادہ عمر تک بچہ کشی کے قابل نہیں رہتا۔ دنیا سے فارغ ہو کر ہمیشہ کے لئے مندے سے جدا اور تنہائی کی زندگی بسر کرتا ہے۔

مادہ گور یا گوری گائے کے دودھ زیادہ ہوتا ہے۔ جب کسی پتھر پر بیٹھ جاتی ہے تو سیروں دودھ جسم کے وزن سے دبکر تھنوں سے باہر آ جاتا اور پتھروں پر جم جاتا ہے۔ لکشمی پیٹھ کے پہاڑوں پر میں بائیسن کے شوق میں سخت محنت اوٹھا کر چڑھا۔ بدقسمتی سے ہوا میری طرف سے گور کے مندے پر

جارہی تھی جو تقریباً دوسو گز پر ہوگا۔ بو پاتے ہی یہ بھاگ گئے۔ جہاں کچھ پر کچھ کیڑے تھے ایک گول چکنا تازے دودھ کا پتھر پر نظر آیا۔ یہ خوب گاڑھا اور تقریباً جما ہوا تھا۔ وزن میں سیر بھر سے کم ہوگا۔ میرے ساتھ کے دو شکاریوں نے اس کو پلاس کے پتوں میں جمع کر لیا۔ پتھر پر سے میں نے انگلی لگا کر چکھا۔ کوئی خاص بات یا فرق نہیں معلوم ہوا۔ گاؤں والوں کا بیان ہے کہ جس شخص کا جسم سوکھ جاتا ہے (غالباً دق سے مراد ہے) اوسکو پانی میں گھولکر پلایا جائے تو مریض تین دنمیں اچھا ہو جاتا ہے۔

گور کی سماعت و بصارت دونوں بہت کمزور ہوتی ہیں قوت شامہ بہت تیز ہوتی ہے۔ چار سو گز سے اگر ہوا اوس رخ سے چل رہی ہو جہاں انسان ہے یہ بو پاکر ہوشیار ہو جاتا ہے۔ بصارت ایسی کمزور ہوتی ہے کہ تیس گز پر اگر شکاری بے حس و حرکت کھڑا ہو جائے تو یہ تمیز نہیں کر سکتا کہ کیا چیز ہے۔

گور کے شکار کرنے کا عام اور آسان ترین طریقہ یہ ہے کہ اس کے ماکھ کو معلوم کر کے اسکا سراغ لگائیں۔ اس میں کئی کئی میل بلکہ بعض شکاریوں کو کئی کئی دن متواتر اسکا تعاقب کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے مناسب یہ خیال کیا گیا کہ رات کے آرام اور خورو نوش کا سامان ساتھ رکھا جائے مسٹر برینڈر کا خیال ہے کہ "بغیر اس تیاری کے گور کا تعاقب لاحاصل اور غیر یقینی ہے۔ رات کے وقت اس کے عادات اور حرکات غور کرنے کا موقعہ بھی بہت پر لطف تجربہ ہے۔" زیادہ آسان طریقہ یہ ہے کہ علی الصباح دو جنگل کے شکاری گور کے مندوں کی تلاش اور اونکا

مقام معلوم کرنے کے لئے بھیج دئے جائیں جب اونکو منڈا پایا گیا مل جائے تو ایک وہیں ٹھہرا رہے۔ دوسرا واپس آکر اطلاع دے۔ جب شکاری منڈے کے قریب پہنچ جائے تو نر اور مادہ کا انتخاب وقت طلب امر ہے مادہ کے تھن یا نر کے فوطے جھبنوں کو فاصلہ سے دیکھنا ناممکن ہے۔ جنگلی گور کے بیضے بمقابلہ پلے ہوئے بیل کے بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔ گھنے جنگل میں اگر اس حصہ جسم کا وزن اور جسامت پلے ہوئے بیلوں کے برابر ہو تو گور کا چلنا پھرنا وبال ہو جائے۔ بہتر شناخت نر اور مادہ کی اور اونکا بین فرق سینگوں سے معلوم ہو سکتا ہے۔ مادہ کے سینگ بمقابلہ نر کے پتلے۔ سیدھے اور چھوٹے ہوتے ہیں۔ نر کے سینگ موٹے ذرا جھکے ہوئے اور بڑے ہوتے ہیں"۔ "ان کے منڈے کے قریب پہنچ جانے کے بعد بشرطیکہ ہوا شکاری کی طرف سے ان پر نہ جا رہی ہو۔ نشانہ لینے میں جلدی نہ کرنی چاہئے"۔ یہ بہت سست اور آرام طلب جانور ہے اگر کوئی خطرہ پیش نہ آئے تو اپنی جگہ سے یہ گھنٹوں جنبش نہیں کرتے۔ چار بجے تک ایک ہی جگہ گھانس میں پڑے رہتے ہیں"۔ انکو سوائے انسان اور شیر کے جنگل میں کسی اور جاندار سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ شیر بھی ان پر اوسیوقت حملہ کرتا ہے جب گور تنہا ہو اور شیر دو۔ گور کے شکار کے لئے باوجود وہ اسقدر جسیم جانور ہے شکاری کا نشانہ عمدہ ہونا لازمی ہے۔ اتنے بڑے جسم میں سے صرف تین مقام ایسے ہیں جو شکاری کے لئے کار آمد اور گور کو ہلاک کرنے کے لئے اون پر گولی کا پڑنا موثر و مفید ہے۔ سر۔ گردن دل۔ سر کا صحیح مقام اور وہ زاویہ ملنا جہاں سے گذر کر گولی دماغ تک پہنچے مشکل ہے۔ معلوم نہیں جانور کس پوزیشن میں کھڑا ہوا ملے۔ دل پر

گولی کا پہنچنا کھال ۔ گوشت ۔ چربی اور ہڈی ان سب کو توڑ پھوڑ کر معمولی بندوق کا کام نہیں ہے ۔ سب میں آسان نشانہ لینے کے لئے گور کی گردن ہے ۔ گردن جس مقام پر جسم سے ملتی اور باہر کو نکلتی ہے اوس خط سے چار انچ آگے اور گردن کے اوپر کے کنارے سے چھ انچہ نیچے گولی کے لئے موثر ترین مقام ہے ۔ اس کے لئے بھی زبردست بندوق اور سخت گولی کی ضرورت ہے ۔ شکاری کا نشانہ ایسا ہونا چاہئے کہ جس مقام کو وہ جانور کی جسامت کے لحاظ سے منتخب کرے وہاں سے گولی ایک انچ بھی ادھر ادھر نہ پڑے ۔ بے ڈھنگی گولیاں دس بیس بھی گور کے لئے بے کار ہیں وہ گور کو بے کار نہیں کر سکتیں ۔ چھوٹے بور کی رائفل کا استعمال صرف اوسی صورت میں جائز ہے کہ اوس میں اندر گھسنے کی قوت بہت زیادہ ہو اور نشانہ ایک انچ بھی نہ ہٹے ۔

زخمی گور کی تلاش میں اس امر کا خیال رکھنا ضرور ہے کہ ایک زبردست اور خوفناک دشمن کا تعاقب کن احتیاطوں کا مقتضی ہے اس سے زیادہ اب سب خوف سے بھرے ہوئے قصے محض افسانہ ہیں ۔ نہ اس میں شیر کی سرعت ہے نہ جھپٹنے کی عادت ۔ ٹراٹ زیادہ سے زیادہ گیلپ آتا ہے اور اس کے حملہ کی لائن سے ہٹ جانا یا کسی پتھر پر کود جانا یا کسی موٹے درخت کی آڑ پکڑ لینا معمولی صحت کے شکاری کیلئے آسان کام ہے ۔ اگر اپاہج اور گور کی جسامت کے شکاری ہیں تو وہ گور کے شکار کو تشریف نہ لے جائیں تو عنایت ہوگی ۔ پرانی شکار کی کتابوں میں گور کے حملے کو بہت اہمیت دی گئی ہے اور بیان کیا گیا ہے کہ بغیر چھیڑنے کے بائیسن خوفناک حملہ کرتا ہے اور زخمی ہونے کے بعد

اپنے دشمن کو شیر پر کتے کی طرح سونگھ کر تلاش کرتا اور سینگوں سے فنا کر دیتا ہے اور بڑے بڑے درختوں کو گرا دیتا ہے۔ زمانہ موجودہ کے شکاری ان تمام واقعات کو باستثنائے اخیر فقرے کے جو درختوں کے گرنے کی نسبت ہے قدیم شکاریوں کی غلط فہمی یا کم تجربہ کاری پر مبنی بتاتے ہیں۔ حال کے شکاری مصنفین کی متفقہ رائے ہے کہ عام طور پر بلاوجہ گور انسان پر حملہ نہیں کرتا۔ خاص مقامات کے اور خاص افراد کی بدمزاجی اور اوس کے وجوہ آسانی سے معلوم ہو سکتے لیکن ممالک متوسط کے بائسن اس عادت بد سے مبرا ہیں۔ مسٹر برینڈر صدر مہتمم اور ناظم جنگلات تھے انہوں نے لکھا ہے کہ "میرے فرائض کے ضروریات کی بنا پر مجھکو ایسے مقام پر قیام کا اتفاق ہوا جہاں بائسن کے کئی غول بہ شمول ۹ یا دس جو ان نروں کے سکونت پذیر تھے۔ شام کو کام سے فارغ ہونے کے بعد میرا ضروری شغل تھا کہ میں ان بائسن کے منڈے کو دیکھتا اور انکی عادات و خصائل اور حرکات و سکنات پر غور کرتا ہوں۔ تیس چالیس گز تک قریب پہنچنے کے بعد اور غلیل کے غلوں کی مار بھی کھا کر انہوں نے کبھی بجز کان کھڑے کرنے کے ہماری طرف توجہ نہیں کی۔" صاحب موصوف نے اسی قسم کے متعدد واقعات اور اپنے ذاتی تجربات بیان کئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ قدیم ڈراونے اور بھیانک قصے جن کو پڑھکر اچھے شکاری گور کے شکار کی جرات نہ کرتے تھے محض غلط فہمیوں کا نتیجہ ہے۔ مسٹر برینڈر کے چپراسی پر ایک بائسن نے حملہ کیا اور اس لئے کیا کہ صاحب کا ایک ٹریر اوسکو گھیر کر ایک تنگ گھاٹی میں جس میں سے یہ کیمپ والے گذر رہے تھے لے آیا۔ ایسی حالت میں گور حملہ کرنے پر مجبور تھا۔ چپراسی نے اس کو

ایک درخت کے تین چکر دیئے۔ چپراسی اس سے زیادہ تیز دوڑ سکتا تھا تین چکروں کے بعد گور کھڑا ہو گیا اور درخت پر ٹکریں لگا لگا کر اوس کو ٹیڑھا کر دیا۔ اس عرصہ میں اور چپراسیوں نے غل مچایا اور یہ گور جنگل میں پہاڑی کے دامن پر چڑھ گیا۔ صاحب موصوف نے اس کے پیچھے دوڑ کر اس کی تین تصویریں لیں۔ اس نے حملے کا ارادہ بھی نہیں کیا۔

مسٹر برینڈر لکھتے ہیں کہ میرے ذہن میں " بائسن پروف درختونکا" تصور دوسرا ہو گیا یعنی بائسن بہت موٹے موٹے درختوں کو بھی گرا سکتا ہے اوس کی غیر معمولی قوت کی نسبت جو کچھ کہا جائے وہ صحیح ہے لیکن اوسکے خوفناک حملے کی تصویروں میں اصلیت سے بہت زیادہ رنگ آمیزی کا شائبہ ہے۔

ف بعض شکاریوں نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ بائسن کا شکار ہانکہ کر کے ممکن ہے۔ لیکن یہ عمل صرف وقت ضائع کرنا ہے۔ بائسن کو ہانکنا آسان ہے لیکن اوس کو جس طرف چاہیں لے جانا ناممکن محض ہے۔ جس طرف اوسکا منہہ اوٹھ گیا اودھر جا کر رہتا ہے اور ہانکے والوں کی صفوں سے اس طرح بے تکان گذر جاتا ہے کہ گویا وہاں کوئی موجود ہی نہ تھا۔

ضلع عادل آباد تعلقدار آصف آباد میں واکڑی کے مغرب سے ایک بڑا پہاڑ شروع ہوتا ہے جو مالہ تعلقہ عادل آباد تک مسلسل چلا گیا ہے اسکا طول تقریباً ۲۲ میل اور عرض کہیں دو اور کہیں پانچ میل ہے۔ مقامی محرانورو اگر ضرورت ہو تو ضروری خط وغیرہ اسی راستے سے عادل آباد پہنچا دیتے ہیں۔ اس پہاڑ پر گھانس کا کھلا ہوا میدان اور اسقدر سطح ہے

کہ اوس پر گھوڑے سے اکثر جانوروں کا شکار ممکن ہے۔ میں نے سنا کہ وہاں ان گوروں کے کئی منڈے رہتے ہیں۔ عوام اس کو کھاگا کہتے ہیں۔ وہ بھینس اور گائے میں تمیز نہیں کرتے۔ مجھکو ضرورتاً دو مرتبہ اس میدان سے گذرنے کا اتفاق ہوا مگر مجھکو کبھی کوئی جانور نظر نہیں آیا۔ میں دونوں مرتبہ بہ لحاظ ضرورت یہاں سے تیز گذرا۔ تلاش کرتا تو شاید مل جاتا۔ اسی پہاڑ کے دامن پر ایک بے چراغ موضع واقع ہے غالباً کٹھورہ۔ یہاں پہاڑوں کی کئی شاخیں ایک جا متصل اور نہایت خوبصورت سرسبز گھاٹیاں ہیں۔ سانبھر کی تلاش میں میں یہاں پہنچا اور منظر کا لطف دیکھنے کے لئے ایک گھاٹی کی چوٹی پر بیٹھ گیا۔ میری جانب پشت گھانس کا میدان تھا۔ دن کے نو بجے ہوں گے۔ گھانس کے میدان سے ایک زبردست آواز وہین سے مشابہ سنائی دی۔ اوٹھکر دیکھا تو مجھ سے ویڑھ سو گز کے فاصلہ پر بائسین کا پورا منڈا بیٹھا ہوا تھا۔ دو جانور کھڑے تھے۔ ایک بہت قوی زبردست اور اونچا تھا۔ دوسرا ذرا چھوٹا۔ نہ میرے پاس بائسین کے شکار کی بندوق تھی نہ میں نے حال کی رائیں پڑھی تھیں۔ میں یہ سمجھا ہوا تھا کہ یہ سب دیکھتے ہی دوڑ پڑیں گے۔ میں ان دو کو دیکھکر واپس ہوگیا۔

پھر ایک موقعہ پر میں ایک بلند پہاڑی کی نوک پر چڑھا۔ وہاں ایک تنہا نر کھڑا ہوا تھا۔ وہ مجھ کو دیکھ کر فوراً دوسری جانب اوتر گیا۔ مجھ سے ایک صاحب نے بیان کیا مگر مجھ کو یقین نہیں کہ بلغرب تعلقہ پائیگاہ سر وقار الامرا مرحوم میں اونھوں نے نمک کی چاٹن پر ایک رات میں چھ کھاگے مارے۔ معلوم نہیں یہ کونسے جانور تھے اور چھ کیونکر مارے گئے۔

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ ممالک محروسہ سرکار عالی میں بائسن پاگور کئی جگہ موجود ہیں۔ ان کو مارنے کی اب قطعی ممانعت ہے۔ نیز جنگلی بھینسے کو مارنا بھی قطعی ممنوع ہے۔ اس کا ذکر جدا گانہ کیا جائے گا۔ یہ اس قدر کم ہوتے جا رہے ہیں کہ انکی حفاظت لازمی ہے۔

جنگلی بھینسا یا وائلڈ بفلو

جنگلی بھینسا حقیقتاً اس نام کا صحیح موضوع ہے پلے ہوئے اور جنگلی بھینسے میں بجز قدو قامت کے کوئی فرق نہیں ہے۔ قید اور آزادی میں بھی بڑا تفاوت ہے۔ جنگلی بھینسا بمقابلہ پلے ہوئے زبردست سے زبردست کے چار سے دس انچ تک قد میں اور کم از کم ۵۰۰ پاونڈ وزن میں زائد ہوتا ہے ناتھی اور کھونٹے سے بندھنے کی ذلت اس کو نہیں برداشت کرنی پڑتی اسکی گردن یا کمر پر وزن نہیں لادا جاتا اس لئے آزادی اور خودسری کی آب و ہوا میں بلکہ اسکی گردن اور سر کی اٹھان جنگلی بھینسے میں وہ سرافرازی اور وہ شان پیدا کر دیتی ہے جو صرف دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ جنگل میں جب یہ کسی چیز کے طرف گردن اوٹھا کر دیکھتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک قوی ہیکل دیو جو ہر جانور کو اپنے مقابلہ میں ہیچ و حقیر سمجھے ہوئے ہے اوس طرف دیکھ رہا ہے۔

اس کا رنگ بھینس کے مانند بالکل سیاہ ہوتا ہے۔ سینگ سید ہے اور نیچے کی طرف جھکے ہوئے یا اوپر اوٹھے ہوئے اور پھیلاؤ میں زیادہ اسکے سینگوں کے کئی مختلف نمونے ہوتے ہیں۔

جنگلی بھینسے سے دنیا میں کسی جانور کے جو اس جنس میں شامل ہو۔ سینگ بڑے نہیں ہوتے۔ اس کے سینگوں کا ریکارڈ (یعنی افضل ترین)

۷۷ ۳/۸ انچ ہیں۔ مگر ممالک متوسط میں اتنے بڑے سینگوں کے جانور نہیں پائے جاتے۔

قد کے متعلق لیڈیکر نے ۶ فٹ ۳ ۱/۲ انچ (یعنی ۷۴ ۱/۲ انچ) انتہائی حد مقرر کی ہے مگر برینڈر نے جو سب سے بڑا نر ناپا ہے وہ ۶۴ انچہ اونچا تھا۔ کرنل برٹن نے بمبی نیچرل ہسٹری کے جوڑنل جلد ۴۴ نشان ایک میں جو جنگلی بھینسے پر مضمون لکھا ہے اوسمیں اس کے قد کی نسبتہ دو نروں کی جو ناپ ضلع گوداوری میں مارے گئے تھے۔ تقریباً یہی درج کی ہے یا غالباً اس سے کچھ ہی زیادہ ناک سے دم کی جڑ تک اس کا اوسط طول ۱۰۶ انچ ہے۔ مگر اس سے زیادہ بڑے بھینسے بھی اکثر شکار ہوئے ہیں۔ ۱۹۳۰ء میں کسی مشہور شکاری نے اوس بھینسے کو ہلاک کیا جس نے جنگل کی سڑک پر موٹر لاری کو ٹکر سے اولٹ دیا تھا۔ لاری دو ٹن کی تھی۔ اور اوس میں ۲۰ آدمی سوار تھے۔ تیسری ٹکر میں لاری اولٹ گئی۔ اخبار میں خبر پڑھکر یہ شکاری وہاں پہنچے اور کئی دن کی تلاش میں اس کو ہلاک کیا ٹکڑے ٹکڑے کرکے اس کا وزن کیا گیا جو دو ہزار ایک سو بارہ پاونڈ ثابت ہوا۔ ایک اور شکاری نے اپنا مارا ہوا بھینسا تلوایا اوسکا وزن ۲۰۹۷ پاونڈ اور ایک دوسرے بھینسے کا وزن ۲۲۴۱ پاونڈ قرار پایا۔ یہ برابر ہے پورے ۲۸ من کے اسقدر جسیم جانور سے جو شہزوری کا مظاہرہ ہو وہ درست ہے۔

جنگلی بھینس دس مہینے میں بیاتی ہے۔ جنگلی بھینسے کبھی کبھی پلی ہوی بھینسوں سے ملجاتے ہیں۔ مسٹر برینڈر کو ایک گانوں والے بلاکر لے گئے کہ ایک جنگلی بھینسا اون کی بھینسوں پر قابض ہو گیا ہے اور پاس نہیں

آ نے دیتا۔ یہ بندوق لے کر پہنچے۔ چالیس گز پر پہنچنے کے بعد اوس نے اپنے سر ایک بھینس کے پٹے پر ہٹایا اور سر ہلا کر ایک فرا ٹا یا پھنکار بھری۔ معلوم ہو گیا کہ انکی مداخلت بیجا اوس کو ناگوار گذری۔ وہیں سے انہوں نے ۲۷۵ رسیہ سخت گولی کا شانہ کے پیچھے فایر کیا۔ اوس کی جلد پر سے بہت سی مٹی اوڑی یہ سخت گولی کے صدمہ کا اثر تھا۔ یہ بھینسا گولی کھا کر بندر کی بائیں جانب تیس گز دوڑ کر کھڑا ہو گیا اور زور سے آواز دی۔ صاحب موصوف نے پھر اوسی مقام گولی ماری مگر اوسکا کوئی اثر ظہور پذیر نہ ہوا۔ فوراً انہوں نے بندوق بدلکر ۱۲ بور رائفل سے گردن پر فایر کیا اور بھینسا گر کر ٹھنڈا ہو گیا اس قدر قوت والی بندوقوں کی تین گولیاں پھر ایسے پتہ کی۔ اس سے اسکی سخت جانی اور قوت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

میں نے ایک پٹیل کے پاس ایک بھینس دیکھی ہے جس کی نسبتہ یہ بیان کیا گیا کہ یہ جنگلی کھلگے کے نواسی ہے۔ پٹیل نے شمالی ہند کی ایک بڑی بھینس عمار روپیہ کو خریدی تھی۔ دیہات کے بھینسوں میں کوئی نر اوسکے قابل نہ مل سکا اور پٹیل نے اوس کو جنگل میں بے پروائی سے چھوڑ دیا۔ چند روز وہ آتی جاتی رہی پھر غائب ہو گئی اور تین مہینے بعد آئی۔ خوب تیار ہو گئی تھی۔ دو ایک مہینے بعد معلوم ہوا کہ اوس کے پیٹ میں بچہ ہے۔ چند روز بعد مادہ پیدا ہوی مگر بالکل بائسن کے رنگ کی بائسن کی سپیدی پیشانی اور چاروں پیروں پر موجود تھی۔ بڑا ثبوت اوس کے جنگلی کی اولاد ہونے کا یہ تھا کہ اوس میں غضب کی وحشت تھی بچپن سے یہ حال تھا کہ وہ ہر شخص کو بجز اوسکی ماں کے خدمتی کے مارتی اور اوس پر حملہ کرتی تھی۔ پٹیل نے بیان کیا کہ وہ شروع سے اخیر تک باندھکر پالی گئی

جب جوان ہوی تو چار آدمی رسیاں پکڑ کر اس کو چاندے لے گئے۔ وہاں کوئی بڑا بھینسا (پلا ہوا) تھا اوس سے پھر مادہ پیدا ہوی یہ میرے سامنے تھی۔

ایک کھپریل کے برآمدہ میں دو زنجیروں اور ایک موٹے لکڑ کی میخ بنا کر اوس سے یہ بندھی ہوئی تھی۔ برآمدے کے سامنے موٹے موٹے بانسوں کا کٹہرا لگا ہوا تھا کہ کھلجانے کی صورت میں یہ باہر نہ نکل سکے اور کوئی غیر شخص غلطی سے اوس کے پاس نہ چلا جائے۔ میں دیکھنے گیا تو پٹیل میرے ساتھ تھا۔ ہم کٹہرے سے دو گز پیچھے ہٹکر کھڑے رہے اور پٹیل کو یہ ڈر تھا کہ کہیں نئے کپڑے دیکھہ کر یہ دوڑ نہ پڑے۔

اس بھینس کے متعلق عجیب اور قابل غور یہ امر ہے کہ تمام مصنفین نے جنگلی بھینسے کی نسبت یہ لکھا ہے کہ یہ پلی ہوی بھینسوں سے مل جاتا ہے کسی نے گور کا بھینس سے ملنے کے متعلق ذکر نہیں کیا۔ گور کو ماہرین علم حیوانات نے بیل کی قسم قرار دیا ہے۔ اگر یہ صحیح مان لیا جائے تو یہ بھینس جس کا جنگلی بھینسے سے پیدا ہونا بیان کیا گیا کیوں کلیتاً گور کی شکل اور اوسکے رنگ کی تھی۔ گاؤں والے گور کو بھی بھینسا یا کھلگا بھی کہتے ہیں مگر مجھکو کامل یقین ہے کہ یہ بھینسے کا بچہ نہ تھی بلکہ بائیس یا گور کا۔ اوسکی شکل اور رنگ اور گاؤں والوں کی اس شہادت کی بنا پر کہ ہمارے جنگل میں سپید پیشانی والے سپید ہاتھہ پیر والے بھینسے موجود ہیں۔ کالے لمبے سینگوں والے بہت کم برسوں میں ایک آدہ مرتبہ نظر آتے ہیں۔ مجھکو یہ خیال کرنے کا حق حاصل ہے گور بھی بھینسے ہی کی قسم ہے اور پلی ہوی بھینس سے مل سکتا اور ملتا ہے۔

اس سائنٹفک بحث کے لئے اس کتاب میں گنجائش نہیں ہے لیکن آئندہ جب اخباروں میں اس پر بحث چھڑے تو یہ میرا بیان اور استدلال شہادت میں ضرور پیش ہوگا۔ اگر اتفاق سے بھینس کے بیٹے اور جنگلی بھینسے سے جو بچہ پیدا ہو اوس کا رنگ گوریا بائسن سے مشابہ ہو جائے تو اوس بچے کے رنگ اس اتفاق کا اعادہ نہایت نادر اور شاذ واقعہ ہے۔ فطرت کی قوت کے مقابلہ میں لفظ ناممکن استعمال نہیں کرسکتا۔

مذکورہ بالا بھینس کے متعلق میں نے خط لکھ کر پٹیل سے دریافت کیا تھا اوسکا جواب جو وصول ہوا ذیل میں درج ہے۔

عالیجاہ نواب صاحب قبلہ۔ قدمبوسی۔ سرکار کا خط آیا۔ سرکار کو جیسی بھینس درکار ہو بھیجتا ہوں۔ وہ بھینس جو سرکار ملاحظہ فرمائے تھے ایک کلگا ہا جنی جس کے ہاتھ پیر ان سری کے سپید تھے۔ پھر جنگل کو گئی۔ آج تک نہیں آئی۔ گانوں کے آدمیاں بولتے ہیں جنگلی کھلگوں کے ساتھ چاندسے کو نکل گئی جنگل میں اب کونسا بھی کھلگا نہیں ہے۔ سرکار تشریف لانا شیر بہت ہیں"۔

میں نے اوسی بھینس کے متعلق دریافت کیا تھا۔ پٹیل سمجھا کہ مجھکو بھینس کی ضرورت ہے۔ بہر حال یہ تیسرا بچہ مزید شہادت ہے۔

ف بائسن کی نسبت جو اوسکی خوفناک عادات اور بلاوجہ حملہ کرنیکی خصلت کے متعلق شکاریوں نے لکھا ہے وہ غلط ہو یا صحیح لیکن یہ یقین کرنا چاہیئے کہ وہ سب وحشتناک واقعات جنگلی بھینسے کے باب میں درست ہے

اس کے شکار کرنے میں وہی طریقہ اختیار کرنا چاہیئے جو بائسن کے لئے بیان کئے جاچکے ہیں لیکن زیادہ حزم واحتیاط لازمی ہے۔

یہ پہاڑ پر رہنے والا جانور نہیں ہے۔ گھانس کے میدانوں میں چرنے اور تالابوں یا کیچڑ میں پڑے رہنے کا عادی ہے۔ میں نے متعدد واقعات ایسے سنے ہیں کہ اس نے پانی سے نکلکر سید ہا شکاری کا رخ کیا اور سخت حملہ کر دیا۔ یہ واقعہ اسقدر متعدد بار پیش آیا ہے کہ گانوں والے اس کو تالابوں میں رہنے والا شیطان یا بلا تصور اور اسکو بھینسا سر سے موسوم و تعبیر کرتے ہیں۔

بھینسے اور بائسن ٹراٹ اور گیلپ تھوڑی دور تک کرتے ہیں پھر تیز قدم پر پڑ جاتے ہیں اور اس کو بے شمار فاصلہ تک قایم رکھ سکتے ہیں ناہموار زمین اور پہاڑوں پر یہ اسقدر تیز چل اور چڑھ سکتے ہیں کہ اونکے دیکھنے سے حیرت ہوتی ہے۔

بائسن اور بھینسے کے شکار میں جب زخمی کو تلاش کرنا مقصود ہو تو تیر پر کتا بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ یہ بوے کر ان جانوروں کو تلاش کر لیتے ہیں اور انکا تعاقب ترک نہیں کرتے جبتک کہ شکاری نہ پہنچ جائے بائسن اور بھینسے یا تو تیز بھاگ کر تھوڑی ہی دور میں بیٹھ جاتے ہیں یا انکی پرواہی نہیں کرتے۔ اپنی مرضی کے موافق قدم چلتے رہتے ہیں دونوں امر شکاری کے لئے مفید ہیں۔ پلی ہوی بھینسوں کی ہمت سے ہر شکاری جس نے زخمی شیر کی تلاش میں بھینسوں سے کام لیا ہے اچھی طرح واقف ہوگا۔ اونکا شیر کی بو یا اوسکی آواز پر یکجا جمع ہو کر سرخ آنکھیں پھیلا پھیلا کر اپنے چرواہے کو دیکھنا اور اوس کے اشارے کا انتظار کرنا حقیقتاً خوفناک منظر ہوتا ہے۔ میں نے دو مرتبہ یہ تماشا دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ اعلحضرت مرحوم کے شکار میں۔ دوسری مرتبہ عادل آباد میں

ایک دوست عہدہ دار کے شکار میں۔ شیر کا مقام معلوم ہونے پر بھینسوں کا جوش کی حالت میں یکجا جمع ہو جانا۔ گردنیں بلند اور کان سامنے کی طرف بڑھا کر فرائے بھرنا۔ سیر ان کی سرخ آنکھیں دیکھنے کے قابل منظر تھا۔ انکے چرواہے نے انکو پھیلانے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ کرنل صاحب نے اوس کو بلا کر کہا کہ بھینسوں کو پھیلانے کے لئے ہمارے دو ایک جوانوں سے مدد لے۔ اوس نے جواب دیا کہ اسوقت اگر کوئی دوسرا آدمی ان کے پاس آگیا تو یہ مار ڈالیں گی۔ شیر پر ان کو اسی حالت میں جانے دیجئے کرنل صاحب کا یہ مقصد تھا کہ بھینسیں شیر کو اوٹھا دیں تاکہ اعلیٰحضرت مرحوم اوسپر دوسرا فایر کریں۔ چرواہے نے کہا کہ اگر شیر پہلے ہی بھاگ گیا تو ٹھیک ہے ورنہ مقابل ہونے کے بعد یہ سینگوں سے شیر کو کچل دیں گی۔ انکا روکنا میرے اختیار سے باہر ہے۔ یہ واقعہ اعلیٰحضرت سے عرض کیا گیا تو فرمایا کہ میں ہاتھی بڑھا کر آتا ہوں اور خود بھینسوں کا تماشہ دیکھونگا۔ چنانچہ جب ہاتھی قریب آگیا تو بھینسیں جو بوسے خوب جوش میں آچکی تھیں چرواہے کی لاٹھی کے اشارے سے درے میں جہاں شیر تھا بڑھائی گئیں۔ درہ تنگ تھا۔ دو بھینسوں سے زیادہ وقت واحد میں نہ جا سکتی تھیں۔ پہلے ہلے میں تین بھینسیں وہاں پھنس گئیں۔ معلوم نہیں کیوں۔ شاید دبنے کی تکلیف سے یا پیچھے کے دباؤ سے۔ دو تین منٹ بعد یہ آگے بڑھ گئیں۔ ان کو دیکھتے ہی شیر نے آواز دی اور جس پتھر کے نیچے یہ بیٹھا تھا وہاں سے جست کر کے اوپر آگیا۔ یہ زمین سے آٹھ فٹ اونچا مقام تھا۔ بھینسیں کچھ نہ کر سکتی تھیں انہوں نے درہ سے نکلنے کے بعد اوس پتھر سے ۲۰ گز کے فاصلہ پر نصف حلقہ

بنالیا۔ گردنیں جھکا کر فوں فوں کرنا شروع کیا اس میں بعض اپنے پیر زمین پر زور زور سے مارتی تھیں۔ ایک دو نے آواز بھی کی مگر ان سب معمولی آوازوں سے جدا قسم کی۔ اس عرصہ میں اعلیحضرت کا ہاتھی دوسری جانب سے ایسے مقام پر آگیا کہ شیر نظر آرہا تھا۔ اوسپر دوسرا فایر ہوا اور وہ وہیں اولٹا ہو گیا۔ چرواہے نے بڑی مشکل سے بھینسوں کو مار کر وہاں سے ہٹایا۔ اوس کو پچاس روپیہ انعام ملا۔

دوسری مرتبہ زخمی شیر کے لیے بھینسیں جمع کی گئیں اور صرف ۱۵ بھینسیں ملیں۔ یہ پہاڑ کے دامن پر بڑھا دی گئیں اور بیس منٹ کے بعد انہوں نے شیر کی بو پا کر ایک جھاڑی کے گرد حلقہ بنالیا۔ غصہ کی وہی صورت تھی جو بیان کی گئی۔ پانچ سات منٹ تک یہ اوسیطرح انتظار کرتی رہیں پھر چرواہے کے صرف زبانی اشارے پر اوس جھاڑی پر جا پڑیں۔ ٹکروں کی آواز سے جو لکڑیوں اور سینگوں سے ہوتی تھی طوفان معلوم ہوتا تھا مگر اونکا جوش کم ہو جانے سے چرواہے نے بھینسوں کے پیچھے سے دیکھا۔ جوش کم ہو جانے سے معلوم ہوا کہ شیر گنجان جھاڑی کے بیچ میں ہے۔ اور غالباً مردہ۔ بڑی محنت سے یہ ہٹائی گئیں۔ حقیقت میں شیر مر چکا تھا۔

کئی شکاریوں نے اس سے بہت زیادہ بہتر اور مکمل مناظر دیکھے ہیں۔ اونکا بیان ہے کہ بھینسیں شیر کو پاش پاش کر ڈالتی ہیں۔

جب انسان کی غلامی اور اطاعت میں بسر کرنے والیوں کا یہ حال ہے تو جنگل میں آزاد اور خود سر زمیں کیا کچھ ہمت نہ ہوتی ہوگی۔ شیر بھینسے کو بھی مار کر کھاتا ہے مگر اونہی دو طریقوں سے یعنی یا تو دو شیر ملکر مارتے ہیں یا شیر پہلے پیچھے سے آکر بھینسے کے پیر گھٹنے اور گھٹنے کے

بیچ میں سے کاٹ دیتا ہے۔ شیر کے پنجے کی قوت یا دانتوں کا زور اس عمل کے لئے کافی ہوتا ہے۔ البتہ گردن توڑنا سخت مشکل کام ہے اوس کے لئے دو شیروں کا شریک ہونا یا بھینسے کے پہلے پیر کاٹ ڈالنا ضروری ہے۔ یہ عام خیال کہ شیر اپنی شجاعت اور جوانمردی کی بنا پر صرف نر بھینسے کو مارتا ہے۔ مادہ کو نہیں مارتا غلط ہے۔ اسکی اصلیت یہ ہے کہ مادہ تنہا نہیں رہتی۔ اور شیر کی یہ مجال نہیں کہ بھینسوں کے مندے میں سے شیر کسی پر حملہ کر سکے۔ نر اکثر چند روز کے لئے اور دنیا سے فارغ ہونے کے بعد ہمیشہ کے لئے تنہائی کی زندگی بسر کرتا ہے۔ شیر اسکو بے یارومددگار پاکر مار لیتا ہے۔ معلوم نہیں کہ ۲۰۰۰ پاؤنڈ وزنی جانور کو مار کر شیر کتنا کھاتا ہوگا۔

جنگلی بھینسے کے متعلق صرف یہ بیان کرنا باقی ہے کہ وہ بمقابلہ گوریا بائسن کے قد میں کسیقدر کم مگر ہڈی اور چوڑان میں کسیقدر زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن وزن میں تقریباً دونوں برابر ہوتے ہیں۔ اکثر بھینسے کا پلہ بھاری رہتا ہے۔ سینگ کے طول کے لحاظ سے بھینسا اپنی جنس میں تمام روئے زمین کے جانوروں پر تفوق رکھتا ہے۔ فرینچ شکاریوں کا اصول سینگ کے معاملہ میں وزن کو ترجیح دیتا ہے۔ طول کا وہ خیال نہیں کرتے اس طریقہ پر بھی بھینسا ہی سب میں بڑھا ہوا ہے۔

ہاتھی اور گینڈا

یہ دونوں جانور ممالک متوسط سے تقریباً اور ممالک محروسہ سرکارعالی سے مطلقاً مفقود ہیں۔ گینڈا اسواے شمالی ہند کے بقیہ حصہ ہندوستان اور سیلون میں کہیں موجود نہیں ہے اور تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی زمانہ میں بھی یہاں موجود نہ تھا۔

ہاتھی علاوہ ترائی اور نیپال کے اب بھی میسور اور سیلون میں بکثرت موجود ہیں اور قبل ازیں ممالک متوسط اور شمالی حصہ ممالک محروسہ میں بھی بعض متفرق مقامات پر چھوٹے چھوٹے غولوں میں موجود تھے۔ اسوقت ممالک متوسط کے مشرقی حصوں میں کبھی کبھی دو ایک غول یا کوئی تنہا نر نظر آجاتا ہے مگر وہ باہر اور قرب وجوار کے جنگلوں سے بھٹکا ہوا جانور ہوتا ہے مستقل رہنے والے غول مفقود ہیں۔

سرکارعالی کے علاقہ میں تنہا ہاتھی ۱۸۸۱ء میں پاکھال کے جنگل میں نظر آیا تھا۔ کرنل افسرالملک اور نادر جنگ اول نے اوسکا تعاقب کیا لیکن لیکن وہ مدرہ کی طرف میسور کے جنگل کو نکل گیا۔ اوس کے بعد سے کوئی ہاتھی ممالک محروسہ کے کسی حصہ میں نظر نہیں آیا ہاتھی صرف دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک ہندی۔ دوسرے افریقن۔ بحراعظم افریقہ کے اکثر ممالک میں جہاں گنجان جنگل اور ندیاں یا بڑے بڑے جھیل جیسے ایک نیزا اور

ایک نیاسا و کٹوریا نیز ا۔ البرٹ نیز ا وغیرہ جنگل کا رقبہ اب سینکڑوں میل پر مشتمل ہے۔ ہاتھیوں کے سوسو اور دو دو سو غول ہر غول تیس سے ۳۰۰ تک پر مشتمل موجود ہونا آج سے ۶۰ سال قبل تک کوئی عجیب منظر نہ تھا۔ لیکن اب آبادی کے بڑھنے اور زبردست آلات آتشبار کی ایجاد نے نیز یورپین شکاریوں کے دندان آز نے انکی تعداد میں بہت کمی پیدا کر دی۔ مگر اب بھی بڑے جنگلوں میں جو انسان کی مداخلت اور دسترس سے محفوظ ہیں سو سو کی غول موجود ہونا غیر معمولی بات نہیں ہے۔

۱۸۶۴ء کا واقعہ ہے کہ ایک یورپین فوجی افسر اپنی فضول خرچیوں کی وجہ سے ساڑھے چار لاکھ کے قرضدار ہو گئے۔ اوس زمانہ میں دخانی جہاز اور ریلوں کی کثرت نہ تھی۔ اکثر انگریز سفر کی دقتوں کی وجہ سے ہندمیں رہ پڑتے تھے۔ انگلستان سے آکر واپس جانا ہر معمولی حیثیت کے انگریز کیلئے آسان نہ تھا۔ گھر جانے کی رخصت بھی پانچ سال تک کی مل جایا کرتی تھی۔ مذکورہ بالا مقروض افسر نے پانچ سال کی رخصت حاصل کی۔ ایک مہاراجہ نے انکے قرضہ کی ضمانت کی اور یہ افریقہ پہنچے۔ تین سال شکار کھیلے اور علاوہ قرضہ کے ۵۰۰۰ پاونڈ تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپیہ لے کر لندن پہنچے یہ سب رقم صرف ہاتھی دانتوں کی فروخت سے وصول ہوی۔ اسوقت دانت کی قیمت بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ اوس زمانہ میں ستر پاونڈ جوڑی کی قیمت جو یورپین سوداگر گولڈ کوسٹ پر (یہ افریقہ کا مغربی حصہ ہے) ادا کرتے تھے صرف ۱۵ سے بیس پاونڈ اسٹرلنگ یعنی ڈیڑھ سو سے سوا دو سو روپیہ تک تھی۔

ایسی ایسی بیسیوں مثالیں بیسیوں شکاریوں کی موجود ہیں جو

سالہا سال تک آفریقہ میں شکار کھیلنے اور ملک اور اقوام کی زندگی اور اونکی قوت و تعداد کے حالات معلوم کرکے اپنے ملک پر احسان کے علاوہ افریقہ کے مختلف اور متعدد حصص کو مفتوح یا مقبوضہ ممالک میں شریک کرا دیتے تھے۔ انکے شکار کی مہم میں پانچ پانچ کبھی سات ہزار تک جنگلی اقوام کی پوری آبادی ان کے ساتھ ہوتی تھی۔ ان کو جن میں بڈھے عورتیں اور بچے حبشی بھی شریک ہوتے تھے یہ جانوروں بالخصوص ہاتھی۔ گینڈا اور جنگلی بھینسے کے گوشت پر پالتے تھے۔ ایک ایک حبشی بیس پاونڈ ہاتھی کا گوشت کھا کر دو دن کے لئے بیکار پڑ جاتا اور پانچ دن تک بغیر غذا کے کام کر سکتا ہے۔ اس لشکر میں ہر شخص کے فرائض مقرر ہوتے تھے عام فریضہ یہ تھا کہ جوان دس سیر۔ عورتیں سات سیر اور دس برس کے بچے تین سیر کی پوٹلی سر پر لے کر سفر کرے۔ ان تھیلوں میں اناج۔ بارود اور نمس۔ کپڑے۔ تار۔ پوت۔ چاقو۔ سوئیاں۔ آلات نجاری وغیرہ اور کیمپ کا پورا اسامان بھرا ہوتا تھا۔ ان کے علاوہ چند حبشی سردار اور کام لینے والے چند سپاہی اور محافظ چند کیمپ قائم کرنے والے چند سپاہی اور محافظ۔ چند کیمپ قائم کرنے والے۔ چند جہاں ضرورت ہو پانی کا سراغ لگانے والے چند شکار کا پتہ لگانے والے۔ چند شکار کو چیرنے پھاڑنے والے اور گوشت کیمپ کو لانے والے ہوتے تھے۔ پچاس پچاس۔ سو سو۔ بندوقیں ساتھ ہوتی تھیں۔ یہ محافظین اور شکاریوں کو تقسیم کی جاتی تھیں۔ شکاریوں کے ہتیاروں کے لئے دو تین ہوشیار اور قابل اعتبار حبشی مقرر ہوتے تھے۔ یہ عمدہ بہت اہم۔ عزت کا اور قابل رشک خیال کیا جاتا تھا۔ اگر چار پانچ روز تک اتفاق سے کافی جانور نہ مارے جائیں تو تھیلوں میں سے نصف پاؤنڈ

فی کس اناج تقسیم ہوتا تھا۔ کینڈے اور بھینسوں کے سینگ اگر غیر معمولی ہوئے تو اسٹور میں شریک ورنہ پھینک دئیے جاتے تھے۔ اسٹور میں اہم ترین اور سب میں زیادہ قیمتی مال ہاتھی دانت تھا۔ جب قافلہ کسی آبادی کے قریب پہنچتا تو اناج خریدا جاتا۔ اس میں بہت ضروری کام سردار قوم کو دوست بنانا تھا۔ ان سرداروں کو کچھ کپڑا سر یا کمر پر باندھنے کے قابل۔ ایک چاقو۔ کچھ تار۔ چند چھوٹے موتی اور رنگ برنگ کے پوت ہدیتاً دینے ہوتے تھے۔ اور ان تحفوں کی مقدار قوم کی قوت اور تعداد کے لحاظ سے مقرر کرنی ہوتی تھی۔ اس خوشامد کے علاوہ اپنی قوت اور بندوقوں کی تعداد اور اس ہتیار کی آتش فشانی اور مضرت رسانی کا مظاہرہ بھی ضروری تھا۔ شکاری کے ساتھی حبشیوں میں سے جو بندوق پاس رکھتا اور اوسکا استعمال سیکھ گئے وہ کمال فخر اور غرور کے ساتھ فایر کرکے اپنے جوہر اور ہنرمندی کا اظہار کرتے تھے۔ ان عملیات سے سردار بلکہ پوری قوم مرعوب و مطیع ہوکر دوستی کا اظہار کرتی اور ہر طرح کی امداد پر آمادہ ہوجاتی تھی۔ اکثر ہاتھی دانت۔ چمڑوں ہڈیوں اور سینگونکا اسٹور ان سرداروں کو تفویض کردیا جاتا تاکہ وہ ایک مدت مقررہ کے اندر اوس سامان کو ساحل تک پہنچادیں۔ متعدد مصنفین نے لکھا ہے کہ ان وحشی حبشیوں کی دیانت ہر قوم اور ہر فرد بشر کے لئے قابل تقلید ہے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ چمڑے کا ایک تسمہ یا دانت اور ہڈی کا ایک ٹکڑا پورے مفوضہ سامان میں سے کم وصول ہوا ہو۔

ایک شکاری صاحب نے ایک قوم کے سردار کو جو انکا سامان پہنچانے ساحل پر آیا تھا کسی یورپین شاپ کی سیر کرائی۔ چھتری۔ بوٹ

ہیٹ۔ نکل کی ایک زنجیر۔ گھوڑے کی لگام اور باگیں ایک آدہ اور چھوٹی موٹی شکاری نے ہدیتاً اس سردار کو پیش کیں۔ اوس نے یہ سامان لے تو لیا مگر کچھہ افسردہ معلوم ہوا۔ انہوں نے سبب پوچھا تو کہا کہ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ میری قوم کی تعداد و قوت کب اس قابل ہوگی کہ میں اس دوکان اور شہر پر قابض ہو جاؤں۔

یہ اس قسم کے بڑے اور شاندار شکار جو حقیقت میں ممالک کی کیفیت دریافت کرنے کی مہم ہوتے تھے متعدد شکاریوں نے کیے ہیں۔ اکثر دس دس بارہ بارہ جنٹلمنوں کی پارٹیاں ساتھہ جاتی تھیں۔ اس میں انجنیر۔ نقشہ کھینچنے والے۔ ڈاکٹر۔ شکاری۔ الغرض بکار آمد اصحاب شریک ہوتے تھے۔

جسقدر اور جتنی اقسام کے جانور انہوں نے دیکھے اور مارے ہیں وہ ہمارے خیال سے باہر ہیں۔

ایک شکاری کے سفر کا طول ۷۲۷۴ میل اور مدت سفر چار سال چار مہینے ۲۰ دن تھی۔ اس عرصہ میں ۹ جنٹلمین میں سے دو ایک گینڈے ایک ہاتھی کے مقابلہ میں ہلاک ہوے اور ایک بیمار ہو کر مر گئے۔ ۶ بخیر و خوبی انگلستان پہنچے۔

اگرچہ صرف ہاتھی کے شکار کرنے یہ واقعات مخصوص نہیں ہیں لیکن عام شکار کی یہ سب سے بڑی اور سب سے چھوٹی تصویر ہے

افریقہ کا ہاتھی ہمارے ہاتھی سے قد میں بڑا ہوتا ہے۔ ہند کا ہاتھی ۱۰ فٹ۔ چار انچ سے بڑا عام طور پر نظر نہیں آتا مگر برما کا جس کو ہندوستان میں شامل سمجھنا چاہیے۔ ایک دو ہاتھیوں کا جو ۱۱ فٹ قد کے تھے کتابوں میں ذکر موجود ہے۔ اب سے پچاس سال قبل برما کے بادشاہ کی سواری کا

سپید ہاتھی گیارہ فٹ اونچا تھا۔ یہ انگلستان بھیجا گیا اور راستہ میں بیمار ہو کر مر گیا۔

افریقہ کا ہاتھی بالعموم دس فٹ قد کا ہوتا ہے۔ ۱۱ اور بارہ فٹ کے بھی ہاتھی مارے اور دیکھے گئے ہیں۔ ایک ہاتھی کا ذکر کسی شکاری کی کتاب میں ہے جو ۱۳ فٹ بلند تھا۔

افریقہ کے ہاتھی کے دانت بھی ہندوبرما کے ہاتھی سے زیادہ لمبے ہوتے ہیں۔ آج بھی ۹ ستمبر ۱۹۳۱ء کے دو ہفتہ قبل کے السٹریٹڈ ویکلی ٹائمز آف انڈیا (ہفتہ وار با تصویر ٹائمز آف انڈیا) کے پرچہ میں افریقہ کے ہاتھیوں کی تصویروں کا پورا صفحہ شامل تھا۔ اس میں ایک ہاتھی کے دانت زمین سے متصل تھے۔ تصویر کے نیچے لکھا تھا کہ افریقہ کا ایک کم عمر کا لفظ دیکھ کر بڑی حیرت ہوی بچپن میں یہ حال ہے تو جوانی میں دانت کہاں جائیں گے۔ ہاتھی کے دانت عمر بھر بڑھتے رہتے ہیں اور ہر پندرہ بیس برس کے بعد کاٹے جا سکتے ہیں۔ اسکی عمر کے متعلق مصنفین کی رائے میں اختلاف ہے۔ بعض ڈیڑھ سو سال بعض ۳۰۰ سال تک بیان کرتے ہیں۔ ان کے مہاوتوں سے دریافت کیا تو وہ عجیب عجیب قصوں کے علاوہ اپنے ہاتھی کی عمر کی نسبتہ اسطرح بیان کرتے ہیں کہ ہماری پانچویں اور ساتویں پشت کے دادا اسپر لد کر تھے۔ ہاتھیوں کے مہاوت بالعموم نسلاً بعد نسلاً ایک ہاتھی کی خدمت کرتے ہیں۔ اسکا ذکر آئندہ کیا جائے گا۔

ایک افریقن ہاتھی کی نسبتہ جو جوان پکڑا گیا تھا۔ یہ یقین کے ساتھ معلوم ہے کہ صرف بحالت قید وہ پورے سو سال زندہ رہا۔ ہاتھی پورا جوان اور جسم بھرا ہوا پہلوان ساٹھ سال میں ہوتا ہے۔ یہ متعدد ہاتھیوں کے

مالکوں۔ جہادتوں اور سوداگروں کا بیان ہے۔ اس لحاظ سے ۳۰۰ سال عمر ہونا قرین قیاس ہے۔

افریکن ہاتھی کے کان ہندی نسل سے بہت زیادہ بڑے۔ چوڑے اور بدنما ہوتے ہیں۔ کمر بھی بیچ میں سے جھکی ہوی ہوتی ہے۔ پیشانی بھی فراخ اور ہندی ہاتھی کی سی اوبھری ہوی نہیں ہوتی بلکہ بیچ میں سے دبی ہوئی وحشناک ہوتی ہے۔ ہندی ہاتھی کی سونڈ جڑ میں موٹی اور آخر تک سڈول ہوتی ہے افریقہ کے ہاتھی کی سونڈ میں یہ تناسب بھی نہیں ہوتا۔

رنگ دونوں کا سیاہ ہوتا ہے مگر جنگل میں کیچڑ کی تہہ چڑھی ہوی ہونے کی وجہ سے اوس مقام کی مٹی کا رنگ معلوم ہوتا ہے۔ نینی تال اور الموڑے کے جنگلوں میں زمین اور پہاڑ کا رنگ عموماً سرخی مایل ہے۔ وہاں میں نے چالیس گز کے فاصلہ سے ایک ہاتھی دیکھا جبتک اوس نے جنبش نہیں کی میں گنجان جھاڑی کی وجہ سے پتھر اور ہاتھی میں تمیزی نہ کرسکا۔

ف ہاتھی کی سمجھ۔ اوس کی عادات اور اوسکے شکار کے متعلق سیکڑوں قصے مشہور اور بیسوں کتابیں موجود ہیں بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ ہاتھی کی نسبتہ ایک جداگانہ لٹریچر کی حیثیت پیدا ہوگئی ہے۔ اس کی شکل وصورت سے بھی ہر شخص واقف ہے۔ اس لئے اس کی نسبتہ زیادہ لکھنا اس کتاب کی گنجائش سے باہر اور غیر ضروری بھی ہے۔ صرف اسکو بندوق سے شکار کرنے کی نسبتہ چند ضروری ہدایات اور مختصر حالات درج کئے جاتے ہیں۔

ق پلے ہوئے ہاتھیوں میں سے ۹۹ فیصدی جنگل سے پکڑے ہوے جانور ہیں۔ بنگال یا میسور کے امرا اور زمیندار ہاتھی بکثرت پالتے ہیں

مہاراجہ صاحب نیپال کے پاس بھی تقریباً ۱۰۰۰ ہاتھی موجود ہیں۔
ان میں سے شاذ و نادر کسی ہتنی کو بچہ جننے کا موقعہ ملتا ہے۔ سنا گیا ہے کہ
انکی شادی کے لئے بہت اور خاص اہتمام و انتظام کی ضرورت ہوتی ہے
اسی لئے انسان کی قید میں ہاتھی کی پیدائش کا سلسلہ تقریباً مفقود ہے۔
بندوق سے ہاتھی کو شکار کرنے کی اب اجازت موقوف کردی گئی
الا اس صورت میں کہ کوئی خاص ہاتھی مست اور مضرت رساں ہو جائے۔
یہ صورت ہر غول میں ہر دو ایک سال بعد پیش آتی ہے۔ اوس وقت
اسکی ہلاکت پر انعام مقرر کیا جاتا ہے یا شوقین شکاریوں کو اس کے
ہلاک کرنے کی اجازت دیدی جاتی ہے۔ افریقہ میں بھی ہاتھی کی حفاظت
کی ضرورت محسوس ہوگئی ہے اور بعض مقامات پر بندوق سے ہلاک کرنا
ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

عام طور پر جب اسکو ہلاک اور شکار کرنا مسدود اور ممنوع ہو گیا
تو پرانا طریقہ شکار بھی متروک ہو گیا ہے۔ وہ طریقہ یہ تھا کہ جب ہاتھیوں کے
کسی غول کا پتہ معلوم ہو جاتا تو بڑے بڑے بور کی قرابین یا رائفلیں لیکر
اور اچھے یابوں پر سوار ہو کر کئی شکاری انکا تعاقب کرتے اور انکے
غول کے داہنے یا بائیں پہلو پر پہنچکر چلتے ہی ہیں ان پر فایر کرتے تھے
حتی الامکان یہ کوشش کی جاتی تھی کہ نر اور دانت والے ہاتھیوں پر
فایر کیا جائے لیکن جھاڑی میں ناہموار زمین پر گھوڑا دوڑانا۔ ہاتھیوں
کی رفتار کے ساتھ قدم قایم رکھنا۔ بندوقوں کو بھرنا اور ان سب مشکلات
کے ساتھ یہ بھی خیال رکھنا کہ کوئی ہاتھی حملہ نہ کر بیٹھے آسان کام نہیں ہے
اس میں انتخاب اور دانت والے کے پہلو پر آنے کا انتظار بھی کارے دارد

کا مضمون ہے نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ ایک ایک غول پر بیس پچیس فایر کے بعد ایک دانت والا ہاتھی ہاتھ آتا تھا۔ بقیہ مادائیں یا بے دانت والے پٹھے زخمی ہو کر بعد میں مرتے تھے یا دو ایک وہیں گر کر فنا ہو جاتے تھے۔ یہ طریقہ علاوہ بے رحمی کے جانوروں کی تعداد گھٹانے کا نہایت افسوسناک ذریعہ تھا۔ مگر بحمد اللہ اب قطعاً مسدود و متروک ہو گیا۔

دوسرا طریقہ جو ابتک رائج ہے وہ پیدل شکار کرنا ہے۔ اسمیں ہاتھیوں کے غول تک پہنچ کر دانت والے پٹھے زد پر آنے تک انتظار کرنا پڑتا ہے۔ ہاتھی کی ساخت ایسی واقع ہوی ہے کہ اسپر دور سے بندوق کا فایر کرنا بے کار ہے کیونکہ وہ مقامات جن پر گولی موثر اور جانستان درجہ تک کارگر ہو سکتی ہے۔ نظر نہیں آتے۔ ہر جانور کے شکار میں اوسکا دل اور دماغ شکاری اور گولی کی صدمہ رسانی کے لئے بہترین مقام ہے۔ ہاتھی کا دل اوسکی چوڑی۔ موٹی اور زبردست شانوں کی ہڈیوں سے محفوظ ہوتا ہے۔ جب تک پندرہ بیس گز تک قریب جا کر جسم اور ہاتھ کے بالائی حصہ کا درمیانی زاویہ نظر نہ آئے فایر کرنا فضول ہے بغیر اس پائنٹ کے صاف طور پر نظر آنے کے فایر کیا گیا تو اگر گولی نیچے پڑی تو دل وہاں سے اوپر ہونیکی وجہ سے محفوظ رہ جاتا ہے۔ اور اوس گولی کا جو ہاتھی پر چلائی جاتی ہے یعنی سخت نوک کی فولادی ہاتھی پر مطلقاً اثر نہیں ہوتا۔ شکل یا پھیلنے والی نرم گولی ہوتی تو کچھ تو قرب و جوار کے اعصاب کو صدمہ پہنچاتا۔ بخلاف اسکے اگر نشانہ اوپر اوپر لیا گیا اور گولی شانہ پر پڑی تو کئی فٹ چربی گوشت اور تقریباً ڈیڑھ فٹ موٹی ہڈی سے گذر کر دل پر پہنچنا زبردست سے زبردست بندوق کی گولی کے لئے بھی مشکل ہے۔ ان وجوہ سے

شکاری کے لئے ہاتھی کے پندرہ گز تک پہنچنا ضروری ہے۔ پندرہ گز سے
(جھاڑی اور گھاس کی آڑ اور گنجانی کی دقتوں کا لحاظ نہ کرکے) یہ زاویہ
یا جسم اور سر کے خطوط کے ملنے کا مقام پیٹ کی سطح سے دو فٹ اوپر۔ یا
اگر ہاتھی بلندی پر اور فایر کرنے والا لیٹا ہوا یا بیٹھا ہوا ہو تو اٹھارہ انچ
گولی کا صحیح مقام ہے۔ گولی کا رخ دیکھ لینا چاہیئے کہ بالکل سیدھا ہو۔
اگر ہاتھی ٹیڑھا کھڑا ہے تو اوس کے خم کے موافق گولی کا رخ بدل دینا
لازمی ہے۔ اس سے ہر نشانہ انداز واقف ہوتا ہے کہ کتنی جگہ اور کس طرح
نشانہ بدلنے سے گولی کا رخ کیا جاتا ہے۔

اگر گولی سیدھی دل پر پہنچ گئی تو زیادہ سے زیادہ ہاتھی چار پانچ قدم
چل کر گر جائیگا یا ۸۰ فیصدی اوسکا امکان ہے کہ وہیں گر جائے۔

دوسری گولی دماغ پر پڑنے والی ہے۔ اس کے دو راستے اور نشانہ کے
دو مقام ہیں۔ ایک کان کے پیچھے مکان کے طول کا ۳/۴ حصہ اوپر چھوڑ کر
کان اور سر کے جوڑ میں یا دو انچہ تک کان سے آگے بڑھکر سر کی سطح پر۔
سپلے ہوئے ہاتھی کے کان کو ہاتھ سے ٹٹول کر اس مقام کا اندازہ بہتر
طریقہ ہے۔ یہاں ہڈی سخت نہیں ہوتی صرف کرکری ہڈی کی تہہ ہوتی ہے
عبارت اس نرم اور نازک جگہ کو جاتے ہیں۔ اس نشانہ کے لئے بھی
پندرہ بیس گز پر پہنچنا ضروری ہے۔ دوسرا راستہ گولی کے لئے دماغ پر
پہنچنے کا پیشانی کے نیچے سے ہے۔ جس جگہ پیشانی کی ہڈی ختم اور سونڈ
شروع ہوتی ہے اوس مقام پر ہڈی کے نیچے ایک خلا ہوتا ہے اس کا
عرض اور طول سونڈ کی دبازت پر منحصر ہے۔ اس جگہ کی نشانہ کے لئے
شکاری کا سامنے ہونا اور ہاتھی کا سر اوٹھا ہونا ضروری ہے ورنہ گولی منہ کی

چھت اور جبڑوں یا حلق میں ایک جاتی ہے۔ ایک شکاری کا بیان ہے کہ اوس نے اس مقام پر متواتر دو گولیاں چلائیں اور چونکہ ہاتھی کا سر نیچے کی طرف تھا اس لئے دونوں گولیاں منہہ میں رہ گئیں اور ہاتھی کو صرف اسقدر نقصان پہنچا کہ وہ حملہ کرنے سے رک گیا۔ اور شکاری کو بائیں جانب ہلکر کان کے نیچے کی گولی کا موقع ملا۔

ف۔ ہاتھی کو بندوق سے شکار کرنے کا کوئی اور طریقہ نہیں ہے اس لئے یہ نہایت خوفناک اور ہمت کا شکار سمجھا جاتا ہے۔

ہاتھی کو بیکار کرکے کھڑا کر دینے کے بعد خوب سوچ سمجھکر اور اطمنان کے ساتھہ شکار کھیلنے کا ایک نادر واقعہ مسٹر رسل نے بیان کیا ہے اور حقیقت میں اگر اس طرح کا موقعہ ملجایا کرے تو ہر شخص ہاتھی کا شکار کھیل لیا کرے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک تنہا بدمعاش ہاتھی میسور کے کسی جنگل میں رہتا تھا اور زراعت اور گانوں کے مکانوں کو نقصان پہنچانیکا عادی ہوگیا تھا۔ اوسی نواح میں یہ بھی پہنچے اور بارہ بور ہاتھہ میں لے کر خرگوش یا ہرن کے شکار کو باہر نکلے۔ اتفاق سے یہ بدمعاش کسی جھاڑی کی آڑ میں ایک پیر ٹیڑھا کئے کھڑا تھا۔ شاید پانچ چار گز سے انکی نگاہ اوسکے اوٹھے ہوئے پچھلے پیر پر پڑی۔ غور سے دیکھا تو ہاتھی تھا۔ انکے پاس صرف چھرے کی بندوق تھی۔ دو ایک قدم اور بڑھکر انہوں نے پچھلے تلوے کے بیچ میں دو تین فٹ سے دونالیں جھونک دیں۔ تقریباً چار پانچ انچ قطر کے دائرہ کی برابر تلوے کی کھال نکل گئی اور سب چھرے گوشت میں گھس گئے۔ ہاتھی بڑی زور سے چیخا اور چاروں پیر پر کھڑا ہوگیا مگر پیر اوٹھا کر پھر جو زمین پر رکھا تو غالباً درد کیوجہ سے وہیں

کھڑا ہو گیا کیونکہ زمین پر پیر کو ہاتھی ٹیک ہی نہ سکتا تھا اور اتنے بھاری جانور کا تین پیر سے چلنا دشوار ہے وہیں کھڑا کھڑا چیخنا شروع کر دیا۔

یہ اپنے کیمپ کو واپس آ گئے دوسرے دن بڑی رائفل لے کر پہنچے اور اوس بدمعاش کا خاتمہ کر دیا۔

اسیطرح ایک شکاری کے بل ٹیریر کتوں نے ایک ہاتھی کے پاڑے کو اوس کے پچھلے پیر زخمی کر کے گرفتار کر لایا۔ ان صاحب نے لکھا ہے کہ میں نے اوس روز اپنے کتوں کا عمدہ پلاؤ کھلایا۔ یہ پاڑہا پال لیا گیا۔

یہ اتفاقی واقعات ہیں ہر شکاری کو یہ موقعہ پیش نہیں آتے۔

ف اب عام طور پر ہاتھی کا شکار بندوق سے تمام ممالک میں ممنوع ہے لیکن اگر کسی صاحب کو اس کی اجازت مل جائے تو بندوق اور کارتوسوں کے انتخاب میں اس امر کا خیال رکھنا چاہئے کہ بندوق انتہائی زور دار اور گولیاں سخت یا فولاد کی نوک کی ہوں۔ بعض شکاریوں نے چار بور آٹھ بور بے خار کی بندوقوں کو اسقدر قریب کے فاصلے سے بہت کافی ظاہر کیا ہے لیکن ان بندوقوں کو لے کر چلنا پچاس گز تک بھی مشکل اور سخت تکلیف دہ ہے۔ اگر کوئی ملازم اسکا بوجھ اوٹھانے پر مجبور کیا جائے تو عین وقت پر اوسکا اعتبار بہت مشتبہ اور غیر یقینی امر ہے۔ ایسے واقعات سیکڑوں پیش آ چکے ہیں اور آتے ہیں کہ عین خوف اور ضرورت کے وقت ملازم ہتیار لے کر یا چھوڑ کر غائب نظر آتے ہیں۔ شکاری کو ایسے نازک مواقع پر یا تو دوسری بندوق اپنے پاس رکھنی چاہئے یا خود اپنے ہاتھ کی بندوق پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ مجھکو آدم خوار شیر کے حملے کے وقت کئی چپڑاسیوں کو بندوق لیکر بھاگتے ہوئے دیکھنے کا تجربہ ہو چکا ہے۔

ہاتھی کے شکار کے لئے بجائے آٹھ بور اور چار بور اٹھو تھ بور کے ہیں ۴۷۵ رکارڈائٹ رائفل کو سخت نوک کی گولی گولی کے ساتھ ترجیح دیتا ہوں۔ یہ نئی رائفل مذکورہ بالا بندوقوں سے وزن میں بہت کم ہے۔ ۴ اور آٹھ بور کا شاک بے شک ۴۷۵ سے زیادہ ہے لیکن کارڈائٹ کی قوت اور سخت نوک ہڈی سے گزرنے کے لئے بہت کافی قوت ہے اس کے علاوہ مسرز ہالینڈ اینڈ ہالینڈ نے کوئی نئی ہلکی کارڈائٹ رائفل ایجاد کی ہے اور اوسکا دعوٰی ہے کہ تمام موجودہ بندوقوں سے انکا زور زیادہ ہے۔ میں نے آزمایا نہیں لیکن ایسے معتبر اور معزز کارخانہ کا غلط دعوٰی کرنا ناممکن ہے۔ تمام تاجداران عالم اسی کارخانہ پر سب میں زیادہ اعتبار کرتے ہیں۔

ف ہاتھیوں کی سمجھ اور اون کے کام کرنے کے ہزاروں واقعات کتابوں میں موجود ہیں۔ صرف ایک ملک سے دوسرے ملک کو دانہ چارے اور پانی کے لئے انکا منتقل ہونا شکاری کے لئے سب میں زیادہ عجیب اور ہیبت ناک نیز افسوسناک منظر ہے۔ ایک افریقہ کے شکاری نے یہ منظر دیکھا ہے۔ اوسکا بیان ہے کہ تقریباً دو تین ہزار ہاتھی جس میں سیوں غول تھے سب ایک ہی قطار میں جمع ہو کر سفر کرتے ہوئے انکو نظر آئے۔ ایسے قوی ہیکل شاندار جانوروں کا ایسی بڑی تعداد میں جمع ہونا اور بھوک یا پیاس کی مصیبت میں مبتلا ہو کر محبت اور اتفاق کے ساتھ چلنا دل پر دہشت ناک سین ہونے کے علاوہ اس لئے افسوسناک تھا کہ ایک ہی مقام سے انہوں نے گیارہ بڑے بڑے دانت والے گرائے۔ ان میں مزید فایر کرنے کی قوت باقی نہ رہی اور یہ گیارہ کے گیارہ سامنے پڑے ہوئے

کراہتے رہے۔ بقیہ نے رفتار تیز کرنے کی کوشش کی مگر اس سمندر میں توجہ پیدا کرنا آسان نہ تھا۔ جو ہاتھی آگے نکل گئے تھے وہ آواز سنکر حقیقت حال معلوم کرنے کے لیئے رک گئے اور بجائے رفتار تیز ہونے کے اوس میں اور کمی واقع ہو گئی۔ وہ ہاتھی جن پر فائر نہیں کیا گیا خاموشی کے ساتھ فائر کرنے والے کو دیکھتے تھے اور گھبرا کر آگے بڑھ جانے کی کوشش کرتے تھے۔ کسی نے حملہ کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔ انکی بے کسی اور مصیبت کا وقت سمجھکر شکاری کو بھی رحم آگیا۔

چند سال قبل تک یہ خیال تھا کہ افریقہ کے ہاتھی اپنے ہندی بھائیوں کی طرح چلنے اور کام کرنا سیکھنے کے قابل نہ تھے لیکن اب یہ خیال غلط ثابت ہوا۔ بلجیم کے افریکن مقبوضات کانگو میں ہاتھیوں کی تعلیم بعینہ ہند کے طرز پر ہو رہی ہے۔ بارہ مہاوت ہندوستان سے طلب کئے گئے تھے۔ ان افریکن ہاتھیوں کے کام کرنے اور کام سیکھنے کی تصویریں لنڈن السٹریٹڈ نیوز میں شایع ہوئی ہیں

حقیقتاً یہ ہاتھی ہمارے ہاتھیوں کی طرح کام کر رہے ہیں۔ معلوم نہیں یہ خیال کہ افریکن ہاتھی غیر قابل تعلیم ہیں کن وجوہ واسباب پر مبنی تھا۔ ہاتھی گینڈے سے بہت ڈرتا ہے۔ پلے ہوئے ہاتھیوں کی صفیں جن میں ساٹھ تک سو تک ہاتھی ہوتے ہیں۔ ایک گینڈے کی شکل دیکھ کر بدحواس ہوجاتے ہیں اور اسطرح بھاگتے ہیں کہ ہودے اور سوار دونوں کی خیریت معرض خطر میں ہو جاتی ہے۔ درختوں کی ٹکروں سے ہودے پاش پاش ہوجاتے ہیں اور بیل سوار شکاریوں کو درختوں سے لٹک لٹک کر جان بچانی پڑتی ہے۔ ان اندیشوں کے باوجود گینڈے کو شکار کرنے کا کوئی اوطریقہ

نہیں ہے۔ ہز رائل ہائینس دی پرنس آف ویلز کو بھی نیپال کی ترائی میں
اسیطرح شکار کھلایا گیا۔ مہاراجہ صاحب نے جو دنیا کے بہترین شکاریوں میں
بہتر شکاری ہیں نہایت اہتمام کے ساتھ صاحبزادے صاحب کے لئے
تجربہ کار اور ہوشیار ہاتھی جمع کئے تھے۔ ان میں سے تین ہاتھی ایسے تھے
کہ جن کا گینڈے کے مقابلہ میں ٹھہرنا بارہا آزما لیا گیا تھا۔ خاصہ کا ہاتھی
بیچ میں اور دو اس کے دو پہلوؤں پر قایم کئے جاتے تھے تاکہ کوئی بھاگ
نہ سکے۔ الحمد للہ کہ یہ اس قدر اہم شکار بخیر و خوبی ختم ہوا صاحبزادے نے
ایک گینڈا شکار کیا۔ اس کے ناپ ذیل میں درج ہیں:-

گینڈا ہند میں بجز ہمالیہ کی مشرقی ترائی اور برما کے کسی اور حصہ میں
نہیں پایا جاتا۔ میسور میں اس کے ساتھی یعنی ہاتھی اور بھینسا دونوں موجود
ہونے پر بھی اسکا وجود نہیں ہے۔ سوائے سرکس اور عجائب خانوں کے
بہت کم صاحبوں کو جنگل میں دیکھنے کا اتفاق ہوا ہوگا۔

اس کے ہاتھ پیر ہاتھی کے پیروں سے مشابہ ہوتے ہیں جسم جو بھینسے
کا سا ہوتا ہے بہت چوڑا۔ سخت تنا ہوا۔ گردن چھوٹی۔ منہ گھوڑے سے بھی
زیادہ لمبا بدنما اور بھدا۔ آنکھیں اندر گھسی ہوی۔ ناک کے اوپر ایک یا
آگے پیچھے دو سینگ ۴ ۱۲ انچ تک لمبے ہوتے ہیں۔

ایک سینگ والے اور دو سینگ والے گینڈے الگ الگ قسمیں
ہیں۔ رنگ بھی دونوں اقسام کا جدا جدا ہوتا ہے۔ ایک کا بھورا۔ دو سینگ
والے کا سیاہ۔ ایک سینگ والا کسیقدر بڑا ہوتا ہے۔ مگر بد مزاجی میں
سیاہ گینڈا مشہور ہے۔

یہ لمبی گھانس اور گھنے جنگلوں میں رہتے ہیں۔ انسان کو دیکھنے کا

ان کو کسی قسم کا موقع نہیں ملتا۔ اسیواسطے شکاری کو دیکھتے ہی حملہ کر دیتا ہے
جہاں یہ رہتے ہیں وہاں بجز جنگلی اقوام کے اور لوگ نہ چل سکتے ہیں نہ اونکو
گنجانی کیوجہ سے کچھ نظر آتا ہے۔ شکاری کے لئے بجز ہاتھی پر شکار کھیلنے کے
کوئی اور طریقہ وہاں تک پہنچنے کا نہیں ہے۔ ہاتھی کے ڈرنے کا حال اوپر
بیان ہو چکا ہے۔ اس لئے بجز حکام عالیمقام اور والیان ملک کے کوئی شخص
اس کے شکار کا ارادہ نہیں کر سکتا۔ سو ڈیڑہ سو ہاتھی ہوں اور غیر قابل گذر
جنگلوں میں سفر کرنے کا انتظام ہو تو گینڈے تک پہنچ سکیں۔ اس لئے اسکی
نسبتہ زیادہ لکھنا اور وہ بھی اوروں کی کتابوں سے بیکار دردسری ہے
یہ ذکر کردینا ضروری ہے کہ گینڈے کی کھال اسقدر سخت اور دبیز ہوتی ہے کہ اوسپر
پرانی بندوقوں کی گولی کارگر نہیں ہوتی۔ پہلے زمانہ میں اسکی سپریں
بنائی جاتی تھیں۔ اب اس کے شکار کے لئے ہائی ولاسٹی کارڈائٹ
اور سخت گولیونکی رائفلیں ایجاد ہوگئیں۔ پرانی آٹھہ اور چار بورہ کے
وزن اور اوسپر کھلی ہوی تو پیونکی غیر معتبر حالت سے نجات ملی۔

جن چرندوں اور درندوں کا میں نے ذکر کیا ہے اونکی فہرست اولاً
صرف قابل شکار اور ثانیاً صرف اون جانوروں تک محدود ہے جو ہمارے
ملک یعنی دکن میں پائے جاتے ہیں۔ دکن میں ممالک متوسط۔ ممالک محروسہ
سرکار عالی۔ برار۔ میسور۔ احاطہ مدراس۔ مدراس کی زمینداریاں بستر وغیرہ
اور مغربی سواحل تقریباً پورا احاطۂ بمبی اور کرگ شامل ہے۔ یہ سب جانور
بہ استثنائے چند۔ شمالی ہند۔ راجپوتانہ۔ پنجاب۔ سندھ۔ کشمیر۔ بنگال
سندربن۔ نیپال کی ترائی میں بھی موجود ہیں۔ مگر انکی عادات وخصائل
بودوباشش کے مقامات۔ زندگی کے طریقہ۔ اور قدوضخامت کی نسبتہ

میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ دکن کے لئے مخصوص ہے۔ شمالی ہند کے جانوروں اور دکن کے جانوروں کی خصوصیات میں بہ لحاظ آب و ہوا و اختلاف نوعیت صحرا تھوڑا بہت فرق ہونا ضروری ہے۔ پھر بھی جہاں تک شکار اور طریقۂ شکار کا تعلق ہے اس کتاب کی مندرجہ ہدایات ہر ہندی کے لئے یعنی خواہ وہ دکن میں شکار کھیلے یا شمالی ہندوستان میں یکساں مفید اور بکار آمد ثابت ہونگی۔

دنیا کی تحقیقات و معلومات میں روز بروز ترقی ہو رہی ہے حتیٰ کہ ہر سال کوئی نہ کوئی حیرت انگیز نئی ایجاد ہم جاہل ہندیوں کے دیکھنے میں آجاتی ہے یوروپ اور امریکہ کی نئی ایجادوں کا کیا ٹھکانا ہے۔ اس لئے ممکن نہیں۔ یقینی امر ہے کہ آیندہ کوئی نئی ایجاد شکار کے طریقوں کو میں بھی کوئی تبدیلی پیدا کروے لیکن اسوقت تک کے بہترین کارخانوں کی بہترین بندوقوں کو میں نے اپنے انتخاب میں پیش نظر رکھ کر اون سے خاص خاص موقعوں پر کام لینے کی رائے ظاہر کی ہے۔ ممکن ہے کہ ان بندوقوں کی ساخت یا بارود میں کوئی جدید تبدیلی اور اضافہ ہو جائے۔ اوس حالت میں اونکے استعمال کا وقت اور طریقہ بھی بدل جائیگا۔

شیر ببر

شیر ببر کے بیان پر شیر کو میں نے اس لیے ترجیح دی ہے کہ ببر بہ مقابلہ شیر کے ہند میں بہت کم بلکہ مفقود ہے۔ صرف گجرات میں بعض والیان ملک نے چند ببر اپنے جنگلوں میں محفوظ اور محصور کرکے تقریباً اون کو پال لیا ہے یہاں تک کہ اونکی غذا کے لئے چند جانور ہر سال یا ہر ششماہی پر اوس محصورے میں چھوڑ دے جاتے ہیں۔ جب پرنس یا وائسرائے یا اسی درجہ کے کوئی یورپین معزز مہمان اون کی ریاست میں رونق افروز ہوتے ہیں تو ان نیم پرورده ببر شیروں میں سے چند کا شکار کرا دیا جاتا ہے علاوہ ہند سے مفقود ہونیکے یہ بھی مسلم ہے کہ شیر کا ببر پر تفوق اپنی قوت۔ پھرتی اور اپنے طرز عمل بلکہ طرز معاشرت کی وجہ سے مسلمہ امر ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی تسلیم کرلیا گیا ہے۔ کہ آج سے ۷۰ یا ۸۰ سال قبل تک ببر ہند کے مختلف حصص میں پھیلے ہوئے تھے اور نہ صرف اپنی عادات اور خصائل اور ضروریات زندگی کی وجہ سے مفقود ہوگئے بلکہ شیر نے اونکو مغلوب و ہلاک کرکے ان جنگلوں سے نکالدیا۔

متعدد قدیم اخباروں اور میگزینوں میں۔ بنگال۔ ممالک متوسط۔ راجپوتانہ۔ سندھ۔ جھانسی۔ ساگر اور دہلی کے قریب ببروں کے شکار کئے جانے کے واقعات درج ہیں مگر ۱۸۷۲ء کے بعد

کوئی ببر ہند کے کسی حصہ میں بجز گجرات کے گردونواح کے شکار نہیں کیا گیا۔ مسٹر لیڈیکر کا بیان ہے کہ میں نے سنا ہے کہ فلاں جنرل نے غدر سے پہلے ہندوستان میں ۳۰۰ شیر ہلاک کئے جن میں سے ۵۰ ضلع دہلی میں مارے گئے۔ میں اس سماعی معلومات کا مطلقاً یقین نہیں کرتا۔

اس امر کا کہ شیر اور شیر ببر کی لڑائی میں ہمیشہ شیر فتح یاب ہوتا ہے کئی مرتبہ کئی ممالک میں تجربہ ہو چکا ہے۔ انہی وجوہ کی بناء پر میں نے شیر کے ذکر کو ببر کے بیان سے مقدم رکھا ہے۔

شیر اور شیر ببر ایک ہی نسل ہیں۔ مختلف ممالک میں مختلف زندگی اور مختلف آب و ہوا کے اثرات سے شکل و صورت ظاہری اور عادات وخصائل میں اختلاف پیدا ہو گئے ہیں۔

ببر کے جسم پر سر۔ سینہ۔ گردن۔ ہاتھوں پر شانہ کے نیچے کے حصہ اور دم کی نوک پر بڑے بڑے بال ہوتے ہیں شیر کے تمام جسم پر حتیٰ کہ دم پر بھی پٹے ہوتے ہیں ببر کے جسم پر کوئی پٹہ نہیں ہوتا۔ ببر کے جسم کا طول شیر سے کم ہوتا ہے۔ مگر جسم کی عام ساخت بہ مقابلہ شیر کے زیادہ گٹھی ہوی ہوتی ہے۔ ببر کا رنگ بالعموم بہت ہلکا زرد ہوتا ہے۔ کہیں کہیں کے بال سیاہی مائل ہوتے ہیں۔ اس کے متعلق زیادہ باریکیوں میں جانے کی ضرورت نہیں۔ ہر پڑھے لکھے آدمیوں نے متعدد شہروں کے عجائب خانوں میں ان دونوں جانوروں کو بکثرت دیکھا ہوگا۔

ف شیر سرسبز جنگلوں اور اون پہاڑوں میں رہتا ہے۔ جہاں

شاداب چشمے سایہ دار درخت بہ کثرت موجود ہوں بہ خلاف اس کے ببر ریتیلے میدانوں۔ خشک پہاڑیوں پر اور جھاڑی دار جنگلوں میں رہتا ہے۔

ببر کی دلیری دنیا کے ہر ملک میں ضرب المثل ہے۔ لیکن عجیب امر یہ ہے کہ ہمیشہ جب مقابلہ کرایا گیا شیر نے ببر پر فتح پائی۔ اس کی وجہ شیر کی پھرتی ہے۔

ف۔ آڑ میں چھپنے اور سکڑ کر نکل جانے کی عادت میں شیر کامل اوستاد ہوتا ہے۔ ببر کو یہ پیچ نہیں آتا۔ وبجنا اوس کی عادات سے خارج ہے۔ شیر خاموش جانور ہے۔ ببر بہت غل کرنیوالا حتیٰ کہ پنجروں میں بحالت قید بھی یہ صبح شام اپنی آواز سے چند گولے برسائے بغیر خوش نہیں ہوتے۔

ف۔ دونوں کے شکار کرنے اور اپنی غذا حاصل کرنے کے طریقہ میں بہت کم فرق ہے۔ شیر چالاکی اور جھپٹ کر حملہ کرنے میں نہایت مشاق ہوتا ہے۔ ببر پانی کے کنارے چھپ کر بیٹھتا اور انتظار کرتا ہے مگر زیادہ تر اپنی آواز سے دھمکا کر بالخصوص ہرن کی قسم کے جانوروں کو پکڑ لیتا ہے۔ بڑے جانوروں کو جیسے بھینسا آرنا وغیرہ ان کو بالمقابلہ آکر یا دوڑا کر گردن توڑ دیتا ہے۔ دو شیر ملکر بھینسے اور گینڈے کو گرا لیتے ہیں۔ یہ واقعات آفریقہ سے منسوب ہیں۔ ببر کی آدم خواری کے واقعات بہ مقابلہ شیر کے بہت زیادہ تعجب انگیز ہیں۔

ہین اٹیرس آف سوائے جو انہی قصوں سے بھری ہوی ہے پڑھکر جسم پر روئیں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ببر کی مادہ شکل وصورت میں شیر نے

بہت مشابہ ہوتی ہے۔ رنگ میلا اور پھیکا زرد ہوتا ہے۔

پائے جانے کے بعد شیرنی ہر تیسرے سال جنتی ہے۔ شیر کی طرح بالعموم ۳ سے ۵ تک بچے ہوتے ہیں۔ زمانہ حمل بھی ۱۶ ہفتہ یا دو ایک دن کم و بیش ہوتا ہے۔

ببر کے بچے شیر کے بچوں کی طرح آسانی سے پلتے اور پالنے والے سے محبت کرتے ہیں۔

ببر کی آواز شیر کی آواز سے زیادہ بلند اور مہیب ہوتی ہے۔ چند شکاریوں کے الفاظ نقل کئے جاتے ہیں۔ جس مقام پر چند ببر جمع ہو کر ڈنکارنا شروع کرتے ہیں اوس کے گرد و پیش کے تمام درختوں کا ہر پتہ لرزتا ہے۔ چھوٹے قسم کے جانوروں پر خوف کا یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے۔ بدحواس اور جنبش کرنیکے ناقابل ہو جاتے ہیں۔"

یہ نہایت حیرت ناک امر ہے کہ فطرت نے اس قدر چھوٹے جانور کے پھیپھڑوں میں مثل ببر کے اتنی قوت اور اس ورجہ بلند اور مہیبت ناک آواز پیدا کرنے والا مادہ کیوں پیدا کیا ہے۔"

اپنے ہم جنسوں کے ساتھ ملکر رہنے کا مادہ ببر میں بمقابلہ شیر کے زیادہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ببر کی ٹولیاں سات آٹھ بلکہ ۹-۱۰ تک کی بھی دیکھنے میں آئی ہیں۔ ان میں کئی کئی نر ہوتے ہیں۔ اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب ایک ہی خاندان کے ممبر ہیں۔

جب دو ببر نر شیروں میں کسی مہ جبین شیرنی پر جنگ کی

نوبت آتی ہے تو یہ پری جمال دونوں کو بوسے دے دے کر اون کی آتش شوق اور نفرت رقابت کے شعلے کو تیز کرتی رہتی ہے۔ جب اس کے چاہنے والوں میں سے ایک مارا جاتا ہے یا دب کر بھاگ جاتا ہے (جیسے ہمارے شعرا عمر بھر رقیب سے ڈرتے اور اوس کو بڑھیوں کی طرح سمجھتے رہتے ہیں) تو یہ عاشق کش فاتح کے ساتھ ہو لیتی اور ہنی مون کو روانہ ہو جاتی ہے۔

ببر کا شکار بمقابلہ شیر کے شکار کے زیادہ آسان۔ کم خوفناک مگر شکاری سے زیادہ دلیری کا طالب ہے۔ ببر چھپتا نہیں۔ فوراً مردانہ وار مقابلہ پر آجاتا ہے۔ اور اوس کی تلاش میں مطلقاً دقت نہیں ہوتی۔ ریت کے ٹیلوں پر صبح شام ٹہلتا اور کھیلتا نظر آتا ہے۔ ہمت اور استقلال کے ساتھ شکار کرنے والے سامنے پہنچتے اور فایر کرتے ہیں۔ اس کا حملہ بھی جھاڑی کی آڑ سے نہیں بلکہ کھلے میدان میں مردانہ وار آواز دے کر اور خبردار کر کے ہوتا ہے۔ حملہ کے بعد ببر انسان سے دو تین قدم پر پہنچکر ایک لمحہ بھر ٹھہر جاتا ہے۔ اور پھر سنبھل کر یا تھپڑ سے گرا دیتا یا منھ سے پکڑ لیتا ہے۔

ایسے جانور کے متعلق جس سے ہم کو ہمارے ملک میں واسطہ پڑنے کا امکان نہ ہو زیادہ لکھنا یا کتابوں سے طول طویل مضامین نقل کرنا " لائے باغ سے اوروں کے لگا کر ڈالی" کا مصداق ہوگا۔ لہذا ایک واقعہ آفریقہ کے جنگلوں کا نقل کرنے کے بعد ببر کے ذکر کو ختم کر دینا مناسب ہے۔ ایک ببر کا جوڑا جنوبی آفریقہ کے اوس حصہ میں جس کو انگریز آباد

کر رہے تھے آدم خوار ہو گیا۔ اس جوڑے نے تین سال میں ۲۸۷ مزدور کھائے۔ ان کے علاوہ جنگلی اقوام کے افراد کی تعداد معلوم نہ ہو سکی۔

یہ ببر ریل گاڑی کے کمرے میں گھس کر ایک یوروپین انجینئر کو لے گیا۔

واقعہ یوں مذکور ہے کہ برٹش ایسٹ آفریقہ میں ایک ریلوے اسٹیشن پر ببر آدم خواری کا عادی ہو گیا تھا اور یہ ببر اس قدر دلیر تھا کہ ایک مرتبہ اسٹیشن کی چھت پر چڑھ گیا اور چھت کا ٹین چیرنے کی کوشش کی۔ لیکن خوش قسمتی سے وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہوا۔ دوسری شب کو پمپنگ انجن کے ڈرائیور کو لے گیا۔ ایک مرتبہ ایک انجن ڈرائیور پانی کے ٹینک میں اس ببر کو مارنے کے لئے بیٹھا ببر نصف شب کو آیا اور اس کی کوشش کی کہ ڈرائیور کو ٹینک کے منہ کے چھوٹے سوراخ میں سے کھینچ لے۔ لیکن ٹینک اتنا گہرا تھا کہ ببر اوس کی تہہ سے ڈرئیوار کو پکڑ نہ سکا۔ بیچارہ ڈرائیور فطرتاً اس قدر خائف ہو گیا تھا کہ نشانہ لے کر فائر نہ کر سکا۔ بہر حال کسی نہ کسی طرح غریب نے بندوق چلا دی جس کی آواز سے ببر خائف ہو کر چلدیا۔

اسی شیر کی ہلاکت کی غرض سے انجینئر مسٹر رایل نے اپنی جان گنوائی۔

۶؍ جون ۱۹۰۰ء مسٹر رایل انسپکشن کے ڈبہ میں اپنے

دو دوستوں کے ہمراہ سفر کر رہے تھے۔ جب وہ کما اسٹیشن پر
پہونچے تو اون کو اطلاع ملی کہ اسٹیشن کے قرب و جوار میں
مردم خوار ببر اون کی گاڑی کے آنے سے قبل نظر آیا تھا۔
یہ سنتے ہی ان سب نے وہاں رات کو قیام کرنے کا قصد کیا
اور اونکا ڈبہ گاڑی سے علیحدہ کرکے اسٹیشن کے قریب کھڑا
کر دیا گیا۔ چونکہ لاین ابھی زیر تعمیر تھی اس لئے اون کا ڈبہ ایکطرف
کو جھکا ہوا تھا۔ کھانے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد یہ تینوں
حضرات ببر کے انتظار میں تیار بیٹھے رہے لیکن ان کو کوئی چیز
سوائے دو جگنو کے چمکنے کے نظر نہ آئی۔ جب رات زیادہ ہوئی
اور شیر کی آمد کی توقع نہ رہی تو مسٹر رایل نے اپنے دوستوں
سے لیٹ جانے کو کہا۔ اور خود پہرہ پر بیٹھے۔ غالباً تھوڑے
انتظار کے بعد وہ بھی سو گئے۔ سوتے ہی شیر اندر داخل ہوا۔
ڈبہ کا دروازہ غالباً مضبوط بند نہ تھا اور آٹو میٹک تھا۔
شیر کے اندر داخل ہوتے ہی بند ہو کر مقفل ہو گیا۔
ایک صاحب نیچے سو رہے تھے ان پر ببر نے اپنے پچھلے
پنجے ٹکائے اور کھڑا ہو کر اوپر کی برتھ پر سے مسٹر رایل کو
پکڑا اور کھڑکی میں سے مسٹر رایل کو لے کر کود گیا۔
اس کے کودنے اور طاقت سے لکڑی کی کھڑکی چکنا چور
ہو گئی اور گاڑی الٹ گئی۔
صبح کو لاش کا کچھ حصہ پاؤ میل پر ملا۔
یہ ببر کی مردم خواری۔ دلیری۔ اور چالاکی دعیاری کا

غیر معمولی صحیح واقعہ ہے۔

تمت

مطبوعہ

رحیم پریس چھتہ بازار

حیدرآباد دکن

۳۰ ؍آبان ۱۳۴۳ف

قیمت مجلد

عــــ ۵

تعداد طبع

(۵۰۰)